سیرتِ نبوی پر ایک جامع مدلل اور اثبات ذی وقعت
سیرت النبی پر دنیا بھر میں سب سے بڑی کتاب

نورِ اُم النور
نورِ رحمۃ للعالمین

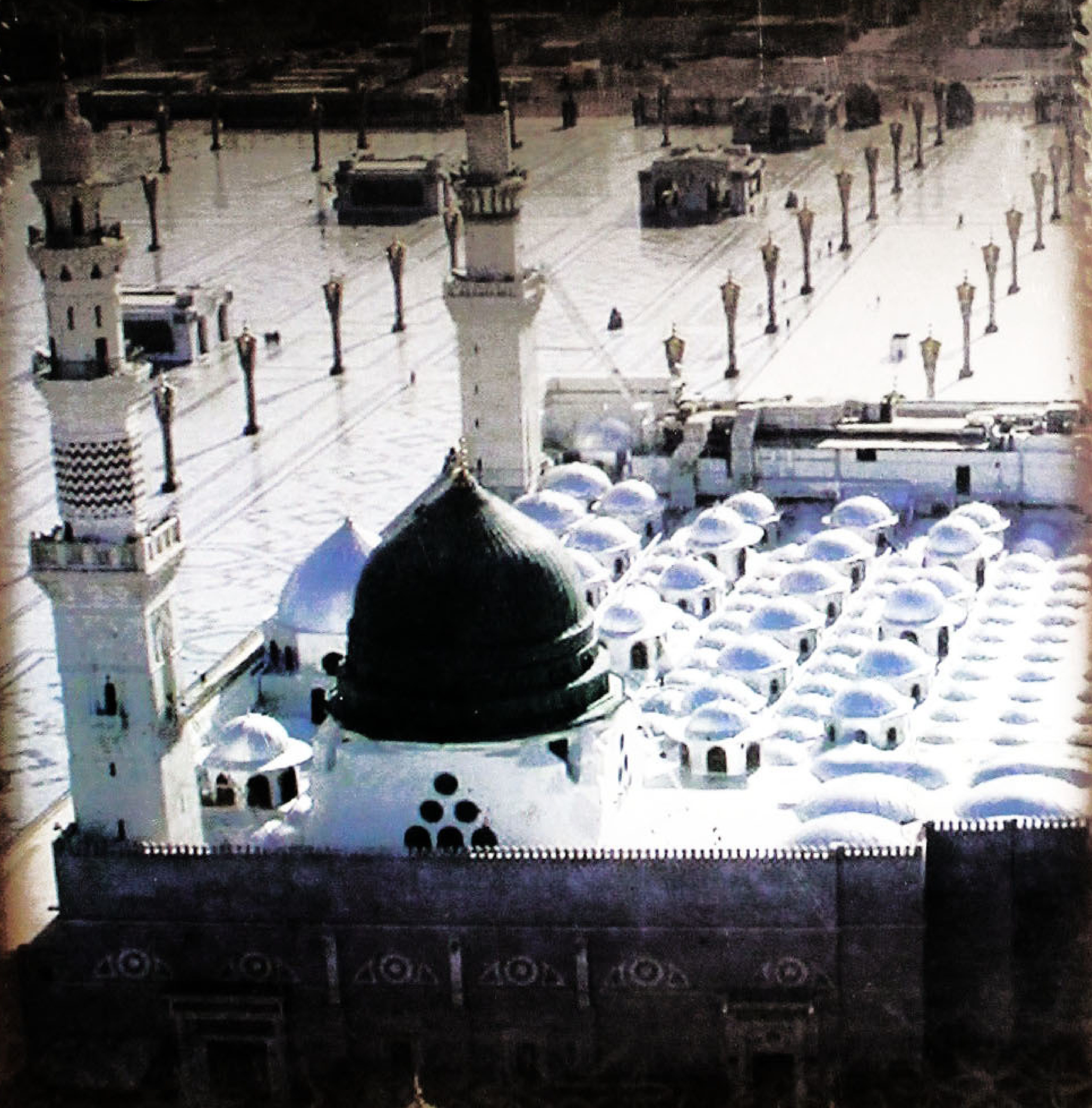

ڈاکٹر محمد عمر خان لیفٹننٹ کرنل (ر)

Marfat.com

سیرتِ نبوی پر ایک جامع، مُدلّل اور اَب تک کی واقعاتی
سیرتُ النّبی پر دُنیا بھر میں سب سے بڑی کتاب

نورٌ مِّن اللّٰہ
نورِ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

جلد پنجم

تالیف:
ڈاکٹر محمد عمر خان لیفٹیننٹ کرنل (ر)

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر نزد مسلم ماڈل ہائی سکول، ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-7246006

Marfat.com

﴿جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں﴾

2976 9921
124851

نام کتاب —— نورِاُم النور نورِ رحمۃ للعالمین (جلد پنجم)
موضوع —— سیرت النبی ﷺ
تالیف —— ڈاکٹر محمد عمر خان لیفٹیننٹ کرنل (ر)
باراوّل —— شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ/ اگست 2007ء
کمپوزنگ —— ورڈزمیکر
تعداد —— 500
ناشر —— ملک شبیر حسین
مطبع —— اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
قیمت —— .. روپے کامل سیٹ

ملنے کے پتے

شبیر برادرز

40 اُردو بازار، لاہور 7246006

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

گنج بخش روڈ لاہور، 7313885

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

صلى الله على النبي الامی وآلہ

صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ وسلاما علیک یا رسول اللہ

Marfat.com

PANJAB
UNIVERSITY
LIBRARY

Marfat.com

ترتیب

غزوۂ ذات الرقاع ۱۳
سریہ خثمی ۲۱
سریہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ۲۲
سریہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ۲۳
سریہ بشیر بن سعد الانصاری رضی اللہ عنہ ۲۳
سریہ میفعہ ۲۴
سریہ یمن و جباز ۲۵
سریہ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ ۲۶
سریہ حضرت ابوحدرد رضی اللہ عنہ ۲۷
عمرۂ قضاء ۲۹
حضرت امامہ رضی اللہ عنہ ۳۶
ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ۳۷
سریہ ابن ابی العوجاء رضی اللہ عنہ ۴۱
سن 8ہجری ۴۳
سریہ غالب بن عبداللہ ۴۴
برادرانِ قریش کا قبولِ اسلام ۴۵
زمانۂ وقوع ۴۶
خالد بن ولید کا قبولِ اسلام ۴۶
عمرو ابن عاص کا قبولِ اسلام ۵۱
زمانۂ وقوع کی وضاحت ۵۶
سریہ ذات عرق ۶۱
سریہ ذات اطلح ۶۱
سریہ ذات السلاسل ۶۲
غزوۂ مُوتہ ۶۸
تاریخی پس منظر ۶۹
جنگ کے اسباب ۷۰
جنگی آداب کی تعلیم ۷۱
دشمن تیار ۷۳
میدانِ جنگ ۷۵
اللہ کی تلوار ۷۹
آنکھوں دیکھا حال ۸۱
خاندان جعفر رضی اللہ عنہ سے تعزیت ۸۳
واپسی اور خوش آمدید ۸۴
اسمائے شہداء ۸۵
جنگ موتہ فتح اسلام ۸۶
سریہ خبط ۸۸
سریہ خضرۃ ۹۲
سریہ ابوقتادہ بطرف بطن اِضم ۹۲
غزوۂ فتح مکہ ۹۴
زمانۂ وقوع ۹۷
غزوہ فتح مکہ کا سبب ۹۸
عہد شکنی ۱۰۰
حضور پرُ نور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ۱۰۲
عمرو بن سالم خزاعی کی آمد ۱۰۲
ابوسفیان کی مدینہ طیبہ میں آمد ۱۰۶
حاطب بن ابی بلتعہ کا خط ۱۱۳

Marfat.com

روانگی ۱۱۵
عظیم نبی ﷺ کی عظمتیں ۱۳۸
حضور ﷺ بیت اللہ میں ۱۴۲
یہ عظمتیں، رفعتیں، شان کریم ۱۴۶
بیت اللہ کی کنجی ۱۴۹
بیت اللہ کی چھت پر اذان ۱۵۱
فتح یا چاشت کی نماز ۱۵۲
پندرہ بڑے مجرم ۱۵۳
عکرمہ بن ابی جہل ۱۵۵
عبداللہ بن سعد بن ابی سرح العامری ۱۵۹
ہبار بن اسود ۱۶۰
کعب بن زہیر المزنی ۱۶۱
صفوان بن امیہ ۱۶۳
وحشی بن حرب ۱۶۵
حارث بن ہشام اور زہیر بن ابی امیہ ۱۶۶
عبداللہ بن خطل ۱۶۷
مقیس بن صبابہ ۱۶۸
حویرث بن نقید بن وہب ۱۶۹
ہند بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان ۱۶۹
سارہ ۱۷۲
فرتنا ۱۷۲
ارنبہ ۱۷۳
ابوقحافہ کا اسلام لانا ۱۷۳
فضالہ بن عمیر کا اسلام لانا ۱۷۴
پسرانِ ابولہب کا ایمان لانا ۱۷۶
سائب بن عبداللہ مخزومی ۱۷۷
ابومحذورہ کا قبولِ اسلام ۱۷۷
کوہ صفا پر بیعت عام ۱۷۸
حرمت مکہ پر خطبہ ۱۸۳
ابلیس کا واویلا ۱۸۵
ابوسفیان کا وسوسہ ۱۸۵
انصار کے اندیشے ۱۸۷
سہیل بن عمرو کا قبول اسلام ۱۸۸
شیبہ بن عثمان کا قبول اسلام ۱۸۹
عبداللہ بن زبعری کا قبول اسلام ۱۹۱
سریہ انہدام عزیٰ ۱۹۲
سریہ انہدام سواع ۱۹۳
سریہ انہدام منات ۱۹۴
سریہ بنی جذیمہ ۱۹۵
امیر مکہ کا تقرر ۲۰۰
مکہ میں نبی ﷺ کا قیام اور کام ۲۰۲
غزوہ حنین ۲۰۵
زمانہ وقوع ۲۰۵
غزوہ کا سبب اور تیاریاں ۲۰۶
مکہ معظمہ میں ۲۱۰
لشکر اسلام کی روانگی ۲۱۱
پہلے چند جھلکیاں ۲۱۴
رسول اللہ ﷺ کے جاسوس ۲۱۵
مشرکین کے جاسوس ۲۱۶
کفار کی صف بندی ۲۱۷
لشکر اسلام کی ترتیب ۲۱۷
معرکہ آرائی ۲۱۸
ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ۲۱۹
اکثر مورخین وسیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ ۲۲۰
چلیے پھر جنگ کا حال سنیں ۲۲۳
غیبی مدد کا نزول ۲۲۷

Marfat.com

عارضی ہزیمت پر کچھ اہل مکہ کے جذبات مسرت	۲۲۹	سن 8 ہجری کے متفرق واقعات	۲۷۰
ہوازن کی شکست	۲۳۱	چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا	۲۷۰
معرکہ اوطاس	۲۳۱	شراب خوری قطعاً ممنوع	۲۷۱
مسیحائی	۲۳۳	فال پانسہ ممنوع	۲۷۲
غزوۂ طائف	۲۳۵	وفد قبیلہ عبدالقیس	۲۷۲
مشاورت	۲۳۹	مسجد نبوی میں منبر	۲۷۲
عیینہ بن حصن	۲۴۱	غلہ کا بھاؤ	۲۷۳
فکر واندیشہ	۲۴۲	وفات حضرت زینب	۲۷۳
نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ کا مشورہ	۲۴۲	حضرت ابراہیم	۲۷۳
محاصرہ اٹھانے کی وجوہات	۲۴۳	مندر بن ساوی کو ہدایات	۲۷۴
طائف سے واپسی	۲۴۵	شاہ عمان کا قبول اسلام	۲۷۵
محاصرے کی مدت	۲۴۷	سن 9 ہجری	۲۷۷
سفر میں دعاؤں کی تلقین	۲۴۸	سن 9 ہجری کی ابتدا	۲۷۸
شہداء طائف کے اسماء گرامی	۲۴۸	سرایا	۲۷۹
صخر بن عیلہ احمسی رضی اللہ عنہ	۲۴۹	سریہ عیینہ بن حصن	۲۸۰
عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی شہادت	۲۵۰	سریہ قطبہ بن عامر	۲۸۳
طائف سے جعرانہ واپسی	۲۵۱	سریہ ضحاک بن سفیان	۲۸۴
اموال غنیمت کی تقسیم	۲۵۳	سریہ علقمہ بن مجزر مدلجی	۲۸۴
مؤلفۃ القلوب	۲۵۳	سریہ علی بن ابی طالب	۲۸۶
ایک واقعہ	۲۵۶	عدی بن حاتم کا قبول اسلام	۲۸۶
انصار کی خلش وازالہ	۲۵۷	سریہ دومۃ الجندل	۲۹۰
رضاعی بہن شیماء کی آمد	۲۶۱	سریہ ولید بن عقبہ	۲۹۲
عدل وانصاف کا نادر نمونہ	۲۶۲	سریہ انہدام لات	۲۹۳
چند ایمان افروز واقعات	۲۶۳	سریہ یمن	۲۹۴
چند بدبخت لوگ	۲۶۴	چند غیر معروف مہمات	۲۹۵
وفد ہوازن کی آمد	۲۶۵	ایلاء	۲۹۷
مالک بن عوف کی حاضری	۲۶۸	ایلا کا مختصر بیان	۲۹۸
جعرانہ سے عمرہ	۲۷۰	زمانہ وقوع	۲۹۸

Marfat.com

پہلی روایت ۳۰۱
دوسری روایت ۳۰۲
خرافات سے نمٹنے کے لئے حدیث مبارک ۳۰۴
صحیح تفسیر ۳۰۶
غزوۂ تبوک ۳۱۵
زمانۂ وقوع ۳۱۵
اسباب ۳۱۵
قیصر روم ۳۱۸
عام وخاص خبریں ۳۲۱
رومیوں کے خلاف اعلانِ جہاد ۳۲۴
قبائل سے رابطہ ۳۲۵
ایثار وقربانی کی لازوال مثالیں ۳۲۵
حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا ایثار ۳۲۷
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایثار ۳۲۸
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایثار ۳۲۸
حضرت عبدالرحمٰن عوف رضی اللہ عنہ کا ایثار ۳۲۹
حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کا ایثار ۳۳۰
حضرت ابوعقیل انصاری رضی اللہ عنہ کا ایثار ۳۳۰
روانگی سے پہلے ۳۳۲
لشکر اسلام کی روانگی ۳۳۵
حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ۳۳۷
حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ ۳۴۱
دیار ثمود سے گزر ۳۴۲
بارانِ رحمت ۳۴۳
اونٹنی کی گمشدگی ۳۴۴
حضور پُرنور ﷺ کا حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف کی
اقتدا میں نماز ادا کرنا ۳۴۵
ایک ”جن صحابی“ کی حاضری ۳۴۶
طلوع آفتاب کے بعد ادائیگی نماز ۳۴۷
لشکر اسلام تبوک میں ۳۴۷
تبوک میں فرمودات نبوی ۳۴۸
کھانے میں برکت ۳۵۳
آندھی ۳۵۴
ایک اور معجزہ ۳۵۵
پانچ خصوصی انعامات ۳۵۵
رومی افواج منظر سے غائب ۳۵۶
کیا ہرقل نے اسلام قبول کرلیا تھا؟ ۳۵۹
تبوک سے قیصر کے نام گرامی نامہ ۳۵۹
”محمد رسول اللہ کی طرف سے بنام شاہ روم ۳۶۰
قیصر کے قاصد سے تفصیلات ۳۶۰
حضرت ذوالبجادین رضی اللہ عنہ ۳۶۴
دومۃ الجندل کے بادشاہ کی گرفتاری ۳۶۷
سرحد پر آباد عرب قبائل کی اطاعت گزاری ۳۶۷
شاہ ایلہ کی مصالحت ۳۶۸
اہل اذرح ومقنا سے صلح ۳۶۸
مشاورت، پیش قدمی یا واپسی ۳۶۹
رب اللعالمین سے سوال ۳۷۰
ایک نصیحت ۳۷۰
تبوک سے واپسی ۳۷۰
دعائے برکت ۳۷۰
انگلیوں سے چشمے پھوٹ پڑے ۳۷۲
ہمراہی منافقین کی خوفناک سازش ۳۷۳
حقیقی مجبوری کا ثواب ۳۷۷
تبوک سے مدینہ میں آمد ۳۷۸
ایک قصیدہ ۳۷۹
مسجد ضرار اور اس کا انہدام ۳۸۰

Marfat.com

غزوۂ تبوک میں شرکت نہ کرنے والے	۳۸۳	فروہ بن عمرو الجزامی کا قاصد	۴۱۸
پہلا گروپ	۳۸۳	وفد بکر بن وائل	۴۱۸
دوسرا گروپ	۳۸۴	وفد بنو جرم	۴۱۹
تیسرا گروپ	۳۸۴	وفد بنو عذرہ	۴۱۹
چوتھا گروپ	۳۸۶	وفد بلّی	۴۲۰
عبداللہ بن ابی کی موت	۳۹۵	وفد بنو حیشان	۴۲۱
حج 9 ہجری (زیر امارت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ)	۳۹۷	وفد بنو قشیر بن کعب	۴۲۱
حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کی وفات	۴۰۰	وفد نجران	۴۲۲
اصحمہ نجاشی شاہ حبشہ کی وفات	۴۰۰	وفد بنو ازد	۴۲۷
دیگر احکام و واقعات	۴۰۱	وفد بنو سعد العشیرہ	۴۲۹
وفود کی آمد	۴۰۲	وفد عبدالقیس	۴۲۹
وفد بنو مزینہ	۴۰۵	سن 9 ہجری والا وفد عبدالقیس	۴۳۲
وفد بنو سعد بن بکر	۴۰۶	وفدِ بنو عقیل بن کعب	۴۳۴
وفود بنو باہلہ	۴۰۸	وفدِ بنو رؤاس	۴۳۵
وفود بنو سلیم	۴۰۹	وفد بنو عنس	۴۳۵
دوسرا وفد حبشہ	۴۱۰	وفدِ بنو کلاب	۴۳۶
وفد بنو خشین	۴۱۰	وفدِ بنو فزارہ	۴۳۶
وفد بنو جذام	۴۱۱	وفدِ بنو طے	۴۳۸
وفد دوس	۴۱۱	وفد کعب بن زہیر	۴۳۹
وفد بنو قیس	۴۱۲	وفد حمیر	۴۴۱
وفد جہینہ	۴۱۲	وفد ہمدان	۴۴۲
وفد بنو ثمامہ	۴۱۳	وفد بنو سعد ہذیم	۴۴۳
وفد بنو حدان	۴۱۳	وفد بنو عریض	۴۴۴
وفد بنو ثعلبہ	۴۱۳	وفد تجیب	۴۴۴
وفد بنو ربیعہ	۴۱۴	وفد بنو صدف	۴۴۶
وفد بنو اسلم	۴۱۴	وفد بنو البکاء	۴۴۶
وفد صداء	۴۱۴	وفد بنو ذی مرہ	۴۴۶
وفد بنو ہلال	۴۱۷	وفد بنو شیبان	۴۴۷

Marfat.com

وفد بنو ثقیف ۴۴۸
وفدِ حضرموت ۴۵۳
جریر بن عبداللہ بجلی کی آمد ۴۵۵
وفد رفاعہ بن زید خزاعی ۴۵۶
وفد اشعریون اور اہلِ یمن ۴۵۶
واثلہ بن اسقع کی آمد ۴۵۷
وفد بنی ثعلبہ ۴۵۸
وفد ضمام بن ثعلبہ ۴۵۹
وفد بنو جعفی ۴۶۰
وفدِ جہیم ۴۶۱
وفدِ بنی اسد ۴۶۲
وفدِ ابو تمیم الداری ۴۶۴
وفد بنو غافق ۴۶۵
وفد بنو بہراء ۴۶۵
وفد بنی عامر بن صعصعہ ۴۶۶
ایک غلط فہمی کا ازالہ ۴۶۸
وفدِ بنی حنیفہ ۴۶۹
کذابوں کا انجام ۴۷۲
سن 10 ہجری ۴۷۴
وفدِ کندہ ۴۷۵
وفدِ بنو جعدہ ۴۷۶
وفد بنو غامد ۴۷۶
وفد بنو سلامان ۴۷۷
وفد خولان ۴۷۹
وفدِ بنو غسان ۴۸۰
وفد اعرابی ۴۸۰
وفدِ بنو محارب ۴۸۱
وفد طارق بن عبداللہ ۴۸۲
وفدِ بنو لیث ۴۸۳
وفد ابنِ منتفق ۴۸۳
وفدِ بنو عبس ۴۸۴
وفد بنو رباب ۴۸۴
وفد بنو رھاء ۴۸۵
وفد بنو احمس ۴۸۶
وفد بنو مراد ۴۸۶
وفد بنو زبید ۴۸۷
وفد بنو خثعم ۴۸۸
وفدِ معاویہ بن حیدہ قشیری ۴۸۸
وفدِ از دشنوءَ ۴۸۹
وفدِ بنو نخع ۴۹۰
سریہ حضرت خالد بن ولید بسوئے نجران ۴۹۱
حضرت عمرو بن حزم الانصاری رضی اللہ عنہ کو بنو حارث کی طرف بھیجنا ۴۹۲
حضرت ابراہیم کی وفات ۴۹۴
سریہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بسوئے یمن ۴۹۶
حضرت ابو موسیٰ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کی یمن روانگی ۴۹۸
باذان کا انتقال ۵۰۰
حضرت ابوذر بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں ۵۰۰
حدیث جبرئیل علیہ السلام ۵۰۲
حجۃ الوداع ۵۰۴
25 ذی قعدہ سن 10 ہجری ۵۰۷
خطبہ حجۃ الوداع ۵۰۸
آخری فوجی مہم ۵۳۸
فتنۂ ارتداد ۵۴۴
سالار مجاہدین کا احترام ۵۴۶
لشکر اسامہ کی روانگی ۵۴۶

Marfat.com

مدینہ واپسی اور استقبال	۵۴۷	تجہیز و تکفین سے قبل مسئلہ خلافت	۵۹۲
یہ فتح و دبدبۂ اسلام	۵۴۷	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آمد و خطبہ	۵۹۴
وصالِ بربّ للعالمین	۵۴۹	انصار سے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا خطاب	۵۹۸
الوداعی آثار	۵۵۱	مسجدِ نبوی میں بیعتِ عام	۶۰۳
مرض کا آغاز	۵۵۶	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت	۶۰۵
سوموار 5 ربیع الاول	۵۵۷	باہمی محبت و احترام	۶۰۹
بخار بہت تیز تھا	۵۵۸	متفقہ انتخاب	۶۱۰
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے راز کی باتیں	۵۵۸	ایک دانستہ پیدا کردہ غلط فہمی کا ازالہ	۶۱۱
بدھ‘ 7 ربیع الاول	۵۵۹	حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی بیعت	۶۱۳
جمعرات‘ 8 ربیع الاول	۵۶۴	تجہیز و تکفین	۶۱۵
ہفتہ‘ 10 ربیع الاول	۵۶۵	نمازِ جنازہ	۶۱۷
اتوار‘ 11 ربیع الاول	۵۶۵	تدفین	۶۱۹
آخری رات	۵۶۷	اہلِ بیتِ نبوت	۶۲۲
سوموار‘ 12 ربیع الاول	۵۶۷	ازواجِ مطہرات و اولادِ کرام	۶۲۶
جبرئیل کی حاضری	۵۷۱	امہات المومنین	۶۲۶
آخری پند و نصائح	۵۷۲	اولادِ کرام	۶۲۷
یومِ وصال	۵۷۹	ازواجِ مطہرات	۶۲۷
توکل اور وراثت	۵۸۰	حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا	۶۳۰
وصال کے بعد	۵۸۱	حضرت سودہ رضی اللہ عنہا	۶۳۱
صدمہ کی شدت	۵۸۲	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا	۶۳۳
حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا	۵۸۴	حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا	۶۳۵
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	۵۸۴	حضرت زینب بنتِ خزیمہ رضی اللہ عنہا	۶۳۶
حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ	۵۸۵	حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا	۶۳۶
حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ	۵۸۷	حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا	۶۳۹
ام المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا	۵۸۸	حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا	۶۴۱
حضرت ابوذویب ہذلی رضی اللہ عنہ	۵۸۸	حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا	۶۴۳
حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ	۵۸۹	حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا	۶۴۵
زندگی بھر کا غم	۵۸۹	حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا	۶۴۵

Marfat.com

مقدس باندیاں ۶۴۷
حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا ۶۴۸
حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا ۶۴۸
حضرت نفیسہ ۶۴۹
چوتھی باندی صاحبہ ۶۴۹
اغراض ومقاصد ۶۴۹
اولادِ کرام ۶۵۶
حضرت قاسم رضی اللہ عنہ ۶۵۶
حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ۶۵۶
حضرت زینب رضی اللہ عنہا ۶۵۶
حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا ۶۵۸
حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا ۶۵۹
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ۶۶۰
حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ ۶۶۱

Marfat.com

غزوۂ ذات الرقاع

اس غزوۂ ذات الرقاع کو ''غزوہ اعاجیب'' بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس غزوہ کے دوران بہت سے معجزے عجیب وغریب واقعات پیش آئے تھے۔ نیز اس غزوہ کو ''غزوہ محارب'' ''غزوہ بنی ثعلبہ'' اور غزوہ بنی انمار (بنو غطفان)'' بھی کہا جاتا ہے۔

اس غزوۂ ذات الرقاع کا زمانہ وقوع ماہ ربیع الاول سن 7 ہجری ہے۔

سن 7 ہجری کے دوران متعدد سرایہ کے علاوہ ایک ایسی مہم کی ضرورت بھی محسوس کی گئی جس کو سر کرنے کے لئے خود پیغمبر اول و آخر و اعظم حضور پرنور نبی کریم رؤف و رحیم حبیب رب اللعالمین رحمت للعالمین ﷺ کو خود زحمت سفر نجد برداشت کرنا پڑی۔ یہ غزوہ کتب سیرت و تاریخ میں غزوۂ ذات الرقاع کے عنوان سے معروف ہے۔

پہلے والے غزوہ ذات الرقاع (غزوہ نجد) جو ماہ جمادی الثانی 4ھ میں وقوع پذیر ہوا تھا' اس غزوہ کو یہ نام کیوں دیا گیا' یہ تمام بحث اس میں کر دی گئی ہے۔ ہاں اس غزوہ ذات الرقاع کا یہ نام کیوں پڑا اس کے بارے میں صحیح میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ حضورِ انور رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نکلے۔ ہم چھ آدمی تھے اور ایک ہی اونٹ تھا جس پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ اس سے ہمارے قدم چھلنی ہو گئے۔ میرے بھی دونوں پاؤں زخمی ہو گئے اور ناخن جھڑ گیا۔ چنانچہ ہم لوگ اپنے پاؤں پر چیتھڑے لپیٹے رہتے تھے۔ اسی لیے اس کا نام ذات الرقاع (چیتھڑوں والا) پڑ گیا۔ کیونکہ ہم نے اس غزوے میں اپنے پاؤں پر چیتھڑے اور پٹیاں باندھ اور لپیٹ رکھی تھیں۔ (صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 592 صحیح مسلم جلد 2 صفحہ 118)

اب اس غزوہ ذات الرقاع کے محرکات اور اس کا بیان یوں ہے۔

جب حضور پُرنور رسول اللہ ﷺ احزاب کے تین بازوؤں میں سے دو مضبوط بازوؤں کو توڑ کر فارغ ہو گئے تو تیسرے بازو کی طرف توجہ کا بھرپور موقع مل گیا۔ تیسرا بازو وہ بدو (اعرابی) تھے جو نجد کے صحرا میں خیمہ زن تھے اور رہ رہ کر لوٹ مار کی کاروائیاں کرتے رہتے تھے۔

Marfat.com

چونکہ یہ بدو کسی آبادی یا شہر کے باشندے نہ تھے اور ان کا قیام مکانات اور قلعوں کے اندر نہ تھا اس لیے اہل مکہ اور باشندگان خیبر کی بہ نسبت ان پر پوری طرح قابو پا لینا اور ان کے شر و فساد کی آگ کو مکمل طور پر بجھا دینا سخت دشوار تھا۔ لہٰذا ان کے حق میں صرف خوف زدہ کرنے والی تادیبی کارروائیاں ہی مفید ہو سکتی تھیں۔

چنانچہ ان بدوؤں پر رعب و دبدبہ قائم کرنے کی غرض سے' اور بقول دیگر مدینہ کے اطراف میں چھاپہ مارنے کے ارادے سے جمع ہونے والے بدوؤں کو منتشر کرنے کی غرض سے' حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے ایک تادیبی حملہ فرمایا جو غزوۂ ذات الرقاع کے نام سے معروف ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا زمانہ وقوع سن 7 ہجری بتایا ہے چونکہ اس غزوے میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے شرکت کی تھی' لہٰذا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ غزوہ' غزوۂ خیبر کے بعد پیش آیا تھا۔ (مہینہ غالباً ربیع الاول کا تھا) کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس وقت مدینہ پہنچ کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے جب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خیبر کے لئے مدینہ سے جا چکے تھے۔ پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہو کر سیدھے خدمت نبوی ﷺ میں خیبر پہنچے اور جب پہنچے تو خیبر فتح ہو چکا تھا۔ لہٰذا غزوۂ ذات الرقاع میں ان دونوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شرکت اس بات کی دلیل ہے کہ یہ غزوہ' خیبر کے بعد ہی کسی وقت پیش آیا تھا۔

اس کی ایک وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ ان دنوں ایک بیرونی تاجر نجد کے علاقے سے ہوتا ہوا اپنے ہمراہ گھوڑے' اونٹ اور دیگر سامان تجارت لے کر فروخت کرنے کے لئے مدینہ طیبہ آیا۔ چند دن وہاں ٹھہرا یہاں تک کہ اس کا سارا سامان فروخت ہو گیا۔ اہل مدینہ کے رویہ سے اس نے اندازہ لگایا کہ دشمن ان پر حملہ کرنے کے لئے تیاریوں میں مصروف ہے اور یہ لوگ بڑی بے فکری کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ شاید انہیں دشمن کی منصوبہ بندیوں کا علم تک نہیں۔ اس نے مسلمانوں کو بتایا کہ بنی انمار اور بنی سعد بن ثعلبہ تو تم پر حملہ کرنے کے لئے لشکر جمع کر رہے ہیں اور تم ان کا مقابلہ کرنے کے لئے سرگرمی کا مظاہرہ نہیں کر رہے۔ جب یہ اطلاع حضور نبی کریم سرورِ دو عالم ﷺ کو ملی تو حضور ﷺ نے کسی توقف کے بغیر ان پر ہلہ بولنے کا عزم فرمالیا۔

حضرت ابوذر غفاری یا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب مقرر کیا اور خود ماہ ربیع الاول کو چار سو یا سات سو مجاہدین لے کر دشمن کی سرکوبی کے لئے روانہ ہو گئے۔ 'مضیق' کے گاؤں سے گزرتے ہوئے ''وادی الشقرۃ'' پہنچے۔ وہاں ایک روز قیام فرمایا اور دشمن کی سرگرمیوں سے آگاہی حاصل کرنے کے لئے مجاہدین کی چھوٹی چھوٹی ٹکڑیاں گرد و نواح میں پھیلا دیں۔ شام کے وقت یہ لوگ واپس آئے اور عرض کی کہ ہم نے یہ سارا علاقہ چھان مارا ہے' ہمیں دشمن کا ایک آدمی بھی نہیں ملا۔

حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہمراہ لے کر وہاں سے روانہ ہوئے اور نخل نامی

Marfat.com

منزل تک پہنچ گئے۔ ان کی نشست گاہوں تک کو ڈھونڈ ڈالا لیکن عورتوں کے علاوہ وہاں کسی مرد کا سراغ نہ ملا۔ ان کو جنگی قیدی بنالیا۔ ان کے سارے مرد بھاگ کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر پہنچ گئے اور دور دور سے لشکر اسلام کو دیکھتے رہے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ لشکر اسلام کی مڈبھیڑ بنو غطفان کے ایک گروہ سے ہوئی۔ لیکن فریقین نے ازراہ احتیاط ایک دوسرے پر حملہ کرنے سے احتراز کیا۔ اس اثناء میں نماز ظہر کا وقت آ گیا۔ سیّد المرسلین خاتم النبیین امام الانبیاء ﷺ نے جماعت کرائی۔ سب مسلمانوں نے حضور ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ مشرکین نے جب مسلمانوں کو نماز میں مصروف دیکھا تو انہوں نے مسلمانوں پر ہلہ بول دینے کا ارادہ کیا۔ ان میں سے ایک شخص نے انہیں کہا کہ صبر سے کام لو۔ ابھی تھوڑی دیر بعد ایک دوسری نماز کا وقت ہونے والا ہے اور وہ نماز انہیں اپنے جگر کے ٹکڑوں سے بھی زیادہ پیاری ہے۔ جب اس نماز کی ادائیگی میں یہ لوگ مشغول ہوں اس وقت تم ان پر حملہ کرنا یہ ذرا مدافعت نہیں کریں گے اور تم آرام سے ان کو موت کے گھاٹ اتار سکو گے۔

یہ تجویز انہیں بہت پسند آئی۔ وہ ان لمحوں کا بے تابی سے انتظار کرنے لگے جب مسلمان نماز ادا کرنے میں مصروف ہو جائیں۔ جس ربّ کی عبادت کی خاطر وہ سب خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے بصد مسرت تیار تھے وہ سمیع البصیر ربّ اپنے بندوں کے دشمنوں کی سازش سے بے خبر نہ تھا' فوراً جبرئیل بارگاہ ربّ جلیل سے وہ آیت (سورہ نساء کی آیت 71) لے کر حاضر ہوا جس میں دشمن کی فریب کاریوں سے چوکنا رہنے کا خصوصی حکم تھا۔

سورۂ نساء آیت 71 میں اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا:

يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوا جَمِيعًا ۝

ترجمہ: ''اے ایمان والو! ہوشیار ہو جاؤ۔''

اور اس کے ساتھ ہی سورۂ نساء کی آیات 101 اور 102 نازل فرما کر ان میں نماز پڑھنے کا ایسا طریقہ بتا دیا کہ وہ بارگاہ الٰہی میں حاضر ہونے کی سعادت سے بھی محروم نہ ہوں اور دشمن بھی ان کو بے خبر پا کر ان پر حملہ نہ کر دے۔

فرمایا کہ جب میرا محبوب امامت کرانے کے لئے کھڑا ہو تو آدھا لشکر پوری طرح مسلح ہو کر دشمن کے سامنے صف آرا ہو جائے اور ہوشیار رہے۔ باقی نصف حضور کی اقتداء میں نماز شروع کر دے۔ ایک رکعت پڑھنے کے بعد یہ لشکر دشمن کے سامنے جا کر صفیں باندھ کر کھڑا ہو جائے اور اب لشکر کا وہ نصف جو دشمن کے سامنے صف آرا تھا وہ آ جائے اور اپنے آقا سیّد المرسلین' خاتم النبیین' امام الانبیاء ﷺ کی اقتدا میں ایک رکعت ادا کرے دو رکعتیں پڑھ کر حضور ﷺ سلام پھیر دیں۔ پھر دونوں لشکر اپنی اپنی جگہ ایک ایک رکعت پڑھیں

Marfat.com

لیں۔ تاکہ اللہ تبارک تعالیٰ کے حضور حاضری بھی نصیب رہے اور دشمن بھی لشکر اسلام کو مصروف عبادت پا کر حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔

اس طرح دشمن اپنے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے میں ناکام رہا۔ یہ پہلی نماز خوف تھی جو حضور پُرنور سرورِ دوعالم ﷺ نے ادا فرمائی۔ پھر مدینہ واپسی کا عزم فرمایا اور جعال نامی ایک شخص کو مدینہ روانہ کیا تاکہ اہل مدینہ کو لشکر اسلام کی بخیریت واپسی کا مژدہ سنائے۔

اس سفر میں حضور پرانور ﷺ پندرہ دن مدینہ منورہ سے باہر رہے۔ طبرانی نے اپنی تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ اس سفر میں اتنے معجزات و عجیب و غریب واقعات رونما ہوئے کہ اس غزوہ کا نام ''غزوۃ الاعاجیب مشہور ہو گیا۔ ان میں سے چند معجزات کا ذکر کیا جا رہا ہے جو یقینی طور پر تقویت ایمان کا باعث ہوگا۔

صحیح بخاری میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ غزوہ ذات الرقاع میں حضورِانور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ دستور یہ تھا کہ جب ہم کسی سایہ دار درخت پر پہنچتے تو اسے نبی کریم ﷺ کے لیے چھوڑ دیتے تھے۔ ایک بار واپسی کے سفر کے دوران حضور نبی کریم ﷺ نے پڑاؤ ڈالا اور لوگ درخت کا سایہ حاصل کرنے کے لئے ادھر ادھر کانٹے دار درختوں جھاڑیوں کے درمیان بکھر گئے۔ حضورِانور رسول اللہ ﷺ بھی ایک درخت کے نیچے اترے اور اسی درخت سے تلوار لٹکا کر سو گئے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں بس ذرا سی نیند آئی تھی کہ اتنے میں ایک مشرک نے آ کر رسول اللہ ﷺ کی تلوار سونت لی اور بولا: ''تم مجھ سے ڈرتے ہو؟'' آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ اس نے کہا: ''اب تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟'' آپ ﷺ نے فرمایا'' اللہ تبارک تعالیٰ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہمیں اچانک حضورِانور رسول اللہ ﷺ پکار رہے تھے۔ ہم پہنچے تو دیکھا کہ ایک (بدو) اعرابی آپ ﷺ کے پاس بیٹھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں سویا تھا اور اس نے میری تلوار سونت لی۔ اتنے میں میں جاگ گیا اور سونتی ہوئی تلوار اس کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے مجھ سے کہا ''تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟'' میں نے کہا: ''اللہ۔ تو اب یہ وہی شخص بیٹھا ہوا ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے اس سے اظہار غصہ نہ کیا۔

حضرت ابوعوانہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں اتنی تفصیل اور ہے کہ جب آپ ﷺ نے اس کے سوال کے جواب میں اللہ کہا تو تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ پھر وہ تلوار حضور پُرنور رسول اللہ ﷺ نے اٹھالی اور فرمایا ''اب تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟'' اس نے کہا آپ ﷺ اچھے پکڑنے والے ہوئیے (یعنی کہ احسان کیجئے) آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم شہادت دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس نے کہا' میں آپ (ﷺ) سے عہد کرتا ہوں کہ آپ ﷺ سے لڑائی نہیں کروں گا اور نہ آپ ﷺ سے لڑائی کرنے

Marfat.com

والوں کا ساتھ دوں گا۔'' حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس کے بعد آپ ﷺ نے اس کی راہ چھوڑ دی اور اس نے اپنی قوم میں جا کر کہا' میں تمہارے یہاں سب سے اچھے انسان کے پاس سے آرہا ہوں۔

(مختصر السیرۃ' شیخ عبداللہ نجدی صفحہ 264__ فتح الباری جلد 7 صفحہ 416) سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 269)

صحیح بخاری کی روایت میں جسے مسدد نے حضرت ابوعوانہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضرت ابو بشر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ بتایا گیا ہے کہ اس آدمی کا نام غورث بن حارث تھا۔(صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 593)

علامہ ابن حجر کہتے ہیں کہ واقدی کے نزدیک اس واقعے کی تفصیلات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس اعرابی کا نام دعثور تھا اور اس نے اسلام قبول کرلیا تھا لیکن واقدی کے کلام سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو ایک ہی طرح کے الگ الگ واقعات تھے' جو دوالگ الگ غزدوں میں پیش آئے تھے۔ واللہ اعلم

(فتح الباری جلد 7 صفحہ 428)

2- ابن اسحاق نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اثنائے سفر حضور انور سرور کائنات ﷺ کا گزر کفار کے ایک نخلستان سے ہوا۔ وہاں سے ایک عورت ملی جسے اسیر بنالیا گیا۔ اس کا خاوند وہاں موجود نہ تھا۔ جب وہ واپس آیا اور اسے پتہ چلا کہ مسلمان اس کی بیوی کو جنگی قیدی بنا کر لے گئے ہیں تو اس نے قسم کھائی کہ میں اپنی بیوی کا بدلہ مسلمانوں سے لے کر رہوں گا۔ وہ لشکر اسلام کے قدموں کے نشانات دیکھ کر ان کے تعاقب میں چل پڑا۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ رات بسر کرنے کے لئے ایک جگہ اترے۔

آرام فرمانے سے پہلے حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا تم میں سے کون رات کو ہمارا پہرہ دے گا؟۔ حضرت عباد بن بشر اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی' یارسول اللہ ﷺ اس خدمت کے لئے ہم حاضر ہیں۔ یہ دونوں گھاٹی کے دہانہ پر بیٹھ گئے۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد ایک نے دوسرے کو کہا' تم کیا پسند کرتے ہو؟ رات کے پہلے حصہ میں جاگنا یا پچھلے حصہ میں۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے رات کے آخری حصہ میں جاگنا پسند کیا۔ چنانچہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ سو گئے اور حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر نفل پڑھنے میں مصروف ہو گئے۔

اس عورت کا خاوند بھی تلاش کرتا وہاں پہنچ گیا۔ اس نے دیکھا کہ کوئی مسلمان نماز ادا کر رہا ہے۔ اس نے تاک کر تیر مارا جو آپ کی پسلی میں آکر پیوست ہو گیا۔ آپ نے اسے نکالا اور اپنے پاس رکھ لیا اور نماز نہیں توڑی۔ پھر اس نے دوسرا تیر مارا۔ وہ دوسرے پہلو میں کھب گیا۔ آپ نے اسے بھی نکال کر رکھ دیا اور ادائے نماز میں مصروف رہے۔ جب خون بکثرت جسم سے بہ گیا تو انتہائی نقاہت کا احساس ہوا۔ آپ نے اپنی نماز مختصر کر کے مکمل کرلی اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو جگایا اور اپنی حالت بیان کی۔

انہوں نے کہا کہ بھائی! جب آپ کو پہلا تیر لگا تھا اس وقت مجھے کیوں نہ جگا دیا؟ حضرت عباد بن

Marfat.com

بشر رضی اللہ عنہ نے کہا' میں اس وقت سورۂ کہف کی تلاوت کر رہا تھا۔ میں نے اس وقت تلاوت کو منقطع کرنا پسند نہ کیا۔ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ بکثرت خون بہنے سے میری موت واقع ہو سکتی ہے اور اگر میں نے تمہیں جگا کر مورچہ سنبھالنے کا فرض ادا نہ کیا تو میں ایک بہت بڑی خیانت کا مرتکب ہوں گا' تو میں کبھی بھی سورۂ کہف کی تلاوت کے سلسلہ کو منقطع نہ کرتا خواہ میری جان بھی چلی جاتی۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 275)

3 - پھر ایک دن صحرا میں حضور پرانور نبی کریم رؤف و رحیم حبیب ربّ العالمین ﷺ نے فرمایا۔ اے جابر! لوگوں میں اعلان کرو کہ سب وضو کریں۔ لیکن کسی کے پاس پانی نہ تھا۔ حضورِانور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ فلاں انصاری کے پاس جاؤ ممکن ہے اس کی مشک میں کچھ پانی ہو۔ چنانچہ تھوڑا سا پانی مل گیا۔ میں نے وہ پانی خدمت اقدس میں پیش کر دیا۔ پھر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ کہ بڑا پیالہ منگواؤ۔ چنانچہ میں ایک بڑا پیالہ لے آیا اور حضور ﷺ کے سامنے رکھ دیا۔ حضور ﷺ نے اپنا دست مبارک اس میں پھیلا دیا۔ پھر مجھے حکم دیا کہ وہ پانی کے چند قطرے میرے ہاتھ پر انڈیل دو اور بسم اللہ شریف پڑھو۔ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کی انگشت ہائے مبارک سے پانی کے فوارے بہنے لگے یہاں تک کہ سارے لشکر نے سیر ہو کر پانی پیا۔ جب سب سیراب ہو چکے تو حضورِانور ﷺ نے اس پیالے سے اپنا دست مبارک نکالا وہ پیالہ اب بھی لبالب بھرا ہوا تھا۔

4- امام مسلم' ابو نعیم اور بیہقی نے مندرجہ ذیل واقعہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم حضورِانور رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ غزوۂ ذات الرقاع میں سفر کر رہے تھے کہ ہم ایک سرسبز وادی میں اترے۔ حضورِانور ﷺ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔ میں نے لوٹے میں پانی بھرا اور حضور ﷺ کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ دور جا کر حضور پُرنور ﷺ نے ادھر ادھر دیکھا کوئی ایسی چیز نظر نہ آئی جس سے پردہ کر کے حضور ﷺ قضائے حاجت کریں۔

وادی کے کنارے پر دو درخت تھے۔ حضور پُرنور' سیّد المرسلین' پیغمبر اول و آخر و اعظم سرکارِ دو عالم ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور اس کی ایک ٹہنی کو پکڑ کر فرمایا اے درخت! اللہ کے اذن سے میری اطاعت کر۔ وہ درخت فوراً فرمانبردار اونٹ کی طرح پیچھے پیچھے چل پڑا۔ جب حضورِانور ﷺ دوسرے درخت کے پاس پہنچے تو اس کی ایک ٹہنی کو پکڑ کر اسے بھی وہی حکم دیا چنانچہ وہ بھی فرمانبردار اونٹ کی طرح پیچھے پیچھے چل پڑا۔ حضورِانور ﷺ جب اس مسافت کے نصف میں پہنچے تو دونوں درختوں کی ٹہنیوں کو آپس میں جوڑ دیا۔ چنانچہ وہ دونوں ٹہنیاں آپس میں جڑ گئیں۔ ان کی اوٹ میں حضور ﷺ نے قضائے حاجت کی۔ حضور ﷺ میرے پاس واپس تشریف لائے تو وہ دونوں درخت ایک دوسرے سے جدا ہو کر اپنی پہلی جگہوں پر پہنچ گئے۔ پیغمبر اول و آخر و اعظم حضور پرانور ﷺ جب میرے پاس پہنچے تو مجھ سے دریافت فرمایا۔ یا جابر ھل رأیت مقامی؟

Marfat.com

''اے جابر! تم نے میرے مرتبہ کو دیکھا؟'' میں نے عرض کی' ہاں یارسول اللہ۔

5- ابونعیم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم حضورِ انور نبی کریم ﷺ کی معیت میں محو سفر تھے کہ ایک صحابی ایک پرندے کے بچے کو پکڑ کر لا رہا تھا حضورِ انور رحمت دو عالم ﷺ اس کو دیکھ رہے تھے۔ اس بچے کی ماں اور باپ اپنے بچے پر جھپٹ رہے تھے۔ یہاں تک کہ ان میں سے ایک نے اسے پکڑنے والے کے سامنے اپنے آپ کو ڈال دیا۔ لوگ اس پرندے کے طرز عمل کو دیکھ کر تصویر حیرت بن گئے۔ نبی رحمت ہادیٔ دو جہاں' رہبر کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! تم اس پرندے کو دیکھ کر حیران ہو رہے ہو کہ تم نے اس کا بچہ پکڑا اور اس نے اپنے آپ کو تمہارے سامنے ڈال دیا۔ بخدا تمہارا رب' اس پرندے سے بھی زیادہ تم پر رحم فرمانے والا ہے۔'' (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 274)

6- دلنوازی اور دلربائی کی ادائیں اگر کسی نے سیکھنی ہوں تو وہ محبوب ربّ العالمین ﷺ کی شان دلبری سے سیکھے۔ آیئے اپنے آقا ﷺ کی شان دلنوازی کا ایک واقعہ سنیئے جو اس سفر میں ظہور پذیر ہوا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ ذات الرقاع میں شمولیت کے لئے میں ایک کمزور اور لاغر اونٹ پر سوار ہو کر نکلا۔ جب ہم واپس لوٹے تو میرا اونٹ کمزوری اور تھکاوٹ کے باعث بمشکل قدم اٹھا کر چل رہا تھا۔ میرے ساتھی اپنے تیز رفتار اونٹوں پر آگے بڑھتے گئے اور میں پیچھے رہتا گیا یہاں تک کہ حضورِ انور نبی کریم ﷺ پیچھے سے تشریف لے آئے فرمایا:

''اے جابر! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ پیچھے رہے جا رہے ہو؟''

میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میرا اونٹ کمزور تھکا ماندہ ہے۔ یہ قدم ہی نہیں اٹھا سکتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اسے بٹھاؤ۔ میں نے بٹھایا حضور ﷺ نے اپنا اونٹ بھی بٹھا دیا اور میرے ہاتھ میں جو چھڑی تھی وہ مجھ سے لے لی اور دو تین مرتبہ اس چھڑی سے میرے اونٹ کو کچوکے دیئے۔ پھر فرمایا سوار ہو جاؤ۔ میں سوار ہو گیا اب وہی اونٹ ہوا سے باتیں کرنے لگا۔ تیز رفتاری میں کوئی اونٹ اب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ اب وہ حضورِ انور ﷺ کے سبک رفتار اونٹ کے ساتھ ساتھ چلنے لگا اور ہم آپس میں باتیں کرنے لگے۔

اثنائے گفتگو حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے مجھ سے پوچھا جابر! یہ اونٹ بیچنے کا ارادہ ہے میں نے عرض کی۔ حضور ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ نذر کرتا ہوں۔ فرمایا نہیں۔ میں تو قیمتاً لوں گا۔ چنانچہ ایک اوقیہ سونے کے وزن پر سودا طے ہو گیا۔

پھر پیغمبر اول و آخر و اعظم حضور پرنور رحمت اللعالمین ﷺ نے مجھ سے پوچھا جابر۔ کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ عرض کی یارسول اللہ! میں نے شادی کر لی ہے۔ فرمایا کسی کنواری لڑکی سے شادی کی ہے یا ثیبہ سے

Marfat.com

(شادی شدہ بیوہ یا مطلقہ سے)۔ عرض کی ثیبہ سے۔ فرمایا کسی کنواری سے شادی کی ہوتی۔ عرض کی۔ جنگ احد میں میرے والد شہید ہوگئے اور میری سات بہنیں چھوڑ گئے۔ میں ایسی عورت سے شادی کرنا چاہتا تھا جو میری ان بہنوں کو بھی سنبھال سکے اور ان کی دیکھ بھال کر سکے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

''تم نے درست فیصلہ کیا انشاء اللہ۔''

پھر فرمایا۔ جب ہم صرار (ایک گاؤں) پہنچیں گے تو وہاں اونٹ ذبح کریں گے مجاہدین کی ضیافت کریں گے دن بھر وہاں ٹھہریں گے۔ اس اثناء میں تمہاری بیوی کو تمہاری آمد کا علم ہو جائے گا۔ پردے، بستر کی چادریں، تکیوں کے غلاف دھو کر وہ صاف کر دے گی اور تمہارا استقبال کرنے کے لئے تیار ہو جائے گی۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ اس غریب کے پاس پردے وغیرہ کہاں سے آئے۔ فرمایا:

''گھبراؤ نہیں جلدی وہ وقت آئے گا تمہارے پاس یہ سب چیزیں ہوں گی۔''

لشکر اسلام صرار نام کے گاؤں میں پہنچا۔ حسب ارشاد اونٹ ذبح کیے گئے مجاہدین کی ضیافت کی گئی دن وہاں گزارا شام کو مدنیہ طیبہ پہنچے۔ میں نے اپنی رفیقہ حیات کو حضور ﷺ کے ارشادات سے مستفید و محظوظ کیا۔ وہ بہت خوش ہوئی۔ اور کہنے لگی۔

''تجھ پر یہی لازم تھا کہ تو سر تسلیم خم کر دیتا۔''

صبح سویرے میں نے اونٹ کی نکیل پکڑی اور حضور انور سرکار دو عالم ﷺ کے در اقدس پر اسے لا کر بٹھا دیا۔ پھر اس کے نزدیک مسجد میں بیٹھ کر حضور ﷺ کا انتظار کرنے لگا۔ حضور ﷺ تشریف لائے تو اونٹ بندھا دیکھا۔ دریافت فرمایا کہ یہ کس کا اونٹ ہے؟ عرض کی گئی یہ اونٹ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ لے آئے ہیں۔ پوچھا جابر کہاں ہے؟ مجھے بلایا گیا' میں حاضر ہوا۔ تو ارشاد فرمایا میرے بھتیجے! یہ اپنا اونٹ لے لو میں نے یہ تمہیں دے دیا۔

اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا' بلال جاؤ اس اونٹ کی قیمت ایک اوقیہ' سونا جابر کو دے دو۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ مجھے ساتھ لے گئے۔ ارشاد نبوی کے مطابق ایک اوقیہ سے کچھ زیادہ سونا بھی مجھے دیا میں اونٹ اور اس کی قیمت بھی جھولی میں ڈالے شاداں و فرحاں اپنے گھر لوٹ آیا۔ جب تک حضور ﷺ کا یہ عطیہ بطور تبرک میرے پاس رہا' رزق میں برکتیں ہی برکتیں رہیں۔ (الاکتفا جلد 2 صفحہ 154)

6- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب غزوہ ذات الرقاع سے ہم لوٹ رہے تھے تو ''حرہ محبط'' پہنچے۔ ہم نے دیکھا ایک اونٹ تیزی سے آ رہا ہے اور بڑبڑا رہا ہے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا تمہیں پتا چلا کہ اونٹ نے کیا کہا؟ اس نے مجھ سے مدد مانگی ہے کہ میں اس کے مالک سے اس کی سفارش کروں۔ اونٹ نے کہا کہ میں نے سالہا سال اس کی زمین میں ہل چلایا ہے۔ اب یہ مجھے ذبح

Marfat.com

کرنا چاہتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا جابر! جاؤ اور اس کے مالک کو بلا لاؤ۔ میں نے عرض کی کہ میں تو اس کے مالک کو نہیں پہچانتا۔ فرمایا' یہ اونٹ خود تمہاری رہنمائی کرے گا۔ اونٹ میرے آگے آگے چل پڑا۔ مجھے وہاں لے گیا جہاں اس کا مالک بیٹھا ہوا تھا۔ میں اسے بلا کر بارگاہ رسالت مآب میں لے آیا۔ حضور پُر نور ﷺ نے اونٹ کی سفارش فرمائی۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 271)

8- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس سفر میں جب لشکر اسلام ''حرہ واقم'' پہنچا تو ایک بدو عورت اپنے بچے کو لے کر حاضر ہوئی۔ عرض کرنے لگی' یارسول اللہ! یہ میرا بیٹا ہے۔ اس پر شیطان کا اثر ہے۔ حضور ﷺ نے بچے کو کہا کہ منہ کھولو۔ اس نے منہ کھولا تو حضور ﷺ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور زبان سے فرمایا:

''اے اللہ کے دشمن دور ہو جاؤ۔ میں اللہ کا رسول ہوں۔''

یہ کلمات حضور ﷺ نے تین بار دہرائے اور اس کی ماں کو فرمایا اب بے فکر ہو جاؤ' اب اس شیطان کی مجال نہیں کہ دوبارہ بچے کو اذیت پہنچائے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 270)

ظلمت کے پروردہ سنگ دل اعراب (بدوں) کو مرعوب اور خوفزدہ کرنے میں اس غزوے کا بڑا اثر رہا۔ ہم اس غزوے کے بعد پیش آنے والے سرایا کی تفصیلات پر نظر ڈالتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ غطفان کے ان قبائل نے اس غزوے کے بعد سر اٹھانے کی جرأت نہ کی بلکہ ڈھیلے پڑتے پڑتے سپر انداز ہو گئے اور بالآخر اسلام قبول کر لیا۔ حتیٰ کو ان اعراب کے کئی قبائل ہم کو فتح مکہ اور غزوۂ حنین میں مسلمانوں کے ساتھ نظر آتے ہیں اور انہیں غزوۂ حنین کے مال غنیمت سے حصہ دیا جاتا ہے۔ پھر فتح مکہ سے واپسی کے بعد ان کے پاس صدقات وصول کرنے کے لئے اسلامی حکومت کے عمال بھیجے جاتے ہیں اور وہ باقاعدہ اپنے صدقات ادا کرتے ہیں۔ غرض اس حکمت عملی سے وہ تینوں بازو ٹوٹ گئے جو جنگ خندق میں مدینہ پر حملہ آور ہوئے تھے اور اس غزوۂ کی وجہ سے پورے علاقے میں امن وسلامتی کا دور دورہ ہو گیا۔ اس کے بعد بعض قبائل نے بعض علاقوں میں جو شور و غوغا کیا اس پر مسلمانوں نے بڑی آسانی سے قابو پالیا' بلکہ اسی غزوے کے بعد بڑے بڑے شہروں اور ممالک کی فتوحات کا راستہ ہموار ہونا شروع ہوا کیونکہ اس غزوے کے بعد اندرون ملک حالات پوری طرح اسلام اور مسلمانوں کے لئے سازگار ہو چکے تھے۔

سریہ حسمی

سریہ حسمی کو ''سریہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بسوئے جذام'' بھی کہا جاتا ہے اور اس سریہ کو ''سریہ جذام'' کے نام سے بھی لکھا جاتا ہے۔ حسمی خیبر کی طرف ایک جگہ کا نام ہے جہاں قبیلہ جذام کے لوگ رہتے تھے۔

اس سریہ کا زمانہ وقوع ماہ جمادی الآخر سن 7 ہجری کا ہے۔

Marfat.com

اس سریہ کا سبب یہ واقعہ بنا۔ پیغمبر اول و آخر واعظم، ہادیٔ دو جہاں، رہبر کائنات، رسول بحر و بر، حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کو قیصر روم کے پاس اپنا نامہ مبارک دے کر بھیجا تھا۔ اب آپ وہاں سے واپس مدینہ طیبہ کے لئے آ رہے تھے اور آپ کے پاس قیصر کے عطا کردہ پارچہ جات اور دیگر تحائف بھی تھے۔

حُسمیٰ میں قبیلہ جذام کے کچھ لوگوں نے آپ کو لوٹ لیا۔ مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ نے حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو سارا ماجرا کہہ سنایا۔ مفصل سن کر آپ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں پانچ سو (500) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت حسمیٰ روانہ فرمائی۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے قبیلہ جذام پر شبخون مار کر ان کی خاصی تعداد کو قتل کر دیا اور ان کے چوپایوں اور عورتوں کو ہانک لائے۔ چوپایوں میں ایک ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں تھیں اور قیدیوں میں ایک سو عورتیں اور بچے تھے۔

چونکہ حضورِ انور نبی کریم ﷺ اور قبیلہ جذام میں پہلے سے مصالحت کا عہد و پیماں چلا آ رہا تھا اس لیے اس قبیلہ کے ایک سردار حضرت زید بن رفاعہ جذامی رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو کر احتجاج و فریاد کی۔ حضرت زید بن رفاعہ رضی اللہ عنہ اور اس قبیلے کے کچھ مزید افراد پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے اور جب حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو حسمی میں جذامی ڈاکوؤں نے لوٹ لیا تھا تو ان لوگوں نے سامان واپس دلانے اور جان کی حفاظت میں مدد بھی کی تھی اس لیے حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے ان کا احتجاج قبول کرتے ہوئے مال غنیمت اور قیدی واپس کر دیئے۔ (زاد المعاد جلد 2 صفحہ 122، تلقیح صفحہ 29)

سریہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

سریہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ''سریہ بنی کلاب'' بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اکثر مؤرخین کے مطابق یہ سریہ حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بنی کلاب کی گوشمالی کے لئے بھیجا گیا تھا۔

اس سریہ کا زمانہ وقوع ماہ شعبان سن 7 ہجری کا ہے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ماہ شعبان سن 7 ہجری میں نجد کے ایک قبیلے بنو کلاب کی گوشمالی کے لئے روانہ کیا۔ آپ کے دستہ نے ان کو سزا دی (مارا، قتل کیا) اور چند افراد کو قیدی بنا کر ساتھ لے آئے۔

لیکن طبقات ابن سعد میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بنی فزارہ کی طرف گئے۔ ان سے لڑائی ہوئی۔ ان کے کچھ لوگ مارے گئے اور چند ایک گرفتار ہوئے۔

(طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 118۔ تلقیح صفحہ 66۔ السیرۃ النبوۃ ابن کثیر جلد 3 صفحہ 417۔ دلائل النبوۃ جلد 4 صفحہ 290)

۱۲۵۸۵۱

Marfat.com

سریہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

سریہ حضرت عمر کو "سریہ ترب" بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ سریہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مقام تربہ کی طرف بھیجا گیا تھا جہاں بنی ہوازن رہتے تھے۔

اس سریہ کا زمانہ وقوع ماہ شعبان سن 7 ہجری کا ہے۔

پیغمبر اول و آخر اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تیس سواروں کے ایک دستہ کا قائد بنا کر بنو ہوازن کی ایک شاخ بنو نصر بن معاویہ اور بنو خشعم بن بکرہ جو تربہ کے علاقے میں رہائش پذیر تھے (یہ ایک بستی ہے جو مکہ مکرمہ سے چار دن کی مسافت کے فاصلہ پر اس راستہ پر واقع ہے جو صنعاء اور نجران کی طرف جاتا ہے) ان کی فتنہ انگیزیوں پر قابو پانے کے لئے روانہ فرمایا اور بنی ہلال کے ایک شخص کو ان کا رہبر مقرر فرمایا۔ یہ دستہ دن کے وقت چھپ کر آرام کرتا اور رات کی تاریکی میں سفر کرتا۔ جب یہ دستہ بنو ہوازن کے علاقہ میں پہنچا تو ان کے وہاں پہنچنے سے پہلے ان کو اطلاع مل گئی تھی کہ مسلمانوں کا ایک فوجی دستہ ان کی سرکوبی کے لئے آ رہا ہے۔ چنانچہ وہ پہلے ہی اپنے مال مویشیوں سمیت وہاں سے بھاگ گئے اور میدان خالی چھوڑ گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب ان کو وہاں سے مفرور پایا تو مدینہ لوٹنے کا قصد کیا۔ رہبر نے عرض کی کہ خشعم قبیلہ یہاں سے قریب ہے۔ کیا یہ مناسب نہیں کہ ان کی اصلاح کے لئے ان کے خلاف کارروائی کی جائے؟ آپ نے فرمایا کہ میرے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ میں بنو ہوازن پر حملہ کروں، کسی دوسرے قبیلہ پر حملہ کرنے کا مجھے حکم نہیں دیا تھا۔ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے بغیر کسی پر حملہ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ آپ بخیریت واپس تشریف لے آئے۔

(السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد 3 صفحہ 418، طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 117 - المواہب اللدنیہ جلد 1 صفحہ 140 - دلائل النبوۃ جلد 4 صفحہ 292)

سریہ بشیر بن سعد الانصاری رضی اللہ عنہ

کیونکہ یہ سریہ اطراف فدک میں بھیجا گیا تھا اس لیے اس کو کچھ مؤرخین نے "سریہ اطراف فدک" کا نام بھی دیا ہے۔

اس کا زمانہ وقوع ماہ شعبان سن 7 ہجری کا ہے۔

یہ سریہ حضرت بشیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تیس آدمیوں کے ہمراہ بنو مرہ کی تادیب کے لئے روانہ کیا گیا۔ حضرت بشیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ نے ان کے علاقے میں پہنچ کر بھیڑ بکریاں اور چوپائے ہانک لیے اور واپس ہو گئے۔ ان بھیڑ بکریوں کے چرواہے مسلمانوں کو دیکھ کر بھاگ گئے تھے۔ چرواہوں نے مسلمانوں کی آمد تعداد اور واقعہ کی اطلاع اپنے قبیلے بنو مرہ میں کی اور اہل مرہ ہتھیار بند ہو کر بڑی تعداد میں

Marfat.com

مسلمانوں کے پیچھے چل پڑے۔

رات میں دشمن نے آلیا۔ مسلمانوں نے جم کر تیراندازی کی لیکن بالآخر حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کے تیر ختم ہو گئے ان کے ہاتھ خالی ہو گئے اور اس کے نتیجے میں سب کے سب قتل کر دیئے گئے۔ صرف حضرت بشیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ زندہ بچے۔ انہیں زخمی حالت میں اٹھا کر فدک لایا گیا اور وہ وہیں یہود کے پاس مقیم رہے یہاں تک کہ ان کے زخم مندمل ہو گئے۔ اس کے بعد وہ مدینہ آئے اور حضور پرنور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سارا ماجرا بیان کیا۔

ماہ رمضان سن 7 ہجری میں حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک جتھہ تیار کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ بنومرہ کو کیفر کردار تک پہنچائیں۔ اس لشکر میں اسامہ بن زید، ابن مسعود بدری اور کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ جیسی ہستیاں تھیں۔

سریہ میفعہ

سریہ میفعہ کا دوسرا نام ''سریہ غالب بن عبداللہ لیثی'' ہے کیونکہ اس سریہ کے سربراہ یا امیر حضرت غالب بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ تھے۔

اس سریہ کا زمانہ وقوع ماہ رمضان سن 7 ہجری ہے۔

جیسا کہ سریہ بشیر بن سعد انصاری میں بیان کیا گیا ہے اس سریہ میں کئی جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ اس دستہ میں حضرت اسامہ بن زید، ابن مسعود بدری اور کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ جیسی ہستیاں شامل تھیں۔

پیغمبر اول وآخر واعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت غالب بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ کو ایک سوتیس (130) مجاہدین کے دستے کے ساتھ بنی عوال اور بنی عبد بن ثعلبہ کی سرکوبی کے لئے بھیجا جو علاقہ ومقام میفعہ میں تھے اور اس دستہ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام یسار راہبر کے طور پر گیا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ سریہ قبیلۂ جہینہ کی شاخ حرقات کی تادیب کے لئے روانہ کیا گیا۔ مسلمانوں کی تعداد ایک سوتیس تھی۔ انہوں نے دشمن پر اجتماعی حملہ کیا اور جس نے بھی سر اٹھایا اسے قتل کر دیا۔ پھر چوپائے اور بھیڑ بکریاں ہانک لائے۔

اسی سریہ میں لڑائی کے دوران حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی نہیک بن مرداس سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ جب حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کرنے کے لئے تلوار بلند کی تو اس سے جھٹ پڑھا لا الہ الا اللہ لیکن حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے تلوار کا وار کر کے اس کا سر قلم کر دیا۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے اس فعل کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بہت ملامت کی، جس سے انہیں بہت افسوس ہوا۔ جب یہ لوگ مدینہ طیبہ پہنچے تو حضور انور نبی کریم رضی اللہ عنہ کو سارے حالات سے آگاہ کیا گیا تو حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے غصہ سے فرمایا (یا اسامۃ

Marfat.com

من لك بلا اله الا الله) اے اسامہ اس کلمے کا جو اس نے پڑھا ہے کیا جواب ہے؟ میں نے عرض کی' یارسول اللہ! اس نے قتل سے بچنے کے لئے کلمہ پڑھا تھا' یہ اس کا عقیدہ نہ تھا۔ حضورِ انور' نبی کریم' رؤف و رحیم' ہادیٔ دو جہاں رحمت اللعالمین ﷺ نے فرمایا کہ اے اسامہ کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا ہے؟

حضور نے پھر فرمایا اے اسامہ! اس کلمے کا جو اس نے پڑھا ہے کیا جواب ہے؟ حضور ﷺ بار بار یہ جملہ دہراتے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میری ندامت اور خجالت کی حد نہ تھی۔ دل میں آرزو کرتا کہ کاش میں نے اسے قتل نہ کیا ہوتا۔ کاش میں آج مشرف باسلام ہوا ہوتا۔ میں نے عرض کی۔ یارسول اللہ ﷺ آج کے بعد میں کبھی ایسے آدمی کو قتل نہ کروں گا جو کلمہ پڑھے گا۔ حضور پُرنور ﷺ نے فرمایا' میرے بعد بھی ایسا نہ کرو گے۔ میں نے عرض' حضورِ انور ﷺ کے بعد بھی ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔

(السیرۃ النبوۃ ابن کثیر جلد 3 صفحہ 419 سنن ابی داؤد جلد 1 صفحہ 362' المواہب اللدنیہ جلد 1 صفحہ 141' طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 119)

اس مہم کا مقصد بھی فتنوں اور سازشوں کو ختم کرنا اور دشمن کی عسکری اور اقتصادی قوت پر کاری ضرب لگانا تھا اور وہ مقصد خوش اسلوبی سے پورا ہو گیا۔ اس غزوہ میں مال غنیمت سے ہر مجاہد کو دس دس اونٹ اور سو سو بکریاں حصہ میں آئیں۔

سریہ یمن و جبار

سریہ یمن و جبار کو "سریہ الجناب" اور "سریہ حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ" بھی کہا جاتا ہے مقام یا علاقہ یمن و جبار اور الجناب خیبر اور وادی القریٰ کے درمیان وقریب واقع تھے۔ یہ بھی ایک وادی ہے۔ حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کا سن 7 ہجری کا یہ دوسرا سریہ تھا۔

اس سریہ کا زمانہ وقوع ماہ شوال سن 7 ہجری ہے۔

اسی سال ماہ شوال میں حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کو یمن اور جناب کے علاقہ کی طرف بھیجا گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حسیل بن نویرہ نے اطلاع دی کہ بنو غطفان کے چند شرپسند یہاں اکٹھے ہوئے ہیں اور عیینہ بن حصن کے ساتھ ساز باز کر کے مدینہ طیبہ کے اطراف و اکناف پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا۔ دونوں نے عرض کی کہ حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کو ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا جائے۔

پیغمبر اول و آخر و اعظم حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم' محبوب ربّ للعالمین ﷺ نے تین سو مجاہدین کا امیر بنا کر حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور ان کو پرچم عطا فرمایا۔ حسیل بن نویرہ کو اس دستہ کا رہنما مقرر کیا۔ یہ لشکر جناب کی سمت میں یمن اور جبار کی بستیوں کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے آگے بڑھا اور سلاح نامی

Marfat.com

بستی میں آ کر خیمہ زن ہوا۔ یہ بستی خیبر اور وادی القریٰ کے قرب و جوار میں ہے۔

وہاں بنو غطفان کے اونٹوں کی کثیر تعداد چر رہی تھی۔ لشکر کو دیکھ کر ان کے چرواہے بھاگ گئے اور تمام اونٹوں پر مسلمانوں نے قبضہ کرلیا۔ چرواہوں نے جا کر اپنے مالکوں کو حقیقت حال سے آگاہ کیا لیکن کسی کو سامنے آنے کی ہمت نہ ہوئی۔

حضرت بشر بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے تمام مجاہدین سمیت بخیر و عافیت مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ راستہ میں عیینہ کا ایک جاسوس گرفتار ہوا جسے قتل کر دیا گیا۔ آگے بڑھ کر عیینہ کے ساتھیوں سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ جنہیں بھاگ جانے پر مجبور کر دیا گیا۔ ان میں سے دو آدمی جنگی قیدی بنا لیے گئے۔ مدینہ منورہ پہنچ کر انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔ حضورِ انور رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد کر دیا۔

(امتاع الاسماع صفحہ 253- المواہب اللدینہ جلد 1 صفحہ 141' طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 120)

سریہ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ

اس سریہ کا دوسرا نام "سریہ خیبر" ہے۔ اور یہ سریہ ماہ شوال سن 7 ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔

پیغمبر اول و آخر و اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو تیس مجاہدین اسلام کا امیر بنا کر بھیجا تاکہ علاقہ خیبر میں جا کر یسیر بن رزام یہودی کو کیفر کردار تک پہنچائیں۔ حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے بارے میں اطلاع ملی تھی کہ وہ حملہ کرنے کے لئے بنو غطفان قبیلہ سے سازباز کر رہا ہے۔ جب عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ خیبر پہنچے اور یسیر بن رزام سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے اس کو کہا کہ حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بھیجا ہے تاکہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں خیبر کے سارے علاقہ کا گورنر مقرر فرمائیں۔ پہلے تو اس نے ساتھ چلنے سے انکار کر دیا لیکن آخر کار وہ آمادہ ہوگیا۔ البتہ اس نے یہ شرط لگائی کہ وہ اپنی حفاظت کے لئے اپنے تیس آدمی ہمراہ لے جائے گا' جسے منظور کرلیا گیا۔

مجاہدین اسلام تیس سوار تھے۔ ہر ایک سوار نے یسیر کے ایک ایک آدمی کو اپنے پیچھے سوار کرلیا۔ جب یہ لوگ قرقرہ نیار نامی گاؤں پہنچے جو خیبر سے دس کلومیٹر کی مسافت پر تھا تو یسیر' مسلمانوں کے ساتھ آنے پر بہت پشیمان ہوا۔ اس نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی تلوار چھیننی چاہی۔ لیکن آپ چوکس تھے فوراً اس کا ارادہ آپ تاڑ گئے۔ آپ نے اپنے اونٹ کی ایڑ لگائی اور اپنے ساتھیوں کو تیز تیز لے چلے۔ موقع پا کر یسیر پر تلوار کا وار کیا اور اس کی ران کاٹ دی۔ یسیر کے پاس سخت لکڑی کی ایک ڈھال تھی اس نے اس سے آپ کا چہرہ زخمی کر دیا۔

یسیر کی اس حرکت کے بعد ہر مسلمان سوار نے اپنے پیچھے بیٹھے ہوئے یہودی کو قتل کر ڈالا۔ مسلمانوں کا کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ جب بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے تو حضورِ انور نبی

Marfat.com

کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے زخمی چہرے پر اپنا لعاب دہن لگایا جس سے ان کا زخم مندمل ہو گیا اور اس کی وجہ سے آپ کو کوئی تکلیف نہ ہوئی۔

(السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد 3 صفحہ 417 ' دلائل النبوۃ جلد 4 صفحہ 295)

سریہ حضرت ابوحدرد رضی اللہ عنہ

سریہ حضرت ابوحدرد کا دوسرا نام ''سریہ غابہ'' بھی ہے۔

اس کا زمانہ وقوع عمرہ قضا سے قبل سن 7 ہجری کا ہے۔ اسے امام ابن قیم رحمتہ اللہ علیہ نے عمرہ قضا سے قبل سن 7 ہجری کے سرایا میں شمار کیا ہے۔

اس سریہ کی تفصیل حضرت ابوحدرد اسلمی رضی اللہ عنہ کی زبانی یوں ہے:۔

حضرت ابوحدرد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی قوم کی ایک خاتون سے شادی کی اور دوسو درہم مہر مقرر ہوا۔ میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تاکہ اس سلسلہ میں حضور ﷺ میری امداد فرما دیں۔ حضور ﷺ نے پوچھا تم نے کتنا مہر مقرر کیا ہے! میں نے عرض کی دوسو درہم۔ آپ ﷺ نے فرمایا سبحان اللہ تم نے اتنا مہر مقرر کیا ہے! میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس سے تمہاری امداد کروں۔ چنانچہ میں چند روز ٹھہرا رہا۔

پھر بنی جشم بن معاویہ قبیلہ کا ایک آدمی رفاعہ بن قیس نامی آیا۔ اس کے ساتھ اس کا بہت بڑا قبیلہ تھا۔ چنانچہ اس نے ''الغابہ'' مقام پر قیام کیا۔ اس کا ارادہ یہ تھا کہ قیس قبیلہ کو وہ دعوت دے تاکہ وہ اس کے ساتھ مل کر رسول کریم ﷺ پر حملہ آور ہوں۔

حضورِ انور' نبی کریم ﷺ نے مجھے اور دو اور صحابہ کرام کو یاد فرمایا۔ ہمیں حکم دیا کہ ہم اس شخص کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔ سواری کے لئے ہمیں ایک بوڑھی اونٹنی دی گئی جو اٹھنے سے بھی عاجز تھی۔ ہم میں سے ایک آدمی اس پر سوار ہوا تو وہ اٹھ نہ سکی۔ لوگوں نے اپنے ہاتھوں سے دھکیل کر اسے اٹھایا۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس پر سوار ہو جاؤ اور معلومات حاصل کر کے مجھے آگاہ کرو۔ ہمارے ساتھ تیر کمان اور تلواریں تھیں۔

جب ہم ''غابہ'' کے مقام پر پہنچے تو سورج ڈوبنے لگا تھا۔ میں ایک کونہ میں چھپ گیا اور میں نے دوسرے دو ساتھیوں کو ایک اور کونہ میں چھپنے کے لئے کہا۔ میں نے انہیں کہا کہ جب تم میرا نعرہ تکبیر سنو اور دوڑ کر مجھے لشکر میں گھستا ہوا دیکھو تو تم دونوں بھی بلند آواز سے نعرہ تکبیر کہو اور دوڑ کر مجھ سے آملو۔ ہم اب اس انتظار میں بیٹھے تھے کہ ہمیں موقع ملے کہ ہم دشمن پر ہلہ بول دیں۔ اتفاقاً ان کا کوئی ایک چرواہا تھا' اس کی واپسی میں تاخیر ہوگئی' تو اس کا مالک رفاعہ بن قیس اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے اپنی تلوار گردن میں حمائل کی اور کہا بخدا میں اپنے چرواہے کے پیچھے جاؤں گا۔ اسے ضرور کوئی مصیبت پہنچی ہے۔

Marfat.com

اس کے ساتھیوں نے اسے کہا خدا کے لئے تم نہ جاؤ۔ ہم جا کر اسے تلاش کر کے لے آتے ہیں۔ اس نے کہا میرے بغیر اور کسی کو جانے کی اجازت نہیں۔ انہوں نے کہا پھر ہم تمہارے ساتھ جاتے ہیں' لیکن اس نے منع کر دیا کہ اس کے ساتھ کوئی نہ آئے۔ اور یوں وہ تنہا نکلا۔ جب میرے پاس سے گزرا تو میں نے اس پر اپنا تیر چلایا جو اس کے سینے و دل میں پیوست ہو گیا اور اسے یارائے تکلم بھی نہ رہا۔ یعنی کہ وہ بول بھی نہ سکا کوئی آواز بھی نہ نکال سکا۔ میں نے چھپٹ کر اس کا سر قلم کر دیا۔

پھر میں لشکر کی طرف دوڑا اور بلند آواز سے نعرہ تکبیر کہا جسے سن کر نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے میرے دونوں ساتھی دوڑ کر آئے۔ دشمن ہماری تعداد کو بہت زیادہ سمجھا اور دشمن نے بھاگ کر اپنی جان بچائی۔ ان کے کثیر تعداد اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کو ہانک کر ہم مدینہ طیبہ بارگاہ رسالت میں لے آئے۔ میں رفاعہ بن قیس کا سر بھی اپنے ہمراہ لایا تھا' وہ بھی میں نے حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے مجھے ان اونٹوں سے تیرہ اونٹ عطا فرمائے تاکہ میں اپنا مہر ادا کروں۔ اس طرح میری بیوی میرے گھر میں آ گئی۔

(زادالمعاد جلد 2 صفحہ 149' 150 تلقیح صفحہ 31' سنن بیہقی جلد 4 صفحہ 303' 304)

Marfat.com

عمرۂ قضاء

اس عمرہ کا زمانہ وقوع ماہ ذی قعدہ سن 7 ہجری ہے۔

اس عمرہ کے چار نام ہیں۔ عمرہ قضا' عمرہ قضیہ' عمرہ صلح' اور عمرہ قصاص۔

قضا کے معنی ہیں فیصلہ' صلح' مصالحت۔ چونکہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے اس پر قریش مشرکین مکہ سے فیصلہ یعنی صلح فرمائی تھی اس لیے اس عمرہ کو عمرہ قضا کہا جاتا ہے۔ قضیہ کے معنی بھی فیصلہ یا صلح کے ہیں اس لیے اس عمرہ کو عمرہ قضیہ بھی کہا جاتا ہے۔ قصاص کا مطلب ہے بدلہ' بدلے کا۔ عمرہ قصاص کا مطلب یہ ہوا کہ یہ بدلے کا عمرہ تھا۔

(زاد المعاد جلد 1 صفحہ 172' فتح الباری جلد 7 صفحہ 500' البدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 232)

حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ اپنے تقریباً چودہ' پندرہ سو اصحاب کے ساتھ ماہ ذی قعدہ سن 6 ہجری میں عمرہ ادا کرنے کے ارادے سے تشریف لے گئے لیکن مشرکین قریش مکہ نے عمرہ ادا کرنے سے روک دیا۔ اب حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ اپنے تقریباً انہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر ماہ ذی قعدہ سن 7 ہجری میں اسی کے بدلے عمرہ ادا کرنے تشریف لے جا رہے تھے۔ اس لیے یہ عمرہ عمرہ قصاص ہوا۔

علامہ سہیلی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس عمرہ کا نام عمرہ قصاص زیادہ مناسب ہے۔ انہوں نے یہ استدلال سورۂ بقرہ کی آیت 194 سے لیا ہے جس میں اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

ترجمہ "حرمت والا مہینہ ہے بدلے حرمت والے مہینے کے' اور ادب کے بدلے ادب ہے۔"

(سورۂ بقرہ آیت 194)

اس آیت مبارک میں "قصاص" کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا مطلب ہے "بدلے"۔ اس لیے مذکورہ عمرہ کو عمرہ قصاص کہنا زیادہ مناسب ہے۔

مگر یہ عمرہ اس گزشتہ عمرہ کی قضا نہیں تھا کیونکہ قریش مکہ کا مسلمانوں کو بیت اللہ میں جانے سے روک دینے کی بنا پر وہ عمرہ فاسد نہیں ہوا تھا بلکہ وہ ایک مکمل عمرہ تھا جو حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے ان

Marfat.com

عمروں میں شمار کیا جاتا ہے جو آپ ﷺ نے ہجرت کے بعد ادا کیے ہیں۔ ایسے عمرے چار ہیں۔ عمرہ حدیبیہ' عمرہ قضا' عمرہ جعرانہ اور وہ عمرہ جو آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے ساتھ ملا کر کیا تھا۔ یہ سب عمرے ذی قعدہ کے مہینے میں ہی ہوئے سوائے حجۃ الوداع والے عمرہ کے جو حج کے زمانے میں کیا تھا۔

گزشتہ سال سن 6 ہجری میں اسی ماہ ذیقعد میں پیغمبر اول و آخر و اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ اپنے چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معیت میں عمرہ ادا کرنے کے لیے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے تھے۔ اہل مکہ نے مزاحمت کی اور اس کاروان مبارک کو عمرہ ادا کرنے کی اجازت نہ دی۔ یہاں تک کہ فریقین میں صلح کا معاہدہ طے پایا۔ جس کا تفصیلی تذکرہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں۔ اسی عمرہ کی قضا کے لئے ایک سال بعد یعنی کہ سن 7 ہجری ماہ ذیقعد میں حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے عمرہ ادا کرنے کے لئے تیاری فرمائی۔

گزشتہ سال جو لوگ ہمراہ گئے تھے۔ ان کو بھی حکم ملا کہ وہ بھی تیار ہو جائیں۔ چنانچہ وہ سب لوگ تیار ہو گئے۔ سوائے ان حضرات کے جو غزوۂ خیبر میں جام شہادت نوش کر چکے تھے یا ویسے اس عرصہ میں پیک اجل کی دعوت قبول کرتے ہوئے عالم آخرت کو سدھار چکے تھے۔ ان کے علاوہ بھی کئی حضرات اپنے آقا کی معیت میں عمرہ ادا کرنے کا شرف حاصل کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔

مدینہ طیبہ کے کئی مکینوں نے عرض کی' یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے پاس کوئی زاد راہ نہیں۔ ہم کیا کریں؟ ہمارا کوئی دوست بھی نہیں جو ہمارے خورد نوش کا اہتمام کرے۔ حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے اہل اسلام کو حکم دیا کہ اپنے ان اسلامی بھائیوں کی مدد کریں اور ہر شخص اپنی بساط کے مطابق ان کے ساتھ تعاون کرے۔ اور اللہ کے رسول ﷺ نے مزید فرمایا کہ جو تمہارے بس میں ہے وہ صدقہ کرو خواہ نصف کھجور ہی ہو۔ جلیل القدر مفسرین نے سورۂ بقرہ کی آیت 195 کی بہت خوبصورت تفسیر بیان کی ہے۔ ترجمہ ''اور خرچ کیا کرو اللہ کی راہ میں اور نہ پھینکو اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں'' اس آیت کریمہ کے آخری جملہ کی یہ تشریح کی ہے کہ راہ خدا میں مال خرچ کرنے سے اپنے ہاتھ نہ روکو ورنہ تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی بساط کے مطابق ان کی مالی امداد میں حصہ لیا۔

اہل حدیبیہ کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی عمرہ ادا کرنے کے لئے حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے ساتھ نکلے اور اس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد دو ہزار ہو گئی۔ عورتیں اور بچے ان کے علاوہ تھے۔

(فتح الباری جلد 7 صفحہ 500)

سفر عمرہ پر روانگی سے پہلے حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابورہم غفاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ کا والی مقرر فرمایا۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے قربانی کے لیے ساٹھ اونٹ ہمراہ لیے اور ان اونٹوں کی دیکھ بھال کے لئے حضرت ناجیہ بن جندب اسلمی رضی اللہ عنہ کو متعین فرمایا۔ ان کی اعانت کے لئے بنی

Marfat.com

اسلم قبیلے کے چار افراد انہیں عطا فرمائے اور ان کے گلوں میں قلادے ڈال دیئے۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے اپنے قربانی کے جانور کو اپنے دست مبارک سے خود قلادہ پہنایا۔ (خشک چمڑے کا ٹکڑا جو قربانی کے جانوروں کی شناخت کے لئے ان کے گلے میں ڈالا جاتا ہے اسے قلادہ کہتے ہیں)۔ تاکہ لوگ اس جانور کو پہچان لیں کہ یہ ھدی کا جانور ہے اور اس جانور کو کچھ نہ کریں' کہیں۔ اسے نقصان نہ پہنچائیں۔

پیغمبر اول و آخر اعظم' حضورِ انور' نبی کریم' رؤف ورحیم' سرکار دو عالم ﷺ نے خود' زرہیں' نیزے وغیرہ سامان جنگ ہمراہ لے جانے کا بھی اہتمام فرمایا اور سو گھوڑے بھی ساتھ لے لیے۔ ہتھیاروں کی نگرانی کی ذمہ داری حضرت بشیر ابن سعد رضی اللہ عنہ کو سونپی گئی۔ گھوڑوں کی نگہداشت کا فریضہ حضرت محمد ابن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا گیا۔

بارگاہ رسالت میں عرض کی گئی یارسول اللہ حضور انور ﷺ! اسلحہ ہمراہ لے جارہے ہیں حالانکہ ان کے ساتھ معاہدہ یہ ہوا تھا کہ حضور ﷺ ایک تلوار اور وہ بھی میان میں اپنے ہمراہ لاسکتے ہیں۔ فرمایا کہ ہم حدود حرم میں یہ اسلحہ لے کر داخل نہیں ہوں گے۔ اس وقت حسب معاہدہ ہر مجاہد کے پاس صرف ایک تلوار ہوگی اور وہ بھی میان میں۔ بقیہ اسلحہ ہم کسی جگہ رکھ دیں گے۔ اگر مشرکین مکہ نے عہد شکنی کرتے ہوئے ہم پر دھاوا بولنے کی حماقت کی تو ہمارا اسلحہ ہمارے قریب ہی ہوگا۔ اس وقت ہم یہی اسلحہ لے کر ان کا مقابلہ کریں گے۔

حضور پُرنور نبی کریم رؤف رحیم تاجدارِ کائنات سرکارِ دو عالم ﷺ نے مسجد نبوی کے دروازہ سے ہی عمرہ کا احرام باندھا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے باآواز بلند لبیك اللهم لبیك کا ورد شروع کیا۔ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اپنے ہادی کی اقتدا کرتے ہوئے باآواز بلند لبیك اللهم لبیك کہنا شروع کردیا۔ سب تلبیہ کہتے ہوئے روانہ ہوئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایک سو گھوڑ سوار تھے۔ اور اس گھوڑ سوار دستہ کے امیر حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ تھے۔ جب آپ ﷺ ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچے تو تھوڑے سواروں کو آپ ﷺ نے آگے بڑھادیا کہ وہ مرالظہر ان پہلے پہنچ جائیں اور وہاں پیچھے آنے والوں کا انتظار کریں۔ ہتھیار و اسلحہ بھی ان کے ساتھ تھا۔ اور باقی سواروں کو تمام لوگوں کے آگے آگے کردیا اور تلبیہ بلند کرتے ہوئے عمرہ کے لئے روانہ ہوگئے۔

حضرت محمد ابن مسلمہ رضی اللہ عنہ گھوڑے لے کر مرالظہر ان پہنچ گئے۔ وہاں کئی قریشی نوجوانوں سے ملاقات ہوئی۔ ان کے دریافت کرنے پر حضرت محمد ابن مسلمہؓ رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا کہ حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ مع اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تشریف لا رہے ہیں۔ انشاء اللہ وہ سب کل صبح یہاں پہنچ جائیں گے۔ قریشی نوجوانوں نے حضرت بشیر ابن سعد رضی اللہ عنہ کے پاس اسلحہ کے انبار دیکھے تو ان کے حواس باختہ ہوگئے وہ بڑی تیزی سے وہاں سے نکلے اور قریش کو صورت حال سے مطلع کیا۔ سب گھبرا گئے اور کہنے لگے ہم نے صلح

Marfat.com

کی کسی شق کی خلاف ورزی نہیں کی۔ ہم اپنے معاہدہ پر قائم ہیں اور ابھی معاہدہ کی مدت بھی ختم نہیں ہوئی پھر محمد (ﷺ) نے اسلحہ اور لشکر کے ساتھ چڑھائی کیوں کی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سارا اسلحہ یاجج (بطن یاجج حدودِ حرم کے قریب تھا اور حرم مکہ سے اس کا فاصلہ 13 کلومیٹر کے قریب ہے) کے مقام پر بحفاظت رکھ دیا اور وہیں حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ اور دیگر اہل عمرہ کا انتظار کرنے لگے۔

قریشی نوجوانوں نے جو اسلحہ اور گھوڑ سوار دستہ دیکھا تو انہوں نے جلدی صورت حال سے اکابرین قریش مکہ کو آگاہ کیا۔ مشرکین قریش مکہ نے مکرز ابن حفص کو مع چند نوجوانوں کے حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ انہوں نے عرض کیا کہ غدر اور عہد شکنی کبھی آپ ﷺ کا شیوہ نہیں رہا۔ اس دفعہ آپ ﷺ خلاف معاہدہ ہتھیاروں کی اتنی مقدار اپنے ہمراہ کیوں لے آئے ہیں؟ حالانکہ ہمارے اور آپ ﷺ کے درمیان معاہدہ طے ہوا تھا کہ آپ ایک تلوار وہ بھی نیام میں اپنے ہمراہ لائیں گے۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یقین کرو کہ میں ہتھیار لے کر حدودِ حرم میں ہرگز نہیں داخل ہوں گا۔ یہ سن کر مکرز بن حفص خوش ہو گیا اور کہنے لگا۔ ہمیں آپ سے یہی توقع تھی کہ آپ ایفائے عہد کریں گے۔ مکرز بن حفص قریش مکہ کے پاس بڑی تیزی سے واپس آیا اور قریش کے پاس پہنچ کر ان کو بتلایا کہ محمد (ﷺ) عمرہ کے لئے آئے ہیں اور وہ تمہارے شہر میں ہتھیار بند ہو کر داخل نہیں ہوں گے بلکہ وہ اس قول و قرار کے پابند ہیں جو تم سے ہو چکا ہے۔

حضورِ انور سرورِ دو عالم نبی رحمت ﷺ جب مرالظہر ان کے قریب پہنچے تو وہاں قیام فرمایا۔ کسی نے بتایا کہ مشرکین مکہ کہہ رہے تھے کہ یثرب کے بخار نے مسلمانوں کو کمزور کر دیا ہے ان میں کھڑے ہونے کی بھی سکت نہیں رہی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی' یارسول اللہ ﷺ! حضور (ﷺ) اجازت فرمائیں تو سواری کے اونٹوں میں سے چند اونٹ ذبح کر کے انہیں پکائیں تاکہ سب سیر ہو کر کھائیں اور شوربا پئیں تو ہم تروتازہ ہو کر مکہ میں داخل ہونے کے قابل ہو جائیں گے۔ دشمن ہمیں چاق و چوبند دیکھ کر سہم جائے گا۔

پیغمبر اول و آخر اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے سواری کے اونٹ ذبح کرنے سے منع فرمایا اور حکم دیا کہ تم میں سے جس کے پاس زادِ راہ ہے وہ لے آئے۔ چمڑے کا دسترخوان بچھایا گیا۔ جو زادِ راہ جمع ہوا اس کو دسترخوان پر پھیلا دیا گیا اور حکم دیا اب پیٹ بھر کر کھانا کھاؤ چنانچہ سب نے سیر ہو کر کھانا کھایا اور اپنے تھیلے بھی بھر لیے اور دسترخوان پر بھی بہت سا کھانا بچ گیا۔

اللہ تبارک تعالیٰ کا محبوب نبی ﷺ اپنے دو ہزار جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ ذی الحجہ کی چار تاریخ کو صبح سویرے حرم مکہ میں تشریف فرما ہوا۔ مکرز بن حفص نے جب قریش کو حضور ﷺ کی آمد کے بارے میں

Marfat.com

اطلاع دی تو انہوں نے از راہ حسد وعناد حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی طرف دیکھنے سے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ رؤسائے قریش مکہ چھوڑ کر پہاڑوں پر چڑھ گئے تاکہ ان کی آنکھیں تاجدارِ کائنات' سرکارِ دوعالم ﷺ کو نہ دیکھیں۔ از راہ حسد وعناد انہیں یہ بھی گوارا نہ تھا کہ وہ حضور پُرنور ﷺ کا رخ انور دیکھیں۔

پیغمبر اول وآخر واعظم حضورِ انور سرکارِ دوعالم ﷺ کے حکم سے ذی طوی کے مقام پر قربانی کے اونٹوں کو یکجا کر دیا گیا۔ حضور انور نبی کریم ﷺ اپنی ناقہ قصواء پر سوار ہو گئے۔ سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے آقا حضورِ انور نبی کریم ﷺ کے اردگرد حلقہ باندھے ہوئے تھے۔ ان سب نے اپنی تلواریں گلے میں لٹکائی ہوئی تھیں۔ اور بلند آواز سے لبیك اللهم لبیك کا ورد کر رہے تھے۔ جب یہ مقدس کارواں ذی طویٰ کے مقام پر پہنچا تو حجون کی طرف سے حرم شریف میں داخل ہوئے۔ امام بخاری اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے کہ حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ اپنی ناقہ قصواء پر سوار ہو کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے نکیل پکڑی ہوئی تھی۔ اور وہ شعر پڑھ رہے تھے۔ ان اشعار میں سے چند اشعار کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔ آپ بھی پڑھیے اور لطف اندوز ہوئیے:

1- ''اے فرزندان کفر! میرے آقا کے راستہ کو خالی کر دو آج ہم تمہارے ساتھ قرآن کریم کے تنزیل پر جنگ کرتے ہیں۔ کہ ساری بھلائی اس کے پیغمبر میں ہی ہے۔

2- ہم تمہیں ایسی ضرب لگائیں گے جو تمہاری گردنوں کو کندھوں سے جدا کر دے گی اور ہر پیارے دوست کو اس کے پیارے دوست سے غافل کر دے گی۔ رحمٰن نے اپنی تنزیل میں اتارا ہے۔

3- اے فرزندان کفر! میرے آقا کے راستہ کو خالی کر دو۔ راستہ خالی کر دو کیونکہ ساری بھلائیاں اس کے رسول کی ذات میں ہیں۔

4- اے میرے پروردگار! میں اس کے ارشاد پر ایمان لانے والا ہوں اور میں اس بات کو جانتا ہوں کہ اس کے ہر حکم قبول کرنے میں ہی اللہ کا حق ہے۔'' کہ بہترین قتل وہ ہے جو اللہ کی راہ میں ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ شعر سنے تو حضرت عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کو جھڑک دیا۔ کہا تمہیں شرم نہیں آتی کہ حضورِ انور ﷺ کی موجودگی میں اور پھر حرم شریف میں اشعار پڑھنے شروع کر دیئے ہیں۔ حضورِ انور نبی کریم رؤف رحیم ﷺ نے سنا تو فرمایا اے عمر! اسے کچھ نہ کہو۔ یہ اشعار کفار پر تیروں سے بھی زیادہ اثر کرتے ہیں۔

حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا' اے رواحہ کے بیٹے! تم کہو لا اله الا الله وحده' نصر عبده' واعز جنده' وهزم الاحزاب وحده ''کوئی معبود نہیں ماسوائے اللہ وحدہ لاشریک کے اس نے اپنے بندہ کی مدد کی اور اپنے لشکر کو غالب کیا اور تنہا اسی نے (کفار کے) گروہوں کو شکست دی۔'' سب نے

Marfat.com

مل کر یہی جملہ دہرانے شروع کر دیئے۔

(السیرۃ النبوہ ابن کثیر جلد 3 صفحہ 436' فتح الباری جلد 7 صفحہ 500' زاد المعاد جلد 2 صفحہ 151' سبل الہدیٰ الرشاد جلد 5 صفحہ 290 تا 292 تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 63' طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 121)

امام بخاری اور امام مسلم نے صحیحین میں روایت کیا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمیت مکہ میں تشریف لے آئے۔ یثرب کے بخار نے مجاہدین اسلام کو لاغر اور کمزور کر دیا۔ کفار مکہ بھی اپنی مجلسوں میں انہی خیالات کا اظہار کرتے رہے تھے کہ کل مسلمان یہاں آئیں گے تم دیکھو گے کہ یثرب کے موسمی بخار نے ان کو لاغر و کمزور کر دیا ہو گا۔ زرد رنگ' پچکے ہوئے گال اور نقاہت ان کے انگ انگ سے ظاہر ہو رہی ہو گی۔ کفار نے پروگرام بنایا کہ جب مسلمان حرم میں داخل ہوں گے تو ہم سامنے والی پہاڑی کی چوٹی قعیقعان پر بیٹھ کر ان کا تماشہ کریں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو ان کی باتوں سے آگاہ فرما دیا۔ حضور انور ﷺ اور سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اضطباع کیا ہوا تھا۔ یعنی چادر کو دائیں کندھے کے نیچے بغل سے گزار کر بائیں کندھے پر ڈالا ہوا تھا۔

حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے سب کو فرمایا:

"کہ اللہ تبارک تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو کفار کے سامنے اپنی قوت و طاقت کا مظاہرہ کرے گا۔"

حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے سب کو ارشاد فرمایا کہ طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل کریں یعنی کندھے اٹھا کر' سینے پھیلا کر' تیز تیز قدم اٹھا کر چلو تاکہ دشمنوں پر تمہارا رعب بیٹھے اور ہیبت جم جائے۔ چنانچہ سب نے پہلے تین چکر رمل کے ساتھ کیے۔ مسلمانوں کی یہ چال ڈھال دیکھ کر کفار مکہ کی وہ غلط فہمی دور ہو گئی کہ یثرب کی آب و ہوا نے مسلمانوں کو کمزور' زرد اور ناتواں بنا دیا ہے۔

(صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 218 جلد 2 صفحہ 610' 611- صحیح مسلم جلد 1 صفحہ 412)

حضرت عبداللہ ابن اوفیٰ فرماتے ہیں کہ ادائے عمرہ کے وقت ہم حضور پُرنور ﷺ کو اپنے حصار میں لیے رہے تاکہ کوئی اوباش قریب آنے کی جرأت ہی نہ کر سکے۔

امام بیہقی حضرت سعید ابن مسیّب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورِ انور نبی رحمت سرکار دو عالم ﷺ جب طواف سے فارغ ہوئے تو بیت اللہ شریف کے اندر تشریف لے گئے۔ ساری رات وہاں مصروف عبادت رہے یہاں تک کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حسب ارشاد کعبہ کی چھت پر چڑھ کر صبح کی اذان دی۔ یہ ایمان پرور صدا سن کر کفار مکہ پر کوہ الم ٹوٹ پڑا۔ ابوجہل کا بیٹا عکرمہ کہنے لگا کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے ابوالحکم (ابوجہل) پر بڑا کرم فرمایا کہ اس غلام کو یہ کلمات اذان کہتے اس نے نہیں سنا۔ صفوان بن امیہ کہنے لگا' خدا کا شکر ہے کہ میرا باپ یہ منظر دیکھنے سے پہلے ہی مر گیا۔ خالد بن اسید نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے کہ میرا باپ آج سے پہلے لقمہ اجل بن گیا اور اس کو یہ منظر دیکھنا نہیں پڑا کہ ایک حبشی غلام کعبہ کی چھت پر چڑھ کر

Marfat.com

یوں ہینگ رہا ہے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 294)

دوسرے کئی کفار و مشرکین مکہ نے جب یہ کلمات اذان سنے تو انہوں نے اپنے چہروں کو کپڑے سے ڈھانپ لیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا و مروہ کے درمیان اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر سعی فرمائی اور مروہ کے قریب قربانی کے اونٹ ذبح کیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعی سے فارغ ہو کر فرمایا۔ یہ قربان گاہ ہے اور مکہ کی سار گلیاں قربان گاہ ہیں۔ اس کے بعد مروہ ہی کے پاس جانوروں کو قربان کر دیا اور پھر وہیں سر منڈایا۔ مسلمانوں نے بھی ایسا ہی کیا۔

چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم ساز و سامان اور اسلحہ کی حفاظت کے لئے مکہ مکرمہ سے باہر چھوڑ آئے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ آنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عمرہ ادا کر چکے تو ان میں سے دوسو (200) کو سامان وغیرہ کی حفاظت کے لئے وہاں بھیجا تا کہ پیچھے رہ جانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آئیں اور عمرہ ادا کریں۔

پیغمبر اوّل و آخر اعظم، حضورِ انور، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ میں آئے ہوئے تین دن گزر گئے اور چوتھے دن ظہر کا وقت آیا تو اہل مکہ نے سہیل بن عمرو اور حویطب بن عبدالعزیٰ کو بھیجا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے نکل جانے کے لیے کہیں۔ وہ دونوں آئے، اس وقت حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم انصار کی ایک محفل میں تشریف فرما تھے اور انصار کے رئیس حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ گفتگو فرما رہے تھے۔ ان دونوں نے بڑی بے باکی سے کہا کہ معاہدہ کے مطابق یہاں آپ کے قیام کی مدت ختم ہو گئی ہے اب یہاں سے چلے جائیے اور مکہ خالی کر دیجئے۔

پیغمبر اول و آخر اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم، خاتم النبیین، نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید مہلت طلب کی لیکن انہوں نے یہاں سے چلے جانے پر اصرار کیا۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے ان کے گستاخانہ لہجہ کو دیکھا تو وہ بڑے غضبناک ہو کر بولے "اے سہیل! تیری ماں مرے۔ یہ زمین نہ تیری ہے نہ تیرے باپ کی۔ بخدا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہاں سے جب آپ کی مرضی ہو گی تشریف لے جائیں گے۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی اس غیرت ایمانی کو دیکھ کر تبسم فرمایا اور کہا "اے سعد! رہنے دو یہ ہماری قیام گاہ پر آئے ہیں ان کی دلآزاری مناسب نہیں" حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو کوچ کا حکم دے دیا اور فرمایا کہ "کوئی مسلمان یہاں شام کے وقت موجود نہ ہو" حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ناقہ پر سوار ہو کر روانہ ہوئے اور سرف کے مقام پر آ کر قیام فرمایا۔ (زاد المعاد جلد 2 صفحہ 152، طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 122، طبری جلد 3 صفحہ 101,100)

پیغمبر اول و آخر اعظم، ہادی دو جہاں، رہبر کائنات، رسول بحر و بر، خاتم النبیین، رحمتہ للعالمین، محبوب رب

Marfat.com

العالمین، حضور پُرنور نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ کے قیام مکہ کے دوران بعض مشرکین نے اسلام قبول کرلیا جیسا کہ امام بیہقی رحمتہ اللہ علیہ کے اس بیان سے ظاہر ہے۔ امام بیہقی امام فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے کتنے ساروں کو دین اسلام کی دولت سے نوازا، اسلام کے ذریعے عزت بخشی۔ (البدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 232)

حضرت امامہ رضی اللہ عنہا

حضرت امامہ بنت سیّد الشہدا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے نام کے بارے میں ایک قول ہے کہ ان کا نام دادی کے نام (عمارہ) پر تھا۔ ایک قول ہے کہ ان کا نام امامہ تھا اور ایک اور قول کے مطابق امتہ اللہ تھا۔ اس بارے میں علامہ ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ ان کا نام امامہ تھا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت امامہ کم سن تھیں اور اپنی والدہ سلمہ بنت عمیس کے پاس مکہ میں رہائش پذیر تھی۔ ایک قول کے مطابق جب حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ مکہ سے مدینہ طیبہ کے لئے چلنے لگے تو یہ بچی آپ ﷺ کے پیچھے آپ ﷺ کو چچا چچا کہتی ہوئی دوڑی اور ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ یہ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کے ساتھ آئی تھیں۔

ایک اور روایت کے مطابق یوں ہے کہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ جب مکہ میں تشریف لے آئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت مآب میں عرض کی کہ ہم اپنے چچا کی یتیم بچی کو ان مشرکین کے پاس کب تک چھوڑے رکھیں گے۔ حضور ﷺ نے انہیں ساتھ لے جانے کی اجازت فرمائی۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ جب روانہ ہوئے تو امامہ (یا عمی یا عمی میرے چچا! میرے چچا! کہتی ہوئی پیچھے دوڑ کر آئی۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے اٹھالیا اور خاتون جنت کے حوالے کیا اور کہا کہ اپنے چچا کی بیٹی کا خاص خیال رکھنا۔

پیغمبر اول و آخر و اعظم حضورِ انور تاجدارِ کائنات، سرکارِ دو عالم حضور ختمی مرتبت ﷺ کی آغوش رحمت میں تربیت پانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظیم جماعت، اسلامی اخوت کی عملی تصویر تھی، کفار و مشرکین پر سخت اور اپنوں کے لیے ریشم کی طرح نرم و ملائم۔ جن قربت والوں نے حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کی پرورش کے لئے جس اپنائیت کا اظہار کیا تھا وہ اپنی مثال آپ ہے۔

جب یہ قافلہ مدینہ منورہ پہنچا تو حضرت علی مرتضیٰ، حضرت جعفر ابن ابی طالب اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم تینوں نے بارگاہ رسالت مآب میں درخواست کی، کہ یہ بچی انہیں ملنی چاہیے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا بھائی بنایا تھا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے بچی کے بارے میں انہیں ہی وصی مقرر کیا تھا۔ انہوں نے عرض کی کہ بچی انہیں ملنی چاہیے۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے، میں اس کا زیادہ حق دار ہوں، یہ مجھے ملنی چاہیے۔

Marfat.com

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے گزارش کی کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور میرے گھر اس کی خالہ ہے۔ اس لیے یہ مجھے ملنی چاہیے۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے حق میں فیصلہ صادر فرمایا کیونکہ ان کی اہلیہ امامہ کی خالہ تھی۔ فرمایا "خالہ ماں کے قائم مقام ہے۔"

امام بخاری نے ایک روایت کے مطابق اسے یوں بیان کیا ہے۔

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے چلے تو حضرت حمزہ کی صاحبزادی آپ کے پیچھے چچا جان چچا جان کہتی ہوئی آ رہی تھی پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے پاس بلالیا پھر اس کا ہاتھ پکڑا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ یہ آپ کے چچا جان کی صاحبزادی ہے جس کو میں نے لے لیا ہے۔ پس اس لڑکی کو اپنے پاس رکھنے کے بارے میں حضرت علی' حضرت زید اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہم درمیان نزاع ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ اسے میں نے لیا ہے اور میرے چچا کی بیٹی ہے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ یہ میرے بھی چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے تھے یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خالہ کے پاس رہنے کا فیصلہ دیا اور فرمایا کہ خالہ ماں کی جگہ ہوتی ہے۔

(صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 610)

ابن سعد نے طبقات ابن سعد میں اسے یوں بیان کیا ہے۔

ایک روایت کے مطابق حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی اس بیٹی کا نام عمارہ تھا اور نزاع حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے درمیان ہوا۔ فیصلہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے حق میں ہوا کہ عمارہ کی خالہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔

چنانچہ طبقات ابن سعد میں ہے:

چنانچہ (حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کی کفالت کے بارے میں) حضرت علی رضی اللہ عنہ' جعفر اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے درمیان نزاع پیدا ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے حق میں فیصلہ دے دیا کیونکہ اس کی خالہ اسماء بنت عمیس حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ (طبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 122)

پیغمبر اول و آخر و اعظم' حضور پُر نور' نبی کریم' رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرما دینے کے بعد تینوں حضرات کی دل داری و دل جوئی کرتے ہوئے فرمایا۔ اے علی! تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے جعفر تم سیرت و صورت میں مجھ سے مشابہت رکھتے ہو۔ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ زید تم میرے بھائی اور میرے مولیٰ (آزاد ہو کر غلام) ہو۔ (صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 610)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا' ام الفضل لبابہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کی سگی بہن تھیں۔ اور حضرت ام

Marfat.com

فضل رضی اللہ عنہا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں۔ اور ان دنوں حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا اپنے ضروری سامان کے ساتھ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گھر میں رہائش پذیر تھیں۔

پیغمبر اول و آخر و اعظم، ہادیٔ دو جہاں، رہبر کائنات، رسول بحر و بر، حبیب ربّ للعالمین، خاتم النبیین، رحمت للعالمین، حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ ذیقعد سن 7 ہجری میں عمرہ قضا سے فارغ ہونے اور ایک صحیح قول کے مطابق احرام سے حلال ہونے کے بعد شادی فرمائی۔

اس مقصد کے لئے حضورِانور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ پہنچنے سے پہلے حضرت جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اپنے آگے حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے اپنا معاملہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو سونپ دیا تھا کیونکہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا (لبابہ بنت حارث) حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کی شادی حضورِانور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم سے کردی۔ پھر حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کو پیچھے چھوڑ دیا کہ وہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو مکہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لے آئیں۔ چنانچہ حضورِانور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم جب مقام سرف پہنچے تو ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچا دیا گیا۔ (سرف مسجد عائشہ اور بطن مردہ کے درمیان ایک جگہ ہے اور یہ مقام مقابلتاً مسجد عائشہ کے قریب ہے)

درج ذیل روایت کو میں یہاں اس لیے بیان کررہا ہوں کہ قارئین کرام پر مشرکین مکہ کی اسلام دشمنی ظاہر ہو کہ کفار ومشرکین مکہ کی اسلام دشمنی کی شدت نبوت کے بیس سال گزر جانے کے باوجود کس قدر شدید تھی۔

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مکہ والوں میں جو بدنہاد مشرکین ہیں انہوں نے ہمارے ساتھ بیہودگی کا برتاؤ کیا اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو بہت برا بھلا کہا۔ آخر میں نے ان لوگوں سے کہا۔

> ”آخر تم کیا چاہتے ہو؟ خدا کی قسم یہیں بطن ناجج (یاجج) کے مقام پر ہمارے سوار اور ہتھیار وغیرہ موجود ہیں اور تم لوگ عہد شکنی کررہے ہو جب کہ اس کی مدت ابھی باقی ہے۔“

تب جاکر ان لوگوں نے پیچھا چھوڑا اور ڈر کر وہاں سے چلے گئے۔

آپ کے والد کا نام حارث بن حزن ہے اور آپ کی والدہ ہند بنت عوف ہے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا نام پہلے ”برہ“ تھا لیکن حضورِانور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام بدل کر ”میمونہ“ (برکت دہندہ) رکھ دیا۔

Marfat.com

آپ پہلے ابورہم بن عبدالعزیٰ کے نکاح میں تھیں مگر جب حضور انور ﷺ سن 7 ہجری میں عمرۃ القضاء کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو آپ بیوہ ہو چکی تھیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں حضور ﷺ سے گفتگو کی اور آپ ﷺ ان سے نکاح فرمالیا اور عمرۃ القضاء سے واپسی پر مقام ''سرف میں ان کو اپنی صحبت سے سرفراز فرمایا۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے کل چھہتر (76) حدیثیں مروی ہیں جن میں سے سات حدیثیں ایسی ہیں جو بخاری و مسلم دونوں کتابوں میں مذکور ہیں اور ایک حدیث صرف بخاری میں ہے اور ایک ایسی حدیث ہے جو صرف مسلم میں ہے اور باقی حدیثیں احادیث کی دوسری کتابوں میں مذکور ہیں۔

آپ حضور ﷺ کی آخری زوجہ مبارکہ ہیں آپ کے بعد حضور پُرانور نبی کریم ﷺ نے کسی دوسری عورت سے نکاح نہیں فرمایا آپ کے انتقال کے سال میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔ مگر قول یہ ہے کہ آپ نے 51 ہجری میں بمقام ''سرف'' وفات پائی جہاں رسول اللہ ﷺ نے آپ سے زفاف فرمایا تھا۔ ابن سعد نے واقدی سے نقل کیا ہے کہ آپ نے سن 61 ہجری میں وفات پائی اور ابن اسحاق کا قول ہے کہ سن 63 ہجری آپ کے انتقال کا سال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

آپ کی وفات کے وقت آپ کے بھانجے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما موجود تھے اور انہوں ہی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کو قبر میں اتارا۔ محدث عطا کا بیان ہے کہ ہم لوگ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ میں شریک تھے۔ جب جنازہ اٹھایا گیا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بہ آواز بلند فرمایا کہ اے لوگو! یہ رسول اللہ ﷺ کی بیوی ہیں۔ تم لوگ ان کے جنازہ کو بہت آہستہ آہستہ لے کر چلو اور جھٹکا نہ لگنے دو۔ حضرت یزید بن اصم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو مقام سرف میں اسی چھپر کی جگہ میں دفن کیا جس میں رسول اللہ ﷺ نے ان کو پہلی بار اپنی قربت سے سرفراز فرمایا تھا۔ (زرقانی جلد 3 صفحہ 253)

روایات میں ہے کہ حضورِانور نبی کریم رحمت دو عالم ﷺ نے چار سو درہم مہر کے طور پر ادا کیے۔ حضور کا نکاح حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کر دیا اور آپ ﷺ کی طرف سے (حضرت عباس) نے 400 درہم مہر کے طور پر ادا کیے۔ (البدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 233)

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا دو بہنیں تھیں جو کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں تھیں۔ ابھی کسی کے ساتھ بھی ان کا نکاح نہیں ہوا تھا کہ حضورِانور نبی کریم ﷺ کا پیغام پہنچا۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا پہلے اپنی بہن کی شادی کرنا چاہتی تھیں تاہم ان کی شادی پہلے اس لیے ہوگئی کہ وہ حضورِانور نبی کریم ﷺ کے پیغام نکاح سے انکار نہیں کر سکتی تھیں۔

Marfat.com

حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے دوران سفر (عمرہ قضا کی مدت کے دوران) نکاح فرمایا ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے نکاح کا اختیار اپنی بہن کو دے دیا انہوں نے آگے یہ اختیار اپنے شوہر عباس رضی اللہ عنہ کو منتقل کر دیا (کہ جہاں مناسب سمجھیں رشتہ کر دیں) انہوں نے حضور پُرنور نبی کریم ﷺ سے ان کی شادی کر دی۔ (البدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 233)

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نہایت متقی و پرہیز گار خاتون تھیں۔ خدا ترسی اور صلہ رحمی ان کا خصوصی امتیاز تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

میمونہ رضی اللہ عنہا ہم میں سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والی اور صلہ رحم کا خیال رکھنے والی تھیں۔

(طبقات الکبریٰ جلد 8 صفحہ 138)

فیاضی اور کشادہ دستی میں مشہور تھیں۔ قرضے لے کر لوگوں کی حاجت پوری کر دیا کرتی تھیں۔

ایک مرتبہ زیادہ قرض لیا تو کسی نے پوچھا اس کی ادائیگی کی کیا صورت ہو گی؟ فرمایا کہ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے خدا اس کا قرض خود ادا کر دیتا ہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 6 صفحہ 232)

اوامر نواہی کا بہت خیال رکھتی تھیں اور اس بارے میں بہت سخت تھیں۔ ایک دفعہ ان کا ایک رشتہ دار ان کے پاس آیا' اس کے منہ سے شراب کی بو آ رہی تھی۔ انہوں نے اس کو بہت سختی سے جھڑک دیا اور کہہ دیا کہ آئندہ کبھی میرے ہاں نہ آنا۔ (الطبقات جلد 8 صفحہ 139)

پیغمبر اول و آخر واعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کا یہ آخری نکاح تھا اور ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سب سے آخری بیوی تھیں۔ مقام سرف میں ہی آپ کا انتقال ہوا اور وہیں آپ کو دفن فرمایا گیا۔

اس کے بارے میں ایک روایت یوں ہے کہ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم عالم خفا وغیوب مخبر صادق محبوب ربّ للعالمین ﷺ نے ان کو اطلاع دی تھی کہ ان کی موت مکہ میں نہیں ہو گی۔ جب آپ مرض موت میں مبتلا ہوئیں تو اس وقت انہوں نے کہا مجھے مکہ سے کہیں اور لے چلو' میری موت مکہ میں نہیں ہو گی کیونکہ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے مجھے اس بات کی خبر دی تھی۔

چنانچہ اس پر انہیں مکہ سے منتقل کر کے مقام سرف پر لے آیا گیا۔ یہ سن 51 ہجری کی بات ہے۔ پھر وہیں آپ کی فات ہوئی اور وہیں آپ کو دفن کیا گیا۔

یہ پیغمبر اول و آخر و اعظم' ہادیٔ دو جہاں' رہبر کائنات' رسول بحر و بر' اصل الموجودات سیّد المرسلین' خاتم النبیین' رحمت اللعالمین' حبیب ربّ للعالمین' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف ورحیم' شاہِ دو عالم' امام الانبیاء ﷺ کی وہ گیارہ ازواجِ مطہرات ہیں جن پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے۔ ان میں سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تو ہجرت سے پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا اور حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا جن کا لقب ''ام المساکین'' ہے ہم پہلے بھی

Marfat.com

تحریر کر چکے ہیں کہ نکاح کے دو تین ماہ بعد حضورِانور نبی کریم ﷺ کے سامنے ہی یہ وفات پا گئی تھیں۔

حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی رحلت کے وقت آپ کی نو بیویاں موجود تھیں جن میں سے آٹھ کی آپ ﷺ باریاں مقرر فرماتے رہے کیونکہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیا تھا۔ ان نو مقدس ازواج میں سے حضورِانور ﷺ کی رحلت کے بعد سب سے پہلے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے وفات پائی اور سب کے بعد' آخر میں 62ھ یا 63ھ میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رحلت فرمائی ان کی وفات کے بعد دنیا امہات المومنین سے خالی ہو گئی۔

ماہ ذی الحجہ میں حضور نبی کریم ﷺ عمرہ کی ادائیگی کے بعد مدینہ طیبہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔ اس مقدس سفر میں رہبر کائنات سرکار دو عالم ﷺ کے ہم رکاب جانے والوں کی تعداد بچوں اور خواتین کے علاوہ دو ہزار تھی۔ مندرجہ ذیل آیت (سورہ فتح آیت 27) نے اس خواب کی تصدیق کر دی کہ یہ خواب پورا ہو گا اور یقیناً ہو گا۔ چنانچہ دوسرے سال سب دوستوں اور دشمنوں نے اپنی آنکھوں سے اس خواب کی تعبیر کا مشاہدہ کر لیا۔

سورۂ فتح کی آیت 27 میں اللہ تبارک تعالیٰ ربّ العزت خالق و مالک کل کائنات کا ارشاد مبارک یوں ہے:

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ٥

ترجمہ: ''یقیناً اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا حق کے ساتھ کہ تم ضرور داخل ہو گے مسجد حرام میں' جب اللہ نے چاہا امن وامان سے' منڈواتے ہوئے اپنے سروں کو یا ترشواتے ہوئے' تمہیں کسی کا خوف نہ ہو گا۔ پس وہ جانتا ہے جو تم نہیں جانتے تو اس نے عطا فرما دی تمہیں اس سے پہلے ایسی فتح جو قریب ہے۔'' (سورۂ فتح آیت 27)

سریہ ابن ابی العوجاء رضی اللہ عنہ

سریہ ابن ابی العوجاء کا دوسرا نام کچھ سیرت نگاروں نے ''سریہ اخرم'' بھی لکھا ہے لیکن اس سریہ کو یہ نام دینے کی کوئی وجہ نہیں لکھی ہے۔ اس سے صرف یہی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ شاید اخرم اس جگہ کا نام ہو جہاں یہ واقعہ سریہ وقوع پذیر ہوا۔

اس سریہ کا زمانہ وقوع ماہ ذی الحجہ سن 7 ہجری ہے۔

اس سریہ کے بارے میں سیرت نگاروں میں اختلاف ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ مجاہدین اسلام میں سے کوئی

Marfat.com

ایک مجاہد بھی زندہ نہیں بچا' سب کے سب موقع پر ہی شہید کر دیئے گئے اور کوئی کہتا ہے کہ اس سریہ میں دشمن کے ساتھ سخت لڑائی ہوئی اور مجاہدین اسلام کے کمانڈر' سربراہ حضرت ابن ابی العوجاء رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے تاہم مسلمانوں نے دشمن کے دو آدمی قیدی بنا لیے۔ اور سیرت نگاروں کی اکثریت نے یہ لکھا ہے کہ اس سریہ میں صرف حضرت ابن ابی العوجاء رضی اللہ عنہ کو جو دستہ کے کمانڈر تھے وہ اتفاقیہ زندہ بچے اور بہت مشکل سے مدینہ پہنچے۔

اس سریہ کا بیان یوں ہے کہ ماہ ذوالحجہ سن 7 ہجری میں حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن ابی العوجاء رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بنو سلیم کی ایک جمعیت کو منتشر کرنے کے لئے پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو روانہ کیا۔ اتنی مختصر تعداد والی مہمات دور دراز کے علاقوں میں تب ہی کامیاب ہو سکتی ہیں جب کہ دشمن کو بے خبری میں جا لیا جائے اور انہیں سنبھلنے کا موقع ہی نہ دیا جائے۔ مگر افسوس کہ اس سریہ میں ایسا نہ ہو سکا اور بنی سلیم کے جاسوسوں نے اپنے پورے قبیلے کو مسلمانوں کے پہنچنے سے ایک دو دن پہلے ہی مطلع کر دیا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی بھرپور تیاری کر لی اور پچاس مسلمانوں کے مقابلے میں ایک بھاری جمعیت اکٹھی کر لی۔

جب مسلمانوں نے حملہ کیا تو بنی سلیم کے جانبازوں نے انہیں ہر طرف سے گھیر لیا اور بنو سلیم ان پر ٹوٹ پڑے۔ مسلمان سب کے سب شہید ہو گئے البتہ اس مہم کے کمانڈر' سربراہ حضرت ابن ابی العوجاء رضی اللہ عنہ شدید زخمی حالت میں لاشوں کے درمیان پڑے رہے انہیں مردہ گمان کر کے چھوڑ دیا گیا اور یہ بڑی مشقت سے اور مصائب برداشت کر کے مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ (طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 123)

Marfat.com

سن 8 ہجری

Marfat.com

سریہ غالب بن عبداللہ

سریہ غالب بن عبداللہ کو ''سریہ بنو مرّہ'' بھی کہا جاتا ہے۔

اس سریہ کا زمانہ وقوع ماہ صفر سن 8 ہجری ہے۔

بنی مرّہ اور اس کے ساتھ کے لوگوں نے حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ اور اس دستہ کو سخت نقصان پہنچایا تھا۔ ان کی گوشمالی کے لئے اور اسلام کے خلاف ان کی سازشوں اور شرارتوں کو ختم کرنے کے لئے پیغمبر اول و آخر واعظم، ہادی دو جہاں، رہبر کائنات، رسول بحر و بر، سیّد المرسلین، خاتم النبیّین، حبیب ربّ للعالمین، رحمت للعالمین حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سو مجاہدین پر مشتمل ایک دستہ حضرت غالب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں روانہ فرمایا۔

یہ دستہ فدک کی طرف تیزی سے روانہ ہوا کیونکہ قبیلہ بنی مرّہ فدک کے اطراف میں ہی آباد تھے۔ مجاہدین اسلام نے دشمن کو اچانک جالیا۔ تصادم باقاعدہ لڑائی کی شکل اختیار کر گیا جس کے نتیجے میں بنی مرّہ مشرکین کے بہت سے آدمی مارے گئے اور جلد ہی کفار کے باقی ماندہ آدمی اپنی جان بچانے کے لئے پہاڑوں ٹیلوں میں ادھر ادھر بھاگ گئے۔

مال غنیمت میں بنی مرہ کے بہت سے اونٹ اور بکریاں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔ اس مہم کو کامیابی سے سر کر کے اور مال غنیمت کے ساتھ حضرت غالب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے تمام مجاہدین کو بحفاظت لے کر واپس مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ (المواہب اللدنیہ جلد 1 صفحہ 144، طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 126)

Marfat.com

برادرانِ قریش کا قبولِ اسلام

ہجرت کا آٹھواں سال اپنے دامن میں اسلام اور فرزندان اسلام کے لئے ابدی مسرتوں اور فیصلہ کن فتوحات کی بشارتیں لے کر طلوع ہوا۔ اسلام کا سیل رواں جس برق رفتاری سے آگے بڑھ رہا تھا اس نے کفر کی بلند و بالا ہستیوں کو لرزا کر رکھ دیا تھا۔ اب تک ان پر یہ حقیقت واضح ہو گئی تھی کہ جس قدسی صفات ہستی کے دست مبارک میں اسلامی دعوت کا پرچم ہے وہ کوئی عام انسان نہیں بلکہ اللہ تبارک تعالیٰ کا برگزیدہ رسول اور اس کا محبوب بندہ ہے۔ اس سے ٹکر لینا پہاڑ سے ٹکرانے کے مترادف ہے۔

اب وہ جان گئے تھے کہ ہماری سلامتی اسی میں ہے کہ اس کے دامن رحمت کو مضبوطی سے پکڑ لیں۔ اس کی سچی دعوت کو صدق دل سے قبول کریں۔ عمر عزیز کا جو حصہ اس کی مخالفت میں برباد کیا ہے اب بقیہ زندگی نبی برحق ﷺ کی غلامی میں بسر کر کے اس کی تلافی کی صورت پیدا کریں کہ شاید رضائے الٰہی کی لازوال دولت سے اپنی خالی جھولیاں بھر لیں۔

اور پھر بات ''شاید'' تک ہی نہ رہی بلکہ حقیقت میں انہوں نے اطاعت پیغمبر اول و آخر و اعظم حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ اختیار کر کے فلاح دارین کی لازوال دولت سے اپنی جھولیاں بھر لیں اور حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ کی محبت و شفقت و دعائیں پا گئے۔

آٹھویں سال کے دوسرے مہینہ صفر المظفر میں دنیائے عرب کی تین عظیم شخصیتیں بارگاہ حبیب ربّ للعالمین ﷺ میں حاضر ہوئیں اور اپنی سابقہ غلطیوں اور اسلام دشمن رویے پر اشک ندامت بہا بہا کر حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کرنے کی بیعت کی۔ ان فقید المثال ہستیوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں: عمرو بن العاصؓ، خالد بن ولید اور عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہؓ دنیائے کفر و شرک کے یہ فلک بوس مینار یہ ممتاز شخصیتیں کس وارفتگی سے پیغمبر اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ کے قدموں میں ڈھیر ہو گئیں اس کی تفصیلات بڑی حیرت انگیز اور ایمان فروز ہیں، اس لیے یہ مقابلتاً تفصیل سے بیان کی جا رہی ہیں۔

Marfat.com

زمانہ وقوع

یہ صحیح ہے، یہ سچ ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے سن ہجری 7 کے مہینوں صفر یا ربیع الاول میں، ملک حبشہ میں، شاہ حبشہ کے ہاتھ پر بیعت اسلام کرلی تھی۔ اپنے مخصوص حالات کے سبب جب اوائل سن ہجری 8 میں انہیں موقع ملا تو وہ وہاں سے مدینہ منورہ پہنچ کر بارگاہ رسالت مآب میں حاضری دینے کے لئے روانہ ہوئے۔ مرالظہران گزر جانے کے بعد مقام ''ھداہ'' میں حضرت خالد بن ولید اور حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوگئی وہ دونوں بھی اسی غرض سے مدینہ منورہ کا قصد کیے ہوئے تھے۔ یہ تینوں حضرات ماہ صفر سن 8 ہجری میں بارگاہ رسالت مآب میں ایک ساتھ حاضر ہوئے اور بیعت حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے۔

اس باب کے آخر میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے متعلق مذکورہ سچ کو دلائل اور حوالہ جات کے ساتھ خوب واضح کردیا جائے گا اور اس سے متعلق پیدا شدہ ابہام ختم کردیا جائے گا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا جائے گا کہ اس کے بارے میں یہ مغالطہ، ابہام کیوں پیدا ہوا۔

خالد بن ولید کا قبول اسلام

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا باپ ولید قریش کے معروف سرداروں میں سے ایک تھا۔ باپ تو دولت اسلام سے بہریاب نہ ہوسکا البتہ بیٹے کو ایک عرصہ دین اسلام کی مخالفت کے بعد اللہ تبارک تعالیٰ نے یہ سعادت نصیب فرمائی کہ مکہ سے چل کر مدینہ منورہ میں بارگاہ نبوی میں حاضر ہوکر مشرف با سلام ہوگئے۔

ان کے اسلام لانے سے گلشن اسلام میں ایک نئی بہار آگئی۔ تسخیر عالم کے جذبات وامنگیں پہلے ہی ان اہل ایمان کے دلوں میں موجزن تھیں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے شریک قافلہ ہونے سے ان میں مزید شدت وحدت پیدا ہوگئی اور اس عظیم قائد وکمانڈر کی کمان میں، سربراہی میں مجاہدین اسلام نے ایسے ایسے کارنامے انجام دئیے کہ مشرق ومغرب میں تہلکہ مچ گیا اور دیکھنے والے انگشت بدندان رہ گئے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا نام فتح کی ضمانت بن گیا۔ پیغمبر اول و آخر و اعظم، ہادیٔ دو جہاں، رہبر کائنات، سیّد المرسلین، حبیب ربّ للعالمین، خاتم النبیین، عالم خفا وغیوب، مخبر صادق، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسے سیف اللہ (اللہ کی تلوار) کے خوبصورت بامعنی القاب سے نوازا۔ شمشیر زنی میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ جنگ کے دوران ان کے ہاتھ میں یکے بعد دیگرے کئی کئی فولادی تلواریں ٹوٹ جاتیں مگر ان کی قوت بازو میں کوئی کمی نہیں آتی۔

بڑے بڑے سورما، جنگجو، معرکہ آزما ان کا نام سن کر کانپنے لگ جاتے اور مقابلے سے گریز کی راہیں تلاش

Marfat.com

کرنے لگتے۔ مجموعی طور پر جن چھوٹے بڑے معرکوں میں انہوں نے فتوحات حاصل کیں اگر ان کے نام ہی لکھے جائیں تو ایک بہت طویل فہرست بن جائے گی۔ مختصر یہ کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ہر معرکے میں کامیابی حاصل ہوئی۔ ہر معرکے میں شہادت کی امید لے کر جاتے تھے اور کامیاب ہوکر' فاتح بن کر آتے تھے۔ ان کی پوری زندگی شکست و پسپائی کے داغ سے بالکل پاک وصاف رہی۔

پیغمبر اول و آخر و اعظم' حضور پرنور' نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ کے وصال کے بعد تو انہوں نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ دشمنان دین اسلام کی سرکوبی کے لئے وقف کردیا۔ مرتدین عرب ہوں یا جھوٹے مدعیان نبوت' ایرانی ہوں یا رومی وشامی' اللہ کی تلوار سب پر برق بن کر گری اور راہ حق کی ہر رکاوٹ کو جلا کر راکھ کر گئی۔

نگاہ نبوت نے اپنے اس عظیم جرنیل کو پہچان لیا تھا بلکہ نگاہ نبوت نے ہی اسے دنیا کا عظیم ترین جرنیل بنادیا تھا۔ ایک روایت ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حضور پرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے ہمیشہ گھوڑ سوار دستے کا کمانڈر بنایا اور وہ ہمیشہ مقدمہ جیش یعنی کہ لشکر اسلام کی اگلی صف میں رہتے تھے۔

تاریخ انسانی کا یہ بے مثال جرنیل اپنی جملہ بے مثال صلاحیتوں سمیت شمع جمال مصطفوی کا پروانہ کیوں کر بنا؟ یہ ایمان افروز حکایت شریں اس جرنیل کی زبان سے سنیئے جس نے اسلامی فتوحات میں اپنی عسکری عبقریت (فن حرب) کا وہ زندہ جاوید مظاہرہ کیا جس کی مثال تاریخ عالم میں نایاب ہے۔

یہ روح پرور کہانی حضرت یحیٰی نے اپنے والد حضرت مغیرہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے سنی اور حضرت مغیرہ نے خود حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اپنے ایمان لانے کا قصہ بیان کرتے ہوئے سنا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

جب میرے ربّ نے میرے لیے بھلائی کا ارادہ فرمایا تو اس نے اسلام کی محبت میرے دل میں ڈال دی اور میرے جذبہ حق پذیری کو راہ راست پر گامزن ہونے کی توفیق بخش دی۔ صلح حدیبیہ سے پہلے جتنی جنگیں ہوئی تھیں میں ان سب میں کفار کے لشکر میں شامل ہوکر شریک ہوا تھا۔ ہر بار میں اسی نتیجہ پر پہنچا کہ میں وقت ضائع کررہا ہوں۔ محمد (ﷺ) بلاشبہ ان کفار پر غالب آجائیں گے۔

جب یکم ذی قعدہ سن 6 ہجری کو رسول اللہ ﷺ عمرہ ادا کرنے کی نیت سے مکہ کے لئے روانہ ہوئے تو مشرکین کے گھوڑ سوار دستے کا میں سالار تھا' عسفان کے مقام پر میرے دستہ اور لشکر اسلام کا آمنا سامنا ہوا۔ میں ان کے سامنے صف باندھ کر کھڑا ہو گیا اور راستہ روک لیا۔ حضور پرنور ﷺ نے ہمارے سامنے نماز ظہر ادا کی۔ ہم نے حضور پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا لیکن ہمیں حوصلہ نہ ہوا۔ اللہ کے برگزیدہ پیغمبر حضور انور ﷺ نے ہمارے برے ارادہ پر آگاہی حاصل کرلی اور جب نماز عصر کا وقت آیا تو سرور دو عالم ﷺ نے عصر کے وقت نماز خوف ادا کی۔ میں سمجھ گیا کہ اللہ تبارک تعالیٰ خود ان کا محافظ ہے۔ ہم ان پر حملہ نہیں کرسکتے۔ چنانچہ میں

Marfat.com

اپنے سواروں سمیت دائیں طرف مڑ گیا۔ اس طرح ٹکراؤ نہ ہو سکا۔

حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم سرورِ عالم ﷺ آگے بڑھ کر حدیبیہ کے مقام پر خیمہ زن ہو گئے۔ آخر کار فریقین میں صلح کا معاہدہ طے پایا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ اب کیا باقی رہ گیا ہے؟ مجھے یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ لیکن سوال یہ تھا کہ یہاں سے نکل کر جاؤں تو کہاں جاؤں؟ حبشہ جاتا ہوں تو وہاں کا بادشاہ خود مسلمان ہو چکا ہے اور مسلمانوں کی کافی تعداد اس کے زیر سایہ رہائش پذیر ہے۔ اگر ہرقل کے پاس جا کر پناہ لیتا ہوں تو مجھے اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر یہودیت یا نصرانیت کو اختیار کرنا پڑے گا اور عجمیوں کا تابع فرمان ہو کر رہنا پڑے گا۔ اسے میری غیرت گوارا نہیں کرتی۔ اب اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ اپنے گھر میں پڑا رہوں اور پیچھے رہ جانے والے لوگوں کے ساتھ اپنی بقیہ زندگی کے دن بسر کروں۔

میں اسی سوچ وبچار میں تھا کہ نبی رحمت حضور پُرنور ﷺ عمرہ قضا کرنے کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے آئے۔ میں روپوش ہو گیا تا کہ میں مکہ میں حضورِ انور ﷺ کے داخل ہونے کا منظر اپنی آنکھوں سے نہ دیکھوں۔ میرا بھائی حضرت ولید بن ولید رضی اللہ عنہ مسلمان ہو کر حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کے اس کاروان میں شریک تھا۔ اس نے مجھے تلاش کیا لیکن میں اسے نہ مل سکا۔ اس نے مجھے مندرجہ ذیل خط لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میرے لیے سب سے زیادہ تعجب انگیز یہ امر ہے کہ تیری رائے سے اسلام کی صداقت کس طرح مخفی رہی حالانکہ تیری عقل ودانش اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ اسلام جیسا سچا مذہب تجھ سے کیسے پوشیدہ رہ سکتا ہے۔ پیغمبر اوّل و آخر واعظم، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے تیرے بارے میں مجھ سے پوچھا' خالد کہاں ہے؟ میں نے عرض کیا۔ اللہ تبارک تعالیٰ اسے لے آئے گا۔ اور حضور ﷺ نے فرمایا خالد جیسا زیرک انسان اسلام جیسے دین سے کیسے جاہل رہ سکتا ہے؟ اگر وہ کفار ومشرکین کے مقابلہ میں مسلمانوں کی مدد کرتا تو اس کے لئے بہت بہتر ہوتا۔ ہم اس کی قدر کرتے اور دوسروں پر اسے فوقیت دیتے۔ اے میرے بھائی! زندگی کے جو لمحے تم نے ضائع کیے ہیں' ان کا فوراً تدارک کرو۔ تو نے واقعی بڑے زریں مواقع ضائع کیے ہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میرے بھائی کا خط مجھے ملا تو میری آنکھیں کھل گئیں۔ مکہ سے نکل جانے کا شوق میرے دل میں موجزن ہو گیا اور اسلام قبول کرنے کا جذبہ مزید توانا ہو گیا۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے بارے میں جو بغض وعناد تھا' وہ کافور ہو گیا۔ اور دل میں دین اسلام کی محبت گھر کر گئی۔ ساتھ ہی حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے میرے بارے میں جو کچھ فرمایا اس سے مجھے بہت زیادہ خوشی اور مسرت ہوئی اور مسلمان ہو جانے کا حوصلہ ملا۔

انہی دنوں میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک تنگ اور بنجر خطہ سے نکل کر سرسبز وشاداب اور کشادہ علاقہ

Marfat.com

میں آ گیا ہوں۔ میں نے سوچا یہ بڑا اہم خواب ہے۔ مدینہ جاؤں گا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس کی تعبیر پوچھوں گا۔ جب آپ وہاں پہنچے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے خواب کی تعبیر پوچھی۔

آپ نے فرمایا کہ وہ تنگ اور بنجر علاقہ کفر کا تھا۔ سرسبز و شاداب اور کشادہ علاقہ دین اسلام ہے۔ جہاں اللہ تبارک تعالیٰ نے تمہیں پہنچا دیا ہے۔

جب میں نے بارگاہ رسالت مآب میں حاضری کا پختہ عزم کر لیا تو میں نے اپنے دل سے پوچھا کہ رفیق سفر کس کو بناؤں۔ گھر سے نکلا تو صفوان بن امیہ سے اچانک ملاقات ہوگئی۔ میں نے اسے کہا' اے اباوہب! کیا تم اپنی حالت کو نہیں دیکھ رہے' ہمارا کیا حال ہو گیا ہے؟ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عرب و عجم پر غالب آ گئے۔ کیا یہ بہتر نہیں کہ ہم خود آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس حاضر ہو جائیں اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی غلامی اختیار کر لیں۔ اس سے ہماری عزت و شرف میں اضافہ ہوگا۔

میری بات سن کر اس نے بڑی شدت سے نہ کر دی۔ اس نے کہا اگر ساری دنیا ان پر ایمان لے آئے اور میرے سوا اور کوئی باقی نہ رہے تو میں پھر بھی ان کی اطاعت نہیں کروں گا" وہ چلا گیا۔ میں نے سوچا یہ وہ شخص ہے جس کا بھائی اور باپ غزوۂ بدر میں قتل کر دیئے گئے تھے۔ اس سے ایمان لانے کی توقع عبث ہے۔ پھر میری ملاقات عکرمہ بن ابی جہل سے ہوئی۔ جو بات میں نے صفوان سے کہی تھی' وہی بات اس کے سامنے بھی دہرائی۔ اس نے مجھے وہی جواب دیا جو صفوان نے مجھے دیا تھا۔ کہ اگر ساری دنیا ان پر ایمان لے آئے اور میرے بغیر کوئی کافر بھی نہ رہے' میں تب بھی ان پر ایمان نہیں لاؤں گا۔ میں نے کہا کہ میری یہ بات کسی کو نہ بتانا' اس نہ بتانے کا وعدہ کیا۔

میں وہاں سے اپنے گھر لوٹ آیا اور خادم کو کہا کہ میرے اونٹ پر پالان کس کر اسے باہر لے آؤ میں عثمان بن طلحہ سے ملاقات کر کے واپس آ رہا ہوں۔ میں نے دل میں کہا کہ عثمان بن طلحہ میرا دوست ہے اگر اس سے یہ بات کر لوں تو کیا حرج ہے؟ پھر مجھے یاد آیا کہ اس کے بہت سے قریبی رشتہ دار غزوۂ احد میں قتل کر دیئے گئے تھے۔ بھلا وہ میری بات کب مانے گا؟ پھر میں نے سوچا کہ بات کرنے میں حرج ہی کیا ہے۔ میں تو یہاں سے چلے جانے کا پکا ارادہ کر چکا ہوں۔ اگر میرے ساتھ نہیں جائے گا تو مجھے کوئی نقصان تو نہیں پہنچا سکتا۔ چنانچہ میں نے اس سے اپنی قوم کی حال زار بیان کی۔ پھر میں نے پہلے دو رفیقوں کی طرح اس کو حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی دعوت دی۔

خلاف توقع اس نے میری یہ دعوت بلا تامل قبول کر لی۔ اب ہم نے باہم طے کیا کہ کل صبح سویرے "یا جج" کے چشمہ پر ملاقات کریں گے (مقام یا جج مکہ سے اندازاً 13 کلومیٹر دور ہے) اور ہم میں سے جو صاحب وہاں پہلے پہنچے وہ دوسرے کا انتظار کرے۔ دونوں مل کر وہاں سے مدینہ طیبہ کے لئے روانہ ہو جائیں

Marfat.com

گے۔

دوسرے روز صبح صادق سے پہلے ہم دونوں یاجج کے چشمہ پر پہنچ گئے اور وہاں سے اکٹھے ہو کر حضورِ انور نبی کریم' محبوب ربّ العالمین ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے لئے چل پڑے۔

وہاں سے روانہ ہو کر ''ھداہ'' کے مقام پر پہنچے وہاں ہمیں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ملے۔ ہمیں دیکھ کر انہوں نے کہا آپ لوگوں کو خوش آمدید۔ ہم نے کہا آپ کو بھی مرحبا۔ اس کے بعد عمرو بن عاص نے ہم سے پوچھا کہ آپ لوگ کہاں جارہے ہیں۔ ہم نے کہا اسلام قبول کرنے کے لئے جارہے ہیں۔ عمرو نے کہا اسی لیے تو میں بھی جارہا ہوں۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ عمرو نے خالد سے پوچھا کہ اے ابوسلیمان تم کہاں جارہے ہو؟

حضرت خالد نے کہا:

''خدا کی قسم! میرے سامنے تو راستہ ظاہر ہو گیا اور اسلام کا معاملہ صاف ہو گیا۔ وہ شخص یقیناً نبی برحق ہیں۔ اس لیے چلو اور مسلمان ہو جاؤ۔ آخر کب تک ہم اس سے دور رہیں گے؟''

اس پر عمرو بن عاص نے کہا؟''

''میں تو خود صرف اسی مقصد سے نکلا ہوں!''

اس طرح ہم تینوں کا ساتھ ہو گیا یہاں تک کہ سفر کرتے ہوئے ہم مدینہ منورہ میں داخل ہو گئے اور ہم نے حرہ کے مقام پر اپنی سواریاں بٹھائیں۔ حضورِ انور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو جب ہمارے آنے کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ بے حد خوش ہوئے اور آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

''مکہ نے اپنے جگر پارے تمہارے سامنے لا ڈالے ہیں!''

اس کے بعد میں نے اپنے بہترین کپڑے پہنے اور حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے چلا اسی وقت مجھے میرے بھائی حضرت ولید بن ولید رضی اللہ عنہ ملے اور کہنے لگے:

''جلدی کرو کیونکہ رسول اللہ ﷺ تم لوگوں کے آنے سے بے حد خوش ہیں اور تم لوگوں کا انتظار فرمارہے ہیں!''

چنانچہ اب ہم تیزی کے ساتھ روانہ ہوئے یہاں تک کہ میں حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچ حضورِ انور ﷺ مجھے دیکھ کر مسکراتے رہے یہاں تک کہ میں آپ ﷺ کے پاس پہنچ کر کھڑا ہو گیا میں نے آپ ﷺ کو نبوت کا یعنی اسلام کا سلام کیا۔ آپ نے بڑی گرم جوشی سے میرے سلام کا جواب دیا اس کے بعد میں نے کہا:

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تبارک تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ آپ اللہ کے رسول ہیں''۔

Marfat.com

آپ ﷺ نے فرمایا:

”تمام تعریفیں اسی ذات کو سزاوار ہیں جس نے تمہیں ہدایت عطا فرمائی۔ میں جانتا تھا کہ تم ایک عقلمند آدمی ہو اسی لیے میری آرزو تھی اور مجھے امید تھی کہ تم خیر کی طرف ضرور جھکو گے!“

پھر میں نے حضور پُرنور نبی کریم ﷺ سے عرض کیا:

”یارسول اللہ! اللہ تبارک تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ وہ میری ان غلطیوں کو معاف فرمائے جو میں نے آپ کے مقابلے پر آ کر کی ہیں!“

آپ ﷺ نے فرمایا:

”اسلام گزشتہ تمام غلطیوں اور گناہوں کو مٹا دیتا ہے!“

پھر میں نے عرض کی' یارسول اللہ ﷺ پھر بھی میری بخشش کے لئے دعا فرمائیے۔ حضور ﷺ نے ہاتھ اٹھائے اور یوں دعا فرمائی:

اللھم اغفر لخالد بن ولید کلما اوضع فیه من سد عن سبیلك

”اے اللہ خالد نے تیرے راستے سے روکنے کی جتنی بار کوشش کی' الٰہی اس کو معاف فرما دے۔“

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ پھر حضرت عمرو بن العاص اور حضرت عثمان بن صلحہ رضی اللہ عنہما نے سرکارِ دو عالم رحمت للعالمین ﷺ کی بیعت کی سعادت حاصل کی۔

حضرت خالد کا قول ہے:

وکان قدومنا فی صفر سنة ثمان فواللہ ماکان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من یوم اسلمت یعدل بی احدا من اصحابه فیما حزبه

”ہماری مدینہ منورہ حاضری سن 8 ہجری ماہ صفر میں ہوئی پس اللہ کی قسم جس روز میں ایمان لایا اس وقت سے رسول اللہ ﷺ کسی مشکل مرحلہ میں کسی اور صحابی کو میرے ہم پایہ نہیں سمجھتے تھے۔“ (السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد 3 صفحہ 446' 453' دلائل النبوۃ جلد 4 صفحہ 349)

عمرو ابن عاص کا قبول اسلام

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی قبول اسلام کی حکایت انہی کی بیان کردہ ہے۔

انہوں نے بیان کیا:

میرے دل میں اسلام کی عداوت گھر کیے ہوئے تھی۔ میں لشکر کفار کے ساتھ جنگ بدر میں شریک ہوا اور قتل ہونے سے بچ گیا۔ پھر کارزار احد میں شرکت کی' بے دریغ لوگ مارے گئے لیکن میں یہاں سے بھی بچ گیا پھر خندق کا معرکہ پیش آیا کفار کے اس لشکر جرار میں میں بھی شریک تھا۔ لیکن یہاں بھی قتل ہونے سے بچ

Marfat.com

گیا۔ معرکہ خندق میں بھی جب کافروں کے لشکر جرار کو شرمناک ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا تو میں نے سوچنا شروع کیا کہ ان پے در پے شکستوں کا سبب کیا ہے؟

ہر معرکہ میں لشکر اسلام کے مقابلہ میں ہماری افواج کی تعداد کئی گناہ زیادہ تھی' ہمارے پاس ہر قسم کے اسلحہ کے انبار تھے' ہمارے لڑاکوں کے خورونوش کا سامان بھی وافر مقدار میں تھا' بایں ہمہ کسی ایک معرکہ میں بھی ہمیں کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ طویل غور وخوض کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ محمد (ﷺ) قریش پر یقیناً غالب آ جائیں گے۔ اس نتیجہ پر پہنچ جانے کے بعد میری زندگی میں یہ تبدیلی آئی کہ میں ''رھط'' کے مقام پر چلا گیا جہاں میرا ساز وسامان تھا۔ اور میں نے لوگوں کے پاس آمد ورفت اور ملاقاتیں بند کر دیں۔

کچھ عرصہ بعد حدیبیہ کے مقام پر فریقین کے درمیان صلح کا معاہدہ طے پایا۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ واپس مدینہ طیبہ تشریف لے گئے اور مشرکین مکہ لوٹ آئے۔ ان حالات سے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ آئندہ سال نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں ضرور فاتحانہ شان سے داخل ہو جائیں گے۔ میں اس سے پہلے مکہ مکرمہ سے نکل جانا چاہتا تھا۔ مکہ اور طائف دونوں شہر میرے لیے قابل قبول نہ تھے۔ میرے دل میں حضور ﷺ کی عداوت تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔ میں نے اپنے دل میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر قریش کا بچہ بچہ بھی اسلام قبول کر لے تو میں پھر بھی اسلام کو قبول نہیں کروں گا۔

میں کچھ روز ''رھط'' میں قیام پذیر رہا۔ وہاں سے مکہ مکرمہ آیا اور اپنے قبیلہ کے لوگوں کو جمع کیا۔ وہ لوگ میرے مشورہ کو قبول کر لیا کرتے تھے' میری ہر بات کو توجہ سے سنا کرتے تھے اور میرے ہر فیصلہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا کرتے تھے۔ میری دعوت پر میرا سارا قبیلہ جمع ہو گیا تو میں نے ان سے پوچھا کہ میرے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ سب سے یک زبان ہو کر کہاں کہ تم بڑے دانا' زیرک اور دوراندیش ہو۔ تمہاری رائے ہمیشہ صائب اچھی اور درست ہوتی ہے۔ میں نے کہا کہ محمد (ﷺ) کا معاملہ اب بہت طاقت پکڑ رہا ہے جس سے نمٹنے کے لئے میری ایک تجویز ہے۔ انہوں نے کہا' بتایئے آپ نے کیا سوچا ہے؟

میں نے کہا میری رائے تو یہ ہے کہ ہم حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے پاس چلے جائیں اور اس کی پناہ میں وہاں رہائش پذیر ہو جائیں۔ اگر محمد (ﷺ) فتح یاب ہو جائیں اور سارے عرب پر قبضہ کر لیں تو ہم ایسے حالات میں نجاشی کی پناہ میں ہوں گے۔ اور ہمیں کوئی گزند نہیں پہنچا سکے گا۔ ہمارے لیے محمد (ﷺ) کی محکومی سے نجاشی کے زیر سایہ زندگی بسر کرنا بہت پسندیدہ ہے' اور اگر قریش ان پر غالب آ جائیں تو وہ ہمارا قبیلہ ہیں۔ ان کی فتح ہماری فتح ہو گی۔ وہ ہماری قدر ومنزلت کو پہچانتے ہیں۔ وہ ہمیں قطعاً کوئی ضرر نہیں پہنچائیں گے۔ سب حاضرین نے عمرو بن العاص کی اس تجویز کو بہت سراہا۔

حبشہ روانہ ہونے سے پہلے میں نے نجاشی کو بطور ہدیہ پیش کرنے کے لئے اعلیٰ قسم کی چمڑے کی

Marfat.com

مصنوعات سرکہ اور دیگر تحائف خریدے کیونکہ نجاشی کو مکہ کا سرکہ اور چمڑے کی مصنوعات بہت پسند تھیں۔ پوری طرح تیاری کر کے ہم مکہ سے حبشہ کے لئے روانہ ہوئے۔ ہم وہاں پہنچ کر اقامت گزیں ہو گئے۔ ایک روز ہم نے وہاں حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ معلوم ہوا کہ وہ حضورِ انور نبی کریم ﷺ کا نجاشی کے نام گرامی نامہ لے کر آیا ہے۔ اس نوازش نامہ میں حضور ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے مسلمان رفقاء کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی تھی۔ نیز اسے تحریر کیا تھا کہ وہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح سرور دو عالم ﷺ کے ساتھ کر دے۔ حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ وہ مکتوب گرامی لے کر نجاشی کی ملاقات کے لیے گیا۔ کچھ دیر وہاں ٹھہرا پھر واپس چلا گیا۔

میں نے اپنے دوستوں کو کہا کہ حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ یہاں آیا ہوا ہے۔ اگر میں نجاشی کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ درخواست کروں کہ وہ عمرو کو ہمارے حوالے کر دے اور وہ ہماری اس درخواست کو منظور کرے تو پھر ہم عمرو کی گردن اڑا دیں گے۔ اگر ہم یہ کارنامہ انجام دینے میں کامیاب ہو گئے تو ہمارے سارے قریش بھائی خوش ہو جائیں گے اور ہماری اس خدمت کے عوض ہماری غیر حاضری کو محسوس نہیں کریں گے۔ سب نے میری اس رائے کی تائید کی۔

قارئین کرام: اس مقام پر میں آپ کو یاد کرا دوں کہ عمرو بن عاص کا تعلق قریش سے ہے۔ یہ ابتدا سے ہی مسلمانوں اور بانی دین اور دین اسلام کا سخت مخالف تھا اور حبشہ ہجرت کر جانے والے مسلمانوں کو وہاں سے واپس لانے کے لئے مشرکین مکہ نے جو وفد بھیجا تھا اس کے قائد یہی عمرو بن عاص تھے۔ انہوں نے شاہ حبشہ کو مسلمانوں کی امداد و معاونت سے برگشتہ کرنے کی بہت کوششیں کیں لیکن نجاشی' حبشہ کا بادشاہ ان کی باتوں میں نہ آیا اور اس وفد کو ناکام لوٹنا پڑا۔

عمرو بن عاص اپنی حکایت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں ایک روز نجاشی کے پاس جانے میں کامیاب ہو گیا۔ وہاں پہنچ کر حسب معمول میں اس کے سامنے سجدہ ریز ہو گیا۔ اس نے کہا' اے میرے مخلص دوست! مرحبا خوش آمدید۔ کیا اپنے ملک سے میرے لیے کوئی تحفہ بھی لائے ہو؟ میں نے جواب دیا' اے حبشہ کے بادشاہ! میں تمہارے لیے بہترین قسم کی چمڑے کی مصنوعات سرکہ اور دیگر تحائف لے کر آیا ہوں۔

چنانچہ وہ سارے تحائف میں نے اس کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ اس نے ان میں سے چند تحائف اپنے بطریقوں میں تقسیم کر دیئے اور بقیہ کے بارے میں حکم دیا کہ ان کی فہرست مرتب کی جائے اور انہیں بحفاظت مال خانہ میں رکھ دیا جائے۔

میں نے جب محسوس کیا کہ بادشاہ ان نادر تحائف کے باعث بہت خوش ہو گیا ہے تو میں نے موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے اپنی عرضداشت پیش کر دی۔ میں نے کہا' اے بادشاہ! میں نے ایک آدمی دیکھا ہے' جو

Marfat.com

ابھی ابھی آپ کے دربار سے باہر نکلا ہے۔ یہ ہمارے اس بڑے دشمن کا قاصد ہے جس دشمن نے ہمیں بہت صدمے پہنچائے ہیں۔ اس نے ہمارے کئی سرداروں اور نامور افراد کو قتل کیا ہے۔ اگر تم اس قاصد کو میرے حوالے کردو تو میں اس کو قتل کر کے اپنے غضب کی آگ ٹھنڈی کر سکوں گا۔

یہ سن کر نجاشی کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا اور اس نے ایک زوردار طمانچہ میری ناک پر دے مارا۔ زوردار گھونسے سے میرے دونوں نتھنوں سے خون بہنے لگا۔ میں نے خون کو کپڑے سے پونچھنا چاہا میرا سارا کپڑا اس سے تر ہو گیا۔ مجھے اس وقت اتنی شدید شرمندگی محسوس ہوئی کہ اگر زمین پھٹ جاتی تو میں اس میں گھس جاتا۔

میں نے کہا' اے بادشاہ! اگر مجھے علم ہوتا کہ تم اس بات سے اتنے ناراض ہو گے تو میں یہ مطالبہ نہ کرتا۔ نجاشی کو اپنی اس حرکت پر کچھ ندامت سی ہوئی۔ اس نے کہا' اے عمرو! تم نے ایسی ہستی کے قاصد کو اپنے قبضہ میں لینے کا سوال کیا جس کے پاس ناموس اکبر (جبرئیل) حاضر ہوتا ہے۔ جو موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام پر نازل ہوا کرتا تھا' تا کہ تو اس کو قتل کر دے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کی اس بات سے اچانک میرے دل میں ایک انقلاب رونما ہو گیا۔ میں نے اپنے دل سے کہا کہ اے احمق! اس دین حق کو تو عرب و عجم نے پہچان لیا ہے۔ ایک تو ہے کہ اس کی مخالفت پر اب بھی کمربستہ ہے۔ میں نے بادشاہ سے استفسار کیا۔ اے بادشاہ! کیا تو بھی اس دین کے حق ہونے کی شہادت دیتا ہے؟ نجاشی بولا' ہاں بے شک۔ میں بھی اس کے برحق ہونے کی شہادت دیتا ہوں۔ اے عمرو! میری بات مانو اور اس ہستی کی غلامی اختیار کر لو۔ بخدا! وہ نبی برحق ہیں اور عنقریب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جملہ مخالفین پر غالب آ جائیں گے۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون اور اس کی طاقتور حکومت اور فوجوں پر غالب آ گئے تھے۔

میں نے کہا' کیا تم ان کی طرف سے میرے اسلام قبول کرنے کی بیعت لینے کے لئے تیار ہو؟ نجاشی نے کہا' بے شک میں تیار ہوں۔ نجاشی نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور اسلام قبول کرنے کے لئے اس نے مجھے بیعت کر لیا۔

پھر اس نے طشت منگوایا اور اس میں میرا خون دھویا میرے خون آلود کپڑے اتروائے اور مجھے نیا لباس پہنایا۔ نئی شاہی پوشاک زیب تن کر کے جب میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا تو مجھے اس لباس میں دیکھ کر بہت خوش ہو گئے۔ انہوں نے پوچھا' کیا نجاشی نے تمہاری وہ درخواست قبول کر لی ہے؟ میں نے بات ٹالتے ہوئے کہا کہ یہ میری پہلی ملاقات تھی' میں نے پہلی ملاقات میں ایسی بات کرنا مناسب نہ سمجھا پھر کسی وقت حاضر ہو کر یہ بات کہوں گا۔ انہوں نے کہا' تو نے بہت اچھا کیا۔

اس کے بعد کسی کام کا بہانہ بنا کر میں اپنے ساتھیوں سے الگ ہو گیا۔ وہاں سے سیدھا بندرگاہ پہنچا۔

Marfat.com

ایک کشتی روانگی کے لئے تیار کھڑی تھی میں اس میں سوار ہو گیا۔ وہ کشتی یمن کی ''شعیبہ'' نامی بندرگاہ پر آ کر لنگر انداز ہوئی۔ میں وہاں اترا۔ وہاں سے ایک اونٹ خریدا اور سیدھا مدینہ طیبہ کی طرف چل پڑا۔ ''مر الظہران'' سے گزرتا ہوا ''ھداہ'' کی بستی میں پہنچا۔ وہاں سے چلا تو مجھے دو آدمی نظر آئے۔ ان میں سے ایک خیمہ کے اندر تھا اور دوسرا باہر کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں سواری کے دونوں اونٹوں کی نکیلیں تھیں۔ جب میں نے غور سے دیکھا تو وہ آدمی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھا۔

میں نے قریب پہنچ کر کہا' اے ابا سلیمان! (خالد کی کنیت) اس نے کہا ہاں میں نے پوچھا کدھر کا قصد ہے؟ اس نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا رہا ہوں۔ سب لوگوں نے اسلام قبول کر لیا ہے کوئی قابل ذکر آدمی باقی نہیں رہا۔ اگر ہم نے مزید تاخیر کی تو وہ اپنے طاقتور پنجوں سے ہماری گردنیں دبوچ لیں گے۔

میں نے کہا' میں بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بارگاہ بیکس پناہ میں جا رہا ہوں۔ وہاں حاضر ہو کر اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں۔ یہ سن کر حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ بھی خیمہ سے باہر نکل آئے اور ہمیں مرحبا کہا۔ پھر ہم تینوں مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

جب ہم تینوں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہونے کے لئے رواں دواں تھے۔ تو ''بیرِ ابی عنبہ'' کے پاس ہم نے ایک آدمی دیکھا جس نے بلند آواز سے کہا:

قد اعطت مكة المقادة بعد هذين

''ان دونوں کے چلے آنے کے بعد مکہ نے اپنی باگ ڈور ہمارے حوالے کر دی ہے۔''

اس کے بعد وہ شخص مسجد نبوی کی جانب مڑ گیا۔ میرا گمان ہے کہ اس نے ہمارے حاضر ہونے کی اطلاع وخوش خبری اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کر دی۔

مدینہ طیبہ پہنچ کر ہم نے اپنی اونٹنیاں ''حیرہ'' (پتھریلا میدان) میں جا کر بٹھائیں' صاف ستھرا لباس پہنا' اس وقت عصر کی اذان ہو رہی تھی' ہم چلے اور ہم بارگاہِ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچے۔ حضور پُر نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ مبارک فرط مسرت سے دمکنے لگا۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد جتنے مسلمان تھے وہ بھی از حد مسرور نظر آ رہے تھے۔

پہلے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور بیعت کا شرف حاصل کیا۔ پھر حضرت عثمان بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ بیعت کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ پھر میری باری آئی۔ میں حاضر ہوا' فرط حیا سے میری آنکھیں اوپر نہیں اٹھ رہی تھیں۔ میں نے اس شرط پر بیعت کی کہ اللہ تبارک تعالیٰ میرے سارے سابقہ گناہ معاف فرما دے۔

میری عرض سن کر حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

ان الاسلام یجب ما کان قبلہ والھجرۃ تجب ما کان قبلھا۔

''یعنی اسلام پہلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ اور ہجرت بھی پہلے گناہوں کو نیست و نابود کر دیتی ہے۔''

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے ہم دونوں نے اسلام قبول کیا اس کے بعد سے ہر کٹھن موقع پر حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم دونوں کو سب پر ترجیح دیتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی اپنے عہد خلافت میں ایسا ہی برتاؤ کیا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رویہ میرے ساتھ تو ویسا ہی تھا البتہ حضرت خالد پر وہ کچھ ناراض لگتے تھے۔

قارئین کرام! ہماری فلاح دارین کے پیش نظر میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ اس آخری جملے (خلیفۃ الرسول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا روّیہ میرے ساتھ تو ویسا ہی تھا البتہ حضرت خالد پر وہ کچھ ناراض لگتے تھے) کی وضاحت کر دوں۔

خلیفۃ الرسول حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایسے بے مثال سالار، جرنیل کو کیوں معزول کر دیا تھا؟ مؤرخین نے اس کی متعدد وجوہات بیان کی ہیں۔ لیکن شان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور مزاج و مقام فاروقی کو مدنظر رکھتے ہوئے قرین قیاس وجہ یہی ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا مسلسل کامیابیوں کی بنا پر عام لوگوں کے ذہن میں یہ خیال جڑ پکڑتا جا رہا تھا کہ یہ تمام فتوحات حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ہو رہی ہیں۔ جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفۃ الرسول کی رائے میں کامیابی کا سبب صرف اور صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی خاص کرم نوازی اور دین اسلام تھا نہ کہ کوئی ایک خاص شخص یا فرد۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ جو قومیں شخصیت پرستی کے مرض میں مبتلا ہو جاتی ہیں وہ جلد ہی ناکامیوں سے دوچار ہونے لگتی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خیال میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنے تمام اوصاف کے باوجود ایک فانی انسان تھے جب کہ اسلام ایک مستقل اور ابدی نظریہ ہے اس لیے وہ چاہتے تھے کہ لوگوں کی والہانہ محبتیں اور عقیدتیں نظریے کے ساتھ وابستہ ہوں، نہ کہ اشخاص کے ساتھ۔

زمانہ وقوع کی وضاحت

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

''ہماری مدینہ منورہ میں حاضری سن 8 ہجری کے ماہ صفر میں ہوئی۔''

(السیرۃ النبوۃ ابن کثیر جلد 3 صفحہ 453، دلائل النبوۃ جلد 4 صفحہ 349)

اس بارے میں کہ یہ قریشی حضرات رضی اللہ عنہم کب ایمان لائے ابہام، مغالطہ اس لیے پیدا ہو گیا ہے کہ سیرت نگاروں نے، مؤرخین نے، مصنفین نے نہ جانے یہ کیوں فرض کر لیا ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے جب اسلام کی بیعت کی تو اس کے فوراً بعد مدینہ منورہ پہنچ کر بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے ہوں

Marfat.com

گے۔ اسی مفروضے کی تحت یہ غلط فہمی پیدا ہو گئی کہ یہ تینوں برادران قرش سن 7 ہجری میں بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے ہوں گے اور اسلام لائے ہوں گے۔ ایسا سوچنے والوں نے اگر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے اس وقت کے حالات کو مدنظر رکھا ہوتا تو وہ یہ بات نہ کرتے اور یہ مغالطہ پیدا نہ ہوتا۔

اپنے نقطہ نگاہ کے حق میں، اس مغالطہ کی مثال میں رحیق المختوم از مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری کے صفحہ 474 سے نقل کر کے پیش کرتا ہوں۔

"اس معاہدہ صلح کے بعد سن 7 ہجری کے اوائل میں حضرت عمرو بن عاص، حضرت خالد بن ولید اور حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم مسلمان ہو گئے۔"

پھر اسی صفحہ پر حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

"اس بارے میں سخت اختلاف ہے کہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس سن ہجری میں اسلام لائے۔ اسماء الرجال کی عام کتابوں میں اسے 8 ہجری کا واقعہ بتایا گیا ہے لیکن نجاشی (شاہ حبشہ) کے پاس حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ معروف ہے جو سن 7 ہجری کا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت خالد اور حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ اس وقت مسلمان ہوئے تھے جب حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ حبشہ سے واپس آئے تھے کیونکہ انہوں نے حبشہ سے واپس آ کر مدینہ کا قصد کیا تو راستے میں ان دونوں سے ملاقات ہوئی۔ اور تینوں حضرات نے ایک ساتھ خدمت نبوی میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سب ہی حضرات سن 7 ہجری کے اوائل میں مسلمان ہوئے۔ واللہ اعلم۔"

لیجئے صاحب رحیق المختوم نے میری اس بات کی تصدیق کر دی ہے یعنی کہ انہوں نے بھی یہ بلاوجہ فرض کر لیا ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے جس دن بیعت اسلام کی تو اس کے فوراً بعد مدینہ منورہ پہنچ کر بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے ہوں گے۔

بات دراصل یہ ہوئی کہ کسی بھی وجہ سے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے بیان میں کمی رہ گئی ہے اور یہ نہ جانے کس سے کس مرحلہ پر غلطی سرزد ہوئی ہے کہ انہوں نے اس درمیانی مدت کا ذکر نہیں کیا جو ان کے بیعت اسلام کرنے اور مدینہ منورہ میں حاضر خدمت اقدس ہو کر مشرف بہ اسلام ہونے میں گزر گیا۔ اور یہ سفر کے علاوہ درمیانی مدت آٹھ نو ماہ کا عرصہ، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے شوقیہ مدینہ منورہ سے دور رہ کر نہیں گزارا بلکہ حالات ایسے تھے کہ مجبوری میں، (نہ چاہتے ہوئے بھی) وہ وقت ملک حبشہ میں ہی گزر گیا۔

آیئے اس نکتہ کو مزید خوبصورتی سے سمجھنے کے لئے ہم مختصراً دوبارہ دیکھتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مکہ کیوں اور کس طرح چھوڑا اور اپنے یار دوستوں، اہل خاندان واحباب سے چھڑوایا اور انہیں دربدر کرنے

Marfat.com

کے ساتھ ساتھ ملک بدر بھی کر دیا' یعنی کہ انہیں اپنا ہم خیال بنا کر اپنی سربراہی میں اپنے ساتھ انہیں ملک حبشہ لے گیا۔

''جب اسلام کے سیل رواں کے آگے بند باندھنا ممکن نہیں رہا تو عمرو بن عاص اس صورت حال سے خاصے افسردہ اور مایوس و غمگین تھے۔ ایک دن اس نے اپنے یار دوستوں' اہل خاندان و احباب کو جمع کیا اور ان سے کہا''۔

تم سب دیکھ ہی رہے ہو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سلسلہ روز بروز بڑھتا جا رہا ہے اور اس کو روکنے کی تمام کوششیں ناکام ہو چکی ہیں۔ اس لیے میرا خیال ہے کہ ہم لوگ ملک حبشہ چلے جائیں اور وہاں رہ کر حالات کا جائزہ لیتے رہیں۔ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کامیاب ہو گیا تو ہم وہیں بس جائیں گے۔ کیونکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا محکوم ہونے سے بہتر ہے کہ ہم شاہ حبشہ کی رعایا بن جائیں اور اگر ہماری قوم کو غلبہ حاصل ہو گیا تو پھر ہم مرضی کے مالک ہوں گے۔ جی چاہا تو وہاں رہیں گے ورنہ واپس چلے آئیں گے۔ اور پھر عمرو بن عاص انہیں ساتھ لے کر حبشہ چلے گئے۔

اللہ تبارک تعالیٰ کی کرنی' اس کی شان کہ جو عمرو بن عاص اسلام کے دشمن تھے جس نے مکہ اس لیے چھوڑا تھا کہ حضور پُرنور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی کی صورت میں ان کا محکوم نہ بننا پڑے اس نے مکہ سے سینکڑوں میل دور ملک حبشہ میں آ کر خود ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا طوق گلے میں ڈال لیا۔''

عمرو بن عاص ان کے قابل احترام سربراہ تھے سردار تھے اور ایک قابل اعتماد سفارت کار تھے۔ وہ اپنے اہل قبیلہ و دوست احباب کو اپنا ہم خیال بنا کر اپنی سربراہی میں انہیں ملک حبشہ لائے تھے۔ اب جب آپ نے جلد ہی حادثاتی طور پر دین اسلام اختیار کر لیا (اسلام قبول کرنے کا حادثاتی واقعہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے) تو آپ کی صورت حال ایسی ہو گئی کہ نہ تو آپ اپنے ساتھیوں پر اپنا مسلمان ہو جانا ظاہر کر سکتے تھے نہ انہیں چھوڑ کر جا سکتے تھے نہ انہیں فوری مکہ واپس لے جا سکتے تھے۔ اور نہ اس صورت حال میں آپ اپنے ساتھ لائے ہوئے یار دوستوں احباب و اہل خاندان کے ایک بھی سوال کا جواب دے سکتے تھے۔

انہوں نے اس صورتحال میں آپ سے یہی کہنا تھا کہ اگر آپ نے مسلمان ہو جانا تھا تو مکہ سے کیوں آئے؟ ہمیں کیوں ساتھ لائے؟ ہم تو آپ کے کہنے پر آپ کے ساتھ آئے تھے اب ہمیں دیار غیر میں چھوڑ کر کیسے جا سکتے ہو؟

آپ خود بھی خوددار' ذمہ دار اور لیڈر قسم کے باشعور انسان تھے اور معاشرے میں اپنا مقام رکھتے تھے۔ گو معاشرہ جاہلیت کا شکار تھا پھر بھی ان میں اپنوں کے لئے تو کچھ قدریں موجود تھیں کہ ان کی ہر حال میں مدد کی جاتی' انہیں دھوکا نہیں دیا جاتا اور انہیں جان بوجھ کر مصیبت میں نہیں ڈالا جاتا تھا۔ ایسی صورت حال میں انہیں چھوڑ جانا تو آپ کے لئے اور اسلام کے لئے ایک طعنہ بن جاتا تھا۔ یہ ایسا مسئلہ بھی نہ تھا کہ چند دنوں

Marfat.com

میں حل ہو جاتا۔ انہیں اپنی سربراہی میں اپنا ہم خیال بنا کر دیار غیر میں لے آنے کی ذمہ داری آپ ہی پر تھی اب انہیں بے یارو مددگار' بے خبری میں چھوڑ جانا اسلامی قدروں کے بھی خلاف تھا۔ ان حالات میں آپ ان کو کس منہ سے کہتے کہ میں تو مسلمان ہو گیا ہوں اور تمہیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ صحیح معنوں میں ان حالات میں آپ کی کیفیت یہ تھی کہ نہ جائے ماندن اور نہ پائے رفتن۔

اس لیے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے بیعت اسلام کر لینے اور پھر بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہونے کے درمیانی عرصہ کو (جو کہ آٹھ نو ماہ کا عرصہ بنتا ہے) اپنی اس ذمہ داری کو خوش اسلوبی اور شایان شان طریقے سے نبھانے میں صرف کیا اور پھر جیسے ہی اپنے ساتھ لائے ہوئے عزیز و اقارب کو' بچوں عورتوں کو مطمئن کر کے مکہ بھیج دیا (جس کا کہ زیادہ امکان ہے) یا انہیں ملک حبشہ میں آباد کر دیا جس کا کہ بہت کم امکان ہے) تو آپ اپنی اخلاقی ذمہ داری سے فارغ ہوتے ہی تنہا بارگاہ رسالت مآب میں حاضری کے لئے چل پڑے۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے کرم کیا اور مقام ''ھداہ'' پر آپ کو حضرت خالد بن ولید اور حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کا ساتھ مل گیا اور پھر تینوں ایک ساتھ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔

اس معاملہ کو آپ حضرت ابوالعاص (داماد رسول کریم) رضی اللہ عنہ کی مثال کی روشنی میں دیکھیں گے' سمجھیں گے تو امید ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے متعلق میری یہ وضاحت آپ کے دل و دماغ میں گھر کر جائے گی اور مغالطہ وابہام ختم ہو جائے گا۔

یہ واقعہ آپ پچھلی جلدوں میں پڑھ آئے ہیں اس لیے یہاں مختصراً متعلقہ اقتباس پیش کیا جا رہا ہے۔ ابن ہشام ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ جب مشرکین کے اموال کے ساتھ یہاں (مدینہ منورہ) پہنچا تو اسے کسی نے مشورہ دیا کہ اپنے اسلام کا اعلان کرو' مشرکین کے سارے اموال تجھے مل جائیں گے۔ حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے مشورہ دینے والے کو بڑا پیارا اور ایمان افروز جواب دے کر خاموش کر دیا۔ آپ نے کہا

''اگر میں امانت میں خیانت کا ارتکاب کر کے اپنے اسلام کا آغاز کروں تو یہ آغاز بہت برا ہو گا''

(السیرۃ النبوہ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 303)

حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ ان تمام اموال کو لے کر مکہ واپس آیا اور ہر چیز گن گن کر ان کے مالکوں کے حوالے کر دی۔ اس تجارتی قافلہ میں جتنا سرمایہ کسی نے لگایا تھا اصل زر بمع نفع ان حصہ داروں کو پہنچا دیا' ان کے بعد اس نے اعلان کیا۔

''اے گروہ قریش! کیا کسی کا کوئی مال میری طرف رہ گیا ہے جو اس نے نہ لیا ہو''

سب نے کہا نہیں! خدا تجھے جزائے خیر دے۔ بیشک ہم نے تجھے حقوق کو بحسن و خوبی ادا کرنے والا اور

Marfat.com

کریم النفس پایا ہے۔ جب سب قریش نے اس کی دیانت اور امانت داری پر مہر تصدیق ثبت کردی تو پھر مجمع میں حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر یہ اعلان کر دیا۔

''لوسنو! اب میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)''۔

میں نے اب تک اپنے ایمان کا اعلان اس لیے نہیں کیا تھا کہ تم یہ گمان نہ کرو کہ میں نے تمہارا مال ہڑپ کرنے کے لئے یہ سوانگ رچایا ہے۔ اب جب اللہ تبارک تعالیٰ نے مجھے اس ذمہ داری کو ادا کرنے سے سرخرو کیا ہے۔ اب میں اعلان کرتا ہوں کہ میں نے اسلام قبول کرلیا ہے۔

قارئین کرام! حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا معاملہ بھی کچھ اسی طرح کا تھا جب انہوں نے اسے اس طرح سلجھا لیا کہ آپ کا ضمیر مطمئن ہو گیا تو آپ اب پوری دلجمی کے ساتھ مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہو گئے۔

میرے مؤقف کے حق میں ایک یہ نقطہ بھی جاتا ہے کہ حبشہ میں اسلام کی بیعت کر لینے کے بعد حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مصلحتاً حضرت جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے فوری رابطہ نہ کیا جو کہ فطری طور پر ہونا چاہیے تھا۔

اور یہ نقطہ بھی میری اس وضاحت و موقف کے حق میں جاتا ہے کہ اگر یہ مذکورہ قریشی برادران سن 7 ہجری کے اوائل میں یا عمرہ قضا سے چند دن پہلے بھی بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے ہوتے تو اس دوران یقیناً انہیں سرایا یا عمرہ قضا میں کوئی نہ کوئی ذمہ داری ملی ہوتی۔ تحریک اسلام اس دوران جن مراحل سے گزر رہی تھی اس کے پیش نظر یہ ناممکن لگتا ہے کہ حضرت خالد بن ولید اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مجاہدین اسلام مدینہ میں موجود ہوں اور انہیں سرایا' عمرہ قضا کے لئے کوئی ذمہ داری نہ ملے۔ میرے اندازے کے مطابق اگر خالد بن ولید یا حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ میں سے کوئی بھی عمرہ قضا کے لئے روانگی سے پہلے مدینہ منورہ میں ہوتا تو اسے گھڑ سوار دستے کی ذمہ داری' مقدس کارواں عمرہ کے آگے آگے چلنے کی ذمہ داری یا اسلحہ ہتھیاروں کو لے جانے اور حفاظت سے رکھنے کی ذمہ داری ضرور ملتی۔

لیکن کتب سیرت' کتب تاریخ یا تاریخ اسلام میں سن 8 ہجری سے پہلے اس ضمن میں کوئی اشارہ نہیں ملتا۔ عمرہ قضاء میں جو ذمہ داری حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو ملی تھیں اگر حضرت خالد بن ولید یا حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اس وقت موجود ہوتے تو یہ ذمہ داری یقینی طور پر انہیں سونپی جاتی آخر پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تو ایسی ذمہ داریاں بار بار نبھائی ہوئی تھیں۔ اگر یہ موجود ہوتے تو' اب انہیں اپنی صلاحتیں دکھانے کا موقع ملنا تھا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

Marfat.com

''ہماری مدینہ منورہ میں حاضری ماہ صفر سن 8 ہجری میں ہوئی۔ پس اللہ کی قسم جس روز میں ایمان لایا اس وقت سے رسول اللہ ﷺ کسی مشکل مرحل میں کسی اور صحابی کو میرے ہم پایہ نہیں سمجھتے تھے۔''

مندرجہ بالا کی بنا پر میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے بیعت اسلام (حبشہ میں) تو اوائل (ماہ صفر یا ربیع الاوّل) سن 7 ہجری میں کر لی تھی لیکن وہ اپنے مخصوص حالات کے سبب بارگاہ رسالت مآب میں ماہ صفر سن 8 ہجری میں حاضر ہو سکے اور پیغمبر اوّل و آخر و اعظم تاجدارِ جائنات' سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی سعادت حاصل کر لی۔

سریہ ذات عرق

اس سریہ کو ''سریہ سیئی'' اور ''سریہ شجاع بن وہب'' بھی کہا جاتا ہے۔ ذات عرق اس علاقے کا نام ہے جس میں قبیلہ ہوازن کے لوگ (بدوؤں) رہتے تھے اور سیئی اس مقام کا نام ہے جہاں اس قبیلہ کے افراد جمع ہو رہے تھے۔

اس سریہ کا زمانہ وقوع ماہ ربیع الاول سن 8 ہجری کا ہے۔

پیغمبر اول و آخر و اعظم' حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کو اطلاع ملی کہ مکہ مکرمہ اور بصرہ کے راستے میں مدینہ منورہ سے پانچ منزل (اندازاً 200 کلومیٹر دور) کے فاصلے پر نجد کے ایک علاقہ ذات عرق سے وجرہ کی جانب ایک مقام سیئی پر قبیلہ ہوازن کے چند افراد جمع ہو رہے ہیں۔ اس لئے اس سریہ کو سریہ سیئی بھی کہتے ہیں۔

حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے دشمنان اسلام کے اس اجتماع کو منتشر کرنے کے لئے ربیع الاول سن 8 ہجری میں حضرت شجاع بن وہب الاسدی رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں 24 افراد پر مشتمل دستہ روانہ کیا۔ دشمن پر اچانک حملہ کرنے کا حکم ملا اس لیے حضرت شجاع رضی اللہ عنہ راتوں کو سفر کرتے ہوئے اور دن میں چھپتے ہوئے چلے یہاں تک کہ ایک دن دشمن کے سر پر اچانک پہنچ گئے۔ دشمن افراتفری میں بھاگ گیا اور قبیلہ ہوازن مقابلے پر نہ آیا بلکہ قبیلے والے مسلمانوں کی آمد کی خبر پا کر تتر بتر ہو گئے۔

مسلمان دشمن کے مویشی ہانک کر مدینہ منورہ لے آئے۔ ایک روایت کے مطابق ہر مجاہد کے حصہ میں مال غنیمت میں پندرہ پندرہ اونٹ آئے اور ایک اونٹ کو دس بکریوں کے مطابق شمار کیا گیا۔

(المواہب اللدنیہ جلد 1 صفحہ 144 ' طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 127 ' تلقیح صفحہ 33)

سریہ ذات اطلح

کیونکہ یہ سریہ حضرت کعب بن عمیر غفاری رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں بھیجا گیا تھا اس لیے اس سریہ کا دوسرا نام ''سریہ کعب بن عمیر'' بھی لکھا جاسکتا ہے۔

Marfat.com

اس سریہ کا زمانہ وقوع ماہ ربیع الاول سن 8 ہجری کا ہے۔

حق کی دعوت بھی سرایا کے مقاصد جلیلہ میں شامل تھیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دشمنان اسلام کے خلاف تلواریں بھی بے نیام رکھتے اور تبلیغ دین کا فریضہ بھی سرانجام دیتے۔ ذات القریٰ کے عقب میں ذات اطلح کی جانب تبلیغ اسلام کے لئے حضرت کعب بن عمیر غفاری رضی اللہ عنہ کو پندرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے ساتھ بھیجا گیا۔ وہاں بنی قضاعہ کے لوگ آباد تھے یا وہ علاقہ بنو قضاعہ کے بدوؤں کا تھا۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ پیغمبر اول و آخر واعظم، حضورِ انور، نبی کریم، رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی اطلاع ملی تھی کہ بنو قضاعہ نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے بڑی جمعیت فراہم کر رکھی ہے۔ واللہ اعلم۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وہاں پہنچ کر انہیں اسلام کی دعوت دی۔ لیکن کفار نے دعوت دین حق قبول کرنے کے بجائے اس جماعت پر حملہ کر کے سب کو شہید کر دیا۔ صرف ایک مجاہد زندہ بچا جو شدید زخمی ہوا اور جوں توں کر کے حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں پہنچا اور سارا واقعہ کہہ سنایا۔ ایک روایت کے مطابق زندہ بچ جانے والے حضرت کعب رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ اس سانحہ کی تفصیلات سے آگاہی کے بعد حضورِ انورِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قضاعہ قبیلے والوں کے خلاف تادیبی کارروائی کا ارادہ فرمایا لیکن یہ معلوم ہونے کے بعد کہ یہ لوگ ذات اطلح کے بجائے کہیں دوسری جگہ منتقل ہو گئے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ ترک فرما دیا۔

(المواہب اللدینہ جلد 1 صفحہ 144، طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 127)

سریہ ذات السلاسل

اس سریہ کا دوسرا نام "سریہ عمرو بن عاص" ہے۔ کیونکہ یہ سریہ پیغمبر اول و آخر واعظم، حضور پُرنور، نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں روانہ فرمایا تھا۔

مؤرخین نے اس سریہ کو سریہ ذات السلاسل کا نام دیئے جانے کی کئی وجوہات بیان کی ہیں۔ ابن اسحاق (ابن ہشام) کا کہنا ہے کہ ذات السلاسل وادی القریٰ سے کافی آگے ایک خطہ زمین کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے اندازاً ساڑھے چار سو (450) کلومیٹر دور بجانب شمال مغرب ہے۔ ابن اسحاق کا مزید کہنا ہے کہ مسلمان دوران سریہ قبیلہ جذام کی سرزمین میں واقع سلسل نامی ایک چشمے پر اترے تھے اسی لیے اس مہم کا نام ذات السلاسل پڑ گیا۔

ایک اور مؤرخ کا کہنا ہے کہ یہ ایک ایسا علاقہ تھا جس میں ریتلے ٹیلوں کے کئی سلسلے پھیلے ہوئے تھے۔ اسی مناسبت سے اس کو ذات السلاسل کہا جاتا تھا یعنی ریگستانی سلسلوں والی سرزمین۔

اس سریہ کو سریہ ذات السلاسل اس لیے بھی کہا جاتا ہے کہ مشرکین نے مسلمانوں سے لڑنے کے لئے اپنے آپ کو ایک دوسرے کے ساتھ زنجیروں سے جکڑ رکھا تھا تاکہ کوئی شخص میدان جنگ سے بھاگنے کے

Marfat.com

بارے میں سوچ بھی نہ سکے۔ لیکن جب اللہ کے شیروں کا لشکر ان کے علاقہ میں پہنچا تو ان کی آمد کا سنتے ہی مشرکین پر ایسا رعب طاری ہوا کہ انہوں نے خود زنجیروں کو توڑا یا کھولا اور سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

یہ سریہ ماہ جمادی الآخر سن 8 ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔

مدینہ طیبہ سے دس رات کے فاصلہ پر وادی ذات القریٰ کی دوسری طرف ''بلی'' اور ''عذرہ'' قبیلوں کا علاقہ تھا۔ بلیٰ بہت بڑا قبیلہ تھا ان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ بلی بن عمرو بن الحاف بن قضاعہ اور عذرہ کا سلسلہ نسب یوں بیان کیا گیا ہے۔ عذرہ بن سعد بن قضاعہ۔ اس سے پتا چل گیا کہ یہ دونوں قبیلے قبلہ قضاعہ کی شاخیں ہیں۔

جب پیغمبر اول و آخر و اعظم، حضور پُر نور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ کو معرکہ موتہ کے سلسلے میں ملک شام کے زیر اثر اور عملداری کے اندر رہنے والے عرب قبائل کے موقف کا علم ہوا کہ وہ مسلمانوں سے لڑنے کے لیے رومیوں کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے تھے تو آپ ﷺ نے ایک ایسی حکمت بالغہ کی ضرورت محسوس کی جس کے ذریعے ایک طرف تو ان عرب قبائل اور رومیوں کے درمیان تفرقہ پڑ جائے اور دوسری طرف خود مسلمانوں سے ان کی دوستی ہو جائے تاکہ اس علاقے میں دوبارہ مسلمانوں کے خلاف اتنی بڑی جمعیت فراہم نہ ہو سکے۔

اس مقصد کے لئے آپ حضور پُر نور ﷺ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو منتخب فرمایا کیونکہ ان کی دادی قبیلہ بلی سے تعلق رکھتی تھیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے جنگ موتہ کے بعد ہی یعنی جمادی الآخر سن 8 ہجری میں ان کی گوشمالی کے لئے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو ان کی جانب روانہ فرمایا۔ کہا جاتا ہے کہ جا[illegible]دوں نے یہ اطلاع بھی دی تھی کہ بنو قضاعہ نے اطراف مدینہ پر حملہ بولنے کے ارادہ سے ایک نفری فراہم کر رکھی ہے لہٰذا آپ ﷺ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو ان کی جانب روانہ کیا۔ ممکن ہے دونوں سبب اکٹھا ہو گئے ہوں۔

بہر حال حضورِ انور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے لئے سفید جھنڈا باندھا اور اس کے ساتھ کالی جھنڈیاں بھی دیں۔ اور ان کی کمان میں بڑے بڑے مہاجرین و انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مشتمل تین سو افراد کی نفری دے کر انہیں رخصت فرمایا۔ ان کے ساتھ تیس گھوڑے بھی تھے۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ بلی اور عذرہ اور بلقین کے جن لوگوں کے پاس سے گزریں ان سے مدد کے خواہاں ہوں۔ وہ رات کو سفر کرتے اور دن کو چھپے رہتے تھے۔ جب دشمن کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ ان کی جمعیت بہت بڑی ہے۔ اس لیے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے حضرت رافع بن مکیث جہنی رضی اللہ عنہ کو کمک طلب کرنے کے لئے حضورِ انور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا۔

پیغمبر اول و آخر و اعظم، حضور پُر نور، نبی کریم، رؤف و رحیم سرکار دو عالم ﷺ نے دو سو مجاہدین کا ایک اور

Marfat.com

دستہ ان کی مدد کے لئے روانہ کیا اور اس جتھہ کی قیادت حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو تفویض فرمائی۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ان دس خوش بخت صحابہ کرام سے ہیں جن کو رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا میں ہی جنتی ہونے کا مژدہ سنایا تھا۔ اس دستہ میں حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر فرزندان اسلام شامل تھے۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو رخصت کرتے ہوئے آخری نصیحت یہ فرمائی:

ان تكونا جميعا ولا تختلفا

''تم دونوں متحد رہنا اور آپس میں اختلاف نہ کرنا۔''

جب یہ دستہ وہاں پہنچا تو نماز کا وقت ہوگیا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ امامت کرانے کے لئے آگے بڑھے تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے آپ کو روک دیا اور کہا لشکر کا امیر میں ہوں' آپ کو میری مدد کے لئے بھیجا گیا ہے' آپ کو میری اطاعت کرنا ہوگی۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ آپ اپنے لشکر کے امیر ہیں' میں اپنے لشکر کا امیر ہوں۔ لیکن حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے جب امامت کرانے پر صرار کیا تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اے عمرو! مجھے میرے آقا نے اختلاف کرنے سے منع کیا تھا۔ اگر تو میری نافرمانی کرتا ہے تو میں تیری اطاعت کے لئے تیار ہوں تاکہ میں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کرسکوں۔''

چنانچہ اس کے بعد حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ہی امامت کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ جب یہ لشکر بلی اور عذرہ قبیلہ کے مساکن تک پہنچا تو مجاہدین اسلام نے حملہ کردیا۔ وہ لوگ صرف ایک گھنٹہ تک جنگ جاری رکھ سکے پھر ان کے قدم اکھڑ گئے اور انہوں نے راہ فرار اختیار کرلی اور سارے علاقہ میں تتر بتر ہوگئے۔ مسلمانوں نے تین روز تک وہاں قیام کیا۔

علامہ بلاذری رحمۃ اللہ علیہ ''انساب الاشراف'' میں تحریر کرتے ہیں:

وقتل منهم مقتلة عظيمة وغنم

''عمرو بن العاص نے ان پر حملہ کرکے ان کے بہت سے جوانوں کو قتل کیا اور انہیں بہت مال غنیمت ملا۔'' (انساب الاشراف جلد 1 صفحہ 381)

جاڑے کا موسم تھا اور کڑاکے کی سردی پڑ رہی تھی۔ مجاہدین نے سردی سے بچاؤ کے لئے آگ جلا کر اسے تاپنا چاہا لیکن حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو آگ جلانے سے روک دیا۔ مجاہدین نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے رابطہ قائم کیا۔ انہیں عرض کی کہ اس بلا کی سردی میں کھلے آسمان کے نیچے آگ جلا کر

Marfat.com

تاپنے کی اجازت نہ ملی تو وہ ٹھٹھر کر دم توڑ دیں گے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے امیر لشکر سے سفارش کی کہ مجاہدین کو آگ جلانے کی اجازت دیں۔ لیکن انہوں نے سختی سے انکار کر دیا اور یہ کہا کہ جس نے آگ جلائی میں اس کو اسی آگ میں جھونک دوں گا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ' حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے اس رویہ سے بہت برہم ہوئے اور چاہا کہ امیر لشکر سے بات کریں لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کو ایسا کرنے سے منع کر دیا اور فرمایا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صرف اس لیے ہمارا امیر بنایا ہے کہ وہ جنگی امور کو خوب جانتے ہیں۔

حضرت عمر خاموش ہو گئے۔'' (السیرۃ النبویۃ احمد بن زینی دحلان جلد 2 صفحہ 245)

آخر دشمن سے جنگ ہوئی۔ دشمن کو شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگنے کے علاوہ اپنے بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ جب دشمن بھاگ نکلا تو مجاہدین نے اس کا تعاقب کرنا چاہا تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے انہیں تعاقب کرنے سے روک دیا اور جنگ بند کر دینے کا حکم دے دیا مجاہدین کو حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کی یہ پابندی بھی پسند نہ آئی۔

رات کے وقت حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو غسل کی ضرورت پڑ گئی۔ شدید سردی کی وجہ سے ٹھنڈے پانی سے غسل کرنا ممکن نہیں تھا اور پانی گرم کرنے کے لئے آگ جلانا ضروری تھا جب کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ آگ جلانے کے قطعاً روادار نہ تھے چنانچہ آپ نے تیمم کر کے صبح کی نماز پڑھا دی۔

جب مشرکین جان بچانے کے لئے ادھر ادھر بھاگ گئے اور ان سے میدان معرکہ اور نزدیک کا علاقہ سارا خالی ہو گیا تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے جنگ بند کر دینے کا حکم دے دیا۔ اس کے بعد حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کو فتح کی خوشخبری دینے اور مسلمانوں کو بہ سلامت واپسی کی اطلاع دینے اور لڑائی کی تفصیل سنانے کے لئے مدینہ منورہ بارگاہ رسالت مآب میں بھیج دیا۔

عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خیال میں سخت سردی میں آگ جلانے سے منع کرنا ''غسل کرنے کے بجائے تیمم کر کے نماز پڑھا دینا اور شکست خوردہ دشمن کا تعاقب کرنے کی اجازت نہ دینا حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی ناپسندیدہ حرکتیں تھیں اور ان کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بارگاہ رسالت مآب میں شکایت کرنے کیلئے بے تاب تھے۔

چنانچہ جب یہ لشکر بخیریت مدینہ واپس پہنچا تو مجاہدین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں اپنے امیر کے خلاف شکایتیں کیں کہ انہوں نے ہمیں آگ جلانے کی اجازت نہیں دی ہم سردی کے باعث ٹھٹھرتے رہے۔ نیز ہم نے دشمن کو شکست فاش دی اور وہ میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا ہم نے اس کا تعاقب کرنا چاہا لیکن امیر لشکر نے اس کی بھی ہمیں اجازت نہ دی۔ اور غسل کرنے کے بجائے تیمم کر کے ایک

Marfat.com

صبح کی نماز پڑھادی۔

پیغمبر اول وآخر واعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف ورحیم، تاجدارِ کائنات، سرکارِ دو عالم ﷺ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے ان تینوں واقعات کے بارے میں باقاعدہ جواب طلبی کی۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

یارسول اللہ ﷺ! آگ جلانے سے منع کرنے کی وجہ یہ تھی کہ دشمن کے مقابلے میں ہماری تعداد بہت تھوڑی تھی۔ اگر آگ جلائی جاتی تو دشمن نہ صرف ہماری پوزیشنوں سے آگاہ ہوجاتے بلکہ آگ کی روشنی میں ہماری تعداد سے بھی مطلع ہوجاتے۔

غسل کے بجائے تیمّم پر اکتفا کرنے کا سبب یہ تھا کہ پانی انتہائی ٹھنڈا تھا اور اسے گرم کرنے کے لئے آگ نہیں جلائی جاسکتی تھی۔ بالکل یخ پانی سے اتنی سردی میں غسل کرنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف تھا اور اللہ تبارک تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے۔

لاتلقو بایدیکم الی التھلکۃ.

ترجمہ: ''اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔''

اور دشمن کا تعاقب کرنے کی اجازت اس لیے نہیں دی کہ ہم اس علاقے کے حالات سے پوری طرح آگاہ نہیں تھے۔ ہوسکتا تھا کہ دشمن ہمیں اپنے تعاقب میں لگا کر اپنے حامی قبائل کی طرف جانکلتے اور ہم غیر متوقع طور پر کسی ناگفتہ بہ صورت حال سے دوچار ہوجاتے۔

بلاشبہ یہ تینوں وجوہات حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی جنگی بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ پیغمبر اوّل و آخر واعظم حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے بھی ان دلائل و جوہات کو درست تسلیم کرلیا اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی بہت تعریف فرمائی اور اس کے طرز عمل کو بہت سراہا۔ غسل نہ کرنے کی دلچسپ وجہ سن کر آپ ﷺ ہنسے بھی تھے۔ تاہم آپ ﷺ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے فعل کو صحیح قرار دیا اور کسی کو نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیا۔

(السیرۃ النبوہ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 623 تا 626 - زادالمعاد جلد 2 صفحہ 157 - طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 131 - البدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 272)

امام مسلم اور امام بخاری دونوں نے یہ روایت اپنی صحیحین میں نقل کی ہے جو آپ کے مطالعہ کے لیے پیش خدمت ہے۔ اور اس حدیث کو یہاں بیان کرنے سے میرا مقصد ایک اہم نکتہ کی وضاحت ہے جسے اس حدیث پاک نے بالکل روزِ روشن کی طرح واضح کردیا ہے۔ اس حدیث کے راوی خود حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہوں نے کہا:

''جب ہم اس سریہ سے واپس آئے تو میرے دل میں یہ خیال آیا کہ حضورِ انور نبی کریم رؤف و

Marfat.com

رحیم سرکار دو عالم ﷺ نے مجھے اس لشکر کا قائد بنایا جس میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما جیسی ہستیاں تھیں۔ یقیناً حضور پُرنور ﷺ کے نزدیک میرا مرتبہ بہت بلند ہے۔ تب ہی تو مجھے یہ شرف عطا فرمایا۔ چنانچہ میں آیا' حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں آ کر بیٹھ گیا''۔

میں نے اپنے اس خیال کی تصدیق حضورِ انور ﷺ سے کرنا چاہی۔ میں نے عرض کی' یارسول اللہ: (ای الناس احب الیك یارسول الله) ﷺ سب لوگوں میں سے آپ کو محبوب کون ہے؟ (قال عائشة فرمایا۔ ''عائشہ'' میں نے عرض کی کہ میں ازواجِ مطہرات کے متعلق استفسار نہیں کر رہا بلکہ دوسرے مسلمانوں کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔

فرمایا' ان میں سب سے زیادہ محبوب عائشہ کے باپ (حضرت ابوبکر صدیق اکبر) ہیں۔ میں نے عرض کی' ان کے بعد۔ فرمایا: عمر۔ میں یہ سوال بار بار دہراتا رہا۔ حضور پُرنور ﷺ دوسرے نیازمندوں کے نام لیتے رہے لیکن میرے نام کی باری نہ آئی۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں طے کر لیا کہ آئندہ اس موضوع کو ہرگز نہیں چھیڑوں گا۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 275)

اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی طے ہو گیا کہ افضل کی موجودگی میں مفضول کو قائد بنایا جا سکتا ہے کیونکہ عین ممکن ہے کہ مفضول میں اس خاص مہم کو انجام دینے کے لئے افضل سے زیادہ صلاحیت ہو۔

Marfat.com

غزوۂ مُوتَہ

علماء سیرت اس جنگ کو جس میں پیغمبر اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے بنفس نفیس شرکت فرمائی ہو ''غزوہ'' کہتے ہیں اور جس جنگ یا مہم میں خود شرکت نہ فرمائی ہو بلکہ اپنے صحابی کو اس لشکر، دستہ، مہم کا کمانڈر یا سربراہ مقرر کر کے بھیجا ہو، اسے ''سریہ'' کہتے ہیں۔

اس تعریف کے مطابق جنگ موتہ غزوہ نہیں ہوگی بلکہ سریہ شمار ہوگی لیکن نہ جانے کیوں اکثر سیرت نگار، مؤرخین اور تاریخ دان اس کو غزوہ لکھتے ہیں حالانکہ اس میں حضور انور نبی کریم رؤف رحیم ﷺ شریک نہیں تھے۔ صاحب المواہب اللدنیہ نے اسے سریہ موتہ لکھا ہے اور اصطلاحی اعتبار سے درست بھی یہی ہے تاہم یہ معرکہ یہ جنگ ''غزوۂ موتہ'' کے نام سے ہی مشہور ہے۔

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے اسے غزوہ ہی لکھا ہے اور اسے غزوہ لکھنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس میں شرکت کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد بہت زیادہ تھی اور اس جنگ کے نتائج بہت دور رس تھے اس لیے اس مہم کو آپ نے غزوہ کہا ہے۔

اور میں، (اس کتاب کے مصنف) نے بھی ان کی تقلید میں ان کی بیان کردہ وجوہات کو صحیح مانتے ہوئے اس مہم یا جنگ کو غزوہ ہی لکھا ہے بلکہ اس مہم کو غزوہ لکھنے یا کہنے کی میرے نزدیک اور بھی وجوہات ہیں۔

1- اس مہم پر جانے والے لشکر کو آپ ﷺ نے مدینہ منورہ سے باہر جا کر الوداع فرمایا۔
2- واپسی پر مدینہ منورہ سے باہر پہنچ کر آپ ﷺ نے انہیں خوش آمدید فرمایا۔
3- مسجد نبوی میں پورے مجمع کے سامنے آنکھوں دیکھا حال بیان فرمایا۔
4- جب حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ کامیابی کے ساتھ لشکر اسلام کے واپس آنے، فتح کی خوشخبری دینے، اور جنگ موتہ کے واقعات و حالات بتانے کے لئے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو پیغمبر اول و آخر و اعظم حضور پُرنور عالم خفا و غیوب مخبر صادق ﷺ نے اس سے سننے کے بجائے حاضرین کو صحیح صحیح واقعات و حالات بیان فرما دیئے۔ اور حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر کہ آپ ﷺ نے تو بالکل مجھ

Marfat.com

سے بہتر آنکھوں دیکھا حال بیان کر دیا ہے تصدیق کی۔ حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ تھے:

"اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ ﷺ کو دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے آپ ﷺ نے ان کے حالات میں ایک حرف بھی رہنے نہیں دیا اور سب واقعات اسی طرح وقوع پذیر ہوئے ہیں جس طرح آپ ﷺ نے ذکر فرمایا ہے"۔

اس لئے اس جنگ کو میں احتراماً غزوہ لکھنا پسند کرتا ہوں اور میں نے اسے اسی لیے غزوہ لکھا ہے۔

غزوہ موتہ کا زمانہ وقوع ماہ جمادی الاول سن 8 ہجری ہے۔

تاریخی پس منظر

کفر وطاغوت کے علمبرداروں نے اسلام کے سیل رواں کی پیش قدمی کو روکنے کے لئے جتنے پختہ بند باندھے تھے' ایمان کی تند وتیز موجیں انہیں تنکوں کی طرح بہا کر لے گئیں۔ شرک والحاد کے متوالوں نے جو ناقابل تسخیر مراکز بنائے ہوئے تھے' مصطفوی درویشوں نے اپنے پاؤں کی ٹھوکروں سے انہیں ریزہ ریزہ کر دیا تھا۔ عرب کے افق پر رشد وہدایت کا جو آفتاب دنیائے ظلمت کو منور کرنے کے لئے طلوع ہوا تھا' اس کی شوخ کرنوں نے ظلمتوں اور تاریکیوں کو نیست ونابود کر دیا تھا۔

وہ فضائیں جہاں کچھ عرصہ پہلے اعل ھبل (ہبل زندہ باد) کے نعرے گونجا کرتے تھے' اب وہاں ہر سو اللہ اکبر کے فلک شگاف نعرے زینت سماعت بننے لگے تھے۔ توحید کی سہانی چمک نے جزیرۂ عرب کے گوشہ گوشہ کو اپنے نور میں لے لیا تھا۔ پیغمبر اوّل وآخر واعظم' حضور پُرنور' ہادیٔ برحق ﷺ کے خون کے پیاسے اور ان کی گزرگاہوں میں کانٹے بچھانے والے ان کے قدموں میں دیدہ ودل بچھانے لگے تھے۔ بے جان بتوں کے پجاریوں نے اپنے ہاتھوں سے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔ اب ان کے سر صرف خالق کائنات کے حضور میں ہی جھک سکتے تھے۔

غزوۂ خندق کے موقع پر تمام مشرک قبائل کے منتخب اور نمائندہ لشکر جرار نے مرکز اسلام مدینہ منورہ پر چڑھائی کی لیکن اسلام کے مٹھی بھر مجاہدین نے ان کو ایسی شکست دی کہ ان کی کمر وہمت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ٹوٹ گئی۔ پھر انہیں کبھی جرأت نہ ہوئی کہ وہ حملہ آور بن کر مدینہ طیبہ پر چڑھائی کریں۔

ہجرت کے بعد یہود اور منافقین نے اپنے دجل وفریب کے جال بچھا کر غریب الدیار اور مفلوک الحال مسلمانوں کو اپنا صید زبوں بنانے کے لئے لاکھوں جتن کیے۔ ان کی بعض فریب کاریاں اور عیاریاں اتنی خطرناک تھیں کہ پہاڑ بھی ان سے لرز لرز گئے۔ لیکن حضور پُرنور سرورِ دو عالم ﷺ کی پیغمبرانہ قیادت نے دو تین سال کی قلیل مدت میں ان کی رعونت ونخوت کا جنازہ نکال دیا اور سن 7 ہجری میں خیبر کے ناقابل تسخیر

Marfat.com

قلعوں اور گردونواح میں یہودی آبادیوں پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔ جہاں تک جزیرۂ عرب کا تعلق تھا' اسلام دشمن ساری قوتیں دم توڑ چکی تھیں۔

جزیرۂ عرب کے مشرق و مغرب میں دو عالمی قوتیں (سپر پاور) تھیں جنھوں نے تقریباً ساری دنیا کو اپنے چنگل میں دبوچ رکھا تھا۔ اسلام کی صدائے لا الٰہ الا اللہ ان کے سامنے بلند ہوئی اور شجر اسلام آہستہ آہستہ تناور پیڑ بن گیا لیکن انہوں نے اس تحریک اسلامی کو کبھی توجہ نہ دی' قابل ذکر وفکر نہ سمجھا۔ آخر کار اسلام کی ان پے در پے فتوحات نے انہیں چوکنا کر دیا اور وہ اس میں دلچسپی لینے لگے اب دین اسلام ان کے دروازوں تک پہنچ چکا تھا۔ انہوں نے سوچا کہ اس ابھرتی ہوئی قوت سے بروقت نہ نپٹا گیا تو عین ممکن ہے کہ کل یہی قوت ہمارے لیے سوہان روح بن جائے۔ اس لیے قیصر روم نے بھی اسلام سے نمٹنے کے لئے فوج تیار کرنا شروع کر دی اور وہ مناسب موقع کا انتظار کرنے لگا۔

جنگ کے اسباب

اب دعوت اسلام کا روح پرور پیغام جزیرۂ عرب کی سرحدوں سے باہر سلیم الفطرت افراد کو متاثر کرنے لگا تھا۔ شام کے علاقہ میں بھی اس دین حق پر ایمان لانے والوں کی تعداد میں آئے دن اضافہ ہو رہا تھا۔ یہ بات وہاں کے عیسائی باشندوں اور عیسائی حکمرانوں پر بڑی گراں گزر رہی تھی۔ قیصر روم کے مقرر کردہ گورنر حارث بن ابی شمر غسانی نے حکم جاری کر رکھا تھا کہ جو شامی عرب اسلام قبول کرے' اسے قتل کر دیا جائے۔ اس غیر انسانی حرکت ظلم و بربریت کو پیغمبر اوّل و آخر واعظم' ہادیٔ دو جہاں' حضورِ انور' رحمت دو عالم ﷺ کیسے برداشت کر سکتے تھے۔ (خاتم النبیین جلد 2 صفحہ 957)

اسی اثناء میں ایک اور المناک واقعہ پیش آیا جس نے حالات کی سنگینی میں ہوشربا اضافہ کر دیا۔ ہادی برحق رسول ﷺ نے بصریٰ کے حاکم جسے ہرقل نے وہاں گورنر مقرر کیا ہوا تھا اور جس کا نام حارث بن ابی شمر الغسانی تھا' کو اپنا گرامی نامہ تحریر فرمایا جس میں اس کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ اس دعوت نامہ کو لے جانے کے لئے حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کو منتخب فرمایا۔ یہ جب موتہ کے مقام پر پہنچے تو قیصر کے ایک رئیس شرجیل بن عمرو غسانی نے آپ سے پوچھا کہ تم کون ہو اور کدھر جا رہے ہو؟ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی لے کر کہا' کیا تم ان کے قاصد ہو؟ حارث نے کہا: ہاں' میں ان کا قاصد ہوں۔ یہ سنتے ہی اس نے انہیں رسیوں سے جکڑ دیا اور پھر ان کا سر قلم کر دیا۔ پیغمبر اول و آخر واعظم حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے جتنے قاصد روانہ کیے تھے ان میں سے کسی کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا گیا سوائے ان کے۔

جب یہ المناک خبر حضورِ انور سرکار دو عالم ﷺ نے سنی تو حضور ﷺ کو بہت دکھ ہوا۔ شرجیل بن عمرو غسانی نے نہایت انسانیت سوز حرکت کی تھی۔ کسی قاصد کو قتل کرنا کسی ملک میں بھی جائز نہ تھا۔ اس نے بغیر کسی

Marfat.com

اشتعال کے ایک سفیر کو قتل کیا تھا۔ یہ ایک ناقابل معافی جرم تھا۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ کے لئے اس کو نظر انداز کرنا ممکن نہ تھا۔ رہبر کائنات سرکارِ دو عالم ﷺ جب عمرہ کے بعد مدینہ منورہ پہنچے تو اپنے شہید صحابی کا انتقام لینے کے لئے تیاری شروع کر دی۔ ماہِ جمادی الاول سن 8 ہجری بمطابق ستمبر 629ء میں موتہ کی طرف تین ہزار (3000) صحابہ کرام پر مشتمل لشکر روانہ کیا۔ یہ مجاہدین مدینہ طیبہ سے اندازاً 5 کلومیٹر کے فاصلہ پر ''جرف'' کے مقام پر جمع ہوئے اور آقائے دو عالم حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ (زاد المعاد جلد 2 صفحہ 155۔ فتح الباری جلد 7 صفحہ 511)

پیغمبر اول و آخر و اعظم، ہادیٔ دو جہاں، رہبر کائنات، رسول بحر و بر، سیّد المرسلین، خاتم النبیین، رحمت للعالمین حبیب ربّ اللعالمین، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ وہاں تشریف لائے اور ظہر کی نماز ادا کی۔ اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ارشاد فرمایا:

''اس لشکر کا سپہ سالار زید بن حارثہ کو مقرر کرتا ہوں۔ اگر یہ شہید ہو جائیں تو پھر جعفر بن ابی طالب اس لشکر کی کمان سنبھالیں گے۔ اگر وہ بھی جام شہادت نوش کر لیں تو پھر عبداللہ بن رواحہ مجاہدین کی قیادت کریں گے اور یہ بھی راہ حق میں قتل کر دیئے جائیں تو پھر مسلمان جس کو منتخب کریں وہ ان کا امیر ہوگا۔''

حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے اسلام کا پرچم اپنے دست مبارک سے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا وہ علم سفید رنگ کا تھا اور مجاہدین کو وصیت کی کہ سب سے پہلے حضرت حارث بن عمیر ازدی شہید کے مزار پر حاضری دیں اور وہاں جتنے لوگ رہتے ہیں ان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیں۔ اگر وہ اس دعوت کو قبول کر لیں تو بہت بہتر ورنہ اللہ تبارک تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہوئے ان سے جنگ کریں۔
(تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 70، صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 611، تاریخ اسلام المغازی صفحہ 480)

جنگی آداب کی تعلیم

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ مجاہدین اسلام کو الوداع کرنے کے لئے ثنیۃ الوداع تک تشریف لائے۔ عام مسلمان بھی حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ انہیں رخصت کرتے وقت رہبر کائنات ہادی دو جہاں ﷺ نے ایک وصیت فرمائی۔ یہ وصیت حضور پُرنور ﷺ کے نبی برحق ہونے اور حضور کی شان رحمۃ للعالمین کی روشن دلیل ہے۔ ایسے موقع پر ہر فوج کا سربراہ اپنے جاں بازوں کو اہم ہدایات دیتا ہے۔ لیکن اقوام عالم کے کسی کمانڈر نے ایسی پند و نصائح سے اپنے فوجیوں کی رہنمائی کی ہو تاریخ عالم میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

ہادی برحق ﷺ نے فرمایا:

اوصیکم بتقویٰ اللہ وبمن معکم من المسلمین خیرا

Marfat.com

''میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور جو مسلمان تمہارے ہمرکاب ہیں ان کے ساتھ بھلائی کی تاکید کرتا ہوں۔''

أغزوا بسم الله في سبيل الله من كفر بالله

''اللہ کا نام لے کر اللہ کے راستہ میں اللہ کے منکروں سے ساتھ جنگ کرو۔''

لاتعذروا ولاتغلوا ولاتقتلوا وليدا ولا امرأة

''کسی کے ساتھ دھوکا نہ کرو۔ بددیانتی نہ کرو۔ کسی بچے کو اور کسی عورت کو مت قتل کرو۔''

ولا كبيرا فانيا ولامنعزلا بصومعة ولاتقربوا نخلا

''کسی بوڑھے کو اور اپنی خانقاہوں مین گوشہ نشین رہنے والے کو قتل نہ کرو۔ کسی کھجور کے درخت کو نقصان نہ پہنچاؤ۔''

ولاتقطعوا شجرا ولاتهدموا بناء

''اور نہ کوئی درخت کاٹو اور نہ کسی مکان کو منہدم کرو۔''

(السیرۃ النبوہ احمد بن زینی دحلان جلد 2 صفحہ 236' السیرۃ النبوہ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 373' زاد المعاد جلد 2 صفحہ 156)

حضور پُرنور نبی کریم رؤف رحیم ﷺ لشکر کو رخصت کرنے اس کے ساتھ ثنیۃ الوداع تک تشریف لے گئے اور وہیں سے اسے الوداع کہا۔

جب لشکر اسلام روانگی کے لئے تیار ہو گیا تو لوگوں نے آپ ﷺ کے مقرر کردہ سپہ سالاروں کو الوداع کہا اور سلام کیا۔ اس وقت حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں اشکبار تھیں۔ لوگوں نے سبب دریافت کیا تو کہا کہ مجھے دنیا کی قطعاً محبت نہیں لیکن مجھے جہنم کا ڈر ہے اور سورہ مریم کی آیت 71 پڑھی۔

وان منكم الا واردها كان على ربك حتما مقضيا (مریم' 71:19)

''اور تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جو اس گزرگاہ سے نہیں گزرے۔ اور آپ کے ربّ نے یہ اپنے اوپر لازم کرلیا جو ہو کر رہے گا۔'' (سورۂ مریم آیت 71)

فرمایا ''مجھے نہیں معلوم اس (جہنم) پر سے گزرنے کے بعد میرا انجام کیا ہوگا؟ ''مسلمانوں نے انہیں تسلی دی کہ اللہ آپ کو محفوظ رکھے گا۔ آپ نے اس وقت یہ اشعار ارشاد فرمائے۔

''میں اللہ سے مغفرت کا طلبگار ہوں اور ایسا مقابلہ چاہتا ہوں کہ کفر اور شرک کو ملیامیٹ کردوں حتیٰ کہ لوگ میرے زخمی یا مردہ جسم کو دیکھ کر بے ساختہ دعا دیں کہ جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ اللہ نے اسے ہدایت سے نوازا''۔

جب حضور پُرنور نبی کریم ﷺ انہیں الوداع کہہ کر لوٹنے لگے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض

Marfat.com

کیا یارسول اللہ (ﷺ) ہمارے بعد اس مشن کو ترقی و سلامتی نصیب ہو آپ (ﷺ) نے ہمیں کھجوروں کے جھنڈ سے رخصت کیا ہے۔ آپ (ﷺ) کی دعائیں کبھی ساتھ نہ چھوڑنے والی ہیں۔"

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام' 374:2)

جب لشکر اسلام روانہ ہونے لگا تو مسلمانوں نے اس دعا سے اپنے مجاہد بھائیوں کو رخصت کیا:

صحبکم اللّٰہ وّدفع عنکم السواء وردکم سالمین غانمین

"اللہ تبارک تعالیٰ تمہارا ساتھی ہو۔ وہ ہر تکلیف کو تم سے دور کرے اور تمہیں صحیح وسلامت اموال غنیمت سے مالا مال کر کے واپس لے آئے۔"

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے یہ دعائیں سنیں تو فی البدیہہ ان اشعار سے اپنے قلبی جذبات کا اظہار فرمایا:

"لیکن میں سلامتی اور مال غنیمت کا طلب گار نہیں ہوں۔ بلکہ میں تو اپنے رحمٰن پروردگار سے یہ عرض کرتا ہوں کہ وہ مجھے بخش دے۔ اور مجھے ایسی ضرب لگے جو کھلا زخم کر دے اور اس سے تیزی سے نکلنے والا خون جھاگ بناتا رہے۔"

اوطعنة بیدی حران مجهزة بحربة تنفذ الاحشاء و کلبدا

"یا مجھے کوئی طاقتور آدمی اپنے دونوں ہاتھوں سے ایسا نیزہ مارے جو میری آنتوں اور جگر کو چیرتا ہوا نکل جائے۔"

3- "یہاں تک کہ جب لوگ میری قبر کے پاس سے گزریں تو وہ یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں۔ اے اس قبر میں آرام کرنے والے! اللہ تبارک تعالیٰ تجھے سیدھے راستہ پر چلنے والا غازی بنائے اور تو بن گیا ہے۔"

وہ جمعہ کا دن تھا۔ دوسرے مجاہد روانہ ہو گئے لیکن حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ رک گئے تاکہ سرکار دو عالم ﷺ کی اقتداء میں جمعہ ادا کرنے کی سعادت حاصل کر لیں اور پھر لشکر اسلام سے جا ملیں۔ جب سرکار دو عالم حضور پرنور نبی کریم ﷺ نے انہیں دیکھا تو دریافت فرمایا کہ تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ کیوں نہیں گئے؟ انہوں نے عرض کی کہ میں نے ارادہ کیا کہ نماز جمعہ حضور ﷺ کی اقتداء میں ادا کروں پھر میں ان کے ساتھ جا ملوں گا۔

"حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا کہ اے عبداللہ! اگر تو زمین کی ساری دولت بھی خرچ کر دے تو اس درجہ کو نہیں پا سکتا جو انہوں نے صبح سویرے روانہ ہو کر پا لیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضور نے فرمایا' اللہ کے راستہ میں ایک صبح یا شام دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔"

دشمن تیار

جب یہ سرفروش مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے تو دشمن کو ان کی روانگی کی اطلاع مل گئی۔ انہوں نے بھی

Marfat.com

جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ جتنے جنگجو جوان ان کے پاس تھے ان سب کو اکٹھا کیا۔ شرجیل بن عمرو الغسانی جس نے حضور پُرنور ﷺ کے قاصد کو شہید کر کے اس جنگ کی پہلی چنگاری سلگائی تھی' وہ ان جنگی تیاریوں کا منتظم بنایا گیا۔ اس نے قبیلہ غسان کے علاوہ لخم' جذام' قیس' بہراء اور بلی قبائل کے ایک لاکھ جنگوؤں کو جمع کیا۔

لشکر اسلام شمال کی طرف بڑھتا ہوا معان پہنچا۔ معان شمالی حجاز اور ملک شام کے اردنی علاقے کی سرحد پر واقعہ ہے۔ یہاں لشکر اسلام نے پڑاؤ ڈالا اور یہیں جاسوسوں نے یہ اطلاع پہنچائی کہ ہرقل' قیصر روم ضلع بلقاء کے علاقے میں ''مآب'' کے مقام پر ایک لاکھ رومیوں کا لشکر لے کر خیمہ زن ہے اور اس کے جھنڈے تلے قبائل عرب لخم' جذام' قیس' بہرا اور بلی کے مزید ایک لاکھ افراد بھی ضلع بلقاء ہی کے ایک اور نزدیکی قصبہ بنام ''مشارف'' میں جمع ہو گئے ہیں۔ اور قبائل عرب کے اس لشکر کا پرچم بردار قبیلہ بلی کا ایک آدمی مالک بن زافلہ تھا۔

(دورِ نبوی میں مُوتہ ملک شام کا ایک مشہور قصبہ' شہر تھا جو تلوار سازی کی صنعت میں اپنی مثال آپ تھا۔ آج کل یہ علاقہ جہاں جنگ موتہ ہوئی تھی ملک اردن میں شامل ہے اور اس کا جدید نام بلقاء ہے)

اس قصبہ میں معان نام کا ایک بہت بڑا قلعہ تھا جس کی وجہ سے اس قصبہ کا نام معان پڑا اور یہ قلعہ و قصبہ اس دور کے ملک شام اور حجاز کی سرحد پر واقع تھا۔ اور شہر دمشق سے مکہ کے راستے پر پانچ روز کی مسافت کے فاصلے پر واقع تھا۔

مسلمانوں کو جب اس ٹڈی دل لشکر کی اطلاع ملی تو انہوں نے سوچ بچار شروع کر دی کہ ان حالات میں انہیں کیا کرنا چاہیے؟ دو دن صلاح و مشورے ہوتے رہے۔ آخر طے پایا کہ حضور پُرنور نبی کریم سرکارِ دوعالم ﷺ کو تمام صورت حال سے آگاہ کیا جائے۔ حضور پُرنور ﷺ مناسب خیال فرمائیں گے تو مزید کمک روانہ فرمادیں گے۔ ورنہ آقائے دوجہاں ﷺ کا جو ارشاد ہوگا' اس پر بے چون و چرا عمل پیرا ہو جائیں گے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی غیرت ایمانی اس خیال ورائے کو برداشت نہ کر سکی۔ آپ نے ایک ایسا نعرۂ مستانہ لگایا کہ اس نے سب کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ آپ نے فرمایا:

''اے قوم! بخدا جس کو اب تم ناپسند کر رہے ہو اسی کی طلب میں تو تم گھروں سے نکلے ہو یعنی شہادت۔ ہم دشمن کے ساتھ عدد' طاقت اور کثرت کے بل بوتے پر جنگ نہیں کیا کرتے۔ ہم تو اس دین کے بل بوتے پر جنگ کرتے ہیں جس سے اللہ تبارک تعالیٰ نے ہمیں مشرف فرمایا ہے۔ اے اللہ کے بندو! چلو دو نیکیوں میں سے ایک نیکی تمہیں نصیب ہو جائے گی' فتح یا شہادت۔''

یہ ایمان افروز نعرہ سن کر سب پکار اٹھے۔

قد واللہ صدق أبن رواحة

Marfat.com

''بخدا ابن رواحہ نے سچ کہا ہے۔''

(البدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 243' السیرۃ النبوہ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 275)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں کمسن یتیم تھا اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ میرے سرپرست تھے۔ وہ مجھے اس سفر میں اپنے ہمراہ لے گئے۔ میں اونٹ پر ان کے پیچھے سوار تھا۔ آپ نے فی البدیہہ اشعار گنگنانے شروع کر دیئے جن میں انہوں نے اپنے شوق شہادت کا اظہار کیا تھا۔ انہیں سن کر مجھے رونا آ گیا۔ انہوں نے مجھے اپنے سانٹے' چابک یا چھڑی سے کچوکا دیا اور فرمایا:

ماعليك يا لكع ان يرزقني الله الشهادة

''اے نوجوان! اگر اللہ تبارک تعالیٰ مجھے شہادت عطا فرما دے تو تمہیں کیا تکلیف ہو گی۔

قارئین کرام! اس ایک واقعہ سے آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شجاعت اور جذبہ جہاد و جانثاری کا با آسانی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ان کے دل کتنے قوی تھے اور اپنے ربّ پر ان کا یقین بھروسا کتنا پختہ تھا اور وہ مقدس لوگ اپنے نفوس کے بارے میں کتنے بے پروا تھے۔ انہوں نے اس نفع بخش سودے کو دل سے قبول کر لیا تھا اور اس کے لئے پوری شد و مد سے عمل پیرا تھے جس کا تذکرہ اللہ تبارک تعالیٰ نے سورۂ توبہ کی آیت 111 میں فرمایا ہے:

اللہ تبارک تعالیٰ خالق و مالک کائنات کا سورۂ توبہ کی آیت مبارک 111 میں ارشاد پاک یوں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ط يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ قف وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِى التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ط وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِىْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ط وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○

ترجمہ: ''یقیناً' اللہ تبارک تعالیٰ نے خرید لی ہیں ایمان داروں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس عوض میں کہ ان کے لئے جنگ ہے۔ لڑتے ہیں اللہ تبارک تعالیٰ کی راہ میں۔ پس قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں۔ وعدہ کیا ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے اس پر پختہ وعدہ تورات اور انجیل اور قرآن میں اور کون زیادہ پورا کرنے والا ہے اپنے وعدہ کو اللہ تبارک تعالیٰ سے۔ (اے ایمان والو) پس خوشیاں مناؤ اور اپنے اس سودے پر جو کیا ہے تم نے اللہ تبارک تعالیٰ سے۔ اور یہی بڑی کامیابی ہے۔'' (سورہ توبہ آیت 111)

میدانِ جنگ

اسلامی لشکر نے دو راتیں معان میں گزارنے کے بعد دشمن کی جانب پیش قدمی کی جب لشکر اسلام ملک شام کے ایک ضلع بلقاء میں پہنچا تو ان کا سامنا ہرقل قیصر روم کے رومی لشکر سے ہوا۔ عرب قبائل کا ایک لاکھ

Marfat.com

جوانوں کا جو لشکر تھا وہ اسی ضلع بلقاء کے مشارف نامی قصبہ میں خیمہ زن تھا۔ لشکر اسلام مقام مشارف سے ہٹ کر موتہ نامی گاؤں کے قریب پہنچ گئے اور ایک جانب ہو کر خیمہ زن ہو گئے۔ آخر یہی جگہ میدان جنگ بنی۔ مسلمانوں نے اپنی صف بندی کی۔ حضرت قطبہ بن قتادہ رضی اللہ عنہ جن کا تعلق بنی عذرہ قبیلہ سے تھا انہیں میمنہ کی قیادت سونپی گئی۔ میسرہ پر حضرت عبادہ بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کو امیر متعین کیا گیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں اس جنگ میں شریک تھا۔ میں نے جب دشمن کی سج دھج، جنگی سازو سامان کے انبار اور ان کی بیشمار فوج کو دیکھا تو میری آنکھیں چندھیا گئیں۔ میری سراسیمگی کی حالت دیکھ کر حضرت ثابت بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابو ہریرہ! شاید تم دشمن کی کثیر تعداد کو دیکھ کر پریشان ہو گئے ہو؟ میں نے کہا ہاں۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا تم نے ہمارے ساتھ جنگ بدر میں شرکت نہیں کی۔ دشمن کی تعداد اس وقت بھی ہم سے تین گناہ زیادہ تھی۔ انا لم ننصر بالکثرۃ ہمیں کثرت تعداد کی وجہ سے کامیابی نہیں ہوئی بلکہ ہماری فتح و نصرت کا راز ہمارے دین میں مضمر ہے۔ (السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد 3 صفحہ 461)

صف بندی کے بعد جنگ شروع ہو گئی۔ دونوں لشکر ایک دوسرے پر حملہ آور ہو گئے۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بلند کیے ہوئے تھے اور آپ کی شمشیر آبدار موت بن کر دشمن کی صفوں پر قیامت برپا کر رہی تھی اور انہیں بے دریغ موت کے گھاٹ اتار رہی تھی۔ آپ کافی دیر تک داد شجاعت دیتے رہے اور دشمنوں کی صفوں کو تہس نہس کرتے رہے۔ آخر کار ایک دشمن نے اپنا نیزہ ان کے سینہ میں گھونپ دیا' اور اس طرح آپ کا سر' تاج شہادت سے سرفراز ہوا۔

اس سے پہلے کہ پرچم اسلام ان کے ہاتھ سے زمین پر گر پڑتا حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بجلی کی سرعت سے آگے لپکے اور اسلام کے پرچم کو تھام لیا۔ آپ سرخ رنگ کے گھوڑے پر سوار تھے۔ آپ نے محسوس کیا کہ گھوڑے پر سوار ہو کر دشمن پر حملہ کرنے کا لطف نہیں آرہا تو آپ نے اپنے گھوڑے کی پشت سے چھلانگ لگا دی اور اپنی تلوار سے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں۔ جس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ انہیں اندیشہ تھا کہ ان کے شہید ہونے کے بعد ان کا گھوڑا کفار کے کام نہ آئے۔ آپ نے اسلام کے جھنڈے کو مضبوطی سے تھام لیا اور دشمن پر تابڑ توڑ حملے شروع کر دیئے اور اپنی بینظیر شجاعت سے دشمن کے چھکے چھڑا دیئے۔

ایک کافر نے آپ کے دائیں بازو یا ہاتھ پر تلوار کا وار کیا جس میں آپ نے پرچم اسلام تھاما ہوا تھا۔ تلوار کے وار سے آپ کا دایاں بازو یا ہاتھ کٹ کر دور جا گرا لیکن آپ نے جھنڈے کو فوراً بائیں ہاتھ میں پکڑ لیا اور اسے مسلسل بلند کیے رکھا۔ دشمن نے پھر آپ کے بائیں ہاتھ پر وار کیا۔ یہ ہاتھ بھی کٹ کر الگ ہو گیا۔ اس پر بھی آپ نے پرچم اسلام کو زمین پر گرنے نہ دیا اور اپنے دونوں کٹے ہوئے بازوؤں سے سینہ کے ساتھ

Marfat.com

دبوچ لیا۔ آپ کے دونوں بازو کٹ گئے' تلوار گر پڑی اور کفار نے اپنے تیروں' نیزوں اور تلواروں سے آپ کو گھائل کرنا شروع کر دیا۔ جب جسم اطہر سے خون کا آخری قطرہ بھی راہ حق میں بہہ گیا تو نقاہت کی انتہا ہو گئی۔ کہا جاتا ہے کہ اس وقت ایک رومی نے اپنی تلوار کا وار کر کے جسم کے دو ٹکڑے کر دیئے اور آپ خلعت شہادت سے سرفراز ہو گئے۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے جسد اطہر پر نیزوں' تلواروں اور تیروں کے نوے (90) سے زیادہ زخم لگے۔ ایک روایت میں ہے کہ زخموں کی تعداد ستر سے زیادہ تھی۔ لطف کی بات یہ ہے کہ کوئی زخم پشت پر نہیں تھا' سارے زخم وچہرے' سینہ اور جسم کے سامنے والے حصہ پر تھے۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر مبارک اکتالیس سال تھی۔

بھرپور جوانی میں آپ نے اپنی جان کا نذرانہ اپنے رب العزت کے نام کو بلند کرنے کے لئے بصد خلوص پیش کر دیا آپ جب کلمہ حق کو بلند کرنے کے لئے جان کی بازی لگا کر کفار سے برسر پیکار تھے' اس وقت یہ رجز آپ کی زبان پر تھا:

یا حبذا الجنة واقترابها طيبة وبارد شرابها

''کتنی بہترین ہے جنت اور اس کا قرب' اس کی شراب بہت پاکیزہ اور ٹھنڈی ہے۔''

والروم ردم قددنیٰ عذابها علی اذلاقیتها ضرابها

''روم تباہ ہو گیا اور اس کا عذاب قریب آ گیا۔ مجھ پر لازم ہے کہ جب میں اس سے ملاقات کروں گا تو اس سے جنگ کروں گا۔'' (تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 71' صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 611)

حضرت جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے جیسے ہی گرے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر حسب ارشاد نبوی وہ جھنڈا تھام لیا۔ دشمن کے ٹڈی دل لشکر نے مسلمان مجاہدین کو اپنے نرغے میں لے رکھا تھا اور وہ ان پر تابڑ توڑ حملے کر رہے تھے۔ ان صبر آزما اور مشکل حالات میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے پرچم اٹھایا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر آگے بڑھے اور دشمن سے مقابلہ کے لئے تیاری کرنے لگے۔ اس وقت شیطان نے وسوسہ ڈالا اور آپ گھوڑے سے اتر کر دشمن پر حملہ آور ہونے میں کچھ ہچکچائے۔ اسی وقت رحمت رب للعالمین نے اسلام کے اس عاشق صادق کی دستگیری کی اور انہوں نے ایک لمحہ کے لئے اپنے دل میں سرگوشی کی اور اپنے نفس سے پوچھا۔

اے نفس! تو کس کی ملاقات کے شوق میں زندہ رہنا چاہتا ہے۔ کیا اپنی بیوی سے وصال کے لیے؟

تو سن میں نے اس کو تین طلاقیں دے کر اپنے اوپر حرام کر دیا ہے۔

کیا تو اپنے دو غلاموں کے لئے زندہ رہنا چاہتا ہے جو بڑے خلوص سے تیری خدمت گزاری میں دن

Marfat.com

رات مشغول رہتے ہیں؟ تو سن! ان دونوں کو میں نے راہ خدا میں آزاد کر دیا۔

کیا تجھے اپنے ہرے بھرے پھلدار باغ کی محبت اس وقت رکاوٹ بن رہی ہے تو کان کھول کر سن لے!

فھو للّٰہ ولرسولہ کہ وہ باغ میں نے اللہ اور اس کے رسول کے لئے صدقہ کر دیا ہے

پھر اپنے نفس کو جھڑکتے ہوئے یہ اشعار موزوں کیے:

أقسمت یا نفس لتنزلنه لتنزلن أو لتکرهنه

اے نفس! میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تمہیں میدانِ جنگ میں اترنا پڑے گا یا تم خوشی سے اترو گے 'یا تمہیں اترنے پر مجبور کر دیا جائے گا۔''

إن اجلت الناس وشدو الرنة مالی أراك تکرهین الجنة

''لوگ تو ہجوم کر کے آ گئے ہیں اور ان کے نعرے بلند ہو رہے ہیں۔ مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں تجھے دیکھتا ہوں۔ کہ تم جنت کو ناپسند کر رہے ہو؟''

قدطالما قد کنت مطمئنة هل أنت إلا نطفة فی شنة

''بہت عرصہ تک تم نے اطمینان کی زندگی بسر کی ہے۔ تم کیا ہو مگر ایک قطرہ' پرانے مشکیزہ میں۔

(تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 71' السیرۃ النبوہ احمد بن زینی دحلان جلد 2 صفحہ 238)

اس وقت ان کے چچا زاد بھائی نے انہیں گوشت والی ہڈی پیش کی اور کہا کہ آپ نے کئی روز سے کچھ نہیں کھایا یہ کھالو' کمزوری دور ہو جائے گی اور دشمن سے اچھی طرح لڑسکو گے۔ آپ نے اسے لے لیا دانتوں سے گوشت کا ٹکڑا کاٹا اور اسے چبانا شروع کیا۔ ابھی نگلا نہیں تھا کہ جنگ کا نعرہ بلند ہوا۔ آپ نے اس گوشت والی ہڈی کو پرے پھینکا' تلوار بے نیام کی اور دشمن پر حملہ بول دیا۔ وارفتگی کا یہ عالم تھا کہ تن بدن کا ہوش تک نہ تھا۔ بجلی کی سرعت سے ان کی تلوار دشمن کو کاٹنے میں مصروف تھی۔ دشمن نے بھی اپنے تیروں اور نیزوں کے رخ ان کی طرف موڑ دیئے تھے۔ یہاں تک کہ اس مرد مجاہد نے اپنی جان عزیز اپنے خداوند قدوس کی عظمت بلند کرنے کے لئے پیش کر دی۔

(السیرۃ النبوہ احمد بن زینی دحلان جلد 2 صفحہ 238- صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 611- زرقانی جلد 2 74,271)

شمع جمال محمدی کے ان تینوں پروانوں کو ایک ہی قبر میں دفن کر دیا گیا۔ تاقیامت کروڑوں رحمتیں' ان گنت برکتیں نازل ہوتی رہیں اس خطہ پاک پر جہاں اسلام کے یہ شیر آرام فرما ہیں۔ الٰہی! ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما! آمین

قارئین کرام! یہ میری (اس کتاب کے مصنف کی) انفرادی سوچ ہے اور ایسی مثبت سوچ کا آ جانا اپنے لیے باعث رحمت سمجھتا ہوں کہ اس طرح سے مجھے ذہنی خلجان سے نجات مل جاتی ہے اور وضاحت نصیب ہو جاتی ہے۔ اس نکتہ کی وضاحت میں نے مختلف کتابوں سے حاصل کرنا چاہی لیکن اس بارے

Marfat.com

مجھے کچھ اور تفصیل نہ ملی۔ ضروری نہیں ہے کہ آپ میری اس سوچ و وضاحت سے اتفاق کریں۔ اگر آپ کو اس نکتہ سے متعلق کہیں کچھ مل جائے تو مجھے بھی آگاہ کریں تاکہ میں بھی اس سے مستفید ہوسکوں اور اپنی سوچ و خیالات کو بہتر بنا سکوں۔

اس جنگ کے تین نامزد سپہ ساروں کی شہادت کے بارے میں مَیں یوں سوچا کرتا تھا کہ شاید یہ تینوں نامور سپہ سالار ایک ایک دن لگاتار میدان جنگ میں دشمن سے نبرد آزما رہے اور پھر تیسرے دن کے اختتام پر لشکر اسلام کی قیادت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ملی اور باقی چار دن وہ میدان جنگ میں دشمن کے چھکے چھڑاتے رہے۔ لیکن مندرجہ بالا کے اس جملے ''ان تینوں بزرگوں کو ایک ہی قبر میں دفن کر دیا گیا'' اور پیغمبر اوّل و آخر و اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مبارک جو ابھی چند صفحے بعد آئے گا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تینوں سپہ سالار جنگ شروع ہونے کے پہلے دن اندازاً ساڑھے تین تین گھنٹے میدان جنگ میں لشکر اسلام کی قیادت کرتے رہے دشمن کو تہس نہس کرتے رہے ان کے سر اڑاتے رہے اور آخری دم تک میدان جنگ پر چھائے رہے اور پھر یکے بعد دیگرے صبح سے مغرب کے وقت تک خلعت شہادت سے ہمکنار ہو گئے۔ اور باقی چھ دن لشکر اسلام حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بڑی جوانمردی سے لڑتا رہا اور کامیابی سے ہمکنار ہوا۔

اللہ کی تلوار

یہ لمحے سرفروشان اسلام کے لئے قیامت کے لمحے تھے۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے تینوں نامزد سپہ سالار ایک ایک کر کے اپنی جانیں راہ حق میں قربان کر چکے تھے۔ اب کون آگے بڑھ کر اس جھنڈے کو بلند کرے گا اور اس کو اونچا لہرانے کے لئے اپنے پیش روؤں کی طرح اپنے سر کا نذرانہ پیش کرے گا؟ اس اثناء میں حضرت ثابت بن قیس بن ارقم رضی اللہ عنہ جو قبیلہ بنی عجلان کا ایک منچلا جوان تھا' آگے بڑھا اور اسلام کے جھنڈے کو اٹھا لیا اور مجاہدین کو للکار کر کہا۔ اے اسلام کے سرفروشو! اب ایسا آدمی چن لو جو علم اسلام کو بلند رکھ سکے۔ لوگوں نے کہا ہم تمہیں اپنا علمبردار بناتے ہیں۔ آپ نے کہا' میں اس کے لائق نہیں۔

سامنے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کھڑے تھے۔ اس نے انہیں پکارا' اے ابوسلیمان! (حضرت خالد کی کنیت) یہ لو اسلام کا جھنڈا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا آپ اس شرف کے مجھ سے زیادہ حق دار ہیں۔ آپ عمر میں مجھ سے بڑے ہیں اور غزوہ بدر میں شرکت کی سعادت سے بہرور ہیں۔ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے جوش سے کہا۔ خالد! اسے پکڑ بھی لو۔ میں نے تیرے حوالے کرنے کے لیے یہ جھنڈا زمین سے اٹھایا ہے۔ حضرت ثابت بن قیس عجلانی رضی اللہ عنہ نے حاضرین سے پوچھا' کیا تم خالد کو قائد لشکر منتخب کرنے پر رضا مند ہو؟ سب نے بیک آواز کہا۔ ہم رضا مند ہیں۔ اس وقت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے وہ علم پکڑ لیا اور اللہ پر

Marfat.com

بھروسا کرتے ہوئے اس آڑے وقت میں مجاہدین اسلام کی قیادت کا بار گراں اپنے کندھوں پر اٹھالیا۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے جس وقت جام شہادت نوش کیا تو مغرب کا وقت ہو چکا تھا دونوں لشکر اپنی اپنی قیام گاہوں پر واپس آ گئے تا کہ دوسرے روز صبح تازہ دم ہو کر اپنے دشمنوں سے برسر پیکار ہو سکیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن رواحہ شہید ہو گئے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو قائد جیش مقرر کیا گیا تو مسلمان تتر بتر ہو کر پسپا ہونے لگے۔ حضرت خالد نے انہیں آوازیں دیں لیکن کسی نے توجہ نہ کی۔ یہاں تک حضرت قطبہ بن قتادہ رضی اللہ عنہ جو میمنہ کے امیر تھے انہوں نے مجاہدین کو للکار کر کہا:

''اے لوگو! کفار سے جنگ کرتے ہوئے کوئی شخص قتل ہو جائے تو یہ اس سے بدرجہا بہتر ہے کہ وہ بھاگ رہا ہو اور اس کو دشمن موت کے گھاٹ اتار دے۔''

جب لوگوں نے حضرت قطبہ بن قتادہ رضی اللہ عنہ کی للکار سنی تو سب واپس لوٹ آئے۔ اب شام ہو چکی تھی دونوں فوجیں اپنے اپنے خیموں میں واپس آ گئیں۔

صبح ہوئی تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سپہ سالار لشکر اسلام کی جنگی عبقریت (اعلیٰ جنگی چالوں کی خداداد صلاحیت) آشکار ہوئی۔ آپ نے لشکر اسلام کی ساری ترتیب بدل دی اور نئے سرے سے صف بندی کی۔ مقدمۃ الجیش کو لشکر کے پیچھے متعین کر دیا' جب دشمن کے سپاہی صف آراء ہوئے تو ان کے سامنے پہلے والے دیکھے ہوئے چہروں کے بجائے اجنبی چہرے تھے۔ وہ حیران تھے کہ یہ افسر اور سپاہی کل والے تو نہیں۔ کل مقدمۃ الجیش کے سپاہی اور تھے ان کا قائد اور شخص تھا۔ میمنہ اور میسرہ میں بھی کل والے لوگ نہیں ہیں۔ انہوں نے اس سے از خود یہ نتیجہ اخذ کیا کہ لشکر اسلام کو تازہ کمک پہنچ گئی ہے۔

یہ خیال آتے ہی ان پر مرعوبیت کا عالم طاری ہو گیا۔ ان کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ ایسے بوکھلائے کہ میدان کارزار میں سے ان کے قدم اکھڑنے لگے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کی نفسیاتی بے چینی اور اضطراب کو بھانپ لیا تو نعرہ تکبیر بلند کر کے ان پر ہلہ بول دیا۔ مسلمان مجاہد شاہینوں کی طرح ان پر جھپٹ رہے تھے اور دشمن کو گاجر مولی کی طرح کاٹ رہے تھے اور دشمن اپنی کثیر تعداد کے باوجود میدان جنگ میں قدم جما نہیں پا رہا تھا۔

قارئین کرام! یہ تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے قیادت سنبھالنے کے پہلے دن کی بات ہے' کا ذکر ہے۔ اور اس دن کے بعد اس میدان جنگ میں لشکر اسلام آپ کی قیادت میں مزید پانچ دن اور جنگ کرتا رہا ہے۔ آپ ہر روز اپنی خداداد اعلیٰ جنگی چالوں (عسکری عبقریت) سے مدمقابل دشمن پر یہ واضح کرتے رہے

Marfat.com

ہیں کہ لشکر اسلام کو لگا تار کمک پہنچ رہی ہے' ہر روز تازہ دم مجاہدین اسلام رومیوں سے جنگ کرنے کے لئے میدان جنگ میں اتر رہے ہیں اور وہ نہایت مستقل مزاج ہیں اور رومی فوجوں کو شکست فاش دیئے بغیر نہیں جائیں گے۔

یقینی طور پر اس تاثر کو رومیوں کے دل و دماغ میں پختہ کرنے کے لئے آپ نے ہر روز محاذ پر نئے چہرے پیش پیش رکھے ہوں گے اور یہ بھی کیا ہو گا کہ رومیوں کے آنے سے پہلے میدان جنگ میں پہنچ کر صف بندی کر لیتے ہوں گے تا کہ انہیں مسلمانوں کے عزم صمیم' کمک اور جنگی تیاریوں سے فتح تک لڑنے کے ارادوں کے بارے میں کوئی شک نہ رہے۔

مسلمان بفضل اللہ تبارک تعالیٰ رومی فوج کو ہر روز خاطر خواہ نقصان پہنچا رہے تھے اور اپنی جنگی مہارت جوانمردی اور قوت بازو سے رومی فوجوں کو بوکھلا رکھا تھا۔ لشکر اسلام نے اس دوران ان کے ان گنت فوجیوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں نو (9) تلواریں ٹوٹیں۔ آخر تلواریں ویسے تو نہیں ٹوٹ جاتیں۔ انہوں نے دشمن کی کتنی ہی گردنیں اڑائی ہوں گی۔ کتنی ہی مضبوط ڈھالوں کو کاٹا ہو گا۔ کتنے ہی لوہے کے خود (لوہے کے حفاظتی ٹوپ) چیرے ہوں گے اور کتنی ہی تلواروں سے ٹکرائی ہوں گی۔

بلاشبہ اس جنگ میں رومیوں کے چھ سات سو جوان مارے گئے ہوں گے اور زخمیوں کی تعداد تو کئی ہزار میں ہو گی۔ رومیوں کے حوصلے پست ہو چکے تھے اسی لیے جب دونوں لشکر ایک دوسرے سے دور ہو رہے تھے تو وہ لشکر اسلام کے پیچھے نہیں آئے اور لشکر اسلام اپنے مرکز سے اتنی دور پہنچ کر' کامیاب کارروائی کر کے صحیح سلامت لوٹ آیا اور اپنے ساتھ مال غنیمت بھی لایا۔ (تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 72)

آنکھوں دیکھا حال

مدینہ طیبہ سے دور' بہت دور' کفر و اسلام کے لشکروں میں گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اسلام کا مختصر لشکر رومیوں کے ان گنت سپاہیوں پر قیامت برپا کر رہا تھا۔ ادھر مسجد نبوی میں مؤذن بارگاہِ رسالت مآب بلند آواز سے اعلان کر رہا تھا۔ "الصلوٰۃ جامعۃ"۔ اس اعلان کے الفاظ سے مدینہ والے خوب متعارف تھے۔ وہ جانتے تھے کہ حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس اعلان کے بعد کوئی اہم ترین خطاب فرمانے والے ہیں۔ اپنے آقا حبیب رب العالمین عالم خفا و غیوب مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ سننے کے لئے مدینہ کے گوشہ گوشہ سے لوگ پروانہ وار مسجد نبوی کی طرف امڈے چلے آ رہے ہیں۔ اور کچھ ہی دیر مسجد بھر گئی۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ مبارک آنکھوں سے

Marfat.com

آنسوؤں کے موتی ٹپکنے لگے۔اس ماحول میں حضور پُرنور ﷺ نے فرمایا:

"یایھا الناس! اے لوگو! میں تمہیں تمہارے غازیوں کے لشکر کے حالات سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ یہ لشکر یہاں سے روانہ ہوا۔ یہاں تک کہ دشمن سے ان کا آمنا سامنا ہوا۔لشکر اسلام کے پہلے علمبردار زید بن حارثہ نے جام شہادت نوش کیا۔ وقتل زید شھیدا فاستغفروا له زید بن حارثہ شہید ہو گئے' ان کے لئے طلب مغفرت کرو۔

پھر جعفر ابن ابی طالب نے علم اسلام تھاما اور لشکر کفار پر پے در پے حملے کیے۔ حتی قتل شھیدا فاستغفروا له یہاں تک کہ وہ بھی شہید ہو گئے ان کے لئے بھی سب مغفرت طلب کرو۔پھر عبداللہ بن رواحہ نے آگے بڑھ کر اسلام کا پرچم اٹھالیا اور بڑی ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔ یہاں تک کہ ان کو بھی نعمت شہادت سے سرفراز کردیا۔فستغرو له ان کے لیے سب مغفرت طلب کرو۔"

حضور پُرنور عالم خفا و غیوب مخبر صادق ﷺ نے فرمایا پھر خالد بن ولید نے جھنڈا پکڑا۔ وہ اللہ کے بہترین بندے اور قبیلہ کے بہترین بھائی ہیں۔وہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں۔اللہ تبارک تعالیٰ نے انہیں کفار اور منافقین کی سرکوبی کے لئے بے نیام کیا ہے۔ یہاں تک کہ ان کی قیادت میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔"

دوسری روایت میں ہے حضور ﷺ نے دعا فرمائی:

اللھم إنه سیف من سیوفك فانصره

"اے اللہ! خالد تیری تلواروں میں سے ایک تلوار ہے اس کی مدد فرما"

اسی روز سے آپ سیف اللہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔

ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں:

ثم أخذا اللواء سیف من سیوف اللہ تبارك و تعالیٰ ففتح اللہ علی یدیه

"پھر اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے اسلام کے جھنڈے کو اٹھالیا اور اللہ تبارک تعالیٰ نے اس کے ہاتھ پر مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔"

(صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 611' الہدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 259)

جب حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے جھنڈا پکڑنے اور کفار سے جنگ کرنے کا ذکر فرمایا تو زبان پاک نے نکلا:

ألان حمی الوطیس یعنی "اب جنگ کی بھٹی بھڑک اٹھی ہے۔"

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ جنگ موتہ کے موقعہ

Marfat.com

پر میرے ہاتھ میں نو (9) تلواریں ٹوٹیں صرف ایک یمنی تلوار ایسی تھی جو آخر تک میرا ساتھ دیتی رہی۔
(صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 611)

خاندانِ جعفر رضی اللہ عنہ سے تعزیت

شہید اہل بیت حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی رفیقہ حیات حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس روز موتہ کے میدان جنگ میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے شہادت کا شرف حاصل کیا' حضور پُرنور نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے اور فرمایا۔ جعفر کے بیٹوں کو میرے پاس لے آؤ۔ میں انہیں لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئی تو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پیار سے سونگھا۔ پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسوؤں کے قطرے ٹپکنے لگے یہاں تک کہ ریش مبارک بھیگ گئی۔

میں نے عرض کی' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیوں رو رہے ہیں' کیا جعفر اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں کوئی اطلاع ملی ہے؟ فرمایا۔ ہاں! وہ آج شہید ہو گئے ہیں۔ یہ سن کر بے ساختہ میری چیخ نکل گئی۔ میری چیخ سن کر بہت سی عورتیں جمع ہو گئیں۔ پیغمبر اول وآخر واعظم حضور پُرنور ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت مجھے ارشاد فرمایا:

یا أسماء لاتقولی هجرا ولاتضربی خدا

''اے اسماء! کوئی بیہودہ بات زبان پر نہ لانا اور اپنے رخساروں کو طمانچے نہ مارنا۔''

پھر پیغمبر اوّل وآخر واعظم' حضور انور' نبی کریم' سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر کے لئے اس طرح دعا فرمائی:

''اے اللہ! جعفر کو بہترین ثواب عطا فرما اور اے اللہ! تو جعفر کی اولاد کے لئے اس کا بہترین قائم مقام بن جس طرح اپنے بندوں میں سے اپنے کسی بندے کا ان کی اولاد کے لئے قائم مقام ہوا ہے۔''

اس کے بعد حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے اور اپنے اہل خانہ کو فرمایا۔ جعفر کے گھر والوں کے لئے کھانا تیار کرنے میں غفلت نہ کرنا۔ آج انہیں کھانا پکانے کا ہوش نہیں' ایسا نہ ہو کہ وہ بھوکے رہیں۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ سلمیٰ نے جو صاف کیے۔ پھر انہیں بیسا' پھر چھان کر گوندھا۔ زیتون سے سالن تیار کیا۔ اس کے اوپر سیاہ مرچیں چھڑکیں۔ میں نے وہ کھانا کھایا۔ تاجدارِ کائنات سرکارِ دو عالم حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین روز مجھے اپنے پاس رکھا۔ جس ام المومنین کی باری ہوتی' وہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاتے اور مجھے بھی ساتھ لے جاتے۔ تین روز بعد مجھے اپنے گھر آنے کی اجازت ملی۔

Marfat.com

امام احمد بن حنبل نے صحیح سند سے یہ روایت بیان کی ہے:

پھر تین روز تک حضور ﷺ ان کے گھر نہیں گئے۔ اس کے بعد ان کے ہاں قدم رنجہ فرمایا اور انہیں حکم دیا کہ آج کے بعد تمہیں میرے بھائی (جعفر) پر رونے کی اجازت نہیں۔ پھر آپ کے دونوں صاحبزادوں محمد اور عبداللہ کو طلب فرمایا' وہ حاضر ہوئے تو ان کے سروں کے بال مونڈ دیئے۔ پھر فرمایا کہ محمد تو ہمارے چچا ابو طالب سے مشابہت رکھتا ہے اور عبداللہ صورت و سیرت میں میرے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔ پھر سارے خاندان کے لئے دعا فرمائی۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آقا ﷺ نے میرے لیے یہ دعا فرمائی۔

''الٰہی! جو سودا یہ کریں اس میں برکت عطا فرما۔''

حضور پُرنور نبی کریم ﷺ اس دعا کی ایسی برکت ہوئی کہ جب بھی میں نے کوئی چیز خریدی یا فروخت کی مجھے نفع ہی ہوا۔ اسی وقت ان کی والدہ پہنچ گئیں اور حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ اب یہ بچے یتیم ہو گئے ہیں اور بڑے حزن و ملال کا اظہار کیا۔ حضور انور سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا:

ابا العلیة علیهم وانا ولیهم فی الدنیا والاٰخرة

''اے اسماء! تم اس لیے خائف ہو کہ اب یہ مفلس و محتاج ہو جائیں گے۔ میں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ان کا ولی و سرپرست ہوں'' (السیرۃ النبویہ احمد بن زینی دحلان جلد 2 صفحہ 242)

کچھ روز بعد حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ غزوۂ موتہ کے حالات کے بارے میں اطلاع دینے کے لئے حاضر ہوئے۔

حضور انور عالم خفا و غیوب' مخبرِ صادق ﷺ نے انہیں فرمایا' اے یعلی! اگر تمہاری مرضی ہو تو تم وہاں کے حالات سے مجھے آگاہ کرو۔ اور اگر تمہاری مرضی ہو تو میں تمہیں وہاں کے حالات سے مطلع کروں۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ حضور ہی فرمائیں تا کہ حضور ﷺ کی زبان پاک سے وہاں کے حالات سن کر میری قوت ایمانی میں اور بھی اضافہ ہو۔ چنانچہ حضور پُرنور رسول اکرم ﷺ نے جنگ کے مکمل حالات بیان کیے جسے سن کر حضرت یعلی رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

''اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ ﷺ کو دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے آپ ﷺ نے ان کے حالات میں ایک حرف بھی رہنے نہیں دیا اور بعینہٖ اسی طرح واقعات ہوئے ہیں جس طرح آپ ﷺ نے ذکر فرمایا ہے'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللہ تبارک تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو اٹھا لیا یہاں تک کہ میں ان کے میدان جنگ کو دیکھنے لگا۔''

واپسی اور خوش آمدید

حضرت خالد اپنی خداداد جنگی عبقریت کے باعث اسلامی لشکر کو اپنے سے چھیاسٹھ گنا (لشکر اسلام تین

Marfat.com

ہزار مجاہدین پر مشتمل تھا اور رومی فوج کی تعداد دو لاکھ تھی) زیادہ بڑے لشکر کے حصار سے نکال لانے میں کامیاب رہے۔ انہوں نے اپنی مٹھی بھر فوج کے ساتھ ایسی شدید جنگ لڑی جس نے دشمن کے چھکے چھڑا دیئے۔ اسی مرحلہ پر آپ کے ہاتھ میں پے در پے نو تلواریں ٹوٹی تھیں۔ آپ کے تابڑ توڑ حملوں اور عبقریت' اعلیٰ جنگی سوجھ بوجھ اور مہارت نے دشمن کو اس قدر خوفزدہ اور سراسیمہ کر دیا کہ جب مجاہدین میدان جنگ سے واپس ہوئے تو اتنی زیادہ افرادی طاقت کے باوجود انہیں جرأت نہ ہوئی کہ مسلمانوں کا تعاقب کر سکیں۔ جہاں تھے وہیں رہ گئے۔ مجاہدین اسلام بڑے اطمینان سے اپنے مرکز مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب اس لشکر کے قریب پہنچنے کی اطلاع مدینہ منور پہنچی تو ان مجاہدین کی پیشوائی کے لئے حضور پُر نور ﷺ اپنے صحابہ کرام کے ہمراہ مدینہ طیبہ سے باہر تشریف لائے۔ مسلمان بچے بھی کثیر تعداد میں ساتھ ہو گئے۔ وہ اللہ کی حمد کے گیت گا رہے تھے اور آگے آگے دوڑتے جا رہے تھے۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو بچوں کی یہ تکلیف گوارا نہ ہوئی۔ حکم دیا کہ ہر سوار اپنے ساتھ ایک بچہ بٹھا لے۔ اسلام کے بطل جلیل حضرت جعفر شہید رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو حضور پُر نور ﷺ نے اپنی سواری پر آگے بٹھا لیا۔

(فتح الباری جلد 7 صفحہ 514' زاد المعاد جلد 2 صفحہ 156).

اسمائے شہداء

(1) حضرت زید بن حارثہ

(2) حضرت جعفر بن ابی طالب

(3) حضرت عبداللہ بن رواحہ

(4) حضرت مسعود بن الاسود

(5) حضرت وہب بن سعد بن ابی سرح

(6) حضرت عباد بن قیس

(7) حضرت حارث بن نعمان

(8) حضرت سراقہ بن عمرو

(9) حضرت ابوکلیب بن عمرو بن زید

(10) حضرت جابر بن عمرو بن زید (یہ دونوں سگے بھائی تھے)

(11) حضرت عمرو

(12) عامر۔ یہ دونوں بھی سگے بھائی تھے اور سعد بن حارث بن عباد کے فرزند تھے۔

(رضی اللہ عنہم اجمعین) (الاکتفا جلد 2 صفحہ 286' زرقانی جلد 2 صفحہ 273)

Marfat.com

جنگ موتہ، فتح اسلام

پیغمبر اول و آخر اعظم، ہادی دو جہاں، رہبر کائنات، اصل الموجوات، انسانِ کامل، سید المرسلین، خاتم النبین حبیب رب للعالمین، رحمت للعالمین، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف وحیم، عالم خفا وغیوب، مخبر صادق ﷺ نے مسجد نبوی میں بروز شہادت نامزد سپہ سالاران لشکر اسلام (رضی اللہ عنہم اجمعین) فرمایا

- "پھر اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے اسلام کا جھنڈا اٹھالیا اور اس کے ہاتھ پر اللہ تبارک تعالیٰ نے لشکر اسلام کو فتح عطا فرمائی۔"

اس روایت کے راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور اس فرمانِ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور پرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کے بعد غزوۂ موتہ میں لشکر اسلام کی فتح کے بارے میں کسی کو کوئی شک نہیں ہونا چاہیے۔

جنگ موتہ کے وقت سلطنت رومہ دنیا کی واحد سپر پاور یا بڑی طاقت تھی۔ کچھ عرصہ پہلے تک سلطنت فارس اس کے مقابلے پر تھی لیکن سن 2 ہجری میں قیصر روم یا سلطنت رومہ کا پلہ کسریٰ یا سلطنت فارس سے نمایاں طور پر بھاری ہو گیا تھا اور اب وہ رومیوں کے مقابلے پر آنے سے کترا رہے تھے۔

جب تین ہزار نفوس مقدسہ پر مشتمل لشکر اسلام اپنے مرکز سے اندازاً ایک ہزار کلو میٹر دور سلطنت رومہ سے قیصر روم سے ٹکرانے چلا تو عربوں نے، اہل فارس، مشرق و مغرب میں سب نے یہی سوچا کہ مسلمانوں کا یہ اقدام خودکشی کے مترادف ہے۔ وہ اپنی اپنی جگہ پر انگشت بدنداں رہ گئے کہ مسلمانوں میں اتنی ہمت ہے کہ ایک محدود اور قلیل تعداد کے ساتھ وقت کی سپر پاور سے ٹکرانے چل پڑے ہیں جس کے ذرائع اور افرادی یا فوجی قوت مسلمانوں سے سو گناہ زیادہ ہے۔

اس وقت کی سب چھوٹی بڑی طاقتوں کی نگاہیں اس مہم، معرکہ پر لگی ہوئی تھیں اور وہ مسلمانوں کی اس مہم جوئی کے بارے میں یہی سوچتے تھے کہ مسلمان خود ہی شیر کی کچھار میں چلے گئے ہیں اب ان میں سے کوئی بھی بچ کر واپس نہ آسکے گا۔ مسلمان خیبر سے تو خلاف توقع کامیابی کے ساتھ بچ آئے تھے اب تو یہ ان کی آخری مہم ہوگی۔ تمام عرب و عجم اس مہم کے نتیجے پر نگاہیں لگائے بیٹھے تھے جو ان کے خیال میں مسلمانوں کی مکمل بربادی پر منتج ہوگا۔

اور لشکر اسلام اللہ تبارک تعالیٰ کی مدد ونصرت اور اپنی قوت ایمانی کے ساتھ شرجیل بن عمرو غسانی اور اس کی سرپرست قوم کو ان کے گھناؤنے جرم کی سزا دینے کے لئے، انہیں سفارتی دنیا کے آداب بتانے کے لئے، مقام شہادت حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کے قریب پہنچ گیا۔ اس مقام کے دائیں بائیں مناسب فاصلے پر قیصر روم نے ایک ایک لاکھ فوج تعین کی ہوئی تھی اور رومی فوجیوں کی کمانڈ وہ خود ان کے نزدیک رہ کر کر رہا تھا۔ رومی افواج موتہ کے قریب خیمہ زن تھیں۔ لشکر اسلام بھی ان کے سامنے پہنچ کر خیمہ زن ہو گیا۔

Marfat.com

مسلمان صرف تین ہزار' اپنے مرکز سے ہزاروں کلومیٹر دور' روئے زمین پر سب سے بڑی طاقت کے سامنے سینہ سپر' اور قیصر روم کی دو لاکھ کی تیار و چوکس فوج' یعنی کہ ایک مجاہد اسلام کے مقابلے میں 66 رومی و اعراب و عرب۔

لشکر اسلام نے' مسلمانوں نے ان کے علاقے کے مرکز میں پہنچ کر' ان کے گھر میں پہنچ کر سات دن تک ان سے جم کر خوب جنگ کی۔ جنگ کی شدت یا مسلمانوں کی طرف سے لڑائی لڑنے کی شدت کا یہ عالم تھا کہ بقول حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایک دن میں ان کے ہاتھ سے نو (9) تواریں ٹوٹیں۔

(الہدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 259)

تلوار ویسے ہی نہیں ٹوٹ جاتیں۔ انہوں نے دشمن کی کتنی ہی گردنیں اڑائی ہوں گی۔ کتنی ہی مضبوط ڈھالوں کو کاٹا ہوگا۔ کتنے ہی خود (لوہے کے حفاظتی ٹوپ) چیرے ہوں گے اور کتنی ہی دشمن کی تلواروں سے ٹکرائی ہوں گی۔

اتنی دوری پر لشکر اسلام کے لئے کمک کا امکان کہاں تھا؟ یہ تو سپہ سالار لشکر اسلام کی اعلیٰ جنگی چالیں' عسکری عبقریت اور لشکر اسلام کے مجاہدین کا عزم و استقلال' حوصلہ جوانمردی اور جاں نثاری تھی جس کی وجہ سے دشمن ہمت ہار گیا اور مقابلے سے کترانے لگا۔ سات دنوں کی جنگ میں انہیں اتنی مار پڑی' ان کے حوصلے و ہمت اتنے پست ہو گئے کہ جب لشکر اسلام نے دن دہاڑے ان کی آنکھوں کے سامنے دشمن کے لشکر سے منظم دوری اختیار کی تو دو لاکھ کی فوج نے ان کا پیچھا نہ کیا۔ رومی فوجوں نے اس دوری کو غنیمت جانا اور وہ خود بھی مخالف سمت میں لشکر اسلام سے دور ہونے لگی۔

زمانے کی نگاہیں اس مہم پر مرکوز تھیں۔ زمانہ تو لشکر اسلام کے جاتے وقت ہی حیران و ششدر تھا۔ اب لشکر اسلام' تین ہزار کی ذرا جتنی نفری کا دو لاکھ کے بھاری بھرکم لشکر سے ٹکرا کر کوئی قابل ذکر نقصان اٹھائے بغیر صحیح سلامت اپنے مرکز پر واپس آ جانا عجوبہ روزگار سے کم نہ تھا۔ اب سارا عالم بے خود تھا۔ دنیا پر یہ حقیقت بڑی پختگی کے ساتھ ثابت ہو گئی کہ عرب و عجم اب تک جس قسم کے لوگوں سے واقف و آشنا تھے' مسلمان ان سے الگ تھلگ ایک دوسری اور نرالی ہی طرز کے لوگ ہیں۔ بلاشک و شبہ انہیں اللہ کی تائید و نصرت حاصل ہے اور ان کے رہنما واقعتہً اللہ کے رسول ہیں۔

اس معرکہ نے مسلمانوں کی ساکھ اور شہرت میں بڑا اضافہ کیا اور دیگر اقوام پر بہت رعب و دبدبہ پڑا کہ یہ کیسی غضب کی جنگجو قوم ہے جس کا انحصار نہ افرادی قوت پر ہے اور نہ اسلحہ و ذرائع حرب پر۔ ان کا تو سب کچھ قوت ایمان ہے جس کے بل بوتے پر یہ مسلسل آگے بڑھتے جا رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جو اعرابی قبائل مسلمانوں سے مسلسل برسر پیکار رہتے تھے اس معرکہ کے بعد ان کی عقل ٹھکانے آ گئی اور وہ اسلام کی طرف

Marfat.com

مائل ہو گئے چنانچہ بنو سلیم، اشجع، غطفان، ذبیان اور فزارہ وغیرہ قبائل نے جنگ موتہ کے نتائج دیکھ کر، اس میں مسلمانوں کی کامیابی دیکھ کر اسلام قبول کر لیا۔

اس بارے میں مشہور سیرت نگار موسیٰ بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''المغازی'' میں لکھا ہے:

''پھر مسلمانوں نے باہمی مشورہ سے حضرت خالد بن ولید المخزومی رضی اللہ عنہ کو اپنا قائد بنایا۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے دشمن کو شکست فاش دی اور مسلمانوں کو غالب فرمایا۔''

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ان مؤرخین کی آراء قلمبند کرنے کے بعد اپنی ذاتی تحقیق ان الفاظ میں تحریر کی ہے:

''جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے رومی لشکر پر حملہ کیا تو اللہ کی تائید سے انہیں شکست فاش دی''

ان روایات سے یہ امر واضح ہو گیا کہ مجاہدین اسلام نے لشکر اعداء کو شکست فاش دی اور مسلمانوں کو غلبہ اور کامیابی نصیب ہوئی۔ (السیرۃ النبوہ ابن کثیر جلد 3 صفحہ 469)

یہ معرکہ دوررس نتائج کا حامل ثابت ہوا۔ اسلامی افواج کو نیا اعتماد ملا اور آئندہ فتوحات کے دروازے کھلتے گئے۔ دو لاکھ کی نفری کے سامنے تین ہزار افراد کا ڈٹ جانا آج بھی ہر ایک کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتا ہے اور ہر سلیم الفطرت انسان کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیتا ہے کہ آخر وہ کونسا جذبہ تھا جس نے مسلمانوں کے پائے استقلال میں لغزش نہ آنے دی اور وہ اپنی یقینی شکست کو دیکھ کر بھی ثابت قدم رہے اور آخر کار کامرانی و شادمانی ان کے مقدر کا حصہ بنی۔

اپنے مرکز سے ہزاروں کلومیٹر دور دشمن کے گھر، قلب و مرکز میں پہنچ کر اسلام کے تین ہزار مجاہد دو لاکھ سے زائد رومی لشکریوں کے ساتھ جنگ آزما ہوئے۔ اور یہ جنگ سات روز تک جاری رہی۔ اسی جنگ میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹیں لیکن مسلمانوں کے صرف بارہ مجاہد شہید ہوئے اور بقیہ مجاہدین بخیر و عافیت واپس مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ کیا اس سے بڑی کوئی فتح یابی ہو سکتی ہے؟ مسلمان اتنے بڑے لشکر سے جنگ آزما ہوئے تھے، چاہیے تو یہ تھا کہ مسلمان مجاہدین سے کوئی بھی بچ کر نہ آتا لیکن صرف بارہ مسلمانوں کا شہادت پانا اور بقیہ سارے لشکر کا بخیریت واپس آنا درحقیقت بے مثال فتح یابی ہے۔

سریہ خبط

سریہ خبط کا دوسرا نام ''سریہ سیف البحر'' ہے اور کیونکہ اس سریہ کے سربراہ یا کمانڈر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ تھے اور وہ یہ سریہ لے کر علاقہ بنی جہینہ میں گئے تھے اس لیے مؤرخین اس سریہ کو ''سریہ ابوعبیدہ بطرف بنی جہینہ'' کا نام بھی دے سکتے ہیں۔

سریہ خبط اس کا نام اس لیے پڑا کہ اس سریہ کے دوران بحالت مجبوری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو درختوں کے

Marfat.com

پتے جھاڑ کر کھانا پڑے۔ اور عربی زبان میں خبط جھاڑے جانے والے پتوں کو کہتے ہیں۔ اس لیے اس سریہ کا نام ہی سریہ خبط پڑ گیا۔

اور اس سریہ کو سریہ سیف البحر اس لیے کہا جانے لگا کہ عربی زبان میں سیف تلوار کو بھی کہتے ہیں اور کنارے کو بھی۔ یہاں اس سے مراد کنارہ ہی ہے یعنی وہ سریہ جو سمندر کے کنارے یا ساحل سمندر کی طرف بھیجا گیا۔

یہ ساحل سمندر کا علاقہ جس میں اس سریہ کو بھیجا گیا مدینہ منورہ سے اندازاً 250 کلومیٹر دور بجانب شمال مغرب ہے۔ اور اس علاقہ میں قبیلہ جہینہ کے لوگ آباد تھے۔

اس سریہ کا زمانہ وقوع ماہ رجب سن 8 ہجری ہے۔

ماہِ رجب سن 8 ہجری میں پیغمبر اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو تین سو (300) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت دے کر مدینہ منورہ کے شمال مغرب کوئی ڈھائی سو کلومیٹر دور ساحل سمندر کی جانب روانہ فرمایا تاکہ یہ لوگ قبیلہ جہینہ کے کفار کی شرارتوں پر نگاہ رکھیں۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کو یہ اطلاع ملی کہ اس قبیلہ کی ایک شاخ آمادہ شر و فساد ہے۔ اس سریہ کے دستہ میں مہاجر اور انصاری صحابہ کرام شامل تھے اور ان میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

حضور انور نبی کریم ﷺ نے زادِ راہ کے طور پر انہیں کھجوریں بھی عنایت فرمائیں۔ سفر طویل تھا اور منزل مقصود کا راستہ دشوار گزار۔ نتیجہ یہ نکلا کہ لشکر کی غذائی ضروریات بہت کم پڑ گئیں اور وہ عنایت کردہ کھجوریں راستے میں ہی ختم ہونے کے قریب پہنچ گئیں۔ یہ صورت حال دیکھ کر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے راشن بندی کر دی اور نوبت یومیہ ایک کھجور تک پہنچ گئی۔

اس مہم کے دوران کچھ دنوں بعد مجاہدین اسلام سخت بھوک سے دوچار ہوئے یہاں تک کہ مجبوراً انہیں درختوں کے پتے جھاڑ کر کھانے پڑے۔ یہی وجہ ہے کہ عام طور پر مؤرخین نے اس سریہ کا نام سریہ الخبط اور اس جماعت کا، لشکر کا نام جیش الخبط رکھا ہے۔

ان مجاہدین میں بنوخزرج کے رئیس حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ ان سے اپنے ساتھیوں کی یہ خستہ حالی دیکھی نہ گئی۔ انہوں نے بآواز بلند اعلان کیا کہ کوئی شخص مجھ سے اونٹوں کے بدلے کھجوریں خریدنے کے لئے تیار ہے۔ وہ اب اونٹ مجھے دے دے۔ اور میں اسے یہ کھجوریں مدینہ طیبہ واپس جا کر دے دوں گا۔ جہینہ قبیلہ کا ایک آدمی حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو مل گیا۔ آپ نے اسے کہا کہ میرے ہاتھ اونٹ فروخت کر دو میں اونٹ کی قیمت مدینہ طیبہ کی کھجوروں کی شکل میں ادا

Marfat.com

کروں گا۔

اس شخص نے کہا کہ میں آپ کو نہیں جانتا آپ ذرا اپنا تعارف تو کرائیں حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے کہا میں قیس بن سعد بن عبادہ بن دلیم ہوں۔ اس شخص نے کہا مجھے اب مزید تفصیل کی ضرورت نہیں، میرے لیے یثرب کے سردار سعد بن عبادہ کا نام ہی کافی ہے۔ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے اس سے پانچ اونٹ خرید اور فی اونٹ ایک وسق کھجور اس کی قیمت طے ہوئی۔ (وسق ایک پیمانہ ہے جو ساٹھ صاع کے برابر ہوتا ہے اس اعرابی نے کہا کہ میں فلاں قسم کی کھجوریں لوں گا۔ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا میں تجھے اسی قسم کی کھجوریں دوں گا۔ چنانچہ چند مہاجر اور انصار اس سودے کے گواہ مقرر کیے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گواہ بننے سے انکار کر دیا۔ آپ نے فرمایا یہ قرضہ لے رہا ہے حالانکہ اس کے پاس کچھ بھی نہیں۔ سارا مال تو اس کے باپ کا ہے اس لیے میں اس سودے کا گواہ نہیں بنتا۔

جہنی نے کہا کہ قیس کا باپ اپنے اس خوبرو اور نیک خصال بچے کے اس وعدہ کو جھوٹا نہیں ہونے دے گا۔ حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے پانچ اونٹ لے لیے اور ہر روز ایک اونٹ ذبح کر کے مجاہد بھائیوں کو کھلاتے رہے تین دن تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ چوتھے روز امیر لشکر نے حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو اونٹ ذبح کرنے سے روک دیا۔ کہا اے قیس! تیرے پاس مال تو ہے نہیں۔ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تم اپنا معاہدہ توڑنے پر مجبور ہو جاؤ اور معاہدہ شکن کہلاؤ؟

حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ آپ میرے باپ کو جانتے ہیں وہ لوگوں کے قرضے ادا کرتا ہے۔ وہ دوسروں کا بوجھ خوشی سے اپنے سر اٹھا لیتا ہے۔ اور زمانہ قحط میں بھی لوگوں کو کھانا کھلاتا ہے۔ کیا وہ میرے ذمہ جو کھجوریں ہیں وہ انہیں ادا کرنے میں بخل سے کام لے گا؟ حالانکہ یہ بوجھ میں نے محض اپنے مجاہد بھائیوں کو فاقہ کشی سے نجات دلانے کے لئے اٹھایا ہے۔ قیس کے اس جواب سے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ تو نرم پڑ گئے لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا کہ وہ قیس کو سختی سے منع کریں۔ ان پانچ اونٹوں سے تین اونٹ ذبح کر دیئے گئے، باقی دو اونٹ بچ گئے۔ واپسی پر وہ مجاہدین کی سواری کے کام آئے۔ مجاہد باری باری ان پر سوار ہوتے رہے۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو جب مجاہدین کی فاقہ کشی کے بارے میں علم ہوا تو انہوں نے اپنے بیٹے سے پوچھا کہ اس فاقہ کشی کی حالت میں تم نے کیا کیا؟ حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں نے ایک اونٹ ذبح کیا اور اپنے ساتھیوں کو کھلایا۔ پوچھا پھر؟ کہا دوسرے دن بھی اونٹ ذبح کر کے مجاہدین کی خدمت میں پیش کیا۔ پوچھا پھر؟ کہا تیسرے دن بھی اونٹ ذبح کیا۔ کہا پھر! حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے کہا پھر مجھے ایسا کرنے سے منع کر دیا گیا۔ پوچھا کس نے منع کیا؟ کہا امیر لشکر نے پوچھا کیوں؟ کہا کہ انہوں نے خیال کیا تو نادار ہے۔

Marfat.com

جو مال ہے وہ تیرے باپ کا ہے۔ یہ سن کر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بولے کہ میں نے کھجوروں کے چار باغ تمہیں دے دیئے۔ ان میں سے جو گھٹیا باغ ہے اس سے پچاس وسق کھجوریں تمہیں حاصل ہوں گی حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے یہ چاروں باغ لکھ کر اپنے بیٹے حضرت قیس کو رضی اللہ عنہ دے دیئے۔ اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ نے بطور گواہ دستخط کیے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہاں سے ہم ساحل سمندر پر آئے۔ سمندر کی لہروں نے ایک بہت بڑی مچھلی ساحل پر اچھال دی۔ اس مچھلی کو عنبر کہتے ہیں۔ یہ ساٹھ گز لمبی ہوتی ہے۔ ہم نے آج تک اتنی بڑی مچھلی نہیں دیکھی تھی۔ دور سے یہ بڑے ٹیلے کی مانند نظر آتی تھی۔ ہم جتنا عرصہ (پندرہ یا اٹھارہ دن یا پورا مہینہ) وہاں رہے اس مچھلی کا گوشت بھون بھون کر کھاتے رہے۔ ہماری تعداد تین صد تھی۔ اس کا گوشت کھانے سے ہماری صحت پر بڑا اچھا اثر پڑا۔ ہمارے چہرے سرخ اور بدن فربہ ہو گئے۔ ہم اس کا تیل اپنے بالوں کو لگاتے تھے اور جسم پر مالش کرتے تھے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس کی ایک پسلی زمین پر سیدھی کھڑی کرنے کا حکم دیا۔ پھر اپنے لشکر میں جو سب سے دراز قامت تھا (حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ) اس کو بلایا اور سب سے قد آور اونٹ منگوایا' اس پر اس مجاہد کو سوار کیا۔ وہ اونٹ پر سوار ہو کر اس پسلی کے نیچے سے گزرا' اس کا سر اس پسلی کے ساتھ نہیں ٹکرایا۔ یعنی پسلی کی وہ ہڈی ان سے اونچی تھی۔ ہم نے اس کے گوشت کے ٹکڑے بطور زاد راہ اپنے ساتھ رکھ لیے۔ ابوحمزہ خولانی کہتے ہیں کہ ہر مجاہد نے اپنی خواہش کے مطابق گوشت رکھ لیا اور برتنوں' ٹینوں میں اس کی چربی ڈال لی اور ہمراہ لے آیا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے اس مچھلی کے گوشت کے کچھ ٹکڑے توشہ کے طور پر رکھ لیے تھے اور جب ہم مدینہ منورہ پہنچے تو حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اس کا تذکرہ کیا۔ حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یہ ایک رزق ہے جو اللہ تبارک تعالیٰ نے تمہارے لیے برآمد کیا تھا۔ اس کا گوشت تمہارے پاس ہو تو ہمیں بھی کھلاؤ۔"

ہم نے حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں کچھ گوشت بھیج دیا۔ وہ گوشت اب تک خراب نہیں ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو تناول فرمایا۔

(صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 625' 626- صحیح مسلم جلد 2 صفحہ 146,145- البدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 275- سبل الہدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 275 تا 278- طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 132)

پیغمبر اوّل' و آخر و اعظم' حضور پُرنور' رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کے ایثار و

Marfat.com

سخاوت کا واقعہ عرض کیا گیا تو فرمایا: إن الجود لمن شيمة أهل ذلك البيت ''سخاوت تو اس خاندان کے افراد کی فطرت ہے۔'' (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 278' السیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 315)

سریہ خضرہ

یہ سریہ بنوغطفان کی طرف حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی سربراہی یا کمانڈ میں بھیجا گیا تھا اس لیے مؤرخین اس سریہ کو ''سریہ ابوقتادہ'' کا نام بھی دیتے ہیں یعنی کہ اس سریہ کا دوسرا نام سریہ ابوقتادہ ہے۔

اس سریہ کا زمانہ وقوع ماہ شعبان سن 8 ہجری کا ہے۔

پیغمبر اول و آخر و اعظم' حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ رفاعہ بن قیس اپنے ساتھیوں کے ہمراہ غطفان و بنی قیس کے لوگوں کو مسلمانوں کے ساتھ جنگ کے لئے آمادہ کر رہا ہے اور نجد کے اندر قبیلہ محارب کے علاقہ میں خضرہ نامی ایک مقام پر بنوغطفان کے لوگوں کو اپنی سربراہی میں جمع کر رہا ہے۔

حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوقتادہ بن ربعی رضی اللہ عنہ کو پندرہ مجاہدین کا ایک دستہ دے کر رفاعہ بن قیس اور اس کے ساتھ سازش میں شریک اس کے ہمراہیوں کی گوشمالی کے لئے علاقہ بنومحارب کے مقام خضرہ کی طرف روانہ کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ اچانک اور بے خبری میں دشمن پر حملہ آور ہوں۔

چنانچہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ دن کو چھپتے اور راتوں کو سفر کرتے ہوئے اپنی منزل مقصود کی طرف بڑھے مسلمانوں نے اچانک حملہ کر کے ان کے سرکردہ لوگوں کو قتل کر دیا اور رفاعہ بن قیس بھی مارا گیا۔ باقی کفار جان بچا کر بھاگ نکلے۔

دشمنوں کے بہت سے اونٹ بکریاں اور دیگر مویشی مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔ اس مہم میں شامل ہر مجاہد کے حصہ میں بارہ بارہ اونٹ آئے اور فی اونٹ بیس بکری کے حساب سے مال غنیمت ملا۔

(تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 318' طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 32)

سریہ ابوقتادہ بطرف بطن اِضم

اس سریہ کا دوسرا نام ''سریہ اِضم'' ہے۔

اس سریہ کا زمانہ وقوع اوائل ماہ رمضان سن 8 ہجری ہے اور غزوۂ فتح مکہ کے لئے روانگی سے کچھ دن قبل کا ہے۔

اِضم مدینہ منورہ سے شمال مغرب کی طرف ایک سرسبز و شاداب وادی کا نام ہے۔ کچھ مؤرخین نے اسے ایک بستی یا پہاڑ کا نام بتایا ہے۔

Marfat.com

جب پیغمبر اول و آخر واعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے مکہ پر چڑھائی کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ نے حضرت قتادہ بن ربعی رضی اللہ عنہ کو بطن اضم کی طرف روانہ فرمایا اور ان کے ساتھ آٹھ مجاہدین بھیجے جن میں حضرت محلم بن جثامہ لیثی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ان صحابہ کرام کو اس طرف بھیجنے کا صرف یہ مقصد تھا کہ دشمن کے لوگ اور جاسوس اس غلط فہمی میں پڑ جائیں کہ آپ ﷺ کی توجہ مکہ کی طرف نہیں ہے بلکہ اضم کی طرف ہے اور یہی اطلاع یا خبر مشرکین و کفار میں مشہور ہو جائے۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو راستے میں عامر ابن اضط اشجعی ملا۔ اس نے ان کے پاس آ کر ان لوگوں اسلامی سلام کیا۔ یہ اس کے مسلمان ہونے کی علامت تھی اس لیے مسلمانوں نے اس پر ہاتھ نہ اٹھایا۔ مگر محلم بن جثامہ رضی اللہ عنہ کا اس شخص کے ساتھ پہلے سے کوئی جھگڑا تھا اس لیے اس نے عامر بن اضط اشجعی پر اچانک حملہ کر کے اسے قتل کر دیا اور اس کے بعد اس نے مقتول کا سامان اور اونٹ اپنے قبضے میں لے لیا۔

جب حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ اضم کے مقام پر پہنچ گئے تو (کیونکہ انہیں صرف مشرکوں کی توجہ بٹانے کے لئے بھیجا گیا تھا) وہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہاں سے مدینہ منورہ کے لئے واپس ہو گئے۔ اسی دوران انہیں خبر ملی کہ پیغمبر اوّل و آخر واعظم، حضور انور، نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے لئے روانہ ہو گئے ہیں، لہٰذا اطلاع پاتے ہی یہ لوگ بھی اسی طرف مڑ گئے اور مکہ پہنچ کر لشکر اسلام سے مل گئے۔

غزوۂ حنین کے بعد کسی موقع پر اس معاملے کا فیصلہ فرمایا گیا۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے حضرت محلم رضی اللہ عنہ سے باز پرس کی اور اس بات پر کہ حضرت محلم رضی اللہ عنہ نے جان بوجھ کر ایک مسلمان کو قتل کر دیا اپنی ناراضگی کا اظہار فرمایا:

حضرت محلم بن جثامہ رضی اللہ عنہ نے اعتراف جرم کر لیا اور ساتھ ہی توبہ کر لی اور اپنے کیے کی معافی مانگ لی اور قصاص پر بھی رضامند ہو گیا۔ اور حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ سے دعائے مغفرت کی بھی التجا کی۔

قارئین کرام! یہ واقعہ صحاح ستہ میں نہیں ہے البتہ امام احمد، طبرانی، ابن اسحاق، ابن جریر، ابن کثیر اور دوسرے محدثین و مؤرخین نے اس کا ذکر کیا ہے۔ اس کا آگے بیان ہے کہ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم رحمت للعالمین ﷺ نے اسے معاف نہیں فرمایا۔ راقم الحروف، اس کتاب کے مصنف کو اس آخری بات سے اتفاق نہیں ہے بلکہ میں اس کو شان رحمت للعالمین، صفت رحمت للعالمین کے خلاف سمجھتا ہوں اس لیے اس کا بیان یہیں ختم کرتا ہوں۔

Marfat.com

غزوۂ فتح مکہ

اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات کو اپنی عبادت بڑائی و پاکی بولنے کے لئے پیدا فرمایا۔ (سورہ حشر پہلی اور آخری آیات مبارک) اس لحاظ سے خالق و مالک کائنات نے اپنی تمام مخلوق کو دو بڑے اور بڑے واضح گرہوں میں تقسیم فرمایا۔

1- ذی شعور مخلوق' جوہر عقل سے آراستہ مخلوق' انس و جاں

2- غیر ذی مشعور مخلوق' انس و جاں کے علاوہ تمام دیگر مخلوق' چرند پرند' حیوانات' نباتات' جمادات' ہوا' پانی' حشرت الارض وغیرہ۔

تمام غیر شعوری مخلوق میں خالق و مالک کائنات نے یہ صفت و عدیت کر دی کہ وہ ہر وقت ربّ کائنات حاکم الحاکمین کی پاکی و بڑائی بولتے رہیں۔ انہیں اپنے ربّ کا جو بھی حکم ملتا ہے وہ اسے بلا چوں و چراں بجالاتے ہیں۔

ذی شعور مخلوق انس و جاں کو اس نے ایک جوہر خاص سے نوازا۔ عقل کے جوہر سے نوزا' ایسا جوہر جو اسے اپنی تخلیق میں خاص اور یکتا لگا اس جوہر عظیم و یکتا سے اس اپنی مخلوق انس و جاں (انسانوں اور جنوں) کو نواز دیا۔

اس جوہر میں از خود' اچھے برے میں' برائی بھلائی میں' نیکی اور بدی میں تمیز کر لینے کی صلاحیت دی اور اسے مزید نکھارنے کے لئے وقتاً فوقتاً اللہ تبارک تعالیٰ احکام و ہدایات رشد و ہدایت فرماتے رہے۔

جن و انسان کی پیدائش کا مقصد ہی یہ بیاں فرما دیا گیا کہ

ہم نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا۔ (سورہ ذاریات آیت 56)

اور اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اپنی پسندیدہ راہ پر رکھنے کے لئے وقتاً فوقتاً ان میں انبیاء اور رسول بھیجے اور اپنے دیگر ذرائع سے رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا۔ عقل دے کر ذی شعور مخلوق کو صاحب اختیار بھی بنا دیا یعنی کہ وہ اپنی عقل سلیم کے مطابق نیک راہ اختیار کرے اور عقل سقیم کے تحت گمراہ ہو۔

پھر جو بھی خالق و مالک کائنات کی رشد و ہدایت کے مطابق راہ حیات میں چلا تو اسے ''بڑی کامیابی'' کی

Marfat.com

بشارت دے دی اور سب ذی شعور مخلوق کے لئے اس بڑی کامیابی کو حاصل زندگی قرار دیا۔

تمام ذی شعور مخلوق کی مزید رشد و ہدایت کے لئے اللہ تبارک تعالیٰ نے ہماری اس کائنات میں ہماری اس زمین پر ایک جگہ کو علامتاً اپنے مقدس گھر کے لئے منتخب فرمایا اور اسے خانہ کعبہ یا بیت اللہ کا نام دیا۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنی ذی شعور مخلوق سے یہ چاہا کہ بیت اللہ میں اور دنیا میں ہمیشہ ہی صرف اور صرف وحدہ لاشریک کا نام لیا جائے گا اور اسی کی عبادت و بندگی ہوگی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تبارک تعالیٰ کے حکم سے خانہ کعبہ بیت اللہ کی بنیادیں کھڑا کرنا شروع کر دیں اور اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ اس کی تعمیر میں لگ گئے۔ وہ پتھر جو سیڑھی کا کام دیتا تھا' وہ اللہ تبارک تعالیٰ کے حکم سے دیواروں کی اونچائی کے مطابق خود بخود اونچا نیچا ہوتا رہتا تھا وہ پتھر آج بھی آپ کے پاؤں مبارک کے نشان کے ساتھ خانہ کعبہ کے بالکل قریب بلکہ ساتھ ہی مقام ابراہیم کے نام سے محفوظ ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ تعمیر کرتے جاتے تھے اور ساتھ ساتھ ربّ کائنات سے دعائیں بھی مانگتے جاتے تھے اور بنانے کا یہ مقصد بھی بیان فرماتے جاتے تھے کہ تاکہ اولاد آدم یہاں نماز قائم کرے۔

وہ مقدس گھر' وہ بیت اللہ جس کی تعمیر کا شرف امام الموحدین' جد انبیاء والمرسلین' خلیل ربّ للعالمین حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عطا فرمایا گیا اور جس کی تعمیر کا مقصد خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بصد عجز و نیاز بارگاہ خداوندی میں ان الفاظ میں عرض کیا تھا۔

''اے ہمارے رب! میں نے بسا دیا ہے اپنی کچھ اولاد کو اس وادی میں جس میں کوئی کھیتی باڑی نہیں تیرے حرمت والے گھر کے پڑوس میں۔ اے میرے رب! یہ اس لئے تاکہ وہ قائم کریں نماز۔'' (سورہ ابراہیم آیت 37)

نور و ظلمت کا یہ ٹکراؤ ازل سے ہے اور انتہا تک جاری رہے گا۔ جو جگہ مبارک (بیت اللہ) ایک وقت میں اللہ تبارک تعالیٰ کے نور سے نور علی نور تھی۔ اس پر امتداد زمانہ کے ساتھ ظلمت کے پردوں پر پردے پڑنے لگے اور پھر وقت رفتہ کے ساتھ ساتھ ظلمت کے پردے اتنے دبیز ہوتے گئے کہ بیت اللہ کے نور کو انہوں نے یکسر ڈھانپ لیا۔ اور ظلمت کی حد یہاں تک پہنچی کہ خانہ خدا میں' بیت اللہ میں ایک اللہ' وحدہ لاشریک کے بجائے 360 انسانی ہاتھوں کے گھڑے ہوئے بتوں نے لے لی۔ اب لوگ ان بتوں کو ہی حاجت روا سمجھنے لگے اور ان ہی بتوں کو مختلف خدائی صفات کا حامل جاننے لگے اور انہی کی عبادت کرنے لگے اور خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کا تصور تک غائب ہو گیا۔

وہ مقدس گھر جو صرف اور صرف اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کے لئے بنا دیا گیا تھا وہ وقت رفتہ کے ساتھ

Marfat.com

گذشتہ کئی سو سالوں سے صنم کدہ بنا ہوا تھا' بت پرستی کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اور وہاں پر اپنی اپنی پسند کے انسانی ہاتھوں سے گھڑے ہوئے مختلف بتوں کی پوجا پاٹ بڑی باقاعدگی اور دھوم دھام سے ہو رہی تھی۔ اس مقدس گھر کو' اس مرکز کو' اور اس کے ساتھ بنی نوع انسان و جن کو' کفر و شرک کی آلودگیوں' نجاستوں سے پاک کرنے کے لئے خالق و مالک کائنات' اللہ ربّ للعالمین نے پیغمبر اول و آخر و اعظم' ہادیٔ انس و جاں' رہبر کائنات' رسول بحر و بر' اصل الموجودات' حاصل کائنات' وجہ اللہ' وجہ تخلیق کائنات' شاہد و ناظر' شفیع المذنبین' سیّد المرسلین' رحمت للعالمین' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم' عالم خفا و غیوب' مخبر صادق' حضورِ انور' اشرف الانبیاء' خاتم النبیین' انسان کامل' ہر میدان میں اشرف و اعظم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔

پیغمبر اول و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے صفا کی پہاڑی پر کھڑے ہو کر جب اللہ تبارک تعالیٰ کی وحدانیت کا پہلا خطبہ ارشاد فرمایا تو اس محسن انسانیت کے خلاف یکا یک نفرت وعداوت کے فلک بوس شعلے بھڑک اٹھے۔ وہ ہستی جو اپنی سیرت کے حسن اور کردار کی پاکیزگی کے باعث اپنی قوم کی آنکھوں کا تارا بنی ہوئی تھی' فرط عقیدت سے جسے ہر شخص الامین اور الصادق کے معزز القاب سے ملقب کیا کرتا تھا' وہ قوم اب ان کے خون کی پیاسی ہو گئی۔

وہ کونسا ظلم ہے جو توڑا نہ گیا اور اس ظلم وستم کی مدت بڑی طویل تھی۔ اعلان نبوت یا روز بعثت کے ساتھ ہی یہ ظلم ستم اذیت تکالیف و پریشانیوں کا ایک نہ ختم ہونے والا دور شروع ہو گیا جو بانی دین اور اس دین متین کے پیرو کاروں کے خلاف شب و روز جاری رکھا گیا۔

آپ گذشتہ جلدوں میں گذشتہ اوراق میں اس بارے میں بہت کچھ پڑھ آئے ہیں یہاں اسے دہرانا مقصود نہیں ہے۔ بس اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ پیہم جور وستم کے خلاف پیرو کاران دین اسلام نے بہت ہمت صبر استقامت کا مظاہرہ کیا۔ اور پیغمبر اسلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قدم مبارک اس راہ حق پر آگے ہی بڑھتے رہے۔ دنیا کی کوئی بھی طاقت رغبت وجاہت ان کے راستے کی رکاوٹ نہ بن سکی۔ ان کے عزم واستقلال کے سامنے پہاڑ بھی نہ جم سکے۔

روز بعثت سے لے کر سن 8 ہجری تک یہ اکیس سالہ عرصہ پیغمبر اسلام اور دین اسلام کے پیرو کاروں کے لئے اتنا بڑا صبر آزما تھا۔ دعوت توحید کو ناکام بنانے کے لئے مخالفین کی مساعی میں جتنی شدت آتی جاتی داعی حق حضورِ انور نبی کریم ﷺ اور جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جذبہ جہاد میں عزم واستقلال میں اسی قدر اور اضافہ ہوتا جاتا۔ نبی کریم ﷺ کے بے نظیر عزم استقلال اور فرزندان اسلام کی سرفروشیوں نے قلیل عرصہ میں باطل کی ظالم و جابر طاقتوں کو ہر میدان میں رسوا کن ہزیمتوں سے دوچار کر دیا۔

چند سال میں ایسا انقلاب برپا ہوا کہ جزیرۂ عرب کے دور افتادہ خطے بھی نور اسلام سے جگمگا اٹھے۔ شرک

Marfat.com

وکفر کے ایوان کے بڑے بڑے ستون خود بخود گرنے لگے۔ خالد جیسی شخصیتیں جس نے صرف چند سال پہلے احد میں اپنی عسکری عبقریت کے باعث لشکر اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا تھا' دوڑ دوڑ کر شمع مصطفوی پر پروانہ وار نثار ہونے لگے۔ نبی مکرم' رسول معظم ﷺ جن کو چند سال پہلے مکہ سے ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا گیا تھا' اب وقت آ گیا کہ اللہ تبارک تعالیٰ کا محبوب بندہ دس ہزار قدوسیوں کے لشکر جرار کے ساتھ مکہ میں فاتحانہ شان سے داخل ہوا اور اپنے جدامجد حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے تعمیر کردہ کعبہ کو کفر و باطل کی ہر قسم کی آلودگیوں سے پاک کرے اور اس میں قطار در قطار سجائے ہوئے بتوں کو وہاں سے اکھیڑ کر باہر پھینک دے اور ان کے نام ونشان کو مٹا دے۔

زمانہ وقوع

غزوہ فتح مکہ کا زمانہ وقوع ماہ رمضان سن 8 ہجری کا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ پیغمبر اوّل وآخر واعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ 10 رمضان سن 8 ہجری بروز سوموار فتح مکہ کے لئے روانہ ہوئے۔ (اس میں بہت اختلاف ہے کچھ علماء اور آئمہ کرام نے 18 رمضان کو صحیح قرار دیا ہے۔) اور 10 رمضان سن 8 ہجری کو 630ء عیسوی کے پہلے مہینے کا پہلا دن تھا یعنی کہ لشکر اسلام فتح مکہ کے لئے یکم جنوری 630 عیسوی بروز پیر (سوموار) روانہ ہوا۔

اور اسی ماہ (رمضان) کی 17 تاریخ کو بروز سوموار مکہ فتح ہوا اور سال عیسوی کے مطابق مکہ 8 جنوری بروز سوموار 630 عیسوی کو فتح ہوا۔ اور اس روز اللہ تبارک تعالیٰ نے بیت اللہ کے مدتوں سے بند دروازے اپنے محبوب رسول پیغمبر اول وآخر واعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے استقبال کے لئے کھول دیئے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 305)

فتح مکہ کا دن تاریخ انسانیت کا مبارک ترین دن ہے۔ اسی روز ظلمت وگمراہی میں صدیوں سے بھٹکنے والے کاروان انسانیت کو صراط مستقیم تک رسائی ہوئی۔ اسی روز اللہ تبارک تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان اوہام وخرافات' تعصب وہٹ دھرمی' جہالت وبربریت نفس پرستی اور اندھی تقلید کے جتنے حجابات تھے سب تار تار کر دیئے گئے۔ انسان کو خود شناسی اور خدا شناسی کی نعمت عظمیٰ اور سعادت کبریٰ سے بہرہ ور کر دیا گیا۔

اسی روز دین حق' دین اسلام کی صداقت سب پر روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی اور وہ جوق در جوق اس میں شامل ہونے لگے۔

اسی روز اسلام ایک علاقائی طاقت کے زمرے سے نکل کر عالمی طاقت بن گیا۔

اور اسی روز اس فرمان الٰہی کی صداقتوں کو دنیا نے اپنی آنکھوں سے وقوع پذیر ہوتے دیکھا۔

''اور فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا' بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا'' (سورہ بنی اسرائیل آیت 81)

Marfat.com

اور اسی روز خانہ کعبہ کو مسجد حرام کو تمام بتوں سے پاک کر دیا گیا۔

اور اسی روز کعبۃ اللہ کی چھت پر کھڑے ہو کر اذان کہی گئی اور اللہ تبارک تعالیٰ کا مبارک نام دیر تک فضاؤں میں گونجتا رہا۔

اور اسی فتح کی وجہ سے لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوئے اور روئے زمین کا چہرہ نور اللہ کی روشنی اور چمک سے جگمگا اٹھا۔

غزوہ فتح مکہ کا سبب

اس غزوہ کا سبب معاہدہ صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی اور پھر اس کا کالعدم قرار دیئے جانا بنا۔

سن 6 ہجری کے آخر میں حدیبیہ کے مقام پر فریقین کے درمیان جو صلح نامہ طے پایا تھا' اس میں دیگر شرط کے علاوہ دو شرطیں یہ تھیں:

1- فریقین دس سال تک ایک دوسرے کے ساتھ جنگ نہیں کریں گے۔

2- عرب کے دیگر قبائل کو اجازت دے دی گئی کہ جو قبیلہ جس فریق کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کرنا چاہے وہ کر سکے' اس پر کوئی پابندی نہیں ہوگی۔

چنانچہ ہر قبیلہ نے اپنی پسند و مرضی سے جس فریق کے ساتھ اپنے مستقبل کو وابستہ کرنا مناسب سمجھا اس کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کر لیا۔

بنو کنانہ نے قریش کے ساتھ اور بنو خزاعہ نے پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کر لیا۔ خزاعہ نے معاہدہ طے کرتے وقت وہ عہد نامہ بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کیا جو حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے جد امجد حضرت عبدالمطلب نے خزاعہ کو لکھ کر دیا تھا۔ جب پہلے ان سے دوستی کا معاہدہ کیا گیا تھا۔ اس تحریر کا ہر جملہ غور طلب ہے۔ حضرت عبدالمطلب نے جو معاہدہ کیا وہ اپنے مختصر سے پس منظر کے ساتھ یوں ہے۔ نبی خزاعہ کا قبیلہ پہلے ہی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے دادا عبدالمطلب بن ہاشم کے حلیف تھے۔ عبدالمطلب کی دشمنی یا جھگڑا ان کے چچا نوفل بن مناف اور اس کی اولاد سے تھا۔ لہٰذا بنی خزاعہ کا قبیلہ عبدالمطلب کو ان کے چچا کے خلاف مدد دیتا تھا۔

حضرت عبدالمطلب اور نوفل کے درمیان دشمنی یا جھگڑے کا سبب یہ تھا کہ جب مطلب مرا جو حضرت عبدالمطلب کا دوسرا چچا تھا تو نوفل نے اس کی تمام جائیداد اور مکان وغیرہ غصب کر کے اپنے قبضہ میں لے لیا جس سے حضرت عبدالمطلب بہت پریشان ہوئے اور انہوں نے اپنی قوم کے سامنے فریاد کر کے انہیں نوفل سے حق دلوانے کے لئے ابھارنا چاہا۔ مگر کسی نے اس کی دادرسی نہ کی بلکہ اپنے قبیلہ والوں نے حضرت عبدالمطلب کو صاف صاف کہہ دیا کہ ہم تمہارے چچا کے جھگڑے میں ہرگز دخل نہیں دیں گے۔

Marfat.com

حضرت عبدالمطلب نے اپنے خاندان اور قبیلہ والوں سے مایوس ہو کر اپنے ننہال والوں یعنی بنی نجار کو لکھا جو مدینہ میں آباد تھے اور وہیں رہ رہے تھے۔ بنی نجار والے حضرت عبدالمطلب کی فریاد پر فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور یثرب (مدینہ) سے ستر (70) سواران کی مدد کے لئے مکہ آ گئے۔

یہ لوگ سیدھے نوفل کے پاس پہنچے اور بولے "اس عمارت یعنی بیت اللہ کے ربّ کی قسم! ہمارے بھانجے کی جو کچھ زمین وغیرہ تم نے غصب کی ہے وہ تمہیں واپس کرنی پڑے گی ورنہ ہم تلوار کے زور سے اُسے حاصل کریں گے۔" اس پر نوفل نے وہ سب کچھ واپس کر دیا جو غصب کر رکھا تھا۔

اُس واقعہ کے بعد حضرت عبدالمطلب نے بنی خزاعہ سے ایک دفاعی معاہدہ کر لیا کیونکہ خود نوفل بھی اپنے بھائی عبدالشمس کی اولاد سے اپنے لئے اسی طرح معاہدہ کر چکا تھا۔

چونکہ بنی خزاعہ کا بہت پہلے سے حضرت عبدالمطلب بن ہاشم کے معاہدہ اور دوستی تھی اس لئے جب وہ صلح حدیبیہ میں پیغمبراول وآخر واعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی طرف شامل ہونے آئے تو انہوں نے بنی ہاشم سے اپنی پرانی قدیمی دوستی کے ثبوت میں وہ تحریر معاہدہ دکھلائی جو حضرت عبدالمطلب نے بنی خزاعہ کے ساتھ معاہدہ کرتے ہوئے لکھی تھی۔

جب بنی خزاعہ نے باوقت صلح حدیبیہ حضورِ انور نبی کریم ﷺ کے حضور وہ تحریر معاہدہ پیش کی تو آپ ﷺ نے اسے دیکھا اور پھر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو وہ پڑھ کر سنائی۔ وہ تحریر معاہدہ یہ تھی۔

"اے اللہ! تیرے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں۔ یہ حلف نامہ عبدالمطلب بن ہاشم کی طرف سے بنی خزاعہ کے لئے لکھا گیا جب کہ بنی خزاعہ کے معزز حضرات اور سمجھ دار لوگ اس کے یعنی عبدالمطلب کے پاس آئے۔ بنی خزاعہ کے معزز حضرات جو یہاں موجود ہیں وہ فیصلہ (معاہدہ) کر رہے ہیں اس کا قرار بنی خزاعہ کے وہ لوگ بھی کرتے ہیں جو یہاں موجود نہیں (یعنی یہ معاہدہ اور دوستی کا اقرار بنی خزاعہ کے حاضر اور غائب سب ہی لوگوں کی طرف سے ہے اور سب ہی اس کا پاس کریں گے) کہ ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ تبارک تعالیٰ کے نام پر عہد وپیان اور میثاق ہو رہا ہے اس کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

> "ہمارے درمیان اور تمہارے (بنوخزاعہ کے) درمیان عہد وپیان ہے جس کا اللہ تبارک تعالیٰ ضامن ہے جسے کبھی فراموش نہیں کیا جائے گا۔ ہم اس وقت تک متحد رہیں گے جب تک ثبیر کے پہاڑ پر سورج چمکتا رہے' کوہ حراء اپنی جگہ پر قائم رہے اور جب تک سمندر کا پانی اون کو بھگوتا رہے یعنی قیامت کے برپا ہونے تک۔"

حضرت عبدالمطلب کی یہ تحریر حضرت ابی کعب رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں پڑھ کر سنائی۔ حضورِ انور سرکارِ دوعالم ﷺ نے یہ سن کر فرمایا:

Marfat.com

''زمانہ جاہلیت میں دوستی کا جو معاہدہ طے پایا تھا۔ اسلام اس کو کالعدم قرار نہیں دیتا بلکہ اس کو پختہ سے پختہ تر کرتا ہے۔''

عہد شکنی

صلح حدیبیہ کے بائیس ماہ بعد شعبان کے مہینہ میں قریش اور ان کے حلیف بنو بکر نے ایک ایسی حرکت کی جس کے باعث حدیبیہ کا معاہدہ صلح کالعدم ہو گیا۔ اہل مکہ کو اس معاہدہ صلح کو توڑنے کی کیسے جرأت ہوئی؟

اس بارے میں کچھ مصنفین نے لکھا ہے کہ مشرکین مکہ نے اس وقت مسلمانوں کو کمزور جانا اس لئے انہوں نے یہ جسارت کی۔ جب کہ میرے (اس کتاب کے مصنف کے) خیال میں ایسی کوئی وجہ نہیں ہے۔ میں گمان کرتا ہو کہ قدرت نے مشرکین مکہ سے یہ فاش غلطی اپنی حکمت کے تحت کرائی تا کہ پیغمبر اول و آخر واعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کو مکہ پر چڑھائی کرنے کے لئے بین جواز ہو اور پھر آپ ﷺ آسانی سے بغیر کسی خون خرابے کے مکہ فتح کرسکیں۔

سیرت نگاروں نے اس کے بارے میں تفصیل سے لکھا ہے، جس کا خلاصہ پیش خدمت ہے:

بنو کنانہ اور بنو بکر کے سرداروں نے قریش کے رئیسوں سے التجا کی کہ وہ اپنے جنگجو افراد اور اسلحہ سے ان کی امداد کریں تا کہ وہ اپنے دشمن بنو خزاعہ سے اپنے پرانے مقتولوں کا انتقام لے سکیں۔ انہیں اپنی قرابت داری کا بھی واسطہ دیا اور ان پر اپنا یہ احسان بھی جتلایا کہ انہوں نے پیغمبر اسلام سے دوستی کا معاہدہ کرنے کے بجائے ان سے معاہدہ کیا ہے۔ نیز اسلام کی مخالفت اور اس کو مٹانے میں بھی وہ ان کے ساتھ ہیں۔

جب بنو کنانہ نے قریش کو بڑے اشتعال انگیز لہجے سے دعوت دی تو سب نے ان کی مدد کرنے کی حامی بھر لی۔ ان میں ایک سردار مکہ ابوسفیان شریک نہیں ہوا تھا اور نہ اس سے اس بارے میں مشورہ کیا گیا۔ حالانکہ مکہ کا اب سردار اعلیٰ اور سربراہ قوم مکہ ابوسفیان ہی تھا۔ بنو خزاعہ کے خلاف یہ سازش بڑی راز داری سے کی جارہی تھی۔ بنو خزاعہ صلح حدیبیہ کے بعد بڑے اطمینان سے وقت گزار رہے تھے۔ انہیں یہ گمان بھی نہ تھا کہ یہ لوگ ان پر اچانک دھاوا بول دیں گے۔

قریش، بنو بکر اور بنو کنانہ نے باہمی مشورہ سے طے کیا کہ مکہ کے نشیبی علاقہ میں ''وتیر'' نامی کنواں جو بنو خزاعہ کے علاقہ میں ہے، اس پر فلاں تاریخ، فلاں دن اور فلاں وقت اکٹھے ہوں گے اور وہاں سے ان پر حملہ کر کے ان کا قتل عام کریں گے۔ جب مقررہ جگہ پر وہ لوگ پہنچ گئے تو ان پر دھاوا بولنے والوں میں دیگر قبائل کے علاوہ قریش کے بڑے بڑے سردار بھی شریک تھے۔ جن میں سے چند کے نام یہ ہیں: صفوان بن امیہ، عکرمہ بن ابی جہل، حویطب بن عبدالعزیٰ، شیبہ بن عثمان اور مکرز بن حفص۔ ان سب نے اپنے چہروں پر نقاب ڈالے ہوئے تھے اور عجیب قسم کا لباس پہنا ہوا تھا تا کہ انہیں کوئی پہچان نہ سکے۔ یہ لوگ اپنے غلاموں اور نوکروں کا

Marfat.com

ایک جم غفیر بھی ہمراہ لائے تھے۔

ادھر قریش اور ان کے حلیف زور وشور سے بنوخزاعہ پر حملہ کرنے کے لئے تیاریوں میں مصروف تھے ادھر بنی خزاعہ اپنے گھروں میں بے خوف وخطر خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہے تھے۔ انہیں یہ سان وگمان بھی نہ تھا کہ اس معاہدہ کے بعد (اس معاہدہ کی موجودگی میں) ان پر بلا وجہ شب خون مارا جائے گا۔ ان میں اکثریت بچوں، عورتوں اور کمزور بوڑھوں کی تھی۔ جب بنوبکر نے ان پر اچانک حملہ کیا تو وہ جانیں بچانے کے لئے بھاگ نکلے۔ یہاں تک کہ حدود حرم میں داخل ہوگئے۔ انہیں امید تھی کہ یہاں ان کو امان مل جائے گی لیکن ان حملہ آوروں نے حدود حرم کا بھی پاس نہ کیا اور ان کو بے دریغ قتل کرتے رہے۔

ان حملہ آوروں میں سے چند آدمیوں نے اپنے سرغنہ نوفل بن معاویہ کو دہائی دی، اے نوفل! اپنے خدا سے ڈرو۔ تم دیکھتے نہیں کہ تم حرم میں داخل ہوگئے ہو پھر بھی قتل کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ اس وقت اس پیکر فخر ورعونت نے ایسا جملہ زبان سے نکالا کہ زمین بھی لرز اٹھی۔ اس نے کہا:

''آج کوئی خدا نہیں۔ اے بنوبکر! تم حرم میں لوگوں کا مال چرالیا کرتے ہو اس وقت تمہیں حرم کا خیال نہیں آتا۔ آج دشمن سے انتقام لینے کا موقع ہے تو تمہیں حرم کا تقدس یاد آگیا۔ خبردار! آج کوئی شخص انتقام لینے میں سستی نہ کرے۔ دشمن جہاں ملے اسے وہیں تہ تیغ کردو۔'' (السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد 3 صفحہ 256، 528۔ سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 305۔ تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 77۔ زرقانی جلد 2 صفحہ 289)

بنوخزاعہ کے بچے کھچے افراد بھاگ کر بدیل بن ورقاء اور رافع کے گھر تک پہنچے مگر قریش نے ان کو وہاں بھی نہیں چھوڑا اور انہیں مار ڈالا۔ اس وقت صبح سے پہلے والا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ اس اندھیرے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قریش کے رؤساء اپنے اپنے گھروں میں داخل ہوگئے۔ اپنے بارے میں انہیں یہ گمان تھا کہ انہیں کسی نے نہیں دیکھا، کسی نے نہیں پہچانا۔ اس لئے ان کے بارے میں نبی آخر الزمان، سرکارِ دوعالم ﷺ کو کوئی اطلاع نہیں ملے گی۔ صبح کا اجالا پھیلا تو لوگوں نے دیکھا کہ بدیل اور رافع کے مکانوں کے دروازوں پر بنوخزاعہ کے آدمیوں کی لاشوں کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔

بنی خزاعہ پر اس حملہ میں بنی بکر کی ایک شاخ ''بنی نفاثہ'' نے نمایاں طور پر حصہ لیا اور ان کی مدد قریش نے بھی کی۔ اس حملہ میں بنی خزاعہ کے بیس یا تئیس آدمی قتل کردیئے گئے۔

قریش کے سردار جو عداوت میں اندھے ہو چکے تھے، یہ غلطی کر بیٹھے، مگر اب وہ پچھتانے لگے۔ ان میں جو دوراندیش لوگ تھے انہوں نے ان کو لعنت ملامت کرنا شروع کردی۔ جن قریشیوں نے اس حملہ میں حصہ لیا تھا۔ حارث بن ہشام اور عبداللہ بن ابی ربیعہ دونوں ان کے پاس آئے اور صفوان اور عکرمہ وغیرہ کو صاف صاف بتادیا کہ یہ حرکت کرکے تم نے اس معاہدہ کو توڑ دیا ہے جو محمد ﷺ کے ساتھ طے پایا تھا۔ اس عہدشکنی کے

Marfat.com

نتائج بھگتنے کے لئے اب تیار ہو جاؤ۔ (السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد 3 صفحہ 528۔ سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 306)

حضور پُرنور ﷺ کو خبر

وتیر کے کنوئیں پر رات کے وقت بنو خزاعہ پر جو قیامت گزر گئی تھی اس کے بارے میں حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم عالم خفا وغیوب مخبر صادق ﷺ نے صبح سویرے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بتایا کہ اے عائشہ! بنو خزاعہ پر آج بڑا ظلم وستم کیا گیا ہے۔ ام المومنین نے عرض کی' یارسول اللہ! کیا قریش میں یہ ہمت ہے کہ وہ اس معاہدہ صلح کی خلاف ورزی کر سکیں حالانکہ تلواروں نے ان کو پہلے ہی تباہ و برباد کر دیا ہے۔ فرمایا' انہوں نے وہ معاہدہ توڑ دیا ہے اور اس میں اللہ تبارک تعالیٰ کی حکمتیں ہیں۔ عرض کی' یارسول اللہ! اس کا انجام تو بخیر ہوگا؟ فرمایا' ہر طرح خیر ہی خیر ہے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 306)

اسی سلسلہ کی دوسری روایت ہے جو امام طبرانی نے اپنی کبیر اور صغیر میں ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔ اُم المومنین فرماتی ہیں:

''ایک رات حضور پُرنور ﷺ نے میرے ہاں قیام فرمایا۔ سحری کے وقت تہجد ادا کرنے کے لئے حضور ﷺ اٹھے اور طہارت خانہ (وضو کرنے کی جگہ) میں تشریف لے گئے۔ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ میں حاضر ہوں' میں حاضر ہوں' میں حاضر ہوں'' پھر فرمایا نُصِرْتَ نُصِرْتَ نُصِرْتَ ''تمہاری مدد کی گئی' تمہاری مدد کی گئی' تمہاری مدد کی گئی''

حضور پُرنور نبی کریم ﷺ وضو خانہ سے باہر تشریف لے آئے تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں نے حضور ﷺ کو تین مرتبہ یہ کہتے سنا لَبَّیْکَ (تین بار) نُصِرْتَ (تین بار) کیا اندر کوئی آدمی تھا جس سے حضور ﷺ ہم کلام تھے۔

حضور نے فرمایا یہ بنی کعب کا رجز خواں تھا۔ جو مجھ سے فریاد کر رہا تھا کہ قریش نے بکر بن وائل کی مدد کی ہے اور ہم پر حملہ کر دیا ہے۔ حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم تین دن تک کسی واقعہ کی اطلاع ملنے کا انتظار کرتے رہے۔ تین دن بعد جب حضور پُرنور سرکارِ دوعالم ﷺ صبح کی نماز سے فارغ ہو کر مسجد میں ہی تشریف فرما تھے تو میں نے راجز کو اشعار کہتے ہوئے سنا۔

عمرو بن سالم خزاعی کی آمد

بنی خزاعہ کے قتل عام کے فوراً بعد عمرو بن سالم خزاعی اپنے قبیلہ کے چالیس افراد کی معیت میں بنی خزاعہ کی بستی سے روانہ ہوا۔ یہ بنی خزاعہ کا سردار تھا اس کے ساتھ جو اور لوگ روانہ ہوئے ان میں بدیل بن ورقا خزاعی بھی تھا۔ یہ چالیس خزاعی سواروں کا قافلہ مدینہ طیبہ کی طرف عازم سفر ہوا تا کہ اس قتل وغارت گری کے بارے

Marfat.com

میں بارگاہِ رسالت مآب میں روئیداد پیش کرے۔ نیز قریش نے اس المیہ میں جو کردار ادا کیا ہے اس سے آگاہ کرے۔ جب فریادیوں کا یہ وفد مدینہ طیبہ پہنچا تو اس وقت پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضورِ انور' سرکار دو عالم ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے اور عقیدت مندوں کا ایک جم غفیر اپنے آقا' آقائے کائنات ﷺ کے اردگرد حلقہ بنائے بیٹھا تھا۔

عمرو بن سالم خزاعی جو اس وفد کا رئیس تھا اٹھا اور بارگاہِ رسالت میں اس المناک حادثہ کی ساری تفصیلات عرض کیں۔ قریش کے جن رؤساء نے اس حملہ میں شرکت کی تھی ان کے ناموں سے بھی حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کو آگاہ کیا۔ جب یہ لوگ اپنی داستان ظلم وستم عرض کرنے سے فارغ ہوئے تو عمرو بن سالم نے اٹھ کر یہ اشعار پیش کیے جن میں انہوں نے اپنی قوم کی بربادی اور مظلومیت کی داستان بڑے پرسوز انداز میں بیان کی۔ اس نے کہا:

"اے میرے پروردگار! محمد ﷺ کو دوستی کا وہ معاہدہ یاد دلانے والا ہوں جو میرے باپ اور ان کے باپ کے درمیان قدیم زمانے میں طے پایا تھا۔"

"اس وقت تم ہماری اولاد اور ہم تمہارے باپ تھے۔ وہاں ہم نے صلح کی پھر اس صلح سے ہاتھ نہ کھینچا (حضورِ انور نبی کریم ﷺ کو اپنا فرزند اس لیے کہا کہ حضور ﷺ کے دو دادوں کا نکاح بنی خزاعہ کی دو خواتین سے ہوا تھا۔ ان کے شکم سے جو اولاد ہوئی بنوخزاعہ ان کے باپ تھے اور ان خواتین کے بچے ان کے فرزند تھے۔ قصی کی والدہ اور عبد مناف کی زوجہ دونوں بنوخزاعہ قبیلہ کی خواتین تھیں)۔"

"قریش نے آپ ﷺ کے ساتھ جو وعدہ کیا تھا اس کی خلاف ورزی کی اور وہ پختہ عہد جو انہوں نے آپ ﷺ سے کیا تھا اس کو توڑ دیا۔"

"انہوں نے گمان کیا کہ میں اپنی مدد کے لئے کسی کو نہیں پکاروں گا۔ وہ ذلیل تھے اور تعداد کے لحاظ سے بہت کم تھے۔"

"وتیر نامی کنوئیں کے قریب جب ہم اپنے گھروں میں سو رہے تھے' انہوں نے ہم پر شب خون مارا اور ہمیں اس حال میں قتل کیا جب ہم رکوع وسجود کی حالت میں تھے۔"

"وہ کداء کی گھاٹی میں چھپ کر میری گھات لگائے بیٹھے تھے۔ یارسول اللہ! ہماری ایسی مدد فرمایئے جو بہت قوت والی ہو۔"

"آپ اللہ کے بندوں کو بلایئے جو مدد کے لئے آجائیں۔ ان میں اللہ کے رسول بھی ہوں جو جنگ کے لئے پوری طرح تیار ہوں۔"

"جب ان کی توہین کی جاتی ہے تو ان کا چہرہ فرط غضب سے سرخ ہو جاتا ہے۔ وہ ایسے لشکر جرار کے

Marfat.com

ساتھ حملہ کرتے ہیں جو سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مار رہا ہوتا ہے اور اس پر جھاگ تیر رہی ہوتی ہے۔''

جب عمرو ان اثر انگیز اشعار میں اپنی مظلومیت کی داستان سنا کر فارغ ہوا تو حضورِ انور رحمتِ دو عالم ﷺ نے فرمایا:

''اے سالم کے بیٹے عمرو! ذرا غم نہ کرو ضرور تیری مدد کی جائے گی۔''

اسی اثناء میں بادل کا ایک ٹکڑا اس مجلس کے اوپر سے گزرا اور گرجا' حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا کہ بادل کا یہ ٹکڑا ابنو کعب کو مدد کی خوشخبری سنا رہا ہے (کی بشارت سے دمک رہا ہے۔)

(السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد 3 صفحہ 527' تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 77 سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 309' زرقانی جلد 2 صفحہ 290)

عبدالرزاق' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور پُرنور ﷺ نے جب بنی کعب پر توڑے جانے والے ظلم وستم کی داستان سنی تو مظلوموں کی دادرسی کرنے والے نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا:

والذی نفسی بیدہ لامنعنھم مما امنع منہ نفسی واھلی وبیتی۔

''اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے میں ان کا ہر اس دشمن سے دفاع کروں گا۔ جس دشمن سے میں اپنی ذات اپنی آل اور اہل خانہ کا دفاع کرتا ہوں۔''

پیغمبر اول و آخر و اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم' عالم خفا و غیوب' مخبر صادق ﷺ نے اس وقت فرمایا' مجھے یوں معلوم ہو رہا ہے کہ ابوسفیان تمہارے پاس آئے گا اور معاہدہ کی تجدید اور مدت میں اضافہ کے لئے درخواست کرے گا۔ (السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد 3 صفحہ 529' الاکتفا جلد 2 صفحہ 288)

جب بنوخزاعہ کے وفد نے بارگاہِ رسالت مآب میں اپنی خونچکاں داستان بیان کی تو حضور انور ﷺ نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے تمہارے ساتھ یہ زیادتی کی ہے! انہوں نے کہا: بنی بکر۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا: بنو بکر تو بہت بڑا قبیلہ ہے' ان میں سے کن لوگوں نے تم پہ یہ ظلم وستم روا رکھا ہے؟ انہوں نے عرض کی' بنی نفاثہ نے اور ان کی قیادت نوفل بن معاویہ نفاثی کر رہا تھا۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے فرمایا' یہ بنی بکر کا ایک خاندان ہے۔ میں اہل مکہ کی طرف دریافت احوال کے لئے اپنا قاصد روانہ کرتا ہوں جو ان کے سامنے تجویز پیش کرے گا۔ ان میں سے جس تجویز کو وہ چاہیں پسند کرلیں۔

جیسا کہ پہلے بھی یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ ان قریشیوں نے بنی بکر کی مدد کرنے کے سلسلے میں ابوسفیان سے بھی مشورہ نہیں کیا تھا۔ (ایک قول ہے کہ مشورہ کیا تھا مگر ابوسفیان نے اس بات کی سختی سے مخالفت کی تھی۔) ان قریشی سرداروں کو یہ گمان تھا کہ وہ لوگ بھیس بدل کر' نقاب ڈال کر چوری چھپے لڑیں گے اور پہچانے نہیں جائیں گے اور یوں ان کے اس فعل بد' عہد شکنی کی خبر حضور انور نبی کریم (ﷺ) کو نہیں ہوسکے گی۔

Marfat.com

ان کی یہ خام خیالی انتہائی غلط ثابت ہوئی اور اس حملہ میں قریش کی شمولیت کا ہر خاص و عام کو پہلے دن ہی پتہ چل گیا اور خاص طور پر بدیل بن ورقاؑ اور رافع کے گھروں کے باہر لاشوں کے ڈھیر نے لوگوں پر یہ ثابت کر دیا کہ اس قتل و غارت میں قریش نے خوب حصہ لیا ہے۔

اکثر مورخین، سیرت نگاروں کا یہ کہنا ہے کہ جب قریش نے بنی بکر کی مدد کی تو ابوسفیان سردار مکہ کو اس کی خبر نہ تھی۔ قریش نے بنی بکر کی مدد تو کر دی اور اس صلح نامہ اور عہد و پیمان کی دھجیاں اڑا دیں مگر پھر انہیں اپنی بد عہدی اور اس فاش غلطی کا جلد ہی احساس ہو گیا انہیں اب بہت ندامت و شرمندگی ہوئی اور اس پر پچھتانے لگے۔

چنانچہ اب حرث ابن ہشام، سردار مکہ ابوسفیان کے پاس آیا اور بتلایا کہ قوم نے کیا غلطی کی ہے ابوسفیان نے یہ سن کر کہا! یہ ایسا واقعہ ہے کہ میں اس میں شریک نہیں ہوں لیکن اس سے لاتعلق بھی نہیں ہوں۔ یہ بہت ہی برا ہوا ہے۔ خدا کی قسم محمد (ﷺ) اب یقیناً ہم سے جنگ کریں گے۔ مجھے مستقبل اچھا نہیں لگتا۔

مجھ سے میری بیوی ہندہ بنت عتبہ نے کہا ہے کہ اس نے ایک بھیانک خواب دیکھا ہے۔ اس نے دیکھا ہے کہ حجون کی طرف سے خون کا دریا بہتا ہوا آیا ہے اور خندق (خندمہ یا بیت اللہ) تک پہنچ گیا ہے اور لوگ اس کو دیکھ کر سخت پریشان اور بدحواس ہو رہے ہیں۔

ان حالات میں ابوسفیان نے مدینہ منورہ میں حاضر ہو کر مصالحت کرنے کا پروگرام بنایا۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے اپنے ایک صحابی حضرت ضمرہ رضی اللہ عنہ کو اہل مکہ کی طرف روانہ کیا تا کہ وہ صحیح جرم، واقعہ کی نوعیت کا پتا لگائیں اور ان کے سامنے یہ تجویز پیش کریں:

1- بنوخزاعہ کے مقتولوں کی دیت ادا کریں۔

2- بنونفاثہ سے اپنی دوستی کا معاہدہ ختم کر دیں۔

3- صلح حدیبیہ کو علانیہ طور پر کالعدم قرار دے دیں۔

یہ ایسی تجاویز تھیں جن میں ان کی عزت نفس کو ٹھیس پہنچائے بغیر امن و سلامتی کی ضمانت دی گی تھی۔ یہ تجاویز اتنی منصفانہ اور کریمانہ تھیں کہ کوئی غیر جانبدار آدمی بھی ان کو سخت کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ ان میں دھونس اور تشدد کا شائبہ تک بھی نہ تھا۔ یہ نکتہ یہ روایت قارئین کرام کے لئے خصوصی توجہ کی مستحق ہے۔ اس کے مطالعہ سے یہ بات ان پر واضح ہو جائے گی کہ ان انتہائی اشتعال انگیز حالات میں کس طرح صلح حدیبیہ کو برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی۔ حضورِ انور ﷺ ہرگز نہیں چاہتے تھے کہ فریقین کے درمیان جنگ کے شعلے پھر بھڑکنے لگیں۔

حضرت ضمرہ رضی اللہ عنہ مکہ پہنچا اور حرم شریف کے دروازہ پر اونٹنی کو بٹھایا۔ قریش صحن حرم میں اپنی اپنی مجلسیں جمائے بیٹھے تھے۔ انہیں جا کر بتایا کہ میں اللہ کے رسول ﷺ کا قاصد ہوں۔ اور تمہارے سامنے یہ تین

Marfat.com

تجاویز پیش کرتا ہوں۔ ان تجاویز کو سننے کے بعد قریش باہم مشورہ کرنے لگے۔

قرظہ بن عبد عمرو جو نابینا تھا اس نے کہا اگر ہم خزاعہ کے مقتولوں کی دیت دیں گے تو ہمارے پاس پھوٹی کوڑی بھی باقی نہیں رہے گی۔ اس لیے پہلی تجویز ہمارے لئے قابل قبول نہیں۔ دوسری تجویز یہ ہے کہ ہم بنونفاثہ سے دوستی کا معاہدہ توڑ دیں' یہ بھی ہمارے لئے قابل قبول نہیں کیونکہ نفاثہ عرب کے تمام قبیلوں سے زیادہ بیت اللہ' کعبہ شریف کی تعظیم کرتے ہیں۔ ہم ان سے اپنی دوستی کا معاہدہ کالعدم کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں البتہ تیسری تجویز ہمیں منظور ہے۔ ہم علانیہ صلح حدیبیہ کو ختم کرتے ہیں۔

ان کا فیصلہ سن کر حضرت ضمرہ رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ واپس آ گیا۔

حضرت ضمرہ رضی اللہ عنہ کے واپس آنے کے بعد اہل مکہ کی آنکھیں کھلیں اور اس کے خوفناک نتائج نے انہیں پریشان کر دیا۔

علامہ مقریزی لکھتے ہیں کہ:

حارث بن ہشام اور چند دوسرے لوگ صفوان بن امیہ اور اس کے ساتھیوں کے پاس آئے جنہوں نے بنو خزاعہ پر حملہ کرنے میں بنو بکر سے تعاون کیا تھا اور انہیں آ کر ملامت کی۔ انہوں نے ابوسفیان کو کہا کہ یہ ایسا معاملہ نہیں جسے معمولی سمجھ کر نظر انداز کر دیا جائے بلکہ ہمیں ان بگڑتے ہوئے حالات کو سنبھالا دینے کے لئے فوری توجہ دینا چاہیے۔ چنانچہ یہ طے پایا کہ ابوسفیان خود مدینہ طیبہ میں حاضر ہو اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اس معاہدہ کی تجدید اور اس کی مدت میں اضافہ کی درخواست کرے۔ (زرقانی جلد 2 صفحہ 292)

ابوسفیان کی مدینہ طیبہ میں آمد

ابوسفیان کو جب ان حالات کا علم ہوا تو اس کو یقین ہو گیا کہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مظلوم دوستوں کی امداد کے لئے فوری اقدام کریں گے۔ اس سے پیشتر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر حملہ کریں بہتر ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہو کر معذرت کروں اور اس معاہدہ کی تجدید اور مدت میں اضافہ کے لئے التجا بھی کروں۔ قریش نے اس عہد شکنی کے انجام کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک مجلس مشاورت منعقد کی۔ کافی غور و خوض کے بعد سب نے ابوسفیان کی تجویز کو پسند کیا اور پھر یہ طے پا گیا کہ وہ اپنے سپہ سالار ابوسفیان کو اپنا نمائندہ بنا کر تجدید معاہدہ صلح کے لئے مدینہ روانہ کریں۔

چنانچہ ابوسفیان اپنے ایک غلام کے ہمراہ مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوا۔ وہ بڑی تیزی سے مسافت طے کر رہا تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ اس سے پیشتر کہ کوئی آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس المیہ کے بارے میں کچھ عرض کرے' وہ پہلے جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تجدید عہد کا وعدہ لے مدینہ جاتے وقت راستہ میں مکہ سے اندازاً 80 کلومیٹر دور عسفان کے مقام پر اس کی ملاقات بدیل بن ورقاء سے ہوئی۔

Marfat.com

(قارئین کرام! جیسا کہ ابھی آپ نے پڑھ لیا ہے ابوسفیان جب مدینہ منورہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہونے کے لئے جا رہا تھا تو اسے اندازاً مکہ سے 80 کلومیٹر دور مقام عسفان پر بدیل بن ورقا خزاعی مدینہ سے واپس آتا ہوا ملا۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بنی خزاعہ کے افراد اس قتل و غارت گری کے وقوع پذیر ہونے کے فوراً بعد بارگاہِ رسالت مآب میں اطلاع دینے اور مدد لینے کے لئے روانہ ہو گئے تھے اور ابوسفیان اس واقعہ کے سات' آٹھ دن بعد مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوا تھا۔ تب ہی تو بدیل بن ورقا خزاعی واپس آتے ہوئے مقام عسفان پر ملا)

ابوسفیان کو یہ خوف لاحق ہوا کہ کہیں بدیل نے محمد (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ عرض نہ کر دیا ہو۔ اس نے بدیل کے ساتھیوں سے پوچھا کہ یثرب کے بارے میں تمہیں اگر کوئی علم ہے تو ہمیں بتاؤ تم کب یثرب گئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں تو عرصہ دراز ہوا یثرب گئے ہوئے ہمیں تو وہاں کے حالات کا قطعاً کوئی علم نہیں لیکن ابوسفیان نے یہ اندازہ لگا لیا کہ یہ لوگ حقیقت حال کو اس سے چھپا رہے ہیں۔ اس نے کہا اگر تمہارے پاس یثرب کی کھجوریں ہیں تو وہ ہمیں دو۔ واقعی جتنی یثرب کی کھجوریں لذیذ ہوتی ہیں کوئی دوسری کھجور اتنی لذیذ نہیں ہوتی۔ انہوں نے کہا کہ نہ ہم یثرب گئے ہیں اور نہ ہمارے پاس کھجوریں ہیں۔

ان کے اس انکار کے باوجود ابوسفیان کا یہ خیال تھا کہ یہ غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں۔ اس نے کھل کر بدیل سے پوچھا' تم محمد (ﷺ) کے پاس گئے ہو؟ اس نے کہا ہرگز نہیں میں بنی کعب اور خزاعہ میں ایک جھگڑا تھا اس کی اصلاح کے لئے ان کے ساحلی علاقے میں گیا تھا۔ پھر ابوسفیان ان کی قیام گاہ (اس جگہ پر جہاں راستے میں رکے تھے) پر گیا اور ان کے اونٹوں کی ایک مینگنی اٹھائی اور اسے پھوڑا توڑا تو اس میں سے کھجور کی گٹھلیوں کے ٹکڑے برآمد ہوئے۔ ابوسفیان نے کہا' میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ لوگ محمد (ﷺ) کے پاس سے ہو کر آ رہے ہیں۔

ابوسفیان نے اپنا سفر جاری رکھا یہاں تک کہ وہ مدینہ طیبہ پہنچا۔ سب سے پہلے اپنی بیٹی اُم المومنین حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کے گھر گیا۔ حضور پُرنور ﷺ کا بستر بچھا ہوا تھا۔ اس نے جب اس پر بیٹھنے کا ارادہ کیا تو اُم المومنین نے فوراً وہ بستر لپیٹ کر الگ رکھ دیا۔ ابوسفیان نے کہا۔ اے میری بچی! کیا تم نے اس بستر کو میرے لائق نہیں سمجھا یا مجھے اس قابل نہیں سمجھا کہ میں اس پر بیٹھوں' اس لئے تم نے اسے لپیٹ کر رکھ دیا ہے۔ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کسی ادنیٰ جھجک کے بغیر اپنے باپ کو جواب دیا کہ:

یہ بستر اللہ کے پیارے رسول ﷺ کا ہے اور تو مشرک ہے اور ناپاک ہے۔ اس لئے میں نہیں برداشت کر سکتی کہ تو اللہ کے رسول کے پاک بستر پر بیٹھے۔

ابوسفیان اپنی بیٹی کا جواب سن کر ہکا بکا رہ گیا۔ اس نے کہا' اے بیٹی! جب سے تو مجھ سے جدا ہوئی ہے تم

Marfat.com

نے شر کا راستہ اختیار کرلیا ہے۔ آپ نے فرمایا' مجھے شر نہیں پہنچتی بلکہ اللہ تبارک تعالیٰ نے مجھے اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ ابا جان! آپ تو قریش کے سردار ہیں اور مکہ کے رئیس ہیں' میں حیران ہوں کہ اتنی دانش وفہم کے مالک ہونے کے باوجود آپ نے اب تک اسلام قبول نہیں کیا اور آپ اللہ وحدہ لاشریک کے بجائے انسان کے گھڑے ہونے اندھے بہرے پتھروں کی پوجا کر رہے ہیں۔ ابوسفیان اپنی بیٹی کے اس رویہ سے مایوس ہوکر اٹھ کر چلا گیا۔

ابوسفیان پھر پیغمبر اوّل وآخر واعظم حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت حضور ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ حاضر ہوکر اس نے عرض کی کہ

''جب صلح حدیبیہ کا معاہدہ طے پایا تھا تو میں غیر حاضر تھا۔ اب میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ حضور ﷺ اس معاہدہ کی تجدید فرمائیں اور معاہدہ کی مدت میں اضافہ کردیں۔''

پیغمبر اوّل وآخر واعظم' حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے پوچھا' ابوسفیان! تم محض اس لیے یہاں آئے ہو؟ اس نے کہا جی جہاں' اللہ کے رسول نے فرمایا۔ کیا تم سے اس معاہدہ کی کوئی خلاف ورزی صادر ہوئی ہے؟ اس نے بات ٹالتے ہوئے کہا' خدا کی پناہ ہم تو صلح حدیبیہ پر قائم ہیں۔ نہ ہم اس میں کوئی تغیر چاہتے ہیں اور نہ کسی تبدیلی کے روادار ہیں۔ ابوسفیان نے دوبارہ اپنی پہلی درخواست کا اعادہ کیا لیکن حضورِ انور تاجدارِ کائنات' سرکار دوعالم ﷺ نے اس کا جواب نہ دیا۔

یہاں سے مایوس ہوکر وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی درخواست پیش کی اور کہا یا تو آپ حضور ﷺ کی بارگاہ میں ہماری سفارش کریں یا آپ اپنی طرف سے لوگوں کو پناہ دینے کا اعلان کر دیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ میری پناہ اللہ کے رسول کی پناہ کے تابع ہے۔ میں الگ سے کوئی پناہ دینے کا مجاز نہیں ہوں۔

ابوسفیان وہاں سے ناکام ہوکر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسی طرح اپنی آمد کا مدعا آپ سے بھی عرض کیا۔ آپ نے غیرت ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ابوسفیان کو دوٹوک جواب دیا۔ فرمایا: تم مجھ سے توقع رکھتے ہو کہ میں بارگاہِ رسالت مآب میں تمہاری سفارش کروں گا؟ بخدا! اگر ایک چیونٹی کو بھی تم سے برسر پیکار پاؤں تو اس کی بھی مدد کرنے کے لئے تیار ہوں گا۔ جو نیا معاہدہ ہمارے اور تمہارے درمیان طے پائے اللہ تبارک تعالیٰ اس کو پرانا اور بوسیدہ کردے اور جو پختہ معاہدہ طے پائے اس کو اللہ تبارک تعالیٰ ٹکڑے ٹکڑے کردے۔ جو وعدہ ٹوٹ چکا ہے' اسے اللہ کبھی نہ جوڑے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے یہ جملے سن کر ابوسفیان برافروختہ ہوگیا اور بولا:

جوزیت من ذی رحم شر

Marfat.com

''خدا اس قطع رحمی کی تمہیں سزا دے۔''

وہاں سے اٹھ کر ابوسفیان حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یوں گویا ہوا ''رشتہ میں آپ میرے قریب ترین رشتہ دار ہیں' مہربانی کر کے کوشش کریں کہ معاہدہ کی تجدید بھی ہو جائے اور اس کی مدت میں بھی اضافہ ہو جائے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر آپ اپنے آقا کی خدمت میں ہماری سفارش کریں گے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی اسے مسترد نہیں کریں گے۔''

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہی الفاظ دہرا دیئے جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمائے:

جواري في جوار رسول الله صلى الله عليه وسلم

''میری پناہ اللہ کے رسول کی پناہ کے تابع ہے۔''

ابوسفیان وہاں سے اٹھ کر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور گزارش کی۔ ''اے علی! آپ سب سے زیادہ میرے قریبی رشتہ دار ہیں' میں ایک غرض کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ مجھے یقین ہے آپ مجھے مایوس نہیں کریں گے۔ ازراہ نوازش بارگاہِ رسالت مآب میں میری سفارش کریں۔''

آپ نے فرمایا: اے ابوسفیان! تیرا بھلا ہو۔ بخدا! جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسی بات کا عزم فرما لیتے ہیں تو ہماری یہ مجال نہیں ہوتی کہ ہم اس میں مداخلت کریں۔

وہاں سے اٹھ کر ابوسفیان حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ اور کہا ''اے ابوثابت! تم اس علاقہ کے سردار ہو۔ اٹھو اور لوگوں کے درمیان امن وامان قائم کرنے کا اعلان کر دو اور معاہدہ کی مدت بھی بڑھا دو'' اس مردِ مومن نے وہی جواب دیا۔ فرمایا:

''میری پناہ تو اپنے آقا کی پناہ کے تابع ہے اور کسی کی مجال نہیں کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں کسی کو پناہ دے سکے۔''

اس کے بعد ابوسفیان قریش اور انصار کے دیگر رؤساء جو مدینہ طیبہ میں تھے' ان کے پاس گیا۔ سب نے وہی جواب دیا جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔

سب سے مایوس ہونے کے بعد وہ بنت رسول' حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اس وقت امام حسن بچے تھے اور اپنی مالدہ ماجدہ کے سامنے گھٹنے گھسیٹ (گھٹنوں کے بل) کر چل رہے تھے۔ ابوسفیان نے آپ کی رحم دلی کا سہارا لیتے ہوئے گزارش کی ''کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی لخت جگر! کیا تم لوگوں کے درمیان امن وامان کا اعلان کرنے کے لئے تیار ہو؟'' آپ نے فرمایا۔ میں تو پردہ نشین خاتون ہوں۔ امن وامان کا اعلان کرنا میرا کام نہیں۔ ابوسفیان نے کہا' آپ اپنے بیٹے حسن بن علی کو کہیں کہ وہ لوگوں کے درمیان امن وامان کا اعلان کر دے' اس طرح تا قیامت وہ سارے عرب کا سردار بن جائے گا۔ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

Marfat.com

نے فرمایا کہ میرا فرزند اس عمر کو نہیں پہنچا کہ لوگوں کے درمیان امن وامان کا اعلان کرے اور حقیقت تو یہ ہے کہ ہم میں سے کسی کی مجال نہیں کہ پیغمبر اوّل وآخر واعظم حضور پُرنور سیّد المرسلین ﷺ کی اجازت کے بغیر کسی کو امان دیں۔

ان کوششوں میں مکمل ناکامی کے بعد ابوسفیان کی آنکھوں کے سامنے دنیا تاریک ہوگئی۔ سخت مایوسی اور گھبراہٹ کے عالم میں اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ ان حالات میں اب کیا کرے۔

چاروں طرف سے جب اسے مایوسیوں کے اندھیروں نے اپنے حصار میں لے لیا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہنے لگا: اے ابوالحسن! حالات بڑے سنگین ہوگئے ہیں مجھے کوئی نصیحت کرو تاکہ ان پیچیدہ حالات سے مجھے راہ نجات نصیب ہو۔ آپ نے فرمایا: میں تو تمہیں کوئی ایسی بات نہیں بتا سکتا جس سے اس مشکل سے تمہیں نجات نصیب ہو۔ لیکن تم خود بنی کنانہ کے سردار ہو خود کھڑے ہو کر لوگوں میں امن وامان کا اعلان کر دو اور پھر فوراً اپنے وطن واپس چلے جاؤ۔ ابوسفیان نے پوچھا۔ اگر میں ایسا کروں تو اس سے مجھے کوئی فائدہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ بخدا! نہیں۔ چنانچہ ابوسفیان نے مسجد میں کھڑے ہو کر اعلان کیا:

اے لوگو! کان کھول کر سن لو۔ میں نے لوگوں میں امن وامان کا اعلان کر دیا ہے۔ مجھے توقع ہے کہ تم میری اس امان کی بے حرمتی نہیں کرو گے۔''

وہاں سے اٹھ کر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا اور کہنے لگا۔ یا محمد! (ﷺ) میں نے لوگوں کے درمیان امن کا اعلان کر دیا ہے۔ پھر اپنے اونٹ پر سوار ہوا اور وہاں سے مکہ کے لئے بھاگ نکلا۔ (السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد 3 صفحہ 529 الاکتفا جلد 2 صفحہ 288 'امتاع الاسماع جلد 1 صفحہ 267 'السیرۃ النبویہ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 396)

پھر پیغمبر اوّل وآخر واعظم حضور پُرنور سیّد المرسلین رسول کائنات رحمت دو عالم ﷺ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ عرض کی:

اللھم خذ العیون والاخبار عن قریش حتیٰ نبغتھا فی بلادھا۔

''اے اللہ! ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دے اور ہماری کوئی اطلاع قریش کو نہ ملے یہاں تک کہ ہم ان کے شہر پر اچانک حملہ کر دیں۔''

اس گفت وشنید وجدوجہد میں ابوسفیان کو کافی دن مدینہ طیبہ میں رکنا پڑا۔ جب اسے واپسی میں توقع سے زیادہ دیر ہوئی تو قریش نے اس پر الزام لگانا شروع کر دیا کہ ابوسفیان مرتد ہو گیا ہے اور اس نے چھپ کر محمد (ﷺ) کی بیعت کر لی ہے اور اس نے اپنے اسلام قبول کرنے کو صیغہ راز میں رکھا ہوا ہے۔

ابوسفیان جب واپس قریش کے پاس پہنچا تو وہ پوچھنے لگے پیچھے کیا حال ہے؟ کیا کر آئے ہو؟ ابوسفیان نے کہا میں محمد (ﷺ) کے پاس گیا تھا۔ بات کی تو واللہ انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں پھر ابوقحافہ کے بیٹے

Marfat.com

(حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) کے پاس گیا تو اس کے اندر کوئی بھلائی نہیں پائی۔ اس کے بعد میں خطاب کے بیٹے (حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ) کے پاس گیا تو اسے سب سے زیادہ دشمن پایا۔ پھر میں علی (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کے پاس گیا تو اسے سب سے نرم پایا۔

اس نے مجھے ایک رائے دی اور میں نے اس پر عمل بھی کیا لیکن پتہ نہیں ایسا کرنا کارآمد ہے بھی کہ نہیں۔ لوگوں نے پوچھا وہ کیا رائے تھی؟ ابوسفیان نے کہا' وہ رائے یہ تھی کہ میں لوگوں کے درمیان امان کا اعلان کر دوں اور میں نے ایسا ہی کیا۔ لوگوں نے پوچھا کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسے نافذ قرار دیا؟ ابوسفیان نے برملا کہا نہیں۔ اس پر موجود لوگوں نے کہا تیری تباہی ہو یہ تو تیرے ساتھ مذاق کیا گیا ہے۔ ابوسفیان نے کہا' خدا کی قسم اس کے علاوہ کوئی صورت نہ بن سکی۔

مکہ والوں کو جب ابوسفیان کی واپسی کی خبر ہوئی تو اس کے پاس جمع ہوئے اور پوچھا تم کیا کر کے آئے ہو؟ کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کوئی تحریر تمہیں دی ہے یا معاہدہ کی مدت میں توسیع کا وعدہ کیا ہے؟ اس کے جواب میں ابوسفیان نے کہا۔

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان مطالبات کو تسلیم کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بات کی لیکن آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر ان کے معتبر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک کے پاس گیا۔ لیکن سب نے مجھے ایک ہی جواب دیا۔ کہ جواری فی جوار رسول صلی اللہ علیہ وسلم "میری پناہ اللہ کے رسول کی پناہ کے تابع ہے۔" میں نے آج تک کسی کو اپنے بادشاہ کی ایسی اطاعت کرتے ہوئے نہیں دیکھا جیسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرتے ہیں۔

رات کو ابوسفیان اپنی بیوی ہند کے پاس گیا تو اس نے کہا کہ تم نے اتنی دیر لگا دی کہ تیری قوم نے تم پر یہ تہمت لگا دی کہ تم مرتد ہو گئے ہو۔ اگر اتنا عرصہ وہاں رہنے سے تم نے کامیابی حاصل کی ہوتی تو پھر تم بڑے کامیاب' قابل احترام سردار ہوتے تھے۔ پھر اس نے وہاں کے حالات پوچھے تو اس نے تمام حالات بتائے۔ ہند نے سب کچھ سن کر کہا تم اپنی قوم کے بدبخت قاصد ہو' تم سے کبھی بھی کوئی بھلائی کا کام نہیں ہوا۔

جب رات گزری اور صبح ہوئی تو وہ سیدھا اساف اور نائلہ بتوں کے پاس گیا۔ وہاں اپنا سر منڈایا اور ان کے لئے ایک جانور قربانی دیا اور اس کے خون سے ان بتوں کے سروں کو رنگین کیا' اور اعلان کیا۔

لا افارق عبادتکما حتی اموت علی مامات علیه ابی

"اے اساف' نائلہ! میں تمہاری عبادت سے کبھی باز نہ آؤں گا۔ یہاں تک کہ اس عقیدہ پر میری موت آجائے جو میرے باپ کا عقیدہ تھا۔"

یہ سارا ڈرامہ ابوسفیان نے اس لئے رچایا تاکہ وہ اس الزام سے اپنی برأت ثابت کرے جو قریش مکہ نے

Marfat.com

اس پر لگایا تھا کہ ابوسفیان مرتد ہو گیا ہے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 315' دلائل النبوۃ جلد 5 صفحہ 10 امتاع الاسماع جلد 1 صفحہ 272' الاکتفا جلد 2 صفحہ 290)

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم عالم خفا و غیوب' مخبر صادق' سیّد المرسلین' رحمت للعالمین ﷺ ایک روز اپنے ایک حجرہ شریف سے باہر نکلے اور اس کے دروازے کے پاس بیٹھ گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ معمول تھا کہ جب اپنے آقا حضورِ انور ﷺ کو تنہا بیٹھے ہوئے دیکھتے تو دور ہی بیٹھ جاتے اور رحمت للعالمین سرکارِ دو عالم ﷺ جب تک کسی کو خود طلب نہ فرماتے کوئی نزدیک جانے کی جرأت نہ کرتا۔ تھوڑی دیر بعد حضور انور ﷺ نے حکم دیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلا کر میرے پاس بھیجو۔ آپ حاضر ہوئے اور بڑے مؤدب ہو کر سامنے بیٹھے گئے۔ دونوں حضرات کچھ دیر تک سرگوشی کرتے رہے۔ پھر حضور پُرنور ﷺ نے حکم دیا کہ اے ابوبکر! میری دائیں جانب بیٹھ جاؤ۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا' وہ حاضر ہوئے اور سراپا ادب بن کر سامنے بیٹھ گئے۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے ان سے بھی دیر تک مشورہ کیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باآواز بلند عرض کی۔ یارسول اللہ ﷺ! یہی لوگ (اہل مکہ) کفر کے سرغنہ ہیں' ان لوگوں نے ہی حضور ﷺ کو ساحر' کاہن' کذاب اور مفتری کہا ہے۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی بائیں جانب بیٹھنے کا حکم دیا۔ پھر عام لوگوں کو حاضر ہونے کی اجازت مل گئی۔

جب سب لوگ جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں تمہارے ان دو صاحبوں کی مثال نہ بتاؤں؟ عرض کی' یارسول اللہ ﷺ ضرور ارشاد فرمایئے۔ پیغمبر اول و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف رخ انور پھیر کر فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تبارک تعالیٰ کے معاملہ میں گھی سے بھی زیادہ نرم تھے۔ یہی حال ابوبکر کا ہے۔ پھر اپنا چہرۂ مبارک حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف کر کے فرمایا حضرتِ نوح علیہ السلام اللہ تبارک تعالیٰ کے معاملہ میں پتھر سے بھی زیادہ سخت تھے۔ یہی حال عمر کا ہے۔ اب تم لوگ جنگ کے لئے پوری طرح تیار ہو جاؤ اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو۔

مجلس برخاست ہو گئی۔ لوگ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اردگرد اکٹھے ہو گئے۔ ان سے پوچھا کیا باتیں ہوئیں؟ آپ نے بتایا کہ حضورِ پُرنور نبی کریم سرورِ انبیاء ﷺ نے ان سے پوچھا کہ مکہ پر حملہ کرنے کے بارے میں تمہارے کیا رائے ہے؟ میں نے عرض کی' یارسولِ اللہ ﷺ! وہ سب آپ کی قوم کے افراد ہیں۔ ان پر حملہ کرنا مناسب نہیں۔ پھر سرکارِ دو عالم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر اس کے بارے میں مشورہ پوچھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یہ لوگ بڑے نابکار ہیں' کون سا جھوٹا بہتان ہے جو ان نابکاروں نے حضور ﷺ پر نہ لگایا ہو؟ وہ سارے الزامات آپ نے ایک ایک کر کے گن دیئے۔ چنانچہ حضور پُرنور ﷺ نے ان

Marfat.com

پر چڑھائی کرنے کا حکم دے دیا۔

ابوسفیان کے مکہ واپس جانے کے بعد حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے چند روز توقف فرمایا۔ پھر اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ وہ سامان جنگ تیار کرے اور اس کے بارے میں کسی کو خبر نہ ہونے دے۔ پھر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور اپنے پروردگار کی بارگاہِ میں التجا کی کہ

"الٰہی! اہل مکہ کو ہمارے بارے میں بہرہ اور اندھا کر دے کہ وہ نہ ہماری تیاریوں کو دیکھ سکیں اور نہ ہمارے بارے میں کچھ سن سکیں تاکہ ہم ان کے علاقے میں ان کے سر پر اچانک جا پہنچیں۔ حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے مدینہ طیبہ کے تمام راستوں پر پہرے دار مقرر کر دیئے۔ حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ان پر پہرداروں کی خبر گیری کے لئے خود تشریف لے جایا کرتے اور انہیں تاکید فرماتے کہ کسی انجان آدمی کو دیکھیں تو اس سے پوری طرح پوچھ گچھ کریں۔ (السیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 139' سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 317)

حاطب بن ابی بلتعہ کا خط

پیغمبر اول و آخر و اعظم حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے کی جب مکمل تیاری کر لی تو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے اہل مکہ کو ایک خط لکھا اور نبی کریم ﷺ کے ارادہ سے انہیں آگاہ کیا اور وہ خط ایک عورت کو دیا کہ وہ اسے بڑی احتیاط سے مکتوب الیہ تک پہنچا دے۔ (اس عورت کا نام سارہ تھا اور یہ بنی مطلب بن عبد مناف کی کنیز تھی۔ یہ مکہ کی ایک اچھی گانے والی خاتون تھی۔ باوجود اس کے کہ برے وقت میں آپ ﷺ نے اس کی خوب مالی امداد فرمائی تھی اس نے ہجو یہ اشعار گائے)

اس خدمت کے عوض اس عورت کو حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے دس اشرفیاں دیں۔ اس نے خط کو جیب وغیرہ میں رکھنے کے بجائے اپنی مینڈھیوں میں چھپا لیا۔ راستوں میں متعین پہرہ داروں سے بچنے کے لئے وہ عام راستہ کو چھوڑ کر پگڈنڈیوں پر چل کر عقیق کی وادی تک پہنچ گئی جہاں سے عام شاہراہ آ کر ملتی تھی۔

امام سہیلی نے اس خط کا متن یوں تحریر کیا ہے:

"اللہ کے رسول ﷺ تم پر حملہ کرنے کے لئے متوجہ ہوئے ہیں۔ آپ کے ساتھ لشکر رات کے مانند ہے اور وہ سیلاب کی طرح رواں دواں ہے۔ اور میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں اگر حضور ﷺ تنہا بھی تم پر چڑھائی کریں تو اللہ تبارک تعالیٰ اپنے رسول کی مدد فرماتا اور اپنے وعدہ کو پورا کرتا۔ بے شک اللہ تبارک تعالیٰ ہی اپنے نبی کا مددگار اور دوست ہے۔"

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کی اس حرکت کے بارے میں اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو مطلع فرما دیا۔ حضورِ انور ﷺ نے حضرت علی' حضرت زبیر بن عوام اور حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہم کو طلب کیا اور حکم دیا کہ فوراً روانہ ہو جاؤ۔ جب تم روضہ خاخ (جگہ کا نام) پر پہنچو تو وہاں تمہیں ایک عورت اونٹ پر سوار ملے گی۔ اس

Marfat.com

کی تلاشی لینا۔اس کے پاس ایک خط ہے وہ اس سے لینا۔

یہ حضرات بجلی کی سرعت سے اس عورت کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور ''بطن ایم'' کے مقام پر اس کو جا لیا۔ وہ اونٹ پر سوار تھی' اسے اتارا اور اس کے سامان کی تلاشی لی لیکن اس میں سے وہ خط نہ نکلا۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا:

''خدا کی قسم! اللہ کے رسول نے ہرگز غلط بیانی نہیں کی' تمہارے پاس یقیناً وہ خط ہے۔ بہتر ہے کہ وہ خط تم ہمارے حوالے کردو۔ ورنہ ہم تمہاری جامعہ تلاشی لے کر وہ خط برآمد کرلیں گے۔''

جب اس عورت کو یقین ہوگیا کہ معاملہ اب سنجیدہ ہوگیا ہے تو اس نے اپنی مینڈھیاں کھولیں اور ان میں جو خط اس نے چھپا کر رکھا تھا نکالا اور آپ کی خدمت میں پیش کردیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ خط لے کر بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کردیا۔ حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا۔ وہ آئے ان سے پوچھا اے حاطب! یہ تم نے کیا کیا؟ اس نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخدا اللہ اور اس کے رسول پر میرا پختہ ایمان ہے' میں ہرگز مرتد نہیں ہوا' میرا مکہ میں کوئی قریبی رشتہ دار نہ تھا جو ان حالات میں میرے اہل وعیال کی خبرگیری کرتا۔ میں نے یہ خط لکھ کر ان پر ایک احسان کیا ہے تاکہ وہ اس احسان کے بدلے میرے اہل وعیال کا خیال رکھیں۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب کا یہ عذر سن کر فرمایا:

وانہ' قد صدقکم

''حاطب نے تمہیں سچی بات بتادی ہے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو انہیں جھڑکتے ہوئے فرمایا:

اللہ تبارک تعالیٰ تجھے ہلاک کرے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے راستوں پر پہرہ دار مقرر کردیئے تھے تاکہ اہل مکہ کو ان تیاریوں کے بارے میں کوئی اطلاع نہ ملے اور تم انہیں خط لکھ کر اطلاع دے رہے ہو۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! حاطب بدری ہے۔ اور غزوۂ بدر میں شرکت کرنے والے مجاہدین کے خلوص اور جذبہ جاں نثاری کو دیکھ کر اللہ تبارک تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا: اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ قَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ ''اب جو چاہو کرو میں نے تمہیں معاف کردیا ہے۔''

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے اور عرض کی ''اللہ اور اللہ تبارک تعالیٰ کے محبوب رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ اس وقت اس سے متعلق اللہ تبارک تعالیٰ نے سورہ ممتحنہ کی پہلی تین آیات مبارک نازل فرمائیں۔

(صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 422 جلد 2 صفحہ 612' فتح الباری جلد 7 صفحہ 521' البدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 283 تا 285)

Marfat.com

پھر کمال اخفا اور راز داری کی غرض سے پیغمبر اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے شروع ماہ رمضان 8 ہجری میں حضرت ابوقتادہ بن ربعی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں آٹھ مجاہدوں کا ایک سریہ بطن اِضَم کی طرف روانہ فرمایا (اس سریہ کا ذکر غزوہ فتح مکہ سے پہلے ہو چکا ہے۔) یہ مقام ذی خشب اور ذی مروۃ کے درمیان مدینہ سے تقریباً 60 کلومیٹر کے فاصلے پر شمال کی جانب واقع ہے۔

مقصد یہ تھا کہ دیکھنے والا مخبر یا جاسوس یہ سمجھے کہ آپ ﷺ اب اسی علاقے کا رخ کریں گے اور یہی خبر ادھر ادھر پھیلے تاکہ دشمن کے سر پر پہنچ جانے تک راز داری قائم رہے۔ یہ سریہ جب اپنے مقررہ مقام پر پہنچ گیا تو وہاں سے پلٹا۔ واپسی میں اسے اطلاع ملی کہ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ مکہ کے لئے روانہ ہو چکے ہیں۔ پھر اس سریہ کے مجاہدین لشکر اسلام کے مکہ میں داخل ہونے سے پہلے اس میں جا ملے، حاضر خدمت اقدس ہو گئے تھے۔

بڑے لشکر کی تیاری کے لئے پیغمبر اول و آخر و اعظم، ہادیٔ دو جہاں، رسول بحر و بر، رہبر کائنات، سیّد المرسلین، خاتم النبیین، محبوب ربّ للعالمین، رحمت للعالمین، حضورِ انور نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے تمام ان مسلمانوں کی طرف جو مدینہ طیبہ کے اردگرد بستیوں میں آباد تھے یا صحراؤں میں اقامت پذیر تھے، آدمی بھیجے تاکہ وہ حضور پُرنور ﷺ کا یہ پیغام انہیں پہنچائیں:

''جو لوگ اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں وہ ماہ رمضان میں مدینہ طیبہ پہنچ جائیں۔''

اپنے آقا کا یہ پیغام جس نے بھی سنا وہ جلد از جلد تیار ہو کر مدینہ طیبہ میں پہنچ گیا۔

روانگی

روانگی سے پہلے حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابورہم کلثوم بن حصین غفاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔ رمضان المبارک کی 10 تاریخ سن 8 ہجری اور سوموار کا دن تھا جبکہ عیسوی سال 630 کے ماہ جنوری کی پہلی تاریخ تھی۔ نماز عصر ادا کرنے کے بعد سیّد المرسلین خاتم النبیین حضور پُرنور نبی کریم ﷺ مدینہ طیبہ سے باہر تشریف لائے۔ اس تاریخ کے متعلق بہت سے قول ہیں اور 18 تاریخ کا قول مسند امام احمد میں صحیح سند کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ علامہ ابن قیم نے بھی 18 تاریخ کے قول کو زیادہ صحیح کہا ہے مسجد نبوی میں امامت کی ذمہ داری حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کے سپرد کی گئی اور انتظامی معاملات کی دیکھ بھال کے لئے حضرت ابورہم کلثوم بن حصین غفاری رضی اللہ عنہ کا تقرر عمل میں آیا۔

پیغمبر اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ کے ساتھ اس غزوہ میں دس ہزار نفوس مقدسہ تھے۔ یہ تعداد ان قبائل سمیت تھی جو راستے میں آپ ﷺ کے ساتھ آکر ملتے گئے۔ جیسے بنی اسد اور بنی سلیم کے قبائل۔ اس موقعہ پر مہاجروں اور انصاریوں میں سے کوئی بھی پیچھے نہیں رہا۔

Marfat.com

مہاجرین کی کل تعداد سات سو تھی جن کے ساتھ تین سو گھوڑے تھے۔ اور انصاریوں کی تعداد چار ہزار تھی اور ان کے ساتھ پانچ سو گھوڑے تھے۔ بنی مزنیہ کے لوگوں کی تعداد ایک ہزار تھی جن کے ساتھ سو گھوڑے تھے۔ بنی سلیم کی تعداد ایک سو تھی اور ان کے ساتھ تین گھوڑے تھے۔ بنی جہینہ کے کل لوگ آٹھ سو تھے اور ان کے پاس پچاس گھوڑے تھے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے ساتھ ہمراہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تمام قبائل کو ملا کر تعداد بارہ ہزار تھی۔ لیکن دس ہزار کی تعداد کا قول زیادہ صحیح لگتا ہے۔ روایات کے مطابق لشکر اسلام میں کل دو ہزار اسّی (2080) گھڑ سوار تھے۔ (کتاب المغازی جلد 2 صفحہ 801 السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 76)

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ کے ارشادِ مبارک کے مطابق اعلان کرنے والوں نے یہ اعلان کر دیا کہ جس کا جی چاہے روزہ رکھے جس کا جی چاہے افطار کر دے۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے روزہ رکھا۔ راستہ میں کہیں توقف کیے بغیر مدینہ طیبہ سے گیارہ کلومیٹر کے فاصلہ پر صلصل کے مقام پر پڑاؤ کیا۔ مہاجرین، انصار اور دیگر قبائل کے اہلِ ایمان اپنے گھوڑوں، اونٹوں پر سوار ہو کر اپنے آقا، آقائے کائنات کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گئے۔ حضورِ پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو دو سو گھڑ سوار مجاہدین کے ساتھ اپنے آگے چلنے کا حکم دیا۔

یہ لشکر جب مدینہ طیبہ سے 48 کلومیٹر کے فاصلہ پر ''عرج'' کے مقام پر پہنچا تو اس وقت حضورِ پُرنور نبی کریم ﷺ روزہ سے تھے۔ شدید پیاس کی وجہ سے حضور ﷺ سر مبارک پر اور چہرہ انور پر پانی چھڑکتے۔ عرج اور طلوب کے درمیان حضور ﷺ نے ایک کتیا دیکھی جس نے ابھی ابھی چند بچے جنے تھے اور وہ اپنی ماں کا دودھ پی رہے تھے۔ اس خیال سے کہ فوج کا کوئی سپاہی انہیں اذیت نہ پہنچائے حضورِ پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم رحمت للعالمین ﷺ نے اپنے ایک صحابی حضرت جمیل بن سراقہ رضی اللہ عنہ کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ اس کتیا اور اس کے بچوں کی حفاظت کے لئے اس کے پاس کھڑا رہے تاکہ لشکر اسلام کا کوئی مجاہد اس کتیا اور اس کے بچوں کو اذیت نہ پہنچائے۔

یہاں پہنچ کر حضورِ انور سرکارِ دو عالم ﷺ نے سو سو مجاہدین کے دستے تیار کیے جو لشکر اسلام کے دائیں بائیں اور پیچھے چلیں گے۔ عرج اور طلوب کے درمیان بنو ہوازن کا ایک جاسوس گرفتار کیا گیا۔ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم رسول اللہ ﷺ نے اس سے وہاں کے حالات دریافت کیے اور اس نے بتایا کہ قبیلہ بنو ہوازن کے افراد آپ سے جنگ کرنے کے لئے تیاریاں کر رہے ہیں۔ حضورِ انور ﷺ نے فرمایا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ اُولٰٓئِكَ العصاۃ ''اللہ ہمارا حامی و کارساز ہے اور وہ لوگ نافرمان ہیں''۔ حضور ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس جاسوس کی نگرانی کریں، ایسا نہ ہو کہ وہ جا کر بنو ہوازن کو ہمارے بارے میں مطلع کر دے۔

لشکر اسلام ایک وقار اور تمکنت سے آگے بڑھ رہا تھا۔ راستے میں دیگر قبائل بھی شمولیت کا اعزاز حاصل کر

Marfat.com

رہے تھے۔ راستے میں شامل ہونے والوں میں اقرع بن حابس تمیمی اور عینہ بن حصن کے نام قابل ذکر ہیں کیونکہ یہ اپنی اپنی قوم کے سردار تھے اس لئے حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے انہیں اپنے ساتھ ساتھ رکھا اور اسی طرح راستے میں بنوسلیم، بنواشجع اور بنوغفار نے بھی شریک کارواں ہونے کی سعادت حاصل کی۔

(المغازی، واقدی جلد 2 صفحہ 799، 804، صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 613، السیرۃ النبویہ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 400)

سرکش اور باغی قبائل دائرہ اسلام میں شامل ہوئے تو وہ ایک روحانی انقلاب سے ہی نہیں ذہنی، فکری اور سماجی انقلاب سے بھی آشنا ہوئے۔ ان کی سرکشی اور بغاوت سنجیدگی اور شائستگی میں بدل گئی۔ بے جان پتھروں کے بتوں کے آگے سجدہ ریز ہونے والے خدائے وحدہ لاشریک کے حضور جھک گئے، فتنہ وفساد برپا کرنے والوں کو شعور تہذیب عطا ہوا اور انہیں انداز جہاں بانی سکھائے گئے تو وہ امن وامان کے داعی بن گئے۔

ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب (اس ابوسفیان کے بارے میں واضح رہے کہ یہ وہ ابوسفیان نہیں جو ہند بنت عتبہ کا خاوند تھا اور غزوہ احد میں لشکر کفار کی جس نے قیادت کی تھی اور فتح مکہ کے وقت حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے گا اسے بھی امان دی جائے گی۔ ابوسفیان نامی یہ شخص حضورِ انور نبی کریم ﷺ کا چچازاد اور رضاعی بھائی تھا۔

ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب شروع سے ہی اسلام دشمنی میں پیش پیش تھا وہ حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کا چچا زاد اور رضاعی بھائی تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ اب مشرکین وکفار میں مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی سکت باقی نہیں رہی اور مسلمان کسی وقت بھی مکہ پر قبضہ کر کے انہیں انتقام کا نشانہ بنا سکتے ہیں تو اس نے بھاگ کر شاہ روم کے دربار میں پناہ لینے میں عافیت سمجھی۔ جب قیصر سے ابوسفیان کا تعارف ہوا تو اس سے قیصر نے کہا کہ اگر تم سچ کہہ رہا ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ تو محمد بن عبداللہ (ﷺ) کا بھائی ہے۔ قیصر روم کا یہی ایک جملہ اس کے قلب وذہن میں ہیجان برپا کر گیا۔

اس نے سوچا مجھے تو کوئی جانتا ہی نہیں، میرا تعارف بھی ہو رہا ہے تو وہ بھی محمد بن عبداللہ ﷺ کے حوالے سے ہو رہا ہے جنہیں میں اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھتا ہوں۔ صداقت منکشف ہوئی تو اسے اپنی غلطیوں کا احساس ہوا اور پھر ان غلطیوں کے ازالے کا بھی خیال پیدا ہوا۔ اندر کا جمود ٹوٹا، رعونت کی برف پگھلی اور اس نے اسلام کی آغوش رحمت میں آنے کا فیصلہ کر لیا۔ اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کا بھائی عبداللہ بن ابی امیہ اس کا گہرا دوست تھا اور وہ بھی حضورانور ﷺ کا دشمن تھا۔ ابوسفیان نے تمام صورتحال اس کے سامنے رکھی۔ عبداللہ بن ابی امیہ پر بھی ابوسفیان کی باتوں کا اثر ہوا اور دونوں اپنے دل کی دنیا کو نور اسلام سے منور کرنے کے لئے چھپتے چھپاتے مدینہ کے سفر پر روانہ ہو گئے۔

ایک طویل دشمنی کے بعد یہ دونوں حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم، حبیب ربّ للعالمین رحمت للعالمین

Marfat.com

ﷺ کے پاس مدینہ منورہ دین اسلام قبول کرنے کے لئے جارہے تھے۔

جس وقت یہ دونوں حضرات مدینہ منورہ ہجرت کر کے دین اسلام اختیار کرنے جارہے تھے اس وقت پیغمبر اول و آخر و اعظم، ہادیٔ دو جہاں، رہبر کائنات، رسول بحر و بر، اصل الموجودات، حاصل کائنات، سیّد المرسلین، شفیع المذنبین، حبیب ربّ للعالمین ﷺ اپنے دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بڑی تیزی سے مکہ کی طرف بڑھ رہے تھے۔

جب لشکر اسلام ''ابوا'' کے قریب ایک مقام ''نبق العقاب'' پر پہنچا تو یہ دونوں بھی مل گئے۔ جب حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے ان کو دیکھا تو آپ ﷺ نے ان کی طرف سے رخ مبارک پھیرلیا۔

اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ منظر دیکھا تو ان دونوں کے متعلق بارگاہِ رسالت مآب میں سفارش کرتے ہوئے آپ ﷺ سے یوں گویا ہوئیں۔

یارسول اللہ ﷺ! ایک آپ ﷺ کے چچا کا لڑکا ہے اور ایک پھوپھی کا لڑکا ہے جو آپ ﷺ کا سسرالی بھی ہے۔ آپ ﷺ کے ساتھ ہو جانے والا بد بخت نہیں رہ سکتا (یعنی یہ آپ ﷺ کی اطاعت کرنے آئے ہیں اور جو آپ ﷺ کے سایہ رحمت میں آگیا وہ بد بخت نہیں رہ سکتا، نہیں ہوسکتا۔)

حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھے ان دونوں کی ضرورت نہیں۔ میرے چچا کے بیٹے ابوسفیان نے میری بہت مخالفت کی ہے مجھے اذیت پہنچائی ہے۔ اور میرے پھوپھی کے لڑکے عبداللہ نے میرے بارے میں ہذیان سرائی کی اور یہ کہا کہ میں آپ پر ایمان نہیں لاؤں گا یہاں تک کہ آپ آسمان کی طرف ایک سیڑھی لگائیں اور میرے سامنے اس پر چڑھیں۔ پھر آپ وہاں سے ایک تحریر لے آئیں اور آپ کی معیت میں چار فرشتے ہوں جو اس بات کی گواہی دیں کہ آپ کو اللہ تبارک تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔

جب ان دونوں کو اس فیصلہ (کہ مجھے ان دونوں کی ضرورت نہیں ہے) کا علم ہوا تو ابوسفیان نے، جس کے ساتھ اس کا چھوٹا فرزند بھی تھا عرض کی۔ اگر مجھے حاضر خدمت ہونے کی اجازت نہیں دیں گے تو میں اس بچے کو لے کر لق و دق صحرا میں چلا جاؤں گا اور وہیں رہوں گا یہاں تک کہ ہم دونوں شدت پیاس اور فاقہ کشی کے باعث ہلاک ہو جائیں۔

حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم رحمت ﷺ کا دل پسیج گیا۔ حضور ﷺ نے ان پر رحم فرماتے ہوئے ان کو حاضر ہونے کی اجازت دیدی۔ جب وہ حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوئے تو حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے ابوسفیان کو یہ نصیحت کی کہ حضور ﷺ کی خدمت میں سامنے کی جانب سے حاضر ہونا اور وہ بات کہنا جو یوسف کے بھائیوں نے حضرت یوسف سے کی تھی۔

تاللہ لقد اثرك اللہ علینا وان كنا لخطئین

Marfat.com

’’کہ بخدا! اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ہم پر فضیلت عطا فرمائی ہے اور بے شک ہم ہی خطا کار ہیں۔‘‘ (سورہ یوسف آیت 91)

اس کی وجہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بیان فرمائی کہ حضورِ انور نبی کریم ﷺ کی یہ عادت مبارک ہے کہ جب کوئی شخص کوئی خوبصورت درخواست پیش کرتا ہے تو حضور ﷺ اس کا بہترین جواب دیتے ہیں۔

جب یہ دونوں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے اس نصیحت پر عمل کرتے ہوئے یہی آیت پڑھی۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لاتثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم و ھو ارحم الرحمین

’’نہیں کوئی گرفت تم پر آج کے دن، معاف فرمادے اللہ تبارک تعالیٰ تمہارے (قصوروں کو) اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔‘‘ (سورہ یوسف آیت 92)

دونوں نے اسلام قبول کیا۔ ابوسفیان بن حارث جب کبھی بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوتے تو ہمیشہ اپنا سر جھکائے رہتے اور شرم کی وجہ سے آنکھیں اوپر نہ اٹھا سکتے۔

اس وقت اس نے ایک قصیدہ عرض کیا جس کے پہلے دو شعر آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

’’آپ کی زندگی کی قسم! جس روز میں اس لئے پرچم اٹھایا کرتا تھا کہ لات کے شہسوار، حضور کے شہسواروں پر غالب آجائیں۔‘‘

’’تو میں اس آدمی کی طرح تھا جو اندھیرے میں حیران و ششدر ہو کر چل رہا ہو اور اس کی رات تاریک ہو۔ پس یہ وہ سہانی گھڑی ہے جب مجھے ہدایت دی گئی اور میں نے ہدایت قبول کر لی۔‘‘

روایات میں ہے اسلام لانے کے بعد حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ بھی آپ سے بہت محبت کرتے تھے اور جنت کی بشارت دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھے توقع ہے کہ یہ حمزہ رضی اللہ عنہ کا بدل ثابت ہونگے۔ ابوسفیان اپنی موت کے وقت کہنے لگے۔ مجھ پر نہ رونا کیونکہ اسلام لانے کے بعد میں نے کبھی کوئی گناہ کی بات نہیں کہی۔ (زادالمعاد جلد 2 صفحہ 163,162)

جب لشکر اسلام مکہ کی طرف رواں دواں تھا تو اسی اثنا میں حضورِ انور ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ اسلام قبول کر کے ہجرت کے ارادہ سے مع اپنے ساز و سامان مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔ راستہ میں ان کی ملاقات حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ سے جحفہ کے مقام پر ہوگئی۔ جحفہ کا قصبہ تقریباً مدینہ منورہ اور مکہ کے وسط میں قدیم شاہراہ پر واقع ہے۔

آپ نے اپنا ساز و سامان مدینہ طیبہ بھیج دیا اور خود حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے ساتھ شریک سفر ہو گئے۔ آپ نے اسلام بہت پہلے قبول کر لیا تھا اور کئی بار تاجدارِ کائنات، رحمت دو عالم ﷺ سے مکہ سے ہجرت کر کے

Marfat.com

مدینہ طیبہ آنے کی اجازت طلب کی لیکن حضور پُر نور، عالم خفا و غیوب، مخبر صادق، تاجدارِ کائنات، سرکارِ دو عالم ﷺ ہر بار یہی ارشاد فرماتے:

یاعم اقم مکانك الذی انت فہ

''اے میرے چچا! آپ جہاں ہیں وہیں ٹھہرے رہیں کیونکہ آپ کی ہجرت کے ساتھ سلسلہ ہجرت اختتام پذیر ہوگا۔ جس طرح میری آمد نے نبوت کے سلسلہ کو ختم فرمایا۔''

علامہ بلاذری لکھتے ہیں کہ حضورِ انور نبی اکرم ﷺ نے جب انہیں دیکھا تو فرمایا:

اے عم محترم! تیری ہجرت آخری ہجرت ہے۔ جس طرح میری نبوت سب سے آخری نبوت ہے۔

یہ لشکر جب قدید کے مقام پر پہنچا تو حضور ﷺ نے شرکت کرنے والے قبائل میں جھنڈے اور پرچم تقسیم فرمائے۔

قارئین کرام! اس مقام پر قدید اور کدید کے بارے میں وضاحت کر دوں تو اس سے تاریخ اسلام غزوہ فتح مکہ وغیرہ کو سمجھنے میں آسانی رہے گی۔ قدید اور کدید دو مختلف مقامات، گاؤں، وادی یا چشموں کے نام ہیں۔ مدینہ منورہ سے مکہ کی طرف آتے ہوئے پہلے قدید آتا ہے اور پھر اس کے پندرہ بیس کلومیٹر بعد کدید آتا ہے۔ یعنی کہ مقام کدید، قدید اور عسفان کے درمیان واقع ہے اور مکہ سے اندازاً 125 کلومیٹر دور شاہراہ قدیم پر واقع ہے۔

لشکر مدینہ آگے بڑھا۔ قدید کے مقام پر سپہ سالار مدینہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور پُر نور، رحمت دو عالم ﷺ نے فوج کا معائنہ فرمایا اور فوج کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے ان پر کمانڈر مقرر کیے گئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہراول دستے کے کمانڈر تھے۔ اکثر اہل لشکر کے علم میں یہ بات نہیں تھی کہ وہ ہوازن کی طرف بڑھ رہے ہیں یا قریش کے مقابلے کے لئے جا رہے ہیں کیونکہ آپ حضور پُر نور ﷺ بار بار راستہ بدلتے رہے تاکہ دشمن کو یہ اندازہ نہ ہو سکے کہ لشکرِ اسلام کا رخ کس خطے کی جانب ہے۔ راستے میں عرج کے علاقے میں پڑاؤ بھی کیا گیا تھا اس سے لوگوں کو شبہ ہوا کہ شاید ہوازن یا ثقیف پر حملہ کیا جائے گا۔ ادھر ہوازن بھی چوکنے ہو گئے اور ان کا ایک جاسوس بھی پکڑا گیا جس نے ہوازن کی جنگی تیاریوں کی تصدیق کر دی۔

مواہب لدنیہ کے شارح علامہ زرقانی نے ان کی تفصیل یوں بیان کی ہے:

بنی سلیم کو ایک پرچم اور ایک جھنڈا، بنی غفار کو ایک جھنڈا، اسلم کو دو پرچم، بنی کعب کو ایک جھنڈا، مزینہ کو تین جھنڈے، جہینہ کو چار جھنڈے، بنو بکر کو ایک پرچم اور اشجع کو دو جھنڈے عطا کئے گئے۔

(المغازی، واقدی جلد 2 صفحہ 805، زرقانی مواہب لدنیہ جلد 2 صفحہ 302، السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 90)

اس سفر کا آغاز ماہ رمضان میں ہوا تھا۔ حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ خود بھی روزہ سے تھے اور دیگر مجاہدین بھی روزہ دار تھے۔ جب یہ لشکر کدید کے مقام پر پہنچا تو روزہ اور پھر پیہم پیدل سفر نے انہیں نڈھال کر دیا

Marfat.com

تھا۔ اس کے بارے میں بارگاہِ رسالت مآب میں عرض کی گئی تو نمازِ عصر کے بعد جب حضور پُرنور نبی کریم ﷺ اپنے اونٹ پر سوار ہوئے تو حضور پُرنور ﷺ نے دودھ یا پانی سے بھرا ہوا برتن منگوایا اور اس کو اپنے سامنے کجاوہ پر رکھا تا کہ سب لوگ دیکھ لیں۔ پھر اس سے پیا اور روزہ افطار کر دیا۔ پھر آپ ﷺ کے پہلو میں جو شخص تھا اس کو عطا فرمایا' اس نے بھی پیا۔ اس کے بعد بھی چند لوگوں نے روزہ رکھنے پر اصرار کیا۔ ان کے بارے میں فرمایا ''اولئك العصاة '' یہی لوگ نا سمجھ ہیں۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دشمن کے قریب پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا ''تم لوگ اپنے دشمن کے نزدیک پہنچ گئے ہو اور ایسے میں افطار کر دینا طاقت وتقویت کا سبب ہوگا۔

(صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 613 سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 324)

سفر جاری رہا۔ عشاء کے وقت مرالظہر ان کی بستی کے پاس سے گزر ہوا۔ وہاں شب بسر کرنے کے لئے قیام کا حکم ملا۔ اس کے ساتھ ہی یہ فرمان جاری ہوا کہ ہر شخص اپنے اپنے پڑاؤ میں آگ جلائے۔ فوراً تعمیل کی گئی اور وادی مرالظہران میں ایک دم ہزاروں آگ' الاؤ روشن ہو گئے۔ ساری وادی جگمگ جگمگ کرنے لگی۔ رات کو لشکر اسلام کی نگہداشت کے لئے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا گیا۔ مدینہ طیبہ سے لشکر اسلام کو عازم سفر ہوئے کئی دن گزر چکے تھے لیکن کفار مکہ کو اس کے بارے میں کوئی اطلاع نہ ملی' وہ محض بے خبر تھے۔ انہیں یہ سان گمان بھی نہ ہوا کہ حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے مکہ کا قصد فرمایا ہے۔

کفار مکہ کو یہ کھٹکا تو ہر وقت لگا رہتا تھا کہ حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ ان پر حملہ آور ہوں گے۔ حالات کا جائزہ لینے کے لئے ابوسفیان کو مقرر کیا گیا۔ جب ابوسفیان اس مشن پر روانہ ہونے لگا تو اہل مکہ نے اس کو کہا' اگر تمہاری ملاقات محمد (ﷺ) سے ہو جائے تو تم محمد (ﷺ) سے ہم سب کے لئے امان کی درخواست کرنا۔ چنانچہ ابوسفیان حکیم بن حزام کو لے کر اپنے مشن پر روانہ ہوا' راستہ میں ان کی ملاقات' بدیل بن ورقاء سے ہو گئی۔ انہوں نے اسے بھی ساتھ چلنے کے لئے کہا تا کہ سب مل کر لشکر اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔

امام بیہقی نے ابن شہاب زہری سے روایت کیا ہے کہ ایک صبح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ عرض کی' میرے آقا! میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے کہ ہم حضور انور ﷺ کی معیت میں مکہ کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ مکہ سے ایک کتیا بھونکتی ہوئی نکلی۔ جب ہم اس کے قریب ہوئے تو وہ پیٹھ کے بل زمین پر لیٹ گئی اور اس سے دودھ بہنے لگا۔

پیغمبر اوّل وآخر واعظم' حضور پُرنور' سرکارِ دوعالم' مخبر صادق' عالم خفاوغیوب ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر! اہل مکہ کی قوت اب دم توڑ چکی ہے۔ وہ اب اپنا دودھ پیش کر رہے ہیں۔ وہ اپنی رشتہ داریوں کے دامن میں پناہ لینے پر مجبور ہوں گے۔ ان میں سے کئی لوگ اب تمہارے ساتھ ملاقات کرنے والے ہیں۔ اگر تمہاری ملاقات

Marfat.com

ابوسفیان سے ہوتو اسے قتل نہ کرنا۔

امام طبرانی' ابویعلی سے روایت کرتے ہیں حضرت ابویعلی رضی اللہ عنہ نے کہا' کہ مراظہران کے قصبہ میں' میں حضور ﷺ کے ساتھ تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا' ابوسفیان اراک کی بستی میں ہے۔ جاؤ اور اس کو گرفتار کرلو۔ چنانچہ ہم اس بستی میں گئے اور ابوسفیان کو پکڑ کر اپنے ساتھ لے آئے۔

ابن عقبہ مشہور سیرت نگار لکھتے ہیں کہ یہ تینوں ابوسفیان' حکیم بن حزام اور بدیل' بن ورقاء' اراک کی بستی میں موجود تھے۔ حضور انور نبی کریم عالم خفا وغیوب ﷺ کے فرستادہ مجاہد وہاں گئے اور چپکے سے ان کے اونٹوں کی نکیلیں پکڑلیں۔ انہوں نے ہڑبڑا کر پوچھا۔ تم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ تمہارے سامنے اللہ کے رسول اور اس کے سرفروش صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خیمہ زن ہیں؟ ابوسفیان حیرت زدہ ہوکر کہنے لگا' کبھی ایسا بھی ہوا' اتنا بڑا لشکر جرار ہمارے گھر میں آدھمکا ہے اور ہمیں خبر تک بھی نہیں ہوئی؟

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 325)

ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں کہ جس رات اسلام کے انصاری رضا کاروں نے اراک کے موضع سے ان تینوں قریشیوں کو گرفتار کیا تھا' اس رات لشکر اسلام پر پہرہ کی ڈیوٹی حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تھی۔ اسلام کے مجاہد انہیں پکڑ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے اور کہا کہ ہم مکہ کے چند افراد کو پکڑ کر لے آئے ہیں آپ نے فرمایا صبح تک انہیں اپنی حراست میں رکھو۔ صبح سویرے جب یہ رضا کار ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کو بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کرنے کے لئے لے جارہے تھے' ان کی ملاقات حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ہوگئی۔ آپ نے ان تینوں کو اپنی پناہ میں لے لیا۔

یہی واقعہ اسحاق بن راہویہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس طرح نقل کیا ہے:

حضور پُرنور سرکارِ دوعالم ﷺ جب مرالظہران کی بستی میں رات بسر کرنے کے لئے اترے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا دل اہل مکہ کے المناک انجام کا تصور کرکے تڑپ اٹھا۔ کہنے لگے' اگلی صبح کو قریش کی بربادی فریاد! اگر حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے مکہ کو بزور شمشیر فتح کرلیا تو قریش تباہ و برباد ہوجائیں گے کاش وہ کل صبح سے پہلے خدمت اقدس میں حاضر ہوجائیں اور امان طلب کرلیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ قریش کو قتل وغارت گری سے بچانا چاہتے تھے۔ جب مکہ کے قریب اسلامی لشکر نے پڑاؤ ڈالا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ذہن میں یہ بات آئی کہ قوم کو بچانے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ ان کا ایک وفد حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر اطاعت کا اعلان کردے تاکہ جب اسلامی فوج مکہ میں داخل ہوتو اسے کسی قسم کی مزاحمت کا سامنا نہ کرنا پڑے اور قریش بھی محفوظ رہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ (جو قریش کی بھلائی چاہتے تھے) کی دلی مراد پوری ہوچکی تھی کیونکہ خود پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور رحمۃ

Marfat.com

دو عالم ﷺ بھی خونریزی کو پسند نہیں کرتے تھے اور یہی چاہتے تھے کہ فتح مکہ کی کارروائی بغیر کسی خون خرابے کے مکمل ہو۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اسی سکیم وسوچ کے تحت اٹھا اور سرکارِ دو عالم ﷺ کا نیلگون خچر لیا اور اس پر سوار ہو کر کسی ایسے آدمی کی تلاش میں نکلا جو میرا پیغام (کہ قریش امان طلب کرلیں) قریش کو پہنچا دے۔ کوئی لکڑ ہارا' کوئی گوالا یا کوئی صاحب ضرورت جو شخص مکہ جارہا ہو' مجھے مل جائے تاکہ اس کے ذریعہ اہل مکہ کو میں اپنا پیغام پہنچا سکوں۔ کہ اگر زندگی چاہتے ہو تو اب وقت ہے بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو کر اہل مکہ کے لئے امان طلب کرلو اور اطاعت کا اعلان کردو۔ اور یوں ایک بہت بڑی خون ریزی سے بچ جاؤ۔

ادھر اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے پیغمبر اوّل وآخر واعظم' سیّد المرسلین خاتم النبیین حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم حبیب ربّ للعالمین ﷺ کی دعاؤں کے سبب اہل مکہ (قریش) پر ساری خبروں کی رسائی روک دی تھی۔ اس لئے انہیں حالات کا کچھ علم نہ تھا۔ البتہ وہ خوف واندیشے سے بڑی شدت سے دوچار تھے۔ اور ابوسفیان مکہ سے باہر جا جا کر خبروں کا پتا لگاتا رہتا تھا۔ چنانچہ اس وقت بھی ابوسفیان اپنے دو اور ساتھیوں حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء کے ہمراہ خبروں کا پتہ لگانے کے لئے نکلے ہوئے تھے۔

جب یہ لوگ مرالظہر ان کے قریب ''اراک'' نامی بستی میں پہنچے تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ تاحد نظر خیمے نصب ہیں اور ہر خیمہ کے سامنے آگ جل رہی ہے۔ انہوں نے گھوڑوں کو ہنہناتے اور اونٹوں کو بلبلاتے سنا تو ان پر شدت خوف سے لرزہ طاری ہو گیا اور جب ان کے اوسان بحال ہوئے تو آپس میں تبادلہ خیال کرنے لگے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں اراک سے گزرا تو میرے کانوں میں ابوسفیان اور بدیل کی آواز آئی' وہ آپس میں ہم کلام تھے۔ ابوسفیان کہہ رہا تھا کہ میں نے آج تک ایسی رات نہیں دیکھی جس میں یوں ہزاروں آگیں روشن ہوں اور اتنا بڑا لشکر جرار خیمہ زن ہو۔ بدیل نے کہا میرے خیال میں یہ بنوخزاعہ کا قبیلہ ہے جنگ نے انہیں چھیل کر رکھ دیا ہے جو یہاں خیمہ زن ہیں۔ ابوسفیان نے کہا۔ بھولے نہ بنو۔ اتنے آدمی بنوخزاعہ کے پاس کہاں سے آئے کہ انہوں نے اتنی آگیں روشن کردی ہیں اور اتنی فوج جمع کرلی ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے ابوسفیان کی آواز کو پہچان لیا۔ میں نے اسے آواز دی۔ ''یا ابا حنظلة'' اے ابوحنظلہ (یہ ابوسفیان کی کنیت تھی) اس نے میری آواز پہچان لی فوراً بولا لبیك یا ابا الفضل' جی! اے ابوفضل' میرے ماں باپ تم پر قربان جائیں۔ کیا بات ہے؟ میں نے کہا۔ تیرا بیڑا غرق ہو۔ یہ اللہ کے رسول اپنے ہزاروں مجاہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ پہنچ گئے ہیں۔ ابوسفیان نے کہا قریش تو اب تباہ ہو جائیں گے۔

Marfat.com

ابوسفیان نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا' میرے ماں باپ تجھ پر صدقے ہوں۔ اب کوئی تدبیر بتاؤ ہم کیا کریں؟ میں نے کہا' میرے پیچھے خچر پر سوار ہو جاؤ' میں تمہیں بارگاہِ رسالت مآب میں لے جاتا ہوں اور تمہارے لئے پناہ کی درخواست کرتا ہوں۔ اگر تو حضور انور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر نہ ہوا اور کسی مسلمان نے تجھے دیکھ لیا تو وہ تمہیں موت کے گھاٹ اتار کر رہے گا۔

چنانچہ ابوسفیان آپ کے پیچھے سوار ہو گیا۔ ابوسفیان کے باقی دو ساتھی کدھر گئے' اس میں اختلاف ہے۔ ابن عقبہ کی رائے یہ ہے کہ سب کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں لے کر حاضر ہوئے۔ اور سب کے لئے پناہ کی درخواست کی جو قبول ہوئی۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ابوسفیان کو ساتھ لے کر چلا۔ جب میرا گزر کسی آگ کے پاس سے ہوتا تو دیکھنے کا والے کہتے "یہ خچر ہمارے آقا کا ہے اور اس پر حضور پُرنور ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سوار ہیں۔

چنانچہ ہم سے کوئی تعرض نہ کرتا۔ لیکن جب ہمارا گزر اس آگ پر ہوا جو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے خیمہ کے سامنے روشن تھی تو آپ مجھے دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور پوچھا' آپ کے پیچھے یہ کون ہے؟ انہوں نے غور سے دیکھا تو ابوسفیان کو میرے پیچھے بیٹھا ہوا پایا۔ بولے اے اللہ کے دشمن! اللہ کا شکر ہے کہ تو اس وقت میرے قابو آیا جب تجھے کسی کی پناہ میسر نہ تھی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ دوڑے تا کہ بارگاہِ رسالت مآب میں پہنچ کر اس کو قتل کرنے کا اذن حاصل کریں۔

وہ پیدل تھے اور میں خچر پر سوار تھا۔ میں نے ایڑ لگائی اور دوڑا کر ان سے پہلے حضور انور نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچ گیا۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے خیمہ کے دروازے پر ہم دونوں اکٹھے ہو گئے۔ میں خچر سے نیچے کود پڑا اور خیمہ میں داخل ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی میرے بعد جلدی خیمہ میں داخل ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی' یا رسول اللہ ﷺ! یہ ہے اللہ کا دشمن ابوسفیان' اس کو ابھی کسی کی پناہ حاصل نہیں۔ اجازت ہو تو اس کی گردن اڑا دوں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اس کو امان دے دی ہے۔ پھر میں حضور ﷺ سے چمٹ گیا اور حضور ﷺ کے سر مبارک کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کے بارے میں شدید اصرار کیا تو میں نے کہا۔ اے عمر! صبر کرو اگر یہ تمہارے خاندان بنی عدی کا فرد ہوتا تو تو اتنی سختی نہ کرتا' کیونکہ یہ بنو مناف کے خاندان کا فرد ہے' اس لئے تو اس کے قتل پر اصرار کر رہا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے عباس (رضی اللہ عنہ)! اتنی زیادتی نہ کرو۔ اے ابوالفضل! جب آپ نے اسلام قبول کیا تو مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ اگر میرا باپ خطاب اسلام قبول کرتا تب بھی مجھے اتنی مسرت نہ ہوتی کیونکہ مجھے اس بات کا علم تھا کہ میرے باپ کے اسلام لانے سے آپ کا مشرف باسلام ہونا حضور پُرنور ﷺ کے لئے زیادہ

Marfat.com

باعث مسرت ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی' یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ابوسفیان' حکیم بن حزام اور بدیل کو میں نے پناہ دے دی ہے۔ اب وہ حاضر خدمت ہونے کی اجازت طلب کرتے ہیں۔ فرمایا' انہیں لے آؤ۔ ہم سب رات کا کافی حصہ خدمت اقدس میں حاضر رہے۔ حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے حالات دریافت فرماتے رہے۔ پھر ان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ انہوں نے کہا "نشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ" ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تبارک تعالیٰ کے بغیر کوئی معبود نہیں' لیکن انہوں نے "

"محمد رسول اللّٰہ' نہ کہا۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جب تک میری رسالت پر ایمان نہیں لاؤ گے اس وقت تک مسلمان نہیں ہوگے۔ بدیل اور حکیم نے تو اشھد ان محمد رسول اللّٰہ کہہ دیا لیکن ابوسفیان نے غور فکر کرنے کے مہلت طلب کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا' اسے اپنے خیمہ میں لے جاؤ۔ صبح اسے پھر لے آنا۔

جب صبح ہوئی تو موذن نے اذان دینی شروع کی۔ لشکر اسلام کے تمام مجاہد کلمات اذان کو دہراتے جاتے تھے۔ ابوسفیان سن کر گھبرا گیا۔ اس نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا یہ لوگ کیا کر رہے ہیں! آپ نے بتایا یہ لوگ نماز پڑھنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ اس نے پوچھا' تم ہر روز کتنی نمازیں پڑھتے ہو؟ آپ نے بتایا ہم دن رات میں پانچ نمازیں ادا کرتے ہیں۔ پھر ابوسفیان نے ایک اور منظر دیکھا جس نے اس کو حیران و ششدر کر دیا۔ حضورِ انور نبی کریم محبوب ربّ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرما رہے ہیں' سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے پانی کے قطرے جو جسم اطہر کو چھو کر نیچے گر رہے ہیں' لپک لپک کر اپنی ہتھیلیوں پر لے کر چہروں پر مل رہے ہیں۔ وہ کہنے لگا' میں نے آج تک کسی بادشاہ کے خادموں کو اس کے ساتھ اس محبت اور ادب کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا' نہ کسی قیصر کو اور نہ کسریٰ کو۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' تاجدارِ کائنات' سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں ابوسفیان کو لے کر بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا۔ ادائے نماز کا منظر بھی ابوسفیان کے لئے کم حیرت انگیز نہ تھا۔ امام الانبیاء سید المرسلین' خاتم النبیین حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تکبیر تحریمہ کہی تو سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ اکبر کہا۔ جب رکوع فرمایا تو سب رکوع میں چلے گئے۔ رکوع سے اٹھے تو سب اٹھ کھڑے ہوئے' پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گئے تو سب سربسجود ہو گئے۔ ابوسفیان کو یارائے سکوت نہ رہا۔ کہہ اٹھا کہ اطاعت تنظیم و فرماداری کا ایسا حسین منظر میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ اے ابوالفضل! بخدا! تیرے بھتیجے کی بادشاہی بہت بلند ہو گئی ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ بادشاہی نہیں' یہ نبوت ہے۔ (ابھی تمہیں اس کی سمجھ نہیں ہے)

Marfat.com

جب حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو ابوسفیان کو یاد فرمایا' اور اُسے فرمایا اے ابوسفیان! کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم اس حقیقت کو تسلیم کرلو کہ لا الہ الا اللہ اللہ تبارک تعالیٰ کے بغیر اور کوئی خدا نہیں۔ اس نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ کتنے حلیم اور کریم ہیں۔ آپ کی شان عفوودرگزر کتنی عظیم ہے۔ اگر اللہ تبارک تعالیٰ کے بغیر کوئی اور خدا ہوتا تو اس نے ہمیں کچھ تو فائدہ پہنچایا ہوتا۔ میں مشکل حالات میں اپنے خداؤں سے مدد طلب کرتا رہا اور آپ ﷺ اپنے خدا سے امداد مانگتے رہے' بخدا! جب بھی میں نے آپ سے مقابلہ کیا ہمیشہ فتح آپ ﷺ کے حصہ میں آئی۔ اگر میرا خدا سچا ہوتا تو میں آپ پر غلبہ پالیتا۔ اس سے یہ حقیقت مجھ پر روز روشن کی طرح واضح ہوگئی ہے کہ وہ سچا خدا ہے جو آپ ﷺ کا معبود ہے۔

پھر حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کیا ابھی یہ حقیقت تم پر آشکارا نہیں ہوئی کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ ابوسفیان نے عرض کی' میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ آپ کتنے حلیم اور کتنے کریم ہیں۔ آپ کی عفوودرگزر کی شان کتنی بلند ہے۔ اس بارے میں ابھی میرے دل میں کچھ شک ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ تیرا خانہ خراب اسلام قبول کرورنہ تیری گردن اڑادی جائے گی۔ اس وقت اس نے پڑھا اشھد ان لاالٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمد رسول اللّٰہ

ابن عقبہ اور محمد بن عمرو نے دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ ابوسفیان نے پہلے ہی اعلان کردیا تھا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تبارک تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ تبارک تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اسلام قبول کرنے کے بعد ابوسفیان اور حکیم بن خزام نے شکوہ کرتے ہوئے بارگاہِ رسالت مآب میں عرض کی' یارسول اللہ ﷺ! آپ اوباش قسم کے لوگوں کو ہمراہ لے کر آئے ہیں۔ ان میں سے بعض کو ہم جانتے ہیں بعض کو ہم جانتے بھی نہیں تاکہ وہ آپ ﷺ کے خاندان والوں اور رشتہ داروں کو تہ تیغ کریں۔ پیغمبر اوّل وآخر واعظم' حضورِ انور نبی کریم رحمت دوعالم ﷺ نے فرمایا' ظلم وفجور کی ابتداء تم نے کی ہے۔ حدیبیہ کا وعدہ تم نے توڑا ہے۔ بنی کعب پر تم نے زیادتی کی ہے' حرم کی حدود میں تم نے قتل وغارت کا بازار گرم کیا ہے۔ ان لوگوں نے میری تصدیق کی جب تم نے جھٹلایا۔

دونوں نے تسلیم کیا کہ حضور ﷺ سچ فرمارہے ہیں۔ پھر انہوں نے کہا کہ اگر یہی لشکر کشی آپ بنو ہوازن کے خلاف کرتے تو کیا یہ بہتر نہ ہوتا' وہ آپ کے جانی دشمن تھے اور رشتہ دار بھی نہ تھے۔ اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ دونوں پر مجھے فتح عطا فرمائے گا۔ مکہ فتح ہوگا اور بنو ہوازن بھی سر تسلیم خم کردیں گے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی' یارسول اللہ! حضور ﷺ جانتے ہیں ابوسفیان نام ونمود اور شہرت کو پسند

Marfat.com

پسند کرتا ہے۔ آپ ﷺ ایسی چیز ارشاد فرمائیے جس پر وہ فخر کر سکے۔ ابن ابی شیبہ نے کہا' یہ تجویز حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پیش کی۔ حضور پُر نور رحمت دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من دخل دار ابی سفیان فھو امن

''جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گیا اس کے لئے امان ہے۔''

ابوسفیان نے عرض کی کہ میرے گھر میں کتنے لوگ سما سکیں گے؟ حضور ﷺ نے فرمایا! جو حکیم بن حزام کے گھر میں داخل ہو گا' اسے بھی امان ہے' ابوسفیان کا گھر مکہ کے اونچے علاقہ میں تھا اور حکیم کا گھر مکہ کے نشیب میں تھا۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا جو مسجد میں داخل ہو جائے گا اس کو بھی امان ہے۔ ابوسفیان نے عرض کی' مسجد میں بھی چند لوگ سما سکیں گے۔ پھر پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم دو عالم ﷺ نے عفو عام کا دروازہ کھولتے ہوئے فرمایا۔ جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اس کو بھی امان ہے۔ ابوسفیان نے کہا ھـــذا واســـعة اس اعلان میں بڑی وسعت ہے۔ (دلائل النبوۃ جلد 5 صفحہ 32 تا 39۔ سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 327 تا 330۔ امتاع الاسماع جلد 2 صفحہ 274' 275۔ صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 613۔ البدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 289)

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے جب مکہ جانے کا ارادہ کیا تو حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا' ابوسفیان جب وادی کی تنگ جگہ پر پہنچے تو وہاں اس کو روک لینا تا کہ وہ قوت اسلام کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر سکے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرمان نبوی کی تعمیل کے لئے تیزی سے ابوسفیان کے تعاقب میں نکلے۔ اس نے دیکھا تو بول اٹھا۔ اے ہاشمیو! کیا وعدہ شکنی پر آمادہ ہو گئے ہو؟ آپ نے جواب دیا' خاندان نبوت غدر اور دھوکا نہیں کیا کرتا۔ ہم چاہتے ہیں کہ تم یہاں ٹھہرو اور لشکر اسلام کا مشاہدہ کرو تا کہ ان کی قوت و شوکت کا تمہیں اندازہ ہو جائے۔

پیغمبر اول و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے اس رات کو حکم دیا کہ منادی کرنے والے لشکر اسلام کی اقامت گاہوں میں جا کر یہ اعلان کریں کہ

صبح سویرے ہر قبیلہ کے جوان اپنی سواریوں پر زینیں اور کجاوے کس لیں اور ہر قبیلہ اپنے قائد کے ساتھ اپنے جھنڈے کے پاس کھڑا ہو جائے اور اپنے اسلحہ اور سامان جنگ کی پوری طرح نمائش کرے۔

صبح ہوتے ہی سارے مجاہدین اپنے گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار ہو گئے۔ جو مجاہد گھوڑوں پر سوار تھے انہیں لشکر کے آگے آگے چلنے کا حکم ملا۔ ہر قبیلہ اپنے سالار کی قیادت میں اور سواروں کا دستہ اپنا اپنا پرچم لہراتے ہوئے 17 رمضان المبارک سن 8 ہجری بروز سوموار نہایت شان شوکت' مواداب و مہذب' منظم انداز میں مکہ کی طرف پیش قدمی کرنے لگا۔ حضور انور ﷺ کے حکم کے مطابق لشکر اسلام کو یوں ترتیب دی گئی۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ مقدمتہ الجیش کے قائد مقرر ہوئے' حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو میمنہ پر متعین کیا گیا' حضرت زبیر بن

Marfat.com

عوام ؓ میسرہ کے قائد بنائے گئے اور قلب لشکر میں خود حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ تشریف فرما ہوئے۔

حضرت خالد بن ولید ؓ' بنی سلیم کے سالار مقرر ہوئے تھے' بنی سلیم کی تعداد ایک ہزار تھی۔ ان کے پاس دو جھنڈے اور ایک پرچم تھا۔ ایک جھنڈا حضرت عباس بن مرداس ؓ اور دوسرا اخفاف بن ندبہ ؓ کے پاس تھا۔ اس قبیلہ کا پرچم حضرت حجاج بن علاط ؓ نے تھاما ہوا تھا۔ حضرت خالد بن ولید ؓ کا یہ چاق و چوبند دستہ ابوسفیان کے پاس سے گزرا تو انہوں نے تین بار بلند آواز سے نعرہ تکبیر کہا اور آگے بڑھ گئے۔ ابوسفیان نے حضرت عباس ؓ سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے اسے بتایا کہ یہ خالد ہے۔ ابوسفیان نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔ الغلام؟ یعنی وہ نوجوان خالد۔ فرمایا ہاں! وہی نوجوان خالد۔ پھر اس نے پوچھا' اس کے ساتھ کون لوگ ہیں؟ بتایا' بنوسلیم۔ بولا' مجھے ان سے کوئی سروکار نہیں۔

اس کے بعد حضرت زبیر بن عوام ؓ نمودار ہوئے۔ ان کے ساتھ پانچ سو مہاجر تھے۔ ان کے پاس سیاہ رنگ کا پرچم تھا۔ جب یہ دستہ ابوسفیان کے پاس پہنچا تو انہوں نے بھی تین بار بلند آواز سے نعرہ تکبیر لگایا۔ ابوسفیان نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ بتایا کہ یہ زبیر بن عوام ہیں۔ اس نے پوچھا آپ کے والد کا بھانجا زبیر؟ کہا' ہاں وہی زبیر۔ ان کے بعد بنی غفار قبیلہ جن کی تعداد تین صد تھی' جن کا جھنڈا حضرت ابوذر غفاری ؓ کے ہاتھ میں تھا' وہ گزرا۔ انہوں نے بھی ابوسفیان کے قریب پہنچ کر تین بار نعرہ تکبیر بلند کیا۔ جب ان کے بارے میں ابوسفیان نے دریافت کیا تو حضرت عباس ؓ نے بتایا۔ اس نے کہا مالی ولید غفار میرا بنی غفار سے کوئی سروکار نہیں۔'' غرض یکے بعد دیگرے دوسرے قبیلے اپنے اپنے سالار کی قیادت میں اپنے اپنے پرچم لہراتے ہوئے گزرتے رہے۔ ان کے بارے میں ابوسفیان یہی کہتا رہا کہ مجھے ان لوگوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔

لیکن جب بنوکعب بن عمرو جن کی تعداد پانچ صد (500) تھی گزرے اور اسے بتایا گیا کہ یہ بنوکعب ہیں تو اس نے کہا' ہاں محمد (ﷺ) کے حلیف ہیں۔

ان کے بعد بنومزینہ اپنے تین پرچموں اور سو (100) شہسواروں کے ساتھ گزرے تو ان کے بارے میں بھی ابوسفیان نے یہی کہا کہ مجھے ان لوگوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔

پھر قبیلہ جہینہ کے آٹھ سو (800) مجاہدین پر مشتمل دستہ گزرا۔ اس میں چار جھنڈے لہرا رہے تھے۔ اسی طرح انہوں نے بھی تین بار نعرہ تکبیر بلند کیا۔ ان کے بارے میں بھی ابوسفیان کی بے رخی کا وہی عالم تھا۔

کچھ اور دستوں کے بعد قبیلہ اشجع کا تین سو مہاجرین پر مشتمل دستہ گزرا جن کے پاس دو جھنڈے تھے انہوں نے بھی ابوسفیان کے پاس پہنچ کر تین بار نعرہ تکبیر بلند کیا۔ پوچھنے پر اسے بتایا گیا کہ یہ بنو اشجع ہیں ابوسفیان بڑی حسرت سے بولا ایک وقت میں یہ لوگ قبائل عرب میں سب سے زیادہ محمد (ﷺ) کے دشمن تھے

Marfat.com

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا' بے شک ایک وقت ایسا تھا' لیکن اب تو اللہ تبارک تعالیٰ نے ان کے دلوں کو نور اسلام سے منور کر دیا ہے۔ یہ اللہ تبارک تعالیٰ کا ان پر خصوصی فضل واحسان ہے۔

ابوسفیان کافی اکتا گیا تھا۔ پوچھنے لگا' کیا ابھی محمد ﷺ بہت پیچھے ہیں؟ انہیں بتایا گیا کہ ابھی حضور ﷺ تشریف لانے والے ہیں۔ جس وقت حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ تشریف لائیں گے تو تمہارے ہوش اڑ جائیں گے۔ وہاں فولاد ہی فولاد نظر آئے گا۔ جزیرۂ عرب کے اصل گھوڑے ہنہنا رہے ہوں گے اور ایسے نوجوان اس میں شامل ہوں گے کہ تو انہیں دیکھتا ہی رہ جائے گا۔ کسی کی مجال نہیں ہوگی کہ ان سے ٹکر لے سکے۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے لشکر اسلام کے دستے گزرتے رہے۔ ابوسفیان بار بار یہی سوال کرتا کہ ابھی محمد ﷺ نہیں آئے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اسے بتاتے کہ ابھی نہیں۔

یہاں تک کہ سبز پوش دستہ دور سے نمودار ہوا جس میں اللہ تبارک تعالیٰ کے محبوب اور ساری کائنات کے ہادی پیغمبر اوّل و آخر واعظم' حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لا رہے تھے۔ اس دستہ میں صرف مہاجرین اولین اور انصاری قبائل کے رؤساء شریک تھے۔ اس میں بہت سے جھنڈے اور بہت سے پرچم لہرا رہے تھے۔ انصار کے ہر خاندان کو ایک جھنڈا اور ایک پرچم عطا کیا گیا تھا۔ ان کا سارا جسم فولادی زرہوں اور آہنی خودوں میں غرق تھا۔ صرف آنکھوں کے سامنے دو سوراخ تھے۔ اس دستہ میں وقفہ وقفہ کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی آواز گونجتی تھی۔ آپ فرماتے۔ بھائیو! آہستہ آہستہ چلو تا کہ پچھلے لوگ بھی آپ کے ساتھ مل جائیں۔ اس دستہ میں ایک ہزار زرہ پوش تھے۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے اپنا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ کو مرحمت فرمایا تھا اور وہ سب سے آگے آگے چل رہے تھے۔ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا گزر ابوسفیان کے پاس سے ہوا تو آپ نے ابوسفیان کو للکارتے ہوئے کہا:

"آج کا دن قتل وغارت کا دن ہے۔ آج حرم میں خونریزی کی جائے گی۔ آج کے دن اللہ تبارک تعالیٰ قریش کو ذلیل کر دے گا۔"

ابوسفیان نے یہ للکار سنی تو سناٹے میں آگیا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو خطاب کرتے ہوئے کہا۔ آج کے دن ہماری حفاظت کرنا آپ کی ذمہ داری ہے۔ جو ابوسفیان نے اس موقعہ پر عربی زبان کا جملہ کہا اس جملہ کے کئی مفہوم بیان کئے گئے ہیں۔ لیکن صحیح مفہوم وہ معلوم ہوتا ہے جو علامہ زرقانی نے "شرح المواہب اللدنیہ" میں تحریر فرمایا ہے:

"یعنی یہ وہ دن ہے جب تم پر میری حفاظت ضروری ہے۔ کیونکہ آپ حضور انور نبی کریم ﷺ کے قریبی رشتہ دار ہیں۔ اور حضور ﷺ آپ سے محبت کرتے ہیں اور آپ کی بات توجہ سے سنتے ہیں۔"

یہ دستہ گزرتا رہا یہاں تک کہ اس کے آخر میں رسول کائنات پیغمبر بحر و بر سرکارِ دوعالم ﷺ اپنی ناقہ قصواء پر

Marfat.com

سوار ہوئے نمودار ہوئے۔ حضور پُرنور ﷺ کے دائیں جانب حضرت صدیق اکبر اور بائیں جانب حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما تھے۔ تاجدارِ کائنات، ہادیٔ انس و جاں سرکارِ دوعالم ﷺ ان کے ساتھ محو گفتگو تھے۔ اس وقت حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اشارہ کرتے ہوئے ابوسفیان کو بتایا ھذا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم اے ابوسفیان یہ ہیں اللہ کے رسول ﷺ۔ یہ سارا منظر دیکھ کر ابوسفیان دم بخود ہو گیا' کہنے لگا اے عباس! تمہارے بھتیجے کی بادشاہی آج بہت عظیم بن گئی ہے۔ آپ نے اسے کہا: اے ابوسفیان! یہ نبوت ہے بادشاہی نہیں۔ ابوسفیان نے کہا' ہاں ایسا ہی ہوگا۔

جب حضورِ انور نبی کریم رحمت دو عالم ﷺ سفیان کے پاس سے گزرے تو وہ بولا' یارسول اللہ! کیا آپ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ آپ کی قوم کو قتل کر دیا جائے؟ کیا آپ ﷺ کو پتا نہیں چلا کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کیا کہا ہے؟ حضور ﷺ نے پوچھا۔ سعد نے کیا کہا؟ ابوسفیان نے کہا' سعد نے کہا کہ آج کا دن قتل وغارت کا دن ہے۔ آج حرم میں خونریزی کی جائے گی اور آج کے دن اللہ تبارک تعالیٰ قریش مکہ کو ذلیل کر دے گا۔ پھر کہنے لگا کہ میں آپ ﷺ کی قوم کے بارے میں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کیونکہ آپ ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ نیکو کار ہیں' سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے ہیں سب سے زیادہ رحیم وکریم ہیں۔ ابوسفیان کی یہ التجا سن کر حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا:

''اے ابوسفیان! سعد نے غلط کہا ہے:۔

آج کا دن رحمت کا دن ہے۔ آج کا دن وہ ہے جس میں اللہ تبارک تعالیٰ کعبہ کی عظمت کو ظاہر کرے گا۔ آج کا دن وہ ہے جس روز کعبہ کو غلاف پہنایا جائے گا۔ آج کا دن وہ ہے جس میں اللہ تبارک تعالیٰ قریش کی عزت کو چار چاند لگائے گا۔'' (صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 613۔ البدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 291۔ سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 335۔ زرقانی جلد 2 صفحہ 306)

ابوسفیان کی التجا کو سن کر حضورِ انور رحمت دوعالم ﷺ نے فوراً حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور اس سے لشکر اسلام کا پرچم واپس لے لیا اور وہ پرچم اس کے فرزند حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو مرحمت فرما دیا۔ اس طرح دونوں مقصد پورے ہوگئے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو ایسا کہنے پر سزا بھی دے دی گئی اور اس پرچم کو اس کے بیٹے کو تفویض فرمایا اور اس طرح حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی دل جوئی بھی ہوگئی۔

لشکر اسلام کی طاقت شان وشوکت کو مکمل دیکھ لینے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ مکہ چلا آیا تاکہ وہاں کے باشندوں کو اسلام قبول کرنے کی تلقین کرے بصورت دیگر لشکر اسلام ان کو نیست ونابود کر کے رکھ دے گا۔ چنانچہ وہ لشکر اسلام کو پیچھے چھوڑ کر مکہ چلا آیا اور ان میں آ کر یہ اعلان کیا:

اے اہل مکہ! اسلام قبول کرلو بچ جاؤ گے۔ یہ محمد (ﷺ) جو آگئے ہیں ان کے ساتھ اتنا بڑا لشکر ہے جس

Marfat.com

نقشہ فتح مکہ

Marfat.com

کے مقابلہ کی تم تاب نہیں لاسکتے اور ساتھ ہی یہ بھی اعلان کیا کہ جو بھی میرے گھر میں پناہ لے لے گا اس کے لئے امان ہے۔ اس پر لوگوں نے کہا؟ تیرے گھر میں کتنے لوگ سما سکتے ہیں؟ پھر اس نے حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کا یہ فرمان دہرایا کہ جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کرلیا اس کے لئے بھی امن ہے۔ جو مسجد حرام میں داخل ہوگیا اس کے لئے بھی امان ہے۔

اس وقت اس کی بیوی ہند بنت عتبہ وہاں کھڑی تھی۔ اس نے اس کی مونچھیں پکڑلیں اور چیخ کر کہنے لگی۔ اس چربی کے مٹکے کو قتل کردو اس پتلی ٹانگوں والے میں چربی بھری پڑی ہے۔ اس میں کوئی بھلائی نہیں یہ قوم کا بدبخت پیشرو ہے جو قوم کے پاس خیر کی خبر لے کر کبھی نہیں آیا۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو کہا' اس عورت کی باتوں سے دھوکا نہ کھانا ورنہ تم تباہ و برباد ہو جاؤ گے لشکر اسلام کا مقابلہ کرنے کی تم میں سکت نہیں ہے۔

یہ سن کر لوگ اپنے اپنے گھروں کی طرف بھاگ گئے تاکہ وہ دروازے بند کرکے حفاظت میں رہیں۔ کچھ لوگ یہ اعلان سن کر مسجد حرام میں چلے گئے تاکہ محفوظ رہیں البتہ چند لوگوں نے اپنے کچھ اوباشوں کو آگے لگا دیا اور کہا کہ اگر قریش کو کچھ کامیابی ہوئی تو پھر ہم ان کے ساتھ ہیں اور اگر انہیں مار پڑ گئی تو جو ہم سے مطالبہ کیا جائے گا ہم اسے منظور کرلیں گے۔ قریش کے یہ احمق اوباش مسلمانوں سے لڑنے کے لئے عکرمہ بن ابوجہل' سفوان بن اُمیہ اور سہیل بن عمرو کی کمان میں خندمہ کے اندر جمع ہوئے۔ ان میں بنوبکر کا ایک آدمی حماس بن قیس بھی تھا جو مسلمانوں سے لڑائی کے لئے اپنے ہتھیار ٹھیک ٹھاک اور تیار کرتا رہتا تھا۔

پیغمبر اول و آخر و اعظم' رسول کائنات' پیغمبر بحر و بر سرکارِ دوعالم ﷺ کی قیادت میں سارا لشکر اسلام ذی طویٰ کے مقام پر اکٹھا ہوا۔ یہاں سے حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے اس کو مختلف اطراف سے مختلف قائدین کی قیادت میں مکہ میں داخل ہونے کا حکم دیا۔

لشکر کے میسرہ کی قیادت حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو تفویض کی گئی اور انہیں حکم دیا کہ وہ جانب شمال سے مکہ میں داخل ہوں۔

میمنہ کی قیادت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے سپرد کی گئی اور انہیں حکم ملا کہ وہ جانب جنوب سے مکہ میں داخل ہوں۔

قبائل انصار کی قیادت حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو سونپی گئی اور انہیں حکم ملا کہ وہ مغربی سمت سے مکہ میں داخل ہوں۔

مہاجرین کے لشکر کی قیادت میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو تفویض کی گئی۔ انہیں حکم ملا کہ وہ شمال مغرب کی جانب سے جبل ہند سے گزرتے ہوئے مکہ میں داخل ہوں۔ تمام کو یہ حکم ہوا کہ فتح مکہ کے بعد تمام

Marfat.com

عساکر جبل ہند کے منطقہ میں اکٹھے ہو جائیں۔

لشکر کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے مختلف اطراف سے داخل کرنے کے احکام پر جب غور کیا جاتا ہے تو پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، تاجدارِ کائنات، سرکارِ دو عالم ﷺ کی جنگی حکمت عملی کی شان عظیم نظر آنے لگتی ہے۔ دس بارہ ہزار کے لشکر جرار کو اگر ایک سمت سے داخل ہونے کا حکم دیا جاتا تو راستوں کی تنگی کی وجہ سے منزل مقصود تک پہنچنے میں بڑا وقت لگتا۔ ان کو چار حصوں میں تقسیم کر کے مختلف راستوں اور سمتوں سے اپنی منزل کی طرف پیش قدمی کا حکم دیا تاکہ بغیر کسی دشواری کے قلیل وقت میں وہ اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائیں۔ اس حکم میں دوسری حکمت یہ تھی کہ اگر سارا لشکر اسلام اکٹھا ہوتا تو کفار مکہ اپنی ساری طاقت کو ایک مقام پر مجتمع کر کے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کا پروگرام بنا سکتے تھے۔ جب مختلف اطراف سے لشکر اسلام مکہ میں داخل ہوا تو ان کے پاس اتنی افرادی قوت نہ تھی کہ وہ لشکر اسلام کے ہر دستہ کا مقابلہ کرنے کی جرأت کر سکیں کیونکہ ان کی محدود نفری چار حصوں میں بٹ جاتی۔ وہ پہلے ہی کمزور تھے، افرادی قوت بٹ جانے سے وہ مزید کمزور ہو جاتے۔

اور پھر چاروں طرف سے گھرے جانے کا احساس ہی بہت حوصلہ شکن ہے۔ جو فوج چاروں اطراف سے گھیر کر ہر طرف سے آگے بڑھی چلی آ رہی ہو اس کی دہشت بہت زیادہ ہوتی ہے۔

جب پیغمبر اول و آخر و اعظم ہادیٔ برحق ﷺ نے اپنے سپہ سالاروں کو مختلف اطراف سے مکہ میں داخل ہونے کا حکم دیا تو ساتھ ہی یہ تاکید بھی فرمائی کہ ماسوائے انتہائی مجبوری کے وہ اپنی تلواروں کو بے نیام نہ کریں۔ جب تک کفار ان پر حملہ کرنے میں پہل نہ کریں، یہ کسی پر حملہ نہ کریں۔ اور اگر کفار کسی کے بھی مقابلے پر آئیں تو انہیں کاٹ کر رکھ دیں۔

پیغمبر اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو داہنے پہلو (میمنہ) پر رکھا۔ اس کے دستہ میں اسلم، سلیم، غفار، مزینہ، جہینہ اور کچھ دوسرے قبائل عرب تھے۔ آپ ﷺ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ مکہ میں زیرین حصے (جنوب) سے داخل ہوں اور اگر کفار قریش میں سے کوئی آڑے آئے (لڑائی کرے اور راستے روکے) تو اسے کاٹ کر رکھ دیں یہاں تک کہ مقام صفا پر آپ ﷺ سے آملیں۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بائیں پہلو (میسرہ) پر تھے۔ اس دستہ کے ساتھ حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کا پھریرا (جھنڈا) تھا۔ آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ مکہ میں بالائی حصے (شمال) یعنی کدا سے داخل ہوں اور حجون میں آپ ﷺ کا جھنڈا گاڑ کر آپ ﷺ کی آمد تک وہیں ٹھہرے رہیں۔

قبائل انصار کی قیادت حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو سونپی گئی اور انہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ مغربی سمت

Marfat.com

سے مکہ میں داخل ہوں اور حرم کے قریب پہنچ کر آپ ﷺ کی مزید ہدایات کا انتظار کریں۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو مہاجرین کے لشکر کی کمان سونپی گئی اور انہیں حکم ملا کہ وہ شمال مغرب کی جانب سے جبل ہند سے گزرتے ہوئے مکہ میں داخل ہوں۔ ساتھ ہی حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے اپنے تمام کمانڈروں کو یہ حکم دیا کہ فتح مکہ کے بعد تمام عساکر' فوجیں' یا دستے' جبل ہند کے منطقہ میں اکٹھے ہو جائیں۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی فوج میں زیادہ پیادے تھے۔ سبز پوش دستہ بھی اسی میں تھا اور حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ فوج کے اسی حصے کے ساتھ مکہ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فوج کے اس حصے کے کمانڈر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا کہ وہ بطن وادی کا راستہ پکڑیں یہاں تک کہ مکہ میں آپ ﷺ کے آگے اتریں۔

ان واضح اور جامعہ ہدایات کے بعد تمام دستے بہ یک وقت اپنے اپنے مقرر کردہ راستوں پر چل پڑے اور سوائے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی فوج یا دستے کے کسی اور کو راستے میں مزاحمت کا سامنا نہ ہوا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے دستہ کے ساتھ جھڑپ کا بیان کرنے سے پہلے آیئے دیکھتے ہیں کہ پیغمبر اول و آخر و اعظم ہادیٔ دو جہاں' پیغمبر بحر و بر' رسول کائنات' انسان کامل' اصل الموجودات' سیّد المرسلین' خاتم النبیین' حبیب ربّ للعالمین' رحمت للعالمین' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ کس عجز و انکساری سے بیت اللہ کی طرف پیش قدمی فرمارہے ہیں۔

مکہ میں داخلے کے وقت حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ لشکر اسلام کے اس حصے کے ساتھ تھے جس کے قائد حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ حسب ہدایت بطن وادی کے راستے پر چلتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ سبز پوش دستہ کے درمیان قصواء پر سوار مکہ میں نزول فرمارہے تھے۔

ہادیٔ انس و جاں' رسول بحر و بر' تاجدارِ کائنات سرکارِ دو عالم حضورِ انور نبی کریم ﷺ اس وقت اپنی ناقہ قصواء پر سوار تھے۔ یمن کی بنی ہوئی ایک چادر سر مبارک پر بطور عمامہ بندھی ہوئی تھی۔ رحمتوں' سعادتوں اور برکتوں کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کو اپنی جلو میں لئے حضورِ انور ﷺ نے سرزمین مکہ میں نزول اجلال فرمایا۔

مکانوں کے دریچے اور چھتیں زیارت کے شائقین سے بھری ہوئی تھیں۔ اور بہت سارے لوگ سراپا شوق بنے ہوئے شرف دید حاصل کرنے کے لئے بے تاب تھے۔ اس وقت حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے گردن جھکائی ہوئی تھی۔ اور حسبِ معمول پیکر عجز و نیاز بنے اپنے ربّ کریم کی حمد و ثناء میں مصروف تھے۔ جبین سعادت کجاوے کی سامنے والی لکڑی کو چھو رہی تھی۔ حضور ﷺ کے دائیں طرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بائیں

Marfat.com

طرف حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے اپنے غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو بٹھایا ہوا تھا۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ عکرمہ بن ابوجہل' صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو وغیرہ نے اردگرد کے قبائل کو مدد کے لئے پکارا اور سب نے مل کر قسم کھائی کہ وہ بزور شمشیر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیں گے۔ بنو بکر قبیلہ کا ایک شخص جس کا نام حماس بن قیس تھا' جب اسے پتا چلا کہ لشکر اسلام مکہ پر چڑھائی کرنے کے لئے بڑھ رہا ہے تو اس نے لشکر اسلام کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے ہتھیار درست کرنے شروع کر دیئے۔ اس کی بیوی نے اس سے پوچھا کہ وہ کس سے جنگ کرنے کی تیاری کر رہا ہے؟ اس نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے۔

اس کی بیوی (جو ایک روایت کے مطابق اسلام لا چکی تھی لیکن مصلحتاً ظاہر نہیں کیا تھا) نے کہا' بخدا! آج کسی کی طاقت نہیں کہ لشکر اسلام کا مقابلہ کر سکے۔ اس نے کہا تم غلط فہمی میں مبتلا ہو' ابھی دیکھنا کہ ہم ان کو شکست دیں گے اور ان کو جنگی قیدی بنا لیں گے۔ ان میں سے ایک قیدی تمہاری خدمت کے لئے بھی میں تمہیں دوں گا کیونکہ تجھے اس کی ضرورت ہے۔

اس نے کہا بیوقوف نہ بنو اور یہ خیال دل سے نکال دو' جب تم لشکر اسلام کو دیکھو گے تمہارے ہوش اڑ جائیں گے۔ وہ باز نہ آیا' ہتھیار سجا کر وہ خندمہ کے مقام پر قریش کے سرغنوں سے آملا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مکہ کے جنوبی حصہ سے شہر میں داخل ہونے لگے جب اللہ کی تلوار' حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اس مقام پر پہنچے جو ان کے لئے سرورِ انبیاء حضور پُر نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا تھا تو دیکھا کہ وہاں قریش کا جم غفیر ان کا راستہ روکے کھڑا ہے' اور انہوں نے اپنی تلواریں بے نیام کر لی ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں پر تیر برسانے شروع کر دیئے اور انہوں نے گرج کر کہا اے خالد! تم زبردستی مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے انہیں نصیحت کی۔ کہ بلاوجہ اپنے خون مت بہاؤ۔ تمہاری ان گیدڑ بھبکیوں سے لشکر اسلام کی پیش قدمی نہیں رکے گی۔ ہمیں اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ ہم آج مکہ کو فتح کر کے یہاں اسلام کا پرچم لہرا دیں اور اللہ تبارک تعالیٰ کی کرم نوازیوں سے' مدد سے ہم یقیناً آج اس شہر کو فتح کریں گے۔

لیکن کفار قریش نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی اس نصیحت پر عمل کرنے سے انکار کر دیا اور مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جوابی کارروائی کرنے کی اپنے مجاہدین کو اجازت دی۔ چشم زدن میں کفار کے پندرہ آدمیوں کی لاشیں خاک و خون میں لوٹنے لگیں۔ اس جھڑپ میں مسلمانوں کے صرف دو آدمی شہید

Marfat.com

ہوئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے دستہ میں سے حضرت کرز بن جابر فہری اور حضرت خنیس بن خالد بن ربیعہ رضی اللہ عنہما نے جام شہادت نوش کیا۔ وجہ یہ ہوئی کہ یہ دونوں لشکر سے بچھڑ کر ایک دوسرے راستے پر چل پڑے اور اسی دوران انہیں قتل کر دیا گیا۔

حماس بن قیس نے جب مسلمانوں کی تلوار بازی سے منٹوں میں مشرک ساتھیوں کے کئی سر اڑتے دیکھے تو اس کی ساری تیاری اور ہمتیں جواب دے گئیں اور وہ سر پر پاؤں رکھ کر بدحواسی کے عالم میں اپنے گھر کی طرف بھاگا کہ جان بچانے کے لئے جائے پناہ مل جائے۔

وہ بے تحاشا بھاگتا ہوا اپنے گھر کے دروازے پر پہنچا' رنگ اڑا ہوا تھا' سانس پھولی ہوئی تھی' سردی کے باوجود اس کا پسینہ بہہ رہا تھا اور تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اس نے دروازہ کھٹکھٹایا' بیوی نے دروازہ کھولا تو وہ فوراً اپنے گھر میں گھسا اور اپنی بیوی سے کہنے لگا کہ جلدی سے گھر کا دروازہ بند کرلو۔ اسی دوران وہ ایک کونے میں دبک کر بیٹھ گیا۔ بیوی دروازہ بند کر کے اس کے پاس گئی اور اس کا مذاق اڑاتے ہوئے پوچھا۔

وہ خادم کہاں ہے جس کا تم میرے ساتھ وعدہ کر کے گئے تھے؟ میں تو اس خادم کے لئے سراپا انتظار ہوں۔ اس نے کہا' ان باتوں کو رہنے دو اور پھر دیکھ لو کہ دروازہ مضبوطی سے بند کر دیا ہے۔

اور پھر اس نے اپنی بیوی کو چار اشعار کی شکل میں اپنی بپتا سنائی اور وہ حالات بتائے جن کی وجہ سے وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا اور گھر کا دروازہ بند کروا کر چھپ گیا اس کے ان چار شعروں کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

''اگر تم وہ منظر دیکھتیں جب خندمہ کے مقام پر ہماری مسلمانوں سے مڈبھیڑ ہوئی اور صفوان اور عکرمہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔ اگر یہ منظر (بھاگنے اور سروں کا تلواروں کی ضرب سے اُڑنے کا) تم نے دیکھا ہوتا تو مجھے ملامت کرنے کے لئے ایک لفظ بھی زبان پر نہ لاتی۔'' (صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 613'

البدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 297' السیرۃ النبویہ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 404)

کفار کے کچھ لوگ بھاگ کر پہاڑوں میں پناہ لینے لگے۔ مسلمان ان کا تعاقب کر رہے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر حکیم بن حزام اور ابوسفیان نے باآواز بلند قریش کو پکارا اور کہا کیوں اپنی جانیں ہلاک کرتے ہو؟ حضور ﷺ نے اعلان کر دیا ہے جو اپنے گھر میں داخل ہوگا اس کو بھی امان ہے' جو ہتھیار پھینک دے گا اس کو بھی امان ہے۔ یہ سنتے ہی وہ لوگ بھاگ کر اپنے اپنے گھروں میں گھس گئے اور اندر سے دروازے بند کر لئے اور اپنے اسلحہ کو باہر پھینک دیا' جسے مسلمانوں نے اٹھالیا۔

پیغمبر اول و آخر و اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم' نبی رحمت ﷺ جب اذاخر نامی چوٹی پر پہنچے تو تلواروں کو چمکتے ہوئے دیکھا تو پوچھا۔ یہ تلوروں کی چمک کیسی ہے؟ میں نے تو تمہیں جنگ کرنے سے منع فرمایا تھا۔ عرض کی گئی' یارسول اللہ ﷺ! یہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے دستہ کی تلواریں ہیں۔ مشرکین نے پہلے ان پر

Marfat.com

حملہ کیا' انہوں نے جوابی کارروائی کی۔ حضرت خالد کی مجال نہ تھی کہ وہ حکم عدولی کریں۔ حضورِ انور ﷺ نے فرمایا: قضاء اللہ خیر ''جو اللہ کا فیصلہ ہے وہی بہتر ہے''۔

پیغمبر اول و آخر و اعظم حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی ہدایات کے مطابق لشکر اسلام کے مختلف دستوں کے کمانڈر چاروں اطراف سے مکہ میں آگے بڑھتے ہوئے اپنے اپنے مقرر کردہ اہداف یا مقامات پر با خیریت پہنچ گئے۔

حضورِ انور نبی کریم ﷺ مکہ میں شمال مغرب کی سمت کدا کے مقام سے داخل ہوئے۔ آگے آگے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اپنے دستہ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ نے حجون کے مقام پر استراحت فرمائی۔

پھر بعد میں وہاں سے جنوب کی طرف اتر کر مسجد الحرام میں تشریف لائے۔ مکہ میں داخلے سے پہلے حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے غسل فرمایا۔ پھر اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہو کر مکہ میں داخل ہوئے۔ اس طرح اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ ﷺ کا وہ خواب سچ کر دکھایا جس میں بتایا گیا تھا کہ آپ ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مسجد الحرام میں داخل ہوں گے۔ (السیرۃ النبویہ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 406)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس روز میں پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور نبی کریم ﷺ سے ایک لحہ بھی جدا نہیں ہوا جب رسول اللہ ﷺ اذاخر کی چوٹی پر پہنچے اور مکے کے گھر نظر آئے تو وہاں ٹھہر گئے اور اللہ تبارک تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور اس جگہ کی طرف دیکھا جہاں حضور ﷺ کے قیام کے لئے خیمہ نصب کیا گیا تھا تو فرمایا اے جابر! یہ ہماری قیام گاہ ہوگی۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں ایک دن مکہ والوں نے مل کر ہمارے خلاف قطع تعلق کا فیصلہ کیا تھا اور اس پر بڑی قسمیں کھائی تھیں۔ پھر حضور پُرنور نبی کریم ﷺ اس جگہ تشریف لائے جہاں آپ کے لئے چمڑے کا بنا ہوا خیمہ نصب کیا گیا تھا۔ حضور ﷺ کے ساتھ امہات المومنین میں سے حضرت اُم سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما ساتھ تھیں۔

امام بخاری اور امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ پیغمبر اول و آخر و اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم' عالم خفاوغیوب' مخبر صادق' رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا' جب اللہ تبارک تعالیٰ ہمارے لئے مکہ فتح فرمائے گا تو ہماری قیام گاہ ''خیف بنی کنانہ'' میں ہوگی۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں قریش اور کنانہ نے قسمیں کھا کر یہ عہد کیا تھا کہ وہ بنو ہاشم اور بنو مطلب کے ساتھ ہر قسم کا قطع تعلق کر لیں گے۔ نہ ان کو رشتہ دیں گے' نہ رشتہ لیں گے' اور نہ ان سے کوئی چیز خریدیں گے نہ فروخت کریں گے۔

حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ تھیں۔ آپ کہتی ہیں کہ میرے سسرال کے دو آدمی میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھ سے پناہ مانگی' میں نے پناہ دے دی۔ اسی اثناء میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ آئے۔ انہوں نے جب دیکھا تو کہا میں تو ان کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اُم ہانی کہتی ہیں کہ میں دوڑ کر

Marfat.com

حضور پُرنور ﷺ کی بارگاہِ عالی میں پہنچی۔ حضور ﷺ نے دیکھا تو مرحبا فرمایا۔ پوچھا اے اُم ہانی! کیسے آئی ہو؟ میں نے ماجرا بیان کیا تو فرمایا: قد اجرنا من اجرت ''اے اُم ہانی! جس کو تو نے پناہ دی اس کو ہم نے پناہ دی''۔ حضور انور نبی کریم ﷺ اُم ہانی کے گھر تشریف لائے۔ غسل فرمایا اور صلوۃ الضحیٰ (نماز چاشت) آٹھ رکعت ادا فرمائی۔ (السیرۃ النبویہ احمد بن زینی دحلان جلد 2 صفحہ 289' زرقانی جلد 2 صفحہ 326)

عظیم نبی ﷺ کی عظمتیں

مکہ میں داخلہ کے وقت دس ہزار نفوس قدسیہ اپنے آقا و مولا سیّد المرسلین خاتم النبیین ﷺ کی ہمرکابی کا شرف حاصل کر رہے تھے' ایمان کی حرارت سے ان کے قلوب معمور تھے۔ ان کے سینوں میں عشق الٰہی اور حب رسول ﷺ کی شمعیں فروزاں تھیں۔ ان کی آنکھوں میں نور ایمان کی چمک تھی اور صبح انقلاب مصطفوی کی روشنی ان کے چہروں پر کھیل رہی تھی' یہ وہی سرزمین مکہ تھی جہاں مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی۔

آج پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم سرکارِ دو عالم ﷺ فاتحانہ انداز میں لیکن سر اقدس اللہ تبارک تعالیٰ کی بارگاہِ میں جھکائے ہوئے' عفو درگزر کے موتی لٹاتے ہوئے' امن و سلامتی کی خیرات بانٹتے ہوئے' اور رحمت و راحت کے پھول بکھیرتے ہوئے' ظلمت و ضلالت کی جگہ نور و ہدایت پھیلاتے ہوئے' دکھی انسانیت کو عزت و نفس و سکون کامل دیتے ہوئے' اور وحدہ لاشریک کا بابرکت نام بلند کرتے ہوئے' شہر مکہ میں داخل ہو رہے تھے۔ ظلم و بربریت کی طویل رات اپنے اختتام کو پہنچ چکی تھی' فتنوں اور سازشوں کا بڑی حد تک خاتمہ ہو چکا تھا اور پورا جزیرہ نمائے عرب اسلام کے دامن رحمت میں آنے کے لئے بیتاب تھا۔

جب اسلامی لشکر چاروں طرف سے مکہ میں داخل ہو رہا تھا تو اس وقت مخالفین اسلام اور منکرین رسالت کی حالت دیدنی تھی۔ وہ اپنی لگاتار ناکامیوں اور مسلمانوں کے ساتھ ماضی کے غیر انسانی رویے کے سبب ندامت سے سر جھکائے کھڑے تھے۔ انہیں علم تھا کہ جب فاتحین کسی شہر میں فاتحانہ انداز میں داخل ہوتے ہیں تو اہل شہر پر کیا قیامت ٹوٹتی ہے۔ کس طرح قتل عام ہوتا ہے۔ املاک نذر آتش کی جاتی ہیں' اور محکوم قوم کی جوان نسل اور تہذیت و ثقافت کا ہر نشان مٹا دیا جاتا ہے۔ دشمن کی عورتوں' بیٹیوں کو فاتحین اپنی تحویل میں لے لیتے ہیں۔ بچوں اور بوڑھوں کو غلام بنا لیا جاتا ہے۔

لیکن آج مکہ میں داخل ہونے والے لشکر کے سپہ سالار کسی ملک کے بادشاہ نہیں تھے' کسی علاقے کے سربراہ نہیں تھے' یہ تو والی کون و مکاں تھے' یہ تو سلطان عرب و عجم تھے' یہ تو اللہ کے آخری رسول تھے' یہ تو رسول امن تھے' یہ تو پیغمبر انقلاب تھے۔ یہ تو حقیقت میں پیغمبر اوّل و آخر و اعظم ہادیٔ دو جہاں' رسول بحر و بر' رہبر کائنات' سیّد المرسلین' خاتم النبیین' حبیب ربّ للعالمین' رحمت للعالمین' حضور پُرنور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ تھے' اور ہیں' جو

Marfat.com

رہتی دنیا تک کے لئے امن و عافیت' بقاو سلامتی اور فلاح و بہبود کا دائمی پیغام لے کر آئے تھے۔

اللہ اکبر! جان کے دشمنوں کے ساتھ عفو و درگزر کی انتہا کہ اعلان ہوا کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے لے گا اسے بھی امان دی جائے گی۔ جو مسجد الحرام میں آجائے گا اسے بھی امان ملے گی حتیٰ کہ جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے گا اس سے بھی کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔

رحیم و کریم نبی ﷺ کے اس تاریخی اعلان کے باوجود چند اوباش نوجوان مقابلے کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔ مکہ مکرمہ کے شہریوں کی اکثریت نے حضور ﷺ کے فرمان کی تعمیل کی اور ہتھیار پھینک کر ابوسفیان کے گھر اور مسجد الحرام میں پناہ لی اور غالب اکثریت نے اپنے گھروں کے دروازے بند کر لئے۔

بعض لوگ اونچے مقامات سے (چھتوں' پہاڑوں سے) چھپ چھپ کر لشکر اسلام کو مکہ میں داخل ہوتے دیکھ رہے تھے۔ جن لوگوں کو کمزور سمجھ کر انہوں نے ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے تھے آج وہ ایک نرالی شان کے ساتھ مکہ میں داخل ہو رہے تھے۔ قریش کا فخر و غرور' کبر و نخوت سب کچھ پیوند خاک ہو چکا تھا۔ اب ان میں دین اسلام کی مخالفت کرنے کے لئے ہمت و حوصلہ نہیں رہ گیا تھا اور نہ مخالفت جاری رکھنے کے لئے کوئی جواز رہ گیا تھا۔ کیونکہ اب تک تو وہ دین اسلام کی حقانیت کو اچھی طرح جان گئے تھے' پہچان گئے تھے۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم رحمت للعالمین ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بصد ادب' شکر اور رضائے الٰہی سے منور و لبریز جبینیں جھکائے بیت اللہ کے امین شہر مکہ معظمہ میں داخل ہو رہے تھے۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ اپنی اونٹنی قصویٰ پر سوار تھے۔ آپ ﷺ کے پیچھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضورِ انور رحمت دو عالم ﷺ سورہ فتح کی تلاوت فرما رہے تھے۔ سر اقدس پر لوہے کا خود تھا جسے اتار کر آقائے دو جہاں حضور پُرنور ﷺ نے سیاہ عمامہ باندھ لیا۔

سپہ سالار مدینہ حضور انور' رحمت دو عالم ﷺ ایک فاتح کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے تو عجز و انکسار کی تصویر بنے ہوئے تھے' نہ دنیاوی فاتحین کا طمطراق' نہ ظاہری جلال و جمال' نہ دکھاوے کی شان و شوکت' نہ اپنی عسکری قوت پر گھمنڈ' نہ فخر و مباہات کا مظاہرہ' نہ مفتوحین کی دلآزاری کا سامان' نہ ان کی عزت نفس کا نیلام عام' نہ خون کی ندیاں بہائی گئیں' نہ کشتوں کے پشتے لگائے گئے' نہ کوئی قتل عام ہوا' نہ دشمن کی عورتوں کو قیدی بنایا گیا' نہ کوئی دنیاوی بادشاہوں کی طرح جشن فتح منایا گیا۔

جب چھوٹی موٹی مزاحمت کو ختم کر دیا گیا اور بغیر خون بہائے جب شہر مکہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا تو فاتح مکہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' ہادیٔ دو جہاں' رہبر کائنات' رسول بحر و بر' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے اپنی اونٹنی پر بیٹھے بیٹھے اپنا سر بارگاہِ خداوندی میں جھکا دیا اور اللہ کا شکر بجا لائے کہ اس نے کفار پر مسلمانوں کو عظیم فتح عطا کی۔

Marfat.com

روایت میں ہے کہ تاجدارِ کائنات حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کا سرِ اقدس اس قدر جھکا ہوا تھا کہ کجاوے کو چھونے لگا۔ مکہ معظمہ میں داخل ہوتے وقت لب اقدس پر سورہ فتح کی آیات تھیں آپ ﷺ فرما رہے تھے۔

اللھم ان العیش عیش الاخرۃ   اے اللہ! زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 84)

ایک شخص حضورِانور نبی کریم ﷺ سے مخاطب ہونے کی کوشش کر رہا تھا لیکن وہ جمال نبوت کی تاب نہیں لا رہا تھا کہ نبی آخر الزماں ﷺ سے کس طرح گفتگو کا آغاز کرے۔ دنیا کے بادشاہوں کے جلال نے اس پر ایک انجانا سا خوف طاری کر رکھا تھا اور وہ خوف سے کانپ رہا تھا۔ حضورِانور رحمت دو عالم ﷺ نے اس کی نفسیاتی کیفیت کو بھانٹ لیا اور فرمایا۔

ھون علیك فانما انا ابن امرأۃ من قریش تاکل القدید ۔ (البدایہ والنہایہ 293:4)   ڈرنے کی کوئی بات نہیں میں ایک ایسی قریشی عورت کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت کے ٹکڑے کھایا کرتی تھی۔

روایات میں ہے کہ آپ ﷺ کا جھنڈا مقام حجون میں نصب کیا گیا۔

وامر رسول اللہ ﷺ ان ترکز رایۃ بالحجون ۔ (صحیح البخاری 613:4)   اور رسول اللہ ﷺ نے اپنا جھنڈا مقام حجون میں نصب کرنے کا حکم فرمایا۔

آج 17 رمضان سن 8 ہجری اور سوموار (پیر دوشنبہ) کا دن ہے۔ مکہ فتح ہو چکا ہے۔ اور اب کچھ ہی دیر بعد پیغمبر اول و آخر و اعظم، ہادئ دو جہاں، رہبر کائنات، رسول بحر و بر، اصل الموجودات، انسان کامل، حبیب ربّ للعالمین، سیّد المرسلین، عالم خفا و غیوب، مخبر صادق، حضور پُرنور نبی کریم، رؤف ورحیم، رحمت للعالمین ﷺ مسجد حرام میں بیت اللہ میں ربّ کائنات کے حضور سربسجود ہونے کے لئے وہاں قدم مبارک فرمانا چاہتے ہیں۔ دس ہزار اصحاب رسول جو آپ ﷺ کی مختلف شانوں، رفعتوں، عظمتوں کے مظہر ہیں وہ سب ہی بیت اللہ میں حاضر ہو کر خالق و مالک کائنات کا بہترین طریقے سے شکر ادا کرنا چاہتے ہیں۔

پیغمبر اول و آخر و اعظم حضورِانور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی حیات مبارک میں پیر، سوموار، دوشنبہ کے دن کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ آپ ﷺ 10 رمضان سن 8 ہجری بمطابق یکم جنوری 630ء بروز سوموار فتح مکہ کے لئے روانہ ہوئے۔ 17 رمضان سن 8 ہجری بمطابق 8 جنوری 630ء بروز سوموار مکہ فتح فرمایا اور بیت اللہ میں سربسجود ہوئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ سوموار کے دن پیدا ہوئے سوموار کے دن ہی آپ ﷺ نے حجر اسود رکھا اور سوموار ہی کے دن آپ ہجرت کے لئے مکہ سے روانہ ہوئے اور سوموار ہی کے دن مدینہ منورہ میں پہنچے اور سوموار ہی کے دن آپ ﷺ پر سورہ مائدہ نازل ہوئی۔

Marfat.com

اور لیجئے آج 17 رمضان سن 8 ہجری سوموار کا دن ہے اور خوش نصیب ' بلند اقبال قصواءُ اللہ تبارک تعالیٰ کے محبوب ترین بندے ' انسان کامل ' اصل الموجودات ' پیغمبر اول و آخر واعظم ' حضور پُرنور ' نبی کریم ' رؤف ورحیم ﷺ کو اپنی پشت پر بٹھائے ہوئے خراماں خراماں اللہ تبارک تعالیٰ کے اس گھر (بیت اللہ) کی قسمت جگانے کے لئے بڑھ رہی ہے جو کئی صدیوں سے جھوٹے خداؤں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔

پیغمبر اوّل و آخر واعظم ' حضور پُرنور ' نبی کریم ' رؤف ورحیم ﷺ اپنے دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ کعبہ مشرفہ کے قریب پہنچتے ہیں اور اپنی چھڑی سے رکن یمانی کا استلام فرماتے ہیں۔ اس وقت حضور ﷺ نے نعرہ تکبیر بلند فرمایا۔ فرزندان اسلام نے اس کے جواب میں نعرہ تکبیر اس جوش وخروش سے بلند کیا کہ مکہ کے در و دیوار ' کوچہ و بازار اور چاروں طرف کے بلند و بالا کوہسار لرز لرز گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دیر تک نعرہ ہائے تکبیر بلند کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ حضور پُرنور ﷺ نے خاموش ہونے کا اشارہ فرمایا تو ایک دم سناٹا چھا گیا۔ شائقین و مشرکین جو پہاڑوں یا اونچی جگہوں پر اس لئے چڑھ گئے تھے کہ دیکھیں مسلمان حرم شریف میں کس انداز سے جاتے اور کیا کرتے ہیں۔ جب انہوں نے مسلمانوں کا یہ نظم وضبط اشتیاق واحترام دیکھا تو جہاں وہ حیران و ششدر ہوئے وہاں ان میں فوری اور نمایاں دین اسلام کے لئے رغبت بھی پیدا ہوئی۔

جب محبوب ربّ للعالمین ﷺ فتح وظفر کے پرچم لہراتے ہوئے حرم شریف پہنچے تو اس وقت کعبہ شریف کے اردگرد اوپر تین سو ساٹھ بت نصب تھے۔ عرب کے ہر قبیلہ اور خاندان کا بت علیحدہ علیحدہ تھا۔ انہیں قلعی کے ساتھ بڑی مضبوطی سے جما دیا گیا تھا۔ پیغمبر اوّل و آخر واعظم حضور پُرنور حبیب ربّ العالمین ' ہادیٔ برحق ﷺ کے دست مبارک میں چھڑی تھی ' زبان حق ترجمان پر سورہ بنی اسرائیل کی آیت 81 جاری تھی۔

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ○

ترجمہ: "حق آیا اور باطل مٹ گیا ' بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا۔" (سورہ بنی اسرائیل آیت 81)

آپ ﷺ "حق آ گیا باطل مٹ گیا بیشک باطل تھا ہی مٹنے والا" کی تلاوت فرما رہے تھے اور چھڑی سے ان بتوں کی طرف اشارہ فرما رہے تھے۔ جس بت کی طرف اشارہ ہوتا وہ منہ کے بل زمین پر اوندھا گر پڑتا۔

حالت احرام میں نہ ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ نے صرف طواف پر ہی اکتفا کیا۔ جب آپ ﷺ طواف فرما رہے تھے تو اس وقت آپ کے ہاتھ مبارک میں ایک کمان تھی۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ اسی کمان سے بتوں کو ٹھوکر مارتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔

"حق آ گیا اور باطل چلا گیا اور باطل کو تو مٹنا ہی تھا۔" (سورہ بنی اسرائیل آیت 81)

اور آپ ﷺ کی ایک ہی ٹھوکر سے بت گرتے جاتے تھے۔ پھر پیغمبر اول و آخر واعظم ' حضور پُرنور ' نبی کریم ' رؤف ورحیم ' امام الانبیاء ' سیّد المرسلین ﷺ نے اونٹنی پر سوار ہو کر کعبہ شریف کا طواف شروع کیا۔ حضور ﷺ کے

Marfat.com

ایک جانثار صحابی حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے آقا کی اونٹنی کی نکیل پکڑی ہوئی تھی۔ جب نبی مکرم و معظم صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود کے پاس سے گزرتے تو اپنی چھڑی سے استلام فرماتے۔

بیت اللہ شریف کے دروازہ کے پاس ان کا ایک بہت بڑا بت ہبل نصب تھا جس کی یہ مشرکین مکہ پوجا کیا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب طواف کرتے ہوئے اس کے پاس پہنچے تو اپنی قوس سے اس کی آنکھوں کو کچوکا دیا اور زبان مبارک سے سورہ بنی اسرائیل کی آیت 81 جاء الحق وزھق الباطل کی تلاوت فرمائی۔ پھر حکم دیا کہ اس بت کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے اس وقت حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو کہا' اے ابوسفیان! ذرا دیکھو اپنے اس جھوٹے خدا کا انجام۔ احد کے روز تم اسی کی مدد پر نازاں تھے اور اس کی بڑائی کے نعرے لگا رہے تھے۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بولے آج ان باتوں کو رہنے دو میں نے دیکھ لیا کہ اگر حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کے سوا کوئی اور خدا بھی ہوتا تو حالات وہ نہ ہوتے جو آج ہیں۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 354)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں

بیت اللہ شریف کے طواف سے فراغت کے بعد حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ناقہ سے نیچے اترے تو لوگوں کا اتنا ہجوم تھا کہ صحن میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے ہاتھ بلند کیے' ہاتھ بڑھائے اور ہتھیلیوں پر قدم مبارک رکھ کر نیچے اترے۔ پہلے مقام ابراہیم پر تشریف لے گئے اور طواف کی دو رکعتیں ادا فرمائیں۔ پھر چاہ زمزم پر تشریف لے گئے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ڈول نکالا۔ حضور نے آب زمزم نوش بھی فرمایا اور وضو بھی کیا۔ جب حضور پُرنور' محبوب ربّ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرنے لگے تو جسم اطہر کو جو قطرہ چھو کر نیچے ٹپکتا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بے تابانہ آگے بڑھ کر اسے اپنی ہتھیلیوں پر لیتے اور فوراً اسے اپنے چہروں اور سینوں پر مل لیتے۔ مشرکین مکہ بھی یہ منظر دیکھ رہے تھے اور ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ ہم نے آج تک نہ دیکھا اور نہ سنا کہ کوئی بادشاہ اس درجہ کو پہنچا ہو۔

حضور پُرنور پیغمبر اول و آخر و اعظم' نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد مسجد حرام میں تشریف فرما ہوئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے آقا کے قریب کھڑے ہوئے۔ پھر کعبہ کے کلید بردار حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو طلب کیا گیا۔ وہ حاضر ہوا تو اسے کعبہ مشرف کا دروازہ کھولنے کا فرمان ہوا۔ اس نے فوراً تعمیل ارشاد کی۔ دروازہ کھلا تو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پروردگار اور معبود برحق کے مقدس گھر میں تشریف لے گئے۔ سیّد المرسلین رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قدم مبارک اندر رکھا تو بہت ساری تصویریں دیواروں پر بنی ہوئیں نظر آئیں۔ ایک تصویر میں دیکھا کہ حضرت ابراہیم' اسماعیل' اور اسحاق علیہم السلام کی تماثیل بنا رکھی ہیں اور حضرت ابراہیم اسماعیل علیہ السلام کے ہاتھ میں جوئے کے تیر ہیں۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' خدا انہیں غارت کرے۔

Marfat.com

یہ جانتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ فعل شنیع نہیں کیا کرتے تھے۔
آپ ﷺ نے خانہ کعبہ کے اندر لکڑی کی بنی ہوئی ایک کبوتری بھی دیکھی۔ اسے اپنے دست مبارک سے توڑ دیا اور تمام تصویریں، تماثیل آپ ﷺ کے حکم سے مٹا دی گئیں۔ یہ تصویریں حضرت عمر بن خطاب اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما کی نگرانی میں مٹائی گئیں۔ ان تصاویر میں حضرت مریم اور فرشتوں کی بھی تصویریں تھیں۔ آپ ﷺ کے حکم سے بیت اللہ کو ان سے صاف کر دیا گیا۔
اس وقت پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم، رحمت للعالمین ﷺ کے ساتھ حضرت بلال، اسامہ بن زید اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم تھے۔ حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے خانہ کعبہ کا دروازہ کھولا اور راستہ دینے کے لئے ایک طرف ہو کر کھڑے ہو گئے۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ اندر تشریف لے گئے اور ساتھ ہی حضرت اسامہ بن زید اور حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہما بھی خانہ کعبہ کے اندر تھے۔ حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے دروازہ بند کر دیا اور آپ پھر دروازے کے ساتھ باہر ہی منتظر و موجود رہے۔
جب دروازہ بند ہو گیا تو پیغمبر اوّل و آخر و اعظم ﷺ خانہ کعبہ کے دروازے کے مدمقابل والی دیوار کی طرف بڑھے۔ جب دیوار اندازاً چھ فٹ دور رہ گئی تو وہیں ٹھہر گئے۔ ان دنوں خانہ کعبہ کے اندر چھ کھمبے ہوا کرتے تھے۔ آپ ﷺ جہاں نماز کے لئے رکے وہاں سے دو کھمبے آپ ﷺ کے بائیں جانب تھے۔ ایک کھمبا داہنے جانب اور تین کھمبے پیچھے تھے۔ پھر اسی مقام، جگہ پر آپ ﷺ نے نماز پڑھی۔ اس کے بعد بیت اللہ کے اندرونی حصے کا چکر لگایا۔ تمام گوشوں میں تکبیر و توحید کے کلمات کہے۔ پھر حضور پُرنور نبی کریم ﷺ دروازے کے قریب تشریف لے آئے اور ربّ کائنات کی شان کبریائی کا اظہار فرمایا اور پھر دروازہ کھول دیا۔
اس وقت دروازے کے سامنے قریش مکہ مسجد حرام میں صفیں لگائے کھچا کھچ بھرے تھے۔ انہیں اس کا شدت سے انتظار تھا کہ آپ ﷺ اب ان کے بارے میں کیا کرتے ہیں، کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ نے بیت اللہ کے دروازے کے دونوں بازو (پٹ) پکڑ لئے۔ سامنے اور نیچے مسجد حرام میں قریش مکہ تھے۔ انہیں یوں مخاطب فرمایا۔

"اللہ تبارک تعالیٰ کے بغیر کوئی خدا نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دیا، اپنے بندے کی مدد فرمائی، تنہا دشمن کے لشکروں کو شکست دی۔"

آپ ﷺ نے ماضی میں قریش اور کفار و مشرکین کی طرف سے ڈھائے جانے والے اپنے بدترین دشمنوں کو معاف کر کے عفو و درگزر کی تاریخ کا ایک ایسا باب رقم کیا جس کی مثال نہ انسانی تاریخ میں پہلے ملتی ہے اور نہ حشر تک کوئی اس کی مثال پیش کر سکے گا۔ عفو و درگزر میں بھی وہ اوّل و آخر، جود و کرم میں بھی وہ اپنی مثال آپ نہ کوئی ان کے مماثل نہ کوئی ان کی نظیر۔

Marfat.com

حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم رسول اللہ ﷺ نے رحمت و حکمت سے لبریز جن کلمات سے اپنے دشمنوں کوعفو وحلم کا مژدہ سنایا تھا' یہ مژدہ جانفزا ان کران پر شادی مرگ کی کیفیت طاری ہوگئی۔ گویا انہیں قبروں سے زندہ کر کے اٹھایا گیا ہے۔ وہ اس شان رحمت للعالمینی کو دیکھ کر جوق در جوق آگے بڑھ کر حضور ﷺ کے دست مبارک پر اسلام کی بیعت کرنے لگے۔ اس فاتح اعظم ﷺ نے اپنے خون کے پیاسے دشمنوں کے سامنے اس عظیم فتح کے موقع پر جو خطبہ ارشاد فرمایا:

اس خطبہ کے چند اہم جملوں کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔

پوری توجہ سے اس کا ایک ایک جملہ پڑھئے اور قلوب واذہان کے فاتح اعظم پر صلوٰۃ وسلام کے رنگین اور مہکتے ہوئے پھول نچھاور کرتے جائیے۔ اس کے مطالعہ سے آپ کو دین اسلام کی عظمت' اس کی عالمگیر تعلیمات اور اس دین کے لانے والے نبی مکرم و معظم ﷺ کی شان عفو و درگزر اور شان رحمت اللعالمینی کا اعتراف کرنے کے بغیر کوئی چارہ کار نہ رہے گا۔

1- کافر کے بدلے میں مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

2- دو مختلف مذہبوں کے ماننے والے ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے۔

3- اگر کسی شخص کے نکاح میں پھوپھی ہے تو اس کی بھتیجی کے ساتھ نکاح جائز نہ ہوگا۔

4- اگر کسی کے نکاح میں خالہ ہے تو اس کی بھانجی سے نکاح جائز نہ ہوگا۔

5- دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے گواہ پیش کرنا مدعی کی ذمہ داری ہے اور اگر مدعی گواہ پیش نہ کر سکے تو مدعی علیہ سے حلف لی جائے گی۔

6- کوئی عورت تین دن سے زیادہ کا سفر محرم کے بغیر نہ کرے۔

7- عصر اور صبح کی نماز کے بعد کوئی نفلی نماز نہ پڑھی جائے۔

8- عیدالاضحیٰ کے دن اور عیدالفطر کے روز' روزہ نہ رکھا جائے۔

آپ ﷺ نے قریش سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

الا ان کل ربافی الجاهلیه' او دم او مال' او ماثر' فهو تحت قدمی هاتین الاسدانه البیت و سقابه الحاج' الاوفی قتیل العصاو السوط الخطاء شبه العمد' الدیه مغلظه مائد ناقه' منها اربعون فی بطونها اولادها ان الله قد اذهب نخوة الجاهلیه و

سوائے بیت اللہ کی خدمت اور حاجیوں کی سقایت (پانی پلانے) کے جاہلیت کے تمام سود' خون' مال اور فخر میرے ان قدموں کے نیچے ہیں' قتل خطا اور شبہ عمد میں یعنی کوڑے یا عصا سے قتل ہونے والے کی دیت ایک سو اونٹ ہے' جس میں چالیس حاملہ اونٹنیاں ہوں گی۔ (اے گروہ قریش) خدا تعالیٰ نے تم سے جاہلیت

Marfat.com

تكبرها بابائها كلكم من ادم وادم من تراب واكرمكم عندالله اتقاكم' الا ان الله حرم مكه يوم حلق السموات والارض' فهي حرام بحرمه الله' لم تحل لاحد قبلي' ولاتحل لاحد كائن بعدي' ولم تحل لي الاساعة من النهار' بقصرها رسول الله ﷺ بيده هكذا ولاينفر صيدها ولا يعضد عظامها ولاحل لقطتها الالمنشد' ولا يختلى كلاها

کا نخوت وتکبر ختم کر دیا ہے۔ تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے تھے اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہی ہے جوسب سے زیادہ پرہیز گار ہو۔ بلاشبہ اللہ تبارک تعالیٰ نے زمین و آسمان کی پیدائش کے دن سے مکہ کو حرمت والا بنایا ہے پس یہ اسی طرح حرمت والا ہے نہ مجھ سے پہلے نہ بعد میں کسی کے لئے اس میں خونریزی جائز ہے۔ مجھے بھی اس میں دن کی صرف ایک گھڑی کی اجازت ملی تھی۔ حرم کے شکار کو نہ بھگایا جائے اور نہ اس کے درخت کو کاٹا جائے اور اس میں گری پڑی چیز کو سوائے اعلان کرنے والے کے اور کسی کے لئے اٹھانا جائز نہیں اور نہ اس کے گھاس کو کاٹا جائے۔

(المغازی لواقدی' جلد 2 صفحہ 836)

پیغمبر اول و آخر و اعظم حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف ورحیم' رحمت للعالمین' ہادیٔ دوجہاں' رہبر کائنات ﷺ نے مزید فرمایا ''اے قریش کے لوگو! اللہ تبارک تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کی نخوت اور باپ دادا پر فخر کا خاتمہ کر دیا۔ سارے لوگ آدم سے ہیں اور آدم مٹی سے۔''

اور اس کے بعد آپ ﷺ نے سورہ حجرات کی آیت مبارک 13 تلاوت فرمائی:

يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ○

''اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ تم میں اللہ تبارک تعالیٰ کے نزدیک باعزت وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی (اللہ سے ڈرنے والا) ہے۔ بے شک اللہ جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔''

اللہ ربّ العزت کے حضور جھک کر' عفو و درگزر کی روشن مثال قائم کرکے' نسل آدم کو نوید امن سنا کر' جشن فتح منایا جا چکا تو حضور انور نبی کریم ﷺ نے پھر دین و ایمان کے دشمنوں اور نخوت و رعونت کے پیکروں سے ایک سوال پوچھا جس نے ان پر لرزہ طاری کر دیا۔ فرمایا: اے گروہ قریش تمہارا کیا خیال ہے میں تم سے کیسا سلوک کرنے والا ہوں؟

Marfat.com

انہوں نے بیم و رجاء خوف و بے یقینی میں ڈوبے ہوئے لہجہ میں عرض کی ہم آپ (ﷺ) سے خیر اور بھلائی کا ہی خیال کرتے ہیں۔ اسی طرح سہیل بن عمرو بولے' ہم حضور (ﷺ) سے خیر کی امید رکھتے ہیں۔ نبی کریم واخ کریم وابن اخ کریم وقد قدرت ۔ آپ کریم نبی ہیں' کریم النفس بھائی ہیں اور ہمارے کریم وشفیق بھائی کے فرزند ہیں اور اللہ تبارک تعالیٰ نے آج آپ (ﷺ) کو قدرت واختیار بھی عطا فرمایا ہے۔

اس پر پیغمبر اول وآخر واعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف ورحیم' رحمت دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

''میں آج تمہیں وہی بات کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف نے اپنے بھائیوں کے بارے میں کہی تھی کہ آج میری طرف سے تم پر کوئی گرفت نہیں' اللہ تبارک تعالیٰ تمہارے سارے گناہوں کو معاف فرمائے اور وہ سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔ جاؤ' چلے جاؤ میری طرف سے تم آزاد ہو۔''

یہ عظمتیں' رفعتیں' شان کریم

شاہان زمانہ' محافل طرب سجا کر فتح کا جشن مناتے ہیں' رقص وسرود کی مجلسیں برپا کر کے اپنی کامرانی پر اظہار مسرت کرتے ہیں۔ مفتوحین کے قتل عام کی اجازت دے کر اپنی فتح کا اعلان کرتے ہیں۔ فضاؤں میں خون انسانی اچھال کر اپنی فتح کا پرچم بلند کرتے ہیں' کھیتیوں کو برباد کر کے املاک کو نذر آتش کر کے اور مفتوحین کو ذلیل ورسوا کر کے اپنی تفریح طبع کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ اور دشمن کی ہر چیز پر قبضہ جما کر اسے زندہ درگور کرتے ہیں اور اس کی عزت نفس کو سولی پر چڑھا کر اپنے انتقال کی آگ کو ٹھنڈا کرتے ہیں' بچوں کو نیزوں پر اچھال کر اور کھوپڑیوں کے مینار تعمیر کر کے اپنی فتح ونصرت کے ڈنکے بجاتے ہیں۔

لیکن فتح مکہ کا دن شرف انسانی کی بحالی کا عظیم دن تھا' حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے بھی فتح کا جشن منایا لیکن یہ جشن بارگاہِ خداوندی میں سربسجود ہو کر منایا گیا۔ مسلمانوں نے فتح کی رات تاجدارِ کائنات ﷺ کے ساتھ تکبیر وکبریائی کی صدائیں بلند کرتے گزاری' خانہ کعبہ کا طواف کرتے بسر کی۔ سات سال بعد اللہ کے گھر کی زیارت ہوئی تھی کلمات تشکر لبوں پر حرف دعا بن کر مہکتے رہے۔

فتح کے اس جشن میں لہو ولعب کا سایہ تک نہ پڑنے دیا گیا۔ شیطانی وسوسوں کو قریب تک نہ پھٹکنے دیا گیا' نہ کسی کو ذلیل ورسوا کیا گیا' نہ دشمن کی کسی بیٹی کی طرف کسی نے آنکھ اٹھا کر دیکھا۔ مسلمان بزور قوت غالب آئے تھے چاہتے تو مکہ کی گلیوں میں خون کی ندیاں بہا دیتے' دشمن کی املاک کو نذر آتش کر دیتے' ان کے مال واسباب پر قبضہ جما لیتے' ان کے بچوں اور عورتوں کو گرفتار کر لیتے اور ان پر اتنا تاوان عائد کر دیتے کہ ان کی نسلیں بھی اس کے بوجھ تلے سسک سسک کر دم توڑ جاتیں۔

پیغمبر اول وآخر واعظم حضور انور' نبی کریم' رؤف ورحیم' رحمت للعالمین ﷺ نے عفو ودرگزر کی انتہا کر دی' ابر کرم کھل کر برسا' انسان کے اندر کی بنجر کھیتی بھی ہری ہو گئی۔ نہ صرف یہ کہ کسی کی جائیداد سے کوئی تعرض نہ کیا گیا'

Marfat.com

بلکہ اپنی چھوڑی ہوئی جائیداد بھی واپس نہ لی گئی۔ اہل مکہ کو آزاد کر دیا گیا اسی لیے اہل مکہ کو ''طلق'' یعنی آزاد کہتے ہیں اور یہ آزادی اس پیغمبر امن کی عطا کردہ ہے جو قیامت تک کے انسانوں کے لئے ہدایت کی آخری کتاب دے کر دنیا میں بھیجے گئے تھے۔

رمضان المبارک سن 8 ہجری کی 17 تاریخ تھی' پیر کا دن تھا' اس روز اسلامی لشکر فاتح کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوا۔ ابتلا و آزمائش کے ایک دور کا خاتمہ ہوا۔ عالم کفر نے مسلمانوں کی جداگانہ حیثیت کو تسلیم کر لیا اور اسلام کو ایک مکمل ضابطہ حیات کے طور پر قبول کر لینے کے لئے فضا مزید سازگار ہوئی اور عرب کی حدود سے نکل کر اکناف عالم میں فروغ اسلام کے امکانات روشن ہوئے۔ یہ تاریخ کا ایک عظیم دن تھا۔ عفو و درگزر کی نئی تاریخ رقم ہو رہی تھی' خون کے پیاسوں پر رحم و کرم عنایات و نوازشات کی بارش میں قبائیں تقسیم ہو رہی تھیں۔

حرف حق کو جھٹلانے والوں' حضور ﷺ کے قتل کے منصوبے بنانے' قدم قدم پر مصائب کے پہاڑ کھڑے کرنے' کردارکشی کی شرمناک مہم چلانے' اور حسد' بغض اور نفرت کی آگ میں جلنے والوں کو معاف کرنے کا دن تھا۔ انہیں سینے سے لگانے کی گھڑی تھی۔ پیغمبر اول و آخر و اعظم' ہادئ انس و جاں' رہبر کائنات' رسول بحر و بر' پیغمبر ارض و سماوات' انسان کامل' اصل الموجودات' فخر کائنات' شفیع المذنبین' محبوب ربّ للعالمین' سید المرسلین' خاتم النبیین' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم' رحمت للعالمین ﷺ نے عام معافی کا اعلان فرما دیا اور اہل مکہ حیران و ششدر رہ گئے۔

اہل مکہ نے مدینہ منورہ میں بھی مسلمانوں کو چین سے نہیں بیٹھنے دیا تھا' میدان بدر سے حدیبیہ تک کفار و مشرکین کی چیرہ دستیوں کے نقوش بکھرے پڑے تھے' حضور پُرنور نبی کریم ﷺ چاہتے تو آج گن گن کر بدلہ لیتے' ایک ایک زیادتی کا حساب چکاتے' لیکن دریائے رحمت جوش میں تھا۔ حضور پُرنور رحمت للعالمین ﷺ نے اپنے خون کے پیاسوں کو معاف کر دیا۔ لب مصطفےٰ ﷺ پر عفو و درگزر کے پھول کھل رہے تھے' جود و سخا کی کلیاں مہک رہی تھیں' کرم کا آب زم زم بہہ رہا تھا۔

لاتثریب علیکم الیوم ۔ ''آج تم سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی''

(الزرقانی علی المواہب' 302:2)

اے نبی کریم' اے رؤف و رحیم' اے رحمت للعالمین ﷺ آپ (ﷺ) کی کرم نوازیوں' رحمتوں' عفو و درگزر کے کیا کہنے۔ صد آفرین' صد آفرین' صد آفرین۔ عفو و درگزر' جود و کرم کا جو بے مثال مظاہرہ رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا انسانی تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ اس کی بلندی' اس کی پاکیزگی اور اس کی عظمت' عدیم المثال ہے۔ کسی بادشاہ نے' کسی سیاسی راہنما نے' کسی فوجی جرنیل نے اس قسم کے کریمانہ اخلاق کے ہزارویں حصے کا بھی کبھی مظاہرہ نہیں کیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ کے بھیجے ہوئے نبی کے سوا اور کسی کے بس کا روگ نہیں کہ

Marfat.com

ان حالات میں ایسی عالی ظرفی کا مظاہرہ کر سکے۔ وہ نبی مرسل ﷺ جس کی رحمت اللہ کی رحمت' جس کی حکمت اللہ کی حکمت اور جس کا عفوو درگزر اللہ تبارک تعالیٰ کی شانِ عفوو درگزر کا آئینہ دار ہے اس نبی کی کتنی عظیم اور نرالی شان ہے۔

حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم رحمت للعالمین ﷺ کے نزدیک کسی خطا کار کی خطا' اس کے لئے ہلاکت کا باعث نہ تھی۔ حضور ﷺ نے قریش کے اندیشوں کو امن وامان میں بدل دیا۔

وہ لوگ عمر بھر آپ ﷺ کے ساتھ زیادتیاں کرتے رہے۔ لیکن حضور ﷺ نے ہمیشہ ان پر احسان فرمایا۔ وہ ہمیشہ فتنہ وفساد کی آگ بھڑکاتے رہے لیکن حضورِ انور نبی کریم ﷺ ہمیشہ حلم و بردباری سے پیش آتے رہے۔ انہوں نے قطع رحمی کو اپنا وطیرہ بنایا ہوا تھا لیکن صلہ رحمی حضور ﷺ کا شعار رہا۔ اس خلق عظیم کی برکت سے حضور ﷺ ان کے دلوں کے مالک بن گئے۔

دل کی دنیا کو مسخر کرنے کے لئے فولاد کی شمشیریں ہمیشہ کند ثابت ہوئی ہیں۔ اس اقلیم میں اپنی فتح کا پرچم لہرانے میں حسن خلق کی تلواری ہی کامیاب ہوا کرتی ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو ظاہری اور باطنی جملہ محاسن سے بڑی فیاضی سے آراستہ کر کے گم کردہ راہ انسانوں کو صراط مستقیم پر گامزن کرنے کے لئے مبعوث فرمایا تھا۔ ان تمام محاسن میں حضور پُرنور ﷺ کے خلق کی شان ہی نرالی تھی جس کی گواہی اللہ تبارک تعالیٰ نے سورہ قلم کی آیت 4 میں خود اس طرح دی۔

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝

''اور بے شک تمہاری خُو بُو (خُلق) بڑی شان کی ہے۔'' (سورہ قلم آیت 4)

اور آپ ﷺ کے عفوو درگزر اور خلق عظیم کی برکت سے ہی اہل مکہ نے بخوشی ورغبت پہلے دن ہی (فتح مکہ کے دن) جوق در جوق دین اسلام واطاعت نبی کریم رؤف ورحیم رحمت للعالمین ﷺ قبول کر لی۔ ان کی بھاری اکثریت پہلے دن ہی صدق دل سے مسلمان ہوگئی۔ اور حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحمت للعالمین ﷺ کے مکہ معظّمہ سے روانہ ہونے سے پہلے تو صرف گنتی کے چند لوگ ایسے رہ گئے تھے جنہوں نے اپنی خوشی ورغبت سے ایمان لانے کے لئے کچھ مہلت چاہی اور پھر وہ بھی اس مہلت کے ختم ہونے سے بہت پہلے ہی ایمان لے آئے اور بہت اچھے مسلمان ثابت ہوئے۔

پیغمبر اول وآخر واعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف ورحیم' رحمت للعالمین ﷺ کے روز اوّل کے ارشادات عفوو درگزر خلق عظیم وکلمات حمیدہ نے قریش کو نئی زندگی عطا فرمائی۔ وہی تلواریں جو اسلام اور مسلمانوں پر آگ برسایا کرتی تھیں اب وہ اسلام کے علم کو بلند کرنے اور مسلمانوں کی عظمت کا ڈنکا چار دانگ عالم میں بجانے کے لئے چمکنے لگیں۔ اب وہی لوگ اسلام کا دفاع اپنے اموال اور اولاد کی قربانیاں دے کر کرنے لگے اور اپنی جانیں

Marfat.com

اور دل و روحیں اس پر نثار کرنے لگے۔

اس رہبر کائنات' ہادیٔ انس و جان مرشد انسانیت ﷺ نے ان کی عربی قومیت کو نور اسلام سے درخشاں کر دیا' جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ریگزار عرب کے بدو نا قابل تسخیر قوت' بے مثال عزت و اور بے داغ بزرگی کے امین بن گئے۔ پیہم فتوحات ان کا مقدر بن گئیں۔ سیّد المرسلین' خاتم النبیین' امام الانبیاء ﷺ کی تعلیمات نے انسانیت کو نئی آب و تاب عطا فرمائی۔ وہ گروہی اور قبائلی عصبیتوں کے چنگل سے رہائی پا کر عالمگیر حیثیت کے مالک بن گئے۔

محترم مصنف' کونستانس جور جیو (وزیر خارجہ رومانیہ) اپنی تصنیف ''نظرۃ جدیدۃ'' کے صفحہ 359 پر لکھتے ہیں کہ

حضور پُر نور' نبی کریم' رؤف و رحیم' ہادیٔ انس و جاں' فاتح قلوب عقل و اذہان نے جس روز کعبہ مقدسہ کو اصنام و اوثان کی نجاستوں سے پاک کیا اور مکہ کی شرک آلود فضاؤں میں پرچم اسلام کو لہرایا' اس روز کعبہ کے مخزن میں چار سو بیس مثقال زر خالص (سونا) موجود تھا۔ صادق و امین نبی اللہ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ اس زر خالص کو کوئی ہاتھ تک نہ لگائے۔ یہ بدستور کعبہ کے خزانہ میں محفوظ رہے گا اور اسے بیت اللہ شریف پر خرچ کیا جائے گا۔

بیت اللہ کی کنجی

قارئین کرام! درج ذیل بات چیت' یہ واقعہ تو اسی وقت کا ہے جب پیغمبر اول و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے بیت اللہ کے کلید بردار حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو بیت اللہ کھول دینے کے لئے بلایا تھا۔ کیونکہ اس سارے واقعہ کو اس موقع یا اس جگہ پر بیان کر دینا مناسب نہیں لگتا تھا اس لئے اس کو اب بیان کیا جا رہا ہے۔

حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے متعلق ایک اور وضاحت۔ یہ عثمان بن طلحہ وہی ہیں جنہوں نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے چھوٹے سے بچے سلمہ رضی اللہ عنہ عمر تقریباً ڈیڑھ دو سال گود میں لئے ہوئے اپنی سواری پر تنہا مدینہ کے لئے جاتے ہوئے مقام تنعیم پر دیکھا۔ آپ کہیں سے مکہ آ رہے تھے۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو تنہا عازم سفر دیکھ کر ازراہِ خدا ترسی' خدا خوفی مقام تنعیم سے ایک سچے خادم کی طرح آپ کے ساتھ ہو لئے اور نہایت ادب و احترام سے آپ کو مدینہ منورہ کے قریب تک پہنچا کر واپس آ گئے حالانکہ کہ آپ اس وقت مشرک تھے اور حضرت امہ سلمہ رضی اللہ عنہا تو سابقون الاولون میں سے تھیں۔ عثمان بن طلحہ کی کفر میں یہ خدا ترسی' خدا خوفی' انسانیت پرستی نے اسے اس وقت ہی اللہ تبارک تعالیٰ کے ہاں ممتاز کر دیا اور بیت اللہ کی کلید برداری کی مستحق بنا دیا تھا۔

اور یہ وہی حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ ہیں جس نے حضرت خالد بن ولید اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کے

Marfat.com

ساتھ مدینہ منورہ بارگاہِ رسالت مآب میں پہنچ کر بیعت حق کی۔ ان تینوں قریشی برادران کے ایمان لانے کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

لیجئے اب اس واقعہ کو حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کی زبانی سنئے۔ وہ کہتے ہیں کہ مکہ سے ہجرت کر جانے سے پہلے ایک روز حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میری ملاقات ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ میں نے کہا یا محمد! آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیسی عجیب وغریب باتیں کر رہے ہیں، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھ سے توقع رکھتے ہیں کہ میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پیروکار بن جاؤں حالانکہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی قوم کے دین کو ترک کر دیا ہے اور ایک نیا دین لے آئے ہیں۔

اس نے مزید کہتا ہے کہ عہد جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ ہم زائرین کے لئے سوموار اور جمعرات کو کعبہ شریف کا دروازہ کھولا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لائے تا کہ دوسرے لوگوں کی معیت میں کعبہ میں داخل ہوں۔ میں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ بڑی بدخلقی کا مظاہرہ کیا اور نہایت ناشائستہ انداز میں گفتگو کی۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قسم کی برہمی کا اظہار نہ کیا بلکہ بڑے حلم اور بردباری سے میری بدکلامی کو برداشت کیا۔ البتہ نرمی سے مجھے فرمایا:

"اے عثمان! یاد رکھو ایک دن آنے والا ہے جب تو دیکھے گا کہ یہ کنجی میرے ہاتھ میں ہوگی اور میں جس کو چاہوں گا عطا کروں گا۔"

میں یہ سن کر بوکھلا گیا اور میں نے کہا، کیا اس روز قریش کی عزت وآبرو خاک میں مل چکی ہوگی تب ہی تو یہ انقلاب رونما ہو سکتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اے عثمان! جس دن یہ کنجی میرے ہاتھ میں ہوگی اس روز قریش ذلیل وخوار نہیں ہوں گے بلکہ ان کی عزت وشوکت کا آفتاب نصف النہار پر چمک رہا ہوگا۔ (بلکہ اللہ تبارک تعالیٰ انہیں اور عزت وشہرت سے نوازے گا۔)

عثمان کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد میری لوح قلب پر نقش ہو گیا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ ایسا ہی ہوگا۔ ان کی زبان پاک سے جو بات نکلتی ہے وہ لامحالہ ہو کر رہتی ہے۔ میں نے سوچا کہ میں مسلمان ہو جاؤں لیکن میری قوم کو میرے اس ارادہ کی کہیں بھنک پڑ گئی، انہوں نے مجھے سختی سے جھڑکا، اس لئے میں نے اس وقت ایمان لانے کا ارادہ ترک کر دیا۔

جس روز مکہ فتح ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ کعبہ کی کلید پیش کرو۔ میری کیا مجال تھی کہ انکار کرتا۔ فوراً گھر سے چابی لے آیا اور بصد ادب بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کر دی۔

پیغمبر اول وآخر واعظم، ہادیٔ انس وجاں، رہبر کائنات، پیغمبر بحر وبر، سیّد المرسلین، رحمت للعالمین، حضور پُرنور، نبی کریم رؤف ورحیم، عالم خفا وغیوب، مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عثمان! تمہیں وہ دن یاد ہے جب میں نے تمہیں

Marfat.com

کہا تھا کہ ایک روز یہ کلید میرے ہاتھ میں ہو گی اور میں جس کو چاہوں گا عطا کر دوں گا۔ میں نے عرض کی' یارسول اللہ ﷺ! بے شک آپ نے ایسا ہی فرمایا تھا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضور اللہ کے رسول ہیں۔ سرکارِ دو عالم نبی کریم رؤف ورحیم رحمت للعالمین ﷺ نے وہ چابی مجھے عطا فرمائی۔ ساتھ ہی فرمایا خذوھا خالدۃ تالدۃ تالدۃ لاینزعھاف الا ظالم "یہ چابی لے لو اور میں یہ تمہیں ابد تک کے لئے دے رہا ہوں اور جو تم سے کلید چھینے گا وہ ظالم ہو گا۔"

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور عبدالرزاق کی روایت کے مطابق حضور پُر نور ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی' یارسول اللہ اجمع لنا الحجابته والسقایته ۔اے اللہ کے رسول! کعبہ کے زائرین کو پانی پلانے کی خدمت کے ساتھ ساتھ ہمیں کعبہ کی کلید (چابی' کنجی) برداری کا شرف بھی مرحمت فرمایئے۔

لیکن پیغمبر اوّل وآخر واعظم حضورِ انور نبی کریم رحمت دوعالم ﷺ نے اپنے محترم چچا کی اس عرضداشت کو شرف قبول نہیں بخشا بلکہ فرمایا آج انتقام لینے کا دن نہیں' آج کا دن میرے ابر کرم ووفا کے برسنے کا دن ہے۔

اس وقت چابی سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی آپ ﷺ نے چابی ان کے ہاتھ سے لے کر حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو دے دی۔ اور فرمایا:

"اے عثمان! یہ کلید میں صرف تمہیں نہیں دے رہا بلکہ قیامت تک آنے والی تیری نسلوں کو بخش رہا ہوں۔ میری عطا کی ہوئی یہ کلید جو تم سے چھینے گا وہ ظالم ہو گا۔"

اس فرمان مبارک کو فرمائے ہوئے اب تک چودہ سو سال گزر چکے ہیں۔ ابھی تک وہ کلید جو پیغمبر اول وآخر واعظم ﷺ نے انہیں دی تھی انہیں کی نسل میں ہے اور یقیناً قیامت تک ان کی نسل میں باقی رہے گی اور بیت اللہ کی کلید برداری کا شرف انہیں ہی حاصل رہے گا۔

(طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 137۔ زرقانی علی المواہب جلد 2 صفحہ 339)

بیت اللہ کی چھت پر اذان

فتح مکہ کے روز جب نماز ظہر کا وقت ہوا تو پیغمبر اول وآخر واعظم' ہادیٔ انس وجاں' رہبر کائنات' رسول بحر وبر' سیّد المرسلین' خاتم النبیین' رحمت للعالمین' حبیب ربّ للعالمین' حضور پُر نور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ بیت اللہ کی چھت پر چڑھ کر اذان کہیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیت اللہ کی چھت پر گئے اور فوراً ہی مکہ کی کفر آلود اور تاریک فضاؤں کو نور اسلام سے منور کرنے کے لئے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان گونجی۔

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ ایک غلام تھے جنہیں اسلام قبول کرنے کی پاداش میں تپتی ریت پر گھسیٹا گیا۔ جن پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے گئے لیکن وہ مشرکین کی بربریت کے سامنے استقامت کا کوہ گراں بن کر کھڑے رہے

Marfat.com

ان کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ آج فتح کا عظیم دن تھا۔ اہل حق کی کامرانی اور کامیابی کا دن تھا' آج اس حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم حکم دے رہے تھے کہ بلال رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دو' نغمہ توحید بلند کرو' اللہ کی وحدت کا اعلان کرو۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دینے کے لئے بیت اللہ کی چھت پر چڑھے' کفار ومشرکین سے یہ منظر دیکھا نہ گیا' وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ گئے۔ ایک غلام کعبے کی چھت پر؟ وہ اس کا کبھی تصور بھی نہیں کر سکتے تھے' ان کی نفرت عود کر آئی وہ جلی کٹی باتیں کرنے لگے۔

اس وقت حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ عتاب بن اسید اور حارث بن ہشام (ابوجہل کا بھائی) کعبہ کے صحن میں ایک طرف بیٹھے تھے اذان سن کر غصہ سے پیچ وتاب کھاتے ہوئے عتاب بولا۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے میرے باپ اسید پر بڑا کرم فرمایا کہ اسے موت کی نیند سلا دیا۔ آج اگر وہ زندہ ہوتا اور اذان کے ان کلمات کو سنتا تو یقیناً اس کو بڑا غصہ آتا۔ پھر کہنے لگا' محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس کالے کوے کے علاوہ اور کوئی موذن نہیں ملا۔ حارث بن ہشام کہنے لگا۔ اگر میں جانتا کہ وہ حق پر ہیں تو میں ضرور ان کی پیروی کرتا۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بولے لا اقول شیئا لو تکلمت لاخبرت عنی ھذہ الحصی ''میں تو کچھ نہیں کہتا اگر میں کوئی بات کروں گا تو یہ کنکریاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیں گی۔

وہ آپس میں یہی بات کر رہے تھے کہ اللہ کا پیارا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے آیا اور فرمایا جو باتیں تم نے کی ہیں ان کا مجھے علم ہے۔ ہر ایک کو الگ الگ مخاطب کر کے فرمایا' اے عتاب! تم نے یہ بات کی۔ اے حارث! تم نے یہ کہا۔ ابوسفیان بولا' یا رسول اللہ میں نے کوئی بات نہیں کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر ہنس پڑے۔ حارث اور عتاب نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ ان باتوں کو کسی آدمی نے نہیں سنا۔ اگر کسی نے سنی ہوتیں تو ہم یہ کہتے کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے آگاہ کیا ہے۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ (البدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 303)

فتح یا چاشت کی نماز

فتح مکہ کے ہی دن پیغمبر اوّل وآخر واعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا (ام ہانی حضرت ابوطالب کی بیٹی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں) کے ہاں تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں غسل فرمایا اور ان کے گھر میں ہی آٹھ رکعت نماز پڑھی یہ چاشت کا وقت تھا اس لئے کسی نے اس نماز کو چاشت کی نماز سمجھا اور کسی نے اسے فتح کی نماز یا شکرانے کے نفل سمجھا۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالائی مکہ (حجون) میں آ کر فروکش ہوئے تو قریش کے دو آدمی حارث بن ہشام (یہ ابوجہل کا سگا بھائی تھا) اور زہیر بن ابی امیہ جو کہ میرے سسرالی تھے بھاگ کر میرے پاس آ گئے اور میرے گھر میں پناہ لی۔ یہ دونوں میرے شوہر ہبیرہ بن ابو وہب کے قریبی

Marfat.com

عزیزوں میں سے تھے۔ اور مجھ سے پناہ طلب کی۔ میں نے انہیں پناہ دے دی۔

ان دونوں کو یہ خوف تھا کہ مسلمان انہیں قتل کر دیں گے۔ اتفاق سے اسی وقت ان کے بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اپنی بہن حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر آئے اور انہوں نے ان دونوں کو دیکھ لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا سے کہنے لگے میں ان دونوں کو قتل کر دوں گا تم مشرکوں کو پناہ نہیں دے سکتیں۔

مگر حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا آڑے آ گئیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کے قتل سے روک دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر سے باہر آ گئے اور حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے گھر کا دروازہ بند کر لیا تا کہ وہ حملہ آور نہ ہو سکیں۔

اس کے بعد یا تو حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بالائی مکہ (حجون) میں حاضر ہو گئیں اور ان دونوں کی پناہ کے بارے میں بتایا یا پیغمبر اول و آخر و اعظم حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم از خود آپ کے گھر تشریف فرما ہوئے اور پھر آپ نے حارث بن ہشام اور زہیر بن ابی امیہ کی پناہ کے بارے میں آگاہ کیا۔

اس پر پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اے اُم ہانی! جسے تم نے پناہ دی اسے ہم نے بھی پناہ دی۔"

پندرہ بڑے مجرم

ان بڑے بڑے مجرموں میں سے جس کسی نے بھی امان طلب کر لی' پناہ لے لی اور اپنے کیے کا اعتراف کیا اور اس پر نادم ہوا اور دین اسلام بھی قبول کر لیا تو پیغمبر اول و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معاف فرما دیا۔ صرف معاف ہی نہیں فرما دیا بلکہ ان کو دو جہانوں کی نعمتوں سے مالا مال کر دیا۔

ایک روایت کے مطابق حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی عام معافی کا اعلان فرما دیا تھا اور ابوسفیان نے لشکر اسلام سے پہلے پہنچ کر اہل مکہ کو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فیصلے سے آگاہ بھی کر دیا تھا چنانچہ اہل مکہ کی اکثریت نے ہتھیار ڈال کر اطاعت قبول کر لی تھی' اگرچہ یہ عام معافی تھی' تاہم چند ایک مجرموں پر اس عام معافی کا اطلاق نہیں ہوتا تھا' فرمایا ان کو قتل کیا جائے خواہ یہ کعبے کے غلاف میں چھپے ہوئے ہوں۔

ایک روایت کے مطابق مکہ کے لئے عفو عام کے اعلان سے پہلے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ افراد کو مباح الدم قرار دیا تھا اور ان کے بارے میں یہ حکم صادر کیا تھا کہ اگر وہ ایمان نہ لائیں تو وہ جہاں بھی پائے جائیں ان کو تہ تیغ کیا جائے۔ کیونکہ ان شقی القلب اور بدبخت لوگوں نے حضور پُر نور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اسلام قبول کرنے والوں کو اتنی اذیتیں پہنچائی تھیں جن کا تصور کر کے ہی دل کانپ جاتا ہے۔

Marfat.com

اس اعلان کے ساتھ ہی پیغمبرِاول وآخرواعظم حضورِ پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم رحمت للعالمین ﷺ نے ہر سو دامن رحمت پھیلا دیا۔ رحمۃ للعالمین ﷺ کے عفو ودرگزر کا یہ عالم تھا کہ ان پندرہ مجرموں میں سے بھی اکثر کو معاف کر دیا۔ ان پندرہ مجرموں میں سے صرف چار مجرم قتل ہوئے' ان میں سے بھی ایک عبداللہ بن خطل تھا اس نے اسلامی لشکر کے مکہ میں داخلہ کے وقت مقابلہ کیا' دوسرے وہ مرتد ہو گیا تھا اس لئے وہ پہلے ہی واجب القتل تھا' تیسرے اس نے ایک بے گناہ مسلمان کے خون سے اپنے ہاتھ رنگنے کے جرم کا ارتکاب کیا تھا' لہٰذا اسے اس مسلمان کے قصاص میں قتل کیا گیا جو عدل وانصاف کے تقاضوں کے عین مطابق تھا۔

دوسرا قتل الحویرث ابن نقیذ بن وہب کا تھا۔ یہ شخص اگرچہ ایذا رسانی اور حضورِانور نبی کریم ﷺ کے خلاف زہرافشانی کرنے میں سب سے آگے تھا۔ لیکن حضورِ پُرنور ﷺ نے اپنے خون کے پیاسوں کو بھی معاف کر دیا تھا اگر اس کو بھی قتل کیا گیا تو اس کی کوئی اور وجہ بھی ہو سکتی ہے وہ سنگین جرم میں ملوث ہو گا۔ ذاتی انتقام کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یقیناً اس سے کوئی غیر انسانی جرم سرزد ہوا ہو گا جس کی سزا موت سے کم نہیں ہو گی۔ کسی قصاص میں اس کا قتل روا رکھا گیا ہو گا۔

تیسرا قتل مقیس بن صبابہ کا تھا جسے صفا اور مروہ کے درمیان قتل کیا گیا۔ اس نے ایک مسلمان کو قتل کیا تھا اور پھر مرتد ہو گیا تھا۔ اس لئے وہ بھی واجب القتل تھا۔ عورتوں میں سے صرف عبداللہ بن خطل کی ایک کنیز اور گانے والی (مغنیہ) ''ارنبہ'' قتل ہوئی کیونکہ نہ وہ پناہ وامان کی طالب ہوئی اور نہ وہ ایمان لائی۔

جس مردوں اور عورتوں کو مباح الدم قرار دیا گیا ان کے نام یہ ہیں۔

1- عکرمہ بن ابوجہل
2- عبداللہ بن سعد بن ابی سرح
3- ہبّار بن اسود
4- کعب بن زہیر
5- صفوان بن امیہ
6- وحشی (حضرت امیر حمزہ کا قاتل)
7- حارث بن ہشام (ابوجہل کا بھائی)
8- زہیر بن ابی امیہ
9- عبدالعزیٰ بن خطل
10- مقیس بن صبابہ
11- حویرث بن نقید بن وہب

Marfat.com

12- ہند بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان۔

13- سارہ (عمرو بن ہاشم کی کنیز)

14- فرتنا (عبدالعزیٰ عبداللہ بن خطل کی مغنیہ- گانے والی یا کنیز)

15- ارنبہ (عبدالعزیٰ عبداللہ بن خطل کی مغنیہ- گانے والی یا کنیز)

(المغاری للواقدی جلد 2 صفحہ 825)

ان سب کو اعلان کے مطابق موت کے گھاٹ نہیں اتارا گیا بلکہ ان میں سے اکثر نے معافی مانگ لی اور ان کے بارے میں معافی کا اعلان کر دیا گیا۔ سب نے دین اسلام اختیار کر لیا اور ان کا بعد کا کردار ان کے حسن اسلام کا آئینہ دار ہے یعنی کہ یہ بہت اچھے اور مثالی مسلمان ثابت ہوئے۔

ایسے لوگوں کے ساتھ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور رحمت دو عالم ﷺ نے جس سلوک کی برتاؤ کیا' اسے پڑھ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ ان لوگوں کے حالات پیش خدمت ہیں۔ ان کا مطالعہ فرمایئے اور اللہ تبارک تعالیٰ کے حبیب خاص پیغمبر اول و آخر و اعظم حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم رحمت للعالمین ﷺ کی شان رحمت للعالمینی کی وسعتوں' رفعتوں اور عظمتوں کا اندازہ لگایئے۔

عکرمہ بن ابی جہل

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے عکرمہ بن ابوجہل کو قتل کرنے کا بھی اذن عام عطا فرما دیا تھا۔ حضور ﷺ کو بھی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی یہ ازحد اذیتیں پہنچایا کرتا تھا۔ جب اس کو اطلاع ملی کہ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے اس کو مباح الدم قرار دے دیا ہے تو مکہ سے اس ارادہ سے بھاگ نکلا کہ سمندر میں کود کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر دے گا یا ملک یمن کی طرف فرار ہو جائے گا۔ اس کی بیوی اُم حکیم رضی اللہ عنہا اس سے پہلے مسلمان ہو چکی تھی۔ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئی اور اپنے خاوند کے لئے عفو و درگزر امان کی التجا کی جو حضور پُرنور ﷺ نے قبول فرمالی۔

ابوداؤد اور نسائی میں مروی ہے کہ عکرمہ وہاں سے بھاگ کر کشتی میں سوار ہو کر روانہ ہو گیا۔ راستہ میں طوفان نے آلیا اور کشتی ہچکولے کھانے لگی تو عکرمہ نے لات و ہبل کو پکارنا شروع کر دیا۔ کشتی والوں میں سے کسی نے اسے کہا' اللہ وحدہ لاشریک کو پکارو۔ تمہارے یہ جھوٹے خدا تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ عکرمہ نے یہ سن کر کہا' اگر سمندر میں ان بتوں کی پوجا نہیں بچا سکتی تو خشکی میں بھی ان کی شفاعت ہمارے کسی کام نہیں آسکتی' اگر سمندر کی موجوں میں اللہ تبارک تعالیٰ کے لئے اخلاص نجات کا باعث بنتا ہے تو میں کیوں نہ خشکی میں اسی کو اخلاص سے پکاروں پھر اس نے کہا:

''اے اللہ! میں تجھ سے پختہ وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تو مجھے اس مصیبت سے بچالے گا تو تیرے رسول محمد

Marfat.com

مصطفیٰ (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دوں گا۔ مجھے یقین ہے کہ انہیں میں معاف کرنے والا' بخشنے والا کریم پاؤں گا۔''

چنانچہ اللہ تبارک تعالیٰ نے اس کو نجات دی۔ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوا۔

بیہقی میں مروی ہے کہ اس کی بیوی بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! عکرمہ آپ سے ڈر کر یمن بھاگ گیا ہے۔ مہربانی فرما کر اسے امان دے دیں۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا میں اس کو امان دیتا ہوں۔

اس کے بعد فوراً ہی اس کی بیوی اس کی تلاش میں نکلی۔ جب ساحل سمندر پر پہنچی تو اس نے دیکھا کہ وہ کشتی میں سوار ہے اور کشتی کا ملاح اسے کہہ رہا ہے اخلص اخلص ''خلوص کا اظہار کر''۔ اس نے پوچھا میں کیا کہوں۔ اس نے کہا لا الـہ الا اللّٰہ ''اللہ کے سوا کوئی معبود و مددگار نہیں' اللہ تبارک تعالیٰ نے اس کے دل کے قفل کھول دیئے اور اس نے اسلام قبول کرلیا۔ اسی اثناء میں اس کی بیوی اُم حکیم رضی اللہ عنہا پہنچ گئی اور اسے کہا' اے میرے چچا کے بیٹے! میں تمہارے پاس ایک ایسے شخص کی بارگاہ سے آئی ہوں جو تمام لوگوں سے زیادہ نیک وکار ہے اور سراپا خیر ہے تو اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈال' میں اللہ کے رسول سے تمہارے لئے امان لے کر آئی ہوں۔

چنانچہ وہ اپنی زوجہ حضرت اُم حکیم رضی اللہ عنہا کے ساتھ واپس آ گیا۔ ابھی وہ حضور پُرنور ﷺ کی خدمت میں پہنچا نہیں تھا کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا کہ عکرمہ تمہارے پاس آنے والا ہے' تم اس کے باپ کو اس کے سامنے برا بھلا نہ کہنا کیونکہ مرے ہوئے کو اگر برا بھلا کہا جائے تو اس کے زندہ رشتہ داروں کو اذیت پہنچتی ہے۔

امام زہری اور ابن عقبہ روایت کرتے ہیں کہ رحمت دو عالم ﷺ نے اپنی قوم کے فرعون ابوجہل کے بیٹے عکرمہ کو جب دیکھا تو حضور ﷺ فرطِ مسرت سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی چادر اتار کر اس پر ڈال دی اور فرمایا:

مرحبا بمن جاء مومنا مهاجرا

''میں اس شخص کو خوش آمدید کہتا ہوں جو ایمان لایا اور ہجرت کر کے میرے پاس آیا۔''

وہ حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی خدمت اقدس میں اپنی بیوی کی معیت میں دست بستہ کھڑا ہوگیا۔ اس کی بیوی نے نقاب اوڑھا ہوا تھا۔ اس نے عرض کی کہ اس عورت نے مجھے اطلاع دی ہے کہ حضور (ﷺ) نے مجھے امان دے دی ہے۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے فرمایا' اس نے سچ کہا ہے۔ تجھے امان ہے۔ اس نے پوچھا آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟

Marfat.com

پیغمبر اول و آخر و اعظم حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا کہ میں اس امر کی دعوت دیتا ہوں کہ تم یہ گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں محمد ﷺ اللہ کا رسول ہوں۔ ان لا الـه الا الله وانی رسول الله ۔ نماز قائم کرو' زکوٰۃ ادا کرو وغیرہ۔ وہ کہنے لگا آپ کی دعوت سراپا خیر ہے' اس سے زیادہ خوبصورت کیا بات ہو سکتی ہے؟ پھر اس نے کہا یا رسول اللہ! آپ اعلان نبوت سے پہلے بھی اپنی قوم میں سب سے زیادہ سچ بولنے والے اور احسان کرنے والے تھے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تبارک تعالیٰ کے سوا کوئی خدا نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

پھر اس نے کہا' اس کے علاوہ اور کیا؟ فرمایا تم یہ کہو کہ تم اس بات پر اسلام لائے ہو کہ اسلام کے مجاہد ہو اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والے ہو۔ ان امور پر اللہ تبارک تعالیٰ کو گواہ بناؤ اور تمام لوگ جو یہاں حاضر ہیں ان کو گواہ بناؤ عکرمہ نے اسی طرح کیا۔ عکرمہ نے کہا اشهد ان لا الـه الا اللّٰه وحدهٗ لاشریك لهٗ وانك عبدهٗ ورسولـهٗ ''کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور آپ ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔'' یہ کہہ کر فرط حیا سے اس نے اپنا سر جھکا لیا۔ اس پر اسے حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے اسے فرمایا۔ اے عکرمہ! جو تم مجھ سے مانگو گے وہ میں تمہیں عطا کروں گا۔

اس نے کہا اے اللہ تبارک تعالیٰ کے رسول مقبول جو عداوتیں میں نے آپ ﷺ سے کی ہیں میری ہر عداوت کو معاف فرما دیجئے۔

حبیب ربّ للعالمین سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنے ربّ کی بارگاہِ میں عرض کی:

''اے اللہ! عکرمہ نے جو میرے ساتھ دشمنیاں کی ہیں' ان سب کو اس کے لئے معاف فرما دے اور زبان سے جو اس نے اذیت پہنچائی ہے' اس کو بھی بخش دے۔''

سرکارِ دو عالم ﷺ نے اس کی بیوی اُم حکیم کے ساتھ اس کا نکاح برقرار رکھا۔

ایک دفعہ اسلام قبول کرنے سے پہلے عکرمہ نے ایک مسلمان مجاہد کو دعوت مبارزت دی اور اسے قتل کر دیا۔ یہ منظر دیکھ کر حضور پُرنور تاجدارِ کائنات' سرکار دو عالم ﷺ ہنس پڑے۔ اس مقتول انصاری کے رشتہ داروں نے عرض کی' یا رسول اللہ! ہمارا بھائی قتل کر دیا گیا ہے۔ حضور ﷺ اس پر کیوں ہنس رہے ہیں؟ ارشاد فرمایا:

''میں اس لئے ہنس رہا ہوں کہ آج یہ دونوں آپس میں جنگ آزما ہیں لیکن جنت میں دونوں ایک ہی مقام پر فائز ہوں گے۔ یعنی آج اس انصاری کو شہادت کا تاج پہنایا گیا ہے تو کل قاتل عکرمہ کو بھی قبائے شہادت سے سرفراز فرمایا جائے گا۔''

چنانچہ اس روز جو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا' عہد فاروق اعظم میں لشکر روم سے لڑتے ہوئے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں وہ پیش گوئی پوری ہوئی۔

Marfat.com

ایک روز حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت مآب میں آ کر شکایت کی کہ مسلمان مجھے عکرمہ بن ابی جہل کہہ کر بلاتے ہیں۔ ہادیٔ انس و جاں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اس سے منع فرمایا اور حکم دیا جو لوگ مر گئے ہیں ان پر طعن و تشنیع کر کے ان کے زندہ رشتہ داروں کو اذیت نہ پہنچاؤ۔ پھر فرمایا اذکروا محاسن موتاکم و کفوا عن مساویھم ''جو لوگ فوت ہو گئے ہوں ان کی خوبیاں بیان کیا کرو اور ان کی برائیوں سے اپنی زبان بند رکھا کرو''۔

اسلام لانے کے بعد حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے اپنی ساری زندگی اللہ تبارک تعالیٰ کے نام کو بلند کرنے کے لئے جہاد کرتے گزار دی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب مرتدین اور نبوت کے جھوٹے مدعیوں کی جنگ سے فارغ ہوئے تو آپ نے رومی لشکروں پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو لشکر اسلام کا سپہ سالار بنایا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کے بجائے لشکر اسلام کی قیادت کا فریضہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو تفویض فرمایا۔ رومیوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں نکلے، ان میں حضرت عکرمہ، حضرت حارث بن ہشام، حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ انہوں نے اپنے آپ کو جہاد کے لئے وقف کر دیا اور وعدہ کیا کہ وہ میدان جہاد سے لوٹ کر واپس نہیں جائیں گے۔

شام میں جتنی فتوحات ہوئیں ان میں یہ حضرات شریک تھے۔ جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو آپ نے پھر عساکر اسلامیہ کی کمان حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو سونپی اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو ابوعبیدہ کی فوج کا ایک اعلیٰ افسر مقرر فرمایا۔ ان مجاہدین نے بعلبک اور دیگر بہت سے بڑے بڑے شہروں کو فتح کیا۔ پھر حمص پر اسلام کی فتح کا علم لہرانے کے لئے اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ حمص کے دفاع کے لئے رومی کثیر التعداد فوج میدان میں لے آئے اور مسلمانوں سے شدید جنگ کی۔ اس روز حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے جس جرأت، شجاعت اور جاں فروشی کا مظاہرہ کیا اس کی نظیر نہیں ملتی۔

جہاں دشمن کے نیزہ بردار سپاہی مسلمانوں پر حملہ کرتے تھے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سینہ تانے ہوئے نیزوں کی چمکتی ہوتی انیوں پر دھاوا بول دیتے تھے کسی نے انہیں کہا عکرمہ! اپنی جان پر رحم کرو۔ آپ نے جواب دیا، اے قوم! جب میں بتوں کی خدائی کو بچانے کے لئے جنگ کرتا تھا تو میں نے اپنی کبھی پروا نہیں کی تھی۔ تو میں اس حقیقی بادشاہ کے نام کو بلند کرنے کے لئے مصروف جہاد ہوں، یہاں میں کیسے اپنے بچاؤ کے بارے سوچ سکتا ہوں؟ مجھے آہو چشم حوریں نظر آ رہی ہیں جو مجھ سے ملاقات کے شوق میں ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہی ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو وعدے ہم سے فرمائے تھے، وہ سچے وعدے تھے۔

پھر آپ نے اپنی تلوار بے نیام کی۔ رومی سپاہیوں کے ہجوم میں گھس گئے۔ ان کا ہر قدم آگے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ رومی ان کی شجاعت اور دلیری کو دیکھ کر عش عش کر رہے تھے۔ اسی اثنا میں رومیوں کا ایک بہت

Marfat.com

بطریق جس کا نام ہربیس تھا اور جس کے ہاتھ میں بہت بڑا نیزہ تھا' جس کی انی چمک رہی تھی' اس نے اسے حرکت دی اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے دل میں گھونپ دیا جوان کی پشت کو چیرتا ہوا پار نکل گیا۔ آپ غش کھا کر گر گئے اور اپنی جان جان آفریں کے حوالے کر دی۔ اسلام کا یہ کتنا بڑا معجزہ ہے کہ جن لوگوں نے اپنی ساری زندگیاں اس چراغ ہدایت کو بجھانے کے لئے صرف کی تھیں' آخر کار وہی لوگ اس شمع ہدایت پر پروانہ وار قربان ہو کر دونوں جہاں کی سعادتوں' کامرانیوں سے بہرہ ور ہوئے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب اسلام کے بہادر سپاہی اور اپنے چچا زاد بھائی حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کو خاک وخون میں یوں غلطاں و پیچاں دیکھا تو تڑپ اٹھے۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ جو عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ انہوں نے بجلی کی سرعت سے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے قاتل بطریق پر حملہ کیا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس دن اتنی شدید جنگ ہوئی تھی کہ کفار کے پانچ ہزار سپاہی قتل ہوئے اور مسلمانوں کے دو سو پینتیس جان نثاروں نے جام شہادت نوش کیا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ''احیاء العلوم'' میں لکھتے

ہیں کہ اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ جب قرآن کریم کی تلاوت کے لئے مصحف کھول کر سامنے رکھتے تھے تو ان پر غشی کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی اور آپ بے خودی کے عالم میں بار بار یہ جملہ دہراتے۔ ھو کلام ربی ھو کلام ربی ''یہ میرے ربّ کا کلام ہے' یہ میرے پروردگار کا کلام ہے۔''

آپ کی بیوہ اُم حکیم کا عدت گزرنے کے بعد حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ سے عقد ہوا۔ کچھ عرصہ بعد وہ بھی رومیوں کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے شرف شہادت سے مشرف ہوئے۔ حضرت اُم حکیم رضی اللہ عنہا نے جب اپنے خاوند کو خون میں تڑپتے ہوئے دیکھا تو خیمہ کی چوب نکال لی اور اس سے دشمن پر حملہ کر دیا۔ اس بہادر خاتون نے سات (7) رومیوں کو واصل جہنم کر دیا۔

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح العامری

اس نے اسلام قبول کیا' پھر یہ مرتد ہو گیا اور مدینہ سے چلا گیا۔ یہ مرتد ہونے کے بعد بارگاہِ نبوی میں بڑی ہرزہ سرائی کیا کرتا تھا۔ اس لئے حضور پُر نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قتل کرنے کا حکم دے تھا۔ جب اسے یہ پتا چلا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر امان کا طالب ہوا۔ یہ آپ کا رضاعی بھائی تھا۔ آپ نے اس کو کسی جگہ چھپا دیا۔ جب حالات میں سکون رونما ہوا تو آپ اسے لے کر حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی' یا رسول اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کو معاف فرما دیں۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار اس درخواست کو قبول کرنے سے انکار کیا لیکن آپ نے جب مزید اصرار کیا تو اسے معافی دیدی اور اس کو اپنی بیعت کے شرف سے نوازا۔ اس کے بعد اللہ

Marfat.com

تبارک تعالیٰ نے اس کی شقاوت کو سعادت سے بدل دیا اور وہ برابر جہاد میں شریک ہوتا رہا۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جب مصر پر حملہ کیا تو میمنہ کی کمان ان کے پاس تھی اور انہوں نے شجاعت و جان نثاری کے ایسے کارنامے انجام دیئے کہ دیکھنے والے عش عش کر اٹھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں انہوں نے افریقہ کے بہت سے ممالک فتح کیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صعید مصر کے علاقہ میں آپ کو گورنر مقرر کیا۔ حضرت عثمان نے مصر کا علاقہ بھی ان کی ولایت (گورنری) میں دیدیا۔ سن 57 یا 59 ہجری میں آپ نے وفات پائی۔

حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح عامری رضی اللہ عنہ کی وفات کا واقعہ بڑا ایمان افروز ہے:

ایک صبح آپ نے دعا مانگی۔ یا اللہ! میری زندگی کا آخری عمل صبح کی نماز کو بنادے۔ چنانچہ آپ نے وضو کیا اور نماز صبح کی نیت باندھی۔ آپ نے دائیں طرف سلام پھیرا پھر جب بائیں طرف سلام پھیرنے لگے تو اللہ تبارک تعالیٰ نے ان کی روح کو قبض کرلیا۔ (السیرۃ النبویہ احمد بن زینی دحلان جلد 2 صفحہ 276)

ہبار بن اسود

اس نے بھی اسی قسم کی نازیبا حرکت کی تھی۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا جب ہجرت کرکے مکہ سے مدینہ عازم سفر تھیں تو ہبار بن اسود نے بھی آپ کے اونٹ کی بغلوں میں اپنے عصا سے کچوکہ لگایا جس سے آپ کا اونٹ بدکا اور آپ گر پڑیں۔ آپ کا حمل ضائع ہوگیا' آپ بیمار ہوگئیں اور اسی بیماری سے آپ کی وفات ہوئی۔

یہ اس قسم کے بدبخت لوگ تھے کہ انہیں خانوادہ نبوت کی معصوم خواتین پر بھی رحم نہیں آتا تھا۔ نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی مباح الدم قرار دیا۔ وہ اپنے بارے میں یہ فیصلہ سن کر وہاں سے بھاگ گیا۔ جب حضورِ انور رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ کے مقام پر تشریف فرما تھے۔ یہ ہبار حاضر ہوا۔ لوگوں نے اسے دیکھا تو عرض کی' یارسول اللہ! یہ ہے ہبار ابن اسود۔

ایک روایت کے مطابق ہبار بن اسود فوراً ہی بلند آواز کے ساتھ کہنے لگے۔ ''اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اسلام کا اقرار کرنے کی حیثیت سے آیا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تبارک تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تبارک تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔''

پھر اس نے اپنی گزشتہ حرکات و اسلام دشمنی پر پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم سے معذرت کی' معافی مانگی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ کر اس نے کہا۔

میں یہاں سے بھاگ کر چلا گیا تھا۔ میں نے ارادہ کیا کہ عجمیوں کے ملک مین چلا جاؤں اور وہاں رہائش اختیار کرلوں۔ پھر مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایات' صلہ رحمی عفو و درگزر کی صفات جمیلہ کا خیال آیا۔ اے اللہ کے رسول

Marfat.com

حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے ہم لوگ مشرک تھے۔ آپ کے صدقے اللہ تبارک تعالیٰ نے ہمیں ہدایت دی اور ہلاکت سے ہمیں نجات دی۔ مجھ سے جو غلطیاں ہوئیں ان سے درگزر فرمایئے جو میری باتیں حضور ﷺ کے لئے اذیت کا باعث بنیں' انہیں معاف فرمایئے۔ میں اپنی غلطیوں اور بدکاریوں کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا معترف ہوں۔

پیغمبر اول و آخر و اعظم' ہادیٔ انس و جاں' رہبر کائنات' رسول بحر و بر' اصل الموجودات' سیّد المرسلین' خاتم النبیین' حبیب ربّ للعالمین' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم' رحمت للعالمین ﷺ نے اس کی عرضداشت' درخواست کو مسترد نہیں کیا اور فرمایا۔

''اے ہبار! میں نے تجھے معاف فرمادیا۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے تجھ پر احسان فرمایا تمہارے ساتھ بہتری اور خیر ظاہر فرمائی کہ اس نے اسلام قبول کرنے کی تجھے ہدایت دی اور جب انسان اسلام قبول کرتا ہے تو اسلام اس کی سابقہ بدکرداریوں اور خطاؤں کو مٹا دیتا ہے۔

کعب بن زہیر المزنی

کعب بن زہیر ایک اچھا شاعر تھا بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس کو شاعری وراثت میں ملی۔ اس کا بھائی حضرت بجیر بن زہیر بھی شاعر تھا اور ان کی اولاد میں بھی اچھے شعرا ہوئے۔ لیکن کعب بن زہیر اپنی شاعری سے حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی دل آزاری کیا کرتا تھا۔ وہ اپنی اس صلاحیت کو بدگوئی اور ہجو میں استعمال کرتا تھا۔

کعب کے بھائی بجیر بن زہیر نے مدینہ میں حاضر خدمت اقدس ہو کر دین اسلام قبول کر لیا تھا۔ بجیر کے مدینہ جانے کی وجہ یہ تھی کہ اس کا باپ زہیر اہل کتاب کی صحبت میں بیٹھا کرتا تھا اور ان سے اس نے کئی بار سنا تھا کہ نبی آخر الزمان کے ظہور کا وقت قریب آ گیا ہے۔ زہیر نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ آسمان سے ایک رسی اس کی طرف لٹکائی گئی ہے۔ اس نے اس کو پکڑنے کے لئے ہاتھ بڑھایا لیکن اس کا ہاتھ اس رسی کو پکڑ نہ سکا۔ اس نے اپنے خواب کی یہ تعبیر کی کہ حضور ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے ہی میں اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا اور یہ سعادت میسر نہیں آئے گی۔ اس نے اپنے بیٹوں کو اپنا یہ خواب سنایا تھا اور اس نبی کے بارے میں اہل کتاب جو کہا کرتے تھے' ان اقوال سے بھی اپنے بچوں کو مطلع کیا اور انہیں وصیت کی اگر انہیں اللہ کے اس پیارے رسول کا زمانہ نصیب ہوا تو کسی توقف کے بغیر اس کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کا دین قبول کر لیں۔

اب تک جزیرہ عرب میں ہر خاص و عام کو آپ ﷺ کے اللہ تبارک تعالیٰ کے رسول و نبی ہونے' اعلان نبوت کا پتہ چل گیا تھا۔ ایک روز بجیر نے اپنے بھائی کعب کو کہا کہ تم میری ان بکریوں کو سنبھالو میں ذرا اس شخص کی ملاقات کے لئے جاتا ہوں جو اپنے آپ کو نبی کہتا ہے۔ میں اس کی باتیں سنوں گا اور جو دین وہ لے آیا ہے

Marfat.com

اس کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا۔ کعب اپنے بھائی کے ریوڑ کو لے کر ابرق العزاف نامی چشمہ کے پاس ٹھہرا رہا۔ یہ چشمہ مدینہ طیبہ اور ربذہ کے درمیان بنی اسد کے علاقہ میں تھا۔ بجیر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ ارشادات طیبات کو سنا۔ اس کا دل نور ایمان سے چمک اٹھا اور وہ مسلمان ہو گیا' اس نے فوری دین اسلام اختیار کر لیا۔

جب حضرت بجیر بن زہیر رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا تو اس نے اپنے بھائی کو لکھا کہ وہ نبی تشریف لے آیا ہے جس کے بارے میں اس کے باپ نے خواب دیکھا تھا۔ وقت ضائع مت کرو فوراً یہاں پہنچو اور اس دین حق کو قبول کر لو۔

جواباً کعب بن زہیر نے اپنے بھائی حضرت بجیر بن زہیر رضی اللہ عنہ کو چند اشعار لکھ کر بھیجے جس میں اپنے بھائی کو مطعون کیا کہ تم ناسمجھ ہو' تم نے اپنے باپ دادا کے دین کو سوچے سمجھے بغیر چھوڑ دیا ہے۔

کعب بن زہیر اپنے بھائی حضرت بجیر بن زہیر رضی اللہ عنہ کو اس کے دین اسلام اختیار کر لینے پر برا بھلا کہتا اسے مطعون کرتا اور طرح طرح سے اسے عار دلاتا اور پیغمبر اوّل و آخر واعظم' حضورِ انور' نبی کریم' رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو بھی کیا کرتا تھا۔

جب کعب کے اشعار حضرت بجیر رضی اللہ عنہ کو ملے تو اس نے یہ اشعار بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کر دیئے۔ یہ سن کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کعب جس کو ملے وہ اس کو قتل کر دے۔ اس کے بھائی نے اس کو اطلاع دی کہ جو شعراء شان رسالت مآب میں ہجو یہ شعر لکھا کرتے تھے ان کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تہ تیغ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اگر تو زندہ رہنا چاہتا ہے تو حاضر خدمت ہو جاؤ اور معافی مانگ لو۔ جو تائب ہو کر حاضر خدمت ہوتا ہے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو معاف فرما دیا کرتے ہیں۔

اور اگر تیرے مقدر میں ایمان نہیں تو تم پھر کہیں دور بھاگ جاؤ۔ کعب کو جب یہ علم ہوا کہ حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے تو دنیا اپنی وسعتوں کے باوجود اس پر تنگ ہو گئی۔ مدینہ منورہ میں جہینہ قبیلہ کا ایک شخص اس کا دوست تھا۔ یہ چھپتے چھپتے اپنے دوست کے پاس پہنچا اپنا ماجرا بیان کیا۔

اس دوست نے اسے مشورہ دیا کہ پیغمبر اول و آخر واعظم حضور پُرنور نبی کریم' رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بڑے رحم دل اور کریم النفس ہیں وہ اگر تمہاری سفارش کریں تو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم تجھے معاف فرما دیں گے۔ چنانچہ صبح سویرے وہ دوست کعب کو لے کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گیا۔ کعب نے اپنا تعارف کرایا اور اپنی آمد کا مقصد بیان کیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کعب کو لے کر بارگاہِ رسالت مآب میں گئے اور عرض کی' یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ شخص حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کا شرف حاصل کرنا چاہتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ بڑھایا اور اس کو اپنی بیعت سے مشرف فرمایا۔

Marfat.com

اس کے بعد کعب نے اپنا مشہور قصیدہ پیش کیا جس کا پہلا مصرعہ ہے۔

''یعنی رسول اکرم تو نور ہیں جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے اور یہ اللہ کی تلواروں سے ایک بے نیام تلوار ہیں۔''

حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے اس شعر کو بہت پسند فرمایا اور اپنی چادر مبارک اتار کر اس کو بطور انعام عطا دی۔ انہوں نے ساری عمر یہ چادر بڑی حفاظت سے اپنے پاس رکھی۔ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے' آپ نے اسے کہا کہ دس ہزار دینار لے لو اور مجھے یہ چادر دے دو۔ حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ نے کہا' اللہ کے رسول کا یہ تبرک میں کسی قیمت پر کسی کو دینے کے لئے تیار نہیں۔

جب حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے وارثوں سے یہ چادر بیس ہزار درہم کے بدلے لے لی۔ یہ وہی مبارک چادر ہے کہ جب بھی کوئی سلطان تخت نشین ہوتا تو وہ چادر اس کو اوڑھائی جاتی اور خلفاء عیدوں کے موقع پر بھی اس چادر کو زیب تن کرتے۔ کہتے ہیں کہ یہ چادر فتنہ ''تاتار'' میں گم ہوگئی۔

صفوان بن امیہ

صفوان بن امیہ اور اس کے باپ امیہ کے دل میں اسلام' پیغمبر اسلام اور اس دین کے پیروکاروں کے خلاف نفرت' بغض' عناد وعداوت کے آتش کدے روز اوّل سے بھڑک رہے تھے۔ صفوان بن امیہ پیغمبر اوّل و آخر واعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کو اذیت اور دکھ دینے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتا تھا۔

حضورِ انور سرکارِ دوعالم ﷺ نے صفوان بن امیہ کو بھی مباح الدم قرار دیا یعنی کہ اس کے قتل کا حکم صادر فرما دیا۔ جب صفوان بن امیہ کو پتہ چلا تو وہ چھپ گیا اور رات کی تاریکی میں مکہ سے نکل جانے اور سمندر میں کود کر جان دے دینے کا ارادہ کیا تاکہ اپنی زندگی کا خاتمہ کر دے۔

اس کے چچا کا بیٹا حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا اور عرض کی' اے اللہ کے پیارے نبی! صفوان اپنی قوم کا سردار ہے اور یہاں سے بھاگ گیا ہے تاکہ سمندر میں کود کر زندگی ختم کر لے۔ میری التجا ہے کہ حضور ﷺ اس کو امان عطا فرمائیں۔ کیونکہ حضور ﷺ نے ہر سرخ وسیاہ کو امان دے دی ہے۔ اس کریم ورحیم نبی ﷺ نے اسلام کے بدترین دشمن کے بارے میں حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کی درخواست سن کر فرمایا' اے عمیر! جاؤ اور اپنے چچا کے لڑکے صفوان کو جا کر خوشخبری سناؤ کہ میں نے اس کو امان دے دی ہے۔

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی' یارسول اللہ ﷺ! مجھے کوئی اپنی نشانی عطا فرمایئے' کیونکہ میں نے اس کو واپس آنے کے لئے کہا تھا تو اس نے انکار کر دیا اور کہا جب تک تم میرے پاس محمد (ﷺ) کی نشانی نہیں لاؤ گے جس کو میں پہچانتا ہوں اس وقت تک میں واپس نہیں آؤں گا۔ اس کریم ورحیم نبی ﷺ نے اس بدکردار اور روسیاہ

Marfat.com

کے لئے اپنا نورانی عمامہ اتار کر حضرت عمیر ﷛ کو دیا اور فرمایا' کہ یہ لے جاؤ میرا عمامہ اور جا کر صفوان کو بتلا دو۔

جب حضرت عمیر بن وہب ﷛ اس کے پاس پہنچا تو وہ سمندر میں کودنے کی تیاری کر رہا تھا۔صفوان نے حضرت عمیر ﷛ کو دیکھ کر کہا میری آنکھوں سے دور ہو جاؤ۔ حضرت عمیر ﷛ نے کہا صفوان! میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں! میں ایک ایسی ہستی کے پاس سے آیا ہوں جو سارے لوگوں سے افضل' تمام لوگوں سے زیادہ احسان کرنے والی' تمام لوگوں سے زیادہ حلیم اور ہر خوبی میں سب سے اعلیٰ وارفع ہے اور وہ اجنبی نہیں بلکہ تیرے چچا کا بیٹا ہے۔اس کی عزت تمہاری عزت' اس کا شرف تمہارا شرف' اس کی حکومت تمہاری حکومت ہے۔اس لئے تم وقت ضائع کیے بغیر ان کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔

صفوان کہنے لگا' مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔حضرت عمیر بن وہب ﷛ نے کہا ان سے مت ڈرو۔ وہ ازحد بردبار اور کرم فرمانے والے ہیں۔ پھر حضرت عمیر ﷛ نے حضور پُرنور رحمت للعالمین ﷺ کا عمامہ اس کو دکھایا۔اب اسے تسلی ہوئی اور وہ حضرت عمیر ﷛ کے ساتھ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ وہاں پہنچا تو کھڑا ہو کر عرض کرنے لگا (عمیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) اس شخص نے مجھے بتایا ہے کہ حضور (ﷺ) نے مجھے امان دے دی ہے۔حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا' اس نے تجھے سچ بتایا ہے پھر اس نے عرض کی مجھے غور وفکر کرنے کے لئے دو ماہ کی مہلت دیجئے۔حضور ﷺ نے فرمایا دو ماہ نہیں تمہیں چار ماہ تک مہلت ہے۔تم خوب سوچ بچار کر لو۔

فتح مکہ کے بعد جب حضور پُرنور ﷺ بنی ہوازن کی گوشمالی کے لئے روانہ ہوئے تو حضور ﷺ نے اس سے چالیس ہزار درہم بطور قرضہ حسنہ لئے اور وہ زرہیں جو اس کے پاس تھیں وہ بھی عاریۃً طلب کیں۔ وہ کہنے لگا کیا آپ یہ ساری چیزیں مجھ سے غصب کرنا چاہتے ہیں؟ پیغمبر اوّل وآخر واعظم' حبیب ربّ للعالمین سرکارِ دوعالم ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ میں تجھ سے عاریۃً لے رہا ہوں جو تمہیں واپس کر دی جائیں گی۔ اگر ان میں سے کوئی زرہ ضائع ہو گئی تو اس کی قیمت ادا کر دی جائے گی۔ پھر وہ ہوازن کی جنگ میں حضور ﷺ کے ہمراہ روانہ ہوا اور وہ ابھی تک حسب سابق اپنے شرک پر تھا۔

پیغمبر اول وآخر واعظم' ہادیٔ دوجہاں' رہبر کائنات' رسول بحر وبر' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف ورحیم' سرکارِ دوعالم ﷺ نے جب جنگ ہوازن میں حاصل ہونے والے اموال غنیمت تقسیم کیے تو اسے (صفوان بن امیہ) پہلی مرتبہ ایک سو اونٹ' اس کے بعد سو اور اونٹ اور تیسری مرتبہ مزید سو اونٹ عطا فرمائے۔ پھر حضور پُرنور ﷺ نے ملاحظہ فرمایا کہ وہ اس وادی کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا ہے جس میں بھیڑ بکریاں بھری ہوئی ہیں۔حضور ﷺ نے فرمایا: صفوان! یہ بھیڑ بکریاں تجھے اچھی لگ رہی ہیں' کہنے لگا بیشک۔ فرمایا یہ ساری وادی اور اس میں

Marfat.com

جتنی بھیڑ بکریاں ہیں' سب میں نے تجھ کو عطا کر دیں۔

جب یہ بے اندازہ مالِ غنیمت حضورِ انور رحمت دو عالم ﷺ نے صفوان کو عطا فرما دیا تو کہنے لگا کوئی بادشاہ تو خوشی سے اتنے ان گنت اموال کسی کو نہیں دیتا۔ یہ تو کسی نبی کی فیاضی ہی عطا کر سکتی ہے اور وہ بیساختہ کہہ اٹھا اشهد ان لا اله الا الله وان محمد رسول الله (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے اور محمد اللہ تبارک تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں) پھر اس نے سچے دل سے اسلام قبول کیا اور غور و خوض کے لئے اس نے دو ماہ کی مدت طلب کی تھی اس کے اختتام کا انتظار نہ کر سکا اور اسی وقت اس نے ہادیٔ برحق ﷺ کے دست حق پرست پر اسلام کی بیعت کر لی۔ اس کے بعد وہ اکثر کہا کرتا تھا۔ سب مخلوق سے زیادہ میرے دل میں حضور ﷺ کے بارے میں بغض و عداوت تھی۔ حضورِ پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ مجھے دیتے گئے' اتنا دیا' اتنا دیا کہ ساری مخلوق سے زیادہ حضور ﷺ میرے محبوب بن گئے۔

صفوان بن امیہ کی بیوی پہلے ہی مسلمان ہو چکی تھی۔ حضورِ پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے دونوں کو پہلے ہی نکاح پر برقرار رکھا۔

وحشی بن حرب

وحشی بن حرب وہ شخص ہے جس نے اللہ تبارک تعالیٰ اور اس کے رسول کے شیر اور پیغمبر اول و آخر و اعظم حضورِ انور نبی کریم ﷺ کے پیارے چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو میدان احد میں چھپ کر نیزہ سے حملہ کر کے شہید کیا تھا۔

حضورِ پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم رحمت للعالمین ﷺ نے وحشی بن حرب کا خون بھی مباح الدم قرار دیا تھا۔ جس روز مکہ فتح ہوا وحشی بن حرب مکہ سے بھاگ گیا اور طائف میں جا چھپا۔ کچھ ہی دنوں بعد لشکر اسلام نے طائف کا محاصرہ کر لیا اور اس کے کچھ ہی عرصہ بعد اہل طائف کا وفد مسلمانوں کو اپنا شہر حوالہ کرنے کے لئے وہاں سے روانہ ہوا۔

وحشی کہتا ہے کہ میں اس صورت حال میں یہ سوچ رہا تھا کہ میں ملک شام یا یمن چلا جاؤں یا کسی اور ملک میں پناہ لے لوں۔ میں ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ ایک آدمی نے مجھے کہا۔ اے وحشی! جو شخص حضور ﷺ پر ایمان لاتا ہے اور اسلام قبول کر لیتا ہے وہ کتنا ہی مجرم ہو حضور ﷺ اس کو قتل نہیں کرتے۔

یہ سن کر میرے دل میں بھی امید کی کرن چمکی۔ ہمت کر کے میں حضور ﷺ کی خدمت میں اچانک حاضر ہوا۔ میں نے فوراً کھڑے ہو کر کلمہ شہادت پڑھا۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضورِ انور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے میری طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا تو فرمایا تم وحشی ہو؟ عرض کی ہاں' یارسول اللہ! فرمایا بیٹھ جاؤ اور مجھے وہ واقعہ سناؤ جب تم نے حمزہ کو شہید کیا تھا۔ میں نے تفصیل سے واقعہ بیان کیا۔ حضورِ پُرنور ﷺ نے مجھے حکم دیا اپنا چہرہ

Marfat.com

مجھ سے چھپا لو۔ میرے سامنے نہ آیا کرنا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب منکرین ختم نبوت کے ساتھ جنگوں کا سلسلہ شروع ہوا تو یہ وحشی بھی ان جنگوں میں شریک ہو گیا اور جب مسیلمہ کذاب کے ساتھ مسلمانوں کا معرکہ کارزار گرم ہوا تو اسی نیزہ سے وحشی نے مسیلمہ کذاب کا کام تمام کر دیا جس سے اس نے حضرت حمزہ کو شہید کیا تھا۔ اب وہ کہتا تھا اللہ کے کرم سے کچھ بعید نہیں کہ میرے اس گناہ کی تلافی مسیلمہ کذاب کو قتل کرنے سے ہو جائے۔

حارث بن ہشام اور زہیر بن ابی امیہ

حارث بن ہشام اور زہیر بن ابی امیہ دونوں دوست تھے۔ فتح مکہ کے دن دونوں ساتھ ساتھ تھے اور دونوں ایک ہی فرد یا شخص سے امان کے طالب ہوئے اور دونوں امان مل جانے تک ایک ہی گھر میں پناہ لئے رہے۔ اس لئے ان دونوں کا علیحدہ علیحدہ ذکر کرنے کے بجائے ایک جگہ کر دینا زیادہ مناسب ہوگا۔

حارث بن ہشام (ابوجہل کا سگا بھائی) اور اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کا بھائی زہیر بن امیہ بھی اپنے دل میں اسلام، پیغمبر اسلام اور مسلمانوں کے لئے سخت قسم کا بغض، عداوت و عناد رکھتے تھے اور ستانے میں پیش پیش تھے۔ پیغمبر اول و آخر و اعظم حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو قتل کرنے کی اجازت دے دی تھی۔

یہ دونوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہن حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا کے سسرالی تھے یعنی کہ حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا کے شوہر ہبیرہ بن ابو وہب کے عزیزوں میں سے تھے۔ یہ دونوں حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچے اور ان سے پناہ کی درخواست کی۔ آپ نے انہیں پناہ دے دی اور ان کی جان کی حفاظت کی خاطر انہیں اپنے گھر میں چھپا لیا اور حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض گزار ہوئیں کہ میں نے ان دونوں کو پناہ دے دی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہیں امان عطا فرمائیں۔

اس پر پیغمبر اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جسے تم نے پناہ دی اسے ہم نے بھی پناہ دی اور جسے تم نے امان دی اسے ہم نے بھی امان دی۔ اب ہم ان دونوں کو قتل نہیں کریں گے۔''

پھر آپ ان دونوں کو لے کر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئیں۔ ان دونوں نے فوراً ہی اسلام قبول کر لیا اور پھر اس پر اچھی طرح ثابت قدم رہے۔

حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا نے مجھے پناہ دی اور پیغمبر اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دی ہوئی پناہ و امان کی تصدیق فرما دی تو پھر کوئی بھی مسلمان مجھ سے نہیں الجھ رہا تھا مگر مجھے سب سے زیادہ ڈر حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کا لگا ہوا تھا کہ کہیں ان سے سامنا نہ ہو جائے۔

Marfat.com

آخر ایک دن میں ایک جگہ بیٹھا ہوا تھا کہ وہاں سے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا مگر انہوں نے بھی مجھے کچھ نہیں کہا بلکہ خاموشی کے ساتھ گزر گئے۔

حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ مزید کہتے ہیں کہ میں چونکہ اب تک ہر جنگ میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے پر مشرکوں کے ساتھ شریک رہا اس لئے مجھے حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑتے ہوئے بے حد شرم محسوس ہو رہی تھی۔

آخر مسجد حرام میں میری آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ مجھ پر نظر ڈالی اور اپنی جگہ پر ٹھہر گئے یہاں تک کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچ کر سلام کیا اور فوراً ہی اللہ تبارک تعالیٰ کی وحدانیت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی شہادت دی۔

آپ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا:

''اللہ تبارک تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے تمہیں اسلام کی ہدایت دی، تم جیسے آدمی کو اسلام سے بے بہرہ نہیں رہنا چاہئے تھا۔''

عبداللہ بن خطل

پیغمبر اول و آخر و اعظم حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ یہ فتح مکہ سے پہلے مدینہ طیبہ میں حاضر ہوا اور مشرف باسلام ہوا۔ اس کا پہلا نام عبدالعزیٰ تھا۔ نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو عبداللہ کے مبارک نام سے موسوم فرمایا اور اسے صدقات وصول کرنے کے لئے قبائل پر متعین کیا۔ ایک انصاری کو اس کے ہمراہ بھیجا تا کہ وہ اس کی خدمت کرے۔

ایک دفعہ وہ اپنے خادم کے ہمراہ ایک قبیلہ میں گیا اور اپنے خادم کو حکم دیا کہ وہ اس کے لئے کھانا تیار کرے اور خود سو گیا۔ جب بیدار ہوا تو اسے پتا چلا کہ اس کا خادم سویا ہوا ہے اور اس نے کھانا تیار نہیں کیا۔ عبداللہ بن خطل غصہ سے بے قابو ہو گیا اور اس کو سوتے میں ہی قتل کر دیا۔ پھر اس حرکت کے بعد عبداللہ بن خطل (کو سخت خطرہ اور ڈر محسوس ہوا، وہ اپنے انجام سے ڈرا اور) مرتد ہو کر وہاں سے بھاگ گیا اور مکہ پہنچ گیا۔

عبداللہ بن خطل پھر سے عبدالعزیٰ بن گیا اور اس کی اسلام دشمنی عود کر آئی چونکہ یہ ایک اچھا شاعر تھا۔ واپس آکر اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں اشعار لکھنے شروع کیے۔ اس کی دو کنیزیں تھیں۔ ایک کا نام فرتنا تھا اور دوسری کا نام ارنبہ، عبداللہ بن خطل اپنے اشعار ان دونوں کنیز و مغنیہ (گانے والی) کو یاد کرا دیتا اور اس کے حکم سے وہ دونوں ہجو یہ اشعار محفلوں میں گا گا کر سناتیں۔

جب فتح مکہ کا دن آیا تو عبداللہ بن خطل نے زرہ پہنی، اپنے ہاتھوں میں نیزہ پکڑا۔ گھوڑے پر سوار ہوا اور قسم کھائی کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو زبردستی مکہ میں ہرگز داخل نہیں ہونے دوں گا۔ لیکن جب اس نے اللہ کے

Marfat.com

شہسواروں کو دیکھا تو یوں مرعوب ہوا کہ سیدھا کعبہ کی طرف گیا' گھوڑے سے اترا' اپنے ہتھیار پھینک دیئے۔ کعبہ شریف کے غلاف میں چھپ گیا۔ ایک آدمی نے اس کے ہتھیار لے لئے اور اس کے گھوڑنے پر سوار ہو کر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا اور اس کے بارے میں بتایا۔

حضور پُرنور سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ اسے جہاں پاؤ قتل کر دو۔ اس نے بارگاہِ رسالت مآب میں دوبارہ عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ عبداللہ بن خطل تو غلاف کعبہ سے چمٹا ہوا ہے' اس میں چھپا ہوا ہے۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس کو قتل کر دو' کعبہ کسی مجرم بدکار کو پناہ نہیں دیتا۔ چنانچہ حضرت سعید بن حرث اور حضرت ابو برزہ الاسلمی رضی اللہ عنہما نے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اس کی دو کنیزیں جو ہجویہ اشعار گایا کرتی تھیں' ان کو قتل کرنے کا بھی حکم دیا۔ ایک تو ان میں سے قتل کر دی گئی' دوسری کے لئے امان طلب کی گئی جو حضور ﷺ نے عطا فرما دی۔ چنانچہ وہ بچ گئی اور اس کے بعد اس نے اسلام قبول کر لیا۔

مقیس بن صبابہ

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم ہادیٔ دو جہاں' رہبر کائنات' رسول بحر و بر' انسان کامل' اصل الموجودات' حاصل کائنات' فخر اولاد آدم' سیّد المرسلین' خاتم النبیین' محبوب ربّ للعالمین' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم' شفیع المذنبین' رحمت للعالمین ﷺ نے فتح مکہ کے روز مقیس بن صبابہ کو بھی مباح الدم قرار دے دیا تھا۔

اس کے قتل کا حکم دینے کا سبب یہ تھا کہ یہ حضورِ انور رؤف و رحیم ﷺ کے پاس مسلمان ہو کر آیا اور آپ ﷺ سے اپنے بھائی حضرت ہشام بن صبابہ رضی اللہ عنہ کا خون بہا اور دیت کا مطالبہ کرنے لگا۔ حضرت ہشام بن صبابہ رضی اللہ عنہ کو ایک انصاری مسلمان نے غزوہ ذی قرد میں غلطی سے قتل کر دیا تھا کیونکہ وہ انصاری مسلمان ان کو دشمن کا آدمی سمجھا تھا۔

حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے مقیس بن صبابہ کے مطالبہ پر اس کو حضرت ہشام بن صبابہ رضی اللہ عنہ کا خون بہا ادا فرما دیا مگر اس شخص نے خون بہا حاصل کر لینے کے باوجود اس انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم (جو اس کے بھائی کا قاتل تھا) پر حملہ کر دیا اور اُس کو قتل کر دیا۔ مقیس بن صبابہ نے یہ حرکت اس امر حقیقت کے باوجود کی کہ وہ اپنے بھائی کی دیت وصول کر چکا تھا۔

اس حرکت کے بعد یہ مرتد ہو گیا اور مدینہ سے بھاگ کر مکہ چلا گیا۔ جب اس کے قتل کا حکم ہو گیا تو اس کے چچا زاد بھائی حضرت نمیلہ بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ اس کی تلاش میں نکلے۔ اسے پتہ چلا کہ مقیس بن صبابہ مکہ میں قریش کی ایک محفل میں بیٹھا ہوا ہے اور یہ محفل بنی جمح کی چوپال میں جمی ہے۔ حضرت نمیلہ بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ فوراً وہاں پہنچے اور مقیس بن صبابہ کی گردن مار دی۔

Marfat.com

حویرث بن نقید بن وہب

اس کے خون کو بھی سرکارِ دو عالم ﷺ نے مباح قرار دیا تھا کیونکہ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں بڑی دلآزار ہجو کیا کرتا تھا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کو اذیت پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتا تھا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضرت سیدہ فاطمہ اور حضرت سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہما کو مکہ سے مدینہ لے جا رہے تھے کہ راستہ میں حویرث ملا۔ اس بدفطرت انسان حویرث بن نقید بن وہب نے اس موقعہ پر بھی آپ ﷺ کو اذیت پہنچائی اور وہ یوں کہ اس نے اس اونٹ کو جس پر پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی صاحبزادیاں سوار تھیں اپنے عصا سے کچوکے دیئے اور اسے بھڑکا دیا کہ اس اونٹ نے دونوں صاحبزادیوں کو نیچے گرا دیا۔

جب حویرث بن نقید کو پتہ چلا کہ اس کا خون مباح الدم قرار دے دیا گیا ہے تو اس نے مکہ سے بھاگ جانے کی کوشش کی مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے بھاگنے نہ دیا اور اسی دن اسے قتل کر دیا۔

ہند بنت عتبہ' زوجہ ابوسفیان

پیغمبرِ اول و آخر و اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم' رحمت للعالمین ﷺ نے ہند کی کارستانیوں کے باعث اس کو قتل کرنے کی بھی اجازت دی تھی۔ یہ وہی سنگدل ہند ہے جس نے اللہ اور اس کے رسول کے شیر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ کا سینہ چاک کیا' آپ کا دل نکالا' منہ میں ڈال کر چبایا لیکن نگل نہ سکی اور باہر تھوک دیا۔ جب اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے حبیب کو فتح مبین عطا فرمائی اور مکہ کی فضاؤں میں اسلام کا پرچم لہرانے لگا تو وہ ابوسفیان کے گھر میں چھپ گئی۔

اسی دن پھر اس نے اسلام قبول کیا اور ابطح وادی میں حضور ﷺ کی بارگاہِ میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔ کہنے لگی: اس اللہ تبارک تعالیٰ کی ساری تعریفیں ہیں جس نے اس دین کو غلبہ عطا فرمایا جس کو اس نے اپنی ذات کے لئے پسند فرمایا تا کہ اے اللہ کے محبوب! تیرے دریائے رحمت سے میری تشنگی کا بھی درماں ہو۔ میں وہ عورت ہوں جو اللہ پر سچے دل سے ایمان لائی ہوں اور اس کی تصدیق کرتی ہوں۔

یہ کہہ دینے کے بعد عرض کرنے لگی:

یارسول اللہ! میں ہند بنت عتبہ ہوں۔ اس کریم ذات حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم رحمت للعالمین ﷺ نے فرمایا: مرحبا بلک "اے ہند تمہیں خوش آمدید!"

ایک روایت (جو کہ زیادہ صحیح معلوم دیتی ہے) میں یوں ہے کہ ہندہ بنت عتبہ حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے پاس ابطح کے مقام پر آئی تھیں اور اس وقت چہرہ پر نقاب ڈالے ہوئے تھیں۔ انہوں نے آتے ہی

Marfat.com

حضور پُرنور نبی کریم ﷺ سے عرض کیا:

''میں ایک مومن عورت ہوں اور گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تبارک تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ آپ اللہ کے بندے اور رسول ہیں!''

یہ کہتے ہی انہوں نے اپنے چہرہ پر سے نقاب الٹ دیا اور کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں ہندہ بنت عتبہ ہوں۔ اس وقت پیغمبر اول و آخر و اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم' رحمت للعالمین ﷺ نے فرمایا:

''مرحبا۔ تمہیں خوش آمدید ہو''۔

دین اسلام قبول کر لینے' بیعت اسلام کر لینے کے بعد حضرت ہند بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک ہدیہ بھیجا جو دو بھنی ہوئی بکریاں تھیں۔ یہ ہدیہ ہندہ نے اپنی ایک باندی کے ہاتھ بھیجا تھا۔ باندی نے حضورِ انور نبی کریم ﷺ کے مکان پر پہنچ کر اندر آنے کی اجازت چاہی اور آپ کے اجازت دینے پر اندر آ گئی۔ اس وقت حضورِ انور نبی کریم ﷺ اپنے ازواج حضرت اُم سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے جہاں بنی عبدالمطلب کی کچھ عورتیں بھی بیٹھی ہوئی تھیں۔ اس باندی نے حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم کے سامنے پہنچ کر عرض کیا:

''میری مالکن آپ ﷺ سے معافی چاہتی ہیں اور کہتی ہیں کہ ان کی بکریاں آج کل بہت کم بچے جن رہی ہیں!''

یہ سن کر حضورِ انور رسول اللہ ﷺ نے ہندہ کی بکریوں کے لئے دعا کرتے ہوئے یہ الفاظ فرمائے:

''اللہ تبارک تعالیٰ تمہاری بکریوں میں برکت عطا فرمائے اور ان کی نسل میں افزائش فرمائے!''

چنانچہ اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے ان کی تعداد بہت بڑھا دی یہاں تک کہ یہی باندی کہتی ہیں کہ اس کے بعد ہماری بکریوں میں اس قدر کثرت و برکت ہوئی اور ان کی نسل اس تیزی سے بڑھی کہ اس سے پہلے ہم نے کبھی ایسا نہیں دیکھا تھا۔

ہند جب مسلمان ہوئی تو اپنے اس بت کے پاس گئی جسے اس نے بڑی عزت و احترام سے اپنے گھر میں سجا کر رکھا ہوا تھا۔ اس نے کلہاڑا اٹھایا اور اس کے پرزے پرزے کر دیئے اور ساتھ ہی یہ کہتی تھی کنا منك فی غرور اے بت! ہم تیری وجہ سے آج تک دھوکہ میں رہے اس کا خاوند ابوسفیان اس سے اندازاً ایک دن پہلے اسلام لے آیا تھا۔ کیونکہ عدت کے ختم ہونے سے پہلے دونوں مسلمان ہو گئے تھے اس لئے حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے ان کا پہلا نکاح برقرار رکھا۔ (السیرۃ النبویہ احمد بن زینی دحلان جلد 2 صفحہ 286)

فتح مکہ کے دن پہلے پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور' سرورِ دو عالم ﷺ نے مردوں کو اپنی بیعت کا شرف بخشا۔ پھر عورتوں کو بیعت کرنے کی اجازت دی۔ ان ہی نے بیعت کرنے والیوں میں ابوسفیان کی بیوی ہند

Marfat.com

بنت عتبہ بھی تھی۔ اس نے خوف کے مارے اپنے چہرے پر نقاب ڈالا ہوا تھا۔ جب وہ مستورات حضور ﷺ کے قریب پہنچیں تو فرمایا کہ ان امور پر میری بیعت کرو:

اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤ گی‘ چوری نہیں کرو گی‘ زنا نہیں کرو گی‘ اپنے بچوں کو قتل نہیں کرو گی‘ کسی پر بہتان نہیں لگاؤ گی اور میری نافرمانی نہیں کرو گی۔

جب حضورِ انور ﷺ یہ ارشاد فرما چکے تو ہند بولی‘ پہلے میں ابوسفیان کا تھوڑا تھوڑا مال چوری چھپے لے لیا کرتی تھی۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ میرے لئے حلال ہے یا نہیں۔ ابوسفیان بھی وہاں موجود تھا وہ بولا آج تک جو تم نے میرا مال چرایا ہے میں تجھے معاف کرتا ہوں۔ حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ یہ سن کر ہنس دیئے اور حضور ﷺ نے پہچان لیا کہ یہ عورت ابوسفیان کی بیوی ہند ہے۔

فرمایا تو ہی عتبہ کی بیٹی ہند ہے؟ عرض کی میں ہی ہوں۔ اے اللہ کے نبی! آج تک جو ہم سے غلطیاں ہوئیں وہ معاف فرما دیں۔ جب حضور ﷺ نے فرمایا کہ لاتزنین تم بدکاری نہیں کرو گی تو ہند حیران ہو کر کہنے لگی کیا آزاد عورتیں بھی یہ جرم کیا کرتی ہیں؟ اور جب حضور ﷺ نے فرمایا اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گی۔ ہند بولی ہم نے اپنے بچوں کو جب وہ چھوٹے تھے پال پوس کر بڑا کیا اور جب بڑے ہو گئے تو آپ نے ان کو قتل کر دیا۔ کیا آپ نے بدر کے میدان میں ہمارے کسی بچہ کو زندہ بھی چھوڑا ہے؟ اس کی یہ بات سن کر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے قہقہہ لگایا یہاں تک کہ زمین پر لوٹ پوٹ ہو گئے سرکارِ دو عالم ﷺ بھی مسکرا دیئے۔

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ہندہ کی ان باتوں پر رسول اللہ ﷺ بھی ہنسنے لگے (کیونکہ ہندہ نے یہ باتیں ایسے ہی لب ولہجہ میں کہی تھیں کہ اس سے ہنسی آ گئی)

جب حضور ﷺ نے فرمایا کہ بیعت کرو کہ کسی پر تہمت نہیں لگاؤ گی۔ ہند بولی واقعی کسی پر جھوٹا بہتان لگانا بڑی بری بات ہے؟ اور آپ ﷺ تو ہمیں صرف ان باتوں کا حکم دیتے ہیں جو سراپا ہدایت اور مکارم اخلاق ہوتی ہیں۔

آخر میں حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری بیعت کرو کہ میری نافرمانی نہیں کرو گی۔ ہند نے عرض کی ہم آپ ﷺ کی اطاعت گزار بن کر یہاں حاضر ہوئی ہیں۔ ہمارے ذہن میں آپ کی نافرمانی کا اب گمان بھی نہیں ہو سکتا۔

عہد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ میں جب شام کا مشہور شہر یرموک فتح کرنے کے لئے لشکر اسلام نے حملہ کیا تو ہند اپنے خاوند ابوسفیان کے ساتھ اس معرکہ میں شریک ہوئی اور دوسری مسلمان خواتین کی طرح مسلمانوں کو راہ حق میں جہاد کرنے کے لئے شوق دلا رہی تھی۔ ہند کا وصال عہد فاروقی میں ہوا۔ اور اسی روز حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے والد ماجد حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ نے بھی وصال فرمایا۔

Marfat.com

سارہ

یہ عورت بنی مطلب بن عبد مناف میں عمرو بن ہاشم کی کنیز تھی۔ یہ مکہ کی معروف مغنیہ تھی یہ مکہ کی محفلوں میں ایسے اشعار گایا کرتی تھی جن میں حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی ہجو کی گئی تھی۔ اور یہ سارہ وہی عورت تھی جس کے ذریعے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے مکہ والوں کے پاس خط بھیجنا چاہا۔

غزوہ بدر کے بعد کسی وقت یہ مدینہ طیبہ آئی اور بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو کر اپنی تنگ دستی کا شکوہ کیا اور امداد کے لئے درخواست کی۔ رحمت للعالمین سرکارِ دوعالم ﷺ نے اس سے پوچھا تم مغنیہ ہو۔ جب تم گیت گاتی ہو تو لوگ تجھ پر انعام واکرام کی بارش کر دیتے ہیں۔ کیا یہ داد و دہش تمہیں مال دار کرنے کے لئے کافی نہیں کہ تو یہاں مدد مانگنے کے لئے آئی ہے؟ اس نے عرض کی' جب سے بدر کی جنگ میں قریش کے رؤساء قتل کر دیئے گئے اس کے بعد سے انہوں نے گانا بجانا ترک کر دیا۔ اس لئے میری غربت کی یہ حالت ہے۔

پیغمبرِ اول وآخر واعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف ورحیم' رحمت للعالمین' سرکارِ دوعالم ﷺ نے اس کو بھی اپنے بحرِ سخاوت سے محروم نہیں رکھا بلکہ اسے سامان خوراک سے لدا ہوا ایک اونٹ مرحمت فرمایا۔ اس کے علاوہ بھی اس کی مالی امداد فرمائی۔

سارہ احسان فراموش نکلی جب یہ احسان فراموش مکہ واپس آئی تو اس نے عبد العزیٰ بن خطل کے ہجویہ اشعار گا گا کر مشرکین کے دل لبھانے شروع کر دیئے۔ فتح مکہ کے روز وہ چھپ گئی۔ اس کے لئے بارگاہِ رسالت مآب میں امان دینے کی درخواست کی گئی۔ حضور ﷺ نے اس کو امان دیدی۔ وہ حاضر ہوئی اور اسلام قبول کیا اور تادم واپسیں اسلام کی تعلیمات پر ثابت قدمی سے عمل پیرا رہی۔

فرتنا

فرتنا' عبد العزیٰ (عبد اللہ) بن خطل کی کنیز اور مغنیہ تھی۔ جب عبد اللہ بن خطل مرتد ہو کر مکہ آ گیا تو اس نے آپ ﷺ کی ہجو میں اشعار لکھے۔ وہ خود بھی محفلوں میں ہجو کیا کرتا تھا اور اپنی دونوں کنیزوں سے بھی قریش کی محفلوں میں پر ہجو اشعار گا گا کر سنوایا کرتا تھا کیونکہ ان دونوں کنیزوں (فرتنا اور ارنبہ) کی آواز سریلی تھی اور یہ دیگر محفلوں میں باقاعدہ گایا کرتی تھیں۔

جب فرتنا کو پتہ چلا کہ اس کے قتل کا حکم ہو چکا ہے تو اس نے فوراً اپنے لئے پناہ تلاش کی اور امن کی طالب ہو گئی۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم' رحمت للعالمین ﷺ نے اس کی امان قبول فرما لی اور فرتنا بھی تاحیات ایک اچھی مسلمان بن کر رہیں۔

Marfat.com

ارنبہ

عبدالعزیٰ (عبداللہ) بن خطل کی دوسری کنیز و مغنیہ کا نام ارنبہ یا ارنب تھا۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے یہ عورت بھی پر ہجو اشعار مکہ کی مختلف محفلوں میں گا گا کر سنایا کرتی تھی۔

یہ بروقت نہ امان کی طالب ہوئی اور نہ ہی اسلام لائی اس لئے اسے قتل کر دیا گیا۔

قارئین کرام! جن مردوں اور عورتوں کو ''مباح الدم'' قرار دیا گیا تھا ان سب کے بارے میں پڑھ لینے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جس کسی نے بھی پناہ و امان طلب کر لی' اپنے کیے کا اعتراف کیا اور نادم ہوا اور پھر دین اسلام قبول کر لیا تو حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم رحمت للعالمین ﷺ نے اسے معاف فرما دیا اور دونوں جہانوں کی راحتیں' مسرتیں عطا فرما دیں۔

قتل کر دیئے جانے والوں (تین مرد اور ایک عورت) سے یہ نہ ہو سکا کہ وہ کسی کے ذریعے پناہ و امان طلب کر لیں۔ اپنے کیے کا اعتراف کریں اور نادم ہوں اور پھر دین اسلام قبول کر لیں۔ وہ اپنی پرانی روش و عقائد پر ہی جمے رہے اور اپنی اس سنگ القلبی کی وجہ سے قتل کر دیئے گئے۔

ابوقحافہ کا اسلام لانا

ابوقحافہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے والد گرامی کی کنیت ہے اور آپ کا نام عثمان بن عامر ہے لیکن آپ ابوقحافہ کے نام و کنیت سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔

فتح مکہ کے روز جب فتح کامل کے بعد پیغمبر اوّل و آخر و اعظم ہادیٔ انس و جاں رہبر کائنات رسول بحر و بر سیّد المرسلین' خاتم النبیین' حبیب ربّ للعالمین' حضور پُرنور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ مسجد حرام میں تشریف فرما ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے ضعیف اور بوڑھے باپ کو ہاتھ سے پکڑے ہوئے (کیونکہ ان کی بینائی ختم ہو چکی تھی) بارگاہِ رسالت مآب میں لے آئے۔

حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم سرکارِ دو عالم ﷺ نے جب دیکھا تو فرمایا:

''اے ابوبکر تم اس شیخ (بوڑھے بزرگ) کو گھر میں ہی رہنے دیتے تا کہ میں خود ان کے پاس چل کر جاتا۔''

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی' یارسول اللہ ﷺ! یہ میرے والد کا حق تھا کہ وہ چل کر حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں شرف باریابی حاصل کرتا بجائے اس کے کہ حضور ﷺ اس کے پاس چل کر تشریف لے جاتے۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے ابوقحافہ کو اپنے سامنے بٹھایا۔ پھر ان کے سینہ پر دست مبارک پھیرا' پھر فرمایا' اسلام لے آؤ۔ چنانچہ ابوقحافہ نے کلمہ شہادت پڑھ کر اسلام قبول کیا۔ ہادیٔ دو جہان' رہبر کائنات' سرکارِ دو

Marfat.com

عالم ﷺ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ان کے والد کے اسلام قبول کرنے پر مبارک باد دی۔

اس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضورِانور نبی کریم ﷺ سے عرض کیا۔

قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ ﷺ کو حق وصداقت کے ساتھ ظاہر فرمایا کہ میرے والد ابوقحافہ کے اسلام کے مقابلے میں ابوطالب کا اسلام میرے لئے زیادہ خوشی ومسرت کا سبب ہوتا۔ اور اسی طرح ابوطالب کا اسلام خود آپ ﷺ کے لئے زیادہ اطمینان ومسرت کا سبب ہوتا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد گرامی ابوقحافہ کا سر اور داڑھی برف کی طرح سفید تھی۔ حضورِانور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے یہ دیکھا تو فرمایا:

''ان دونوں یعنی سر اور داڑھی کے بالوں کا رنگ بدل دو مگر سیاہ کرنے سے بچو۔'' (یعنی کہ سیاہ خضاب مت کرو بلکہ مہندی اور کتمہ استعمال کرو۔)

حضور پُرنور نبی رحمت ﷺ کا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو یہ فرمانا کہ آپ نے شیخ کو گھر میں ہی رہنے دیا ہوتا تاکہ میں اس کے پاس چل کر جاتا' اس سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عزت افزائی مقصود تھی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں یہ شرف بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوا کہ ان کی چار پشتیں مشرف باسلام ہوئیں اور ان کو صحابی بننے کا اعزاز نصیب ہوا۔ حضرت ابوقحافہؓ آپ کے صاحبزادے ابوبکر صدیق' حضرت صدیق کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن اور ان کے صاحبزادے محمد رضی اللہ عنہم۔ یہ چاروں مشرف باسلام ہوئے اور پیغمبر اوّل وآخر واعظم حضور انور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ کے صحابی بننے کا بھی انہیں شرف نصیب ہوا۔

دوسری طرف سے بھی آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ حضرت ابوقحافہ آپ کے صاحبزادے ابوبکر صدیق۔ ان کی صاحبزادی حضرت اسماء اور اسماء کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن زبیر ان چاروں کو بھی صحابی بننے کا شرف حاصل ہوا۔ (یعنی پوتا بھی اور نواسہ بھی صحابی بنے) (السیرۃ النبویہ ابن ہشام جلد 4 صفحہ 25)

فضالہ بن عمیر کا اسلام لانا

فتح مکہ کے دن مشرکین مکہ میں چند لوگ ایسے بھی تھے جو حسد بغض ونفرت کی آگ میں جل رہے تھے۔ ایک ایسا ہی شخص فضالہ بن عمیر بھی تھا۔ فتح مکہ کے بعد اسی دن یہ شخص بدنیتی سے حرم شریف میں آیا۔ اس وقت پیغمبر اوّل وآخر واعظم' ہادیٔ انس وجاں' رہبر کائنات' رسول بحر وبر' سید المرسلین' خاتم النبیین' حبیب ربّ للعالمین' رحمت للعالمین' حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم مخبر صادق عالم خفا وغیوب ﷺ طواف میں مصروف تھے۔

فضالہ بن عمیر بری نیت وبد ارادے سے طواف میں شامل ہوگیا۔

اس نے ارادہ کیا کہ جب میں پاس سے گزروں گا تو خنجر سے حضور (ﷺ) پر حملہ کرکے آپ کی زندگی کے چراغ کو بجھادوں گا۔ جب وہ قریب پہنچا تو مرشد برحق' ہادیٔ دوجہاں عالم خفا وغیوب ﷺ نے اس کو مخاطب

Marfat.com

کرتے ہوئے فرمایا افضالۃ؟ کیا تم فضالہ ہو؟ عرض کی ہاں' میں فضالہ ہوں۔ پھر حضور انور مخبر صادق عالم خفا وغیوب حضور پُرنور ﷺ نے فرمایا:

''تم اپنے جی میں کیا گفتگو کر رہے تھے؟''

اس نے قدرے گھبرا کر جواب دیا۔ کچھ بھی نہیں' میں تو اللہ تبارک تعالیٰ کا ذکر کر رہا تھا۔ اللہ اللہ کر رہا تھا۔

حضور پُرنور نبی کریم مخبر صادق عالم خفا وغیوب ﷺ اس کا یہ بہانہ سن کر ہنس دیئے اور فرمایا۔ استغفر اللہ' فضالہ! اللہ تبارک سے مغفرت طلب کرو۔ پھر اپنا دست مبارک اس کے سینہ پر رکھا اور اس کے بے چین دل کو سکون نصیب ہو گیا۔ فضالہ بن عمیر خود کہتا ہے کہ بخدا! حضور پُرنور ﷺ نے میرے سینہ پر ہاتھ رکھ کر جب اٹھایا تو میرے دل کی دنیا بدل گئی اور حضورِ انور نبی کریم ﷺ دنیا جہان سے مجھے محبوب معلوم ہونے لگے۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضورِ انور' نبی کریم' رؤف و رحیم' حبیب ربّ للعالمین ﷺ کی اطاعت اللہ تبارک تعالیٰ کی اطاعت ہے' آپ ﷺ کا فرمانا اللہ تبارک تعالیٰ کا فرمان ہے اور خاتم النبیین ﷺ کا ہاتھ اللہ تبارک تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔ سبحان اللہ

نفرت محبت میں تبدیل ہو گئی' باطن نور سے بھر گیا' ایمان کی دولت سینے میں مچلنے لگی۔ دست اقدس جس کی مقدس انگلیوں سے خنک پانی کے چشمے رواں ہو جاتے' جو چاند کی طرف اٹھ جاتا تو وہ دو ٹکڑے ہو جاتا۔ وہ دست مبارک قتل کا ارادہ رکھنے والے فضالہ بن عمیر کے قلب ونظر کو انقلاب آشنا کر گیا۔ اس التفات کے سزاوار ٹھہرنے والے' اس کرم نوازی کے پانے والے فضالہ فرماتے ہیں۔

واللہ مارفع یدہ عن صدری حتی ماخلق شی احب الی منہ ۔	اللہ کی قسم ابھی آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سینے سے ہٹایا نہیں تھا کہ آپ ﷺ مجھے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہو گئے۔

اور پھر اسی وقت فضالہ بن عمیر نے بلا تامل حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم رحمت للعالمین ﷺ کے دست ہدایت ورحمت پر اسلام کی بیعت کا شرف حاصل کیا۔

حضرت فضالہ بن عمیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ چند لمحات میں میری دنیا یکسر بدل چکی تھی۔ میں حرم میں آتے وقت جو تھا اب جاتے وقت اس کے برعکس تھا۔

جب میں حرم شریف سے واپس گھر جا رہا تھا میرا گزر اس عورت کے پاس سے ہوا جس کے پاس بیٹھ کر میں خوش گپیاں کرتا تھا۔ جب میں چپکے سے اس کے پاس سے گزر گیا تو اس نے مجھے پیچھے سے آواز دی۔ فضالہ! آؤ باتیں کریں۔ فضالہ نے جواب دیا۔ نہیں ہرگز نہیں۔ اسی وقت فی البدیہہ ان کی زبان پر اشعار جاری ہو گئے:

Marfat.com

۱- ''اس نے کہا فضالہ آؤ باتیں کریں۔ میں نے کہا ہرگز نہیں۔ اللہ اور میرا دین اسلام مجھے اس بات سے منع کرتا ہے۔''

۲- ''فتح مکہ کے دن اگر تو اللہ کے حبیب محمد مصطفیٰ کو اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھتی جس روز بتوں کو ریزہ ریزہ کر دیا گیا تھا۔''

۳- ''اس روز تو دیکھتی کہ اللہ کا دین واضح اور روشن ہو گیا ہے اور شرک کے منحوس چہرے کو ظلمتیں ڈھانپ رہی ہیں۔ اور ہر سو اللہ کا نور پھیل رہا ہے۔'' (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 355' 356)

پسرانِ ابولہب کا ایمان لانا

جیسے چند قریشی مشرکین خائف تھے اور وہ کہیں ادھر ادھر چھپ کر بیٹھ گئے تھے اسی طرح حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم رحمت للعالمین ﷺ کے چچا ابولہب کے دو بیٹے عتبہ عتیبہ (معتب) بھی چھپے پھرتے تھے۔ ان میں سامنے آنے کی جرأت نہیں تھی۔ حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ کے بھائی ابولہب کے دونوں بیٹے عتبہ اور عتیبہ (معتب) کہاں ہیں' وہ مجھے نظر نہیں آ رہے؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی' یا رسول اللہ ﷺ جس طرح دوسرے مشرک چھپے پھرتے ہیں وہ بھی سامنے آنے کی جسارت نہیں کر رہے۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' ہادیٔ دو جہاں' رہبر کائنات' رسول بحر و بر' ہادیٔ انس و جاں' شفیع المذنبین' خاتم النبیین' حبیب ربّ للعالمین' حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم رحمت للعالمین ﷺ نے فرمایا جاؤ ان دونوں کو میرے پاس لاؤ۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنے اونٹ پر سوار ہو کر ان کے پاس گئے اور انہیں لے کر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ حضور پُر نور ﷺ نے ان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی' دونوں نے اسلام قبول کر لیا' ان دونوں کے مشرف باسلام ہونے سے حضورِ انور نبی کریم ﷺ کو از بس مسرت ہوئی۔ حضور پُر نور ﷺ نے ان دونوں کو اپنی دعائے خیر سے نوازا۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضورِ انور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ پھر کھڑے ہوئے اور دونوں کا ہاتھ پکڑ کر ملتزم کی طرف تشریف لے گئے اور کچھ وقت تک وہاں دعا فرماتے رہے۔ جب دعا سے فارغ ہوئے تو حضور ﷺ کا رخ اقدس فرطِ مسرت سے چمک رہا تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی' یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تبارک تعالیٰ حضور ﷺ کو ہمیشہ خوش و خرم رکھے! آج حضور ﷺ کے رخ انور پر مجھے انتہائی مسرت کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ اس پر حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم' سراج منیر رحمت للعالمین ﷺ نے فرمایا:

''میں نے اپنے چچا کے بیٹوں کو اپنے ربّ سے مانگا اور میرے ربّ نے مجھے یہ دونوں عطا فرما دیئے ہیں' اس لئے میرا دل آج بہت مسرور ہے۔''

Marfat.com

یہ دونوں حنین اور طائف کے غزوات میں حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کے ہمرکاب رہے اور بڑی ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔ حنین کی جنگ میں عتیبہ (معتب) کی آنکھ ضائع ہوگئی لیکن یہ دونوں ایک لمحہ کے لئے بھی حضور پُرنور نبی کریم ﷺ سے الگ نہیں ہوئے۔

یہ دونوں عتبہ اور عتیبہ (معتب) دین اسلام قبول کرنے کے بعد مکہ معظمہ میں ہی مقیم رہے اور بہت اچھے مسلمان ثابت ہوئے۔

سائب بن عبداللہ مخزومی

فتح مکہ کے دن ہی بارگاہِ رسالت مآب میں سائب بن عبداللہ مخزومی حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے بیعت اسلام کی۔

ان کے نام کے متعلق کئی قول ہیں۔ ایک قول میں ان کو عبداللہ بن سائب اور ایک اور قول میں سائب بن عویمر کہا گیا ہے۔ نیز ایک قول ہے کہ قیس بن سائب بن عویمر حاضر اقدس ہوئے۔ کتاب استیعاب میں اس آخری قول کے متعلق ہے کہ اس سلسلہ میں انشا اللہ یہی سب سے زیادہ صحیح قول ہے۔

غرض یہ سائب بن عبداللہ زمانہ جاہلیت میں حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے تجارتی شریک تھے۔ سائب بن عبداللہ کہتے ہیں کہ جیسے ہی میں بارگاہِ نبوت میں پہنچا تو وہاں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم' عثمان وغیرہ میری تعریفیں کرنے لگے۔ پیغمبر اوّل وآخر اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف ورحیم' رحمت للعالمین ﷺ نے فرمایا:

''ان کے متعلق مجھے کچھ بتلانے کی ضرورت نہیں' یہ میرے دوست تھے۔''

ایک روایت میں یوں ہے کہ میں جیسے ہی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے سامنے پہنچا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''میرے بھائی اور میرے تجارتی شریک کو مرحبا۔ جو نہ دھوکہ باز تھا اور نہ بددیانت۔ مگر تم جاہلیت میں جو کچھ بھی نیک عمل کرتے تھے وہ قبول نہیں ہوں گے۔ کیونکہ عمل کے صحیح اور مقبول ہونے کے لئے اسلام کا ہونا شرط ہے۔''

سائب بن عبداللہ تو دین اسلام قبول کرنے کے لئے ہی خدمت رسالت مآب میں حاضر ہوئے تھے اس لئے آپ نے فوراً بیعت کر لی اور مسلمان ہوگئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

''آج سے تمہارے نیک اعمال مقبول ہوں گے کیونکہ آج سے تم میں اسلام موجود ہے۔''

ابو محذورہ کا قبولِ اسلام

جب حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ نے بحکم حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کعبہ (بیت اللہ) کی چھت

Marfat.com

پر چڑھ کر اذان دی تو مشرکین قریش کے چند لوگ طرح طرح سے دلی نفرت بغض وحسد اور غصہ کا اظہار کرنے لگے' مذاق اڑانے لگے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آواز کی اذان کی شکل میں نکلیں اتارنے لگے۔

ان لوگوں میں ابومحذورہ بھی تھے جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور کم عمر بھی تھے ان کی عمر 18 سال سے کم تھی۔ وہ بھی اپنے طور پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے انداز میں اذان کی نقل اتار رہے تھے۔ اس کی آواز بڑی دلکش اور نغمہ ریز تھی۔ اس کی آواز واضح طور پر صاف اور سریلی تھی۔

ایک دفعہ اس نے قدرے اونچی آواز میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی نقل میں اذان کہی تو اس کی یہ آواز پیغمبر اوّل وآخر واعظم ہادیٔ دو جہاں' رہبر کائنات' رسول بحروبر' سیّد المرسلین' خاتم النبیین' حبیب ربّ للعالمین' شفیع المذنبین' حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم موقلب القوب عالم خفا وغیوب صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک کانوں میں پہنچی۔

حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلا لانے کا حکم فرمایا چنانچہ اس کو لاکر حضور پُرنور اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے لاکر کھڑا کر دیا گیا۔ اس وقت ابومحذورہ یہ سمجھے کہ اب اس کے قتل کا حکم دیا جائے گا کیونکہ وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی نقل اتار رہے تھے۔

لیکن پیغمبر اوّل وآخر واعظم' حضورِ انور' نبی کریم' رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اور قریب بلا کر اپنا دست مبارک اس کی پیشانی اور سینے پر پھیرا۔ ابومحذورہ کہتے ہیں کہ اللہ تبارک تعالیٰ کی قسم اس وقت میرا دل ایمان ویقین سے بھر گیا اور میں نے سمجھ لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً اللہ تبارک تعالیٰ کے رسول وپیغمبر برحق ہیں۔ میں فوراً مسلمان ہوگیا۔

پھر پیغمبر اوّل وآخر واعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کو اذان کے کلمات سکھلائے اور حکم فرمایا کہ حرم شریف میں اہل مکہ کے لئے وہ اذان دیا کریں۔ پھر حرم شریف کے وہی موذن رہے اور ان کی وفات کے بعد بیت اللہ کے موذن ان ہی کی اولاد میں سے نسل درنسل ہوتے رہے۔

کوہ صفا پر بیعت عام

اللہ تبارک تعالیٰ' خالق ومالک کائنات ربّ العزت نے حضور پُرنور نبی کریم رحمت للعالمین' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو مکہ معظّمہ کی مکمل اور خوبصورت شاندار فتح عطا فرما دی۔

آج مکہ کی فضا عفو وکرم کے پھولوں سے مہک رہی تھی' پیکر رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خون کے پیاسوں بھی اپنی چادر رحمت میں چھپا لیا۔ کردار کی خوشبو نے دلوں کے مقفل دروازوں پر دستک دی تو بے حسی کے قفل ٹوٹ کر گر پڑے۔ ہوائے تازہ کے جھونکوں سے روح سرشار ہوگئی' دلوں کی ویران کھیتیوں میں باد بہاری چلنے لگی۔ لوگ ایمان کے نور سے معمور ہوگئے۔ جب اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے محبوب ومقبول رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو مکہ معظّمہ کی صاف ستھری واضح اور شاندار فتح عطا فرما دی تو اہل مکہ پر حق واضح ہوگیا اور وہ صدق دل سے جان گئے

Marfat.com

کہ اسلام کے سوا کامیابی کی کوئی راہ نہیں۔

اس لئے لوگ جوق در جوق شمع ایمان کی طرف دیوانہ وار لپکے اور کوہ صفا پر بڑے نظم وضبط اور سکون کے ساتھ بیعت کا سلسلہ شروع ہوا۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پیغمبر اوّل و آخر واعظم' حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم اور بیعت کے لئے جمع ہونے والے لوگوں کے درمیان رابطہ قائم کیے ہوئے تھے۔ پہلے مردوں نے بیعت کی اس کے بعد خواتین کی باری آئی۔ اللہ تبارک تعالیٰ کی رحمت کا دروازہ کھل گیا' توحید کی امانت سینوں میں محفوظ ہونے لگی' چند ایک کے سوا اہل مکہ کی اکثریت پہلے ہی دن اسلام قبول کر چکی تھی۔ سب نے ہی شاداں وفرحاں بیعت کی اور اچھے مسلمان بن گئے۔

پیغمبر اوّل و آخر واعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر بیٹھ کر لوگوں سے بیعت لینی شروع فرمائی۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کوہ صفا پر ہی حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نیچے تشریف فرما تھے اور لوگوں سے عہد و پیمان لے رہے تھے۔ مجموعی طور پر لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی کہ جہاں تک ہو سکے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنیں گے اور مانیں گے۔

علامہ کونستانس جورجیو (وزیر خارجہ رومانیہ) اپنی تصنیف ''نظرۃ جدیدۃ'' کے صفحہ 359 پر مرد حضرات کی بیعت کے بارے میں یوں رقم طراز ہے۔

فتح مکہ کے بعد دس روز کی مدت میں دو ہزار قریشیوں نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا۔ اس کا طریقہ یہ تھا کہ جو قریشی اسلام قبول کرنا چاہتا وہ سیدنا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سامنے سے گزرتا۔ کلمہ شہادت پڑھتا اور یہ وعدہ بھی کرتا کہ وہ آئندہ کسی پاک دامن خاتون کے ساتھ بدکاری نہیں کرے گا۔ بدکاری سے اجتناب کا اعلان ہر مسلم کے لئے اس لئے ضروری قرار دیا گیا کہ مکہ میں زنا کاری کا رواج عام تھا۔ پیشہ ور عورتوں کے مکانوں پر جھنڈا لہرایا کرتا جو اس بات کا اعلان تھا کہ یہاں فساق وفجار (برے) مردوں کے استقبال کے لئے ان جیسی بازاری خواتین موجود ہیں۔ وہاں جا کر بدکاری کرنے سے کسی کو شرمانے کی ضرورت نہ تھی اس لئے ہر نو مسلم کے لئے جو پاکیزہ مسلم معاشرہ کا فرد بننا چاہتا تھا' اس لئے ضروری تھا کہ وہ شہادتین کے اعلان کے ساتھ یہ بھی اعلان کرے کہ وہ آئندہ اپنے دامن عفت کو ہرگز آلودہ نہیں ہونے دے گا۔

مکہ کا شہر جو اس زمانہ میں سیاسی کاروباری مرکز ہونے کے ساتھ ساتھ مذہبی مرکز بھی تھا' وہاں فسق وفجور پر بھی پابندی لگا دی گئی تھی۔ تقویٰ وپارسائی کے عہد کا بھی آغاز کر دیا گیا تھا۔ مکہ کے اہل ثروت کھلے بندوں مے نوشی کا شوق پورا کیا کرتے اور قمار بازی سے اپنے دلوں کو لبھایا کرتے۔ مکہ کے افق پر اسلام کے آفتاب کے طلوع ہونے سے ان قباحتوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا گیا۔

جب پیغمبر اوّل و آخر واعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کی بیعت سے فارغ ہو گئے تو

Marfat.com

آپ ﷺ نے عورتوں کو بیعت کرنا شروع کر دیا۔ ان عورتوں میں ہند بنت عتبہ زوجہ حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ بھی شامل تھی۔

ہند زوجہ ابوسفیان نے دوران بیعت اپنے مضبوط ایمان' اطاعت' پرخلوص اتباع اور دین کے معاملے میں گہری دلچسپی کا اظہار ایسے انداز و پیرائے میں کیا کہ حضرت عمر فارق اعظم رضی اللہ عنہ ان کی باتوں سے خوب ہنسے اور پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ بھی مسکرا دیئے۔ ہند زوجہ ابوسفیان کے ساتھ جو بات چیت ہوئی اس کا ذکر گذشتہ اوراق میں اس کے ایمان لانے کے واقعہ میں تفصیل سے کردیا گیا ہے اب یہاں دھرایا نہیں جائے گا۔ البتہ یہ بتاتا چلوں کہ سب عورتوں سے اجتماعی وانفرادی طور پر ایک ہی جیسے الفاظ میں اور ایک ہی جیسے نکات پر بیعت فرمائی گئی۔

جب عورتیں رسول اللہ ﷺ کے قریب پہنچیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"مجھے اس بات پر بیعت دو کہ تم لوگ اللہ تبارک تعالیٰ کے ساتھ قطعاً کسی قسم کا شرک نہیں کرو گی اور نہ چوری کرو گی نہ اولاد کو قتل کرو گی۔ مراد ہے حمل گرانا جو اولاد کو قتل کرنے کے حکم میں ہی داخل ہے ہر صورت میں زنا کاری سے بچو گی (زنا نہیں کرو گی) نہ تنہائی میں غیر مردوں کے ساتھ بیٹھو گی اور نہ پیٹھ پیچھے یا اپنے سامنے کسی پر بہتان باندھو گی!"

حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے مزید فرمایا:

اور یہ کہ تم کسی نیک کام میں نافرمانی اور سرکشی نہیں کرو گی۔

ایک حدیث میں ہے کہ اس پر ایک عورت نے پوچھا:

"وہ نیک کام کیا ہے جس میں ہمیں آپ کی نافرمانی نہ کرنی چاہیئے۔"

آپ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

(کہ صدمہ کے وقت) تم چیخ پکار نہیں کرو گی۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ نہ تم نوحہ و ماتم کرو گی نہ اپنا منہ نوچو گی اور نہ اپنے بال بکھراؤ گی۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ (صدمہ کے وقت) نہ تم اپنے بال منڈواؤ گی' نہ سینگ پھونکو گی' نہ گریبان چاک کرو گی اور نہ بین کر کر کے روؤ گی!"

ایک حدیث میں ہے کہ کسی عورت نے رسول اللہ ﷺ نے عرض کیا:

یارسول اللہ ﷺ! آیئے ہم (آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر) آپ ﷺ سے بیعت کریں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

"میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کروں گا میں جو بات سو عورتوں سے کہوں گا وہ ایسی ہی ہو گی جیسے ایک عورت سے کہوں۔ ایک روایت میں یوں ہے۔ ایک ہزار عورتوں کے لئے بھی میرا قول ایسا ہی ہے

Marfat.com

جیسا ایک عورت کے لئے ہوگا!''

یعنی میں عورتوں کو اس طرح بیعت نہیں کروں گا جس طرح مردوں کو کرتا ہوں کہ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اس سے بیعت لیتا ہوں بلکہ سب عورتوں ایک ساتھ میرے سامنے بیٹھ جائیں میں ان سے ایک ہی دفعہ میں زبانی بیعت لوں گا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی عورت سے مصافحہ نہیں فرمایا بلکہ آپ ﷺ زبانی طور پر ان کو بیعت فرماتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

وما مست يد رسول الله ﷺ يد امرأة الا امرأة يملكها	رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ نے اپنی لونڈیوں کے سوا کسی عورت کے ہاتھ کو نہ چھوا۔ (صحیح بخاری)

فتح مکہ کے بعد پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' فخر کائنات' سرکارِ دو عالم ﷺ پندرہ سے انیس روز تک مکہ معظمہ میں تشریف فرما رہے۔ حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے خلق عظیم اور رخ زیبا کے نور کی کرنیں لوگوں کے قلوب واذہان کو مطلع انوار بناتی رہیں۔ اس دوران میں مکہ کے تقریباً تمام باشندوں نے اسلام قبول کر لیا اور سورہ بنی اسرائیل آیت 81

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ○

ترجمہ:۔''حق آیا اور باطل مٹ گیا' بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا: (سورہ بنی اسرائیل آیت 81)

کا دل افروز منظر مکہ معظمہ کے گوشہ گوشہ میں دکھائی دینے لگا۔

اور پھر اللہ تبارک تعالیٰ' خالق و مالک کائنات' ربّ العزت کے وعدہ کی تکمیل ہوگئی۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' تاجدارِ کائنات حضورِ انور سرکارِ دو عالم رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میرے پروردگار نے مجھ سے اسی فتح کا وعدہ فرمایا تھا!''

اس کے بعد آپ نے یہ سورت (نصر) تلاوت فرمائی:

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ○ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِىْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ○ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ○ (سورہ نصر۔ آیات 1 تا 3)

ترجمہ: اے محمد ﷺ جب خدا کی مدد اور مکہ کی فتح مع اپنے آثار کے آپہنچے یعنی واقعہ ہو جائے اور آثار جو اس پر ہونے والے یہ ہیں کہ آپ لوگوں کو اللہ کے دین یعنی اسلام میں جوق در جوق داخل ہوتا ہوا دیکھ لیں تو اپنے ربّ کی تسبیح و تحمید کیجئے اور اس سے استغفار کی درخواست کیجئے وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

Marfat.com

حدودِ حرم اور میقات کا نقشہ

Marfat.com

حرمت مکہ پر خطبہ

دین اسلام میں کسی غیر مسلم کو بھی بلا وجہ قتل کرنے حکم نہیں کیونکہ اسلام انسانی خون سے ہولی کھیلنے کی اجازت نہیں دیتا۔ جن لوگوں نے دین اسلام قبول نہیں کیا تھا وہ بھی ہر طرح سے امان میں تھے یعنی کہ ان کی بھی مال و جان عزت و آبرو امان میں تھی۔

فتح مکہ کے وقت پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' ہادیٔ انس و جاں' رہبر کائنات' رسول بحر و بر' شفیع المذنبین' رحمت للعالمین' حضورِ انور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کا حکم مبارک تھا کہ جو شخص مزاحمت نہ کرے مقابلے پر نہ آئے اس کے خلاف ہتھیار نہ اٹھائے جائیں۔

تاہم ایک مشرک شخص ایسا تھا جو مقابلے پر نہ آیا مگر پھر بھی فتح مکہ کے اگلے روز بنی خزاعہ کے مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ یہ قتل جو ذاتی دشمنی کی بنا پر کر دیا گیا' حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے حکم مبارک کی خلاف ورزی تھی۔ حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم رحمت للعالمین ﷺ کو جب اس قتل کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور ظہر کی نماز کے بعد ایک خطبہ ارشاد فرمایا:

ہوا یوں کہ ایک مشرک جس کا نام ابن اقرع ھذلی تھا اور جو بنی بکر میں سے تھا فتح مکہ کے دوسرے دن وہ شرک کی حالت میں مکہ آیا۔ بنی خزاعہ کی اس شخص سے پرانی دشمنی تھی۔ جب انہوں نے اسے مکہ میں دیکھا تو اسے پہچان لیا۔ اس کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور اس پر نیزوں کی بارش کر دی۔ اس پر ظلم کیا۔ بنی خزاعہ کے مسلمانوں میں اس وقت ایک مسلمان حضرت خراش رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ انہوں نے اپنے چوڑے پھل کا تیر ابن اقرع ھذلی کے پیٹ میں پار کر دیا اور ابن اقرع ہذلی وہیں مر گیا۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور ظہر کی نماز کے بعد بیت اللہ سے کمر لگا کر کھڑے ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا:

حسب معمول پہلے اللہ تبارک تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان فرمائی اور پھر فرمایا:

''لوگو اللہ تبارک تعالیٰ نے جس روز زمین و آسمان کو پیدا فرمایا' جس روز چاند سورج اور ستاروں کو تخلیق فرمایا اور جس روز ان دونوں پہاڑوں کو زمین پر قائم فرمایا اسی دن مکہ معظّمہ کو حرام اور محترم قرار دے دیا تھا یعنی تخلیق کائنات کے روز اول سے مکہ معظّمہ کو حرام' حرمت والا مقام' علاقہ' شہر' جگہ قرار فرمایا۔ اس لئے یہ شہر مکہ قیامت تک کے لئے حرام' محترم' حرمت والا ہے۔ اس لئے جو شخص اللہ تبارک تعالیٰ پر' قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ اس شہر میں خون بہائے۔ نہ اس شہر میں کسی کو درخت کاٹنے کی اجازت ہے۔

یہ بات نہ میرے سے پہلے کے لوگوں میں کسی کے لئے جائز تھی اور نہ میرے بعد والوں میں سے کسی کے

Marfat.com

لئے جائز ہے اور نہ یہ اس وقت یا اس گھڑی جائز ہے۔ (صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 617)

اگر کوئی شخص اس بنا پر رخصت اختیار کرے کہ حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم سرکارِ دو عالم ﷺ نے یہاں یوم فتح مکہ پر قتال کیا تو اس سے یہ کہہ دو کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے محبوب و برگزیدہ رسولؐ کو اجازت دی تھی لیکن تمہیں اجازت نہیں دی ہے۔ اور میرے لئے بھی اسے صرف دن (یوم فتح مکہ) کی ایک ساعت (صبح سے عصر تک) میں حلال کیا گیا تھا۔

پھر آج اس شہر کی حرمت اسی طرح پلٹ آئی ہے جس طرح کہ اس کی حرمت تھی۔ اب چاہیے کہ تم میں جو یہاں موجود ہیں وہ ان لوگوں تک یہ پیغام پہنچا دیں جو غیر حاضر ہیں۔

ایک روایت میں اتنا مزید اضافہ ہے کہ یہاں کا کانٹا نہ کاٹا جائے۔ شکار نہ بھگایا جائے اور گری پڑی چیز نہ اٹھائی جائے۔ البتہ وہ شخص اٹھا سکتا ہے جو اس کا تعرف کرائے' اعلان کرائے۔ اور یہاں کی گھاس نہ اکھاڑی جائے۔ (جڑوں سے نکال کر باہر نہ کی جائے)۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مگر اِذخر۔ (اِذخر عرب کی مشہور گھاس ہے جو ایک اور گھاس موج کی ہم شکل ہوتی ہے' چائے اور دوا کے طور پر استعمال ہوتی ہے اور یہ گھریلو ضروریات کی چیز ہے۔)

اس پر حضورِ انور' نبی کریم' رؤف ورحیم' رحمت للعالمین' پیغمبر اوّل و آخر و اعظم ﷺ نے فرمایا! مگر اِذخر۔ (یعنی اِذخر گھاس کو انسانی ضروریات میں لانے کی اجازت ہے)

صحیح مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے بنی خزاعہ سے فرمایا مکہ معظّمہ میں کسی شخص کے لئے ہتھیار لے کر چلنا جائز نہیں ہے۔ اے گروہ خزاعہ! قتل وخون ریزی سے اپنے ہاتھ روک لو۔ کیونکہ قتل اگر نافع ہوتا تو بہت قتل ہو چکا۔ تم نے ایک ایسے آدمی کو قتل کیا ہے کہ میں اس کی دیت لازماً ادا کروں گا۔

پھر میرے اس مقام کے بعد (آج اعلان فرما دینے بعد) اگر کسی نے کسی کو قتل کیا تو مقتول کے اولیاء والی وارثوں کو دو باتوں کا اختیار ہوگا۔ چاہیں تو قاتل کا خون بہائیں اور چاہیں تو اس سے دیت لیں۔

ایک روایت میں ہے کہ اس کے بعد یمن کے ایک آدمی نے جس کا نام ''ابوشاہ'' تھا' اس نے کھڑے ہو کر بارگاہِ رسالت مآب میں عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ اسے میرے لئے لکھوا دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! اسے ابوشاہ کے لئے لکھ دو۔

اس کے قتل میں حضرت خراش رضی اللہ عنہ پیش پیش تھے بلکہ ابن اقرع ھذلی حضرت خراش رضی اللہ عنہ کے ہتھیار وزخم سے ہی مرے تھے اس لئے حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے حضرت خراش رضی اللہ عنہ کو ملامت کی اور فرمایا:

''اگر میں ایک کافر کے بدلے میں ایک مسلمان کی جان لیا کرتا تو یقیناً خراش کو قتل کر دیتا۔''

علامہ ابن ہشام کہتے ہیں کہ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے اس مقتول کی دیت خود ادا فرمائی۔

Marfat.com

ابلیس کا واویلا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس روز پیغمبر اوّل و آخر واعظم حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف ورحیم' رحمت للعالمین ﷺ نے مکہ فتح کیا اور بیت اللہ کو بتوں سے پاک کر دیا تو اس روز شیاطین جن وانس کے گھروں میں کہرام مچ گیا اور مایوسی فرط غم واندوہ سے ابلیس نے ایسی زور سے چیخ ماری کہ اس کی اولاد جہاں کہیں تھی سب نے سنی۔ سب دوڑ کر اس کے پاس حاضر ہو گئے۔ ابلیس نے کہا:

''اے میرے بچو! اب اس بات سے تم مایوس ہو جاؤ کہ محمد مصطفیٰ (ﷺ) کی امت کو آج کے دن کے بعد تم شرک کی طرف لوٹا دو گے۔ البتہ ان میں نوحہ اور شعر گوئی کو عام کر دو۔''

اس حدیث وروایت مبارک سے یہ روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ امت محمدیہ قیامت تک شرک کی برائی میں ملوث نہیں ہو گی۔

پھر بھی آج کل بعض متشدد حلقوں کی طرف سے محمدیہ کے سواداعظم پر مشرک ہونے کا فتویٰ لگا دیا جاتا ہے اور بڑے دھڑلے سے فرزندان توحید کر مشرک کہہ دیا جاتا ہے۔ ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ یہ تو فرمان پیغمبر اوّل و آخر واعظم حضور پُرنور نبی کریم' رؤف ورحیم' رحمت للعالمین ﷺ کی خلاف ورزی ہے۔

اس نکتہ کو ذہن نشین کرانے کے لئے قارئین کی خدمت میں رحمت دو عالم ﷺ کے ایک خطبہ کا اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔ یہ خطبہ حضور پُرنور ﷺ نے اپنی علالت کے آخری ایام میں مسجد نبوی شریف کے منبر پر بیٹھ کر ارشاد فرمایا تھا۔ اسے امام بخاری اور امام مسلم نے صحیحین میں روایت کیا ہے جس کی صحت کے بارے میں کسی کو شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

''منبر پر تشریف فرما ہو کر حضورِ انور نبی کریم رؤف رحیم ﷺ نے فرمایا: میں تمہارا پیشرو ہوں۔ میں گواہی دوں گا اور بیشک حوض کوثر پر میری تم سے ملاقات ہو گی اور میں یہاں بیٹھے ہوئے حوض کوثر کو دیکھ رہا ہوں۔ مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرما دی گئی ہیں۔ مجھے قطعاً یہ اندیشہ نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرو گے۔ البتہ مجھے خدشہ ہے کہ تم دولت اکٹھی کرنے کے لئے ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کرو گے اور جس طرح پہلے لوگ ہلاک ہوئے (جہنم کے حق دار ہو کر مرے) تھے تم بھی ہلاک (جہنمی ہو کر مر دو گے) ہو گے۔''

ابوسفیان کا وسوسہ

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ دوران طواف حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ پر حملہ کرنے کی کوشش کی گئی' کفار ومشرکین کے لئے یہ صورتحال چنداں قابل قبول نہیں تھی۔ خاموش رہنا ان کی مجبوری تھی ورنہ وہ مسلمانوں

Marfat.com

کی راہ میں دیواریں چننے کا کارِرائیگاں ضرور سرانجام دیتے۔ نفرت کی چنگاریاں ابھی تک ان کے سینے میں سلگ رہی تھیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کعبے کی چھت پر دیکھ کر تو وہ اپنی نفرت کا اظہار بھی کرنے لگے تھے۔

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے واسطہ سے یہ روایت کیا ہے کہ:

فتح مکہ کے ایام میں ایک روز تک حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ جو اسلام کے دائرہ رحمت میں آچکے تھے نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جلو میں حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے طواف کرنے کا منظر دیکھا تو ان کے دل میں بھی وسوسہ پیدا ہوا اور حسد کے جذبات عود کر آئے۔ یہ خیال گزرا کہ میرے پاس لشکر ہوتا تو دوبارہ اس شخص کے ساتھ جنگ کرتا۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، ہادیٔ انس وجاں، رہبر کائنات، رسول بحر و بر، اصل الموجودات، حاصل کائنات، شفیع المذنبین، سیّد المرسلین، حبیب ربّ للعالمین، رحمت للعالمین، حضور پُرنور نبی کریم، رؤف ورحیم، مخبر صادق، عالم خفا وغیوب صلی اللہ علیہ وسلم اسی اثناء میں حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے۔

اس وقت حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔

حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست شفقت ان کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا اور فرمایا۔

اذا یخز یك اللّٰه ''پھر اللہ تجھے ذلیل کرتا۔''

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے سر اٹھایا تو انہوں نے دیکھا کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم قیام فرما ہیں، ابوسفیان نے کہا۔

مایقنت انك نبی حتی الساعته مجھے یقین نہیں تھا کہ آپ قیامت تک کے لئے نبی ہیں۔

حضرت ابوسفیان یہ ارشاد گرامی ''پھر اللہ تجھے ذلیل کرتا'' سن کر ششدر رہ گیا اور عرض کرنے لگا۔

''یارسول اللہ! توبہ کرتا ہوں اور وہ بکواس جو میں نے اپنے دل ہی دل میں کیا ہے اس سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔ یہ بات تو میں نے صرف اپنے دل میں کہی تھی اگر ایسی باتوں پر بھی آپ آگاہ ہو جاتے ہیں تو اب مجھے یقین ہوگیا ہے کہ آپ بلاشبہ اللہ تبارک تعالیٰ کے قیامت تک کے لئے سچے نبی ہیں۔''

اس رات حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے کہا کہ آج جو کچھ ہوا کیا تو اسے اللہ تبارک تعالیٰ کی طرف سے سمجھتی ہے، اس نے کہا ہاں یہ واقعہ من جانب اللہ ہے۔ صبح حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو ان کی اس گفتگو کے بارے میں بتایا کہ

قلت لھند اترین ھذا من اللّٰه تو نے ہند سے یہ کہا تھا کہ کیا یہ سب کچھ اللہ کی طرف

Marfat.com

سے ہے۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی 103:5)

تو انہوں نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں کیونکہ اس گفتگو کو میرے اور میری بیوی ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 370۔ دلائل النبوۃ بیہقی جلد 5 صفحہ 102، 103)

انصار کے اندیشے

جب مکہ فتح ہو گیا، اسلام کی عظمت کا پرچم اس کی نورانی فضاؤں میں لہرانے لگا۔ حضور پُر نور نبی کریم رؤف ورحیم رحمت للعالمین سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خون کے پیاسے دشمنوں کے لئے عفو عام کا اعلان فرما کر ان کے دلوں کو بھی فتح کر لیا۔ فتح مبین کے ان مسرت بخش اور فرحت آگیں لمحوں میں انصار کو ایک اندیشہ نے بے قرار کر دیا۔ وہ جانتے تھے کہ مکہ مکرمہ میں اللہ تبارک تعالیٰ کا مقدس گھر ہے۔ اس کے باعث اس خطہ کو بڑی عظمتیں اور عزتیں نصیب ہیں۔ یہی شہر پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضورِ انور رحمتِ دو عالم، سرکار کائنات، حبیب ربّ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے ولادت بھی ہے۔

اور پیغمبر اوّل و آخر و اعظم سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلہ نے عداوت و عناد کی سابقہ روش ترک کر کے اطاعت و غلامی کا طوق اپنے گلو کی زینت بنا لیا ہے۔ ان لمحات میں انصار کو یہ خیال بار بار ستانے لگا کہ کہیں ان کا محبوب رسول ان کی جان و زندگی انہیں چھوڑ کر اپنے پرانے وطن میں اقامت پذیر نہ ہو جائے۔ اپنے محبوب سے جدائی کا صدمہ ان سے برداشت نہ ہو سکے گا۔ پھر یہ درد فراق کے مارے قلب حزیں کی تسکین کے لئے کہاں جائیں گے؟ اپنے حبیب کریم ہادیٔ و غمگسار رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کا تصور کر کے وہ لرز جایا کرتے۔ اور ان کا ہادیٔ و مرشد بھی ان کی بے چینیوں سے بے خبر نہ تھا۔

جب پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم حبیب ربّ کائنات رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کی تکمیل فرما چکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کے لئے صفا پہاڑی پر بھی تشریف لے گئے۔ حسب معمول صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ ساتھ تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفا پہاڑی پر تشریف لے گئے اور دعا فرمانے لگے۔

اس دوران کچھ انصاری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی صفا پہاڑی کے قریب یا اس کے دامن میں باادب کھڑے تھے۔ اور یہ تو سب کو معلوم ہے کہ مکہ ہی آپ حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا شہر تھا، جائے پیدائش تھی، وطن تھا اور اب پورا مکہ دین متین کے دامن رحمت میں آ چکا تھا چند دنوں میں ہی سب نے دین اسلام اختیار کر لیا تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اب یہاں رہ جانے میں، آ جانے میں اب کوئی دشواری و رکاوٹ نہ تھی۔

ان حالات و خیالات کے پیش نظر چند انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک دوسرے سے سرگوشی کی کہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور انور نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم اب یہیں قیام فرمائیں گے۔

اللہ تبارک تعالیٰ، خالق و مالک کائنات ربّ العزت نے اپنے محبوب رسول پر اسی وقت وحی نازل فرمائی

Marfat.com

اور آپ ﷺ کو اس بات کی خبر دی گئی جو انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہی تھی۔ جب وحی کے آثار ختم ہوئے تو حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم مخبر صادق عالم خفا وغیوب ﷺ نے فرمایا۔

''اے گروہ انصار کیا تم نے ابھی یہ کہا ہے کہ اس وقت نبی کریم کو اپنی بستی سے دلچسپی اور اپنے خاندان کی محبت کا احساس ہو رہا ہے۔''

انہوں نے کہا کچھ نہیں یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے اصرار فرمایا تو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ' ہم نے یہ بات کہی ہے۔

آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا

''خدا کی پناہ' میں نے اللہ کی طرف اور تمہاری طرف ہجرت کی ہے اس لئے اب زندگی اور موت تمہارے ساتھ ہے۔''

ایک روایت میں اسے یوں بیان کیا گیا ہے کہ دعا کے بعد حضور پُرنور مخبر صادق عالم خفا وغیوب ﷺ اپنے انصار کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے دریافت کیا کہ تم آپس میں کیا گفتگو کر رہے تھے؟ انصار نے بات کو ٹالنا چاہا لیکن حضور ﷺ نے بار بار اصرار فرمایا تو انہوں نے اپنے قلب حزیں کی داستان درد پیش کرنے کی جسارت کر لی۔

دلنواز' محرم راز آقا ﷺ نے ان کے دلوں کو پریشان کرنے والے وسوسوں کو ہمیشہ کے لئے یہ فرما کر ختم کر دیا' کہ میں اس خیال سے اللہ تبارک تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں تمہیں چھوڑ کر یہاں آباد ہو جاؤں۔ میری زندگی اور میری موت تمہارے ساتھ ہوگی۔'' اس قسم کے تمام وسوسوں کو اپنے دل سے نکال دو۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے تمہارے ساتھ میری مدد فرمائی ہے جبکہ مکہ والوں نے مجھے چھوڑ دیا تھا۔ یہ فتح مبین تمہاری مخلصانہ اور جانگسل مساعی ومحنت کا نتیجہ ہے۔ میں تمہیں چھوڑ کر چلے آنے کا تصور تک بھی نہیں کر سکتا۔

یہ سن کر وہ انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے ''خدا کی قسم! جو کچھ ہم نے کہا تھا وہ اللہ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کے لئے اپنے بخل کی وجہ سے کہا تھا۔'' یعنی ہم اس تصور کو بھی برداشت نہیں کر پا رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے شہر مدینہ منورہ کے سوا کہیں اور رہیں۔

اس پر پیغمبر اوّل وآخر واعظم' حضور انور' نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا:

''اللہ اور اس کا رسول تمہارے عذر کو قبول کرتے ہیں اور تمہارے جذبہ کی تصدیق کرتے ہیں۔''

(السیرۃ النبویہ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 416)

سہیل بن عمرو کا قبول اسلام

اس کا بیٹا حضرت عبداللہ بن سہیل رضی اللہ عنہ پہلے ہی مسلمان ہو چکا تھا فتح مکہ کے روز سہیل چھپ گیا تھا تا کہ

Marfat.com

کوئی مسلمان اس کو قتل نہ کرے۔ اس کا بیٹا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں آیا تا کہ اپنے باپ کے لئے حضور ﷺ سے امان طلب کرے۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم، رحمت للعالمین، سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا، اللہ کی امان سے وہ امن میں ہے۔ بیشک اسے کہو کہ چھپنے کی کوئی ضرورت نہیں، سامنے آ ؤ۔ پھر سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا، تم میں سے جس کی ملاقات سہیل بن عمرو سے ہو وہ تیز نظروں سے اس کی طرف مت دیکھے۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم! سہیل بڑا دانشمند اور شریف النفس ہے اور سہیل جیسا آدمی زیادہ دیر تک اسلام کا انکار نہیں کرسکتا۔

اس کا بیٹا حضرت عبداللہ بن سہیل رضی اللہ عنہ سہیل کے پاس گیا اور حضور پُرنور سرکارِ دو عالم ﷺ کے ارشاد سے اس کو آگاہ کیا۔ سہیل کہنے لگا۔ کان واللہ برا صغیر برا کبیر ابحدا حضور (ﷺ) جب چھوٹے تھے تب بھی احسان و کرم فرمایا کرتے تھے اور جب بڑے ہوئے تب بھی احسان و کرم ان کا شیوہ ہے۔ سہیل بن عمرو پھر غزوۂ حنین مین شریک ہوا حالانکہ ابھی اس نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔

جب پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور سرکارِ دو عالم ﷺ جعرانہ کے مقام پر تشریف فرما ہوئے تو اللہ تبارک تعالیٰ نے نور اسلام سے اس کے سینے کو منور فرما دیا۔ پھر ان کا شمار ان بزرگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا تھا جنہوں نے بڑے مشکل حالات میں اسلام کے پرچم کو سرنگوں نہیں ہونے دیا اور اپنی خطابت و تبلیغ سے لوگوں کے دلوں میں نور اسلام کو روشن رکھا۔

مکہ مکرمہ میں جب حضورِ انور رحمت دو عالم ﷺ کے انتقال پر ملال کی المناک اطلاع پہنچی تو کئی لوگوں کے قدم ڈگمگانے لگے۔ حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اس وقت ایک ایسا ایمان افروز خطبہ دیا جس سے اہل مکہ کو اسلام پر استقامت نصیب ہوئی۔ آپ یرموک کی جنگ میں شریک ہوئے۔ اپنی بہادری کے جوہر دکھائے حتیٰ کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ کو خلعت شہادت سے مشرف فرمایا۔ (السیرۃ النبویہ، احمد بن زینی دحلان جلد 2 صفحہ 288)

شیبہ بن عثمان کا قبول اسلام

شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ اپنے اسلام لانے کا واقعہ بڑے مزے لے لے کر خود بیان کرتے تھے۔ آپ بھی ان کے الفاظ میں یہ واقعہ سماعت فرمائیں:

مشرکین مکہ فتح مکہ کے بعد ایمان لے آئے مگر میں اپنے کفر و شرک پر اڑا رہا۔ حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ جب بنو ہوازن کی سرکوبی کے لئے مکہ سے روانہ ہوئے تو میں بھی ساتھ ہولیا۔ میری نیت یہ تھی کہ شاید اس سفر میں مجھے کوئی ایسا موقع مل جائے کہ میں حضور ﷺ پر حملہ کرکے آپ کی شمع حیات کو گل کردوں۔ مسلمانوں نے میدان اُحد میں میرے باپ، چچا اور چچازاد بھائیوں کا قتل عام کیا تھا۔ شاید اس طرح میں اپنے

Marfat.com

عزیز مقتولوں کا انتقام لینے میں کامیاب ہو جاؤں۔

(قارئین کرام! یاد رہے کہ اس شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ کا تعلق ''مشرکین مکہ کے علمبردار'' اس خاندان سے ہے جنہوں نے غزوہ اُحد کے دن میدان اُحد میں مشرکین کا علم' جھنڈا بلند کیا ہوا تھا۔ اس خاندان کے افراد مسلمانوں کے ہاتھوں یکے بعد دیگرے قتل ہوتے رہے اور وہ برابر جھنڈا بلند کرتے رہے حتیٰ کہ اس خاندان کا کوئی جوان میدان اُحد میں جھنڈا اٹھانے کے لئے باقی نہیں بچا۔)

میں نے اپنے دل میں یہ طے کر رکھا تھا کہ اگر عرب اور عجم کا ہر شخص اسلام قبول کر لے' میں کسی بھی قیمت پر حضور ﷺ کی اطاعت قبول نہیں کروں گا۔ اسلام ترقی کر رہا تھا۔ لوگ دھڑا دھڑ حلقہ بگوشِ اسلام ہو رہے تھے لیکن کفر پر ڈٹے رہنے کے میرے عزم میں مزید پختگی پیدا ہوتی جا رہی تھی۔

جب حنین کی جنگ میں گھمسان کا رن پڑا اور دونوں فریق آپس میں گتھم گتھا ہوئے اور حضور پُرنور نبی کریم ﷺ بھی اپنے خچر سے نیچے اتر آئے تو میں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور میں نے اپنی تلوار بے نیام کر لی میں حضور ﷺ کے نزدیک ہونے کے لئے آگے بڑھا۔ میں وار کرنے ہی والا تھا کہ آگ کا ایک شعلہ بجلی کی تیزی سے میری طرف لپکا اور میری آنکھیں اس کی چمک سے خیرہ ہو گئیں (چندھیا گئیں) اور میں شدید خوف سے کانپنے لگا۔ اس کی تیز روشنی سے بچنے کے لئے میں نے اپنی آنکھوں پر اپنا ہاتھ رکھ لیا۔ اس وقت پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' رحمت مجسم شفیع المذنبین رحمت للعالمین ﷺ نے میری طرف متوجہ ہو کر تبسم فرمایا۔ حضور ﷺ میری نیت بد کو بھانپ لیا تھا اور میرا نام لے کر پکارا' یـاشیبة ادن منـی ''اے شیبہ! میرے نزدیک آ جاؤ'' جب میں قریب ہوا' حضور پُرنور رحمت دو عالم ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر رکھ دیا اور بارگاہِ الٰہی میں دعا کی:

اللّٰھـم اعذه من الشیطان الٰھی !اے اللہ! شیبہ کو شیطان کے شر سے بچا لے۔'' اس ایک نگاہ لطف و کرم نے میرے دل کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ شیبہ اپنے دل کی کیفیت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''اسی لمحہ حضور ﷺ مجھے اپنے کانوں اور آنکھوں سے بھی زیادہ محبوب ہو گئے اور میرے دل میں حضور ﷺ کے خلاف جو جذبات جوش مار رہے تھے اللہ تبارک تعالیٰ نے ان کا نام و نشان مٹا دیا۔''

پھر حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے حکم دیا: ادن فقاتل ''میرے قریب آ جا اور کفار سے برسرِ پیکار ہو جا۔ اس کے بعد میں اس جوش و خروش سے کفار پر حملہ آور ہوا کہ اگر میرا باپ زندہ ہوتا اور وہ میرے سامنے آ جاتا تو میں اس کا سر بھی قلم کر کے رکھ دیتا۔ جب تک یہ جنگ جاری رہی میں دشمنان اسلام سے برسرِ پیکار رہا۔

جنگ کے بعد میں خدمت اقدس میں زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور نبی

Marfat.com

کریم رؤف ورحیم رحمت للعالمین ﷺ اپنے خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ مجھے دیکھا تو فرمایا:

''اے شیبہ! اللہ تبارک تعالیٰ نے تیرے بارے میں جو ارادہ فرمایا وہ اس ارادہ سے کہیں بہتر تھا جو تو نے اپنے بارے میں کیا۔ اس وقت حضور پُرنور مخبر صادق عالم خفا و غیوب ﷺ نے میرے دل میں چھپے ہوئے جذبات پر مجھے آگاہ کیا حالانکہ میں نے کسی شخص کو بھی ان پر مطلع نہیں کیا تھا۔ یہ سن کر میں بیساختہ کہہ اٹھا' بیشک میں گواہی دیتا ہوں اللہ تبارک تعالیٰ کے بغیر کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔'' (السیرۃ النبویہ احمد بن زینی دحلان جلد 2 صفحہ 295,294)

عبداللہ بن زبعری کا قبول اسلام

عبداللہ بن زبعری فتح مکہ کے بعد بھاگ کر نجران چلا گیا۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ شاعر بارگاہِ رسالت مآب نے اس کی طرف چند اشعار لکھ کر بھیجے جن میں اس کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی تھی۔ ان اشعار کو پڑھتے ہی وہ دین متین کی طرف راغب ہوا اور نجران سے مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب وہ مدینہ منورہ پہنچا تو حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ محفل میں تشریف فرما تھے۔ اسے یوں لگا جیسے نورانی ستاروں کے جھرمٹ میں چودھویں کا چاند ضیا پاشی کر رہا ہے۔ وہ تو پہلے ہی دین اسلام اور بانی دین اسلام ﷺ کا گرویدہ ہو چکا تھا اس حسین منظر سے وہ اور بے تاب ہو گیا اور محفل کے قریب چلا گیا۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف ورحیم' موقلب القلوب ﷺ نے نگاہ اٹھا کر جب اس کی طرف دیکھا تو فرمایا' یہ ہے ابن الزبعری۔ اس کے چہرہ پر آج اسلام کا نور چمک رہا ہے۔ سرکار کی اس دل موہ لینے والی گفتگو کو سن کر اسے یارائے تکلم ہوا۔ عرض کی: ''السلام علیك یارسول اللّٰہ اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وانك عبدہٗ ورسولہٗ '' السلام علیکم یا رسول اللہ ﷺ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں اور آپ (محمد) اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ پھر مزید کہا سب تعریفیں اللہ تبارک تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھے آج اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ آج تک میں حضور ﷺ سے عداوت کرتا رہا' آپ کے خلاف لشکر کشی کرتا رہا' گھوڑوں' اونٹوں پر سوار ہو کر آپ ﷺ پر حملہ آور ہوتا رہا' اگر کبھی کوئی سواری میسر نہ آئی تو پیدل چل کر بھی آپ ﷺ کے خلاف معرکہ آرائی سے باز نہ آیا۔

جب آپ ﷺ نے مکہ پر علم اسلام لہرا دیا تو میں وہاں سے بھاگ کر نجران چلا گیا' میں نے دل میں یہ طے کیا ہوا تھا کہ میں کسی قیمت پر اسلام قبول نہیں کروں گا' لیکن میرے ربّ کریم نے مجھ پر رحم فرماتے ہوئے میرے دل میں اسلام کی اور حضور ﷺ کی محبت کی شمع روشن کر دی۔ پھر جب اس گمراہی کے بارے میں غور کرتا ہوں جس میں مبتلا تھا تو شرم و ندامت سے میری گردن جھک جاتی ہے۔

عبداللہ بن زبعری کی یہ باتیں سن کر پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم رحمت للعالمین

Marfat.com

ﷺ نے فرمایا۔

''سب تعریفیں اللہ کے لئے جس نے تجھے اسلام قبول کرنے کی توفیق بخشی اور سن لو کہ جو اسلام قبول کرتا ہے تو اس کے پہلے سارے گناہ ملیا میٹ (مٹا دیئے جاتے ہیں' ختم کر دیئے جاتے ہیں) کر دیئے جاتے ہیں۔'' (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 355)

سریہ انہدام عزیٰ

اس سریہ کا زمانہ وقوع 25 رمضان سن 8 ہجری کا ہے۔ اس سریہ یا مہم انہدام عزیٰ کے سربراہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے اور پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے آپ کی قیادت میں تیس (30) مجاہدین کا ایک دستہ دیا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ وہ مقام نخلہ جائے اور وہاں عزیٰ بت کو نیست و نابود کر دے۔

مکہ کی فتح تحریک اسلامی کا ایک فیصلہ کن موڑ ثابت ہوئی۔ عفو و درگزر کی ایسی مثالیں پیش کی گئیں جس کا جواب تاریخ انسانی کے پاس نہیں۔ خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کیا گیا۔ بت شکنی کی روایات قائم کی گئیں۔ منات کا انہدام پہلے ہی عمل میں آ چکا تھا۔ مکہ مکرمہ سے سولہ (16) کلومیٹر کے فاصلے پر نخلہ ایک باغ تھا جو بستان عام کے نام سے مشہور تھا۔ عزیٰ نخلہ میں ایک درخت کا نام تھا جس کے نیچے ایک بت رکھا ہوا تھا جسے لات و منات کے بعد تراشا گیا تھا۔ اس درخت کی مناسبت سے اس کا نام عزیٰ پڑ گیا۔ یہ بنی شیبان کا بت تھا۔ یعنی بنو شیبان اس کے مجاور تھے۔ مشرکوں کا یہ تیسرا اہم بت تھا۔ قریش' بنی کنانہ اور بنی مضر اس بت کی بڑی عزت کرتے تھے۔ اس کے نام کے چڑھاوے چڑھاتے' مرادیں مانگتے۔

بت نخلہ کے مقام پر ایک مکان میں تھا جس پر تین کھجور کے درخت بھی اگے ہوئے تھے۔ قریش' بنو کنانہ اور مضر کے قبائل اس کی پوجا کیا کرتے تھے اور اس کے استھان کا متولی بنی سلیم قبیلہ کا ایک خاندان بنو شیبان تھا۔ جب عزیٰ کے پہرہ داروں کو اطلاع ملی کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنے مجاہدوں سمیت عزیٰ کو نیست و نابود کرنے کے لئے بڑھتے چلے آ رہے ہیں تو اس نے اپنی تلوار عزیٰ کی گردن میں آویزاں کر دی۔ پھر وہاں سے تیزی سے بھاگا تاکہ پہاڑ کی کسی غار میں پناہ لے سکے۔ وہ بھاگتا جا رہا تھا اور یہ اشعار گنگناتا جا رہا تھا۔

''اے عزیٰ! اس تلوار سے خالد پر ایسا بھرپور وار کر جو خطا نہ ہو۔ آج اپنے چہرہ سے نقاب الٹ دے اور اپنی آستین چڑھا دے۔''

''اے عزیٰ! اگر تم اس شخص خالد کو اس دفعہ قتل نہیں کرو گی تو سارے گناہ کا بوجھ تمہاری گردن پر ہو گا۔''

وہ کچھ دور جا کر پھر دست بستہ کھڑا ہو گیا اور التجا کرنے لگا کہ اے عزیٰ آج اپنی قوت کا مظاہرہ کر اور خالد کو اپنے قریب نہ پھٹکنے دے۔

Marfat.com

لیکن حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے ہمراہیوں کی مدد سے عزیٰ کو منہدم کر دیا۔ نہ کوئی طوفان اٹھا اور نہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر کوئی عتاب نازل ہوا نہ اسے گزند پہنچی۔ عزیٰ اپنے ہی قدموں پر خاک کے ڈھیر میں تبدیل ہو گیا اور اس کے ساتھ وابستہ جھوٹی عقیدتیں بھی اس کے ملبے تلے دفن ہو گئیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عزیٰ کے انہدام کی اطلاع مکہ پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش گزار کی تو حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہاں تم نے کیا دیکھا؟ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی خاص چیز دیکھنے کو نہیں ملی۔

اس پر حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو فرمایا' تم نے کچھ نہیں کیا۔ پھر لوٹ کر وہاں جاؤ اور مقصد کی تکمیل کرو۔ جب آپ وہاں پہنچے تو اس کوٹھے سے ایک سیاہ فام عورت جس نے اپنے لمبے لمبے بال بکھیرے ہوئے تھے نکلی' وہ واویلا کر رہی تھی' حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس پر اپنی تلوار بلند کی اور یہ شعر کہتے ہوئے اس پر تلوار کا وار کیا اور اس کا کام تمام کر دیا۔

> ''اے عزیٰ! میں تیرا انکار کرتا ہوں اور تیری پاکی بیان نہیں کرتا۔ میں نے دیکھ لیا ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے تمہیں ذلیل و رسوا کر دیا ہے۔''

پھر آپ نے اس مکان اور استھان کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیا اور اس میں جو قیمتی اموال تھے وہ لے لئے اور بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو کر سارا ماجرا بیان کیا۔ فرمایا: تلك العزى و لا تعبد اهدا ''یہی عزیٰ تھی اب کبھی بھی تمہارے ملک (جزیرۃ العرب) میں اس کی پرستش نہیں کی جائے گی۔''

یوم فتح مکہ سے خانہ کعبہ کی فضاؤں میں اذان بلالی گونج رہی تھی۔ فضائیں تکبیر کے نعروں سے معمور تھیں اور جبینیں بارگاہِ خداوندی میں سجدہ ریز تھیں۔ اللہ اکبر' اللہ سب سے بڑا ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ (طبقات ابن سعد' جلد 2 صفحہ 145۔ البدایہ والنہایہ' جلد 4 صفحہ 316۔ السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد 3 صفحہ 597)

سریہ انہدام سواع

یہ سریہ ماہ رمضان سن 8 ہجری فتح مکہ کے چند دن بعد وقوع پذیر ہوا۔

اس سریہ یا مہم انہدام سواع کے سربراہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ تھے اور ان کے دستہ میں کتنے مجاہدین شامل تھے وہ تعداد نامعلوم ہے۔

پیغمبر اوّل و آخر واعظم' حضور پُرنور نبی کریم' رؤف و رحیم' ہادیٔ انس و جاں' رہبر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے چند دن بعد حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو مجاہدین کی ایک جماعت دے کر سواع بت کی طرف روانہ فرمایا تاکہ وہ اس بت کو توڑ دیں اور اس کی جگہ' استھان کو مکمل تباہ کر دیں۔

یہ بنی ہذیل کا بت تھا اور یہ مکہ سے اندازاً پانچ کلومیٹر دور مقام رہاط میں نصب تھا۔ بنی ہذیل اس کی پوجا

Marfat.com

پاٹ کرتے تھے چڑھاوے چڑھاتے اور منتیں مانتے تھے اور اس کا مجاور بھی اسی قبیلے سے تھا۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضورِ انور' نبی کریم' رؤف و رحیم' سرورِ کائنات' سرکارِ دو عالم ﷺ نے سواع بت کو ریزہ ریزہ کرنے کے لئے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں اس سواع نامی بت کے پاس پہنچا تو اس وقت اس کے پاس ایک مجاور (خادم) بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے مجھ سے پوچھا تمہارا کیا ارادہ ہے؟ میں نے کہا مجھے اللہ کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہے کہ میں اس بت کو گرا کر پیوند خاک کر دوں۔

اس نے کہا تم ایسا نہیں کر سکتے۔ میں نے پوچھا کیوں؟ اس نے کہا کہ یہ بت اپنا دفاع خود کرے گا۔ میں نے اسے جھڑکتے ہوئے کہا نادان! ابھی تک تم باطل پر اڑے ہوئے ہو۔ تیرا خانہ خراب کیا یہ کچھ سنتا اور دیکھتا ہے؟

پھر میں اس بت کے اور زیادہ قریب ہوا۔ میں نے اس پر وار کر کے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور اپنے مجاہد ساتھیوں کو حکم دیا کہ اس کے معبد و استھان کو گرا دیں اور جہاں یہ اپنے قیمتی اموال رکھتے ہیں وہ نکال لیں۔ لیکن وہ معبد بالکل خالی تھا۔ وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ میں نے سواع کے مجاور (خادم) سے کہا' اب تم نے دیکھ لیا ہے کہ تمہارے اس جھوٹے خدا کا کیا انجام ہوا؟ اور وہ فوراً بولا

''میں کائنات کے حاکم اعلیٰ' خالق و مالک' ربّ للعالمین پر ایمان لے آیا ہوں اور میں مسلمان ہوتا ہوں۔ اور خدائے بزرگ و برتر کے حضور جبین نیاز جھکاتا ہوں۔''

(تاریخ طبریٰ جلد 3 صفحہ 123' تلقیح صفحہ 72 عیون الاثر جلد 2 صفحہ 184)

سریہ انہدام منات

یہ سریہ' سریہ انہدام منات ماہ رمضان سن 8 ہجری میں فتح مکہ کے چند دن بعد وقوع پذیر ہوا۔

منات ایک بہت بڑا بت تھا جو قدید کے پاس مشلل کے مقام پر نصب تھا اور مکہ سے اندازاً ڈیڑھ سو (150) کلومیٹر دور مدینہ جانے والی شاہراہ پر تھا۔ یہ بت مدینہ کے (یثرب کے) مشہور قبیلوں اوس اور خزرج کا تھا۔ اس کے متعلق علامہ زرقانی لکھتے ہیں کہ یہ اوس و خزرج اور ان کے دین پر چلنے والوں کا بت تھا۔ ابن سعد نے اس بت کے پوجنے والوں میں غسانیوں کا اضافہ بھی کیا ہے۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضورِ انور' نبی کریم' رؤف و رحیم' ہادیٔ انس و جاں' رحمت للعالمین ﷺ نے حضرت سعد بن زید اشہلی رضی اللہ عنہ کو بیس (20) مجاہدین کا ایک دستہ دے کر منات بت کی طرف روانہ فرمایا کہ وہ اس بت کو اس کے معبد و استھان کو نیست و نابود کر دیں۔

اس بت کے پاس بھی اس کا ایک خادم (مجاور) موجود تھا۔ اس نے حضرت سعد بن زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا

Marfat.com

آپ کیسے آئے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں تمہارے اس جھوٹے خدا کو گرانے کے لئے آیا ہوں۔ اس نے کہا تم جانو اور وہ جانے، میں کوئی مداخلت نہیں کروں گا۔ چنانچہ وہ ایک طرف ہو گیا۔ حضرت سعد بن زید رضی اللہ عنہ چل کر مناۃ کی طرف گئے۔ وہاں سے ایک عریاں عورت نکلی جو سیاہ فام تھی۔ اس کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے وہ واویلا کر رہی تھی اور سینہ کوبی کر رہی تھی۔

اس کے مجاور (خادم) نے کہا' اے مناۃ! یہ ہیں تیرے نافرمان جو تیرے مقابلے میں آیا ہے۔ حضرت سعد بن زید رضی اللہ عنہ نے اس عورت پر وار کیا اور اس کو قتل کر دیا۔ پھر اپنے مجاہدین کے ساتھ اس بت کے پاس آئے اور اس کو گرا کر پیوند خاک کر دیا۔ اس کے مخزن سے بھی کوئی قیمتی چیز دستیاب نہیں ہوئی۔ فرمان رسالت کی تعمیل کرنے کے بعد حضرت سعد بن زید رضی اللہ عنہ واپس آئے۔ اس دن رمضان المبارک کی چوبیس تاریخ تھی۔

(عیوان الاثر جلد 2 صفحہ 185,184' تاریخ طبری جلد 3 صفحہ 123 تلقیح صفحہ 72)

سریہ بنی جذیمہ

اس سریہ کا دوسرا نام "سریہ خالد بن ولید بسوئے جذیمہ" ہے کیونکہ یہ سریہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں بنو جذیمہ کے پاس دین متین کی تبلیغ کے لئے گیا تھا۔

اس سریہ کا زمانہ وقوع فتح مکہ کے اندازاً دو ہفتوں بعد شروع ماہ شوال سن 8 ہجری کا ہے اور اس سریہ کو روانہ فرماتے وقت حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے بعد مکہ میں ہی تشریف فرما تھے۔

یہ بنی جذیمہ کا علاقہ جہاں یہ سریہ بھیجا گیا مکہ سے جنوب کی جانب میں یلملم کی طرف ایک دن کی مسافت کے فاصلہ پر تھا یعنی کہ مکہ معظمہ سے جنوب کی سمت میں اندازاً پینتالیس (45) کلومیٹر دور تھا۔

حضور پُر نور' نبی کریم' رؤف و رحیم' پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' ہادیٔ انس و جاں' رہبر کائنات' رسول بحر و بر' حبیب ربّ للعالمین' رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو قبیلہ بنی جذیمہ کے اسلام کے متعلق کوئی خبر نہ تھی۔ دین متین کی اشاعت و تبلیغ کا کام تو روز اول سے جاری تھا اور اعلان نبوت کے بعد دعوت' اشاعت و تبلیغ کسی مرحلہ پر بھی برے حالات (آشوب عہد) کی نذر نہیں ہوا۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم اور رفقاء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسلامی اقدار کے فروغ اور ان کی ترویج کے لئے مسلسل مصروف جہاد رہے۔

بت عزیٰ کو نیست و نابود کر کے جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ واپس آئے تو انہیں حضور پُر نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ شوال سن 8 ہجری میں بنی جذیمہ کے پاس روانہ فرمایا اس سریہ کو برائے تبلیغ دین متین بھیجا گیا اور اس کا مقصد بنی جذیمہ پر حملہ کرنا نہ تھا اور نہ ہی ان سے جنگ کرنا تھا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مہاجرین وانصار اور بنی سُلیم کے ساڑھے تین سو (350) مجاہدین لے کر روانہ ہوئے اور بنو جذیمہ کے پاس پہنچ کر دعوت اسلام دی۔

Marfat.com

قارئین کرام! اس سریہ کو بعض مورخین وسیرت نگاروں نے ابہام کے ساتھ بیان کیا ہے اوران وجوہات کا ذکر نہیں کیا ہے جن کی وجہ سے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی جس کے سبب قاری کوتشنہ لبی رہتی ہے اور مختلف قسم کے شکوک وشبہات سر اٹھاتے ہیں۔ اور مستشرقین اور امت مسلمہ کے بدخواہ اس سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہیں اور بہانے بہانے سے امت مسلمہ کا شیرازہ بکھیرنے اوراس کو دین اسلام اور بانیانِ دین سے عقیدت ومحبت کم کرنے، بدظن کرنے کی ناپاک جسارت کرتے ہیں۔

اس سریہ کے ابتدا میں قبیلہ جذیمہ کے جو افراد قید کر لئے گئے تھے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سربراہ سریہ نے دوسری صبح ان کے قتل کا حکم دے دیا تھا۔ ان میں سے چند قیدی جو بنی سُلیم کے پاس تھے انہیں قتل بھی کر دیا گیا جو کہ صریحاً غلط فہمی کی بنا پر ہوا۔

اس غلط فہمی کو واضح کرنے کے لئے اوراس سریہ سے ابہام کو ختم کرنے کے لئے میں (اس کتاب کے مصنف) نے اسے قدرے تفصیل سے لکھا ہے۔ اس میں بنی جذیمہ اور اہل سریہ، دونوں فریق کو غلط فہمی ہوئی۔ قبیلہ جذیمہ والوں کو زیادہ غلط فہمی اپنی ماضی کی کارگزاریوں کے سبب ہوئی اور اس سبب بھی ہوئی کہ وہ اب بھی مسلمانوں کو انسانیت اور حق سے دور سمجھتے تھے۔ انہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صحبت نصیب نہیں ہوئی تھی اس لئے وہ ان کی صفات حمیدہ حق پرستی اور حسن اخلاق سے نابلند تھے، ناآشنا تھے۔

پھر وہ سریہ کے سربراہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو واضح طور پر نہ بتا سکے کہ وہ مسلمان ہو چکے ہیں یا مسلمان ہیں۔ انہوں نے جو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بتایا یا کہا وہ الفاظ تھے صَبَانَا صَبَانَا یعنی کہ ہم نے اپنا دین چھوڑا ہم نے اپنا دین چھوڑا۔ انہوں نے یہ نہیں کہا (اسلمنا) ہم اسلام لائے۔

صَبَانَا صَبَانَا

بنی جذیمہ کے صبانا صبانا کہہ دینے کی وجہ سے غلط فہمی اس لئے پیدا ہوئی کہ اہل مکہ ہر اس آدمی کو جو آبائی مذہب چھوڑ کر دین اسلام اختیار کرتا تھا اسے ''صابی'' کہا کرتے تھے یعنی مذہب سے منحرف ہونے والے اور بے دین۔ بنی جذیمہ نے اہل مکہ کی اس اصطلاح کے مطابق صَبَانَا کہا تھا یعنی کہ ہم صابی ہو چکے ہیں ان کی مراد یہ تھی کہ ہم مسلمان ہو چکے ہیں مگر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے صَبَانَا کا یہ مفہوم سمجھا کہ ہم مذہب سے منحرف اور بے دین ہو چکے ہیں۔ یعنی ہمارا کسی بھی دین ومذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پھر یہ لوگ مسلح بھی تھے اس لئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان کو بے دینوں کا ایسا گروہ سمجھا جو اسلحہ لے کر اہل ایمان کے مقابلے میں آ کھڑا ہوا تھا۔

غلط فہمی اس وجہ سے بھی پیدا ہوئی کہ وہ پہلے سے ہتھیار بند تھے اور محفوظ جگہوں پر پہنچے ہوئے اوران کی ایک ٹولی کے سوا (جس نے ہتھیار ڈال دیئے تھے) باقی سب اس جگہ سے فرار ہو گئے اور چھپ گئے۔

Marfat.com

بنی جذیمہ والے کئی اہل سریہ کے پرانے دشمن تھے۔ بنی جذیمہ والوں نے زمانہ جاہلیت میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ایک چچا "فاکہہ" کو قتل کردیا تھا۔ اس کے بعد بنی جذیمہ نے زمانہ جاہلیت میں ہی مقتول فاکہہ کے ایک اور بھائی کو قتل کردیا تھا۔ اس کے علاوہ بنی جذیمہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے والد کو بھی قتل کیا تھا۔

اور بنی جذیمہ نے ایک موقع پر بنی سلیم کے ایک شخص مالک بن شرید اور اس کے دو بھائیوں کو بھی موت کے گھاٹ اتاردیا تھا۔ دراصل دور جاہلیت میں یہ بنی جذیمہ عرب کا سب سے زیادہ شریر اور برا قبیلہ تھا اس لئے اس قبیلے کا نام "لعقتہ الدم" یعنی خونخوار پڑ گیا تھا۔

اب بنی جذیمہ نے جب مسلمانوں کو دیکھا اور انہیں پتہ چلا کہ اس جماعت (دستہ) میں بنی سلیم کے لوگ بھی ہیں، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی ہیں اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ امیر جماعت ہیں، دستہ کے کمانڈر ہیں تو یہ لوگ ڈر گئے اور انہوں نے یہ سمجھا کہ یہ سب ہم سے اپنے مقتولوں کا انتقام لینے آئے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے فوراً ہی اپنے جنگی ہتھیار لگا لئے اور لڑائی کے لئے تیار ہو کر کھڑے ہو گئے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جب ان کے قریب پہنچے تو انہیں کہا کہ تم لوگ مسلمان ہو جاؤ۔ ان کی طرف سے کہا گیا کہ صَبَانَا صَبَانَا کہ ہم نے اپنا دین چھوڑا ہم نے اپنا دین چھوڑا انہوں نے یہ نہیں کہا کہ اَسْلَمْنَا کہ ہم اسلام لائے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب تم نے اپنا دین چھوڑ دیا ہے تو پھر تمہارے ہتھیار لگا کر سامنے آنے کا کیا مطلب ہے۔

انہوں نے کہا، دراصل ہمارے اور عربوں کے کچھ لوگوں کے درمیان دشمنی ہے۔ لہٰذا ہم یہ سمجھتے تھے کہ کہیں تم وہی لوگ تو نہیں ہو۔ لہٰذا ہم نے فوراً ہی ہتھیار لگا لئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد کہا کہ اگر تم نے اپنا دین چھوڑ دیا ہے تو پھر اپنے ہتھیار اتار دو اور پہاڑی پر سے نیچے اتر کر ہمارے پاس آجاؤ۔

ان لوگوں نے کہا، نہیں، خدا کی قسم ہتھیار اتار دینے کے بعد ہمارے قتل ہو جانے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہوگا کیونکہ ہمیں تمہاری اور تمہارے آدمیوں کی طرف سے خطرہ ہے اور ہم یہ خطرہ مول نہیں لے سکتے۔

اس پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا، اگر یہ بات ہے تو سن لو اگر تم نیچے اتر کر ہمارے پاس نہیں آتے تو تمہارے لئے کوئی پناہ نہیں ہے۔ ہم تو تمہیں مسلمان بنانے آئے ہیں، دین اسلام سکھانے آئے ہیں ہم تم سے لڑنے نہیں آئے لیکن اگر تم لوگ سرکشی کرو گے تو تمہیں جائے پناہ نہیں ملے گی۔

اس پر بنی جذیمہ کے لوگوں میں سے ایک گروہ نے ہتھیار رکھ دیئے جنہیں گرفتار کر لیا گیا اور باقی لوگ ادھر ادھر بھاگ گئے۔

Marfat.com

جو لوگ گرفتار کر لئے گئے تھے وہ لوگ بھی اپنے دین چھوڑنے دینے یا مسلمان ہو جانے کے بارے میں کوئی واضح جواب نہ دے سکے یا قبیلہ جذیمہ کے جن لوگوں' قیدیوں کی بات چیت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوئی وہ اپنے مسلمان ہو جانے کے بارے میں وضاحت نہ کر سکے' آپ کو مطمئن نہ کر سکے یا آپ کو تسلی نہ کرا سکے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان قیدیوں کو مہاجرین' انصار اور بنی سلیم میں بانٹ دیا۔

صبح ہوئی تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ جس کے پاس کوئی قیدی ہو وہ اسے قتل کر دے۔

مہاجرین و انصار نے اپنے اپنے قیدیوں سے اپنے اپنے طور پر ان کے کافر یا مسلمان ہونے کی تحقیق کی اور وہ ان سے بات چیت کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ بنی جذیمہ نے اپنا پرانا دین چھوڑ دیا ہے اور انہوں نے دین اسلام اختیار کر لیا ہے مگر کیونکہ وہ نو مسلم تھے انہیں ابھی تک دین اسلام کی مناسب تعلیم حاصل نہیں ہو سکی تھی' نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی انہیں صحبت نصیب ہو سکی تھی اس لئے ان کے عمل و ایمان میں وہ پختگی یا صحیح پن نہ تھا جو عام حالات میں ہونا چاہیے تھا۔ یعنی کہ مذکورہ بالا وجوہات کی بنا پر ابھی تک وہ صرف نام کے مسلمان تھے۔ وہ یہ تو کہہ سکتے تھے کہ ہم مسلمان ہیں' ہم نے مسجدوں کیلئے بھی جگہ بنائی ہوئی ہے' ہم اللہ اور محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لائے ہیں۔ لیکن اس سے آگے ان کا علم نہ تھا۔

بہر حال جب انہوں نے مہاجرین و انصار سے اتنا کہہ دیا تو وہ یقیناً ان کے لئے اور سب کے لئے مسلمان تھے اور اسی بنا پر جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے قیدیوں کو قتل کر دینے کا حکم دیا تو بنی سلیم نے اپنے قیدیوں کو قتل کر دیا مگر مہاجرین و انصار نے انہیں مسلمان مانتے ہوئے قتل نہیں کیا اور محفوظ رکھا اور انہوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس بارے میں سمجھایا بھی کہ یہ اہل جذیمہ چاہے نام کے مسلمان ہوں لیکن یہ مسلمان ہیں اور انہوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے اس معاملے میں اختلاف کیا اور اس کے حکم پر اپنے قیدیوں کو قتل نہیں کیا۔

اس کے بعد اس واقعہ کی اطلاع پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور پُر نور' نبی کریم' رؤف و رحیم' رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی کیونکہ اس سریہ کے لوگوں میں سے ایک شخص حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا اور اس نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کی تفصیلات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلائیں۔ یہ سن کر حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے پوچھا۔

کیا خالد کی اس حرکت پر صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا؟

اس نے عرض کیا' ہاں کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا تھا۔ ان میں سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف' حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت سالم (جو حضرت ابو حذیفہ کا غلام ہے) رضی اللہ عنہم نمایاں تھے۔

Marfat.com

پیغمبرِ اوّل و آخر واعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم، رحمت للعالمین ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کا سن کر قبلہ رو ہو کر فرمایا:

''اے اللہ! میں خالد کے فعل سے اپنے آپ کو بری الذمہ قرار دیتا ہوں۔'' (خالد نے جو کچھ کیا میں اس سے تیری طرف برأت اختیار کرتا ہوں)

آپ ﷺ نے یہ جملہ تین بار دہرایا۔

پھر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس قبیلہ کی طرف بھیجا۔ انہوں نے مقتولین کا خون بہا بھی اور املاک کے نقصان کا تاوان بھی ادا کیا حتیٰ کہ کتوں کے بچوں کا معاوضہ بھی دیا۔ اس کے باوجود قبیلے والوں سے پوچھا کہ کوئی مطالبہ تو باقی نہیں رہ گیا۔ انہوں نے یک زبان ہو کر کہا کہ اب ہمارا کوئی مطالبہ نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے پاس تھوڑی سی رقم ہے وہ بھی تم لے لوتا کہ اگر کوئی بھول چوک ہوئی ہو تو اس کی تلافی ہو سکے۔

اس معاملے میں حضرت خالد بن ولید اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کے درمیان کچھ سخت کلامی اور کشیدگی ہو گئی تھی۔ اس کی خبر رسول اللہ ﷺ کو ہوئی تو پیغمبرِ اوّل و آخر واعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم، رحمت للعالمین ﷺ نے فرمایا: خالد! ٹھہر جاؤ، میرے رفقاء کو کچھ کہنے سے باز رہو۔ خدا کی قسم اگر اُحد پہاڑ سونا ہو جائے اور وہ سارا کا سارا تم اللہ کی راہ میں خرچ کر دو تب بھی تم میرے رفقاء میں سے کسی ایک آدمی کی ایک صبح کی عبادت یا ایک شام کی عبادت کو نہیں پہنچ سکتے۔ (صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 622، صحیح مسلم جلد 2 صفحہ 130)

یہ بات قرین قیاس نہیں ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بنی جذیمہ کو صرف اس بنا پر قتل کرا دیا تھا کہ انہوں نے ان کے سوال پر ''صباء نا'' کہہ دیا تھا جس کے معنی ہیں کہ ہم نے اپنا پہلا دین چھوڑ دیا ہے۔ صاف طور پر یہ نہیں کہا کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں کیونکہ جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنی جماعت کے ساتھ ان لوگوں کے سامنے پہنچے تھے تو بنی جذیمہ انہیں دیکھ کر گھبرا گئے تھے کیونکہ یہ لوگ جاہلیت کے زمانے سے حضرت خالد اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما اور بنی سلیم کے مجرم تھے۔ ادھر خالد وہاں تبلیغ اسلام کے لئے گئے تھے جنگ کرنے نہیں پہنچے تھے۔ انہوں نے جذیمہ والوں کو تبلیغ کے طور پر مسلمان ہو جانے کے لئے کہا۔ بنی جذیمہ اپنے گزشتہ جرم اور مسلمانوں کی طاقت سے اتنے مرعوب اور بدحواس ہو گئے تھے کہ گھبراہٹ میں ان کے منہ سے بجائے یہ نکلنے کے کہ ہم مسلمان ہوئے ہیں یہ نکلا کہ ہم نے اپنا دین بدل دیا۔

البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا کہ ان لوگوں نے یہ بات اپنے بچاؤ اور اسلام سے اپنی بے تعلقی کی وجہ سے کہی ہے۔ اب جہاں تک رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی کا تعلق ہے تو وہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی جلد بازی اور ان کے متعلق اطمینان نہ حاصل کرنے کی وجہ سے تھی کہ انہوں نے بنی جذیمہ کی مراد سمجھنے سے پہلے ان کے متعلق فیصلہ کر لیا۔

Marfat.com

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے اس اقدام پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے ان کی تلخ کلامی بھی ہوئی لیکن وہ بدستور اپنا دفاع کرتے رہے۔ حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے اس اقدام سے برأت کا اظہار کیا۔ انہیں معزول کیا نہ کوئی اور ہی تادیبی کارروائی کی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کو اجتہادی غلطی پر محمول کیا گیا۔

مستشرقین نے ہمیشہ اسلام کو اسلام کے تصور جہاد کو غلط رنگ میں پیش کیا ہے۔ حتیٰ کہ جہاد کے ڈانڈے دہشت گردی سے ملانے سے بھی دریغ نہیں کیا گیا۔ امت مسلمہ کے بدخواہ' اسلام دشمن طاقتیں آج بھی اپنی ان مذموم کوششوں میں مصروف ہیں اور وہ علمی خیانت کے ایسے ایسے انداز و اسلوب اپناتے ہیں کہ اچھے بھلے تعلیم یافتہ اور محقق قسم کے لوگ بھی ان کے بہکاوے میں آجاتے ہیں اور پھر ان کے ہم خیال و ہم نوا بن کر اُمت مسلمہ کو کمزور کرتے ہیں۔

مذکورہ جیسے واقعہ و واقعات پر ان کی خاص نظر ہوتی ہے اور وہ امت مسلمہ میں انتشار پھیلانے کے لئے' اس کا شیرازہ بکھیرنے کے لئے' اس دین کو دنیاوی لحاظ سے کمزور کرنے کے لئے' ایسے واقعات میں ابہام سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اسی لئے میں نے اس قدر تفصیل سے لکھ دیا کہ ابہام نہ رہے اور قارئین کرام کی تشنہ لبی نہ رہے' اور وہ شکوک و شبہات میں نہ پڑیں اور نہ امت مسلمہ کے بدخواہوں کے بہکاوے میں آئیں۔

مذکورہ واقعہ میں اسلام ایک غالب قوت کی حیثیت رکھتا ہے۔ مقتولین کا وارث قبیلہ کسی قسم کا بدلہ لینے کی پوزیشن میں نہیں لیکن جب اس سانحہ کا علم تاجدارِ کائنات پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم رحمت للعالمین سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوتا ہے تو وہ اس امر کو ناجائز قرار دیتے ہیں کہ جو لوگ مقابلہ نہ کریں تو انہیں قتل کر دیا جائے لہٰذا خوف الٰہی کا یہ عالم ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم خود کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے اس اقدام سے بری الذمہ قرار دیتے ہیں اور عرب کے قانون کے مطابق مقتولین کا خون بہا ادا کرتے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قبیلے کی دلجوئی کے لئے روانہ فرماتے ہیں۔ زیر دستوں کے عقائد اور ان کے مذہب میں عدم مداخلت کا اس سے بڑا اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے۔ آج کی نام نہاد مہذب دنیا قانون کی بالا دستی کی اس جیسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

(البدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 314 - تاریخ طبری جلد 3 صفحہ 124,123)

امیر مکہ کا تقرر

فتح مکہ کے بعد حضورِ انور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اہم امور کو طے کرنے کے لئے پندرہ (15) سے انیس (19) روز تک وہاں قیام فرمایا۔ اس عرصہ میں شاید ہی کوئی مرد یا عورت باقی رہ گئے ہوں جنہوں نے

Marfat.com

حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم رحمت للعالمین ﷺ کے دست حق پر اسلام کی بیعت نہ کی ہو۔

مکہ معظمہ سے روانگی سے قبل، مکہ معظمہ کی امارت نظم و نسق کے لئے پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، ہادیٔ انس و جاں، رہبر کائنات، سیّد المرسلین، خاتم النبیین، حبیب ربّ للعالمین، رحمت للعالمین، حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم، عالم خفا و غیوب، مخبر صادق ﷺ نے نئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر نظر مبارک دوڑائی کہ ان میں سے کس کو امیر مکہ مقرر فرمائیں۔

مکہ معظمہ کے ان نو مسلموں میں سینکڑوں حضرات ایسے تھے جو بڑی اہلیتوں اور صلاحیتوں کے مالک تھے۔ ان تمام میں سے پیغمبر اول و آخر و اعظم، ہادیٔ دو جہاں، رہبر کائنات، رسولِ بحر و بر، سیّد المرسلین، حبیب ربّ للعالمین، رحمت للعالمین، حاصل کائنات، اصل الموجودات، خاتم النبیین، حضورِ پُر نور، نبی کریم رؤف و رحیم، مخبر صادق، عالم خفا و غیوب ﷺ نے مکہ معظمہ کی امارت کے لئے حضرت عتّاب بن اَسید رضی اللہ عنہ کا انتخاب فرمایا اور انہیں والی مکہ بنا کر غزوہ حنین و طائف کے لئے تشریف لے گئے۔

اس وقت حضرت عتّاب بن اَسید رضی اللہ عنہ کی عمر اکیس (21) سال تھی۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھایا کریں۔

حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا:

اے عتاب! کیا تم جانتے ہو کہ میں نے کن لوگوں پر تمہیں والی مقرر کیا ہے؟ پھر فرمایا: میں نے تمہیں اللہ عزوجل کے خاص بندوں پر والی مقرر کیا ہے اور اگر میری نظر میں اس منصب کے لئے تم سے کوئی بہتر آدمی ہوتا تو یقیناً میں اس کو اس منصب پر فائز کرتا۔ اب جاؤ اپنے فرائض انجام دو۔ میں نے اللہ کے خاص بندوں پر تمہیں والی مقرر کیا ہے۔ (یہ کلمات حضور نے تین مرتبہ دہرائے) میں تمہیں ان کے بارے میں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں۔

حضرت عتّاب بن اَسید رضی اللہ عنہ مومنین کے لئے بڑے نرم خو تھے اور کفار کے لئے بڑے سخت تھے۔ ان کے علاوہ حضور پُر نور نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو مکہ میں معلم کی حیثیت سے متعین فرمایا تاکہ وہ مسلمانوں کو دین اسلام کے عقائد، عبادات اور دیگر احکام کے بارے میں انہیں تعلیم دیں۔

تاجدارِ کائنات، سرکارِ دو عالم ﷺ نے گورنر مکہ حضرت عتّاب بن اَسید رضی اللہ عنہ کے لئے ایک درہم یومیہ وظیفہ مقرر فرمایا۔ حضرت عتاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے ایک درہم سے جس شخص کا پیٹ نہیں بھرتا اللہ تبارک تعالیٰ اس کے پیٹ کو کبھی سیر نہ کرے۔ ایک دن آپ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا، اے لوگو! جو آدمی ایک درہم یومیہ وظیفہ کے باوجود بھوکا رہتا ہے اللہ تبارک تعالیٰ اس کے کلیجہ کو ہمیشہ بھوکا رکھے۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضورِ انور سرکارِ دو عالم رسول اللہ ﷺ نے میرے لئے ایک درہم روزانہ وظیفہ مقرر

Marfat.com

فرمایا۔ مجھے اب کسی چیز کی حاجت نہیں۔ آپ اس منصب پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اختتام تک فائز رہے۔ حسن اتفاق ملاحظہ ہو کہ انہوں نے بھی داعی اجل کو اس وقت لبیک کہا جس روز اللہ تبارک تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا یارِ غار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ راہی ملک بقا ہوئے۔ (انتقال فرمایا)۔

مکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام اور کام

مکہ معظّمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ سے انیس روز قیام فرمایا۔ آنے والے دن اور جانے والے دن کو ملا کر انیس دن کا قیام اکثر مورخین کے نزدیک زیادہ صحیح ہے اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم شعائر اسلام کی تجدید کرتے رہے اور لوگوں کو ہدایت و تقویٰ کی تلقین فرماتے رہے۔ انہی دنوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت ابو اسید خزاعی رضی اللہ عنہ نے نئے سرے سے حدودِ حرم کے کھمبے نصب کیے۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت اور مکہ کے آس پاس بتوں کو توڑنے کے لئے متعدد سرایا بھی روانہ کیے اور اس طرح سارے بت توڑ ڈالے گئے۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی (اعلان کرنے والے) نے مکے میں اعلان کیا کہ جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے گھر میں کوئی بت نہ چھوڑے بلکہ اسے توڑ ڈالے۔

فتح مکہ سے یکسو ہو جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے 25 رمضان سن 8 ہجری کو حضرت خالد بن ولید کی سرکردگی میں عزیٰ کے انہدام کے لئے ایک سریہ روانہ فرمایا۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو اسی مہینے سواع نامی بت ڈھانے کے لئے روانہ کیا۔

اسی ماہ حضرت سعد بن زید اشہلی رضی اللہ عنہ کو بت منات کے ڈھانے کے لئے روانہ فرمایا۔ ماہ شوال کے شروع میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو 350 مبلغین دے کر برائے تبلیغ دین متین بنو جذیمہ کے پاس روانہ فرمایا:

مکہ معظّمہ سے روانگی سے قبل، مکہ معظّمہ کی امارت، تعلیم و تدریس و آذان حرم کے لئے مناسب آدمی مقرر فرمائے۔

یوم فتح مکہ سے لے کر غزوۂ حنین پر روانہ ہونے کے دن تک مکہ میں تمام امور کی نگرانی و رہنمائی فرمائی اور دین متین کو استحکام بخشا۔

فتح مکہ کے دن سے جو کچھ بھی ہوا اس میں سے کچھ کے متعلق گزشتہ اوراق میں پڑھ آئے ہیں یہ سب کچھ ہی پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، ہادیٔ انس و جاں، رہبر کائنات، رسول بحر و بر، اصل الموجودات حاصل کائنات، حبیب ربّ للعالمین، سیّد المرسلین، خاتم النبیین، رحمت للعالمین، حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم و ہدایت

Marfat.com

مطابق' آپ ﷺ کے دست مبارک سے یا آپ ﷺ کی زیر نگرانی ہوا۔

جامع حوالہ جات:- کتاب کے ہر صفحہ پر یا ہر فقرہ کے بعد حوالہ لکھ دینا زیادہ مناسب نہیں لگتا۔ کوشش کی گئی ہے کہ مختلف مصادر کے حوالہ جات پورے باب میں کچھ کچھ وقفے یا صفحات کے بعد لکھ دیئے جائیں۔ ہاں قارئین کرام کی یہ خواہش اور شوق ہوتا ہے کہ انہیں مضمون کو مستند جاننے کے لئے حوالہ ملے۔ اس کے پیش نظر اس باب کے جامع حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔

غزوہ فتح مکہ کی تفصیلات ذیل کے مصادر یا مآخذ سے لی گئی ہیں۔

زرقانی جلد 2 صفحہ 289 سے 300......زاد المعاد جلد 2 صفحہ 160 سے 168......مختصر سیرت از شیخ عبداللہ صفحہ 322 سے 352 السیرۃ النبویہ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 388 سے 437......صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 611 سے 622......فتح الباری جلد 8 صفحہ 3 سے 3......صحیح مسلم جلد 1 صفحہ 437 سے 440' صحیح مسلم جلد 2 صفحہ 102' 103 اور 130......سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 305 سے 3......السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد 3 صفحہ 256 سے 597)

یہ ہے غزوہ فتح مکہ' یہی وہ فیصلہ کن معرکہ اور فتح عظیم ہے جس نے بت پرستی کی قوت مکمل طور پر توڑ کر رکھ دی اور اس کا کام اس طرح تمام کر دیا کہ جزیرۃ العرب میں اس کے باقی رہنے کی کوئی گنجائش اور کوئی وجہ و جواز نہ رہ گئی' کیونکہ عام قبائل منتظر تھے کہ مسلمانوں اور بت پرستوں میں جو معرکہ آرائی چل رہی ہے دیکھیں اس کا انجام کیا ہوتا ہے؟ ان قبائل کو یہ بات بھی اچھی طرح معلوم تھی کہ حرم پر وہی مسلط ہو سکتا ہے جو حق پر ہو۔ ان کے اس یقین کامل میں مزید حد درجہ پختگی نصف صدی پہلے اصحاب فیل اَبْرَہَہ اور اس کے ساتھیوں کے واقعہ سے آ گئی تھی کیونکہ اہل عرب نے دیکھ لیا تھا کہ ابرہہ اور اس کے ساتھیوں نے بیت اللہ کا رخ کیا تو اللہ نے ان کو ہلاک کر کے بھس بنا دیا۔

یاد رہے کہ صلح حدیبیہ اس فتح عظیم کا پیش خیمہ اور تمہید تھی۔ اس کی وجہ سے امن وامان کا دور دورہ ہو گیا تھا لوگ کھل کر ایک دوسرے سے باتیں کرتے تھے۔ اسلام کے متعلق تبادلہ خیال اور بحثیں ہوتی تھیں مکہ کے جو لوگ در پردہ مسلمان تھے انہیں بھی اس صلح کے بعد اپنے دین کے اظہار و تبلیغ اور اس پر بحث و مناظرہ کا موقع ملا۔ ان حالات کے نتیجے میں بہت سے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ یہاں تک کہ اسلامی لشکر کی جو تعداد گزشتہ کسی غزوے میں تین ہزار سے زیادہ نہ ہو سکی تھی اس غزوہ فتح مکہ میں دس ہزار تک جا پہنچی۔

اس فیصلہ کن غزوے نے لوگوں کی آنکھیں کھول دیں اور ان پر پڑا ہوا وہ آخری پردہ بھی ہٹا دیا جو قبول اسلام کی راہ میں رکاوٹ بنا ہوا تھا۔ اس فتح کے بعد پورے جزیرۃ العرب کے سیاسی اور دینی افق پر مسلمانوں کا سورج چمک رہا تھا اور اب دینی سربراہی اور دنیاوی قیادت کی زمام ان کے ہاتھ آ چکی تھی۔

گویا صلح حدیبیہ کے بعد جو مسلمان کے حق میں مفید تبدیلی اور تغیر شروع ہوا تھا اس فتح کے ذریعے مکمل اور

Marfat.com

تمام ہو گیا۔ اور اس کے بعد ایک دوسرا دور شروع ہوا جو پورے طور پر مسلمانوں کے حق میں تھا اور جس میں پوری صورت حال مسلمانوں کے قابو میں تھی۔ اور عرب اقوام کے سامنے صرف ایک ہی راستہ تھا کہ وہ وفود کی شکل میں پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، تاجدارِ کائنات سرکارِ دو عالم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیں اور آپ ﷺ کی دعوت لے کر چار دانگ عالم میں پھیل جائیں۔ اگلے دو برسوں میں اسی کی تیاری کی گئی اور اس کے مطابق ہی کام کو آگے بڑھایا گیا۔

Marfat.com

غزوۂ حنین

اس غزوۂ کو ''غزوۂ ہوازن'' بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ غزوہ بنی ہوازن کے ساتھ پیش آیا۔ اس غزوہ کو غزوہ اوطاس'' بھی کہا جاتا ہے جو کہ جگہ کے نام سے منسوب ہے کیونکہ دونوں لشکروں کی اسی مقام پر مڈبھیڑ ہوئی اور یہی جگہ میدان جنگ بنی۔

حنین کے بارے میں بہت سارے قول ہیں۔

ایک قول ہے کہ حنین طائف کے قریب ایک گاؤں کا نام ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ بستی ذی المجاز کے برابر تھی جو جاہلیت کے زمانے کا ایک میلہ اور بازار تھا اور ایک قول یہ ہے کہ یہ مکہ معظمہ اور طائف کے درمیانی علاقے کا نام تھا۔

حنین کے محل وقوع کے بارے میں زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ مکہ معظّمہ سے شمال مشرق کی جانب پچیس (25) کلومیٹر کی مسافت پر ایک وادی ہے جو حنین کے نام سے مشہور ہے۔ بعض جغرافیہ دانوں نے لکھا ہے کہ ایک چشمے کا نام حنین تھا جس کی وجہ سے یہ ساری وادی حنین کہلائی۔

یہاں قبیلہ ہوازن سکونت پذیر تھا۔ اس قبیلہ کا نسب یوں بیان کیا گیا ہے۔

ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان بن الیاس بن مضر۔

(السیرۃ النبویہ احمد بن زینی دحلان جلد 2 صفحہ 307)

اس قبیلہ کو اپنی افرادی کثرت' اپنے نوجوانوں کی شجاعت وبسالت اور فنون سپہ گری خصوصاً تیر اندازی میں ان کی بے نظیر مہارت کے باعث تمام عرب قبائل میں ایک ممتاز مقام حاصل تھا۔ اس وادی میں ایک جگہ کا نام اوطاس ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں لشکر اسلام سے ان کی فیصلہ کن جنگ ہوئی تھی۔ اور جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کتب سیرت میں یہ غزوہ' غزوہ حنین' غزوہ اوطاس اور غزوہ ہوازن کے نام سے معروف ہے۔

زمانۂ وقوع

اس غزوہ کا زمانہ وقوع ماہ شوال سن 8 ہجری ہے۔ اس غزوہ کے لئے فتح مکہ کے اندازاً اٹھارہ (18) دن

Marfat.com

بعد پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم، رحمت للعالمین ﷺ مکہ معظّمہ میں سے ہی 6 شوال سن 8 ہجری بروز ہفتہ بمطابق 27 جنوری 630 عیسوی کو اس سمت روانہ ہوئے جہاں ہوازن اور ثقیف قبائل مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لئے جمع ہو رہے تھے۔

غزوہ کا سبب اور تیاریاں

اس غزوہ کا سبب ہوازن اور ثقیف کے دو طاقتور، متکبر اور اڑیل قبیلے بنے جو فتح مکہ کے بعد کچھ باقی عربوں کی طرح دین اسلام قبول کرنا نہیں چاہتے تھے۔ وہ اس بدگمانی میں بھی مبتلا تھے کہ وہ دونوں مل مسلمانوں کو میدان جنگ میں ہرا سکتے ہیں اور پیغمبر اسلام اور دین اسلام کا مقابلہ جو اور دیگر عرب نہ کر سکے لوگ کر سکتے ہیں۔ ان پر دین اسلام کا حقانیت و فوقیت ابھی تک آشکارا نہیں ہو سکی تھی۔ اس کی تفصیل کچھ طرح ہے۔

مکہ، جو صدیوں سے کفر و شرک کا گڑھ بنا ہوا تھا جب اس کی فضاؤں میں اسلام کا پرچم لہرانے لگا اور قریش جنہوں نے انیس بیس سال تک پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور، ہادیٔ برحق، تاجدارِ کائنات دو عالم ﷺ کا بڑی بے جگری سے مقابلہ کیا تھا، آخر کار انہوں نے پیغمبر اسلام ﷺ کے سامنے سر تسلیم خم کر ان کی غالب اکثریت نے اس دین کو دل و جان سے قبول کر لیا جس کو مٹانے کے لئے انہوں نے سالہا تک اپنے بزرگوں اور جوانوں کی بے دریغ قربانیاں دی تھیں اور اسلام قبول کرنے والوں پر ظلم و ستم کے توڑے تھے۔

عرب کے بیشتر قبائل اسلام قبول کرنے کے بارے میں اس بات کے منتظر تھے کہ فرزندان توحید کے قریش میں جو جنگ عرصہ دراز سے بڑی شدت سے جاری ہے، اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ انہوں نے اپ میں یہ طے کیا ہوا تھا کہ اگر مسلمان مکہ کو فتح کر لیتے ہیں اور قریش کو آخری شکست سے دوچار کر دیتے ہیں اسلام کے دین برحق ہونے کی قطعی دلیل ہوگی۔ اس وقت ہم اسلام کو بلا تامل قبول کر لیں گے۔ چنانچہ حضورِ انور، رہبر کائنات، سرورِ دو عالم ﷺ نے مکہ کو فتح کر لیا اور قبائل قریش کی اکثریت نے صدق دل اسلام قبول کر لیا تو جزیرۂ عرب کے بیشتر (اکثر) قبائل فوج در فوج بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر اسلام کرنے لگے۔

لیکن قبیلہ ہوازن اور ثقیف کا معاملہ اس کے برعکس تھا۔ قریش کے ساتھ عرصہ دراز سے ان کی جنگ رہی تھیں اور وہ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لئے حدود حرم اور اشہر حرم (محترم اور پُرامن مہینوں) میں کرنے سے باز نہ آتے تھے۔ اس لئے وہ لڑائیاں جو ان دو قبیلوں (قریش و ہوازن) کے درمیان لڑی گئیں وہ "حرب فجار" کے نام سے مشہور ہیں۔

Marfat.com

جب قریش نے اپنی شکست تسلیم کر کے اسلام قبول کر لیا تو مشرکانہ عقائد کی حفاظت' اور اس کے پرچم کو بلند کرنے کے لئے ہوازن میدان میں نکل آئے۔ انہیں اپنی قوت پر بڑا ناز تھا اس لئے انہوں نے اپنے تمام حلیف قبیلوں کو ساتھ لے کر حضور پُرنور نبی کریم سرورِ دو عالم ﷺ پر حملہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ انہیں یقین تھا کہ وہ بڑی آسانی سے اسلام کے پرچم کو سرنگوں کر لیں گے اور سارا عرب ان کی عظمت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائے گا' کہ جو معرکہ قریش کے سورما سالہا سال کی جدوجہد کے باوجود سر نہ کر سکے ہوازن کے بہادروں نے ایک ہلہ میں سر کر لیا۔ اس خوش فہمی یا بدگمانی کے علاوہ دوسری بات جس نے انہیں مسلمانوں پر حملہ کے لئے برا نگیختہ کیا' یہ تھی کہ مکہ کو فتح کرنے کے بعد اس کے اطراف و اکناف میں جتنے مشہور صنم کدے تھے ان کو منہدم کرنے کے لئے پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضورِ انور' نبی کریم' رؤف و رحیم' رحمت للعالمین ﷺ نے اپنے فوجی دستے بھیجے اور ان کو تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ خصوصاً عزیٰ کے استھان کو جب پیوند خاک کیا گیا تو ہوازن کے قبائل بھڑک اٹھے اور انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ فیصلہ کن جنگ کرنے کا عزم کر لیا۔ چنانچہ بیس ہزار کا لشکر اپنی عورتوں' بچوں' مال و مویشیوں سمیت مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے میدان میں نکل آیا۔ انہوں نے یہ قطعی فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ فتح حاصل کریں گے یا اپنی جانیں دے دیں گے۔

ان وجوہات کے علاوہ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ جب پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' رہبر کائنات سرکارِ دو عالم ﷺ نے مکہ مکرمہ کو فتح کر لیا اور قریش نے اطاعت قبول کر لی تو ان کو دیکھ کر قبیلہ ہوازن اور قبیلہ ثقیف کو یہ خطرہ لاحق ہو گیا کہ اب ان کی باری ہے' لشکرِ اسلام اب ان پر حملہ کرے گا۔ قبیلہ ہوازن کے رئیس مالک بن عوف نصری نے اور قبیلہ ثقیف کے امیر کنانہ بن عبد یا لیل نے اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے باہمی مشورے شروع کئے اور مجلس مشاورت میں دونوں قبیلوں کے اہل الرائے کو بھی مدعو کیا گیا۔

سب نے اتفاق رائے سے یہ طے کیا کہ اگر ہم نے کوئی قدم اٹھانے میں ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا تو مسلمان پہلی فرصت میں ہم پر دھاوا بول دیں گے۔ اس لئے بجائے اس کے کہ مسلمان پہل کریں ہمیں فوری قدم اٹھانا چاہئے اور ادنیٰ تاخیر کے بغیر ان پر ہلہ بول دینا چاہیے۔

چنانچہ قبیلہ ہوازن اور قبیلہ ثقیف کے تمام لوگ اس مہم میں شرکت کے لئے آمادہ ہو گئے۔

ان کے علاوہ قبیلہ نصر' جشم' بنی ہلال اور حلیمہ سعدیہ کے قبیلہ بنو سعد بن بکر نے بھی مالک بن عوف کے پرچم تلے جمع ہو کر مسلمانوں پر حملہ کرنے کے فیصلہ کی تائید کر دی۔

لیکن قبیلہ ہوازن کے دو خاندانوں کعب اور کلاب نے اس لشکر میں شرکت کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ ابن ابی براء نے جو ان کا ایک زیرک رئیس تھا' اس نے انہیں اس جنگ میں شامل ہونے سے روکا تھا اور انہیں کہا تھا کہ بخدا! تم کتنے ہی دور بھاگ جاؤ' محمد ﷺ تم پر غالب آ جائیں گے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 459)

Marfat.com

علامہ زینی دحلان کی تحقیق کے مطابق لشکر کفار کی تعداد تیس ہزار تھی۔ سب نے اتفاق رائے سے مالک بن عوف النصری کو سپہ سالار اعلیٰ مقرر کیا۔ مالک بن عوف نصری کی عمر اس وقت تیس سال تھی البتہ اس پر یہ شرط عائد کی گئی کہ وہ دُرید بن صَمہّ کی رائے پر عمل پیرا ہوگا۔ اور اس کے مشورہ کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھائے گا۔

(السیرۃ النبویہ احمد زینی دحلان جلد 2 صفحہ 307)

جب یہ لشکر میدان کی طرف روانہ ہونے لگا تو ان کے کمانڈر انچیف مالک بن عوف نصری نے حکم دیا کہ تمام اہل لشکر اپنی بیویوں، بچوں اور مال مویشی کو ہمراہ لے کر میدان جنگ کی طرف روانہ ہوں۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ جب ان کے اہل وعیال اور مال مویشی ان کے ہمراہ ہوں گے تو وہ کسی قیمت پر میدان جنگ سے فرار ہونا گوارا نہ کریں گے اور بڑی ثابت قدمی سے دادِ شجاعت دیں گے۔ ان کے اہل وعیال، مال مویشی کی موجودگی انہیں جنگ سے بھاگنے نہ دے گی اور وہ سب ڈٹ کر مسلمانوں کا مقابلہ کریں گے۔

جب یہ لشکر اوطاس کی وادی میں پہنچا تو وہاں اسے خیمہ زن ہونے کا حکم دیا گیا۔ پھر سب لوگ اپنے سپہ سالار اعلیٰ مالک بن عوف نصری کے پاس جمع ہوئے۔ بنوجشم میں ایک بہت بوڑھا تجربہ کار بزرگ تھا جس کی عمر ایک سو بیس سال سے تجاوز کر چکی تھی۔ اس کی بینائی بھی جاتی رہی تھی۔ اس کا نام درید بن صمہ تھا۔ وہ خود تو جنگی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے قابل نہیں رہا تھا لیکن جنگی امور میں اس کی مہارت اور طویل تجربہ نے ان معاملات میں اس کی ذات کو بہت اہم بنا دیا تھا۔

جب وہ ہودج سے نیچے اترا تو اس نے پوچھا یہ کون سی جگہ ہے؟ اسے بتایا گیا کہ وادی اوطاس ہے۔ بوڑھے دُرید بن صمہ نے کہا کہ یہ وادی گھوڑوں کے لئے بہترین جولانگاہ ہے، نہ تو یہاں تیز نوک دار پتھر ہیں کہ گھوڑوں کے سموں کو زخمی کر کے ناکارہ کر دیں اور نہ یہ ریتلا میدان ہے کہ گھوڑوں کے پاؤں اس میں دھنس جائیں۔

پھر درید بن صمہ نے پوچھا کہ اونٹوں کے بلبلانے، گدھوں کے رینکنے، بچوں کے رونے اور بھیڑوں کے ممیانے کی آوازیں کہاں سے سن رہا ہوں؟ اس بتایا گیا کہ سپہ سالار مالک بن عوف کے حکم کے مطابق لوگ اپنے بچوں، عورتوں اور مال مویشی کو اپنے ہمراہ لے آئے ہیں، یہ ان کی آوازیں ہیں۔ اس نے پوچھا مالک بن عوف کہاں ہے؟ لوگوں نے مالک کو بلا کر اس کے سامنے پیش کر دیا۔ درید نے اسے کہا:

''اے مالک! تم اب اپنی قوم کے رئیس ہو اور آج کا دن بڑی اہمیت کا حامل ہے، جو کام آج کیا جائے گا اس سے ہمارا مستقبل بھی متاثر ہوگا۔ مجھے اونٹوں کے بلبلانے، گدھوں کے رینکنے، بچوں کے رونے اور بھیڑوں کے ممیانے کی آوازیں کیوں سنائی دے رہی ہیں؟ سپہ سالار اعلیٰ مالک بن عوف نے کہا کہ میں نے لوگوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال اور مال مویشی اپنے ہمراہ لے آئیں۔ درید بن صمہ نے پوچھا کہ تم نے لوگوں کو یہ

Marfat.com

حکم کیوں دیا ہے؟ مالک نے کہا تا کہ یہ لوگ جنگ میں سر دھڑ کی بازی لگا دیں اور کوئی شخص بھی میدان جنگ سے فرار ہونے کا تصور نہ کرے۔

درید بن صمہ نے مالک کو جھڑکتے ہوئے بلند آواز سے کہا:

تم نرے بھیڑوں کے چرواہے ہو' جنگی امور سے تمہارا دور کا بھی واسطہ نہیں۔ کیا شکست کھا کر بھاگنے والے کو کوئی چیز روک سکتی ہے؟ اس روز جنگ میں تمہیں فتح نصیب ہوئی تو اس کا باعث وہ بہادر سپاہی ہوں گے جن کے ہاتھوں میں چمکدار تلواریں لہرا رہی ہوں گی اور جن کے کندھوں پر چمکدار سنان والے نیزے ہوں گے۔ اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہوا اور شکست تمہارے مقدر میں ہوئی تو ایسی صورت حال میں تم صرف جنگ ہی نہیں ہارو گے بلکہ اپنی عزت و ناموس کو بھی خاک میں ملا دو گے۔

اس نے تنبیہہ کرتے ہوئے مزید کہا! تمہیں معلوم نہیں تمہارا مد مقابل کون ہے؟ تمہارا مد مقابل وہ کریم النفس شخص ہے جس نے سارے عرب کو روند ڈالا ہے۔ شاہان عجم اس کی ہیبت سے لرزاں و ترساں ہیں۔ جس نے یہودیوں کو ان کے مستحکم قلعوں سے نکال باہر کیا ہے۔

درید بن صمہ نے پھر لوگوں سے پوچھا کعب اور کلاب نے کیا کیا ہے' کیا وہ تمہارے ساتھ اس جنگ میں شرکت کر رہے ہیں؟ مالک نے کہا' ان میں سے تو ایک فرد بھی ہمارے ساتھ نہیں۔ درید نے یہ سن کر کہا' پھر تو ہمارے ساتھ نہ تیز دھار ہتھیاروں والے ہیں اور نہ عزت و جاہ کے مالک ہیں۔ اگر ہماری فتح و کامرانی کا دن ہوتا تو کعب اور کلاب کبھی یہاں سے غیر حاضر نہ ہوتے۔ میری رائے یہ ہے کہ تم بھی ان کی پیروی کرو اور جنگ چھڑنے سے پہلے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔

مالک بن عوف نصری نے جب بزرگ ماہر فنون حرب درید بن صمہ کی یہ بات سنی تو اس نے غضبناک ہو کر کہا' بخدا! میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا۔ تم اب پیر فرتوت (ناکارہ بڈھے) ہو۔ تم اور تمہاری عقل بوڑھی اور ناکارہ ہوگئی ہے۔ اے قبیلہ ہوازن! یا تو تم میرے حکم کی تعمیل کرو گے یا میں اپنا سینہ تلوار کی نوک پر رکھ کر دباؤں گا یہاں تک کہ تلوار میری پشت سے باہر نکل آئے۔

مالک بن عوف نصری از راہ حسد یہ برداشت نہ کرسکا کہ اس معرکہ کے سر کرنے میں لوگ درید بن صمہ کا نام بھی لیں۔ یہ سارا شرف وہ اپنے لئے مخصوص کرنا چاہتا تھا۔

دریدہ بن صمہ نے اپنی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

اے قبیلہ کے جوانو! یہ شخص (مالک بن عوف نصری) تمہیں ذلیل و رسوا کرنا چاہتا ہے۔

تمہاری عوتوں کی عصمت و آبرو کو خاک میں ملانا چاہتا ہے۔ تمہاری اولاد کو غلامی کی ذلت سے دوچار کرنا چاہتا ہے۔ جب گھمسان کا رن پڑے گا تو یہ تمہیں دشمن کے رحم و کرم پر چھوڑ کر خود بھاگ جائے گا اور طائف

Marfat.com

کے قلعہ میں جا کر پناہ لے لے گا۔ اس لئے میرا مشورہ یہ ہے کہ تم اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ اور اسے تنہا چھوڑ دو۔

لوگوں نے درید بن صمہ کے اس مشورہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جب درید بن صمہ نے اپنی قوم کا یہ رویہ دیکھا تو بصد حسرت کہنے لگا۔۔ میری زندگی کا یہ منحوس دن ہے کہ میں اس روز نہ حاضر ہوں نہ غائب۔

مالک بن عوف نصری نے درید سے کہا کہ ہم تمہارے اس مشورہ کو مسترد کرتے ہیں۔ ان حالات میں اگر تم ہمیں کوئی اور مشورہ دینا چاہتے ہو تو بتاؤ۔ درید نے کہا کہ ''مسلمانوں کے راستہ میں جو کمین گاہیں ہیں تم وہاں اپنے سپاہیوں کو بٹھا دینا وہ تیرے لئے بڑے معاون ثابت ہوں گے۔

اگر مسلمانوں نے تم پر حملہ کرنے میں پہل کی تو ان کمین گاہوں میں چھپے ہوئے تمہارے سپاہی ان کی پشت پر حملہ کر دیں گے اور تم سامنے سے ان پر پلٹ کر حملہ کرو گے تو تم ان کا کچومر نکال دو گے' اور اگر حملہ کرنے میں پہل تم نے کی تو تب بھی مسلمانوں کو سخت جانی نقصان اٹھانا پڑے گا اور تمہارا پلہ بھاری رہے گا۔

چنانچہ اس راہ میں جتنی کمین گاہیں تھیں وہاں اس نے اپنے تیرانداز سپاہی متعین کر دیئے اور انہیں حکم دیا کہ جب مسلمان یہاں سے گزریں تو ان پر دفعتہً ٹوٹ پڑنا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 462۔ تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 99۔ السیرۃ النبویہ احمد بن زینی دحلان جلد 2 صفحہ 311)

لشکر کے کوچ کرنے سے پہلے مالک بن عوف نصری نے حکم دیا کہ سب سے آگے شتر سوار بہادروں کی صفیں ہوں' پیدل سپاہی ان کے پیچھے پیچھے اپنی صفیں درست کریں' پھر عورتیں اونٹوں پر سوار کر کے جنگجو بہادروں کے پیچھے صفوں میں کھڑی کی جائیں' عورتوں کے بعد اونٹ' گائے بکریاں کھڑی کی جائیں تاکہ کوئی بھی راہ فرار اختیار کرنے کا تصور تک نہ کر سکے اور اپنی عصمتوں' اپنے بچوں اور اپنے اموال کی حفاظت کے لئے لوگ جانیں لڑا دیں۔

آخر میں سپہ سالار مالک بن عوف نصری نے لشکریوں کو کہا:

''اے لوگو! جب تم مجھے مسلمانوں پر حملہ کرتے ہوئے دیکھو تو تم سب یکجان ہو کر ان پر ٹوٹ پڑنا۔''

مکہ معظّمہ میں

ادھر بنی ہوازن اور بنی ثقیف مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے تیاریاں کر رہے تھے اور ادھر مکہ معظّمہ میں پیغمبر اوّل و آخر واعظم' ہادیٔ انس وجاں' رہبر کائنات' رسول بحر و بر' سیّد المرسلین' خاتم النبیین' اصل الموجودات' حاصل کائنات' سرکارِ دو عالم' حضور پُرنور نبی کریم' رؤف ورحیم' رحمت للعالمین' تاجدارِ کائنات ﷺ ان قبائل کے فاسد ارادوں اور جنگی تیاریوں سے بے خبر نہیں تھے بلکہ مسلسل باخبر تھے۔ اور حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے بھی بروقت جنگی تیاریاں شروع فرما دیں۔

لوگوں نے حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کو بتایا کہ صفوان بن امیہ کے پاس زرہیں اور اسلحہ کثیر

Marfat.com

مقدار میں موجود ہیں۔حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے اسے بلا بھیجا۔وہ آیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہم دشمن کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے جارہے ہیں ہمیں اپنا اسلحہ عاریۃً دیدو۔صفوان جو سرکار دو عالم ﷺ کا اداشناس نہ تھا' کہنے لگا اغصبا یامحمد؟''یا محمد ﷺ آپ یہ اسلحہ مجھ سے زبردستی لینا چاہتے ہیں؟

صفوان بن امیہ کو یہ گستاخانہ انداز اپنانے یا سوال کرنے کا کوئی حق نہیں تھا کیونکہ وہ ابھی تک شرک پر قائم تھا اور فتح کئے گئے شہر کا باشندہ تھا۔اصولی طور پر مفتوحہ علاقہ اور اس علاقے کی ہر چیز اور خاص طور پر جنگی ساز و سامان فاتحین کی ملکیت ہوتا ہے۔جنگی ساز و سامان کو تو وہ قبضہ میں لے لیتے ہیں اور وہ اس کا ہر طرح کا تصرف کرنے کا مجاز ہوتے ہیں۔مگر قربان جایئے پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم رحمت للعالمین ﷺ کی وسعتِ ظرف پر کہ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا

''ہرگز نہیں' ہم اسے زبردستی تم سے نہیں چھین رہے بلکہ عاریۃً لے رہے ہیں' اگر ان میں سے کوئی چیز ضائع ہوگئی تو ہم اس کی قیمت ادا کریں گے''

اس نے کہا کہ اگر ایسی بات ہے تو آپ زرہیں اور اسلحہ لے سکتے ہیں' مجھے کوئی اعتراض نہیں۔اس نے حضور پُرنور ﷺ کو سو زرہیں مع ان کے متعلقہ سامان کے پیش کیں۔حضور انور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ انہیں اپنے اسلحہ خانہ سے اٹھا کر میدان جنگ تک پہنچانا بھی تمہارے ذمہ ہے۔چنانچہ اس نے اپنے اونٹوں پر لاد کر یہ زرہیں اوطاس کے مقام پر پہنچا دیں۔بعض حضرات نے کہا ہے کہ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے صفوان بن امیہ سے چار سو زرہیں مع ضروری سامان کے عاریۃً لیں جن کو اس نے میدان جنگ تک اپنے اونٹوں کے ذریعہ پہنچانے کا انتظام کیا۔

سہیل بن عمرو کہتے ہیں کہ حضورِ انور ﷺ نے ان زرہوں کے علاوہ نوفل بن حارث بن عبدالمطلب سے تین ہزار نیزے بھی عاریۃً لئے فرمایا:

كانى انظر الى رماحك تقصف ظهر المشركين

''گویا میں دیکھ رہا ہوں تیرے ان نیزوں کی طرف کہ وہ کافروں کی پشتیں توڑ رہے ہیں۔''

جنگی اخراجات کو پورا کرنے کے لئے پیغمبر اوّل و اعظم حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے تین قریشیوں سے قرضہ بھی لیا۔صفوان بن امیہ سے پچاس ہزار درہم' عبداللہ بن ربیعہ سے چالیس درہم اور حویطب بن عبدالعزیٰ سے چالیس ہزار درہم۔ان دراہم کو ان مجاہدین میں تقسیم فرمادیا جو مفلس تھے تاکہ وہ اس رقم سے سامان جنگ بھی خریدیں اور اپنی ضروریات بھی پوری کریں۔

لشکر اسلام کی روانگی

اپنی جنگی تیاریاں مکمل کر لینے اور دشمن کی تیاریوں کے بارے میں قابل اعتماد ذرائع سے مکمل معلومات

Marfat.com

حاصل کرنے کے بعد حضورِ انور نبی کریم سرورِ کائنات ﷺ نے مکہ میں مزید قیام مناسب نہ سمجھا بلکہ سب صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ وہ یہاں سے کوچ کے لئے فوراً تیار ہو جائیں۔ چنانچہ حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ کا حاکم مقرر فرمایا اور حضور پُرنور ﷺ خود لشکر اسلام کے ہمراہ بتاریخ 6 شوال سن 8 ہجری مطابق 27 جنوری سن 630 عیسوی بروز ہفتہ کو اس سمت روانہ ہوئے جہاں ہوازن اور ثقیف کے قبائل جمع ہو رہے تھے۔ اور بتاریخ 10 شوال سن 8 ہجری مطابق 31 جنوری سن 630 عیسوی کو منزل مقصود پر پہنچ گئے اس جنگ میں امہات المومنین میں حضرت ام سلمیٰ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما اپنے آقا کے شریک سفر تھیں۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ جس لشکر کو ہمراہ لے کر وادی حنین کی طرف روانہ ہوئے، اس میں مندرجہ ذیل عناصر شریک تھے:

1- انصار و مہاجرین جو اپنے محبوب رسول کریم ہادیٔ برحق خاتم النبیین، سیّد المرسلین ﷺ کے ہمراہ مدینہ طیبہ سے آئے تھے، جن کے قدوم مبارک کی برکت سے مکہ کی فضاؤں میں اسلام کا پرچم لہرایا گیا تھا، یہ اسلام کے وہ جانباز مجاہد تھے جن کی وفا شعاری اور کلمہ حق کو بلند کرنے کے لئے ان کا جذبہ سرفروشی ہر شک و شبہ سے بالاتر تھا۔ ان کی تعداد دس ہزار تھی جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

انصار	چار ہزار
مہاجرین	ایک ہزار
قبیلہ جہینہ	ایک ہزار
قبیلہ مزینہ	ایک ہزار
قبیلہ اسلم	ایک ہزار
قبیلہ غفار	ایک ہزار
قبیلہ اشجع	ایک ہزار
میزان	دس ہزار (10'000)

2- دو ہزار وہ نومسلم تھے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا تھا۔ جنہیں حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے ''انتم الطلقاء'' کا مژدہ سنا کر آزاد کر دیا تھا۔ ان میں سے کئی ایسے لوگ تھے جنہوں نے زبان سے تو کلمہ شہادت پڑھ لیا تھا لیکن ابھی ان کے دلوں میں شمع توحید روشن نہیں ہوئی تھی اور فیضان صحبت نبوت سے ابھی انہیں پوری طرح فیض یاب ہونے کا موقع میسر نہیں آیا تھا۔

3- ان کے علاوہ جب یہ لشکر مکہ سے روانہ ہوا تو وہاں کے کثیر التعداد کم از کم اسی (80) کے لگ بھگ لوگ جنہوں نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا، وہ ساتھ ہو لئے۔ ان میں سے صرف تین چار ایسے مشرک تھے

Marfat.com

جنہوں نے ایمان لانے کے لئے مہلت طلب کی ہوئی تھی اوران کا ساتھ جانا حضور ﷺ کی مرضی سے تھا۔ان کے علاوہ سب ہی شوقیہ ساتھی تھے جن کے اپنے اپنے مقاصد ووجوہات تھیں۔ان میں سے کئی گھوڑوں' اونٹوں پر سوار تھے اور جنہیں سواری میسر نہ آئی وہ پیدل ہی چل پڑے۔مردوں کے علاوہ مکہ کی بہت سی عورتیں بھی شریک سفر ہوگئیں۔ان لوگوں کے دلوں میں جذبہ جہاد نام کی تو کوئی چیز نہ تھی۔انہیں یا تو یہ لالچ لے چلا تھا کہ مسلمانوں کو اگر فتح ہوئی تو ان اموال غنیمت سے انہیں بھی کچھ نہ کچھ مل جائے گا' یا وہ محض تماشابین کی حیثیت سے ہمراہ ہولئے تھے اور وہ اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ ہوازن وثقیف کے تیس ہزار نوجوان ان مسلمانوں کو پیس کر رکھ دیں گے۔وہ مسلمانوں کی شکست کے منظر کو دیکھ کر لطف اندوز ہونے کے لئے ساتھ ہولئے تھے۔

4- اس لشکر میں ایسے ضعیف الاعتقاد لوگ بھی تھے کہ جب انہوں نے راستہ میں بیری کا ایک تناور اور سرسبز درخت دیکھا تو انہیں اس درخت کی یاد نے بے چین کر دیا جسے کفار ''ذات انواط'' کہا کرتے تھے۔ذات انواط اس درخت کو کہا جاتا' جو بڑا تناور وسرسبز درخت ہوتا۔کفار ومشرکین اس کے پاس جمع ہوتے' اپنے ہتھیار حصول برکت کے لئے اس کی ٹہنیوں کے ساتھ آویزاں کر دیتے' وہاں جانور ذبح کرتے دن رات وہاں قیام کرتے۔جب بیری کے ایک قد آور اور شاداب درخت کے پاس سے اس لشکر کا گزر ہوا تو بعض لوگوں نے بارگاہِ رسالت میں یوں گزارش کی:

اجعل لنا ذات انوط کما لھم ذات انوط

''یعنی جس طرح کفار ومشرکین کا ایک درخت ہوتا ہے جسے وہ ذات انواط کہتے ہیں اور رسوم عبادت اس کے پاس بجالاتے ہیں' مہربانی کر کے ہمارے لئے بھی ایسا درخت بنا دیجئے۔''

''اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے ان کے اس لایعنی مطالبہ کو سن کر ازراہ حیرت فرمایا اللہ اکبر! اللہ سب سے بڑا ہے۔مجھے اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔تم نے بھی وہی بات کہی جو قوم موسیٰ نے کہی تھی کہ جب انہوں نے بت پرستوں کو بتوں کی پوجا کرتے دیکھا تو موسیٰ علیہ السلام سے کہا' جس طرح ان کے خدا ہیں اسی طرح ہمارے لئے بھی ایک خدا بنا دیں۔موسیٰ علیہ السلام نے انہیں جھڑکتے ہوئے فرمایا تم تو نرے جاہل اور احمق لوگ ہو۔'' (ترمذی فتن جلد 2 صفحہ 41۔مسند احمد جلد 5 صفحہ 281)

5- اس لشکر میں شیبہ بن عثمان کی قماش کے کئی افراد شریک تھے جو صرف اس لئے اس لشکر میں شامل ہوئے تھے کہ جنگ کی افراتفری کے عالم میں شاید انہیں ایسا موقع میسر آجائے کہ وہ حضور پُرنور کی شمع حیات کو گل کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔

قارئین کرام! اس لشکر کے ان عناصر ترکیبی کو اگر آپ نگاہ میں رکھیں تو آپ کو اس معرکہ کے ابتدائی مرحلہ

Marfat.com

میں اس لشکر کی ہزیمت وپسپائی کے اسباب تلاش کرنے کے لئے زیادہ مغز ماری کی ضرورت محسوس نہیں ہوگی۔

پہلے چند جھلکیاں

اس جنگ سے متعلق اللہ تبارک تعالیٰ نے سورہ توبہ کی آیات 25 تا 27 میں یوں ارشاد فرمایا ہے۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

”بے شک مدد فرمائی تمہاری اللہ تبارک تعالیٰ نے بہت سے جنگی میدانوں میں اور حنین کے روز بھی جبکہ گھمنڈ میں ڈال دیا تھا تمہیں کثرت نے۔ پس نہ فائدہ دیا تمہیں اس کثرت نے کچھ بھی اور تنگ ہوگئی تم پر زمین باوجود اپنی وسعت کے۔ پھر تم مڑے پیٹھ پھیرتے ہوئے۔ پھر نازل فرمائی اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنی خاص تسکین اپنے رسول پر اور اہل ایمان پر اور اتارے وہ لشکر جنہیں تم نہ دیکھ سکے۔ اور عذاب دیا کافروں کو اور یہی سزا ہے کافروں کی۔ پھر رحمت سے توجہ فرمائے گا اللہ تبارک تعالیٰ اس کے بعد جس پر چاہے گا اور اللہ تبارک تعالیٰ غفور رحیم ہے۔“ (سورہ توبہ آیات 25 تا 27)

یہ ہیں چند جھلکیاں اس جنگ کی جو حنین (اوطاس) کے مقام پر لڑی گئی۔ اس غزوہ میں بارہ ہزار مجاہدین اسلام شامل تھے۔ دشمن کی تعداد بیس ہزار کے قریب تھی اور وہ سب کے سب آزمودہ جنگجو نہ تھے جب کہ لشکر اسلام میں دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو وہ تھے جو آزمودہ تھے تجربہ کار تھے اور انہوں نے ابھی ابھی مکہ فتح کیا تھا جو کہ جزیرۃ العرب کی ایک مانی ہوئی قوت تھی۔

اب تو لشکر اسلام کا ایک اور قوت سے مقابلہ تھا جو نہ قریش کی طرح معروف ومانی ہوئی تھی اور نہ ان کی طرح منظم ومتحد کیونکہ اس میں دو مختلف قبیلے مجبوری میں، حالات وضرورت کے پیش نظر اکھٹے ہو گئے تھے۔

اس بنا پر کچھ مسلمانوں نے جوش میں آکر یہ کہنا شروع کر دیا کہ آج تو ہم بہرصورت فاتح وغالب رہیں گے کیونکہ اس سے پہلے ہم بہت تھوڑے ہوا کرتے تھے تب بھی دشمن ہمارے سامنے نہیں ٹھہر سکتا تھا اور آج تو ہم بہت بڑی بھاری تعداد میں ہیں۔

گویا انہوں نے اپنی کامیابی کا سبب اپنی بڑی تعداد کو سمجھا اور جذبات کی وجہ سے وقتی طور پر اس حقیقت کو فراموش کر بیٹھے کہ کامیابی کا دارومدار صرف اور صرف اللہ تبارک تعالیٰ کی مدد پر ہے۔ وہ چھوٹے سے چھوٹے، مقابلتاً بہت کم تعداد والے لشکر کی اپنے رحم وکرم سے امداد فرما دے تو فتح اس کے قدم چومے اور اگر اللہ تبارک تعالیٰ بڑے سے بڑے، بہت زیادہ تعداد والے لشکر کی مدد سے ہاتھ اٹھالے، مدد نہ کرے تو اس کو یقینی شکست

Marfat.com

وناکامی سے دوچار ہونا پڑے' ناکام ہوجائے۔

اہل ایمان کو آج تک جو کامیابیاں حاصل ہوئی تھیں وہ صریحاً اور محض اللہ تبارک تعالیٰ کی نصرت وامداد سے ہوئی تھیں نہ کہ تعداد کی کثرت یا اسلحہ کی فراوانی سے۔ اس لئے اللہ تبارک تعالیٰ کو مسلمانوں کی اپنی کثرت تعداد پر فخر و بھروسہ کرنا پسند نہ آیا اور اس صمد و بے نیاز' خالق و مالکِ کائنات' اللہ ربّ العزت' قادر مطلق نے وقتی طور پر ان کی امداد ربی سے ہاتھ کھینچ لیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وقتی طور پر اہلِ اسلام کا عظیم الشان لشکر تتر بتر ہوگیا اور سر اسیمگی کے عالم میں (لشکر میں شامل کچھ کمزور ایمان والے لوگ) جس کا جدھر منہ اٹھا ادھر بھاگ کھڑا ہوا۔

چونکہ اللہ تبارک تعالیٰ اس کو مکمل شکست و تباہی سے دوچار نہیں کرنا چاہتا تھا بلکہ کثرت تعداد پر بھروسہ وگھمنڈ پر سزا دینا چاہتا تھا اس لئے تھوڑی ہی دیر بعد نصرت وامداد لشکر اسلام کے شامل حال ہوگئی۔ اور اس کے ساتھ ہی جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔

غالب' مغلوب ہوگئے اور مفتوح فاتح بن گئے۔

آیئے اب اس غزوے کی مزید تفصیلات پر نظر ڈالیں۔

رسول اللہ ﷺ کے جاسوس

پیغمبر اوّل وآخر واعظم حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم' عالم خفا وغیوب' مخبر صادق' سرکارِ دو عالم ﷺ نے دشمن کے حالات سے پوری طرح باخبر ہونے کے لئے حضرت عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی رضی اللہ عنہ کو لشکر ہوازن کی طرف بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ وہ وہاں ایک دن رات یا دو دن قیام کریں اور ان کے حالات سے پوری طرح آگاہی حاصل کر کے ہمیں اطلاع دیں۔ چنانچہ آپ گئے اور لشکر کفار نے جہاں پڑاؤ ڈالا ہوا تھا اس میں داخل ہوگئے اور بڑے غور نے ان کی جنگی سرگرمیوں کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی رضی اللہ عنہ ایک دفعہ ان کے قائد لشکر سپہ سالار مالک بن عوف نصری کے خیمہ تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئے' دیکھا کہ قبیلہ ہوازن کے روساء اس کے پاس جمع ہیں اور مالک انہیں کہہ رہا ہے کہ محمد (ﷺ) نے آج تک کسی بہادر قوم سے جنگ نہیں کی۔ وہ ہمیشہ ناتجربہ کار اور غیر معروف قبیلوں سے جنگ آزما رہے ہیں جو فن حرب کے ابجد (الف ب) سے بھی واقف نہ تھے اس لئے یہ ان پر فتح پاتے رہے۔

اے میری قوم! جب سحری کا وقت ہوجائے تو اپنی صفیں درست کرلو۔ سب سے آخر میں اپنے مویشیوں کو صفوں میں کھڑا کرو' ان سے آگے اپنی عورتوں کو' پھر اپنے جوانوں کی صفیں بناؤ اور مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے مستعد ہوجاؤ۔ حملہ کرنے سے پہلے اپنی تلواروں کی نیاموں کو توڑ دو۔ جب تمہاری بیس ہزار تلواریں جن کے نیام توڑ دیئے گئے ہوں گے ان پر برسیں گی اور تم ان پر یکجان ہو کر حملہ آور ہوگئے تو کامیابی تمہارے قدم چومے گی۔ اور خوب جان لو کہ جنگ میں فتح اس کو حاصل ہوتی ہے جو حملہ کرنے میں پہل کرتا ہے۔

Marfat.com

عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہ یہ سب کچھ سننے اور دیکھنے کے بعد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور جو دیکھا یا سنا تھا' حضور پُرنور ﷺ کو اس سے آگاہ کر دیا۔

حضرت سہل بن حنظلیہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے کہا کہ جان نثار مجاہدین اللہ کے پیارے رسول ﷺ کی معیت میں قبیلہ ہوازن کی طرف پیش قدمی فرماتے رہے یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہو گیا۔ سب نے پیغمبر اوّل و آخر واعظم امام الانبیاء ﷺ کی اقتداء میں نماز ظہر ادا کی۔ اس اثناء میں ایک سوار آیا اور عرض کی۔۔ یارسول اللہ ﷺ! میں لشکر اسلام کے آگے آگے جا رہا تھا' جب میں فلاں پہاڑ پر چڑھا تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ سارا قبیلہ ہوازن اپنی عورتوں' بچوں' اونٹوں اور بکریوں سمیت سامنے والی وادی میں اکٹھا ہو چکا ہے۔ یہ سن کر پیغمبر اوّل و آخر واعظم عالم خفا وغیوب مخبر صادق رسول اللہ ﷺ نے کسی خوف اور تشویش کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ حضور ﷺ نے تبسم فرماتے ہوئے ان سے ارشاد فرمایا:

''کل یہ تمام چیزیں مسلمانوں کو بطور غنیمت مل جائیں گی۔ انشاء اللہ''

چنانچہ دوسرے روز ایسا ہی ہوا جیسا حضور پُرنور ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا۔

رات آئی تو حضرت انس بن ابی مرثد غنوی رضی اللہ عنہ نے رضا کارانہ طور پر سنتری (پہرے دار) کے فرائض انجام دیئے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 465' 466۔ سنن ابی داؤد جلد 2 صفحہ 371)

مشرکین کے جاسوس

ابونعیم اور بیہقی نے ابن اسحاق کے واسطہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضورِ انور نبی کریم سرکارِ دو عالم ﷺ 10 شوال' منگل کی شام کو وادی حنین میں تشریف فرما ہوئے۔ اس وقت کفار کے سپہ سالار مالک بن عوف نے اپنے تین جاسوس بھیجے تاکہ لشکر اسلام کی سرگرمیوں کا جائزہ لیں اور ان کے حالات سے اسے آگاہ کریں۔ جب وہ واپس آئے تو تھر تھر کانپ رہے تھے۔

مالک بن عوف نصری نے کہا' تمہارا خانہ خراب ہو۔ تم کیوں کانپ رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ جب ہم مسلمانوں کے پڑاؤ کے قریب پہنچے تو وہاں ہم نے سفید رنگ کے آدمی ابلق (کالے اور سفید رنگ کے) گھوڑوں پر سوار دیکھے۔ ان کے دیکھنے سے ہم پر لرزہ طاری ہو گیا۔ بخدا! ہمیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہماری جنگ اہل زمین کے ساتھ نہیں ہے بلکہ آسمان کے مکینوں کے ساتھ ہے۔ اگر تم ہماری بات مانو تو اپنی قوم کو لے کر واپس چلے جاؤ کیونکہ اگر دوسرے لوگوں نے بھی وہ منظر دیکھ لیا جو ہم نے دیکھا ہے تو وہ بھی مارے خوف کے کانپنے لگیں گے۔

مالک بن عوف نے کہا' افسوس ہے تم پر اور تمہاری بہادری پر تم سارے لشکر سے زیادہ بزدل ہو۔ اس نے حکم دیا کہ انہیں الگ کسی مکان میں بند کر دیا جائے تاکہ یہ لوگ سارے لشکر میں خوف وہراس نہ پھیلا دیں۔

Marfat.com

پھر مالک بن عوف نے لوگوں سے دریافت کیا کہ تم میں سے سب سے زیادہ بہادر اور شجاع کون ہے؟ سب نے بالاتفاق ایک آدمی کے بارے میں کہا کہ یہ ہم سب سے زیادہ بہادر آدمی ہے۔ مالک بن عوف نے اس کو مجاہدین کے لشکر کی طرف ان کے حالات دریافت کرنے کے لئے بھیجا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا تو اس کا رنگ بھی اڑا ہوا تھا' پسینہ بہ رہا تھا اور وہ تھر تھر کانپ رہا تھا۔ مالک بن عوف نے پوچھا تم نے کیا دیکھا؟ اس نے جواب دیا کہ سفید رنگت والے آدمی ابلق (کالے اور سفید رنگ کے) گھوڑوں پر سوار دیکھے ہیں۔ ان کے رعب کے باعث ان کو نظر بھر کر دیکھا نہیں جا سکتا۔ بخدا! میں نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی بڑی کوشش کی لیکن میری حالت تم دیکھ رہے ہو۔ میری مانو تو مسلمانوں سے جنگ کرنے سے باز آ جاؤ اور خاموشی سے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔

اس کے باوجود مالک بن عوف نصری نے لشکر اسلام سے جنگ ترک کرنے کا فیصلہ نہ کیا۔

کفار کی صف بندی

وادی حنین میں چھوٹے چھوٹے پہاڑوں کا سلسلہ دور دور تک پھیلا ہوا ہے۔ ہر پہاڑ میں گہری وادیاں' تنگ درے اور محفوظ کمین گاہیں ہیں جہاں لشکر کے سپاہی چھپ کر گھات لگا کر بیٹھ سکتے ہیں اور جب دشمن کے سپاہی ان کے نرغے میں آجاتے تو وہ ان پر اچانک جھپٹ کر حملہ کر سکتے تھے۔

مالک بن عوف نصری جو قبیلہ ہوازن اور دیگر قبائل کا سپہ سالار اعلیٰ تھا' اس نے درید بن صمہ کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے کمین گاہوں میں اپنے آزمودہ کار تیرانداز بٹھا دیئے تھے اور انہیں چوکس رہنے کا حکم دیا تا کہ جب مسلمانوں کا لشکر ان کی زد میں آجائے تو ادنیٰ توقف کئے بغیر وہ ان پر تیروں کا مینہ برسا دیں تا کہ وہ سراسیمہ ہو کر اپنے آپ کو بچانے کے لئے ادھر ادھر منتشر ہونے پر مجبور ہو جائیں۔ چنانچہ لشکر اسلام کے وہاں پہنچنے سے پہلے انہوں نے اپنی کمین گاہوں میں اپنے اپنے مورچے سنبھال لئے اور اس انتظار میں گھات لگا کر بیٹھ گئے کہ مسلمان ان کے قابو میں آئیں تو وہ ان پر ایک دم' ایک ساتھ یک لخت تیروں کی بوچھاڑ شروع کر دیں۔

لشکر اسلام کی ترتیب

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم' رحمت للعالمین' سرکارِ دو عالم ﷺ نے بھی سحری کے وقت اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صفیں درست کرنے کا حکم دیا اور مختلف دستوں کے سالاروں کو جھنڈے اور پرچم تقسیم فرمائے۔ مہاجرین کا ایک جھنڈا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو' دوسرا حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو' تیسرا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو مرحمت فرمایا۔ قبیلہ اوس کا جھنڈا حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو اور خزرج

Marfat.com

کا جھنڈا حضرت خباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم دلدل نامی اپنے سفید خچر پر سوار ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو زرہیں زیب تن فرمائی ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک کا نام ذات الفضول تھا اور دوسری کا نام سغدیہ تھا یہ سغدیہ نامی زرہ حضرت داؤد علیہ السلام کی تھی جو انہوں نے اس وقت پہن رکھی تھی جب انہوں نے جالوت سے لڑائی کی اور اسے قتل کیا تھا۔ اس کے علاوہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدن مبارک پر بکتر اور خود (لوہے کی بنی ہوئی سر کی حفاظت کے لئے ٹوپی) بھی زیب بدن فرما رکھا تھا۔

حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر اسلام کو جنگی لحاظ سے چار حصوں میں تقسیم فرمایا

مقدمتہ الجیش: اس بنوسلیم قبیلہ کے علاوہ اہل مکہ بھی شامل تھے۔ میمنہ، میسرہ اور قلب۔ حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود قلب لشکر میں تشریف فرما تھے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 466)

معرکہ آرائی

مسلمانوں نے جب اپنے لشکر کی کثرت کا مشاہدہ کیا تو از راہ غرور ان کے بعض سپاہیوں کی زبان سے اچانک یہ جملہ نکل گیا کہ "لن نغلب الیوم من قلة" آج ہم تعداد کی کمی کے باعث مغلوب نہیں ہوں گے۔ حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ سنا تو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ناگوار گزرا۔ نیز مجاہدین نے جب دیکھا کہ آج پہلی دفعہ مکہ اور مدینہ کے بہادر باہم متحد ہو کر دشمن سے جنگ کرنے کے لئے جا رہے ہیں تو ان کے دلوں میں کبر و نخوت کے جذبات ابھرنے لگے۔

اور کچھ مجاہدین ایک دوسرے کو کہنے لگے کہ آج ہم جب اکٹھے ہو کر دشمن کا مقابلہ کریں گے تب لڑنے کا مزہ آئے گا۔ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فقرہ سنا تو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ کیونکہ کفار و مشرکین کے ساتھ جو جنگیں انہوں نے کی تھیں اور ہمیشہ کامیاب و کامران ہوئے تھے، ان کی وجہ ان کی عددی کثرت نہ تھی، بلکہ محض نصرت و تائید خداوندی کے باعث انہیں کامیابیاں حاصل ہوئی تھیں۔ آج مسلمانوں کی نظر نصرت خداوندی کے بجائے اپنی تعداد کی کثرت پر تھی۔ حضورِ انور رہبر کائنات سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قسم کی باتیں سخت ناگوار گزریں۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے درید بن صمہ کی ہدایات کے مطابق لشکر مشرکین کے سالار مالک بن عوف نصری میدان جنگ کے علاقے میں پہلے پہنچ کر اپنا لشکر رات کے اندھیرے میں اس وادی کے اندر اتار کر اپنے تیر اندازوں، جنگجوؤں کو راستوں، گزرگاہوں، گھاٹیوں، پوشیدہ جگہوں، قدرتی آڑوں اور دروں میں پھیلا اور چھپا چکا تھا۔ اور انہیں یہ حکم دے چکا تھا کہ جیسے مسلمان دروں سے اندر آ جائیں اور اچھی طرح زد میں آ جائیں تو ہر طرف سے ان پر تیروں کی بارش کر دو اور پھر ان پر اکٹھے ہی ٹوٹ پڑنا۔

Marfat.com

ادھر سحر کے وقت پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے لشکر ترتیب و تنظیم فرمائی اور پرچم باندھ باندھ کر لوگوں میں تقسیم فرمائے۔ پھر علی الصبح مسلمانوں نے آگے بڑھ کر وادی حنین میں قدم رکھا۔ وہ دشمن کی وہاں موجودگی سے قطعی بے خبر تھے۔ انہیں بالکل علم نہ تھا کہ اس وادی کے تنگ دروں گھاٹیوں قدرتی آڑوں اور چھپنے کی جگہوں میں ہوازن وثقیف کے جانباز، تیر انداز، ان کی گھات میں بیٹھے ہیں۔ اس لئے وہ بے خبری کے عالم میں پورے اطمینان کے ساتھ وادی میں اتر رہے تھے، داخل ہو رہے تھے کہ اچانک ان پر تیروں کی بارش ہوگئی اور فوراً ہی ان پر دشمن کے پرے کے پرے (ٹولیاں قطاریں) یک دم اکٹھے ٹوٹ پڑے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ

مسلمان اس اچانک حملے کے لئے ذہنی طور پر تیار نہ تھے اس لئے وقتی طور پر انہیں سمجھ نہ آیا کہ وہ کیا کریں۔ اس اچانک حملے سے، غیر متوقع حملے سے وہ سنبھل نہ سکے اور ان میں بھگدڑ اور افراتفری پھیل گئی اور تیروں اور حملہ آوروں کی زد سے باہر جانے کے لئے ادھر ادھر بکھر گئے۔

اس بھگدڑ اور افراتفری کو دیکھ کر ابوسفیان بن حرب (جس کو مسلمان ہوئے دو تین ہفتے ہی گزرے تھے) نے کہا "اب ان کی بھگدڑ سمندر سے پہلے نہ رکے گی۔" اور جبلہ یا کلدہ بن حنبل نے اس موقع پر چیخ کر کہا "دیکھو آج جادو باطل ہوگیا۔"

صحیح بخاری میں

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے اس بارے میں مندرجہ بالا سے مختلف ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ہوازن وثقیف تیرانداز تھے ہم نے حملہ کیا تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ جب وہ مالِ غنیمت چھوڑ کر بھاگے تو ہم مالِ غنیمت کی طرف متوجہ ہوگئے۔ ہمارے ایسا کرتے ہی چھپے ہوئے تیز اندازوں نے ہم پر تیر برسانا شروع کر دیئے۔

صحیح مسلم میں

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم نے مکہ فتح کیا اور پھر حنین میں مشرکین سے جنگ کرنے کے لئے گئے۔ مشرکین جنگ حنین میں اتنی عمدہ صفیں بنا کر آئے جو میں نے کبھی نہیں دیکھیں۔ سواروں کی صف، پھر پیادوں کی صف، پھر ان کے پیچھے عورتیں، پھر بھیڑ بکریاں، پھر دوسرے چوپائے۔ ہم لوگ بھی بڑی تعداد میں تھے۔ ہمارے میمنہ پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے اور ان کے ساتھ اور گھڑ سوار تھے۔ دشمن کی تیراندازی کے سبب گھوڑے آگے نہیں بڑھ رہے تھے بلکہ ہمارے سوار جانباز اس مجبوری میں ہمارے پیچھے آگئے اور پھر کچھ دیر بعد لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اعراب بھی بھاگے اور ان کے ساتھ ان کے دیکھا دیکھی دوسرے بھی۔

(فتح الباری جلد 8 صفحہ 29)

Marfat.com

لیجئے اب اسی کو حقیقی انداز اور تفصیل سے پڑھیئے۔

لشکر اسلام کا مقدمتہ الجیش جب وادی حنین کی طرف پیش قدمی کرتا ہوا ان کوہستانی دروں اور ان کی پیچ در پیچ گھاٹیوں میں پہنچا تو کمین گاہوں میں چھپے ہوئے دشمن کے تیراندازوں نے ان پر تیروں کی موسلا دھار بارش شروع کر دی۔ بنی سلیم کے نوجوانوں کو اس کا سان گمان بھی نہ تھا۔ یہ نومسلم جو صبر اور استقامت کی اسلامی اصطلاحوں سے پوری طرح آشنا نہ تھے اور مقدمتہ الجیش میں ان کے علاوہ مکہ کے جو عوام شریک تھے' ان کے بھی قدم اکھڑ گئے۔ ان کے قدم کیا اکھڑے کہ پھر وہ اپنے آپ کو سنبھال نہ سکے اور جان بچانے کے لئے انہوں نے راہ فرار اختیار کر لی۔ جب لشکر کے ہراول دستے بھاگنا شروع کر دیں تو بقیہ لشکر کا سنبھلنا کب ممکن رہتا ہے؟ بھاگنے میں اہل مکہ پیش پیش تھے۔

ان سنگین حالات میں بھی اللہ تبارک تعالیٰ کا سچا نبی اور اس کا محبوب رسول کوہ استقامت بنا کھڑا رہا۔ رخ انور پر کسی قسم کی گھبراہٹ اور خوف کے آثار نہ تھے۔ تیروں کی اس برسات میں حضور انور ﷺ نے اپنے سفید خچر کو دائیں طرف موڑا اور بلند آواز سے پکارا:

''اے اللہ اور اس کے رسول کے مددگارو! میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ بھاگ کر کدھر جا رہے ہو؟ میری طرف پلٹو۔''

لیکن تیروں کی غیر متوقع بے پناہ بوچھاڑ نے لشکر اسلام کے بہت سے مجاہدین کو حواس باختہ کر دیا اور جو جانباز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم رحمت للعالمین ﷺ کے دائیں بائیں اور پیچھے تھے وہ بھی اس بھگدڑ اور دشمن کی تیراندازی سے متاثر ہو کر پیچھے ہٹ گئے اور آپ ﷺ سے کچھ دور چلے گئے۔

اکثر مورخین و سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ

اس نازک وقت پر یا جنگ کے اس ابتدائی مرحلے میں حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے قریب بہت کم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رہ گئے تھے اور بعض نے تو دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی کی لسٹ بھی دی ہے کہ اس مرحلے پر آپ ﷺ کے ساتھ صرف یہ حضرات رہ گئے تھے۔

نہ جانے کیوں مجھے یہ اچھا نہیں لگتا' یہ صحیح نہیں لگتا کہ دشمن کی غیر متوقع تیراندازی سے ایسی بھگدڑ مچی کہ آپ ﷺ کے دائیں بائیں اور پیچھے سے بھی لوگ پناہ کی خاطر بھاگ گئے۔ یہ تو یقین ہے اور مان لینے والی بات ہے کہ جو گھوڑے اور جانباز ایک دم تیروں کی باڑھ کی زد میں آ گئے' جن پر لگاتار تیر برسنے لگے وہ شہسوار اور پیدل جانباز اور گھوڑے تیروں سے بچنے کے لئے پیچھے پلٹے ہونگے یا تیراندازوں کی پہنچ سے دور ہو گئے ہونگے اور کیونکہ یہ پیچھے ہٹنا منظم نہیں تھا اس لئے بھگدڑ بھی مچ گئی ہوگی۔

اور یہ بات بھی سمجھ آتی ہے کہ اس لشکر میں کیونکہ مشرکین (بطور تماش بین) بھی شامل تھے' نومسلم جانباز

Marfat.com

تھے اور ایسے مسلمان بھی تھے جن کے ایمان و یقین ابھی بہت زیادہ پختہ نہ ہوئے تھے اس لئے جب لشکر کے میمنہ اور میسرہ پر تیر برسے اور ان کے گھوڑے پلٹے تو ان لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی اور ان کی دیکھا دیکھی لوگ لشکر کے قلب سے بھی بھاگ گئے ہوں گے۔

لیکن یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ آپ ﷺ کے قریب سے بھی اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دور چلے گئے اور آپ ﷺ کے پاس یا نزدیک اس وقت صرف دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رہ گئے۔ یہ بات' یا ایسا کہنا اس لئے بھی قابل قبول نہیں ہے کہ آپ ﷺ لشکر اسلام کے قلب میں تھے۔ جس درّے یا راستے یا میدان سے بارہ ہزار کا لشکر وادی حنین میں داخل ہونے کے لئے جا رہا ہے اس کی چوڑائی سو دو سو میٹر تو نہیں ہو سکتی وہ یقینی طور پر چار سو پانچ سو میٹر چوڑا درّہ یا داخلے کا راستہ تھا۔ یا پھر وادی میں داخلے کے دو تین راستے ہوں گے لیکن ان کا ذکر کتابوں میں نہیں ملتا ہے اس لئے یہی کہا جا سکتا ہے کہ داخلے کا ایک ہی راستہ تھا جو لشکر اسلام نے اختیار کیا۔

ایسی صورت حال میں یہ تو روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ لشکر اسلام کا دائیاں حصہ (میمنہ) اور بائیاں حصہ (میسرہ) خوب تیروں کی زد میں آئے ہونگے اور گھوڑے سوار اور پیدل مجاہدین وہاں سے محفوظ جگہ کی طرف پلٹ گئے ہوں گے اور پھر بھگدڑ مچ گئی ہو گی۔

لیکن دشمن کے تیر قلب لشکر تک تو نہیں پہنچ پا رہے تھے یا بہت کم پہنچ رہے ہوں گے تو پھر سوائے دس بارہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باقی کیوں قلب لشکر کو چھوڑ کر چلے گئے؟

اور اس بات کو ماننے کے لئے جی اس لئے بھی نہیں کرتا کہ مختلف کتابوں میں' مورخین و سیرت نگاروں نے آپ ﷺ کے پاس رہ جانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد مختلف لکھی ہے۔

میں علامہ برہان الدین حلبی کی تصنیف ''غزوات النبی'' کے اردو ترجمہ کے صفحہ 629 سے اس بارے میں حوالہ پیش کرتا ہوں۔

جہاں تک ان حضرات کا تعلق ہے جو اس نازک وقت میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے تو ان کی تعداد کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ ایک قول ہے کہ ان کی تعداد ایک سو تھی۔ ایک قول ہے کہ اسی (80) تھی۔ ایک قول کے مطابق کل ملا کر بارہ تھے۔ ایک قول کے مطابق صرف دس ہی تھے۔ اسی طرح ایک قول کے لحاظ سے تین (300) سو تھے۔ (غزوات النبی' برہان الدین حلبی' اردو ترجمہ صفحہ 629)

میرے خیال میں اکثر مصنفین و مورخین اور خاص طور پر سیرت نگاروں نے اس کم تعداد کی حمایت اس لئے کی ہے کہ حضورِ انور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کو دور گئے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوردار آواز یا پکار سے واپس بلانا پڑا۔

تو اس بارے میں گزارش یہ ہے کہ حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے پاس اگر ایک ہزار صحابہ

Marfat.com

کرام ﷺ بھی موجود ہوتے تو تب بھی آپ ﷺ نے دور جانے والوں، بھاگ جانے والوں، پلٹ جانے والوں کوضرور بالضرور واپس بلانا تھا۔ آخر تو وہ لشکر اسلام کا ایک بڑا حصہ تھے لشکر اسلام کی طاقت تھے۔ ان میں سے اکثر آزمودہ تھے اور انہی کو ساتھ لے کر بنی ہوازن و بنی ثقیف سے جنگ لڑنی تھی۔ مختلف صحیح و نیک ذرائع سے دین متین کو پھیلانا، اس کو مضبوط کرنا آپ ﷺ کی اولین ذمہ داری تھی۔

اپنے ان ہی خیالات و انداز فکر کے سبب میں (اس کتاب کا مصنف) یہ نہیں مانتا کہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف ورحیم ﷺ کے پاس اس دن اس نازک وقت پر صرف وہ دس صحابہ کرام ﷺ ہی رہ گئے تھے جن کے متبرک نام صاحب ''تاریخ الخمیس'' نے جلد 2 کے صفحہ 103 پر درج کیے ہیں۔

اس تعداد کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے جو زیادہ قابل قبول ہے وہ روایت یہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جنگ حنین کے دن میں حضور پُرنور نبی کریم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔ غیر متوقع تیر اندازی سے گھبرا کر بہت سے لوگ بھاگ نکلے اور میں ان اسی (80) مہاجرین و انصار میں سے ایک تھا جو حضورِ انور نبی کریم ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے اور ہم (اسی افراد) نے پیٹھ نہیں پھیری اور حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے قریب موجود رہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تبارک تعالیٰ نے سورہ توبہ کی آیت 26 میں یوں ارشاد فرمایا۔

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ○

ترجمہ:۔ ''پھر اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنی تسکین اتاری اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر، اور وہ لشکر اتارے جو تم نے نہ دیکھے۔'' (سورہ توبہ آیت 26)

ایک روایت یوں ہے کہ غزوہ حنین کے دوران جب مسلمان پسپا ہو کر حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے قریب سے بھی پیچھے ہٹ گئے تو آپ ﷺ نے حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''حارثہ تمہارے خیال میں کتنے لوگ اس وقت مقابلہ پر جمے ہوئے ہیں؟''

حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے انہیں شمار کیا تو وہ سو (100) تھے۔ چنانچہ میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ایک سو (100) آدمی ہیں۔

اس کے کچھ عرصہ بعد ایک مرتبہ جب پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف ورحیم، حبیب ربّ للعالمین، تاجدارِ کائنات، سرکارِ دو عالم ﷺ مسجد نبوی کے دروازے پر کھڑے ہوئے جبرئیل سے گفتگو کر رہے تھے تو میں (حارثہ بن نعمان) وہاں پہنچ گیا۔

جبرئیل نے آپ ﷺ سے پوچھا۔ اے محمد ﷺ یہ کون شخص ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ یہ حارثہ بن نعمان

Marfat.com

ہے۔

یہ سن کر جبرئیل نے کہا۔ ”یہ ان سو آدمیوں میں سے ایک ہے جنہوں نے غزوہ حنین کے موقع پر صبر وثبات کا مظاہرہ کیا تھا۔ اگر یہ مجھے سلام کرسکتا تو میں اس کے سلام کا جواب ضرور دیتا۔“

اس کے بعد جب حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے مجھے اس واقعہ کی خبر دی تو میں نے عرض کیا۔ ”میں تو یہ سمجھ رہا تھا کہ آپ ﷺ کے ساتھ یہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے ہیں۔“

ترمذی نے یہ سند حسن ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے اپنے لوگوں کو حنین کے روز دیکھا کہ اکثریت نے پیٹھ پھیر لی اور حضور پُر نور نبی کریم رسول اللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سو آدمی بھی موجود نہیں۔ (فتح الباری جلد 8 صفحہ 30,29، صحیح مسلم جلد 2 صفحہ 100)

قارئین کرام! ان مذکورہ دونوں روایات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضورِ انور نبی کریم ﷺ کے ساتھ ان نازک لمحات میں ایک سو کے قریب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے اور میرے خیال میں یہی زیادہ صحیح ہے اور عقل سلیم کو بھی یہی قابل قبول ہے۔

چلیے پھر جنگ کا حال سنیں

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضور پُر نور ﷺ کے خچر کی لگام پکڑی ہوئی تھی۔ حضرت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ جو نبی کریم ﷺ کا چچا زاد بھائی تھا، نے حضور پُر نور ﷺ کی رکاب تھام رکھی تھی۔ ان سے مروی ہے۔ جب ہم دشمن سے جنگ آزما تھے، میں نے اپنے گھوڑے سے چھلانگ لگا دی۔ میرے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی، خدا شاہد ہے کہ میں حضور پُر نور ﷺ کے قدموں میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے سخت بے چین تھا اور کفار سے مصروف پیکار تھا۔ حضور پُر نور ﷺ میری طرف دیکھ رہے تھے۔ اس ایمان افروز منظر کو دیکھ کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! یہ حضور کا بھائی اور حضور کے چچا حارث کا بیٹا ابوسفیان ہے۔ اب آپ اس پر راضی ہو جائیں۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم، رحمت للعالمین ﷺ نے فرمایا:

”جو مخالفتیں اور دشمنیاں اس نے میرے ساتھ روا رکھیں، اللہ تبارک تعالیٰ ان سب کو معاف فرما دے۔“

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پھر حضور پُر نور ﷺ نے میری طرف نگاہ التفات کرتے ہوئے فرمایا:

یااخی ”اے میرے بھائی“ یااخی کا کلمہ سن کر میری خوشی کی حد نہ رہی۔ فقبلت رجلہ، فی الرکاب ”میں نے فرط محبت سے حضور پُر نور ﷺ کے قدم ناز کو رکاب میں چوم لیا“۔ حضور پُر نور ﷺ نے اس کی محبت اور جذبہ جان نثاری کو دیکھ کر فرمایا:

Marfat.com

ابوسفیان بن الحارث من شباب اهل الجنته

''ابوسفیان بن حارث اہل جنت کے جوانوں میں سے ہے۔''

اس افراتفری کے عالم میں پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، محبوب ربّ للعالمین ﷺ فولادی چٹان بنے ہوئے اس طوفان بلا کے سامنے کھڑے رہے۔ اپنی سواری کو ایڑی لگا کر دشمن کی طرف بڑھاتے رہے اور ساتھ یہ اعلان فرماتے رہیں: انا النبی لاکذب انا ابن عبدالمطلب

''میں اللہ کا سچا نبی ہوں، اس میں ذرا جھوٹ نہیں۔ میں فخر بنی ہاشم۔ عبدالمطلب کا فرزند ہوں۔''

پھر حضورِ انور ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ جن کی آواز قدرتی طور پر بہت اونچی تھی اے عم محترم! اپنی بلند آواز سے یہ اعلان کرو:

''اے گروہ انصار! اے بیری کے درخت کے نیچے بیعت کرنے والو! اے مہاجرین! جنہوں نے درخت کے نیچے جان دینے کی بیعت تھی، اے انصار! جنہوں نے اللہ کے رسول کو پناہ دی تھی۔''

حسب ارشاد حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی بلند آواز میں اعلان کر دیا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اعلان کے بعد حضور پُرنور ﷺ نے دائیں طرف متوجہ ہوتے ہوئے نعرہ لگا یامعشر الانصار ''اے گروہ انصار!''

سب نے یک زبان ہو کر جواب دیا لبیک یا رسول اللہ ابشر نحن معک ''اے اللہ کے پیارے رسول ہم حاضر ہیں، حضور خوش ہوں ہم حضور کے ساتھ ہیں۔

پھر بائیں طرف توجہ فرماتے ہوئے نعرہ لگایا یامعشر الانصار ''اے گروہ انصار'' جتنے انصار اس جانب تھے، سب نے جواب دیا لبیک لبیک نحن معک یارسول اللہ ''ہم حاضر ہیں، ہم حاضر ہیں، اے اللہ کے رسول! ہم حضور کے ساتھ ہیں۔''

جس کے کانوں تک اپنے آقا سرکار کائنات ﷺ کی آواز گونجی (پہنچی) اس نے اپنے اونٹ کا رخ اللہ کے رسول کی طرف موڑ لیا اور جس کے اونٹ نے بھیڑ و بھگدڑ کی وجہ سے منہ موڑنے میں دیر کی اور کسی سرکشی مظاہرہ کیا تو اس نے اونٹ کی پشت سے چھلانگ لگا دی۔ اپنے اونٹ کو چھوڑ دیا، صرف تلوار اور ڈھال لے کر اس طرف دوڑتا ہوا گیا جہاں اللہ کا پیارا رسول ﷺ تشریف فرما تھا۔ جس طرح اونٹنی اپنے بچے کی طرف تابانہ دوڑ کر جاتی ہے بالکل اسی طرح اس روز اس بے تابی سے انصار اپنے آقا کے قدموں میں حاضر ہونے کے لئے دوڑ لگانے لگے۔

مشرکوں کی صفوں کے آگے آگے سرخ اونٹ پر سوار ایک شخص تھا جس کے ہاتھ میں ایک سیاہ پرچم تھا۔ پرچم ایک بہت لمبے نیزے میں باندھا گیا تھا۔ بنی ہوازن کے جنگجو اس کے پیچھے تھے۔ یہ آہستہ آہستہ مسلمانو

Marfat.com

کی طرف آگے بڑھ رہا تھا۔ اگر کوئی اس کی زد میں آ جاتا تو فوراً اسے نیزہ مار دیتا۔ جو اس سے بچ جاتا اس کے پیچھے آنے والے جنگجو اس پر ٹوٹ پڑتے۔

یہ شخص اسی طرح حملے کرتا پھر رہا تھا کہ اچانک حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ایک انصاری اس مشرک حملہ آور کی طرف متوجہ ہوئے اور اسے قتل کرنے کے لئے آگے بڑھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی پشت کی طرف سے آ کر اس کے اونٹ کے کولہوں پر وار کیا جس کے نتیجے میں اونٹ الٹے منہ گرا۔ اسی وقت اس انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس مشرک پر چھلانگ لگائی اور ایسا سخت وار کیا کہ اس کی ٹانگ اڑا ڈالی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے سر پر وار کیا اور تلوار سر سے ہوتی ہوئی اس کے سینے تک پہنچ گئی۔ اپنے کمانڈر کا یہ حشر دیکھ کر اس کے ساتھ والے میدان جنگ سے بھاگ نکلے اور دوسروں نے بھی پسپائی اختیار کر لی۔

تھوڑی دیر میں تمام بکھرے ہوئے مہاجر اور انصار اپنے ہاتھوں میں اپنی تلواریں لہراتے ہوئے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں حاضر ہو گئے۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ سب سیسہ پلائی دیوار بن جاؤ اور کفار پر پوری طاقت و پھرتی سے حملہ کر دو۔ چنانچہ مجاہدین اسلام نے کفار پر ہلہ بول دیا۔ ان کی تلواریں دشمن کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کاٹ کر زمین بوس کر رہی تھیں۔ وہ اپنے نیزوں کی چمکتی ہوئی انیوں سے دشمن کے سینوں کو گھائل کر رہے تھے اور ان کے قلب و جگر کو پارہ پارہ کر رہے تھے۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے جانباز مجاہدین کی یہ سرفروشی دیکھی تو فرمایا: الان حمی الوطنی "اب لڑائی کا تنور بھڑک اٹھا ہے۔"

قبیلہ ثقیف کے آدمی بھی کچھ دیر جم کر مسلمانوں سے لڑتے رہے یہاں تک کہ ان کے درجنوں آدمی مارے گئے۔ جب ان کا علمبردار عثمان بن عبداللہ قتل ہو گیا تو ان کے پاؤں بھی اکھڑ گئے اور وہ لاشیں میدان جنگ میں چھوڑ کر طائف کی سمت بھاگ نکلے۔

تھوڑی دیر بھی کفار اسلام کے شیروں کے سامنے نہ ٹھہر سکے۔ انہوں نے اپنی پیٹھیں پھیر لیں، منہ موڑ لئے اور راہ فرار اختیار کی۔ مسلمان ان کے پیچھے دوڑ کر انہیں موت کے گھاٹ اتارتے رہے اور بعض کو جنگی قیدی بناتے رہے۔ حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے نظیر شجاعت اور عدیم المثال ثابت قدمی نے جنگ کا پانسہ پلٹ دیا۔ اسلام کے بکھرے ہوئے شیر پھر علم توحید کے نیچے اکٹھے ہو گئے اور بے خوف و خطر گرجتے ہوئے کفار پر ٹوٹ پڑے اور ان کی عارضی فتح کو بڑی شرمناک اور مستقل شکست میں بدل دیا۔

(صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 621، طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 151)

اس روز حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی سواری کے لئے خچر کو منتخب کرنا بھی حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت و بہادری کی روشن دلیل ہے۔ عام طور پر جنگوں میں شہسوار گھوڑے کو سواری کے لئے پسند کرتے ہیں جو کر وفر یعنی

Marfat.com

آگے بڑھنے اور پیچھے ہٹنے میں بڑی سرعت کا مظاہرہ کرتا ہے۔ خچر میں یہ تیزی اور سبک خرامی کہاں۔ اس لئے شہسوار جنگ میں اپنی سواری کے لئے خچر کو پسند نہیں کرتے۔ حضور پُرنور ﷺ کا اس موقع پر خچر پر سوار ہو کر میدان جنگ میں قدم رنجہ فرمانا، تحمل، ہمت و فیصلہ کی شان عظیم کا مظہر ہے اور اس بات کی دلیل ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کو کوئی جلدی نہ تھی اور بڑی ثابت قدمی کے ساتھ حضورِ انور ﷺ دشمن کی بے پناہ یلغار کے سامنے ڈٹے رہے۔

جب لشکر اسلام پر مشکل وقت تھا تو پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، ہادیٔ دو جہاں، رہبر کائنات، رسول بحر و بر، سیّد المرسلین، خاتم النبیین، رحمت للعالمین، حبیب ربّ للعالمین، حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے دعا کے لئے اپنے دونوں مبارک ہاتھ ربّ کائنات، ربّ للعالمین ربّ العزت کی بارگاہِ میں پھیلائے اور ان متبرک و مقدس کلمات میں التجا کی۔

"الٰہی! جس نصرت کا تو نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا ہے، میں تجھے اس وعدہ کا واسطہ دیتا ہوں۔ الٰہی یہ تیری شان کے شایاں نہیں کہ وہ مشرک ہم پر غالب آجائیں۔ الٰہی! تو ازل سے ہے ابد تک رہے گا۔ تو زندہ جاوید ہے تجھے موت نہیں آسکتی۔ آنکھیں سو جاتی ہیں ستارے اپنی چمک کھو بیٹھتے ہیں لیکن تو حی و قیوم ہے، تجھے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند، یا حی یا قیوم۔ الٰہی! کیا تیری یہ مرضی ہے کہ آج کے بعد تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے۔ سب تعریفیں تیرے لئے ہیں۔ ہم تیری ہی جناب میں اپنے درد و الم کا شکوہ کرتے ہیں اور تجھی سے مدد کی درخواست کرتے ہیں۔"

جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی، یارسول اللہ! اللہ تبارک تعالیٰ نے آج وہ دعائیہ کلمات آپ کو القاء فرمائے ہیں جو موسیٰ علیہ السلام کو اس روز القاء فرمائے تھے جب ان کے سامنے سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا اور ان کے عقب میں فرعون کا لشکر جرار دوڑا چلا آرہا تھا۔

جب گھمسان کا رن پڑ رہا تھا تو حضورِ انور سرکارِ دو عالم ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ مجھے ایک مٹھی کنکریوں کی دو۔ یہ سنتے ہی اللہ کے حکم سے وہ خچر یہاں تک جھک گیا کہ اس کا شکم زمین کو چھونے لگا۔ حضور انور نبی کریم ﷺ نے کنکریوں کی مٹھی بھر لی اور اسے کفار کی جانب پھینکا اور زبان پاک سے فرمایا: "شاھت الوجوہ ھم لاینصرون" "دشمنوں کے چہرے بدنما ہو جائیں" "حم" "ان کی مدد نہیں کی جائے گی"۔

آپ ﷺ کے اس عمل سے دشمن کا کوئی سپاہی ایسا نہ رہا جس کی آنکھوں میں وہ کنکریاں (مٹی، ریت) نہ پڑی ہوں اور وقتی طور پر دیکھنے سے معذور نہ ہو گیا ہو۔ دشمن کے سپاہی دور و نزدیک، سامنے اور پیچھے جہاں کہیں بھی کھڑے یا بیٹھے تھے، ان سب کی آنکھوں میں وہ کنکریاں (مٹی، ریت) پڑیں اور وہ وقتی طور پر دیکھنے سے معذور ہو گئے۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے دو جنگوں میں اپنی مٹھی میں کنکریاں لے کر دشمن کی طرف پھینکیں

Marfat.com

جس کے باعث وہ جنگ کرنے کی قوت سے وقتی طور پر محروم ہو گئے۔ پہلے غزوہ بدر میں' دوسری بار غزوۂ حنین میں۔اس کے بارے میں اللہ تبارک تعالیٰ کا سورۂ انفال کی آیت 17 میں ارشاد ہے:

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○

ترجمہ:''جب آپ نے کنکریاں پھینکیں وہ آپ نے نہیں پھینکی تھیں بلکہ اللہ تبارک تعالیٰ نے پھینکی تھیں۔''(سورہ انفال آیت 17)

غیبی مدد کا نزول

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دشمن کی شکست سے پہلے جب کہ گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی میں نے دیکھا کہ ایک سیاہ چیز آسمان سے اتری اور ہمارے اور دشمن کے درمیان آ کر گری۔اب میں نے دیکھا کہ وہ تو سیاہ اور موٹی موٹی چیونٹیاں تھیں جن سے پوری وادی بھر گئی۔ مجھے اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہ فرشتے تھے اور ان کے آتے ہی دشمن کو بدترین شکست ہوئی۔

سیرت دمیاطی میں ہے کہ خاص طور پر جو فرشتے غزوۂ حنین میں نازل ہوئے ان کے سروں پر سرخ عمامے تھے جن کے پلو انہوں نے اپنی پشت پر دونوں شانوں کے درمیان لٹکار کھے تھے۔ چنانچہ بنی ہوازن کے کچھ ایسے مشرک لوگوں سے روایت ہے جو اس جنگ میں مسلمانوں کے مقابل تھے کہ غزوہ حنین کے موقعہ پر ہم نے کچھ سفید فام لوگ دیکھے جو سیاہ اور سفید گھوڑوں پر سوار تھے اور جن کے سروں پر سرخ عمامے تھے۔ساتھ ہی ہم نے ایسے سرفروشوں کی ٹولیاں دیکھیں کہ انہیں دیکھ کر ہم بے حد خوف زدہ اور مرعوب ہو گئے۔

حضرت شیبہ بن عثمان حجی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں مشرک تھا اور حنین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گیا۔اس دن میں نے سفید فام شہسواروں کو سیاہ اور سفید گھوڑوں پر سوار دیکھا جو مجھے بالکل اجنبی اور غیر زمینی مخلوق لگے۔میں نے حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں یہاں سیاہ وسفید گھوڑوں پر سفید فام شہسوار دیکھ رہا ہوں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔''وہ لشکر سوائے کافروں کے اور کسی کو نظر نہیں آتا۔''

جب مشرک شکست کھا کر بھاگے تو مسلمان ان کے تعاقب میں نکلے' بعض کو قتل کر دیا اور بعض کو قیدی بنا لیا۔یہاں تک کہ بنی ہوازن میں سے ایک شخص نے مسلمان ہونے کے بعد اپنی مرعوبیت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ''اس روز ہمیں ہر درخت اور ہر چٹان ایک شہسوار کی طرح نظر آتی تھی جو ہمارے تعاقب میں بھاگا چلا آ رہا ہے۔'' اللہ تبارک تعالیٰ نے اس روز پانچ ہزار فرشتے مجاہدین کی مدد کے لئے نازل فرمائے اور ان کے دلوں میں طمانینت وتسکین کا نور انڈیل دیا تا کہ وہ ثابت قدمی سے دشمن کے ساتھ جنگ لڑ سکیں۔

Marfat.com

اور پھر حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے تنہا تیس مشرکوں کو واصل جہنم کیا۔

اسی دوران حضرت ربیعہ بن رفیع سلمی رضی اللہ عنہ نے مالک بن عوف کے بوڑھے فن حرب کے مشیر درید بن صمہ کو پالیا اور اس کے اونٹ کی نکیل پکڑ لی۔ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے خیال کیا کہ کوئی عورت اونٹ پر سوار ہے لیکن جب اس نے غور سے دیکھا تو وہ ایک بوڑھا مرد تھا جس کی بینائی جاتی رہی تھی۔ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ درید کو نہیں پہچانتا تھا۔ درید نے اس سے پوچھا تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا میں تمہیں قتل کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا میں ربیعہ بن رفیع سلمی ہوں اور یہ کہنے کے ساتھ ہی اس پر حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے تلوار کا وار کیا جو کارگر ثابت نہ ہوا۔ درید نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا ''بئسما سلحتك امك'' تیری ماں نے جس اسلحہ سے تمہیں مسلح کیا ہے وہ بالکل ردی ہے'' میری تلوار جو کجاوہ کے پچھلے حصہ میں آویزاں ہے وہ لے لو اور اس تلوار سے میرا کام تمام کردو' لیکن جب تم اپنی ماں کے پاس واپس جاؤ تو اسے بتانا کہ تو نے درید بن صمہ کو قتل کیا ہے۔ چنانچہ اس نے درید کو قتل کر دیا۔

واپس آکر اس نے اپنی ماں کو بتایا کہ میں نے درید بن صمہ کو قتل کیا ہے۔ ماں نے کہا۔ تم نے اچھا نہیں کیا۔ اس نے تیرے بزرگوں مین سے تین کو آزاد کیا تھا۔ کاش! تم نے اپنے بزرگوں کے محسن کو قتل نہ کیا ہوتا۔ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں اللہ اور اس کے رسول کی رضا پر سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہوں۔

(السیرۃ النبویہ احمد بن زینی دحلان جلد 2 صفحہ 316)

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کے ہمراہ اس جنگ میں شریک تھیں۔ انہوں نے اپنی چادر سے اپنی کمر کس کر باندھی ہوئی تھی اور ایک خنجر اس کے پہلو کے ساتھ لٹک رہا تھا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا' اے اُم سلیم! یہ خنجر تم نے کس لئے اپنے پاس رکھا ہوا ہے؟ اُم سلیم نے کہا تا کہ اگر کوئی کافر میرے نزدیک آنے کی جرأت کرے تو اسے اس کے پیٹ میں گھونپ دوں۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ! حضور سن رہے ہیں جو اُم سلیم کہہ رہی ہے۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے شاید نہیں سنا تھا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے پھر وہ سوال دہرایا' حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے وہی جواب دہرایا جسے سن کر حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیئے۔ حضرت اُم سلیم عرض کرنے لگی' یارسول اللہ! میرے ماں باپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں۔ جن لوگوں نے اس جنگ میں راہ فرار اختیار کی ہے ان کے سر قلم فرما دیجئے کیونکہ وہ اسی لائق ہیں۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے ان کے اس گناہ کو معاف کر دیا ہے اب کسی مزید سزا کی ضرورت نہیں۔

اس سے متعلق اللہ تبارک تعالیٰ غفور الرحیم نے سورہ توبہ کی آیات 27,26 میں یوں ارشاد فرمایا ہے۔

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِیْنَ ۝ ثُمَّ یَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ

Marfat.com

غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۝

ترجمہ: ''اور عذاب دیا کافروں کو اور یہی سزا ہے کافروں کی۔ پھر رحمت سے توجہ فرمائے گا اللہ تبارک تعالیٰ اس کے بعد جس پر چاہے گا اور اللہ تبارک تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔''

عارضی ہزیمت پر کچھ اہل مکہ کے جذبات مسرت

وقتی طور پر جب میدان جنگ میں مسلمانوں کے قدم اکھڑے تو اہل مکہ کے دلوں میں اسلام کی عداوت کے جو جذبات و خواہشات پنہاں تھیں وہ ان کو چھپا نہ سکے اور ان کا خبث باطن ان کی زبان سے ظاہر ہو کر رہا۔ ان میں سے چند لوگوں نے جو کلمات اپنی زبان سے نکالے تاریخ نے انہیں اپنے صفحات میں محفوظ کر لیا۔ ان میں سے چند اقوال قارئین کی خدمت میں پیش خدمت ہیں:

لشکر اسلام میں دس ہزار انصار و مہاجرین کے علاوہ جو لوگ تھے ان میں سے کچھ وہ نومسلم تھے جنہوں نے زبان سے تو اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا تھا لیکن ان کے دلوں میں ایمان کی شمع ابھی روشن نہیں ہوئی تھی۔ انہوں نے مسلمانوں کی اس عارضی پسپائی پر بڑی مسرت و شادمانی کا اظہار کیا۔ ابوسفیان جس نے فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا تھا' جس کے دل میں حسد و عناد کی چنگاریاں ابھی تک دہک رہی تھیں وہ اپنے ان جذبات کو چھپا نہ سکا۔ ابوسفیان نے برملا کہا: لاتنتهي هزيمتهم دون البحر ''اب لشکر ہوازن انہیں دھکیل کر سمندر تک پہنچا کر دم لے گا اور سمندر سے پہلے مسلمانوں کے قدم اب جمنے نہیں پائیں گے۔''

ایک روایت میں ابوسفیان سے یہ قول بھی مروی ہے کہ اس نے فرحت و شادمانی سے سرشار ہو کر یہ نعرہ لگایا:

غلبت والله هوازن لايرد هم شي الا البحر

''خدا کی قسم! ہوازن غالب آ گئے اور مسلمانوں کو سمندر کے سوا کوئی چیز اب نہیں روک سکتی۔''

صفوان بن امیہ جو ابھی تک شرک پر تھا اس نے یہ سن کر کہا:

بفيك الكثكث: ''اے سفیان! تیرے منہ میں پتھر اور خاک''

کلدہ بن حنبل جو صفوان کا ماں کی طرف سے بھائی تھا' اس نے اس موقع پر بلند آواز سے یہ نعرہ لگایا:

الا بطل السحر اليوم ''سن لو! اسلام کا جادو آج ٹوٹ گیا''

صفوان بن امیہ جس نے ابھی اسلام قبول کرنے کا اعلان تو نہیں کیا تھا لیکن اس کے دل میں قرشی حمیت زندہ تھی' کلدہ کا یہ اعلان سن کر وہ چپ نہ رہ سکا۔ اس نے فوراً کہا اسكت فض الله فا ''خاموش! خدا تیرا منہ پھوڑے۔'' قریش کی سرپرستی میں زندگی بسر کرنے کو میں ترجیح دیتا ہوں اس بات پر کہ کوئی اعرابی بدو میرا سرپرست یا سردار اعلیٰ بنے۔

Marfat.com

اسی دوران ایک اور آدمی نے صفوان بن امیہ کو کہا ابشر فان محمدا و اصحابہ قد انھزموا ''اے صفوان مبارک باد! محمد (ﷺ) اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو شکست ہو گئی ہے۔'' صفوان نے اس کو بھی بڑے کرخت لہجہ میں جواب دیا۔

اسکت فض اللہ فاك ''چپ رہو' تیرے منہ کو خدا پھوڑے۔''

مخالفین کی ایسی ہی کڑوی کسیلی باتیں حضرت عکرمہ بن ابوجہل رضی اللہ عنہ کے کانوں میں پڑیں تو حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔

''جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اس شکست کے بعد مسلمان کبھی نہیں ابھر سکیں گے تو یہ معاملہ تیرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ یہ معاملہ اللہ تبارک تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اس میں ہمارے پیارے رسول محمد ﷺ کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اگر آج کے دن انہیں شکست ہو گئی تو کون جانے کل کا دن ان کا ہو۔''

یہ سن کر سہیل بن عمرو نے کہا۔

''وہ زمانہ ابھی زیادہ پرانی بات نہیں ہے جب تم محمد (ﷺ) کی مخالفت میں پیش پیش رہا کرتے تھے۔''

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

''ابو یزید (سہیل بن عمرو کی کنیت)! اس وقت ہمارا کوئی دین ہی نہیں تھا۔ ہماری عقلیں خراب ہو گئی تھیں کہ ہم پتھروں کی پرستش کیا کرتے تھے جو نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ فائدہ۔''

مسلمانوں کی اس ابتدائی عارضی شکست کی خبر مکہ پہنچی تو وہاں بہت سے لوگوں کو اس سے بے حد خوشی ہوئی اور وہ علی الاعلان مسلمانوں کو برا بھلا کہنے لگے یہاں تک کہ ان میں سے ایک مشرک نے کہا۔

''اب عرب کے لوگ اپنے باپ دادا کے دین پر لوٹ آئیں گے۔''

اس فوج میں ایسے لوگ بھی تھے جو محض اس لئے مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہو گئے تھے کہ جنگ کے ہنگامہ میں انہیں کوئی ایسا موقع ملے جب حضور (ﷺ) تنہا ہوں اور اس تنہائی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ حضورِ انور ﷺ کی شمع حیات کو گل کر کے اپنی دیرینہ آتش انتقام کو ٹھنڈا کر سکیں۔ شیبہ بن عثمان انہیں لوگوں میں سے ایک تھا۔ اس کے بد ارادے و منصوبے کس طرح ناکام ہوئے اور پھر کس طرح اسے پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم' رحمت للعالمین ﷺ نے اپنی شفقت' رحمت و محبت سے نوازا اس کا ذکر اس سے پہلے اس کے اسلام لانے کے سلسلہ میں تفصیل سے ہو چکا ہے۔ اس لئے اسے یہاں دہرایا نہیں جائے گا۔

Marfat.com

ہوازن کی شکست

جب اسلام کے شیروں نے اپنے آقا حضورِ انور سرکارِ دو عالم ﷺ کے قدموں میں اکٹھے ہونے کے بعد ہوازن پر حملہ کیا تو سب سے پہلے میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کرنے والا ان سالارِ اعظم مالک بن عوف نصری ہی تھا جس کی جنگی تدابیر کے بارے میں آپ پہلے پڑھ آئے ہیں۔ وہ میدان کارزار سے یوں سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا کہ طائف کے قلعہ سے پہلے اسے کہیں امان نہ ملی۔ اس کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے تھے۔ اس کو اپنے لشکریوں کا خیال تک نہ رہا جن کو مسلمان اپنی تلواروں سے موت کے گھاٹ اتار رہے تھے اور ان عورتوں بچوں کا بھی جن کو وہ جنگی حکمت عملی کے تحت ساتھ لایا تھا اور مسلمان اب ان عورتوں بچوں کو جنگی قیدی بنا رہے تھے۔ وہ اپنے ساتھ اپنے بھگوڑے لشکریوں کا ایک گروہ لے کر طائف پہنچا۔

لشکر کے ایک حصہ نے اوطاس میں جا کر دم لیا۔ ان کے لشکر کا تیسرا حصہ حنین سے بھاگا اور نخلہ کے مقام پر جا کر رکا۔ میدان جنگ میں حضورِ انور نبی کریم رحمت دو عالم ﷺ نے ایک عورت کی لاش پڑی ہوئی دیکھی تو برہمی کا اظہار فرمایا اور ایک آدمی کو دوڑایا کہ وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کا پیغام پہنچائے کہ حالات کتنے ہی اشتعال انگیز ہوں لیکن بچوں اور عورتوں کو قتل کرنے کی ہرگز اجازت نہیں۔ لشکر ہوازن کا ایک حصہ میدان جنگ میں شرم ناک شکست سے دوچار ہونے کے بعد طائف جا پہنچا۔ وہاں انہوں نے اپنی بکھری ہوئی قوت کو یکجا کرنا شروع کر دیا تاکہ دوبارہ متحد و متفق ہو کر لشکر اسلام کا مقابلہ کریں۔

معرکہ اوطاس

پہلے بتایا جا چکا ہے کہ مشرکین کے لشکر کا ایک حصہ اوطاس جا پہنچا اور وہاں جا کر وہ خیمہ زن ہو گیا ان کے لشکر کا تیسر حصہ نخلہ کی طرف بھاگ گیا۔ مسلمان شہسواروں نے ان کے لشکر کے تینوں حصوں کا تعاقب کیا۔ جو لوگ اوطاس کی طرف بھاگ کر گئے تھے ان کی سرکوبی کے لئے پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوعامر الاشعری رضی اللہ عنہ کو چند سواروں سمیت روانہ کیا۔ حضرت ابوعامر الاشعری رضی اللہ عنہ نے ان بھگوڑوں کو جا لیا۔ کفار سے ان کی جھڑپ ہوئی جس میں حضرت ابوعامر الاشعری رضی اللہ عنہ شہید ہوئے لیکن شہادت کا تاج سر پر سجانے سے پہلے انہوں نے اپنی شجاعت و بسالت کے خوب جوہر دکھائے۔ ان کو دعوت مبارزت دینے کے لئے یکے بعد دیگرے دس بھائی میدان میں اترے۔ آپ نے ان میں سے نو (9) کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اور دسویں بھائی نے سچے دل سے اسلام قبول کر لیا۔

اس کے بعد حضرت ابوعامر رضی اللہ عنہ نے دادِ شجاعت دیتے ہوئے خود جام شہادت نوش کیا۔ حضرت ابوعامر

Marfat.com

اشعری رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کے چچا زاد بھائی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اسلام کا پرچم تھاما اور مشرکین ہوازن کے ساتھ جنگ کی۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے انہیں فتح عطا فرمائی، اور اعداء اسلام کو دوبارہ شکست کی ذلت سے دوچار ہونا پڑا۔

جان، جان آفریں کے حوالے کرنے سے پہلے حضرت ابوعامر اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنی جگہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو دستہ کا سپہ سالار بنایا اور یہ وصیت کی کہ حضور پُرنور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں میرا اسلام عرض کر دینا اور میرے لئے دعا کی درخواست کرنا۔ یہ وصیت کرتے ہی ان کی روح پرواز کر گئی۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب اس جنگ سے فارغ ہو کر میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا اور اپنے چچا زاد کا سلام اور پیغام پہنچایا تو اس وقت ہادیٔ انس و جاں، رسولِ بحر و بر رہبر کائنات، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بان کی چارپائی پر تشریف فرما تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک اور پہلوئے اقدس میں بان کے نشان پڑے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوا کر وضو فرمایا پھر دونوں ہاتھوں کو بلند فرما کر دعا مانگی کہ "یا اللہ! تو ابوعامر کو قیامت کے دن بہت سے انسانوں سے زیادہ بلند مرتبہ بنا دے۔" یہ کرم دیکھ کر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے بھی دعا فرما دیجئے۔ تو یہ دعا فرمائی کہ یا اللہ! تو عبداللہ بن قیس کے گناہوں کو بخش دے اور اس کو قیامت کے دن عزت والی جگہ میں داخل فرما۔ عبداللہ بن قیس حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا نام ہے۔ (صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 619)

جنگ حنین و اوطاس میں بیش قیمت اموال غنیمت اور جنگی قیدی مسلمانوں کے قبضہ میں آئے۔ ان تمام اموال غنیمت کو حضور پُرنور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جعرانہ کے مقام پر بھیج دیا۔ یہ مقام مکہ سے 24 کلومیٹر جانب شمال واقع ہے۔ منتظمین کو تاکیدی حکم دیا کہ اسیران جنگ کو لباس مہیا کرنے اور ان کو مناسب غذا دینے میں کسی کوتاہی کا مظاہرہ نہ کریں۔

مسلمان شہسواروں کی ایک دوسری جماعت نے نخلہ کی طرف پسپا ہونے والے مشرکین کا تعاقب کیا۔ نخلہ کی طرف بھاگنے والے مشرکین میں دُرید بن صمہ بھی تھا۔ مشرکین اپنی جان بچانے کے لئے بہت تیز بھاگے اور ادھر ادھر بکھر گئے۔ جو مسلمانوں کے ہاتھ آ گئے ان کے سر اڑا دیئے گئے۔ حضرت ربیعہ بن رفیع رضی اللہ عنہ نے دُرید بن صمہ کو جا پکڑا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ دُرید بن صمہ کے قتل کا واقعہ گزشتہ اوراق میں بیان کر دیا گیا ہے اس لئے اسے یہاں بیان نہیں کیا جائے گا۔

اللہ تبارک تعالیٰ کی رحمتیں، کرم فرمانیاں اور شان کہ اس جنگ میں مسلمان غیر متوقع تیر اندازی کی زد میں آئے اور ان پر خوب تیر برسائے گئے اور انہیں ایک کم وقتی عارضی شکست سے بھی دوچار ہونا پڑا جس کے دوران

Marfat.com

بھگدڑ بھی مچی تھی لیکن اس سب کچھ کے باوجود مسلمانوں کا جانی نقصان نہ ہونے کے برابر تھا۔

غزوۂ حنین میں صرف چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جام شہادت نوش کیا۔ ان شہداء کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

حضرت ایمن بن عبید اللہ

حضرت سراقہ بن حارث

حضرت یزید بن زمعہ

حضرت ابو عامر الاشعری رضی اللہ عنہم اجمعین

مسلمانوں کے مقابلے میں مشرکین کا جانی نقصان بہت زیادہ تھا۔ جنگ کے دوران ان کے ستر (70) سے زیادہ جنگجو مارے گئے۔ اور جب وہ شکست کھا کر میدان سے بھاگے تو تین سو (300) سو سے زائد کو مسلمانوں نے تعاقب کر کے واصل جہنم کر دیا۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 492)۔

مسلمانوں کو اس جنگ میں کثیر مقدار میں جو اموال غنیمت ملے ان کی تفصیل درج ہے:

اسیران جنگ	چھ ہزار
اونٹ	چوبیس ہزار
بکریاں	چالیس ہزار
چاندی	چار ہزار اوقیہ

اس جنگ کی شاندار فتح نے بہت سے مشرکین پر دین متین کی حقانیت عیاں کر دی اور اہل مکہ میں سے جو لوگ اب تک ایمان نہیں لائے تھے ہوازن کی اس شکست کے بعد انہوں نے بھی دین اسلام قبول کر لیا۔

پیغمبر اول و آخر و اعظم، حضور پُر نور، نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام جنگی قیدی اور سارا مالِ غنیمت کو جمع کرنے کا حکم فرمایا۔ جب یہ جمع ہو گیا اور شمار کر لیا گیا تو پھر اسے حضرت مسعود بن عمر غفاری رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں دے دیا اور اسی کی نگرانی میں اس سب کچھ کو جِعرانہ کے مقام پر بھجوا دیا گیا۔ جِعرانہ مکہ معظمہ سے 24 کلومیٹر دور شمال کی جانب واقع ہے۔

حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیدیوں اور مالِ غنیمت کو حضرت مسعود بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں دے کر غزوہ طائف کے لئے تشریف لے گئے اور جب تک غزوہ طائف سے فارغ نہ ہو گئے اسے تقسیم نہ فرمایا۔

مسیحائی

اس جنگ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ایک زخم آ گیا جس میں تکلیف بھی تھی اور اس سے خون بھی جاری تھا جس کی وجہ سے ان پر نقاہت طاری ہو رہی تھی۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور پُر نور، نبی کریم، رؤف و

Marfat.com

رحیم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے متاثرہ حصے پر دست مبارک پھیرا اور ان کے زخم پر اپنا لعاب دہن ڈال دیا جس سے تکلیف بھی جاتی رہی اور وہ زخم بھی فوراً ہی ٹھیک ہو گیا۔

حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ حنین میں میری پیشانی پر ایک تیر آ کر لگا اور اس زخم سے خون میرے چہرے اور سینے پر بہہ کر پھیلنے لگا۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے چہرے اور سینے سے پیٹ تک پھیرا جس سے خون کا بہنا اسی وقت بند ہو گیا اور اس کے بعد آپ ﷺ نے میرے لیے دعا فرمائی جس سے میرا زخم بھی ایک دم بالکل ٹھیک ہو گیا اور تکلیف بھی جاتی رہی۔

Marfat.com

غزوۂ طائف

یہ غزوہ، غزوہ حنین کے فوراً بعد ماہ شوال سن 8 ہجری میں پیش آیا۔
غزوۂ طائف دراصل غزوۂ حنین کا ہی پھیلاؤ ہے۔ غزوہ حنین میں چند گھنٹوں میں دشمن کو عبرتناک شکست ہوئی اور جو مسلمانوں کو تہس نہس کرنے آئے تھے وہ کچھ دیر کی لڑائی کے بعد ہی میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

ان کی حواس باختگی کا یہ عالم تھا کہ بھاگتے وقت وہ یہ بھی بھول گئے کہ ان کے بیوی بچے ڈھور ڈنگر اور مال و متاع سب کچھ ہی ان کے ساتھ میدان جنگ میں یا اس قریب ہی دوسری وادی اوطاس میں تھا۔ انہوں نے اپنی عزت وغیرت بچانے کے بجائے، جان بچانے میں عافیت جانی اور محفوظ سمت میں محفوظ علاقوں کی طرف بھاگ گئے۔

ان میں سے ایک حصہ نخلہ کی طرف بھاگ گیا اور دوسرے حصے نے وادی اوطاس کی طرف رخ کیا جو وادی حنین کے قریب ہی ایک وادی تھی اور جہاں جنگ کے لئے مشرکین آکر خیمہ زن ہوئے تھے۔ (ان دونوں کے انجام کے بارے میں گزشتہ اوراق میں لکھ دیا گیا ہے۔)
لیکن اس شکست خوردہ لشکر کی کثیر تعداد جو قبیلہ ہوازن اور بنی ثقیف کے جنگجوؤں پر مشتمل تھی جان بچا کے طائف کی طرف بھاگی۔ ان بھاگنے والوں میں حنین میں لشکر مشرکین کا سپہ سالار یا جنرل کمانڈر مالک بن عوف نصری بھی تھا۔ وہ اپنی فوج کی کثیر تعداد کے ساتھ طائف کے مضبوط قلعوں میں مورچہ بند ہونے کے لئے طائف پہنچنے کے لئے دوڑا اور یہ اپنی فوج کے بھگوڑوں کے آگے آگے بھاگا جا رہا تھا۔
پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، ہادیٔ دو جہاں، رہبر کائنات، رسول بحر و بر، سیّد المرسلین، خاتم النبیین، حبیب ربّ للعالمین حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم، رحمت للعالمین ﷺ نے حنین سے فارغ ہو کر اور جعرانہ میں مالِ غنیمت جمع فرما کر اسی ماہ شوال سن 8 ہجری میں طائف کا قصد فرمایا۔
پیغمبر اول و آخر و اعظم، حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے جب طائف کی طرف روانگی کا ارادہ فرمایا تو حضرت طفیل بن عمر والدوسی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ''ذوالکفین'' کے صنم اور اس کے متعلقہ بت کدہ کو تباہ و

Marfat.com

برباد کرنے کے بعد طائف میں آکر حضور پُرنور ﷺ کے لشکر کے ساتھ مل جائے۔ ذوالکفین لکڑی سے بنا ہوا بت تھا۔ اس کے بت کدہ کے پروہت' پجاری' خادم کا نام عمرو بن حممہ تھا۔ حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ بڑی سرعت سے اس پر حملہ آور ہوئے اور اسے آگ لگا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا۔ اس وقت اس نے یہ شعر پڑھے:

''اے ذوالکفین! میں تیرے بندوں سے نہیں ہوں۔ میری پیدائش تمہاری پیدائش سے بہت پہلے ہوئی تھی۔''

انی خشیت النار فی فواد کا

''میں نے تیرے دل میں آگ جھونک دی ہے۔''

اس فریضہ کی ادائیگی کے بعد حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے چار سو مجاہدوں کو ساتھ لے کر بڑی تیزی سے طائف کی طرف روانہ ہوئے۔ وہ اپنے ساتھ منجنیق اور دبابہ لے کر گئے تھے۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے طائف میں پہنچنے کے چار دن بعد حضرت طفیل دوسی رضی اللہ عنہ اپنی منجنیق اور دبابہ کے ساتھ خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے۔ (السیرۃ النبویہ احمد زینی دحلان جلد 2 صفحہ 318۔ تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 109)

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضورِ انور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کو جب طائف کے قبیلہ ثقیف و ہوازن کی جنگی تیاریوں کا علم ہوا تو آپ نبی کریم ﷺ نے اس کی سرکوبی کے لئے طائف کا رخ کیا۔ حضور انور ﷺ نے اپنے سے پہلے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ایک ہزار مجاہدین کا کمانڈر بنا کر طائف کی طرف پیش قدمی کا حکم دیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے طائف پہنچ کر قلعہ کے قریب ایک محفوظ جگہ میں اپنے خیمے نصب کر دیئے۔ قبیلہ ثقیف کے جوان مسلح ہو کر قلعہ کی دیوار پر صف بنا کر کھڑے ہو گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے قلعہ کے اردگرد چکر لگایا تاکہ اس کے داخل ہونے کا کوئی راستہ دریافت کر سکیں۔ جب کوئی راستہ نہ ملا تو آپ نے ایک طرف کھڑے ہو کر بلند آواز سے قلعہ والوں کو پکارا۔ کہ تم میں سے کچھ معتبر قلعہ سے اتر کر میرے پاس آئیں' ہم ان کی حفاظت کے ذمہ دار ہوں گے اور اگر تمہیں ہمارے پاس آنے میں کوئی عذر ہے تو اسی شرط پر میں تمہارے پاس آنے کے لئے اور گفتگو کرنے کے لئے تیار ہوں۔ تمہیں بھی پہلے میری حفاظت کا یقین دلانا ہوگا۔

انہوں نے کہا' نہ ہم میں سے کوئی آدمی آپ کے پاس بات چیت کرنے کے لئے آئے گا اور نہ ہم آپ کو اپنے پاس آنے کی اجازت دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا' اے خالد! آج تک تمہارے صاحب ﷺ کو کسی ایسی قوم سے جنگ کرنے کا اتفاق نہیں ہوا جو جنگ کرنے میں مہارت رکھتی ہو۔ پہلی دفعہ انہیں ہم سے برسر پیکار ہونے کا موقع ملا ہے۔ ہم انہیں بتائیں گے کہ جنگجو کیسے ہوتے ہیں اور میدان کارزار میں وہ اپنے مدمقابل کو کس طرح شکست سے دوچار کرتے ہیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان گیدڑ بھبکیوں کا کوئی فائدہ نہیں۔ میرے آقا سرکارِ دو عالم' ہادیٔ انس

Marfat.com

وجاں رہبر کائنات ﷺ نے اس سے پہلے خیبر میں یہود کے قلعوں کو پاش پاش کر کے رکھ دیا۔ اہل فدک کی طرف حضور ﷺ نے صرف ایک آدمی بھیجا تو انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ میں تمہیں اس ہولناک انجام سے ڈراتا ہوں جو بنی قریظہ کا مقدر بنا۔ پھر حضور پُر نور ﷺ نے مکہ پر اپنی فتح کا پرچم نصب کیا۔ اس کے بعد قبیلہ بنی ہوازن کو دندان شکن شکست دی۔ تمہاری تو ان طاغوتی قوتوں کے مقابلہ میں کوئی حیثیت ہی نہیں۔ تم صرف ایک چھوٹے قلعہ میں سمٹ کر بیٹھے ہو۔ اگر حضورِ انور تاجدارِ کائنات سرکارِ دوعالم ﷺ تم پر حملہ بھی کریں تو اردگرد کے قبائل ہی تمہاری تکہ بوٹی کر دیں گے۔

دفاعی نقطہ نظر سے طائف کا شہر بہت مستحکم تھا۔ اس کے اردگرد دوہری فصیل تھی جو سنگ خارا سے تیار کی گئی تھی۔ اس کے معماروں نے اس کی بنیادیں اس طرح اٹھائی تھیں اوراس کی دیواروں کی ایسی چنائی تھی کہ اس کو ناقابل تسخیر بنا دیا تھا۔ مشرکین نے پہلے ہی سال بھر کا ذخیرہ کر لیا۔ اور طائف کے باشندوں نے جب دیکھا کہ اسلامی لشکران کے شہر کے قریب پہنچنے والا ہے تو انہوں نے اپنے شہر کی فصیل میں جتنے دروازے تھے انہیں مضبوطی سے بند کر دیا۔ انہوں نے عزم مصمم کر لیا کہ وہ ہر قیمت پر اپنے شہر کا دفاع کریں گے اور مسلمانوں کے لئے اس شہر میں داخلہ کو ناممکن بنا دیں گے۔

حضرت خالد بن ولید ؓ کو پہلے بھیجنے کے بعد حضور پُر نور نبی کریم رؤف ورحیم روانہ ہوئے۔ حضورانور نبی کریم ﷺ سن 8 ہجری ماہ شوال میں طائف کی طرف متوجہ ہوئے۔ حنین سے جب روانہ ہوئے تو پہلے نخلہ پھر یمانیہ پھر قرن اور ملیح کی بستیوں سے گزرتے ہوئے بحرۃ الرغا تشریف لائے وہاں ایک مسجد تعمیر کی اوراس میں نماز ادا کی۔ یہاں اثنائے قیام ایک قتل کا مجرم پیش ہوا جس کو بطور قصاص موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ یہ اسلام میں قصاص کا پہلا مقدمہ تھا جس کا فیصلہ فرمایا گیا۔ بنی لیث کے ایک آدمی نے ہذیل کے آدمی کو قتل کیا تھا۔ قاتل کو بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے بطور قصاص اسے قتل کرنے کا فیصلہ فرمایا۔

لیہ کے علاقہ میں ہی مالک بن عوف نصری کا ایک قلعہ تھا جس کو منہدم کرنے کا حکم دیا گیا۔ حضور پُر نور سرکارِ دوعالم ﷺ نے ظہر کی نماز لیہ میں ادا کی۔ پھر ایک راستے پر حضور پُر نور ﷺ روانہ ہوئے۔ اس راستے کا نام پوچھا تو عرض کی گئی اس کا نام الضیقۃ ''ضیق یعنی تنگ'' ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا بل الیسری ''یہ تنگ نہیں بلکہ آسان راستہ ہے۔'' پھر حضورِ انور ﷺ کا گزر نحب کی وادی سے ہوا۔ یہاں آکر حضور پُر نور ﷺ نے ایک بیری کے درخت کے نیچے آرام فرمایا۔ اس درخت کو الصادرۃ کہا جاتا تھا۔ یہاں بنوثقیف کے ایک آدمی کا مکان تھا جس میں وہ قلعہ بند ہو کر بیٹھا ہوا تھا۔ حضورِ انور ﷺ نے اس کی طرف پیغام بھیجا کہ یا تو باہر نکل آو یا ہم اس مکان کو نذر آتش کر دیں گے۔ اس نے باہر نکلنے سے انکار کیا تو حضور پُر نور ﷺ نے اس کو جلا دینے کا حکم دیا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 556' 557' طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 158)

Marfat.com

یہاں سے روانہ ہو کر حضورِ انور نبی کریم ﷺ طائف تشریف لائے اور اصحاب کرام کے ساتھ قلعہ کے قریب پڑاؤ ڈال دیا۔ ہوازن اور ثقیف زخم خوردہ تھے۔ اتفاق سے لشکر اسلام نے پڑاؤ ان کے اتنا نزدیک ڈال دیا کہ وہاں تک ان کے تیر پہنچ سکتے تھے۔ ان کے تیر انداز سینکڑوں کی تعداد میں فصیل قلعہ پر نمودار ہوئے اور مسلمانوں پر تیروں کی بارش کر دی اور فصیل شہر کے پیچھے سے لوہے کے گرم گرم ٹکرے بھی مسلمانوں پر پھینکے گئے۔ بہت سے مسلمان اس تیز اندازی سے زخمی ہو گئے اور بعد میں ان زخمیوں میں سے بارہ مجاہد شہید ہو گئے۔

دورانِ محاصرہ دونوں اطراف سے تیر اندازی اور پتھر بازی کے واقعات پیش آتے رہے لیکن مشرکین قلعہ سے باہر نہیں آئے۔ وہ تمام عرصہ قلعہ بند ہی رہے اور لڑائی کے لئے ایک فرد بھی باہر نہ آیا۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، ہادیٔ انس و جاں، حضور پُرنور، نبی کریم، سرکارِ دو عالم ﷺ نے لشکر کو خیمے اکھیڑ لینے کا حکم دیا اور انہیں وہاں خیمے نصب کرنے کی ہدایت فرمائی جو تیروں کی رسائی سے باہر تھی۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں بعد میں مسجد تعمیر کی گئی۔ اس مسجد کو تعمیر کرنے والے خود قبیلہ ثقیف کے جوان تھے جنہوں نے صدق دل سے اسلام قبول کیا اور اللہ تبارک تعالیٰ کی عبادت کے لئے یہ مسجد تعمیر کر دی۔ اس مسجد کے بانی کا نام امیہ بن عامر بن وہب تھا۔ کہتے ہیں اس مسجد میں ایک ستون تھا کہ ہر صبح جب سورج طلوع ہوتا تو اس سے ایک خاص قسم کی آواز نکلتی۔ لوگ کہا کرتے کہ یہ اللہ کی تسبیح کر رہا ہے۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضورِ انور، نبی کریم ﷺ کی قیام گاہ اس مقام پر تھی جہاں آج مسجد طائف ہے۔ یہاں آپ ﷺ کی ازدواج مطہرات اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا اور اُم المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا جو آپ ﷺ کے ہمراہ تھیں ان کے لئے الگ الگ خیمے نصب کیے گئے تھے۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ ان دونوں خیموں کے درمیان ہی نماز ادا فرماتے رہے۔ یہ مدت اٹھارہ 18 دن کی تھی جس میں آپ ﷺ کے یہاں پہنچنے اور یہاں سے روانہ ہونے کے دن شامل نہیں۔

حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے طائف میں قیام کے دوران حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ وہ جائیں اور طائف کے اطراف میں جو جابجا ثقیف کے بت خانے ہیں ان سب کو منہدم کر دیں۔ چنانچہ آپ نے ان سب بتوں اور بت خانوں کو توڑ پھوڑ کر مسمار و برباد کر دیا اور جب لوٹ کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضورِ انور نبی کریم ﷺ ان کو دیکھ کر بے حد خوش ہوئے اور بہت دیر تک تنہائی میں گفتگو فرماتے رہے۔

(مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 318، طبقات ابن سعد جلد 6 صفحہ 158)

عمرو بن امیہ ثقفی، جو اپنے زمانہ میں بہت ہی چالاک و شاطر تسلیم کیا جاتا تھا، اس نے اپنے قبیلے والوں کو حکم دیا کہ اگر مسلمانوں کی طرف سے تمہیں قلعہ سے باہر نکل کر جنگ کرنے کی دعوت دی جائے تو تم اس کو ہرگز قبول نہ کرنا۔ مسلمانوں کو یہاں ٹھہرے رہنے دو جتنا وہ ٹھہر سکتے ہیں۔ اسی اثناء میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔

Marfat.com

اورآپ نے من یبارز کا چیلنج دیا کہ کیاتم میں سے کوئی ایسا ہے جومیرے ساتھ آکر جنگ کرے؟لیکن کسی نے جواب نہ دیا۔اسی طرح آپ نے دوسری بار پھر تیسری بار چیلنج کیالیکن کوئی مقابلہ کے لئے نہیں آیا۔

آخرکاران کا ایک رئیس عبدیالیل نے جواب دیاتم ایک بارنہیں' سو بارہمیں پکاروہم کھلے میدان میں تمہارے ساتھ پنجہ آزمائی نہیں کریں گے۔ہم نے اشیاء خوردنی اتنی وافرمقدار میں ذخیرہ کر لی ہیں کہ کئی سال بھی اگرتم ہمارامحاصرہ کیے رکھوتو ہمیں خوراک کی قلت کا سامنانہیں کرناپڑے گا۔اوراگرتم اپنے محاصرے کو اتنے سال طول دوکہ ہماری رسدختم ہوجائے تو ہم سب شمشیربکف میدان میں نکل آئیں گے اورتمہارے ساتھ اس وقت تک لڑتے رہیں گے جب تک ہماراایک آدمی بھی زندہ ہوگا۔

مسلمان باہرسے ان لوگوں پرتیر برساتے اوروہ قلعہ کے اندر سے مسلمانوں پر تیرافگنی کرتے رہے یہاں تک کہ دونوں طرف سے کثیرتعداد میں لوگ زخمی ہو گئے اورمسلمان مجاہدین میں سے متعددافراد نے رتبہ شہادت حاصل کیا۔

طائف کا محاصرہ کیے کئی دن گزر گئے' جھڑپوں میں کئی ایک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید بھی ہوئے' محاصرہ طویل ہوتا جارہا تھالیکن قلعہ کے فتح ہونے کے کوئی آثارنظرنہیں آرہے تھے۔پیغمبراوّل وآخرواعظم' حضورِانورنبی کریم ﷺ نے اپنے منادی کے ذریعے یہ اعلان کروایا کہ جوغلام قلعے کو چھوڑکرنیچے اترآئیں گے وہ آزادتصور کیے جائیں گے۔ایک روایت کے مطابق چودہ'پندرہ غلام فصیل شہرسے نیچے اترے ان میں حضرت بکرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔حضرت بکرہ رضی اللہ عنہ غلاموں کے اس گروہ کے سربراہ تھے اس لئے ان کوابوبکرہ (جماعت کا باپ) کے نام سے پکاراگیا۔ہرایک غلام جواب آزادمتصورکیے گئے انہیں ایک ایک مسلمان کے سپردکردیا گیا اس تاکید کے ساتھ کہ ان کی خوراک لباس اوربودوباش کے اخراجات برداشت کرے'ان کی آزادی سے بنوثقیف کوایک دھچکا سالگا تاہم وہ بدستورقلعہ بند رہے۔(طبقات ابن سعد'جلد 2 صفحہ 159)

طائف کا محاصرہ کیے کئی دن گزر گئے لیکن صورتحال واضح نہیں ہورہی تھی۔ایک دن پیغمبراوّل وآخرواعظم' حضورپُرنور'رحمتِ کونین ﷺ نے یارغارحضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ سے اپنے ایک خواب کا ذکر کیا۔فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے مکھن کا ایک پیالہ تحفہ میں بھیجا گیا مگرایک مرغ نے چونچ مارکراس میں سوراخ کر دیااس سے مکھن بہہ گیا۔حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ نے اس خواب کی تعبیر بیان کی کہ یارسول اللہ! (ﷺ) میرا خیال ہے کہ ہمیں طائف کی فتح میں کامیابی نہیں ہوگی۔حضورپُرنور'نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا میرا بھی یہی خیال ہے۔

مشاورت

جب طائف کے محاصرہ نے طول کھینچاتوحضورپُرنور'تاجدارِکائنات'سرکارِدوعالم ﷺ نے مشورہ کے لئے

Marfat.com

اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو طلب فرمایا۔ جب سب جمع ہو گئے تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ! میری رائے تو یہ ہے کہ حضور اس قلعہ کی دیواروں کو پاش پاش کرنے کے لئے منجنیقیں نصب کریں۔ ہم ایران میں قلعوں کی فصیلوں کو گرانے کے لئے منجنیقوں سے سنگباری کیا کرتے تھے اور اس طرح ان کی دیواروں میں شگاف کر کے اندر گھس جاتے اور ان پر قبضہ کرلیا کرتے تھے۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو منجنیق تیار کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے اپنے ہاتھ سے ایک منجنیق بنائی اور اسی کے ذریعے سے طائف کے قلعہ پر سنگ باری کی گئی۔ یہ پہلی منجنیق تھی جو اسلام میں بنائی گئی اور پھر استعمال کی گئی۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت یزید بن زمعہ بن اسود رضی اللہ عنہ وہ شخص ہیں جو دو دبابے لے کر آئے تھے اور بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ ایک منجنیق اور ایک دبابہ اپنے ساتھ لے کر طائف میں حاضر ہوئے۔ بعض نے حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کا نام لیا ہے کہ وہ جرش کے مقام سے ایک منجنیق اور دو دبابے لے کر حاضر ہوئے تھے۔

منجنیق ایک ایسا آلہ ہے جس سے بھاری بھرکم پتھر (پانچ دس کلو کا پتھر) رفتار کے ساتھ کچھ زیادہ فاصلے تک پھینکا جا سکے۔ اس کے لئے آپ بڑی غلیل یا بڑے گوپیے کا تصور کر سکتے ہیں۔ مقصد یہ ہوتا تھا کہ طاقت و رفتار کے ساتھ پانچ دس کلو وزنی پتھر اس میں رکھ کر دشمن کے قلعوں کی مضبوط دیواروں پر مارا جاتا۔ اس سے دیوار شکستہ ہو جاتی، ٹوٹ جاتی اور دشمن کے قلعہ میں داخل ہونے کا راستہ بن جاتا اور یوں اسے فتح کر لیا جاتا۔

دبابہ عربی زبان میں ٹینک کو کہا جاتا ہے۔ یہ ایک بڑے ڈبہ نما یا ایک چھوٹے کمرے نما مضبوط لکڑی کا ڈبہ ہوتا تھا جو نیچے سے خالی ہوتا تھا اور چھت مضبوط اور کچھ ڈھلوان والی ہوتی تھی۔ اس میں ایک طرف کھڑکی بنی ہوتی تھی۔ اس کی اونچائی پانچ فٹ کے قریب ہوتی تھی۔ اس کے نچلے حصے سے اس میں جانباز گھس جاتے تھے اور پھر اسے اس کے پہیوں پر دھکیل کر قلعہ کی دیوار تک لے جاتے تھے۔ اس کی مدد سے وہ دشمن کے تیروں، پتھروں سے محفوظ رہتے تھے اور قلعہ کی دیوار کے ساتھ پہنچ کر اس کی کھڑکی کھول لیتے اور پھر لوہے کے مضبوط اوزاروں سے قلعہ کی دیوار میں سوراخ کرتے اور دیوار کو توڑتے تاکہ قلعہ میں داخل ہونے کا راستہ بن جائے اور قلعہ کو فتح کیا جا سکے۔

یہ فن حرب میں جدید آلات تھے۔ ان آلات حرب سے عام اہل عرب واقف نہ تھے اور نہ کبھی انہوں نے جنگوں میں اسے استعمال کیا تھا۔ مسلمانوں نے بھی اسے پہلے پہل فتح خیبر میں حاصل کیا اور وہیں سب سے پہلے اس کا استعمال کیا حضورِ انور نبی کریم سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے منجنیق نصب کرائی اور فصیل پر گولے پھینکے جس سے قلعہ کی دیوار میں شگاف پڑ گیا اور پھر جانبازوں کی ایک جماعت دبابہ کے اندر گھس کر نقب لگانے کے لئے، قلعہ میں گھسنے کے لئے دیوار تک پہنچ گئی۔ لیکن دشمن بھی اس سے بے خبر نہ

Marfat.com

تھا۔ دشمن نے ان پر لوہے کے جلتے ہوئے' سرخ کیے ہوئے ٹکڑے پھینکے جس سے مجبور ہو کر مجاہدین دبابہ کے نیچے سے نکل آئے۔ مگر وہ باہر نکلے تو دشمن نے ان پر تیروں کی بارش کر دی جس سے چند مسلمان شہید ہو گئے۔

حضور پُرنور نبی کریم' تاجدارِ کائنات سرکارِ دو عالم ﷺ کی خواہش تھی کہ کسی طرح اُن کو ان کے قلعہ سے نکلنے پر مجبور کیا جائے تا کہ وہ کھلے میدان میں مجاہدین اسلام سے پنجہ آزمائی کریں۔ جب منجنیق اور دبابوں کے استعمال سے یہ مقصد پورا نہ ہوا تو حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ ان کے انگوروں کی بیلوں اور کھجور کے درختوں کو کاٹ کر رکھ دیں۔ اپنے آقا کے حکم کی تعمیل میں جب مسلمانوں نے بڑے جوش وخروش سے انگور کی بیلوں اور کھجوروں کے درختوں کو کاٹنا شروع کیا تو بنوثقیف کے ہوش اڑ گئے۔ انہوں نے عرض کی' آپ ہمارے ان قیمتی باغات کو کیوں برباد کر رہے ہیں؟ اگر آپ نے ہم پر فتح حاصل کر لی' یہ باغات آپ کے کام آئیں گے اور اگر ہم غالب ہوئے تو یہ ہمارے پاس رہیں گے۔ ہم آپ کو اللہ اور اپنی قرابت کا واسطہ دیتے ہیں کہ آپ ان ہرے بھرے باغات کو اپنے حال پر رہنے دیں۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور نبی کریم' رؤف و رحیم' تاجدارِ کائنات' رحمتِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''فانی ادعها لله وللرحم میں ان کو اللہ کے لئے اور قرابت کے لئے چھوڑ رہا ہوں۔''

علامہ زرقانی کی تحقیق کے مطابق سرکارِ دو عالم ﷺ کے ساتھ ثقیف کا یہ رشتہ تھا: حضور کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام برہ بنت عبدالعزیٰ بن قصی تھا اور اس برہ کی والدہ کا نام اُم حبیب بنت اسد تھا۔ اُم حبیب کی والدہ کا نام برہ بنت عوف تھا اور برہ کی والدہ کا نام قلابہ بنت حرث تھا اور قلابہ کی والدہ کا نام ہند بنت یربوع تھا جو قبیلہ ثقیف کی ایک خاتون تھی۔ چنانچہ حضورِ انور نبی کریم روء و رحیم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ وہ انگوروں کی بیلوں اور کھجور کے درختوں کو کاٹنا بند کر دیں۔

عیینہ بن حصن

عیینہ بن حصن بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا اور عرض کی' اگر آپ مجھے اجازت دیں کہ میں اہل طائف کے ساتھ مذاکرات کروں' تو امید ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ انہیں ہدایت دے دے گا۔ حضورِ انور نبی کریم سرکارِ دو عالم ﷺ نے اجازت دیدی۔ وہ ان کے پاس گیا اور انہیں کہا کہ تم اپنے مؤقف پر یعنی مسلمانوں کے خلاف ڈٹے رہو' اگر تم نے ہار مان لی تو ہم غلاموں سے زیادہ ذلیل وخوار ہو جائیں گے۔ ہرگز اپنے ہاتھوں سے کوئی چیز نہ دو یعنی کہ ہتھیار نہ چھوڑو' اسلام نہ لاؤ

اور اگر وہ تمہارے باغات کاٹ رہے ہیں تو اس سے دل گرفتہ ہونے کی' ہمت ہارنے کی ضرورت نہیں' تھوڑی سی کوشش سے اور باغات اگائے جا سکتے ہیں۔ یہ باتیں کرنے کے بعد وہ حضور نبی کریم رؤف و رحیم رحمت للعالمین عالم خفا و غیوب' مخبر صادق ﷺ کے پاس آیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا' عیینہ! تم نے ان کے ساتھ کیا

Marfat.com

باتیں کیں؟ اس نے کہا میں نے انہیں حکم دیا ہے کہ وہ اسلام قبول کر لیں۔ میں نے ان کو آتش جہنم سے ڈرایا ہے اور جنت کی راہ انہیں دکھائی ہے۔

حضور پُرنور نبی کریم، رؤف و رحیم، عالم خفا و غیوب، مخبر صادق، رسالت مآب ﷺ نے فرمایا عیینہ! تم جھوٹ بول رہے ہو بلکہ تم نے یہ باتیں کیں۔ جو کچھ اس نے کہا تھا، حضورِ انور ﷺ نے اسے کہہ سنایا۔ یہ سن کر عیینہ بن حصن کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اور بے اختیار اس کے منہ سے نکلا صدقت یارسول اللہ اتوب الی اللّٰہ و الیك من ذلك یارسول اللہ! آپ ﷺ نے سچ فرمایا۔ جو ہذیاں سرائی میں نے کی ہے اس پر اللہ تبارک تعالیٰ کی جناب میں بھی توبہ کرتا ہوں اور حضورِ انور ﷺ سے بھی معافی مانگتا ہوں" (السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد 3 صفحہ 659)

فکر و اندیشہ

عروہ بن مسعود بنو ثقیف کے سردار اور حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے داماد تھے۔ حضرت ابو سفیان اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہما طائف کی فصیل کے قریب پہنچے اور امان طلب کی کہ وہ کوئی بات کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں امان دے دی گئی تو انہوں نے قریش اور بنو کنانہ کی بعض عورتوں کو آواز دی کہ ہمارے پاس چلی آؤ۔ ان میں حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی بیٹی آمنہ بھی تھیں۔ لیکن عورتوں نے قلعہ سے باہر آنے سے انکار کر دیا۔ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کو اندیشہ لاحق ہوا کہ بنو ثقیف کی شکست کی صورت میں قریش اور بنو کنانہ کی عورتیں بھی گرفتار ہو جائیں گی اس لئے ان کو ابھی سے الگ کر لیا جائے۔ (تاریخ طبری، جلد 3 صفحہ 133)

حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم، حبیب ربّ للعالمین، رحمت للعالمین، عالم خفا و غیوب، مخبر صادق، تاجدارِ کائنات، سرکارِ دو عالم ﷺ نے اہل طائف کے لئے اس وقت بھی بد دعا نہیں کی تھی جب شہر والوں نے اوباش لڑکوں کو آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیا تھا اور پتھروں کی بارش کر کے سرکارِ دو عالم ﷺ کو زخمی کر دیا تھا اور پہاڑوں کے فرشتے نے رسول خدا سے رسول کو جھٹلانے والوں کی تباہی کی اجازت مانگی تھی۔ اس وقت بھی جناب رسالت مآب ﷺ نے فرمایا تھا کہ مجھے یقین ہے کہ اللہ ان کی پشت سے ایک ایسی نسل پیدا کرے گا جو صرف ایک اللہ کی پرستش کرے گی اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہرائے گی، آج حضور پُرنور ﷺ اسی طائف کا محاصرہ کیے ہوئے تھے، وجہ اس کی یہ تھی کہ غزوہ حنین میں شکست کے بعد بنو ہوازن اور ثقیف ایک سال کا راشن جمع کر کے طائف میں قلعہ بند ہو گئے۔ اب انہیں اسلام کی طاقت سے خوف زدہ کرنا تھا کہ وہ حالات کا اندازہ کر کے خود ہی راہ راست پر آ جائیں۔ (طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 158)

نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ کا مشورہ

کسی بھی جدوجہد یا مہم کی کامیابی اس سے حاصل ہونے والے نتائج سے مشروط ہوتی ہے۔ اگر کسی

Marfat.com

جدوجہد کے مطلوبہ نتائج حاصل نہ ہوں تو یہ جدوجہد نہ صرف وقت کا ضیاع سمجھی جائے گی بلکہ اس سے قوت کا بھی ناقابل تلافی نقصان ہوتا ہے۔ طائف کے محاصرے کے بھی کچھ نتائج حاصل نہیں ہو رہے تھے اور پھر اللہ تبارک تعالیٰ کی جانب سے طائف فتح کیے بغیر واپسی کا حکم ہو گیا۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم، تاجدارِ کائنات ﷺ نے اس مرحلہ پر بھی اپنے اصحاب کو اعتماد میں لینا ضروری خیال کیا۔ اس بارے میں حضور پُر نور ﷺ نے حضرت نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے مشورہ طلب کیا کہ محاصرہ طویل سے طویل ہوتا جا رہا ہے۔ لشکر کا بھی ان حالات میں زیادہ دیر تک ٹھہرانا مناسب نہیں، اس لئے اب کیا کرنا چاہیے؟ حضرت نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ نے حالات کا بڑا حقیقت پسندانہ تجزیہ کیا اور حضورِ انور سرکارِ دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کی کہ

ثعلب فی جحران اقمت علیه اخذته و ان ترکته لم یضرك .

یارسول اللہ! ایک لومڑی اپنے سوراخ میں ہے اگر آپ کھڑے رہیں گے تو کبھی نہ کبھی اسے پکڑ ہی لیں گے۔ اور اگر آپ اسے چھوڑ دیں تو آپ کا نقصان نہیں کر سکے گی۔

(زرقانی جلد 3 صفحہ 33 الطبقات ابن سعد، جلد 2 صفحہ 159)

حضرت نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ کا مشورہ بڑا صائب تھا۔ بنو ہوازن اور بنو ثقیف کی قوت بکھر چکی تھی اور ان کی طرف سے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے کا کوئی خطرہ باقی نہیں رہا تھا۔ اس لئے حکمت و دانش کا تقاضا یہی تھا کہ محاصرہ اٹھا لیا جائے، اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جنگ برائے جنگ کا نظریہ کبھی حضور پُر نور رحمت للعالمین ﷺ کے پیش نظر نہیں رہا۔ تلوار مسلمانوں نے اس وقت اٹھائی جب اس کے اٹھانے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔

محاصرہ اٹھانے کی وجوہات

طائف کا محاصرہ اٹھا لینے کی بہت ساری وجوہات تھیں اور اس محاصرے کے اٹھا لینے میں بہت ساری حکمتیں پوشیدہ تھیں جو عام مسلمانوں کو نظر نہیں آ رہی تھیں۔ لیکن اللہ تبارک تعالیٰ خالق و مالک کائنات نے اپنے حبیب، رسول مقبول پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، خاتم النبیین ﷺ کو ان مصلحتوں، حکمتوں سے باخبر فرمایا ہوا تھا۔ اللہ تبارک تعالیٰ کی طرف سے ہوازن و ثقیف کے ایک معین مدت (اٹھارہ 18 بیس 20 دن) تک کے لئے صرف محاصرے کی ضرورت تھی وہ حضور پُر نور نبی کریم ﷺ نے پوری فرما دی اور پھر اس کے کچھ ہی دنوں بعد اللہ تبارک تعالیٰ نے ہوازن و ثقیف کو دین اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرما دی اور یوں یہ محاصرہ ہی ثقیف و ہوازن کے لئے آخری کامیاب جنگ طائف ثابت ہوا۔

ہوازن و ثقیف اسلام کی طاقت سے مرعوب ہو چکے تھے۔ غزوہ حنین میں ان کو شکست فاش دی گئی اور ان

Marfat.com

کے چھ ہزار آدمی قیدی بنا لئے گئے۔ طائف کا فوری محاصرہ کر کے مسلمانوں نے اپنی عسکری برتری قائم رکھی۔ اگرچہ ہوازن واہل طائف سامان خورونوش وافر مقدار میں جمع کر کے قلعہ بند ہو چکے تھے اور وقتی طور پر انہیں کوئی اتنی زیادہ پریشانی نہیں تھی لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کا قلعہ بند ہو جانا اور بار بار کی مبارزت طلبی پر کسی کا مقابلے کے لئے نہ آنا اس خوف کی غمازی کر رہا تھا جو مسلمانوں کی پے در پے کامیابیوں سے کفار ومشرکین کے دلوں میں پیدا ہو چکا تھا۔

پیغمبر اول وآخر واعظم' حضورِ انور' نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے اہل طائف کے لئے اس وقت بھی بددعا نہیں فرمائی تھی جب طائف والوں نے اوباش لڑکوں کو آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیا تھا اور پتھر مار مار کر تاجدارِ کائنات' سرکارِ دوعالم ﷺ کو زخمی کر دیا تھا اور پہاڑوں کے فرشتے نے جھٹلانے والوں کی مکمل تباہی کی آپ ﷺ سے اجازت مانگی تھی۔ اس وقت بھی حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم رحمت للعالمین ﷺ نے فرمایا تھا کہ مجھے یقین ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ ان کی پشت سے ایک ایسی نسل پیدا کرے گا جو صرف ایک اللہ کی عبادت کرے گی اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہرائے گی۔ آپ ﷺ ان پر حملہ کرنا نہیں چاہتے تھے اور نہ ہی اللہ تبارک تعالیٰ نے یہ اجازت دی۔

فصیل طائف اور قلعہ خاصا مضبوط تھا اور اہل طائف نے وسیع پیمانے پر ضروریات زندگی کا ذخیرہ کر رکھا تھا اس لئے ان پر جلدی غالب آ جانے یا ان کے بھوک پیاس کے سبب جلدی ہتھیار ڈال دینے کا کوئی امکان نہ تھا۔

یہ بھی ایک وجہ تھی کہ اہل طائف اس محاصرے کے اٹھائے جانے کے بعد بھی بہت حد تک محاصرے کی حالت میں ہی رہتے کیونکہ ان کے گردونواح کے تمام لوگ مسلمان ہو چکے تھے اس لئے اہل طائف جب بھی قلعے سے نکلتے ان کا سابقہ مسلمانوں سے ہی پڑتا۔ اس لئے اس محاصرہ کے اٹھا لینے سے انہیں کوئی خاص راحت وسہولت یا مہلت نہیں مل رہی تھی۔

ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اہل طائف کی نبی کریم رسول اللہ ﷺ پر سنگ باری' حنین میں تیر اندازی' پھر قلعہ طائف میں قلعہ بندی اور آتشیں تیر' لوہے کے ٹکڑے پھینک کر مسلمانوں کو مجروح اور شہید کرنے کی وجہ سے مسلمان اس وقت سخت غیظ وغضب میں تھے۔ اگر اس وقت طائف کو بزور شمشیر فتح کیا جاتا تو شیر کی طرح بپھرے ہوئے غضبناک مجاہدین کو قتل عام سے روکنا از حد مشکل ہوتا اور بہت زیادہ خونریزی ہوتی جب کہ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم' رحمت للعالمین ﷺ یہ نہیں چاہتے تھے۔

ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ماہ شوال ختم ہونے والا تھا۔ اس کے بعد ماہ ذیقعد کا چاند طلوع ہونے والا تھا جو حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے' جس میں اللہ تبارک تعالیٰ نے جنگ وقتال کو مسلمانوں کے لئے ممنوع

Marfat.com

قرار دے دیا ہے۔ اس لئے اس ماہ کے ہلال کے طلوع سے پہلے طائف کے محاصرے کو ختم کرنا ضروری سمجھا گیا۔

ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مسلمانوں کو مدینہ طیبہ سے نکلے ہوئے دو ماہ سے زیادہ کا عرصہ گزرنے والا تھا۔ اب مجاہدین یہ خواہش کرنے لگے کہ انہیں اپنے وطن واپس جانے کی اجازت دی جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے اس اقدام کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب طائف کے محاصرہ کو دو ہفتوں سے زیادہ گزر گئے تو پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم، رحمت للعالمین، تاجدارِ کائنات، حبیب ربّ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نوفل بن معاویہ الدیلمی رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا اور فرمایا، اے نوفل! تمہارے کیا رائے ہے، کیا ہم ان کا محاصرہ جاری رکھیں؟

انہوں نے عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایک لومڑی بھٹ میں گھسی ہوئی ہے۔ اگر آپ وہاں ٹھہرے رہیں گے تو ضرور اس کو پکڑ لیں گے اور اگر آپ اس کو نظر انداز کر دیں تو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

جنگ حنین سے پہلے طائف کی بڑی اہمیت تھی۔ کسی وقت بھی اسلام دشمن قوتیں یہاں اکٹھی ہو کر مسلمانوں کے لئے خطرہ کا باعث بن سکتی تھیں لیکن جب قبیلہ ہوازن نے میدان جنگ میں شکست فاش کھائی اور مسلمانوں کے اخلاق حسنہ سے متاثر ہو کر سارے قبیلہ نے اسلام قبول کر لیا۔ نیز بنو ثقیف کے کثیر التعداد لوگوں نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا حتیٰ کہ ان کے سپہ سالار اعلیٰ مالک بن عوف نے بھی شرک و کفر سے رشتہ توڑ کر حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کی سعادت حاصل کر لی اور سچے دل سے اسلام کی ترقی کے لئے اپنی مساعی کو وقف کر دیا تو اب طائف مسلمانوں کے لئے خطرہ کا مرکز نہ رہا۔ دفاعی نقطہ نظر سے اس کی سابقہ اہمیت باقی نہ رہی۔ ایک غیر اہم شہر پر بلا مقصد محاصرہ کو طول دینا قرین دانشمندی نہ تھا۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور پُر نور، نبی کریم، رؤف و رحیم، حبیب ربّ للعالمین، رحمت للعالمین، تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حالات کے پیش نظر طائف کا محاصرہ اٹھانے کا فیصلہ فرمایا۔

طائف سے واپسی

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، ہادیٔ انس و جاں، رہبر کائنات، رسول بحر و بر، سیّد المرسلین، اصل الموجودات، حاصل کائنات، حبیب ربّ للعالمین، رحمت للعالمین، حضورِ انور نبی کریم رؤف رحیم عالم خفا و غیوب مخبر صادق، تاجدار کائنات، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اب تک طائف پر کوئی فیصلہ کن حملہ نہیں کیا تھا اور نہ طائف کو فتح کرنے کا ارادہ فرمایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دراصل بنی ہوازن کے تعاقب میں یہاں تشریف لائے تھے جو حنین کے میدان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں شکست فاش کھا کر طائف میں پناہ گزین و قلعہ بند ہو گئے تھے اور طائف کے قبیلہ بنی ثقیف نے ان کو پناہ دے دی تھی، کیونکہ اس وقت ہوازن و ثقیف دونوں کے مفادات مشترک تھے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

اب تک طائف کو فتح کرنے کا ارادہ نہیں فرمایا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تبارک تعالیٰ کی طرف سے ابھی تک آپ ﷺ کو اس شہر کے فتح کرنے کا حکم واذن نہیں ملا تھا۔

چونکہ طائف کے محاصرے کو کافی دن گزر گئے تھے اور اب تک آپ ﷺ کی طرف سے باضابطہ اور فیصلہ کن حملے کا حکم نہیں ملا تھا۔ اس لئے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت خویلہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے ایک روز آپ ﷺ سے عرض کیا ''یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کو کیا رکاوٹ ہے کہ آپ ﷺ طائف والوں پر فیصلہ کن حملہ نہیں فرما رہے ہیں۔؟

حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''ہمیں ابھی تک طائف والوں کے خلاف کارروائی کرنے کا حکم نہیں ملا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہم اس وقت اس شہر کو فتح نہیں کریں گے۔''

پھر یہی سوال آپ ﷺ سے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کیا تو حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے ان سے بھی یہی فرمایا کہ ہمیں طائف والوں سے جنگ کرنے کا حکم نہیں ملا۔

ایک اور روایت کے مطابق مندرجہ بالا کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

محاصرے کے دوران حضرت خویلہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا جو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوئیں کہ آقا! جب ہم طائف فتح کریں تو مجھے بادیہ بنت نمیلہ اور فارعہ بنت عقیل کا زیور عطا فرمائیں (سب سے زیادہ زیور انہیں دو خواتین کی ملکیت میں تھا) آپ ﷺ نے فرمایا اب تک مجھے بنوثقیف کے بارے میں اجازت نہیں ملی یعنی اللہ ربّ العزت کی بارگاہ سے اہل طائف کے خلاف جنگ کرنے کا پروانہ نہیں ملا۔ حضرت خویلہ رضی اللہ عنہا نے واپس آکر یہ بات حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بتائی تو وہ نبی آخرالزماں ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ! اس بات میں کہاں تک اصلیت ہے جو خویلہ نے مجھے بتائی ہے۔ وہ کہتی ہے کہ یہ بات آپ ﷺ نے فرمائی ہے۔

پیغمبر اوّل وآخر واعظم، حضورِ انور، نبی کریم، رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا! ہاں میں نے ہی کہی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا اللہ تبارک تعالیٰ نے طائف والوں سے جنگ کرنے کی اجازت نہیں دی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں نہیں دی ہے۔

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، تو کیا میں واپسی کے لئے کوچ کا اعلان کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

''ہاں''

بارگاہِ رسالتمآب ﷺ سے اجازت حاصل کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے واپسی کا اعلان کیا تو اعلان سن کر بعض صحابہ رضی اللہ عنہم متردد ہوئے کہ طائف کو فتح کیے بغیر واپس جانا انہیں اچھا نہیں لگتا۔ حضور پُرنور ﷺ جو انسانی

Marfat.com

نفسیات پر مکمل دسترس رکھتے تھے۔ انہوں نے فرمایا اچھا صبح بھرپور کوشش کر کے دیکھ لینا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خوش ہو گئے لیکن دوسرے دن قلعہ فتح کرنے کی کوشش کی گئی تو بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زخمی ہو گئے اب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سمجھ میں یہ بات آ گئی کہ افرادی اور مادی قوت کا بے مقصد ضیاع قطعاً دانشمندی نہیں اور حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے آگے سر جھکا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انشاء اللہ ہم واپس جائیں گے۔ مجاہدین اسلام نے رختِ سفر باندھا اور کوچ کرنے لگے۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے رُخِ اقدس پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کی ایک آنکھ بھی ضائع ہو گئی۔ اور وہ اپنی آنکھ کے ڈھیلے کو ہاتھ میں لئے بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوسفیان! تمہیں کیا پسند ہے' کیا اس کے بدلے میں تم جنت میں آنکھ لینا چاہتے ہو یا اللہ سے دعا کروں اور تمہاری یہ آنکھ درست ہو جائے؟ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے جنت میں آنکھ عطا فرمائیں۔ انہوں نے آنکھ کا ڈھیلا جو اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا زمین پر دے مارا۔ پھر عہد فاروقی میں ابوسفیان کو جنگ یرموک میں شرکت کا موقع ملا۔ وہاں انہوں نے کفار سے جنگ کی۔ اس جنگ میں آپ کی دوسری آنکھ بھی ضائع ہو گئی۔

طائف سے روانگی کے وقت بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بارگاہِ رسالت مآب میں عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ ثقیف کے کفار کے لئے ہلاکت کی دعا فرما دیجئے۔

تو پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضورِ انور' نبی کریم' رؤف و رحیم' رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی کہ

''اے اللہ! ثقیف کو نورِ ہدایت بخش دے اور ان کو میرے پاس لے آ''

ایک اور روایت ہے کہ مطابق سرکارِ دوجہاں تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا مانگی۔

ائبون' تائبون' عابدون لوبنا حامدون ''ہم لوٹنے والے' توبہ کرنے والے' اپنے ربّ کی عبادت کرنے والے' حمد کرنے والے ہیں۔

اے اللہ! ثقیف کو ہدایت عطا فرما اور ان سب کو میرے پاس پہنچا دے۔''

چنانچہ اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے حبیب' خاتم النبیین' اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی التجاء کو شرف قبولیت بخشا اور بہت جلد یہ لوگ مدینہ طیبہ میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے جس کا تذکرہ عام الوفود کے حالات میں کیا جائے گا۔

(تاریخ طبری جلد 3 صفحہ 134' امتاع الاسماع جلد 1 صفحہ 309' طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 159' مسلم جلد 2 صفحہ 307)

محاصرے کی مدت

یہ مدت اٹھارہ (18) دن کی تھی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں پہنچنے اور یہاں سے روانہ ہونے کے دن شامل نہیں ہیں۔

Marfat.com

سفر میں دعاؤں کی تلقین

پھر روانگی کے وقت پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضورِ انور' نبی کریم' ہادیٔ انس و جاں' رہبر کائنات' رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ اللہ تبارک تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس کا وعدہ سچا ہے۔ اس نے اپنے بندے کی مدد فرمائی اور اس اکیلے نے احزابی لشکر کو شکست دی۔

اس کے بعد جب روانہ ہو کر آگے بڑھ گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا' یوں کہو

''ہم لوٹنے والے ہیں' توبہ کرنے والے ہیں اور عبادت کرنے والے ہیں اپنے پروردگار کی اور اسی کی تعریفیں بیان کرتے ہیں۔''

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور پُر نور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ طائف سے محاصرہ ختم کر کے واپس آئے تو جِعّرانہ آئے اور وہاں کئی روز قیام فرمایا۔

شہداء طائف کے اسماء گرامی

اس جنگ میں بارہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے جن میں سے سات قریش کے مختلف قبائل سے تھے' چار انصاری تھے اور ایک شخص بنولیث قبیلہ کا فرد تھا۔

1- حضرت سعید بن سعید بن العاص بن امیہ

2- حضرت عرفطہ بن حباب

3- حضرت یزید بن زمعہ بن الاسود

4- حضرت عبداللہ بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما

5- حضرت عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ مخزومی

6- حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ

7- حضرت سائب بن حارث بن قیس

8- حضرت عبداللہ بن حارث

9- حضرت جلیحہ

10- حضرت ثابت بن جذع' ان کا نام ثعلبہ سلمی تھا

11- حضرت حارث بن سہل صعصعہ

12- حضرت منذر بن عبداللہ بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 566,565)

Marfat.com

صخر بن عیلہ احمسی رضی اللہ عنہ

حضرت صخر بن عیلہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا کہ حضورِ انور رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو ثقیف پر حملہ کیا ہے تو وہ اپنے شہسواروں سمیت گھوڑوں پر سوار ہو کر حضور پُرنور نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنے کے لئے طائف آیا۔ جب وہ طائف پہنچا تو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم محاصرہ اٹھا کر واپس تشریف لے جا چکے تھے اور طائف فتح نہیں ہوا تھا۔ حضرت صخر بن عیلہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھ یہ عہد کیا کہ میں اس مقام کو اس وقت تک چھوڑ کر نہیں جاؤں گا جب تک بنو ثقیف اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ماننے کے لئے تیار نہ ہو جائیں۔ چنانچہ وہ کافی عرصہ وہاں قیام پذیر رہا یہاں تک کہ بنو ثقیف نے حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم تاجدارِ کائنات سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے سامنے ہتھیار ڈالنے کا اعلان کر دیا۔

حضرت صخر بن عیلہ نے بارگاہِ رسالت مآب میں عریضہ تحریر کیا۔ یا رسول اللہ! ثقیف نے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قبول کر لی ہے۔ میں انہیں اپنے ہمراہ لے کر حاضر ہو رہا ہوں اور وہ میرے لشکر میں شامل ہو گئے ہیں۔ تاجدارِ کائنات سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ مژدہ سنا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز کے لئے جمع ہونے کا حکم دیا اور ان الفاظ سے دس بار احمسی کے لئے دعا فرمائی: اللھم بارك لاحمس فی خیلھا و رجالھا "اے اللہ! احمس کے سواروں اور پیادوں میں برکت عطا فرما۔"

جب یہ لوگ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! صخر نے میری پھوپھی کو اپنے قبضہ میں لے لیا ہے۔ حضور پُرنور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو طلب کیا اور اسے سمجھایا' اے صخر! جب کوئی قوم اسلام قبول کر لیتی ہے تو ان کے خون اور اموال محفوظ ہو جاتے ہیں۔ مغیرہ کی پھوپھی اس کو واپس کر دو۔ چنانچہ اس نے ارشاد نبوت کی تعمیل کی۔

اسی حضرت صخر بن عیلہ رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت پناہ میں عرض کی کہ بنو سلیم کا چشمہ مجھے عطا فرمایا جائے کیونکہ وہ اسلام سے دستبردار ہو کر یہاں سے بھاگ گئے ہیں اور اس چشمہ کو چھوڑ دیا ہے مجھے اور میری قوم کو وہاں اقامت گزیں ہونے کی اجازت فرمائی جائے۔ حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔ پھر بنی سلیم قبیلہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا۔ نیز عرض کی کہ حضرت صخر بن عیلہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیں کہ وہ ہمارا چشمہ ہمیں واپس کر دے۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے صخر! جب کوئی قوم اسلام قبول کر لیتی ہے تو ان کی جانیں اور اموال محفوظ ہو جاتے ہیں۔ تم اس چشمہ کو انہیں واپس کر دو۔ حضرت صخر رضی اللہ عنہ نے تعمیل کرتے ہوئے چشمہ ان کے حوالے کر دیا۔

(حنین و طائف از شوقی ابو خلیل صفحہ 78)

Marfat.com

عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی شہادت

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ جب جعرانہ سے مدینہ منورہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے تو عروہ بن مسعود ثقفی طائف پہنچے۔ وہ گزشتہ دو تین ماہ سے ملک شام کی طرف گئے ہوئے تھے۔ جیسے ہی طائف پہنچے تو پتہ چلا کہ اس دوران حضورِ انور نبی کریم ﷺ، لشکر اسلام مکہ معظمہ فتح کر چکا ہے اور حنین میں مسلمانوں نے بنی ہوازن اور بنی ثقیف کو بہت بری شکست دی ہے۔ عروہ بن مسعود تو پہلے ہی دین اسلام، پیغمبر اسلام کی حقانیت پہچان چکے تھے اب جب انہیں پتہ چلا کہ سارا مکہ اور قرب و جوار مسلمان ہو چکے ہیں تو آپ بھی پیغمبر اول و آخر، حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ کے ہاتھ مبارک پر بیعت اسلام کرنے کے لئے حضورِ انور ﷺ کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گئے اور راستے میں ہی حضورِ انور نبی کریم ﷺ سے ملاقات ہو گئی۔ پہلے عروہ بن مسعود باسلام ہوئے اور پھر انہوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ، مجھے اجازت ہو تو میں واپس طائف چلا جاؤں اور اپنی قوم کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دوں۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، عالم خفا و غیوب، مخبر صادق، حضور پُرنور ﷺ نے فرمایا تمہاری قوم تمہیں کہیں قتل نہ کر دے۔ حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہنے لگا، یارسول اللہ! وہ تو مجھ پر جان چھڑکتے ہیں اور اپنی کنواری بچیوں سے زیادہ مجھ سے محبت کرتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ تمام قبیلہ ثقیف کے افراد اس کی بہت عزت واحترام واطاعت کرتے تھے۔ اسے امید تھی کہ جب یہ انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دے گا تو بلا تامل وہ اسے قبول کرلیں گے۔

لیکن جب وہ ان کے درمیان پہنچا اور اس نے اسی زعم میں ایک بلند جگہ پر کھڑے ہو کر اپنی قوم کو اسلام قبول کرنے کی تلقین کی تو انہوں نے اسے اپنے تیروں کا نشانہ بنایا جن کے لگنے سے اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اپنی وفات سے پہلے انہوں نے ایک بڑا ایمان افروز جملہ کہا کرامة اکرمنی اللہ تعالیٰ بھا و شھادۃ ساقھا اللہ تعالیٰ الی "یہ بڑی عزت افزائی ہے جس سے اللہ تبارک تعالیٰ نے مجھے مشرف فرمایا ہے۔ یہ میری موت شہادت ہے جو اللہ تبارک تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی۔" اس نے مزید کہا میرے ساتھ وہی برتاؤ کرنا جو میرے دوسرے شہید بھائیوں کے ساتھ کرو گے اور مجھے ان ہی شہداء کے پہلو میں دفن کر دینا۔

حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے محبوب اور ہر دلعزیز رئیس کو انہوں نے قتل تو کر دیا لیکن اس سانحہ نے ان کو ہلا کر رکھ دیا۔ اب انہیں اپنی اس حماقت کا احساس ہونے لگا۔ انہوں نے اپنے چاروں طرف نظر دوڑائی ارگرد آباد قبائل کی غالب اکثریت نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ اب ان کی مثال ایک چھوٹے سے جزیرے کی تھی جس کو چاروں طرف سے (مسلمانوں کے) سمندر نے گھیر رکھا ہو۔ انہوں نے سوچا کہ اگر اب بھی وہ کفر پر اڑے رہے تو وہ اسلامی لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے اور انہیں عبرتناک شکست سے دوچار ہونا پڑے گا اور مال

Marfat.com

جان عزت و آبرو سے ہاتھ دھونا پڑیں گے۔

انہوں نے باہمی مشورے سے یہ طے کیا کہ وہ عبد یالیل کو پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضورِ انور محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجیں۔ عبد یالیل نے ان کی اس درخواست کو مسترد کر دیا۔ انہوں نے کہا تم میرے ساتھ بھی وہی سلوک کرو گے جو تم نے عروہ بن مسعود کے ساتھ کیا ہے۔ میں اکیلا نہیں جاتا۔ اگر صدق دل سے چاہتے ہو تو میرے ساتھ اپنا ایک وفد روانہ کرو۔ چنانچہ یہ وفد مدینہ طیبہ پہنچا۔ اس وفد کی بارگاہِ رسالت مآب میں حاضری اور اس کے خوش آئند نتائج کا تذکرہ ہم ''عام الوفود'' کے باب میں کریں گے۔

طائف سے جعرانہ واپسی

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' ہادیٔ انس و جاں' رہبر کائنات' رسول بحر و بر' سیّد المرسلین' خاتم النبیین' اصل الموجودات' حاصل کائنات' انسان کامل' فخر اولادِ آدم' سرکارِ دو عالم' تاجدارِ کائنات' حضور پُرنور نبی کریم' رؤف و رحیم' حبیب ربّ للعالمین' رحمت للعالمین' عالم خفا و غیوب' مخبر صادق' آقائے دو جہاں ﷺ طائف سے روانہ ہو کر دھناء آئے' وہاں سے قرن المنازل پہنچے' وہاں سے خلہ تشریف لائے۔ وہاں سے جعرانہ میں قدم مبارک فرمایا' جو مکہ سے 24 کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے جہاں اموال غنیمت کو اور قیدیوں کو جمع کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔

جب حضور پُرنور نبی کریم ﷺ جعرانہ میں تشریف فرما تھے تو خدمت اقدس میں سراقہ بن مالک جعشمی حاضر ہوا۔ یہ وہی سراقہ بن مالک جعشمی ہیں جس نے دوران ہجرت (آج کی ملاقات سے 8 سال پہلے) آپ ﷺ کا تعاقب کیا تھا۔ لیجئے سراقہ بن مالک کے اس واقعہ کو ماضی کے ایک پیرا کے ساتھ ان ہی کی زبانی سنیے۔ ماضی کا وہ پیرا' وہ فرمان مبارک آپ ﷺ کی ایک عظیم پیش گوئی ہے جو کائنات کے کئی رازوں' حکمتوں سے پردہ اٹھاتی ہے۔ اس کی اس اہمیت کے پیش نظر بیان اس حدیث مبارک سے کیا جا رہا ہے۔

علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ ''الکامل'' میں رقمطراز ہیں۔

> ''جب سراقہ نے واپس لوٹ جانے کا ارادہ کیا تو پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' عالم خفا و غیوب' مخبر صادق ﷺ نے فرمایا' اے سراقہ! اس وقت تمہاری کیا شان ہوگی جب کسریٰ کے کنگن تجھے پہنائے جائیں گے۔ اس نے سراپا حیرت ہو کر عرض کی' کسریٰ ابن ہرمز کے کنگن؟ حضور پُرنور ﷺ نے فرمایا' ہاں''

حضرت سراقہ بن مالک جعشمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں واپس آ گیا لیکن اس واقعہ کا کسی سے بھی تذکرہ نہیں کیا یہاں تک کہ سن 8 ہجری میں حضور پُرنور نبی کریم ﷺ مکہ معظمہ میں فاتحانہ جاہ و جلال کے ساتھ داخل ہوئے۔ بیت اللہ شریف کو بتوں اور دیگر نجاستوں سے پاک کیا اور تقریباً سب اہل مکہ مشرف با سلام ہو گئے۔ اس کے بعد حنین و طائف کے معرکے سر ہوئے تو اس وقت مجھے خیال آیا کہ میں نے خدمت اقدس میں حاضر ہونے میں

Marfat.com

بہت دیر کر دی ہے اور اب مجھے خدمت اقدس میں فوراً حاضر ہونا چاہیے۔

میں وہ گرامی نامہ لے کر خدمت اقدس میں اس وقت حاضر ہوا جب حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ طائف سے جعرانہ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ لوگ گروہ در گروہ حضورِ انور ﷺ کے آگے آگے اور دائیں بائیں جا رہے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک اژدھام تھا۔ میں انصار کے سواروں کے دستہ میں کھڑا ہو گیا۔ وہ نیزوں سے مجھے کچوکے دینے لگے۔ مجھے کہتے سامنے سے ہٹ جاؤ' راستے سے ہٹ جاؤ' تم کون ہو؟ بہر حال میں ہمت کر کے مجمع کو چیرتا ہوا حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے کچھ اور قریب پہنچ گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مجھے پہچانتے نہ تھے اس لئے مجھے بالکل قریب پہنچنے میں دشواری ہو رہی تھی۔

جب میں حضورِ انور تاجدارِ کائنات سرکارِ دو عالم ﷺ کے قریب پہنچ گیا اور مجھے معلوم ہو گیا کہ یہاں حضور پُرنور ﷺ میری آواز سن سکتے ہیں تو میں نے وہ گرامی نامہ جو سفر ہجرت میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مجھے لکھ کر دیا تھا' اپنی جیب سے نکالا اور اپنی دو انگلیوں میں پکڑا اور اپنے اس ہاتھ کو بلند کر کے آواز دی سراقہ بن جعشم و هذا کتابی "یارسول اللہ ﷺ! میں مالک جعشمی کا بیٹا سراقہ ہوں اور یہ ہے حضورِ انور ﷺ کا گرامی نامہ" (جس میں میرے لئے حضور پُرنور ﷺ نے امان لکھی ہے۔)

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا۔ یہ دن وعدہ کو پورا کرنے اور نیکی کرنے کا دن ہے۔ سراقہ کو میرے نزدیک کرو۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مجھے حضورِ انور ﷺ کے نزدیک جانے دیا۔ مجھے حضور پُرنور ﷺ کی پنڈلی مبارک نظر آنے لگی جو چمک رہی تھی۔ جب میں حضور پُرنور ﷺ کے قریب پہنچ گیا تو میں نے سلام عرض کیا۔ اور حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔

مجھے اسلام قبول کرنے اور حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے دیدار حاصل کرنے کی بہت زیادہ خوشی تھی۔ اس وقت میری آنکھوں کے سامنے ہجرت کے دوران ملاقات کا سماں تھا اور کانوں میں مذکورہ بالا حدیث مبارک کے الفاظ گونج رہے تھے۔ اس حدیث پاک کے سچ ہو جانے کا یقین مجھ سے زیادہ اور کس کو ہو سکتا تھا۔ میں اس سوچوں میں گم تھا کہ مجھے خیال آیا کہ اس بابرکت گھڑی میں مجھے کچھ فیض حاصل کرنا چاہیے۔ میں نے بہت سوچا کہ کیا عرض کروں مگر کچھ نہ سوجھا۔ اس وقت میری عجیب کیفیت تھی۔ بہت سوچ بچار کے بعد میں صرف پوچھ سکا۔

یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنے اونٹوں کو پانی پلانے کے لئے حوض بھرتا ہوں۔ کئی گمشدہ اونٹ و جانور پینے کے لئے وہاں آ جاتے ہیں۔ اگر میں ایسے جانوروں کو پانی پینے دوں تو اس کا کچھ اجر مجھے بھی ملے گا۔؟

سرورِ کائنات' تاجدار دو عالم حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"ہر جانور جس کا تمہارے پانی سے کلیجہ تر ہو گا' اس کے پانی پینے سے تجھے ثواب ملے گا۔"

Marfat.com

اموالِ غنیمت کی تقسیم

پیغمبر اول و آخر و اعظم، حضورِ انور، نبی کریم، عالم خفا و غیوب ﷺ طائف سے محاصرہ ختم کر کے جب جعرانہ شریف لائے (جہاں تمام مالِ غنیمت کو جمع کر کے ایک حفاظتی دستے کی ذمہ داری یا تحویل میں چھوڑ گئے تھے) جعرانہ میں کئی روز مالِ غنیمت تقسیم کیے بغیر قیام فرما رہے۔ اس تاخیر کا مقصد یہ تھا کہ ہوازن کا وفد تائب ہو کر آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں آ جائے۔ اور اس نے جو کچھ کھویا ہے وہ سب لے جائے کئی دنوں کی تاخیر کے باوجود جب بنی ہوازن میں سے کوئی آپ ﷺ کے پاس واپس نہ آیا تو حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے مالِ غنیمت کی تقسیم شروع کر دی تا کہ قبائل کے سردار اور مکہ معظمہ کے نومسلم اشراف جو مالِ غنیمت کی حرص رکھتے تھے ان کی زبان خاموش ہو جائے۔

مؤلفتہ القلوب

سب سے پہلے "مؤلفتہ القلوب" (یہ ایک اصطلاح ہے جو ان لوگوں کے لئے استعمال ہوتی ہے جو نئے نئے مسلمان ہوئے ہوں اور ان کا دین اسلام پر دل جوڑنے، جمانے کے لئے انہیں مالی مدد دی جائے تا کہ وہ دین اسلام پر مضبوطی سے جم جائیں) پر نظر عنایت فرمائی گئی اور سیّد کونین سرکارِ دو عالم تاجدارِ کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے یہ عنایات مالِ غنیمت میں سے اپنے حصے "خمس" سے فرمائیں اور اس قدر فراخدلی سے کشادہ دلی سے فرمائیں کہ عنایات پانے والے اپنی زبان حال سے کہنے لگے کہ اتنی زبردست عنایات نوازشات صرف اللہ تبارک تعالیٰ کا نبی برحق (ﷺ) ہی کر سکتا ہے۔ انہیں ان کی طلب و توقعات سے کہیں بڑے بڑے حصے دیئے گئے اور یہ تمام "خمس" میں سے عنایت کیے گئے۔

جن لوگوں کے دلوں میں الفت پیدا کرنے کے لئے اموال غنیمت (خمس) میں سے زیادہ حصہ عطا فرمایا گیا ان کی تین قسمیں ہیں:

پہلی قسم ان لوگوں کی تھی جن کے دلوں میں اسلام کے بارے میں بغض و عناد کی آگ بھڑک رہی تھی۔ ان کی توقع سے زیادہ جب مالِ غنیمت دیا گیا تو ان کے دلوں سے اسلام کے خلاف بغض و عناد کے جذبات کافور ہو گئے اور انہوں نے صدق دل سے اسلام کو قبول کر لیا اور ان کے مشرف با اسلام ہونے سے اسلام اور اہل اسلام کو بڑی تقویت حاصل ہوئی جیسے صفوان بن امیہ۔

دوسری قسم ایسے لوگوں کی تھی جنہوں نے اسلام تو قبول کر لیا تھا لیکن ان اموال غنیمت کے ملنے سے ان کا عقیدہ مزید پختہ ہو گیا۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"میں بسا اوقات ایک شخص کو اموال کثیرہ دیتا ہوں حالانکہ دوسرا شخص مجھے اس شخص سے زیادہ عزیز

Marfat.com

ہوتا ہے۔ میں اس کو اس لئے زیادہ دیتا ہوں تاکہ وہ پھر پھسل نہ جائے اور اسے دوزخ میں اوندھا کرکے نہ پھینک دیا جائے۔''

3- تیسری قسم ان لوگوں کی تھی جن کے شر سے اہل اسلام کو بچانے کے لئے انہیں اموال کثیرہ دیئے گئے جس طرح عیینہ بن حصن' عباس بن مرداس اور اقراع بن حابس کو۔ ان لوگوں کو حضورِ انور نبی کریم سرکارِ دو عالم ﷺ نے اس لئے اموال غنیمت سے زیادہ بڑا حصہ عطا فرمایا تاکہ یہ لوگ مسلمانوں کو اذیت دینے سے باز آجائیں۔

ان تینوں قسموں کی مجموعی تعداد تیس تھی اور ان کو اموال غنیمت میں سے یہ انعام واکرام نہیں دیا گیا بلکہ خمس میں سے۔ کیونکہ حضورِ انور ﷺ نے زید بن ثابت کو حکم دیا کہ وہ مجاہدین کی بھی گنتی کریں اور جو اموال غنیمت حاصل ہوئے ہیں ان کو بھی گنیں اور پھر ان مجاہدین پر تقسیم کریں۔

انہوں نے حساب کیا تو ہر پیدل مجاہد کے حصہ میں چار اونٹ اور چالیس بھیڑیں آئیں اور سواروں کے حصہ میں اس سے تین گنا یعنی بارہ اونٹ اور ایک سو بیس بھڑیں آئیں۔ اگر کسی سوار کے پاس ایک گھوڑے کے بجائے دو گھوڑے ہوتے تو اسے بھی ایک گھوڑے کا حصہ ملتا۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور' تاجدارِ کائنات سرکارِ دو عالم ﷺ نے اموال غنیمت سے جو خمس تھا' جو اللہ کے پیارے رسول کا حصہ تھا' اس میں سے ان لوگوں کو فیاضانہ انعامات سے مالا مال فرمایا۔

جن لوگوں کو زیادہ حصہ دیا گیا ان میں سے ایک حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کو چالیس اوقیہ چاندی اور سو اونٹ دیئے گئے۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے عرض کی' میرا بیٹا یزید بھی لشکر اسلام میں شامل تھا اس کا حصہ؟ حضور پُرنور ﷺ نے اسے بھی چالیس اوقیہ چاندی اور سو اونٹ دیئے۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے پھر عرض کی' میرا بیٹا معاویہ' وہ بھی لشکر اسلام میں شامل تھا اس کا حصہ؟ حضورِ انور ﷺ نے اسے بھی چالیس اوقیہ چاندی اور ایک سو اونٹ عطا فرمائے۔ جود و سخا کی یہ بارش دیکھ کر حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ عرض پرداز ہوئے:

''اے اللہ کے پیارے رسول ﷺ! میرے ماں باپ حضور پر قربان! بیشک حضور جنگ اور صلح دونوں حالتوں میں بڑے کریم ہیں۔ میں نے آپ ﷺ کے ساتھ جنگ بھی کی تو آپ بہترین شخص تھے جن سے جنگ کی جاتی ہے۔ پھر میں نے آپ ﷺ کے ساتھ صلح کی تو آپ بہترین مصالحت کرنے والے تھے۔ جود و کرم میں آپ ﷺ کا مقام سب سے اعلیٰ و ارفع ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ آپ کو اس کی جزائے خیر عطا فرمائے۔'' (السیرۃ النبویہ احمد بن زینی دحلان جلد 2 صفحہ 325)

دوسرا شخص جس کو بہت زیادہ حصہ ملا' وہ حکیم بن حزام تھے۔ پہلے حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم رحمت للعالمین ﷺ نے انہیں ایک سو اونٹ دیئے۔ انہوں نے عرض کی' ایک سو اونٹ مزید دیجئے' حضور پُرنور ﷺ نے

Marfat.com

بھی عطا فرمائے۔ پھر انہوں نے عرض کی' ایک سو اونٹ اور دیجئے۔ حضور انور ﷺ نے تیسری بار بھی انہیں ایک سو اونٹ عطا فرمائے۔ پھر انہیں نصیحت کی۔ فرمایا: اے حکیم! یہ مال بہت سبز اور میٹھا ہے۔ جو اس کو سخاوت نفس کے ساتھ حاصل کرتا ہے اس کے لئے اس میں برکت ڈال دی جاتی ہے اور جو حرص و لالچ کی وجہ سے لیتا ہے اس کے لئے اس میں برکت نہیں ڈالی جاتی۔ وہ اس آدمی کی طرح بن جاتا ہے جو کھاتا ہے لیکن سیر نہیں ہوتا۔ حکیم سنو! اوپر والا ہاتھ (دینے والا) نیچے والا ہاتھ (لینے والے) سے بہت بہتر ہے۔

ان کلمات کا یہ اثر ہوا کہ حکیم نے ایک سو اونٹ لے لئے اور باقی دو سو واپس کر دیئے اور عرض کی' یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اس خدا کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے' میں اس کے بعد حضور پُرنور ﷺ سے کوئی مطالبہ نہیں کروں گا اور حضور انور ﷺ کے بعد بھی کسی سے کچھ نہیں مانگوں گا یہاں تک کہ میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب صحابہ رضی اللہ عنہم میں عطیات تقسیم کرتے تو حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو بھی بلاتے کہ اپنا حصہ لے جاؤ لیکن وہ ہمیشہ قبول کرنے سے معذرت کرتے۔ اسی طرح حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی اپنے عہد خلافت میں ان کو بلاتے رہے تا کہ مال فئی سے وہ اپنا حصہ لیں۔ پھر بھی آپ نے اپنا حصہ لینے سے انکار کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"مال فئی سے اللہ تبارک تعالیٰ نے ان کو جو حصہ دیا' میں نے انہیں پیش کیا ہے لیکن انہوں نے لینے سے انکار کر دیا۔"

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے کبھی کسی شخص سے کوئی چیز نہیں مانگی یہاں تک کہ وہ دنیائے فانی سے عالم آخرت کو تشریف لے گئے۔

جن لوگوں کو سو سو اونٹ دیئے گئے ان کے نام یہ ہیں:

نضیر بن حارث بن کلدہ' علاء بن حارثہ ثقفی' حارث بن ہشام' حویطب بن عبدالعزیٰ بن ابی قیس' علقمہ بن علاثہ' جبیر بن مطعم' سہیل بن عمرو اور صفوان بن امیہ۔ اس شخص پر حضور کا ابر جود و کرم اس طرح برسا کہ وہ یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ

"حضور حنین کے اموال غنیمت سے مجھ کو دیتے گئے' دیتے گئے یہاں تک کہ ذات پاک مصطفیٰ جو میرے نزدیک اللہ کی ساری مخلوق سے زیادہ مبغوض تھی وہ سب سے زیادہ محبوب ہو گئی۔"

اقرع بن حابس تمیمی بھی ان لوگوں میں سے ہیں جن کو سو سو اونٹ عطا کیے گئے۔

حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے عباس بن مرداس کو جو ایک گنوار اور اجڈ بدو تھا' ایک سو اونٹ سے کم اونٹ عطا فرمائے تو اس نے ایسے اشعار نظم کیے جس میں کم اونٹ ملنے پر شکوہ و شکایت کا طومار باندھا۔

Marfat.com

حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ اس کی زبان کاٹ دو (یعنی کہ اور عنایت کر کے اس کی زبان بند کر دو) حضور پُرنور ﷺ نے اس کو اتنا دیا کہ وہ راضی ہو گیا اور آئندہ اس کے لئے ممکن نہ رہا کہ وہ شانِ رسالت میں کسی گستاخی کا ارتکاب کرے۔

جن لوگوں کو سو سے کم اونٹ دیئے گئے ان کے نام یہ ہیں۔ ان سب کا تعلق قبیلہ قریش سے ہے۔ مخزمہ بن نوفل بن اہیب الزہری، عمر بن وہب جمحی، ہشام بن عمرو اخو بن عامر بن لوی، سعید بن یربوع بن عنکثہ اور عدی بن قیس سہمی۔ (تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 114، السیرۃ النبویہ احمد بن زینی دحلان جلد 2 صفحہ 326)

ایک واقعہ

درج ذیل میں ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے جو مؤلفۃ القلوب اور ان پر عنایات و نوازشات کی بارش کی خوب سے خوب تر وضاحت و تشریح کرتا ہے۔

ایک شخص نے بارگاہِ رسالت مآب میں عرض کی، یا رسول اللہ! حضورِ انور ﷺ نے عیینہ اور اقرع کو سو سو اونٹ دیئے ہیں اور حضرت جعیل بن سراقہ ضمری رضی اللہ عنہ کو بالکل محروم رکھا ہے حالانکہ وہ اصحاب صفہ میں سے ہے اور فقراء میں سے ہے اور قدیم الاسلام ہے۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، میں نے عیینہ اور اقراع کو اس لئے سو سو اونٹ دیئے ہیں تا کہ ان کے دل میں اسلام کی الفت پیدا ہو جائے اور وہ اسلام کو مضبوط ہاتھوں سے پکڑ لیں۔

ہم نے جعیل بن سراقہ کو اسلام کے حوالہ کر دیا ہے یعنی اس کے دل میں جو اسلام کی سچی محبت ہے اس کے لئے وہی کافی ہے، وہ اس کے پاؤں کو راہِ حق سے پھسلنے نہیں دے گی۔ اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے ان اکابر مہاجر اور انصار کو جنہوں نے ساری زندگیاں اور اپنے سارے مالی وسائل خدمت دین کے لئے وقف کر رکھے تھے، کچھ نہیں دیا بلکہ ان کو ان کے ایمان کے حوالے کر دیا۔

مؤلفۃ القلوب کو اس لئے عطا فرمایا گیا تا کہ ان کے قدم کسی وجہ سے پھسلنے نہ پائیں۔ ایمان کا جو درخت ان کے دل کی سرزمین میں لگایا گیا ہے وہ سوکھنے نہ پائے بلکہ سرسبز و شاداب رہے۔ ان لوگوں نے شرک اور عہد جاہلیت سے ابھی ابھی اپنا تعلق توڑا تھا۔ پھر کسی وجہ سے وہ حق سے پھر کر باطل کی طرف مائل نہ ہو جائیں۔ ان خطرات سے بچانے کے لئے پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رحمت دو عالم ﷺ نے ان پر مال و دولت کی وہ بارش فرمائی کہ ان کے ایمان کی جڑیں گہری اور مضبوط ہو گئیں اور اس کے بعد کوئی طوفان برق و باد انہیں اپنی جگہ سے جنبش نہ دے سکا۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم، رحمت للعالمین ﷺ کے اپنے خمس میں سے یہ انتہا کی فراخدلانہ نوازشات و عنایات دیکھ کر لوگوں میں یہ مشہور ہو گیا کہ پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اس

Marfat.com

طرح بے دریغ عطیہ عنایت فرماتے ہیں کہ انہیں فقر کا اندیشہ ہی نہیں۔ چنانچہ مال کی طلب میں بدو آپ ﷺ پر ٹوٹ پڑے اور آپ ﷺ کو ایک درخت کی جانب سمٹنے پر مجبور کر دیا۔ اتفاق سے آپ ﷺ کی چادر ٹہنی سے پھنس کر رہ گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا' لوگو! مجھے میری چادر تو دے دو۔

پھر پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم رحمت للعالمین قاسمِ کائنات ﷺ نے فرمایا' اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر میرے پاس تہامہ کے درختوں کی تعداد میں بھی چوپائے ہوں تو انہیں بھی میں تم پر تقسیم کر دوں گا۔ پھر تم مجھے نہ بخیل پاؤ گے' نہ بزدل' نہ جھوٹا اس کے بعد حضور پُر نور ﷺ نے اپنے اونٹ کے بازو میں کھڑے ہو کر اس کی کوہان سے کچھ بال لئے اور چٹکی میں لے کر انہیں بلند کرتے ہوئے فرمایا: لوگو! واللہ میرے لئے تمہارے مالِ فے میں سے کچھ بھی نہیں' حتیٰ کہ اتنا بال بھی نہیں۔ صرف خمس ہے اور خمس بھی تم ہی پر لٹا دیا جاتا ہے۔ پلٹا دیا جاتا ہے۔

اس کے ساتھ ہی حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا اب غزوۂ حنین سے حاصل شدہ غنیمتیں' قیدی اور مال و اموال جو خمس کے علاوہ آپ سب مجاہدین اسلام کا حصہ ہیں حق ہیں وہ تقسیم ہونے والی ہیں۔ مالِ غنیمت سے اگر کسی نے کوئی دھاگا یا سوئی بھی ناحق لی ہے تو وہ واپس کر دو کیونکہ مالِ غنیمت میں خیانت قیامت کے دن باعث ننگ و عار ہو گی۔ آتش جہنم کے عذاب کا سبب اور بہت بڑا عیب ہو گی۔

مؤلفۃ القلوب کو دینے کے بعد پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضورِ انور' نبی کریم ﷺ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ مالِ غنیمت اور فوج کو یکجا کر کے لوگوں پر غنیمت کی تقسیم کا حساب لگائیں۔ انہوں نے ایسا کیا اور حساب لگایا تو ایک مجاہد کے حصہ میں چار چار اونٹ اور چالیس چالیس بکریاں آئیں۔ جو شہسوار تھا اسے بارہ اونٹ اور ایک سو بیس بکریاں فی کس ملیں۔ اور خمس کے علاوہ' خمس نکال کے باقی قیدیوں کو بھی غلاموں کی حیثیت سے مجاہدین میں بانٹ دیا۔

یہ تقسیم' نوازشات' عنایات ایک حکیمانہ سیاست پر مبنی تھی کیونکہ دنیا میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اپنی عقل کے راستے سے نہیں بلکہ پیٹ کے راستے سے حق پر لائے جاتے ہیں یعنی جس طرح جانوروں کو ایک مٹھی ہری گھاس یا چارہ دکھلا کر انہیں پکڑا جا سکتا ہے انہیں دکھلا کر اپنے پیچھے پیچھے لگایا جا سکتا ہے اور انہیں یہ لالچ دے کر ان کے محفوظ ٹھکانے تک آسانی سے پہنچایا جا سکتا ہے۔ اسی طرح مذکورہ قسم کے لوگوں کے لئے بھی مختلف قسم کے اسبابِ کشش کی ضرورت پڑتی ہے تا کہ وہ ایمان سے مانوس ہو کر پُر ایمان و پُر جوش بن جائیں۔

انصار کی خلش و ازالہ

یہ حکیمانہ سیاست پہلے پہل سمجھی نہ جا سکی اس لئے کچھ زبانوں پر حرفِ اعتراض آ گیا۔ انصار پر خصوصاً اس سیاست کی زد پڑی تھی کیونکہ وہ سب کے سب حنین کے غنائم کے عطایا سے یکسر محروم رکھے گئے۔ حالانکہ مشکل

Marfat.com

وقت میں ان ہی کو پکارا گیا تھا اور آواز سنتے ہی وہ اڑ کر آئے تھے اور حضورِ انور نبی کریم ﷺ کے ساتھ مل کر اس طرح شدید تلوار بازی، جنگ کی تھی کہ چند منٹ پہلے کی عارضی شکست مستقل شاندار فتح میں تبدیل ہو گئی تھی۔ لیکن اب وہ دیکھ رہے تھے کہ ان مشکل لمحات میں جنگ کی بھٹی سے کچھ دور رہنے والوں کے ہاتھ پُر ہیں اور وہ خود محروم و تہی دست ہیں۔

جب پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور، تاجدارِ کائنات، عالم خفا و غیوب، سرکارِ دو عالم ﷺ نے ان ضعیف الایمان لوگوں پر اپنے جود و کرم کی بارش کی اور انہیں سینکڑوں اور ہزاروں بھیڑ بکریوں کا مالک بنا دیا تو انصار میں سے بعض لوگوں کی زبان سے یہ نکلا:

''اللہ تبارک تعالیٰ اپنے رسول ﷺ سے درگزر فرمائے کہ حضور پُرنور ﷺ قریش کو تو فیاضی سے اموال دے رہے ہیں اور ہمیں محروم چھوڑ رہے ہیں، حالانکہ ہماری تلواروں سے ابھی تک ان دشمنانِ اسلام کے خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔''

وہ اب مالِ غنیمت سے لدے پھندے واپس جا رہے ہیں۔ جب شدت و امتحان کا موقع آیا ہے تو ہمیں بلایا جاتا ہے اور مالِ غنیمت غیروں کو بخشا جاتا ہے۔ انصار میں سے ایک آدمی نے اپنے دوستوں کو کہا، بخدا! میں تمہیں بتایا نہیں کرتا تھا کہ اگر حضورِ انور ﷺ کے حالات درست ہو جائیں تو وہ اپنے قبیلہ کو تم پر ترجیح دیں گے۔ اس بات نے انصار کی خلش و خدشات میں اور اضافہ کیا۔

انصار کے جذبات و سوچ کی یہ کیفیت جان کر حضرت سعد بن عباد رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ عرض کی یا رسول اللہ! انصار کا یہ قبیلہ دل ہی دل میں بہت ناراض ہے۔ حضور پُرنور ﷺ نے پوچھا کس وجہ سے؟ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اس لئے کہ حضورِ انور ﷺ نے سارے اموالِ غنیمت کو اپنی قوم میں اور دوسرے عربوں میں تقسیم کر دیا ہے اور انہیں کچھ نہیں دیا ہے۔ حضور پُرنور ﷺ نے فرمایا سعد! تمہارا کیا خیال ہے؟ انہوں نے عرض کی، میں اپنی قوم کا ایک فرد ہوں، جو ان کا خیال ہے وہ میرا خیال ہے۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم، تاجدارِ کائنات، رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا سعد! جاؤ اور اپنی ساری قوم کو اس چھپر کے نیچے جمع کرو اور جب سارے جمع ہو جائیں تو مجھے بتاؤ۔

چنانچہ انصار اس چھپر کے نیچے جمع ہو گئے یہاں تک کہ وہ بھر گیا اور انہوں نے کسی غیر کو اپنے پاس نہ رہنے دیا۔ جب سارے جمع ہو گئے تو حضرت بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یا رسول اللہ! سارے انصار حضور پُرنور ﷺ کے حکم کے مطابق اکٹھے ہو گئے ہیں۔ حضور پُرنور ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے۔

پہلے حضورِ انور رسول اللہ ﷺ نے اللہ تبارک تعالیٰ کی حمد و ثناء کی جس طرح اس کی شان کے شایان ہے پھر ارشاد فرمایا:

Marfat.com

''اے گروہ انصار! یہ کیا بات ہے جو تمہاری طرف سے مجھے پہنچی ہے۔ یہ کیا ناراضگی ہے جو تم اپنے دلوں میں محسوس کر رہے ہو؟''

پھر فرمایا:

الم اتکم ضلا لا فھدا کم اللہ بی

''کیا ایسا نہیں کہ میں جب تمہارے پاس آیا تھا تو تم گمراہ تھے پس اللہ تبارک تعالیٰ نے تمہیں میرے ذریعہ ہدایت فرمائی۔''

وعالۃ و اغنا کم اللہ بی

''جب میں آیا تو تم مفلس اور تنگ دست تھے' اللہ تبارک تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہیں غنی کر دیا۔''

''تم ایک دوسرے کے دشمن تھے پس اللہ تبارک تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی۔''

اللہ ورسول امن و افضل

''اللہ اور اس کا رسول سب سے زیادہ احسان کرنے والے ہیں اور بزرگ و برتر ہیں۔''

پھر رحمت دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الاتجیبونی یا معشر الانصار ؟

''اے گروہ انصار! میری ان باتوں کا تم جواب کیوں نہیں دیتے؟''

انہوں نے عرض کی:

''اے اللہ کے پیارے رسول! ہم حضور کے ارشادات کا کیا جواب دیں' سارا احسان اور فضل و کرم تو اللہ کے لئے اور اس کے رسول کے لئے ہیں۔''

حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ یہ فرماتے جاتے تھے اور انصار آپ ﷺ کے ہر جملہ کو سن کر یہ کہتے جاتے تھے۔

''اللہ تبارک تعالیٰ اور اللہ کے محبوب رسول کریم ﷺ کا ہم پر بہت زیادہ احسان ہے۔''

ان کا یہ جواب سن کر حضورِ انور ﷺ نے فرمایا:

اما واللہ لو شئتم' لقلتم' فلصد قتم ولصدقتم

''بخدا! اگر تم چاہتے تو یہ جواب دیتے تو تمہارا یہ جواب سچا ہوتا اور سب اس کی تصدیق کرتے۔''

اتیتنا مکذبا فصدقنا ك

''حضور (ﷺ) جب ہمارے پاس تشریف لائے تو حضور (ﷺ) کو جھٹلایا جاتا تھا۔ ہم نے حضور

Marfat.com

(ﷺ) کی تصدیق کی۔"

مخذولا فنصر ناك

"آپ کا کوئی معاون نہ تھا ہم نے آپ کی مدد کی۔"

وطريدا فاويناك

"آپ کو اپنے شہر سے نکال دیا گیا تھا ہم نے حضور (ﷺ) کو پناہ دی۔"

"اس وقت حضور (ﷺ) تنگدست تھے ہم نے آپ کی مالی امداد کی۔"

حضور پُرنور ﷺ نے فرمایا:

"تم دنیا کی ایک معمولی چیز کے لئے اپنے دلوں میں مجھ پر ناراض ہو گئے ہو۔ حالانکہ میں نے ان لوگوں کو اس انعام واکرام سے اس لئے نواز کہ ان کے دلوں میں اسلام کی الفت پیدا ہو جائے اور وہ اسلام قبول کر لیں اور میں نے تمہیں تمہارے اسلام کے سپرد کر دیا۔"

"اے گروہ انصار! تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ لوگ تو بکریاں اور اونٹ لے کر اپنے گھروں کو جائیں اور تم اللہ کے پیارے رسول کو اپنے ساتھ اپنی اقامت گاہوں میں لے جاؤ۔"

(انصار کے نصیب! اللہ اکبر! کہاں دنیا کا حقیر مال ومتاع اور کہاں اصل الموجودات' حاصل کائنات اور کائنات کی سب سے گراں بہا عظیم نعمت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ)

"اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے جو نعمت عظمیٰ لے کر تم لوٹ رہے ہو وہ بدرجہا بہتر ہے ان چیزوں سے جو وہ لے کر جا رہے ہیں۔"

ولو لا الهجرة لكنت امرا من الانصار

"اگر ہجرت کا معاملہ نہ ہوتا تو میں قوم انصار کا ایک فرد ہوتا۔"

ولوسلك الناس شعباً و وادياً و سلكت الانصار شعبا و وادياً لسلكت شعب الانصار وواديها۔

"دوسرے لوگ اگر ایک گھاٹی اور وادی میں چلتے اور انصار دوسری گھاٹی اور وادی میں چلتے تو میں اس وادی میں چلتا جس وادی اور گھاٹی میں انصار چلتے۔"

الانصار شعار والناس دثار

"تم انصار میری چادر کا میرے زیب تن کا اندر والا حصہ ہو اور دوسرے لوگ چادر کا باہر والا حصہ ہیں۔"

آخر میں اپنے نیاز کیشوں کے لئے دعا فرمائی۔ عرض کی:

Marfat.com

اللھم ارحم الانصار وابناء الانصار' وابناء ابناء الانصار

''اے اللہ! انصار پر رحم فرما' انصار کے بیٹوں پر رحم فرما' انصار کے پوتوں پر رحم فرما۔''

حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کے دلوں میں اتر جانے والے ان کلمات طیبات نے انصار کی دنیا بدل کر رکھ دی۔ وہ زاروقطار رونے لگے' آنسوؤں کا مینہ برسانے لگے یہاں تک کہ ان کی داڑھیاں تر ہوگئیں۔ اور سب نے یک زبان ہوکر عرض کی:

رضينا بالله ربا رضينا برسول الله قسما و حظا

''ہم اللہ تبارک تعالیٰ کو اپنا ربّ مان کر راضی ہو گئے ہیں اور اللہ کے رسول نے جو تقسیم فرمائی ہے اور حصہ ہمیں عطا فرمایا ہے' ہم اس پر راضی اور مطمئن ہیں۔''

پھر اس کے بعد حضورِ انور رسول اللہ ﷺ واپس تشریف لائے اور انصار اپنی اپنی قیام گاہوں میں واپس چلے گئے۔ (صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 620' 621' السیرۃ النبویہ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 499' 500' زادالمعاد جلد 3 صفحہ 474)

رضاعی بہن شیماء کی آمد

ابن اسحاق سے مروی ہے کہ انہیں بنی سعد کے کسی شخص نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ ہوازن کے موقع پر کہا' اگر نجاد تمہارے قابو میں آئے تو اسے بھاگ جانے کا موقع نہ دینا۔ یہ بنی سعد کا ایک شخص تھا جس نے کوئی نازیبا حرکت کی تھی۔ مسلمانوں نے اس کو پکڑ لیا' اس کو اور اس کے اہل وعیال کو لے چلے۔ اس کے ساتھ شیماء بنت حارث بھی تھی جو حضور پُرنور ﷺ کی رضاعی بہن تھی۔ حضرت شیماء رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ کا نام حلیمہ سعدیہ تھا اور آپ حضورِ انور نبی کریم ﷺ کی بچپن میں دایہ تھیں۔ اس لئے حضرت شیماء رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی دودھ شریک بہن تھیں اور آپ نے ان دنوں بچپن میں آپ ﷺ کو خوب گود کھلایا تھا۔

مسلمان جب ان کو لا رہے تھے تو انہوں نے شیماء پر سختی کی تو اس نے کہا' تم جانتے نہیں ہو کہ بخدا! میں تمہارے صاحب کی رضاعی بہن ہوں؟ انہوں نے اس کی یہ بات تسلیم نہ کی یہاں تک کہ ان سب کو حضور پُرنور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ بارگاہِ رسالت مآب میں پہنچ کر اس نے عرض کی' یا رسول اللہ ﷺ! میں حضور کی رضاعی بہن شیماء ہوں۔

حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے پوچھا۔

''اس کا کوئی ثبوت؟''

یہ سنتے ہی حضرت شیماء رضی اللہ عنہا نے اپنے شانے پر سے کپڑا اٹھا کر نشان دکھلاتے ہوئے کہا' یا رسول اللہ ﷺ اس وقت آپ ﷺ چھوٹے سے تھے اور میں آپ کو گود میں لئے ہوئے تھی تو اس جگہ آپ (ﷺ) نے مجھے کاٹ لیا تھا۔ یہ نشان اسی کا ہے۔

Marfat.com

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ کی مبارک نگاہوں میں رضاعت کا وہ زمانہ گھوم گیا جب آپ ﷺ حلیمہ سعدیہ کے گھر رہا کرتے تھے اور شیماء آپ کو دن بھر کھلایا کرتی تھیں، دانتوں سے کاٹنے کی معصومانہ شوخی بھی یاد آ گئی۔

فوراً اپنی چادر اتار کر زمین پر بچھائی اور بصد مسرت رضاعی بہن کو مرحبا کہا۔ بہن بھائی کی اس انداز میں ملاقات ایک رقت انگیز نظارا تھا۔ خود حضورِ انور ﷺ کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور آنسو ٹپکنے لگے۔

پھر حضرت شیماء سے کہا، اگر آپ میرے پاس رہنا چاہیں تو بخوشی رہ سکتی ہیں۔ میں آپ کو بہت عزت، احترام وشوق سے رکھوں گا۔ اور اگر اپنی قوم اور رشتہ داروں میں جانا چاہیں تو اس کا بھی انتظام ہوسکتا ہے۔

حضرت شیماء نے کہا، یارسول اللہ ﷺ! رہوں گی تو میں اپنے رشتہ داروں ہی کے پاس، البتہ میں اسلام لانا چاہتی ہوں مجھے اس کا طریقہ بتائیں۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے ان کو توحید و رسالت کی تعلیم دی اور بہت سے اونٹ، بکریاں اور غلام دے کر رخصت فرمایا:

اس کے علاوہ ان کی سفارش پر بنی سعد کے تمام افراد کو بھی رہا کر دیا اور وہ سب حضرت شیماء رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر مسرور وشادمان اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔ (السیرۃ النبویہ ابن ہشام جلد 4 صفحہ 101)

عدل وانصاف کا نادر نمونہ

حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حنین کے ایک مجاہد نے بتایا کہ وہ حضور پُرنور ﷺ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا اور میں اپنی اونٹنی پر سوار تھا۔ میرے پاؤں میں اس وقت موٹی جوتی تھی۔ میری اونٹنی حضورِ انور ﷺ کی اونٹنی کے ساتھ آ ٹکرائی۔ اس طرح میری موٹی جوتی کا ایک کنارہ حضورِ انور ﷺ کی پنڈلی مبارک کے ساتھ جا ٹکرایا جس سے حضورِ انور ﷺ کو تکلیف ہوئی۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ کے دست مبارک میں ایک چھڑی تھی۔ آپ نے اس سے میرے پاؤں پر مارا اور فرمایا تو نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے، مجھ سے پیچھے ہو کر چلو۔ میں ایک طرف ہو گیا۔

دوسرے روز حضور پُرنور ﷺ نے مجھے تلاش کرنا شروع کر دیا۔ جب مجھے پتا چلا، میں نے یہ خیال کیا کہ کل میں نے حضورِ انور ﷺ کو اذیت پہنچائی تھی اس کے بارے میں شاید حضور پُرنور ﷺ مجھے سرزنش فرمائیں گے۔ میں حاضر ہوا۔ مجھے تو یہ اندیشہ تھا کہ مجھے کل والی غفلت پر سرزنش کی جائے گی لیکن حضور پُرنور ﷺ نے میری توقعات کے بالکل برعکس فرمایا، کل تیرا پاؤں میری پنڈلی سے ٹکرایا تھا جس سے مجھے اذیت پہنچی تھی اور میں نے چھڑی سے تمہارے پاؤں کو مارا تھا۔ اب میں نے تمہیں بلایا ہے تاکہ اس چھڑی مارنے کا تمہیں معاوضہ ادا کروں۔ پس پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، تاجدارِ کائنات، سرکارِ دوعالم حضور پُرنور ﷺ نے مجھے اسی بکریاں اس کے بدلے میں عطا فرمائیں۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 576)

Marfat.com

چند ایمان افروز واقعات

امام بخاری اپنی صحیح میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں جعرانہ کے مقام پر حضورِ انور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے۔ ایک اعرابی آیا اور اس نے عرض کی "الاتنجزلی ما وعدتنی" کہ "آپ نے جو وعدہ میرے ساتھ کیا ہے اس کو پورا نہیں کرتے؟" حضور نے فرمایا: "تمہیں خوشخبری ہو"۔ وہ حقیقت ناشناس کہنے لگا "قد اکثرت علی من ابشر" "حضور بار بار مجھے ابشر "تمہیں خوشخبری ہو تمہیں خوشخبری ہو" کا کلمہ فرماتے ہیں۔" اس کی اس قدر ناشناسی سے حضور پُرنور ﷺ کے رخِ انور پر ناگواری کے آثار رونما ہوئے۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم، تاجدارِ کائنات، سرکارِ دو عالم ﷺ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کو فرمایا، اس شخص نے میری بشارت کو مسترد کر دیا ہے، تم دونوں اس کو قبول کرلو۔ پھر حضورِ انور ﷺ نے ایک پیالہ منگوایا جس میں پانی تھا۔ حضور پُرنور ﷺ نے اس سے دونوں مبارک ہاتھ اور رخِ انور کو دھویا اور کلی کا پانی اس میں ڈال دیا۔ پھر ان دونوں کو فرمایا کہ تم اس سے پیو اور اسی پانی کے چھینٹے اپنے چہروں اور گردنوں پر ڈال لو اور تم مومنوں کو خوشخبری ہو۔ انہوں نے اس پیالہ کو لیا اور اپنے آقا ﷺ کے ارشاد کی تعمیل کی۔ اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا خیمہ میں تشریف فرما تھیں۔ انہوں نے جب یہ گفتگو سنی تو پسِ پردہ فرمایا "افضلا لا مکما" "اپنی ماں کے لئے بھی کچھ بچانا۔" چنانچہ ان دونوں نے اسی پیالہ میں کچھ پانی رہنے دیا اور وہ اُم المومنین کی خدمت میں پیش کر دیا۔

علامہ ابن کثیر اسی مقام پر حضرت امام بخاری کی ایک اور روایت نقل کرتے ہیں جو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا۔ سرورِ کائنات، فخرِ اولادِ آدم، سیّد المرسلین سرکارِ دو عالم تاجدارِ کائنات ﷺ نے نجران کی بنی ہوئی ایک چادر جس کا کنارہ بہت کھردرا اور موٹا تھا، اوڑھی ہوئی تھی۔ ایک بدو آیا اس نے بڑے زور سے اس چادر کو کھینچا یہاں تک کہ حضورِ انور ﷺ کی نازک گردن پر اس کے نشانات پڑ گئے۔ پھر اس بدو نے کہا "مرلی من مال اللّٰه الذی عندك" "اللہ تبارک تعالیٰ کا جو مال آپ ﷺ کے پاس ہے حکم دیجئے کہ اس سے مجھے بھی حصہ دیا جائے۔"

اس ناشائستہ حرکت پر نبی کریم رؤف و رحیم سرکارِ دو عالم ﷺ نے قطعاً کسی برہمی کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ اس کی طرف دیکھا اور ہنس دیئے اور اپنے کسی خادم کو حکم دیا کہ اس کو مالِ غنیمت سے کچھ عطیہ دیا جائے۔

(السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد 3 صفحہ 682)

Marfat.com

چند بد بخت لوگ

لشکرِ اسلام میں ایک طرف تو جانباز اور مخلص اہل ایمان تھے جو حضورِ انور نبی کریم سرکارِ دو عالم ﷺ کی خواہش اور رغبت کو قانون کا درجہ دیتے تھے اور اس کے مطابق عمل کرنے کو اپنے لئے باعث ہزار سعادت تصور کرتے تھے۔ حضور پُرنور ﷺ کے ادنیٰ اشارے پر سب نے اپنے اپنے حصہ کے قیدیوں کو کوئی فدیہ لیے بغیر بارگاہِ رسالت میں پیش کر دیا اور حضور پُرنور ﷺ نے ان کو آزاد فرمایا۔

ان مخلصین کی جماعت میں معدودے چند ایسے بھی بد بخت لوگ تھے جن کی نگاہیں نور مصطفوی کو دیکھنے اور مقام رسالت کو پہچانتے سے اندھی تھیں۔ ان میں سے ایک کا نام ذوالخویصرہ تھا۔ یہ قبیلہ تمیم کا ایک غیر معروف شخص تھا۔ جب ہادیٔ انس و جاں رحمت دو عالم ﷺ مالِ غنیمت کو تقسیم فرما رہے تھے تو یہ کھڑا ہو کر دیکھتا رہا۔ جب حضور پُرنور ﷺ تقسیم اموال غنیمت سے فارغ ہوئے تو وہ بولا ''یا محمد قد رایت ماصنعت فی هٰذا الیوم'' ''یا محمد! میں نے دیکھا جو آج آپ نے کیا۔''

ذوالخویصرہ کا نام لے کر حضور پُرنور ﷺ کو پکارنا ہی اس کی منافقت کو ظاہر کر رہا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کبھی حضورِ انور ﷺ کو نام لے کر نہیں پکارتے تھے بلکہ یا رسول اللّٰہ' یا نبی اللّٰہ کے معزز القاب سے خطاب کی سعادت حاصل کرتے تھے۔ جس طرح پروردگار عالم نے سارے قرآن میں جب بھی' جہاں کہیں بھی اپنے حبیب کو خطاب فرماتا تو کبھی حضور کا نام نامی لے کر خطاب نہیں کیا بلکہ ہمیشہ معزز القاب سے اپنے محبوب رسول اور برگزیدہ بندے کو اپنے خطاب سے نوازا۔ کبھی یایها النبی فرمایا' کبھی یایها الرسول' کبھی یایها المدثر' کبھی یا یها المزمل وغیرہ القاب سے شرف خطاب سے نوازا۔ اسی کے اتباع میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو کبھی نام لے کر گفتگو نہیں کیا کرتے تھے۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' ہادیٔ انس و جاں' رہبر کائنات' رحمت دو عالم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا' میرے اس طرزِ عمل کے بارے میں تمہاری رائے کیا ہے؟ قال لم ارك عدلت ذوالخویصرہ نے کہا میری رائے تو یہ ہے کہ آپ نے اس تقسیم میں عدل و انصاف سے کام نہیں لیا؟ یہ سن کر نبی کریم رؤف و رحیم رحمت للعالمین ﷺ نے فرمایا:

''تیرا خانہ خراب ہو! اگر میرے پاس عدل نہیں ہے تو کس کے پاس تمہیں عدل ملے گا؟''

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حاضر خدمت تھے۔ آپ نے عرض کی' حضور پُرنور ﷺ اجازت دیں تو میں اس منافق کا سر قلم کر دوں؟ حضورِ انور ﷺ نے اجازت دینے سے انکار فرمایا۔ حکم دیا اس کو رہنے دو۔ اس کا بہت بڑا گروہ ہوگا اور یہ لوگ دین میں بڑی باریک بینی سے کام لیں گے یہاں تک کہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر اپنے نشانے سے پار نکل جاتا ہے اور ان پر ان کے دین (قرآن و سنت اسوۂ حسنہ)

Marfat.com

کوئی اثر نہ ہوگا۔ (السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد 3 صفحہ 687' تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 115)

اس طرح کا ایک اور واقعہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے حنین کے اموالِ غنیمت کو تقسیم فرمایا تو قبیلہ انصار کے ایک شخص نے کہا' اس تقسیم میں آپ نے اللہ تبارک تعالیٰ کی رضا کو پیشِ نظر نہیں رکھا۔ میں نے جب یہ بات سنی تو حضور پُرنور ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ فلاں شخص یہ کہہ رہا تھا' یہ سن کر حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے رخِ انور کی رنگ تبدیل ہوگئی پھر فرمایا:

''اللہ تبارک تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے ان کو اس سے بھی زیادہ اذیت پہنچائی گئی اور آپ نے صبر کیا۔''

امام بخاری سے ایک اور روایت مروی ہے کہ ایک شخص نے کہا' بخدا! اس تقسیم میں نہ عدل کیا گیا ہے اور نہ اس میں رضائے الٰہی کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔ میں نے سوچا کہ میں اس بات کی اطلاع اللہ کے رسول ﷺ کو ضرور دوں گا۔ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر میں نے بات عرض کی تو حضورِ انور ﷺ نے فرمایا:

''اللہ اور اس کا رسول عدل نہیں کریں گے تو اور کون کرے گا۔ اللہ تبارک تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے' آپ کو اس سے بھی زیادہ اذیت پہنچائی گئی اور آپ نے صبر کیا''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گزارش کی' یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں اس منافق کا سر قلم کر دوں؟ حضور پُرنور ﷺ نے فرمایا کہ میں اس بات سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ لوگ میرے بارے میں یہ بات کریں کہ میں اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو قتل کرتا ہوں۔ یہ شخص جس نے میرے بارے میں یہ گستاخی کی ہے' یہ شخص اور اس کے ساتھی قرآن کریم پڑھتے ہیں لیکن یہ قرآن ان کے گلے سے نیچے نہیں اترتا ہے۔ یہ قرآن سے اس طرح بھاگتے ہیں جس طرح تیر اپنے نشانہ سے پار نکل جاتا ہے۔

(السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد 3 صفحہ 687' تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 115)

وفدِ ہوازن کی آمد

جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے پیغمبر اول و آخر و اعظم' حضور پُرنور نبی کریم' رؤف و رحیم' رحمت للعالمین' عالم خفا و غیوب ﷺ نے طائف سے جعرانہ تشریف لانے کے بعد جعرانہ میں کئی دن قیام فرمایا اور مالِ غنیمت اور قیدیوں کو مجاہدین میں تقسیم نہ فرمایا۔ آپ ﷺ کو قبیلہ ہوازن کے متعلق یہ انتظار تھا کہ وہ اپنے کھوئے ہوئے مال و جنگی قیدیوں کے لئے رابطہ کریں گے۔ مگر جب کافی دن گزر گئے اور ہوازن نے کوئی کوشش نہ کی تو حضورِ انور نبی کریم روف رحیم ﷺ نے مالِ غنیمت اور قیدیوں کی تقسیم فرما دی۔

ابھی حضور پُرنور نبی کریم ﷺ اور لشکرِ اسلام (مجاہدین) جعرانہ میں ہی مقیم تھے کہ مالِ غنیمت اور قیدیوں کی

Marfat.com

تقسیم کے چند دن بعد قبیلہ ہوازن کی طرف سے، چودہ آدمیوں کا ایک وفد خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ ان کا رئیس زُہیر بن صرد تھا۔ ان لوگوں میں حضور انور ﷺ کا رضاعی چچا ابو برقان بھی تھا۔ ان سب نے اسلام قبول کر لیا اور عرض کی' یارسول اللہ ﷺ! ہماری اصل ایک ہے۔ ہم ایک قبیلہ کے فرد ہیں۔ ہمیں ایسی مصیبت پہنچی ہے جو حضور ﷺ پر مخفی نہیں۔ حضورِ پُرنور ﷺ ہم پر احسان فرمایئے۔ اللہ تبارک تعالیٰ آپ ﷺ پر اپنے احسانات فرمائے' پھر ان کا خطیب اور رئیس زہیر بن صرد کھڑا ہوا اور عرض کی:

یارسول اللہ! ان قیدیوں میں حضور ﷺ کی پھوپھیاں' خالائیں اور دائیاں بھی ہیں جو حضور ﷺ کی خدمت کیا کرتی تھیں (یہ بات انہوں نے اس لئے کہی کہ آپ ﷺ کی دایہ حلیمہ قبیلہ ہوازن ہی کی تھیں) اور اگر ہم ملکہ کے رؤساء میں سے حارث بن ابی شمر یا نعمان بن منذر کے پاس بطور اسیران جنگ پیش کئے جاتے تو وہ ضرور ہم پر مہربانی کرتے اور ہمیں معاف کر دیتے۔ (یہاں اس سے مراد ہے کہ اگر ہم نے ملک شام کے بادشاہ حارث بن ابی شمر یا عراق کے بادشاہ نعمان ابن منذر کو دودھ پلایا ہوتا اور پھر ہم پر ایسی مصیبت آئی ہوتی تو ہم اس سے بھی مہربانی کی امید کرتے جب کہ آپ ﷺ تو ان سب سے کہیں زیادہ رؤف ورحیم ومہربان ہیں۔ تکالیف کو سمجھنے والے اور ان کا ِللہ (اللہ کے لئے) مداوا کرنے والے ہیں۔ یارسول اللہ! آپ ﷺ تو بہترین کفالت کرنے والے ہیں۔ پھر اس نے اپنا ایک قصیدہ پڑھ کر سنایا جس کے چند اشعار آپ بھی سماعت فرمایئے:

1- ''اے اللہ کے رسول! ہم پر کرم فرماتے ہوئے احسان فرمایئے کیونکہ آپ کی وہ ذات ہے جس سے خیر کی امید کی جاسکتی ہے اور جس کے احسان کا انتظار کیا جاتا ہے۔''
2- ''ہم حضور سے عفوودرگزر کی توقع رکھتے ہیں۔ حضور ساری مخلوق کے راہبر ہیں۔ اگر حضور عفوودرگزر سے کام لیں اور ہماری مدد فرمائیں تو بعید از کرم نہ ہوگا۔''

اس قصیدہ کو سن کر حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا' مجھے وہ بات محبوب ہے جو سچی ہو۔ ان دو چیزوں سے ایک چیز کو چن لو' یا اپنے جنگی قیدیوں کو یا اپنے مال مویشیوں کو۔ میں نے آج تک تمہارا انتظار کیا اور مالِ غنیمت تقسیم کرنے میں دانستہ تاخیر کی۔ انہوں نے عرض کی' یارسول اللہ! حضور ﷺ نے ہمیں اپنی عورتوں' بچوں اور مال مویشی میں سے ایک چیز چننے کا اختیار دیا ہے۔ حضور انور ﷺ ہماری عورتوں اور بچوں کو ہمیں واپس فرما دیجئے۔ تاجدارِ کائنات' رحمت للعالمین رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' ان قیدیوں میں سے جو میرا حصہ ہے اور عبدالمطلب کے کسی فرزند کا حصہ ہے' وہ تو میں تمہیں واپس کرتا ہوں۔

بقیہ قیدیوں کے بارے میں تم ایسا کرنا کہ جب میں لوگوں کے ساتھ نماز پڑھ چکوں تو تم کھڑے ہو جانا اور یوں گویا ہونا کہ ''ہم مسلمانوں کے سامنے حضور ﷺ کو بطور شفیع پیش کرتے ہیں اور مسلمانوں کو بارگاہِ

Marfat.com

رسالت مآب میں اپنا شفیع پیش کرتے ہیں اپنے بچوں اور عورتوں کی واپسی کے سلسلہ میں۔ تم جب اس طرح کہو گے تو میں اپنے حصہ کے جنگی قیدی تمہارے حوالے کر دوں گا۔ اور دوسرے مسلمانوں سے ان کے حصہ کے جنگی قیدیوں کے بارے میں واپسی کا مطالبہ کروں گا۔

پیغمبر اول و آخر و اعظم، حضور پُر نور، نبی کریم، رؤف و رحیم، رحمت للعالمین ﷺ جب ظہر کی نماز سے فارغ ہو گئے تو وہ کھڑے ہو گئے، جس طرح سرکارِ دو عالم ﷺ نے انہیں سمجھایا تھا اسی طرح اپنی گزارش پیش کی۔ حضور ﷺ مسلمانوں کے اجتماع میں کھڑے ہو گئے اور اللہ تبارک تعالیٰ کی حمد و ثناء کی جس طرح اس کی ثناء کرنے کا حق ہے۔ پھر سب حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ ''یہ تمہارے بھائی ہیں جو اب تائب ہو کر تمہاری خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ میں نے مناسب سمجھا ہے کہ ان کے قیدیوں کو واپس کر دوں۔ جو شخص اپنی مرضی سے ایسا کرنا چاہتا ہے وہ بے شک ان قیدیوں کو واپس کر دے اور جو شخص اپنے حصہ کے اسیرانِ جنگ سے دستبردار ہونے کے لئے تیار نہیں تو وہ اپنے حصہ کے قیدی اپنے پاس رکھے۔

اللہ تبارک تعالیٰ سب سے پہلے جو اموال فئی ہمیں عطا فرمائے گا اس میں سے ہر مجاہد کو جو حصہ ملے گا اس سے چھ گنا فی قیدی ہم اس کو معاوضہ دیں گے۔ یہ سن کر سارے مہاجر یک زبان ہو کر بولے:

''جو جنگی قیدی ہمارے ہیں وہ ہم اللہ کے رسول کی نذر کرتے ہیں۔''

اسی طرح سب انصار نے عرض کی وما کان لنا فهو لرسول الله علیه الصلوٰة والسلام ''جو جنگی قیدی ہمارے حصہ میں آئے ہیں ہم وہ سارے کے سارے بارگاہِ رسالت میں بطور نذرانہ پیش کرتے ہیں۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان، تسلیم اور اپنے آقا کے ارشاد کی تعمیل کی یہ حالت تھی کہ جو ان کے ہادیٔ برحق کی خواہش ہوتی، وہی ان کی خواہش ہوتی اور حضور ﷺ کی ہر پسند ان کے لئے حکم کا درجہ رکھتی تھی۔

مہاجرین و انصار کے علاوہ جو قبائل حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے ان کے فکر کا انداز مختلف تھا۔ بنو تمیم کے سردار اقرع بن حابس نے کہا اما انا وبنو تمیم فلا کہ میں اور بنو تمیم اپنے حصہ کے جنگی قیدیوں سے دستبردار ہونے کے لئے تیار نہیں۔''

بنو فزارہ، کا رئیس عیینہ بن حصن بولا اما انا وبنو فزارة فلا ''کہ میں اور بنو فزارہ بھی اپنے جنگی قیدیوں کو واپس کرنے کے لئے تیار نہیں۔''

بنو سلیم کے رئیس عباس بن مرداس سلمی نے کہا اما انا وبنو سلیم فلا کہ میں اور بنو سلیم بھی اپنے حصہ کے جنگی قیدیوں کو واپس نہیں کریں گے۔''

لیکن بنو سلیم جو صادق الایمان مسلمان تھے اور اپنے ہادیٔ برحق ﷺ کے اشارہ ابرو پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے بے تاب رہتے تھے۔ انہوں نے اپنے رئیس کی اس رائے سے اتفاق نہیں کیا بلکہ عرض کیا بل

Marfat.com

ما کان لنا لرسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کہ جو جنگی قیدی ہم غلاموں کے حصہ میں آئے ہیں وہ سب اللہ کے رسول کی بارگاہ عالی میں پیش کرتے ہیں۔'' عباس بن مرداس نے اپنی قوم کو کہا کہ تم نے مجھے رسوا کیا۔

اس کے بعد سارے لوگوں نے قبیلہ ہوازن کے زن ومرد و بچے واپس کر دیئے۔ صرف ایک عیینہ بن حصن رہ گیا جس کے حصے میں ایک بڑھیا آئی تھی۔ اس نے اسے واپس کرنے سے انکار کر دیا۔ عیینہ بن حصن کا خیال تھا کہ اس بڑھیا کے گھر والوں سے اس کا بڑا فدیہ یعنی معاوضہ مل جائے گا کیونکہ وہ بڑھیا اسے کسی اونچے گھرانے کی لگی۔ لیکن عیینہ بن حصن کے لالچ نے اس خود کو ہی رسوا کیا اور جب اسے لینے کے لئے کوئی نہ آیا تو اس نے اس بڑھیا کو بھی اس کے قبیلے میں واپس کر دیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس بڑھیا کے عوض اس نے چھ اونٹ حاصل کیے۔

حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم رحمت للعالمین ﷺ نے سارے قیدیوں کو ایک ایک قبطی چادر عطا فرما کر واپس کر دیا۔ (بخاری جلد 1 صفحہ 345' بخاری جلد 2 صفحہ 309' السیرۃ النبویہ ابن ہشام جلد...... صفحہ 135 تا 139)

اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن کے بارے میں کتاب خاتم النبیین جلد 2 صفحہ 1048 میں لکھا ہے کہ اقرع بن حابس' جس نے فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا تھا وہ مؤلفۃ القلوب میں سے تھا۔ وہ فیضانِ صحبتِ مصطفوی سے ابھی کندن نہیں بنا تھا۔ اس میں ابھی کئی آلودگیاں باقی تھیں۔ وہ مؤلفۃ القلوب کے مقام سے اوپر نہ بڑھ سکا۔

عیینہ بن حصن بھی اُجڈ بدوؤں سے تھا۔ فتح مکہ کے بعد اس نے صرف زبان سے اسلام کا اقرار کیا تھا' پھر وہ مرتد ہو گیا اور طلیحہ اسدی' جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا وہ اس کا حلقہ بگوش بن گیا۔

(خاتم النبیین جلد 2 صفحہ 1048)

مالک بن عوف کی حاضری

قبیلہ ہوازن کا وفد جب رسالت مآب ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور' عالم خفا و غیوب' مخبر صادق' رحمت للعالمین ﷺ سے مالک بن عوف نصری کے بارے میں پوچھا کہ وہ کہاں ہے؟ انہوں نے عرض کی' طائف میں قبیلہ ثقیف کے ساتھ اقامت گزیں ہے۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا کہ اس کو میری طرف سے یہ پیغام پہنچاؤ کہ اگر وہ میرے پاس اسلام قبول کر کے آ جائے تو میں اس کے اہل وعیال اور مال مویشی کو واپس کر دوں گا اور اس کے علاوہ اسے مزید ایک سو اونٹ عطا کروں گا۔

مالک بن عوف نصری کو جب یہ پیغام پہنچا تو وہ چپکے سے بنی ثقیف قبیلہ سے کھسک گیا اور کسی طرح جعرانہ کے مقام پر بارگاہِ رسالت مآب کی حاضری سے شرف یاب ہو گیا۔ حضورِ انور ﷺ کے دست مبارک پر اس

Marfat.com

اسلام قبول کیا۔ رحمت للعالمین تاجدارِ کائنات سرکارِ دو عالم ﷺ نے اس کے جنگی قیدی اور اس کے مال مویشی اس کو واپس کر دیئے اور اس کے علاوہ مزید ایک سو اونٹ اسے عطا فرمائے۔

جب اس نے حبیب ربّ للعالمین ﷺ کی جود و سخا اور کرم و عطا کا یہ منظر دیکھا تو بے خود ہو کر کہہ اٹھا:

ما ان رایت ولا سمعت بمثله

فی الناس کلهم بمثل محمد

1 - ''تمام لوگوں میں محمد مصطفیٰ کا مثل نہ میں نے دیکھا ہے' نہ میں نے سنا ہے۔''

اوفی واعطی للجزیل اذا اجتدیٰ

ومتی تشایخبرك عما فی غد

2- ''وہ اپنا وعدہ پورا فرمانے والے ہیں۔ جب کوئی شخص عطیہ مانگتا ہے تو اس کو عطا فرماتے ہیں اور جب تو چاہے وہ تجھے آنے والے کل میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات سے آگاہ کر دیتے ہیں۔''

واذا الکتیبة عردت انیابها

بالسمهری وضرب کل مهند

3- ''جب کوئی لشکر کا دستہ اپنے دانتوں کو طاقتور نیزے سے اور ہندی تلوار کے ساتھ مضبوط کر لیتا ہے۔''

فکانه' لیث علی اشباله

وسط الهباة خادر فی مرصد

4- ''تو حضور ﷺ اس شیر کی مانند ہوتے ہیں جو اپنے کچھار میں بیٹھا ہوا اور غبار میں لپٹا ہوا اپنے بچوں کی حفاظت کر رہا ہوتا ہے۔''

رحمت دو عالم ﷺ نے مالک کو ان لوگوں کا امیر مقرر کر دیا جو اس کے قبائل ثمالہ' سلم اور فہم میں مشرف با سلام ہو گئے تھے۔ وہ ان نو مسلم مجاہدوں کو اپنے ساتھ لے کر ثقیف کے ساتھ نبرد آزما ہوا کرتا تھا۔ جب بھی ان کے مویشیوں کے گلے باہر نکلتے' یہ ان پر حملہ کر کے ان سے چھین لیا کرتا۔

یہ شخص جس نے چند روز قبل اپنے تیس ہزار کے لشکر کو مسلمانوں کا نام و نشان مٹانے کے لئے حنین کے میدان میں صف بستہ کیا ہوا تھا' آج وہی مالک بن عوف نصری اپنے گلے میں حبیب ربّ للعالمین ﷺ کی غلامی کا طوق سجائے ہوئے جان نثاری اور سرفروشی کے کارنامے انجام دے کر اپنے ہادی و مرشد ﷺ کی خوشنودی حاصل کر رہا ہے۔

(السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد 3 صفحہ 683' السیرۃ النبویہ ابن ہشام جلد 4 صفحہ 491' مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 324)

Marfat.com

جعرانہ سے عمرہ

امام احمد فرماتے ہیں کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا' میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اللہ کے رسول حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے کتنے حج کیے؟ آپ نے بتایا حج صرف ایک کیا اور چار عمرے کئے۔ ایک عمرہ حدیبیہ کے زمانہ میں' دوسرا عمرہ ماہ ذی قعدہ میں حدیبیہ کے ایک سال بعد مدینہ طیبہ سے اور تیسرا عمرہ ماہ ذی قعدہ میں جعرانہ سے' جب حضور نے حنین کے بعد وہاں مالِ غنیمت تقسیم فرمایا۔ چوتھا عمرہ حجتہ الوداع کے ساتھ۔

یہ روایت امام بخاری' مسلم اور ترمذی نے اپنی کتاب حدیث میں نقل کی ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کے بارے میں کہا حسن صحیح ''یعنی اسے ایک دم صحیح کہا ہے۔ (صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 239)

پیغمبر اوّل وآخر واعظم' حضورِ انور' نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے جعرانہ ہی سے عمرہ کا ارادہ فرمایا۔ جعرانہ میں ہی عمرہ کا احرام باندھا اور وہاں سے روانہ ہو کر رات کے وقت مکہ معظّمہ میں داخل ہوئے۔ اس دوران آپ ﷺ مسلسل تلبیہ یعنی لبیک پڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے حجر اسود کو بوسہ دیا۔ عمرہ کے بعد آپ ﷺ نے سر منڈوایا۔ بال بنانے والے حجاج ابو ہند تھے اور ایک قول ہے کہ ابوخراش بن امیہ تھے۔ یہ عمرہ آپ ﷺ نے جعرانہ میں تیرہ (13) دن ٹھہرنے کے بعد فرمایا۔ عمرہ ادا کرنے کے بعد آپ ﷺ جعرانہ تشریف لے گئے اور پھر وہاں سے مدینہ منورہ کے لئے تشریف لے گئے اور ایک قول کے مطابق مدینہ منورہ میں تشریف آوری 24 ذیقعدہ سن 8 ہجری کو ہوئی۔ (الیسرۃ النبویہ ابن کثیر جلد 3 صفحہ 692)

سن 8 ہجری کے متفرق واقعات

چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا

جزیرۂ عرب میں کوئی باقاعدہ حکومت قائم نہ تھی جو اپنی عسکری طاقت یا دیگر وسائل کی بنا پر لوگوں کی جان و مال وآبرو کے تحفظ کی ذمہ داری نبھا سکتی۔ اس لئے ہر شخص اور ہر قبیلہ اپنی طاقت کے مطابق اپنے سے کمزور افراد اور قبائل پر جس طرح چاہتا مشق ستم کرتا اور کوئی اس سے باز پرس کرنے والا نہ ہوتا۔ اس لئے راہزنی' قزاقی اور لوٹ مار وغیرہ کے مالی جرائم کا ارتکاب بکثرت ہوتا تھا۔ کوئی شخص صرف اپنے ذاتی اثر ورسوخ اور اپنے قبیلہ کی قوت وطاقت کے باعث اپنے مال وجان وآبرو کا تحفظ کر سکتا تھا

اب جب جزیرۂ عرب کا اکثر علاقہ اسلامی مملکت کا حصہ بن گیا تو اللہ تبارک تعالیٰ نے ان قوانین کا اجرا فرمایا جو ملک میں داخلی امن برقرار رکھ سکتے ہیں اور لوگوں کی جان' مال اور آبرو پر ڈاکہ ڈالنے والے سے باز پرس کر سکتے ہیں۔ چنانچہ اس سال چوری کے لئے قطع ید کا حکم نازل ہوا یعنی جو شخص کسی کے مال کو نقب لگا کر یا کسی دوسرے طریقہ سے اڑاتا ہے' اس کے بارے میں ہاتھ کاٹنے کی سزا جاری کی گئی۔

Marfat.com

ایک عورت چوری کرتے ہوئے پکڑی گئی۔ اسے حضورِ انور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا لوگوں نے چاہا کہ سفارش کرا کے اسے چھڑا لیا جائے۔ اس مقصد کے لئے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو تیار کیا گیا جن سے حضورِ پُر نور ﷺ کو بہت پیار تھا۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کچھ عرض کرنے ہی والے تھے کہ عالم خفا و غیوب مخبر صادق ﷺ نے ان کو مخاطب کر کے کہا۔

عن عائشه ان اسامه كلم النبى ﷺ فى امراه فقال انما هلك من كان قبلكم انهم كا'ا يقيمون الحد على الوضيع و يتر كود على الشريف والذى نفسى بيده لو فى لحمه فعلت ذالك لقطعت يدها.

اسامہ تم اس عورت کے بارے میں کچھ کہنا چاہتے ہو یاد رکھو تم سے پہلے اسی لئے ہلاک ہو گئے کہ وہ غریبوں پر حد جاری کرتے تھے جبکہ شرفاء اور مالدار اس سے بچ جاتے تھے۔ خدا کی قسم! اگر (میری بیٹی) فاطمہ بھی یہ جرم کرتی تو اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیا جاتا۔ (صحیح البخاری' جلد 2 صفحہ 1003)

پھر آپ ﷺ کے حکم سے اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔

اس میں عدل کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے غریب و امیر' شاہ و گدا اور اعلیٰ و ادنیٰ کے درمیان کوئی فرق روا نہ رکھا گیا یہاں تک کہ ہادیٔ انس و جاں حضورِ انور تاجدارِ کائنات رحمت للعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لو سرقت فاطمة بنت محمد لقطعت يدها

''اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔''

(صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 1003)

اس سے متعلق سورہ مائدہ کی آیت مبارک 38 میں اللہ تبارک تعالیٰ احکم الحاکمین کا ارشاد پاک یوں ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً ۢبِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○

ترجمہ: ''چوری کرنے والے اور چوری کرنے والی (کی سزا یہ ہے کہ) کاٹو ان کے ہاتھ بدلہ دینے کے لئے جو انہوں نے کیا اور عبرت ناک سزا اللہ کی طرف سے اور اللہ تبارک تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے'' (سورہ مائدہ آیت 38)

شراب خوری قطعاً ممنوع

اگرچہ تنبیہی احکام اس سے پہلے نازل ہو چکے تھے۔ اس سال یہ حکم نازل ہو گیا کہ شراب خوری اسلام میں حرام اور قطعاً ممنوع ہے۔

اہل عرب مے خوری کے ساتھ ساتھ قمار بازی سے بھی شوق کیا کرتے تھے۔ شراب پی کر مست ہونے

Marfat.com

کے بعد وہ جوا کھیلتے اور جوئے میں اپنی دولت کو اس طرح صرف کرتے کہ وہ اپنا سارا سرمایہ لٹا دیتے۔ اس پر انہیں کوئی ندامت اور افسوس نہ ہوتا بلکہ اس کو اپنی فیاضی اور سخاوت کا ناقابل تردید ثبوت تصور کرتے۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے قرآن کریم کی سورۂ مائدہ کی آیت 90 نازل فرما کرے خواری، قمار بازی اور دیگر قباحتوں کو قطعی طور پر ممنوع قرار دے دیا:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○

ترجمہ: ''اے ایمان والو! یہ شراب اور جوا اور بت اور جوئے کے تیر سب ناپاک ہیں، شیطان کی کارستانیاں ہیں، سو بچو ان سے تاکہ تم فلاح پا سکو۔'' (سورہ مائدہ آیت 90)

فال یا پانسہ ممنوع

اہل عرب میں یہ رواج بھی قبول عام حاصل کر چکا تھا کہ ان کے پاس پانسے ہوتے۔ ایک پر لکھا ہوتا کہ یہ کام کرو دوسرے پر لکھا ہوتا یہ مت کرو۔ جب وہ کسی کام کو کرنے کا ارادہ کرتے تو پانسہ پھینک کر پہلے دریافت کرتے کہ وہ یہ کام کریں یا نہ کریں۔ پھر جس طرح کا پانسہ نکلتا اس پر عمل پیرا ہوتے۔ بجائے اس کے کہ انسان عقل و فہم سے کام لے کر یہ فیصلہ کرے کہ یہ کام اسے کرنا چاہیے یا اس سے باز رہنا چاہیے، وہ اپنی تقدیر کو ان بے جان اور بے شعور پانسوں کے حوالے کر دیتے۔ یہ انسانی عقل و دانش کی صریح توہین تھی۔ اسلام جو دین فطرت ہے ان خداداد صلاحیتوں کی توہین کیونکہ گوارا کر سکتا تھا۔ چنانچہ اسی سال بطور فال پانسہ پھینکنے سے روک دیا گیا تاکہ غور و فکر کی خداداد صلاحیتوں سے کام لیتے ہوئے وہ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں فیصلہ کریں۔

وفد قبیلہ عبدالقیس

اسی سال قبیلہ عبدالقیس کا وفد حاضر خدمت ہوا۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور پُر نور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے ان لوگوں کو خوش آمدید کہا اور ان لوگوں کے حق میں یوں دعا فرمائی۔

''اے اللہ تو عبدالقیس کو بخش دے۔''

جب یہ لوگ بارگاہِ رسالت مآب میں پہنچے تو اپنی سواریوں سے کود کر دوڑ پڑے اور حضور پُر نور ﷺ کے مقدس قدم چومنے لگے اور آپ ﷺ نے انہیں منع نہیں فرمایا۔ (مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 330)

مسجد نبوی میں منبر

بعض مورخین کے بقول اسی سال مسجد نبوی میں منبر شریف رکھا گیا۔ اس سے قبل پیغمبر اوّل و آخر و اعظم

Marfat.com

حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ ایک ستون سے ٹیک لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ یہ منبر لکڑی کا بنا ہوا تھا جو ایک انصاری خاتون نے بنوا کر مسجد میں رکھوایا تھا اور اس کی تین سیڑھیاں تھیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس منبر کے نیچے تین سیڑھیوں کا اضافہ کر دیا جس سے منبر نبوی کی تینوں پرانی سیڑھیاں اوپر ہو گئیں تاکہ پیغمبر اوّل وآخر واعظم حضور پُرنور نبی کریم ﷺ اور خلفاء راشدین جن سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے تھے اب دوسرا کوئی خطیب ان پر قدم نہ رکھے۔ (مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 327)

غلہ کا بھاؤ

اسی سال مدینہ طیبہ میں غلہ کی گرانی نمایاں بڑھ گئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے درخواست کی کہ اے اللہ کے پیارے رسول ﷺ آپ غلہ کا بھاؤ مقرر فرما دیں تو پیغمبر اوّل وآخر واعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم رحمت للعالمین ﷺ نے غلہ کی قیمت پر کنٹرول فرمانے یا قیمت مقرر کرنے سے انکار فرما دیا اور ارشاد فرمایا کہ

"اللہ تبارک تعالیٰ ہی بھاؤ مقرر فرمانے والا ہے۔ وہی روزی کو تنگ کرنے والا کشادہ کرنے والا اور روزی رساں ہے۔" (مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 325)

وفات حضرت زینب

اسی سال پیغمبر اوّل وآخر واعظم حضور انور نبی کریم ﷺ کی صاحب زادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضرت ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کی منکوحہ تھیں۔ آپ نے اپنے پیچھے ایک بیٹی جس کا نام "امامہ" تھا اور ایک بیٹا جس کا نام "علی" تھا چھوڑا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ میری وفات کے بعد آپ حضرت امامہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سیّد حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی وصیت پر عمل کیا۔ (مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 325)

حضرت ابراہیم

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے اسی سال پیغمبر اوّل وآخر واعظم حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم سرکارِ دوعالم تاجدارِ کائنات سیّد المرسلین خاتم النبیین رحمت للعالمین ﷺ کا فرزند پیدا ہوا جس کا نام حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے اپنے جدِ کریم کے نام پر ابراہیم رکھا۔

حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے انہیں دودھ پلانے کے لئے حضرت اُم بردہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کیا۔ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کی دائی سلمٰی آزاد کردہ باندی تھیں۔ اس نے سب سے پہلے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی۔ انہوں نے جا کر حضور پُرنور ﷺ کو اطلاع کی۔ آپ ﷺ نے اس خوشی میں انہیں ایک غلام عطا فرمایا۔

Marfat.com

چنانچہ امام طبریؒ بیان کرتے ہیں:

فخرجت الی ابی رافع فاخبرته انها ولدت غلاما فبشر به ابورافع رسول الله صلی الله علیه وسلم فوهب له مملو کا۔

(حضرت سلمیٰ فرماتی ہیں) میں نے حضرت ابورافع کو (بچے کی ولادت کی) اطلاع دی انہوں نے حضورِ انور ﷺ کو یہ خوشخبری سنائی تو آپ ﷺ نے اس خوشی میں انہیں ایک غلام عطا کر دیا۔

(تاریخ الامم والملوک جلد 3 صفحہ 139)

حضور پُرنور پیغمبر اوّل وآخر واعظم ﷺ کو ان سے بے پناہ محبت تھی۔ جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی عمر ڈیڑھ سال کے قریب ہوئی تو اس کی شمع حیات گل ہوگئی مشیت ایزدی کا یہی تقاضا تھا۔

اتفاق سے جس دن حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ نے وفات پائی اسی دن سورج گرہن ہوا۔ چونکہ عربوں کا عقیدہ تھا کہ کسی عظیم الشان انسان کی موت پر سورج گرہن لگتا ہے اس لئے لوگوں نے یہ خیال کر لیا کہ یہ سورج گرہن حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کا نتیجہ ہے۔

پیغمبر اوّل وآخر واعظم، حضورِ انور، نبی کریم، رؤف ورحیم، رہبر کائنات، ہادیٔ انس و جاں ﷺ نے اس مصنوعی بڑائی کو پسند نہ فرمایا اور جاہلیت کے اس عقیدے کو دور فرمانے کے لئے سب لوگوں کو جمع کر کے یہ خطبہ ارشاد فرمایا کہ

"سورج اور چاند اللہ تبارک تعالیٰ کی قدرت شان وحاکمیت کی کھلی نشانیاں (آیات بینات) ہیں۔ کسی کے مرنے یا جینے سے ان کو گرہن نہیں لگا کرتا۔"

اس خطبہ کے بعد نمازِ کسوف باجماعت ادا فرمائی اور ساری امت کو قیامت تک کے لئے یہ درس دیا کہ جب کبھی ایسا حادثہ یا واقعہ رونما ہو تو اللہ تبارک تعالیٰ خالق و مالکِ کائنات کے حضور سب جمع ہو کر سجدہ ریز ہو جایا کریں۔ (صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 142، تاریخ الامم الملوک جلد 3 صفحہ 139)

مندر بن ساویٰ کو ہدایات

اسی سال پیغمبر اوّل وآخر واعظم، ہادیٔ انس وجاں، رہبر کائنات، حضورِ انور، نبی کریم، رؤف ورحیم ﷺ نے مندر بن ساویٰ حاکم بحرین کو ایک خط حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ روانہ فرمایا جس میں اسے دین اسلام کی دعوت دی۔

اس نے اور اس کی اکثر رعایا نے دین اسلام قبول کر لیا۔ پھر اس نے اپنے ملک میں آباد یہود و مجوس کے لئے مزید حکم وہدایات کے لئے بارگاہِ رسالت مآب میں گزارش کی۔

اس کے جواب میں حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے یہ خط ارسال فرمایا۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد ﷺ رسول اللہ کی جانب سے منذر بن ساوی کی طرف

تم پر سلام ہو' میں تمہارے ساتھ اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

''امابعد! میں تمہیں اللہ تبارک تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں۔ یاد رہے جو شخص بھلائی اور خیر خواہی کرے گا وہ اپنے ہی لئے بھلائی کرے گا۔ اور جو شخص میرے قاصدوں کی اطاعت اور ان کے حکم کی پیروی کرے اس نے میری اطاعت کی اور جو ان کے ساتھ خیر خواہی کرے اس نے میرے ساتھ خیر خواہی کی۔ اور میرے قاصدوں نے تمہاری اچھی تعریف کی ہے۔ اور میں نے تمہاری قوم کے بارے میں تمہاری سفارش قبول کر لی ہے۔ لہٰذا مسلمان جس حال پر ایمان لائے ہیں انہیں اس پر چھوڑ دو۔ اور میں نے خطا کاروں کو معاف کر دیا ہے۔ لہٰذا ان سے قبول کرو۔ اور جب تک تم اصلاح کی راہ اختیار کیے رہو گے ہم تمہیں تمہارے عمل سے معزول نہ کریں گے۔ اور جو یہودیت یا مجوسیت پر قائم رہے اس پر جزیہ ہے۔'' (زادالمعاد جلد 3 صفحہ 61' 62' تاریخ الامم والملوک جلد 3 صفحہ 102)

شاہ عمان کا قبول اسلام

اسی سال شاہ عمان جیفر بن جلندی اس کا بھائی عبد بن جلندی اور ان کی رعایا نے دین اسلام قبول کیا۔

ان کے اسلام لانے کا ذکر باب ''بادشاہوں اور اُمراٗ کے نام خطوط'' میں بہت تفصیل سے کیا جا چکا ہے۔ اس لئے اس تفصیل کو یہاں دہرایا نہیں جائے گا۔ کیونکہ یہاں صرف یہی بتانا مقصود ہے کہ یہ واقعہ سن 8 ہجری کا ہے اور غالباً فتح مکہ کے بعد کا ہے۔

مختصراً یہ کہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' ہادیٔ انس و جاں' رہبر کائنات' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے نامہ گرامی کے ذریعے شاہ عمان کو بھی دعوت اسلام دی۔

یہ نامہ مبارک حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھ روانہ فرمایا گیا۔ اس نامہ مبارک کے چند جملے درج ذیل ہیں۔

''اگر تم دونوں اسلام قبول کر لو گے تو میں تم دونوں ہی کو والی اور حاکم بناؤں گا۔ اور اگر تم دونوں نے اسلام کا اقرار کرنے سے گریز کیا تو تمہاری بادشاہت ختم ہو جائے گی۔ تمہاری زمین پر گھوڑوں کی یلغار ہو گی اور تمہاری بادشاہت پر میری نبوت غالب آ جائے گی۔''

ان دونوں بھائیوں نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے بھی ضروری معلومات لیں اور آپس میں بھی بہت طویل صلاح مشورے کیے۔ ان دونوں بھائیوں میں بڑا اور حاکم تو جیفر ہی تھا لیکن عبد کا بھی بادشاہت میں عمل

Marfat.com

دخل تھا اور یہ زیادہ نرم خو اور دور اندیش تھا۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو جیفر سے ملاقات کے لئے انتظار بھی کرنا پڑا۔ جیفر نے اسلام قبول کرنے کے لئے رضامندی کا اظہار نہ کیا تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے واپسی کا ارادہ کر لیا۔

پھر چھوٹے بھائی عبد بن جلندی نے بڑے بھائی کو سمجھایا اور الحمد للہ دونوں بھائیوں نے اور ان کی عملداری کی اکثریت نے یا ان کی رعایا کی اکثریت نے بھی دین اسلام قبول کر لیا اور صدقہ وصول کرنے اور لوگوں کے درمیان فیصلے کرنے کے لئے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو آزاد چھوڑ دیا۔

(زاد المعاد جلد 3 صفحہ 62‘63‘ تاریخ الامم الملوک جلد 3 صفحہ 103)

Marfat.com

سن 9 ہجری

Marfat.com

سن 9 ہجری کی ابتدا

غزوہ فتح مکہ، حنین وطائف کے سلسلے میں پیغمبر اوّل وآخر واعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف ورحیم، رحمت للعالمین ﷺ تقریباً ڈھائی (2½) ماہ مدینہ منورہ سے باہر تشریف فرما رہے۔

اس طویل اور کامیاب سفر سے واپسی کے بعد پیغمبر اوّل وآخر واعظم، حضورِانور، تاجدارِ کائنات رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں قدرے طویل قیام فرمایا۔ اس دوران آپ وفود کا استقبال فرماتے رہے، حکومت کے عمال بھیجتے رہے، داعیان دین کو روانہ فرماتے رہے اور جنہیں اللہ کے دین میں داخلے اور عرب کے اندر ابھرنے والی قوت کو تسلیم کرنے میں تکبر مانع تھا انہیں سرنگوں فرماتے رہے۔

جیسا کہ گزشتہ مباحث سے معلوم ہو چکا ہے کہ فتح مکہ کے بعد پیغمبر اول وآخر واعظم، رسول اللہ ﷺ سن 8 ہجری کے اواخر (24 ذیقعد کو مدینہ منورہ) میں تشریف لائے تھے۔ سن 9 ہجری کا ہلال محرم طلوع ہوتے ہی آپ ﷺ نے قبائل کے پاس صدقات زکوٰۃ وجزیہ کی وصولی کے لئے عمال روانہ فرمائے۔

یہ واضح رہے کہ سارے عمال اور ان کے سربراہ ماہ محرم سن 9 ہجری میں ہی روانہ نہیں کر دیئے گئے تھے بلکہ بعض امراء وعاملین کی روانگی خاصی تاخیر سے عمل میں آئی تھی اور کسی کسی سربراہ یا لیڈر اور اس کے ساتھ مددگاروں کی روانگی تو اس وقت عمل میں آئی جب متعلقہ قبیلہ نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ البتہ سن 9 ہجری کی ابتدا زکوٰۃ وصدقات وجزیہ وصول کرنے کے لئے امراء وعاملین کے بھیجنے سے کی گئی۔

پیغمبر اول وآخر واعظم، ہادیٔ انس وجاں، رہبر کائنات، رسول بحر وبر، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف ورحیم، رحمت للعالمین ﷺ نے جن محصلوں (وصول کرنے والوں) اور عاملوں کو زکوٰۃ صدقات وجزیہ وصول کرنے کے لئے روانہ فرمایا، ابن سعد نے طبقات ابن سعد میں یہ فہرست درج کی ہے۔

عمال کے نام	وہ قبیلہ جس سے زکوٰۃ وصول کرنی تھی
1-حضرت عیینہ بن حصن	بنوتمیم
2-حضرت یزید بن الحصین	اسلم اور غفار
3-حضرت عباد بن بشیر اشہلی	سلیم اور مزینہ
4-حضرت رافع بن مکیث	جہینہ
5-حضرت عمرو بن العاص	بنوفزارہ
6-حضرت ضحاک بن سفیان	بنوکلاب

Marfat.com

7-حضرت بشیر بن سفیان — بنو کعب

8-حضرت ابن اللتبیہ ازدی — بنو ذبیان

9-حضرت مہاجرین ابی امیہ — شہر صنعاء (ان کی موجودگی میں ان کے خلاف اسود عنسی نے صنعاء میں خروج کیا تھا)

10-حضرت زیاد بن لبید — علاقہ حضرموت

11- حضرت عدی بن حاتم — طی اور بنو اسد

12-حضرت مالک بن نویرہ — بنو حنظلہ

13-حضرت زبرقان بن بدر — بنو سعد (کی ایک شاخ)

14-حضرت قیس بن عاصم — بنو سعد (کی دوسری شاخ)

15-حضرت علاء بن الحضرمی — علاقہ بحرین

16-حضرت علی بن ابی طالب — علاقہ نجران (زکوٰۃ اور جزیہ دونوں وصول کرنے کے لئے)

(رضی اللہ عنہم اجمعین)

مندرجہ بالا' یہ پیغمبر اول و آخر و اعظم' ہادیٔ انس و جاں' رہبر کائنات' رسول بحر و بر' سرکار دو عالم تاجدارِ کائنات حضور پُر نور' نبی کریم' رؤف و رحیم' رحمت للعالمین ﷺ کے امرا اور عاملین ہیں جن کو آپ ﷺ نے مختلف قبائل و علاقوں سے زکوٰۃ و صدقات و جزیہ وصول کرنے کے لئے مقرر فرمایا تھا۔ (السیرۃ النبویہ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 600)

سرایا

پیغمبر اول و آخر و اعظم' حضورِ انور' نبی کریم ﷺ غزوۂ فتح مکہ' ہوازن و طائف کے معرکوں کے بعد بخیر و عافیت مدینہ منورہ میں مراجعت فرما ہوئے۔ سن 9 ہجری میں جس طرح مختلف قبائل کی طرف زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے عمال بھیجے گئے اسی طرح جزیرۃ العرب کے عام علاقوں میں امن و امان قائم ہو چکنے کے باوجود بعض مقامات پر متعدد فوجی مہمات بھی بھیجنی پڑیں۔

حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے جزیرہ عرب کے مختلف اطراف میں مختلف مقاصد کے حصول کے لئے مجاہدین کے دستے روانہ فرمائے۔ اب ان سرایا کا اولین مقصد تو یہ تھا کہ جزیرہ عرب کے وہ دور دراز علاقے جہاں تک ابھی اسلام کے کام کا آغاز نہیں ہوا تھا' وہاں کے باشندوں میں اسلام کی تبلیغ کرنا تاکہ وہ کفر و شرک سے تائب ہو کر اپنی بندگی کا رشتہ اپنے خالق حقیقی سے قائم کریں۔

نیز ان علاقوں کے حالات سے آگاہی حاصل کرنا بھی ان سرایا کے مقاصد میں سے ایک مقصد تھا یعنی جب ان علاقوں میں جائیں تو وہاں کے ندی' نالوں' پہاڑوں' ٹیلوں' بستیوں اور آبادیوں کے حالات سے آگاہی

Marfat.com

حاصل کریں تاکہ اگر ان قبائل سے جنگ کی نوبت آئے تو مسلمان کو ان علاقوں کے جغرافیائی حالات سے بے خبر ہونے کی وجہ مشکلات کا سامنا نہ ہو اور مات نہ کھا جائیں بلکہ کامیاب و کامران ہوں۔

ان سرایا سے ایک مقصد یہ بھی تھا کہ ان نومسلموں کو راہ حق یں جہاد کرنے کا سلیقہ بھی سکھایا جائے اور ان کے دلوں میں جہاد اور شہادت کی چنگاری روشن کر دی جائے تاکہ جب کفار سے معرکہ برپا ہو تو السابقون الاوّلون کی طرح یہ بھی داد شجاعت دے سکیں۔

ان سرایا میں اکثر و بیشتر نومسلموں کو شامل کیا گیا تھا' انصار و مہاجرین کا کوئی مجاہد ان میں شامل نہ تھا۔

سریہ عیینہ بن حصن

اس سریہ کا زمانہ وقوع ماہ محرم سن 9 ہجری کا ہے اس سریہ کے سربراہ حضرت عیینہ بن حصن رضی اللہ عنہ تھے اور آپ کو پچاس (50) مجاہدین کا ایک دستہ دے کر قبیلہ بنو تمیم کی طرف بھیجا گیا تھا۔

اس سریہ کا سبب یہ ہوا کہ حضور پُرنور نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بشر ابن سفیان رضی اللہ عنہ کو بنی کعب کی طرف روانہ فرمایا تاکہ وہ ان سے زکوٰۃ وصول کر کے لائیں۔ یہ بنی کعب بنی تمیم کے ساتھ ایک ہی چشمہ پر مقیم تھے جن کا نام ''ذات الاشطاط'' تھا۔ حضرت بشر رضی اللہ عنہ نے یہاں پہنچ کر بنی کعب سے صدقات وصول کرنے شروع کر دیئے۔

بنی تمیم نے یہ دیکھا تو انہیں یہ بات گراں ہوئی اور انہوں نے بنی کعب کے لوگوں سے کہا:

''تم ان لوگوں کو اپنا مال و دولت کیوں دے رہے ہو؟''

یہ کہہ کر بنی تمیم نے جمع ہو کر اپنے ہتھیاروں کی نمائش شروع کر دی اور حضرت بشر ابن سفیان رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ وصول کرنے سے روکنے لگے۔ بنی کعب نے یہ صورت حال دیکھی تو بنی تمیم سے کہا۔ ''ہم مسلمان ہو گئے ہیں اور ہمارے دین میں زکوٰۃ دینا ضروری ہے!''

مگر بنی تمیم نہیں مانے اور کہنے لگے:

''خدا کی قسم ہم تو یہاں سے ایک اونٹ بھی نہیں جانے دیں گے!''

حضرت بشر بن سفیان رضی اللہ عنہ نے یہ صورت حال دیکھی تو وہ فوراً وہاں سے مدینہ واپس آئے اور حضورِ انور نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صورتحال بتلائی۔

بنو تمیم کی سرکوبی کے لئے حضرت عیینہ بن حصن فزاری رضی اللہ عنہ کو حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا اور پچاس اعرابی مجاہدین اس کی معیت میں روانہ فرمائے۔ ان سب کا تعلق عرب کے مختلف قبائل سے تھا۔ ان میں نہ کوئی مہاجر تھا اور نہ کوئی انصاری۔ حضرت عیینہ رضی اللہ عنہ اپنے مجاہدین کی معیت میں روانہ ہوئے۔ وہ رات کو سفر کرتے اور دن کو کسی محفوظ جگہ پر چھپ کر آرام کرتے یہاں تک کہ اسلام کا یہ چھوٹا سا لشکر اس صحرا تک پہنچ گیا

Marfat.com

جہاں بنوتمیم سکونت پذیر تھے اور اپنے مویشیوں کو چرا رہے تھے۔

جب انہوں نے مجاہدین اسلام کو دیکھا تو ان کے اوسان خطا ہو گئے اور انہوں نے اپنا مال و متاع چھوڑ کر راہ فرار اختیار کی۔ مسلمانوں نے بنوتمیم کے گیارہ مرد' اکیس عورتیں اور تیس بچوں کو اپنا قیدی بنا لیا اور انہیں مدینہ طیبہ لے آئے۔ یہاں ان قیدیوں کو حضرت رملہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے مکان میں نظر بند کر دیا گیا۔

ان کے سردار یا بڑے اپنے قیدیوں کی خبر گیری کے لئے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ ان میں قیس بن عامر' عطارد بن حاجب' زبرقان بن بدر اور اقراع بن حابس جیسے ان کے مشہور سردار بھی تھے۔ جب عورتوں اور بچوں نے اپنے سرداروں کو دیکھا تو آہ و فغاں شروع کر دی۔ یہ لوگ بڑی سرعت سے حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے درِ اقدس پر حاضر ہوئے اور باہر کھڑے ہو کر بلند آواز سے پکارنا شروع کر دیا:

> "حضور ﷺ کا نام لے کر کہنے لگے باہر آیئے ہم آپ (ﷺ) کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارا خطیب آپ کے خطیب کے ساتھ مفاخرت کرے گا۔ اور ہمارا شاعر آپ کے شاعر سے مقابلہ کرے گا۔ جس کی ہم مدح کرتے ہیں وہ مزین و آراستہ ہو جاتا ہے اور جس کی ہم ہجو کرتے ہیں اس کو ذلیل اور رسوا کر دیتے ہیں۔"

ان کا یہ گستاخانہ تخاطب اللہ تبارک تعالیٰ کو پسند نہ آیا اور ان کے بارے میں سورہ حجرات کی آیت 4 نازل فرمائی جس میں انہیں ان کے اس طرز عمل پر سرزنش فرمائی گئی:

> اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (سورہ حجرات آیت 4)

> ترجمہ: "بیشک جو لوگ پکارتے ہیں آپ کو حجروں کے باہر سے' ان میں سے اکثر ناسمجھ ہیں۔ اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ تشریف لاتے ان کے پاس تو یہ ان کے لئے بہت بہتر ہوتا' اور اللہ غفور و رحیم ہے۔"

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضورِ انور' نبی کریم' رؤف و رحیم' رحمت دو عالم ﷺ ان کی ندا سن کر باہر تشریف لے آئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت شروع کر دی۔ وہ حضور پُرنور ﷺ کے ساتھ چمٹ گئے اور باتیں کرنے لگے۔ حضور پُرنور ﷺ نے کچھ توقف فرمایا پھر نماز ظہر ادا کرنے کے لئے مسجد میں تشریف لے گئے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضور پُرنور نبی کریم ﷺ مسجد کے صحن میں تشریف فرما ہوئے۔

ان رؤساء نے جو ڈینگ ماری تھی کہ "ہماری مدح سے ہمارا ممدوح مزین و آراستہ ہو جاتا ہے اور جس کی ہم مذمت کرتے ہیں اس کی عزت خاک میں مل جاتی ہے۔" اس کے جواب میں پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضورِ انور' نبی کریم ﷺ نے صرف اتنا فرمایا:

Marfat.com

کذبتم بل مدح اللہ الزین و شتمہ الشین

''تم نے جھوٹ بولا۔صرف اللہ کی مدح کسی انسان کو معزز و محترم بناتی ہے اور اسی کی مذمت انسان کو ذلیل و خوار کرتی ہے۔''

انہوں نے کہا' ہمارے خطیب اور شاعر کو اجازت دیجئے اور ان کے مقابلہ میں اپنا خطیب اور شاعر پیش کیجئے۔پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' تاجدارِ کائنات' ہادیٔ دو جہاں' سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا' مجھے شعر گوئی کے لئے مبعوث نہیں فرمایا گیا اور نہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں کسی کے ساتھ فخر و مباہات' شیخی غرور و تکبر میں حصہ لوں۔لیکن اگر تمہارا اصرار ہے تو لاؤ اپنا خطیب' اس کے جواب میں اپنا خطیب پیش کروں گا۔اقرع بن حابس نے عطارد بن حاجب کو حکم دیا کہ اٹھو اور اپنے فضائل اور قوم کے فضائل پر ایک خوبصورت متاثر کن تقریر کرو۔

جب وہ اپنے خطاب کو ختم کر چکا تو ہادیٔ انس و جاں' رہبر کائنات' سرکارِ دو عالم ﷺ نے خطیب اسلام حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کو اس کا جواب دینے کا حکم دیا۔حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر ایسا خطاب فرمایا کہ بنوتمیم کے سرداروں اور ان کے خطیبوں کے چھکے چھوٹ گئے اور انہوں نے تسلیم کر لیا کہ ہمارے خطیب سے آپ کا خطیب ارفع و اعلیٰ ہے۔

پھر ان کے ایک رئیس نے اپنے شاعر زبرقان بن بدر کو کہا کہ اٹھو اپنے فضائل اور اپنی قوم کے فضائل کے بارے میں قصیدہ سناؤ۔وہ اٹھا اور اس نے ایک قصیدہ سنایا جس کے دو شعر بطور نمونہ پیش خدمت ہیں:

1- ''ہم وہ بزرگ و برتر ہیں کہ کوئی قبیلہ ہمارے ساتھ ہمسری نہیں کر سکتا۔ہم سردار ہیں اور غنیمت کا چوتھائی حصہ ہم میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

2- جب ہم کسی کام کا حکم کر دیتے ہیں تو کسی کو یہ ہمت نہیں ہوتی کہ ہمارے حکم کے سامنے انکار کر سکے۔جب بزم مفاخرت برپا ہوتی ہے تو اسی طرح ہم سب سے عالی شان ہوتے ہیں۔''

حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم' سرکارِ دو عالم ﷺ نے شاعر اسلام حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اٹھو اور اس کا جواب دو۔آپ نے فی البدیہہ اشعار کہے۔جن میں سے دو شعر پیش خدمت ہیں:

1- ''ہم نے اللہ کے رسول کی اور دین اسلام کی بڑی قوت سے مدد کی ہے۔اور جتنے دور و نزدیک سرکش تھے ان کی ناک کو خاک سے آلودہ کر دیا۔''

واحیاؤ نا من خیر من وطی الحصا   واموا تنا من خیر اھل المقابر

2- ''ہم میں سے جو لوگ زندہ ہیں وہ ان تمام زندوں سے بہتر ہیں جو کنکریوں پر پاؤں رکھ کر چلتے ہیں اور ہمارے فوت ہونے والے ان تمام سے بہتر ہیں جو قبروں میں مدفون ہیں۔''

بارگاہِ رسالت مآب کے شاعر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی فصاحت و بلاغت نے ان سب کو ورطہ

Marfat.com

حیرت میں ڈال دیا۔ خصوصاً ان کا شاعر اقرع بن حابس جو شعر و سخن کی لطافتوں اور نزاکتوں سے دوسروں سے کہیں زیادہ آگاہ تھا وہ ایسا متاثر ہوا کہ اس نے ان کا کلام معجز نظام سن کر اپنے آبائی دین کو بھی الوداع کہہ دیا اور اس نے اس سارے وفد میں سب سے پہلے کلمہ شہادت پڑھ کر حضور پُر نور رحمت دو عالم ﷺ کے دست مبارک پر اسلام کی بیعت کی۔

(ایسا لگتا ہے کہ یہ اقرع بن حابس وہ والا اقرع بن حابس نہیں ہے جس کا ذکر غزوۂ حنین کے غنائم کی تقسیم کے بارے میں گزر چکا ہے۔ یا بنو تمیم کے اس مذکورہ وفد میں یہ نام غلطی سے لکھا گیا ہے کیونکہ وہ اقرع بن حابس تو اس وقت اسلام لا چکے تھے۔)

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' تاجدارِ کائنات' رحمتِ دو عالم ﷺ نے قیس بن عامر کے بارے میں فرمایا ''ھـذا سیّد اھل وبر'' ''یہ خیموں میں زندگی بسر کرنے والے قبائل کا سردار ہے۔'' سرکارِ دو عالم ﷺ نے ان پر مزید کرم یہ فرمایا کہ ان کے سارے قیدیوں کو فدیہ لئے بغیر آزاد کر دیا اور اس وفد کے تمام افراد کو انعام و اکرم سے سرفراز فرمایا اور انہیں اپنے وطن واپس جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ (السیرۃ النبویہ احمد بن زینی دحلان جلد 2 صفحہ 331' تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 118' السیرۃ النبویہ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 621' طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 160)

سریہ قطبہ بن عامر

اس سریہ کا زمانہ وقوع ماہ صفر سن 9 ہجری ہے

یہ سریہ تربہ کے قریب تبالہ کے علاقے میں قبیلہ خثعم کی ایک شاخ کی جانب روانہ کیا گیا۔ یہ علاقہ مکہ سے شمال کی جانب اندازاً ایک سو (100) کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

پیغمبر اول و آخر و اعظم' حضور پُر نور' نبی کریم' سرکارِ دو عالم ﷺ نے حضرت قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو بیس مجاہدین کا امیر بنا کر مدینہ منورہ سے اندازاً 350 کلومیٹر دور مکہ کی جانب قبیلہ خثعم کی ایک شاخ کی طرف بھیجا۔ یہ قبیلہ مکہ کے گرد و نواح میں ''تبالہ'' کی سمت میں آباد تھا۔ ابن سعد نے ''تبالہ'' کی بجائے ''بیشہ'' کے نواح میں بھیجنے کا ذکر کیا ہے۔ حضرت قطبہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ وہ ان پر دھاوا بول دیں اور شبخون ماریں۔

ان بیس مجاہدین کے پاس سواری کے دس اونٹ تھے جن پر وہ باری باری سوار ہوتے تھے۔ وہاں پہنچ کر رات کو انہوں نے آرام کیا اور قبیلہ خثعم پر حملہ کر دیا۔ دونوں فریقوں میں گھمسان کا رن پڑا اور دونوں اطراف سے کثیر تعداد میں لوگ زخمی ہوئے اور چند آدمی مقتول ہوئے جن میں حضرت قطبہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

فتح مجاہدین اسلام کو ہوئی۔ انہوں نے بہت سے اونٹ بھیڑ بکریاں غنیمت میں حاصل کیں اور ان کو یرغمال بنالیا اور مدینہ طیبہ لے آئے۔ قیدیوں کو رہا کر دیا گیا اور مالِ غنیمت مجاہدین میں تقسیم کر دیا گیا۔ ہر مجاہد کے حصہ میں چار اونٹ آئے اور جس کو کم و اونٹ ملے اس کو ہر اونٹ کے بدلے دس بکریاں دی گئیں۔ تقسیم غنائم سے

Marfat.com

پہلے خمس نکالا گیا۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 327۔ تلقیح صفحہ 75)

سریہ ضحاک بن سفیان

اس سریہ کا دوسرا نام ''سریہ کلاب'' ہے۔

یہ سریہ ماہ ربیع الاول سن 9 ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔

یہ سریہ بنی کلاب کی طرف تبلیغ دین متین کے لئے بھیجا گیا اور اس سریہ کے سربراہ حضرت ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ کا تعلق بھی اسی قبیلہ کلاب سے تھا

پیغمبر اول و آخر واعظم، نبی کریم، سرکارِ دو عالم، ہادیٔ انس و جاں، رہبر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ کی امارت میں قرطاء کی طرف ایک لشکر روانہ کیا ان کا مشرکین سے سامنا ''زج'' کے مقام پر ہوا جو نجد کی ایک بستی ہے۔

حضرت ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ نے انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی لیکن انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ فریقین میں جنگ ہوئی۔ مسلمانوں نے ان کو شکست فاش دی اور مسلمانوں کو بہت سا مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ (طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 162)

سریہ علقمہ بن مجزز مدلجی

یہ سریہ ماہ ربیع الثانی سن 9 ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔

اس سریہ کی تفصیل یوں ہے کہ پیغمبر اوّل و آخر واعظم، ہادیٔ انس و جاں، رہبر کائنات، رسول بحر و بر، تاجدارِ کائنات، سرکارِ دو عالم حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ حبشہ کے چند باشندے جدہ کے سامنے اکٹھے ہو گئے ہیں۔ اور یوں ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اہل جدہ پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علقمہ بن مجزز رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تین سو مجاہدین کا دستہ ان حبشیوں کی سرکوبی کے لئے روانہ فرمایا۔

مجاہدین جب وہاں پہنچے تو حبشیوں نے مجاہدین کے خوف سے سمندر میں چھلانگیں لگا دیں اور ایک جزیرہ میں جا کر پناہ گزین ہو گئے۔ ان کے تعاقب میں حضرت علقمہ بن مجزز رضی اللہ عنہ بھی اپنے مجاہدین سمیت سمندر کو عبور کرتے ہوئے اس جزیرہ میں پہنچ گئے۔ انہوں نے جب لشکر اسلام کو اپنے قریب آتے دیکھا تو وہ وہاں سے بھی بھاگ گئے۔ حضرت علقمہ بن مجزز رضی اللہ عنہ ان حبشیوں کو بھگانے کے بعد واپس آ گئے۔ (فتح الباری جلد 8 صفحہ 59)

راستہ میں چند مجاہدین نے، اپنے سالار سے اجازت طلب کی کہ وہ جلدی میں ہیں اس لئے انہیں لشکر سے پہلے چلے جانے کی اجازت دی جائے۔ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی اور پہلے جانے والے مجاہدین

Marfat.com

امیر حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ ان کی طبیعت میں بڑی ظرافت تھی۔ جب راستہ میں وہ ایک جگہ اترے تو مجاہدین نے تاپنے کے لئے آگ جلائی۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو ایک مزاح سوجھا اور اپنے ساتھیوں کو کہا کہ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم اس آگ میں کود جاؤ۔ بعض مجاہد اپنے امیر کے حکم کی تعمیل کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے جب امیر لشکر نے یہ محسوس کیا کہ یہ لوگ واقعی آگ میں کود جائیں گے تو آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ' میں تو تمہارے ساتھ دل لگی کر رہا تھا۔

جب یہ دستہ مدینہ طیبہ پہنچا تو اس واقعہ کا ذکر بارگاہِ رسالت مآب میں کیا گیا تو تاجدارِ کائنات سرکارِ دوعالم ﷺ نے قیامت تک آنے والے اپنے امتیوں کے لئے ایک واضح ضابطہ کا اعلان فرمایا:

من امركم بمعصية فلا تطيعوه

"جو شخص تمہیں معصیت (اللہ تبارک تعالیٰ کی نافرمانی) کے ارتکاب کا حکم دے تو ایسے امیر کی اطاعت مت کرو۔"

علامہ ابن قیم اور امام ابوزہرہ نے یہاں صحیح بخاری کی ایک روایت نقل کی ہے جو اس ارشاد نبوی کی مزید تائید کرتی ہے' وہ روایت پیش خدمت ہے:

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے ایک سریہ بھیجا اور اس کا امیر ایک انصاری کو مقرر فرمایا اور تمام مجاہدین کو حکم دیا کہ وہ اپنے سالار کی بات سنیں بھی اور اس پر عمل بھی کریں۔

لشکر روانہ ہوا۔ اثنائے سفر کسی وجہ سے وہ انصاری ان پر ناراض ہو گیا اور انہیں حکم دیا کہ ایندھن جمع کرو۔ انہوں نے ایندھن کے ڈھیر لگا دیئے۔ پھر حکم دیا کہ آگ جلاؤ' جب آگ خوب بھڑکنے لگی تو امیر دستہ نے مجاہدین کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کیا اللہ کے رسول ﷺ نے میری بات ماننے کا حکم نہیں دیا تھا؟ سب نے کہا بیشک دیا تھا۔ اس انصاری امیر نے کہا کہ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اس بھڑکتی ہوئی آگ میں کود جاؤ۔ سارے مجاہدین حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ وہ بولے کہ ہم نے تو آگ کے عذاب سے بچنے کے لئے حضورِ انور ﷺ کا دامن پکڑا تھا۔ وہ اس حالت میں تھے کہ امیر کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور آگ بجھا دی گئی۔

مجاہدین کا یہ دستہ جب لوٹ کر مدینہ طیبہ آیا تو اس واقعہ کا تذکرہ بارگارہِ رسالت مآب میں کیا گیا۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' تاجدارِ کائنات' حضور پُرنور رحمت دوعالم ﷺ نے فرمایا جو لوگ امیر کے اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے آگ میں داخل ہو جاتے وہ پھر کبھی اس سے باہر نہ نکل سکتے۔ پھر ارشاد فرمایا:

لا طاعة فى معصية الله انما الطاعة فى المعروف

Marfat.com

''اللہ تبارک تعالیٰ کی نافرمانی میں کوئی اطاعت نہیں۔ اطاعت ہمیشہ نیک کاموں میں ہوتی ہے۔''

(زادالمعاد جلد 3 صفحہ 515' خاتم النبیین جلد 2 صفحہ 1068 'طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 163)

سریہ علی بن ابی طالب

اس سریہ کا دوسرا نام ''سریہ فلس یا سریہ قلس'' بھی ہے کیونکہ یہ قبیلہ طی کے بت کا نام تھا جس کو منہدم کر دینے کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں یہ سریہ بھیجا گیا۔

اس سریہ کا زمانہ وقوع ماہ ربیع الآخر سن 9 ہجری کا ہے۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ ربیع الثانی سن 9 ہجری میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ڈیڑھ سو مجاہدین کے دستہ کا سالار بنا کر بھیجا تاکہ بنی طے قبیلہ کے بت کو جس کا نام فلس یا قلس تھا' جا کر پاش پاش کر دیں اور اس کے استھان کو پیوند خاک کر دیں۔ ڈیڑھ سو مجاہدین کی سواری کے لئے حضورِ انور رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سو اونٹ اور پچاس گھوڑے مہیا فرمائے۔ بنی طے قبیلہ کا سردار حاتم طائی کا بیٹا عدی تھا۔ لشکر اسلام کی آمد کی اطلاع ملتے ہی وہ شام کی طرف بھاگ گیا۔ اسلام کے مجاہدین نے قبیلہ کے افراد پر حملہ کیا' ان کے بت فلس یا قلس کو پاش پاش کر دیا گیا اور اس کے استھان کو پیوند خاک کر دیا۔

بہت سے جنگی قیدی اور دیگر سامان قبضہ میں آیا۔ ان جنگی قیدیوں میں حاتم طائی کی لڑکی سفانہ جو عدی کی سگی بہن تھی' وہ بھی تھی۔ اس بت کے خزانے سے تین تلواریں دستیاب ہوئیں۔ ایک کا نام الرسوب' دوسری کا نام المخذم اور تیسری کا نام الیمانی تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے الرسوب نامی تلوار اپنے لئے چن لی اور المخذم نامی تلوار سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دی۔ بقیہ اموال غنیمت احکام الٰہی کے مطابق مجاہدین میں تقسیم کر دیئے گئے۔

عدی بن حاتم کا قبول اسلام

قارئین کرام! اگرچہ کہ عدی بن حاتم طائی کے ایمان لانے کا واقعہ سریہ علی ابن طالب یا سریہ فلس سے کم از کم تین چار ماہ بعد کا ہے لیکن یہ سریہ' عدی کی بہن سفانہ کا بارگاہِ رسالت مآب میں عرض گزار ہونا' مسلمان ہونا اور پھر اپنے بھائی عدی بن حاتم کو بارگاہِ رسالت مآب میں بھیجنا اور عدی بن حاتم کا اسلام لانا' یہ سب ہی ایک سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔ اس لئے میں محسوس کرتا ہوں کہ عدی بن حاتم طائی کے اسلام لانے کا واقعہ اسی موقع بیان کر دینا زیادہ سودمند ہوگا۔

قبیلہ بنو طے' عرب کے مشہور قبائل میں سے ایک تھا۔ حاتم طائی اسی قبیلہ کا مایہ ناز فرد تھا۔ جس کی فیاضی اور سخاوت نے اس قبیلہ کے نام کو چار دانگ عالم میں روشن کر دیا تھا۔ حاتم کی وفات کے بعد اس کا بیٹا عدی اپنے

Marfat.com

قوم کا سردار مقرر ہوا۔ وہ اپنے اسلام قبول کرنے کا واقعہ اپنی زبان سے بیان کرتا ہے۔ یہ واقعہ مسند احمد، ترمذی، صحیح بخاری، ابن کثیر وغیرہم نے بیان کیا ہے لیکن میں اس واقعہ کو سیرت ابن ہشام سے استفادہ کرتے ہوئے قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں:

حضرت عدی بن حاتم طائی ؓ کہتا ہے کہ عرب کے دوسرے غیر مسلم بھی رسول اللہ ﷺ کو دل سے ناپسند کرتے تھے لیکن میری ناپسندیدگی سب سے زیادہ تھی۔ کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ مجھے نہ ان کی اطاعت کی ضرورت ہے اور نہ ان کے دین کو قبول کرنے کی حاجت ہے۔ کیونکہ میں ایک تو اپنی قوم کا رئیس ہوں، میرا مذہب عیسائیت ہے، میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا امتی ہوں، نیز میری قوم اپنی آمدنی کا چوتھا حصہ مجھے پیش کرتی ہے۔ جب میرا مذہب بھی سچا ہے اور قوم نے مجھے اپنا فرمانروا بھی تسلیم کر لیا ہے اور مجھے اپنی آمدنی کا گراں قدر حصہ بطور نذرانہ پیش کرتے ہیں تو مجھے کسی نئے نبی یا نئے دین کو قبول کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

لیکن پیغمبر اسلام ﷺ کی فتوحات اور اسلام کی کامیابیوں کے چرچے میں بھی سنتا رہتا تھا۔ اس لئے میرے دل میں یہ تشویش ضرور تھی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ پیغمبر اسلام میرے علاقہ پر بھی حملہ کر دیں۔ میرا ایک اعرابی نوکر تھا، جو میرے اونٹوں کو چرایا کرتا تھا۔ میں نے اسے حکم دیا کہ اصطبل میں ہر وقت چند ایسے اونٹ موجود رہنے چاہئیں جو سرکش نہ ہوں اور موٹے تازے ہوں اور جب تو یہ سنے کہ مسلمانوں کے لشکر نے بنی طے کے علاقہ میں قدم رکھا ہے تو مجھے فوراً اطلاع دے دینا۔

چنانچہ ایک روز وہ گھبرایا ہوا آیا اور اس نے آکر مجھے بتایا کہ محمد (ﷺ) کے شہسوار یہاں پہنچ گئے ہیں۔ میں نے ان کے جھنڈے بھی دیکھے ہیں۔ اس لئے آپ جو کچھ کرنا چاہتے ہیں وہ اب کر گزریں۔ میں نے اسے کہا کہ میرے اونٹوں پر پالان کسو اور انہیں میرے پاس لے آؤ۔ وہ لے آیا تو میں نے اپنی بیوی بچوں کو ان پر سوار کیا اور ملک شام کی طرف روانہ ہو گیا۔ جہاں میرے ہم مذہب عیسائیوں کی کافی تعداد موجود تھی۔ جلدی میں میں اپنی سگی بہن اور حاتم کی بیٹی سفانہ کو وہیں چھوڑ گیا۔

میں ملک شام پہنچا اور وہاں سکونت پذیر ہو گیا۔ میرے وطن سے چلے آنے کے بعد اسلام کے مجاہد میری قوم کے علاقہ میں پہنچے۔ انہوں نے بہت سے لوگوں کو جنگی قیدی بنا لیا، ان میں حاتم کی بیٹی سفانہ بھی تھی۔ حضور انور نبی کریم ﷺ کو میرے ملک شام کی طرف بھاگ جانے کی اطلاع مل گئی تھی۔ جب یہ جنگی قیدی مدینہ طیبہ پہنچے تو انہیں مسجد کے دروازے کے سامنے ایک چھپر میں ٹھہرایا گیا۔ وہاں ہی حاتم کی بیٹی سفانہ کو بھی رکھا گیا۔ مقریزی کی روایت کے مطابق سفانہ کو حضرت رملہ بنت حارثہ ؓ کے مکان میں ٹھہرایا گیا تھا۔

ایک روز حضور پرنور نبی کریم رسول اللہ ﷺ سفانہ کے پاس سے گزرے۔ وہ اٹھ کر حضور پرنور ﷺ کے پاس چلی آئی، وہ بڑی فصیح اللسان اور چرب زبان تھی۔ اس نے عرض کی، یا رسول اللہ! میرا باپ فوت ہو گیا ہے اور

Marfat.com

میری پرسش احوال کے لئے آنے والا شام بھاگ گیا ہے۔ مجھ پر احسان فرمائیں۔ اللہ تبارک تعالیٰ آپ پر احسان فرمائے گا۔ حضور پُرنور ﷺ نے پوچھا تیرا وفد کون ہے؟ عرض کی عدی بن حاتم۔ حضورِ انور ﷺ نے فرمایا وہی عدی، جو اللہ اور اس کے رسول سے بھاگ گیا ہے۔ اتنی بات ہوئی اس کے بعد حضور پُرنور ﷺ مجھے یوں کھڑا چھوڑ کر تشریف لے گئے۔ دوسرے روز پھر حضور پُرنور نبی کریم ﷺ میرے پاس سے گزرے۔ جو عرض میں نے کل کی تھی، وہی آج بھی پیش کی۔ حضورِ انور ﷺ نے کل والا ہی جواب مجھے دیا اور تشریف لے گئے۔

تیسرے روز بھی ایسا ہی ہوا اور میں مایوس ہوگئی۔ ایک نوجوان حضورِ انور نبی کریم ﷺ پیچھے کھڑا تھا۔ اس نے مجھے اشارہ کیا کہ اٹھو اور حضورِ انور ﷺ کی خدمت میں اپنی معروضات پیش کرو۔ اس کے کہنے سے میری حوصلہ افزائی ہوئی۔ میں اٹھی اور عرض کی، یا رسول اللہ! میرا باپ فوت ہوگیا ہے اور میری خبر گیری کے لئے آنے والا غائب ہوگیا ہے۔ مجھ پر احسان فرمائیں، اللہ تبارک تعالیٰ آپ پر احسان فرمائے گا۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم تاجدارِ کائنات رحمت دو عالم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا میں نے تمہیں آزاد کر دیا۔ لیکن یہاں سے جانے میں جلدی نہ کرنا یہاں تک کہ تیری قوم کا کوئی قابل اعتبار شخص تمہیں مل جائے جو تمہیں حفاظت کے ساتھ تیرے وطن پہنچا دے، پھر مجھے اطلاع دینا۔

میں نے لوگوں سے پوچھا کہ جس شخص نے مجھے اشارہ کر کے پھر اپنی گزارش پیش کرنے کا حوصلہ دلایا ہے وہ کون شخص ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ وہ نوجوان حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں وہاں ٹھہری یہاں تک کہ قبیلہ بلیہ اور قضاعہ کے چند سوار آئے۔ میں نے ان سے کہا کہ میں بھی تمہارے ساتھ اپنے بھائی کے پاس شام جانا چاہتی ہوں مجھے اپنے ہمراہ لے چلیں۔ چنانچہ میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہ! میری قوم کے چند لوگ آئے ہیں جن میں قابل اعتماد اشخاص بھی ہیں۔ چنانچہ حضور پُرنور ﷺ نے مجھے نیا جوڑا پہنایا۔ سواری کے لئے مجھے اونٹ بخشا اور راستہ کے اخراجات کے لئے نقدی بھی مرحمت فرمائی اس طرح میں ان لوگوں کی معیت میں شام پہنچی۔

حضرت عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ میں نے ایک ہودج دیکھا جس کا رخ میری طرف تھا۔ میں سمجھ گیا کہ یہ حاتم کی بیٹی ہے۔ جب وہ قریب آئی تو واقعی وہ حاتم کی بیٹی تھی۔ جب وہ میری نزدیک آئی تو اس نے مجھے خوب سرزنش کی۔ مجھے قطع رحمی کرنے والا اور ظالم کہا۔ اس نے کہا کہ تم اپنے بال بچوں کو تو اونٹوں پر سوار کر کے ہمراہ لے آئے ہو۔ لیکن تم نے اپنے باپ کی بقیہ نشانی اور اس کی عزت کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔ میں نے اسے دلاسا دیتے ہوئے کہا کہ یہ ڈانٹنے، جھاڑ پلانے کا موقع نہیں کوئی اچھی بات کہو۔ میں نے جو کیا ہے اس کے لئے میرے پاس کوئی وجہ جواز نہیں، میں شرمندہ ہوں اور معذرت خواہ ہوں۔ چنانچہ وہ اپنے ہودج سے نیچے اتری اور میرے پاس رہائش پذیر ہوگئی۔

Marfat.com

میری بہن سفانہ بنت حاتم طائی بڑی زیرک اور دانا خاتون تھی' میں نے اس سے کہا کہ مجھے یہ بتاؤ کہ اس شخص کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے جواب دیا' بخدا! وقت ضائع کیے بغیر اس کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔ دو صورتوں میں سے ایک صورت ضرور ہے یا تو وہ نبی ہے یا بادشاہ۔ اگر وہ نبی ہے تو تمہارا بھلا اس میں ہے کہ تم فوراً حاضر ہو کر ان پر ایمان لے آؤ تا کہ تمہارا شمار السابقون الاوّلون میں ہو۔ اور اگر وہ بادشاہ ہے تو بادشاہوں کو دانشور اور دور اندیش مصاحبوں کی ضرورت ہوتی ہے' وہ تیری خداداد صلاحیتوں کو جب دیکھیں گے تو تیری قدر افزائی کریں گے اور تمہیں کوئی باوقار منصب تفویض کریں گے۔

میں نے کہا بہن! تمہاری رائے بڑی صائب (عمدہ اچھی) ہے۔ چنانچہ میں ملک شام سے روانہ ہو کر مدینہ طیبہ آیا اور بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو گیا۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ اس وقت اپنی مسجد میں تشریف فرما تھے۔ میں نے سلام عرض کیا۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضورِ انور ﷺ نے پوچھا تم کون ہو؟ میں نے عرض کی عدی بن حاتم۔ حضور پُرنور' نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کھڑے ہو گئے اور مجھے لے کر اپنے کاشانہ اقدس کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں ایک بوڑھی اور کمزور سی عورت نے حضورِ انور ﷺ کو گزارش کی کہ حضور ﷺ آپ ٹھہریں میری عرض سماعت فرمائیں۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ دیر تک کھڑے رہے اور وہ اپنی بپتا سناتی رہی۔ میں نے جب یہ منظر دیکھا تو میرے دل نے برملا کہا کہ واللّٰہ ماھذا بملك "خدا کی قسم! یہ بادشاہ نہیں ہے۔" کہاں بادشاہوں کی نخوت و غرور اور کہاں یہ عجز و انکسار۔

جب وہ فارغ ہوئی تو مجھے حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ پھر لے کر اپنے گھر کی طرف چلے جب اپنے حجرہ مبارکہ میں داخل ہوئے تو ایک تکیہ جو چمڑے کا تھا اور اس کو کھجور کے پتوں سے بھرا ہوا تھا' حضور پُرنور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے وہ میری طرف سرکایا اور فرمایا اجلس علی ھذہ "عدی اس پر بیٹھ جاؤ۔" میں نے عرض کی' حضور (ﷺ) آپ تشریف رکھیے۔ حضورِ انور ﷺ نے فرمایا بل انت "نہیں تم ہی بیٹھو گے۔" میرے لئے اب تعمیل ارشاد کے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔ بادل نخواستہ میں اس کے اوپر بیٹھ گیا اور حضورِ انور نبی کریم تاجدارِ کائنات ﷺ میرے سامنے فرش زمین پر تشریف فرما ہو گئے۔ پھر میرے دل نے یہ آواز دی واللّٰہ ماھذا بامر ملك خدا کی قسم! یہ کسی بادشاہ کا طرز عمل نہیں ہے۔

پھر پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور عالم خفا و غیوب مخبر صادق ﷺ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے حاتم کے بیٹے عدی! کیا تو عیسائیوں کے رکوسی فرقہ سے تعلق نہیں رکھتا! میں نے عرض کی' میرا اسی فرقہ سے تعلق ہے۔ پھر فرمایا: کیا اپنی قوم سے تو غنیمت کا چوتھا حصہ وصول نہیں کرتا؟ میں نے عرض کی' میں ایسا ہی کرتا ہوں۔ جواباً حضور پُرنور ﷺ نے فرمایا تیرے دین میں تو یہ حلال نہیں ہے۔ میں نے عرض کی' بخدا! ایسا ہی ہے۔ حضورِ انور نبی کریم عالم خفا و غیوب مخبر صادق ﷺ کے اس ارشاد سے (عدی بن حاتم) مجھے معلوم ہو گیا کہ حضورِ

Marfat.com

انور ﷺ اللہ تبارک تعالیٰ کے رسول ہیں، ہر چیز جانتے ہیں، ان سے کوئی چیز مخفی نہیں۔

پھر رحمتِ دوعالم ﷺ نے فرمایا: اے عدی! شاید اس دین کو قبول کرنے کے راستہ میں یہ چیز حائل ہے کہ مسلمان غریب اور محتاج لوگ ہیں، اس لئے تم غریبوں کا دین قبول نہیں کرتے، بخدا! وہ وقت آنے والا ہے جب کہ ان میں مال و دولت کی اتنی فراوانی ہوگی کہ ان میں کوئی لینے والا نہیں ملے گا۔

پھر فرمایا: شاید تو اس لئے اس دین کو قبول کرنے سے گریز کر رہا ہے کہ مسلمانوں کی تعداد کم ہے اور ان کے دشمنوں کی تعداد ان سے کہیں زیادہ ہے۔ اے عدی! بخدا! عنقریب تو سنے گا کہ (جزیرہ عرب میں ہر طرف مسلمان ہی مسلمان ہوں گے اور اس خطہ ارض پر قرآن و سنت کے مطابق مکمل عملداری ہوگی۔ ہر طرف اللہ تبارک تعالیٰ کا نور ہوگا اور پھر امن و امان، امن و آشتی کا اس قدر دور دورہ ہوگا یہ حال ہوگا کہ تو دیکھے گا)

کہ ایک عورت اپنے اونٹ پر سوار ہو کر قادسیہ سے نکلے گی اور بیت اللہ شریف کی زیارت کرے گی اور اسے اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ ہوگا۔

آخر میں فرمایا، اے عدی! شاید تو اس لئے اس دین کو قبول کرنے سے ہچکچا رہا ہے کہ تو دیکھتا ہے کہ حکومت و سلطنت غیروں کے قبضہ میں ہے۔ خدا کی قسم! عنقریب تو سنے گا کہ ملک شام کے محلات کو یہ فتح کریں گے اور اس میں داخل ہوں گے اور کسریٰ کے قصر ابیض اور اس کی وسیع و عریض مملکت پر ان کا پرچم لہرائے گا۔ حضور پُرنور ﷺ کے ان ارشادات کو سن کر میری آنکھوں سے تعصب کے پردے اٹھ گئے۔ حق کا روئے زیبا مجھے صاف نظر آنے لگا اور میں نے بصد مسرت اسلام قبول کر لیا ہے۔

حضرت عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ کہا کرتے کہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، عالم خفا و غیوب، مخبرِ صادق، حضور پُرنور ﷺ نے جو تین پیش گوئیاں فرمائی تھیں ان میں سے دو پوری ہو چکی ہیں اور تیسری بھی ضرور پوری ہوگی۔ میں نے اس لشکر میں شرکت کی جس نے بابل کے محلات پر فتح کا پرچم لہرایا۔ میں نے اس عورت کو دیکھا جو اونٹ پر سوار ہو کر قادسیہ یا حیرہ (یعنی کہ بہت دور و دراز) سے روانہ ہوئی اور بلا خوف و خطر اس نے یہ طویل مسافت طے کی اور بیت اللہ کا حج کیا۔ خدا کی قسم! تیسری بات بھی ضرور پوری ہوگی کہ اس امت میں مال و دولت کی اتنی فراوانی ہوگی کہ کوئی لینے والا نہیں ملے گا۔ (السیرۃ النبویہ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 578 تا 581، الکامل فی التاریخ ابن اثیر جلد 2 صفحہ 285، مسند احمد جلد 4 صفحہ 207، 378، البدایہ والنہایہ جلد 2 صفحہ 213)

سریہ دومتہ الجندل

اس سریہ کا دوسرا نام "سریہ خالد بن ولید" ہے کیونکہ یہ سریہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اکیدر بن عبدالمالک کی طرف بھیجا گیا جو دومتہ الجندل کے مقام پر تھا اور عیسائی تھا اور دومتہ الجندل کا حکمران تھا۔

اس سریہ کا زمانہ وقوع ماہ رجب سن 9 ہجری ہے۔ یہ سریہ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے تبوک سے اس وقت

Marfat.com

روانہ فرمایا جب آپ ﷺ غزوۂ تبوک کے سلسلہ میں اپنے لشکر کے ساتھ تبوک میں خیمہ زن تھے۔

یہ سریہ اکیدر ابن عبدالملک کی طرف بھیجا گیا جو دومۃ الجندل کے مقام پر تھا یہ شخص عیسائی تھا۔ حضورِ انور رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو چار سو بیس سواروں کے ساتھ رجب 9 ہجری میں (علاقہ تبوک سے جہاں لشکر اسلام خیمہ زن تھا) دومۃ الجندل کے مقام پر اکیدر کی طرف روانہ فرمایا۔ آپ ﷺ نے خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ وہاں پہنچ کر تم اکیدر کو گائے کا شکار کرتا ہوا پاؤ گے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ علاقہ تبوک سے روانہ ہوئے یہاں تک کہ وہ اکیدر کی حویلی کے قریب پہنچ گئے اور حویلی نظر آنے لگی یہ ایک چاندنی رات تھی اور فضا بھی صاف تھی۔ اس وقت اکیدر اپنی بیوی کے ساتھ مکان کے بالا خانہ میں تھا اچانک وہاں ایک گائے آئی جو حویلی کے پھاٹک میں سینگ مارنے لگی (یہ دونوں میاں بیوی بالا خانے سے یہ منظر دیکھ رہے تھے)۔ اکیدر کی بیوی کہنے لگی کہ کیا تم نے کبھی پہلے بھی یہ واقعہ دیکھا ہے؟ اس نے کہا خدا کی قسم کبھی نہیں وہ بولی پھر اسے کون چھوڑ سکتا ہے؟ اس نے کہا کوئی نہیں' یہ کہہ کر وہ نیچے اترا اور گھوڑا منگوا کر زین کسوائی۔ اس کے ساتھ گھر کے کچھ اور افراد اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر چلے جن میں اس کا سگا بھائی حسان بھی تھا۔

وہ سب کچھ ہی دور چلے ہوں گے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے دستے سے ان کی مڈبھیڑ ہوگئی اکیدر نے تو مقابلہ کی سکت نہ دیکھ کر خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیا لیکن اس کا بھائی حسان مقابلہ میں ڈٹ گیا آخر لڑتا ہوا مارا گیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اکیدر کو اپنی پناہ میں لے کر قتل ہونے سے بچا لیا تاکہ اسے پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضورِ پُرنور' نبی کریم ﷺ کے سامنے پیش کریں اور اس پناہ کے نتیجہ میں وہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں دومۃ الجندل فتح کرا دے۔

اکیدر اس وقت ایک نہایت قیمتی قبا پہنے ہوئے تھا جس میں اس طرح سونے کی پتیاں بنی ہوئی تھیں جیسے کھجور کی ہوتی ہیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کی وہ قبا اتار کر حضورِ انور رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیج دی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب اسے دیکھا تو بڑے حیران ہوئے۔ آپ ﷺ نے ان کی حیرانی دیکھ کر فرمایا:

''جنت میں سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ کے رومال بھی اس سے کہیں زیادہ اعلیٰ ہیں۔!''

یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے' اکیدر نے دومۃ الجندل والوں کی طرف سے مسلمانوں کے ساتھ صلح کر لی جو دو ہزار اونٹ' آٹھ سو گھوڑے چار سو زرہوں اور چار سو نیزوں پر ہوئی۔

اس کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ وہاں سے اکیدر اور اس کے بھائی مصاد کے ساتھ تبوک کے لئے روانہ ہوئے اور اکیدر کے ساتھ حضورِ پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے اس کے ساتھ جزیہ پر صلح کی اور اکیدر اور اس کے بھائی مصاد کی جاں بخشی فرما دی پھر آپ ﷺ نے ان دونوں کو

Marfat.com

واپس جانے کی اجازت دے دی اور انہیں ایک امان نامہ لکھ دیا جس پر اس دن مہر لگائی گئی۔

اس امان نامے کے مضمون کا ایک حصہ یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ یہ تحریر محمد رسول اللہ کی جانب سے اکیدر کے لئے ہے جب کہ وہ دومۃ الجندل اور اس کے قرب و جوار کے علاقے سے خالد ابن ولید سیف اللہ کے ساتھ آیا اور اس نے بتوں اور گمراہیوں کو چھوڑ کر اسلام کا رخ کیا۔ وغیرہ وغیرہ۔ جیسا کہ ظاہر ہے اس مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ اکیدر مسلمان ہو گیا تھا۔ یہ بات ابونعیم اور ابن مندہ کے قول کے مطابق ہے جو اس کو مسلمان اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں شمار کرتے ہیں۔ اکیدر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک حلہ ہدیہ کیا تھا جو پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کو ہبہ فرما دیا۔

ادھر علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ اکیدر کے اسلام کی روایت بالکل غلط ہے کیونکہ سیرت نگاروں کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ مسلمان نہیں ہوا تھا۔ اب اس تحریر کے اس جملے کا "کہ اس نے اسلام کا رخ کیا"۔ یہ مطلب ہوگا کہ وہ اسلام کی طرف مائل ہوا' لیکن تحریر کا یہ جملہ قرین قیاس نہیں ہے کہ اس نے بتوں اور گمراہیوں کو چھوڑ دیا۔ بہرحال یہ اختلاف روایات قابل غور ہے۔

پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کی صلح ہو گئی تو وہ اپنی حویلی یعنی گڑھی میں لوٹ آیا اور وہاں نصرانی مذہب پر رہتے ہوئے زندگی گزارتا رہا۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے دوبارہ حملہ کر کے اس کی گڑھی کا محاصرہ کر دیا اور پھر اس کو قتل کر دیا کیونکہ اس نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی تھی۔

علامہ ابن کثیر بلاذری کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ جب اکیدر حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تھا تو اس نے اسلام قبول کر لیا تھا پھر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرتد ہو گیا جس کے نتیجہ میں عراق سے شام کے علاقے میں لوٹنے کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ہی مارا گیا۔

اب اس قول کی بنیاد پر اکیدر کو صحابہ رضی اللہ عنہم میں شمار نہیں کیا جا سکتا ورنہ تو ہر اس شخص کو صحابہ رضی اللہ عنہم میں شمار کرنا پڑے گا جو پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم، رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں مسلمان ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرتد ہو گیا جب کہ ظاہر ہے یہ بات کوئی شخص تسلیم نہیں کر سکتا۔ چنانچہ علامہ ذہبی نے عمارہ ابن قیس ابن حرث شیبانی کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ مرتد ہو گیا تھا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں قتل کیا گیا لہٰذا اب وہ ہر لحاظ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دائرہ سے خارج ہو گیا۔

سریہ ولید بن عقبہ

یہ سریہ کس ماہ میں بھیجا گیا' یہ معلوم نہیں ہے۔ ہاں یہ مصدقہ ہے کہ یہ سریہ سن 9 ہجری کا ہے۔

Marfat.com

اس سال پیغمبر اول و آخر واعظم' حضورِ انور' نبی کریم' رؤف ورحیم' رحمت للعالمین ﷺ نے قبیلہ خزاعہ کی ایک شاخ بنو مصطلق کے صدقات وغیرہ وصول کرنے کے لئے حضرت ولید بن عقبہ بن ابی معیط رضی اللہ عنہ کو ان کی طرف بھیجا۔ بنو مصطلق اس سے پہلے اسلام قبول کر چکے تھے اور نماز ادا کرنے کے لئے انہوں نے کئی مساجد تعمیر کر رکھی تھیں[1]

حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ اور بنو مصطلق کے درمیان جہالت سے دیرینہ عداوت چلی آتی تھی جب بنی مصطلق کو معلوم ہوا کہ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ ان کی طرف بڑھا چلا آرہا ہے تو انہوں نے اپنے بیس آدمی صدقہ کے اونٹ اور بھیڑ بکریاں دے کر ولید کی پیشوائی کے لئے بھیجے۔ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے دل میں شیطان نے یہ وسوسہ ڈال دیا کہ یہ لوگ انہیں قتل کرنے کے لئے آرہے ہیں۔ وہ اس خوف سے کہ وہ انہیں قتل نہ کر دیں' ان سے ملاقات کیے بغیر مدینہ طیبہ واپس آگیا اور اپنے گمان کے مطابق حضور پُر نور نبی کریم ﷺ کو آکر اطلاع دی۔

پیغمبر اول و آخر واعظم' حضورِ انور' نبی کریم ﷺ نے تحقیق احوال کے لئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور انہیں ارشاد فرمایا کہ اس طرح جاؤ کہ ان کو تمہارے آنے کی اطلاع نہ ہو۔ ان کے حالات کا جائزہ لینا' اگر ان کے مسلمان ہونے کے شواہد آپ کو مل جائیں تو ان سے صدقہ وخیرات کے اونٹ وغیرہ وصول کر لینا اور اگر کوئی ایسی دلیل نہ ملے تو پھر ان کے ساتھ وہ معاملہ کرنا جو کفار و مشرکین کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ خفیہ طور پر وہاں پہنچے اور مغرب وعشاء کی نماز کی اذان سنی تو ان سے صدقات وصول کیے اور کسی قسم کی سرکشی کی کوئی علامت انہیں وہاں نظر نہ آئی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور وہاں کے حالات کے بارے میں مطلع کیا۔ (تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 119)

سریہ انہدام لات

یہ سریہ سن 9 ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔ یہ سریہ کس ماہ میں بھیجا گیا یہ معلوم نہیں ہے۔

اسلام قبول کر لینے کے بعد بھی بعض اذہان وقتی طور پر ہی سہی تو ہم پرستی کا شکار رہے۔ خصوصاً بتوں کے انہدام کے معاملے میں وہ انجانے خوف میں مبتلا تھے۔ خاص طور پر عورتیں ابھی تک توہمات کے حصار میں قید تھیں۔

بنو ثقیف کے اسلام قبول کر لینے کے بعد حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کو بنو ثقیف کے وفد کے ساتھ ہی طائف روانہ کیا تاکہ جا کر لات بت کو منہدم کر دیں کیونکہ بنو ثقیف کے لوگ کچھ عرصہ کے لئے لات کو قائم رکھنا چاہتے تھے۔

حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ تو راستے میں رک گئے لیکن حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے جب لات کو

Marfat.com

توڑنا شروع کیا تو عورتیں نوحہ کرتے ہوئے گھروں سے نکل آئیں۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بت شکنی کی روایات پر عمل کرتے ہوئے لات کو ملبے کے ڈھیر میں تبدیل کرکے تمام توہمات کو اس میں دفن کر دیا اور معبد کا خزانہ اپنے ساتھ لے آئے۔ (سیرت ابن ہشام جلد 2 صفحہ 541)

سریہ یمن

اس سریہ کا دوسرا نام ''سریہ علی ابن ابوطالب بسوئے علاقہ مذحج'' ہے کیونکہ یہ سریہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں یمن کے ایک علاقہ بنام مذحج کی طرف روانہ فرمایا۔ مذحج ایک شخص کا نام تھا جو یمن کے ایک قبیلہ کا مورث اعلیٰ تھا۔

یہ سریہ 9 ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔ سن 9 ہجری کے یہ کس ماہ میں وقوع پذیر ہوا یہ معلوم نہیں ہے۔

اس مہم میں مجاہدین کی تعداد تین سو تھی اور وہ سب کے سب گھوڑوں پر سوار تھے۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک جھنڈا عطا کیا اور خود اپنے دست مبارک سے ان کو عمامہ باندھا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

''جاؤ! کسی دوسری طرف توجہ مت کرنا۔ جب تم ان کے علاقے میں پہنچ کر پڑاؤ ڈالو تو اس وقت تک جنگ مت کرنا جب تک وہ خود ہی لڑائی شروع نہ کر دیں۔''

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ روانہ ہو گئے۔ یہ پہلا گھڑ سوار لشکر تھا جو یمن کے علاقہ کو پامال کر رہا تھا۔ وہاں پہنچ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو ادھر ادھر ٹولیاں بنا کر روانہ فرمایا (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مذحج کے علاقہ میں گئے) انہوں نے وہاں بہت سے مالِ غنیمت قبضہ میں کیا جس میں بچے عورتیں، اونٹ اور بکریاں وغیرہ شامل تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مالِ غنیمت پر حضرت بریدہ ابن مصیب رضی اللہ عنہ کو نگراں مقرر فرمایا: ''

اس کے بعد ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سامنا دشمن کے ایک بڑے جتھے سے ہوا مسلمانوں نے ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دی جس پر انہوں نے نہ صرف ہدایت قبول کرنے سے انکار کر دیا بلکہ مسلمانوں پر پتھر اور تیر برسانے شروع کر دیئے۔ پھر گھمسان کا رن پڑا جس کے نتیجہ میں دشمن کے بیس آدمی قتل ہو گئے۔ آخر وہ لوگ شکست کھا کر بھاگے اور جس کا جدھر منہ اٹھا وہ ادھر ہی کو فرار ہو گیا۔ حضرت مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو دشمن کا تعاقب کرنے سے روک دیا۔ اس کے بعد پھر ان لوگوں سے سامنا ہوا تو انہوں نے دوبارہ ان کو اسلام کی دعوت دی جس پر ان کے سرداروں میں سے کچھ لوگوں نے فوراً ہی اسلام قبول کیا اور کہنے لگے:

''ہم اپنی قوم کے ان لوگوں کے بھی نمائندے ہیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔ یہ ہماری طرف سے صدقات کا مال ہے اس میں سے اللہ تبارک تعالیٰ کا حق نکال لیجئے۔!''

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمام مالِ غنیمت جمع کیا اور اس کے پانچ حصے کیے ان میں سے ایک

Marfat.com

پانچواں حصہ انہوں نے اللہ تبارک تعالیٰ کے نام کا متعین کیا اور علیحدہ کر دیا اور باقی چار عدد پانچویں حصے اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیئے۔ (طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 169)

چند غیر معروف مہمات

تمام سرایا یا فوجی مہمات جن کے بارے میں تھوڑی بہت تفصیل مل سکی وہ بیان کر دیئے گئے ہیں۔ کیونکہ اس کے ساتھ ہی سرایا یا فوجی مہمات کا ذکر ختم ہو رہا ہے اس لئے اب چند الفاظ ان غیر معروف سرایا یا مہمات کے بارے میں ایک رسمی ساذکر پیش خدمت ہے جن پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھیجا تو گیا لیکن مورخین نے' اہل سیر نے ان کی اس طرح سے تفصیلات محفوظ نہیں کیں جس طرح سے ان سرایا و مہمات کی کیں جنہیں سلسلہ وار ماہ وسال کی ترتیب سے بیان کر دیا گیا ہے۔

کچھ سرایہ یا مہمات کے بارے میں خاطر خواہ معلومات نہ ملنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انہیں جان بوجھ کر قابل غور نہیں سمجھا گیا اور ایسا صرف تاریخ اسلام میں ہی نہیں ہوا ہے بلکہ اقوام عالم کی تاریخ میں بھی بعض واقعات کا ذکر تفصیل سے ملتا ہے حتیٰ کہ جزائیات تک قاری کے علم میں آ جاتی ہیں لیکن بعض انتہائی اہم واقعات کی کڑیاں بھی مربوط نہیں ملتیں اور تاریخ انہیں جزوی طور پر بیان کرنے کے بعد خاموش ہو جاتی ہے۔ پیغمبر اوّل وآخر واعظم' حضورِ انور' نبی کریم' رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں ایسے چند ایک سرایا کا ذکر ملتا ہے جن کی نہ تفصیلات درج ہیں اور نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان مہمات کے کیا نتائج برآمد ہوئے۔ وہ سرایا' مہمات حسب ذیل ہیں۔

1- غزوۂ بدر برپا ہونے سے قبل حضرت سعید رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ پر مشتمل ایک مہم روانہ کی گئی۔

2- غزوۂ احد سے قبل حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ ایک حفاظتی دستہ لے کر نکلے۔

3- دشمن کی نقل وحرکت پر نظر رکھنے کے لئے غزوۂ احزاب سے قبل دو نگران گشتی ٹیمیں روانہ کی گئیں۔

4- حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی دوسری مہم جو بنو فزارہ اور بنو غطفان کی طرف روانہ کی گئی تھی جس نے فدک پر قبضہ کر لیا تھا۔

5- حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک مہم ماہِ محرم سن 7 ہجری میں روانہ کی گئی۔

6- جمادی الثانی سن 7 ہجری میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں ایک فوجی مہم شمالی علاقوں کی طرف روانہ کی گئی لیکن کامیابی نہ مل سکی۔

7- شمالی علاقوں کی طرف مذکورہ مہم کی ناکامی کے بعد ایک دستہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں روانہ کیا گیا۔

8- رمضان المبارک سن 7 ہجری میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی کمان میں ایک دستہ جہینہ کے علاقے میں فتنہ وفساد وشورش ختم کرنے کے لئے روانہ کیا گیا۔

Marfat.com

9- حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کو دوبارہ فدک کی جانب ایک دستے کے ساتھ روانہ کیا گیا تا کہ بنوغطفان اور بنوفزارہ کی اصلاح کے لئے بھی عملی اقدامات کریں۔

10- سن 7ہجری میں، وادی عدم کے مسلمانوں کی حفاظت کے لئے حضرت ابن ابی حدرد رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک دستہ بھیجا گیا۔

11- حضرت ابن ابی حدرد رضی اللہ عنہ کو سن 7ہجری میں وادی الغابہ کی طرف روانہ کیا گیا۔

12- حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کو ذوقرد کے علاقے میں حضرت وقاص رضی اللہ عنہ کی شہادت کا بدلہ لینے کے لئے بھیجا گیا۔

13- حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو فتح مکہ سے قبل ایک دستہ دے کر بھیجا گیا۔

14- رمضان المبارک سن 8ہجری میں ہشام بن عامر کو یلملم (مکہ مکرمہ) کی طرف دوسو مجاہدین دے کر روانہ کیا گیا۔

15- محرم سن 9ہجری میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بنوخزاعہ کی طرف بھیجا گیا۔

16- حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ربیع الثانی سن 10ہجری میں بنی حارث کی جانب تبلیغ کے لئے گئے۔

17- شوال سن 10ہجری میں حضرت حرد بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے کے بعد قریبی قبائل کو دین حق کی دعوت دینے کے کام کا آغاز کیا اور مخالفت کرنے والوں کا محاصرہ کر لیا گیا۔

Marfat.com

اِیلاء

اِیلاء کے اصل موضوع کو چھیڑنے سے پہلے ایک گزارش۔

اللہ تبارک تعالیٰ خالق و مالکِ کائنات نے یہ وسیع و عظیم کائنات حضور پُرنور نبی کریم' رؤف و رحیم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے اعزاز میں بنائی ہے' سجائی ہے اور آپ ﷺ ہی اصل الموجودات ہیں۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ننانوے ناموں سے نوازا ہے اور یہ تمام کے تمام اسمائے مبارک صفات ربّ للعالمین سے لبریز ہیں۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ اللہ تبارک تعالیٰ کی اس کائنات عظیم کا حاصل ہیں۔ آپ ﷺ تمام صفات میں افضل و مکمل ترین ہیں۔

آپ ﷺ اللہ تبارک تعالیٰ کے افضل ترین' عظیم ترین' بندہ و رسول ہیں۔ آپ ہی اوّل آپ ہی آخر اور آپ ہی اعظم ہیں۔ تمام صفات میں اللہ تبارک تعالیٰ کے نزدیک ترین' قریب ترین ہستی جو اس کائنات میں پیدا کی گئی وہ آپ حضور پُرنور نبی کریم حضرت محمد رسول ﷺ ہی ہیں۔ یہ ایک سادہ سی بات ہے' سادہ سی منطق ہے کہ اس عظیم ترین شاہکار ربّ للعالمین سے جس کو جتنی زیادہ نسبی' ساتھ کی' تعلیم و تربیت' اخلاقی' روحانی' اتباعی وجاہت و حب کی نسبت ہو گی وہ اسی تناسب سے عظیم ہوں گے' عزت و احترام والے ہوں گے' اعلیٰ ظرف' اعلیٰ سمجھ حوصلہ ہمت و صبر والے ہوں گے۔

اس کی ایک سادہ سی مگر دور کی مثال آپ کی میری اور ہم سب مسلمانوں کی ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے اس امت کو قرآن حکیم میں بہترین امت قرار دیا ہے اور وہ اس لیے کہ ہمیں پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' سیّد المرسلین' خاتم النبیین ﷺ سے نسبت ہے ہم آپ ﷺ کی امت ہیں۔

اگر ہم اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں تو یقیناً ہم اپنے آپ کو اس اعزاز کا مستحق نہیں پائیں گے لیکن پھر بھی آپ ﷺ کے امتی ہونے کی نسبت سے ہم بہترین امت ہیں بہترین امت کے افراد ہیں۔

اور یہ سب کچھ لکھ دینے سے میرا مقصد صرف یہ بتانا ہے' یہ یاد کرانا ہے' یہ گزارش ہے کہ ہمیں ان تمام متبرک و مقدس ہستیوں کے بارے میں جن کو آپ حضور پُرنور نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے بہت قریبی

Marfat.com

نسبت ہے (آل رسول وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم) ان کے بارے میں اظہار خیال کرنے میں، لکھنے میں، کہنے میں، بہت بہت زیادہ احتیاط برتیں اور کوئی لفظ، خیال ورائے اس طرح کی پیش نہ کریں جوان کے شایان شان نہ ہو۔ ان کی عظمتوں، رفعتوں، شانوں عزت واحترام عقیدت ومحبت کو کم نہ کریں اور اس احتیاط پر عمل پیرا ہونا بھی یعنی کہ ان متبرک ومقدس ہستیوں کے عزت واحترام، عظمت وحرمت کو ہمیشہ اور ہر حال میں ملحوظ خاطر رکھنا بھی ایک بہت بڑی نیکی ہے اور فلاح دارین کے لئے سعادت عظیم ہے۔

ایلا کا مختصر بیان

اسی سال سن 9 ہجری میں پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم، ہادیٔ انس وجاں، رہبرِ کائنات، رسولِ بحروبر، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایلاء کیا یعنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی کسی بات سے ناراض ہو کر قسم کھالی کہ میں، ایک مہینے تک اپنی بیویوں سے کوئی تعلق نہیں رکھوں گا۔ انہی دنوں گھوڑے سے پھسلنے کی وجہ سے پاؤں مبارک میں موچ آ گئی تھی اس لیے مسجد کو آنا جانا بھی ممکن نہ رہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بالا خانے میں قیام پذیر ہو گئے۔

اس گوشہ نشینی (خلوت نشینی) کی وجہ سے مدینہ میں یہ افواہ پھیل گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ بعد میں یہ افواہ غلط ثابت ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم انتیسویں دن بالا خانے سے اتر کر گھر تشریف لے گئے۔ اہلِ خانہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں غیر متوقع طور پر سامنے دیکھ کر حیران رہ گئے اور عرض کی ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے تو ایک مہینے تک ترکِ تعلق کی قسم کھائی تھی!'' یعنی ابھی مہینہ تو پورا نہیں ہوا ہے، بلکہ ایک دن باقی ہے۔ حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مہینہ انتیس دن کا بھی تو ہوتا ہے۔''

یہ تو ہے ایلاء کا تعریفی یا تعارفی مختصر بیان۔ اس کے بعد اس کو قرآن وسنت کی روشنی میں تفصیل سے بیان کیا جائے گا لیکن اب پہلے اس واقعہ کے زمانۂ وقوع کے بارے میں۔

زمانۂ وقوع

یہ واقعہ سن 9 ہجری کا ہے۔ واقعہ ایلاء کا زمانۂ وقوع یقیناً ماہِ رجب سن 9 ہجری سے کم از کم دو تین ماہ پہلے کا ہے کیونکہ ماہِ جمادی الثانی سن 9 ہجری میں تو حضور پُرنور نبی کریم، رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کی تیاریوں کا اعلان فرما دیا تھا اور یہ اسی وقت ممکن تھا جب حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایلاء سے فارغ ہو چکے تھے۔ اس ضمن میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے منسوب صرف ایک روایت کا ذکر کروں گا اور اس روایت سے یہ امر ثابت ہو جائے گا کہ واقعہ ایلا غزوہ تبوک سے پہلے کا ہے۔ اچھی طرح اور خوبصورتی سے سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ متعلقہ روایت کے بیان کرنے سے پہلے کچھ پس منظر پیش کر دیا جائے۔

فتح مکہ کے بعد رومی حکمرانوں نے یہ جان لیا تھا اور یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ مسلمانوں کی قوت ایک عظیم اور

Marfat.com

ناقابل شکست خطرہ بن رہی ہے اور اس کو جلد سے جلد کچل دینا ضروری ہے۔ ان حقائق و فیصلوں کے پیشِ نظر قیصر روم نے رومی باشندوں اور اپنے ماتحت عربوں یعنی آل غسان وغیرہ پر مشتمل فوج کی فراہمی شروع کر دی اور ایک خونریز اور فیصلہ کن معرکے کی تیاریوں میں لگ گیا۔

ادھر مدینہ منورہ میں پے در پے خبریں پہنچ رہی تھیں کہ رومی مسلمانوں کے خلاف ایک فیصلہ کن جنگ کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ اس وجہ سے مسلمانوں کو ہر وقت کھٹکا لگا رہتا تھا اور ان کے کان کسی بھی غیر مانوس آواز کو سن کر فوراً کھڑے ہو جاتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ رومی برائے جنگ مدینہ کے قریب آپہنچے ہیں۔

اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ اسی سال سن 9 ہجری میں حضورِ انور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے کسی سبب ناراض ہو کر ایک ماہ کے لئے ایلا (عارضی قطع تعلق) کر لیا تھا اور وہیں ایک بالا خانہ میں علیحدہ ہو گئے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ابتداء میں حقیقت حال معلوم نہ ہو سکی تھی انہوں نے سمجھا کہ حضور پُر نور ﷺ نے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو طلاق دے دی ہے اور اس کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں شدید رنج و غم پھیل گیا تھا۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میرا ایک انصاری ساتھی تھا۔ جب میں کسی وجہ سے خدمتِ حضور پُر نور ﷺ میں موجود نہ رہتا تو وہ انصاری میرے پاس خبر لاتا اور جب وہ موجود نہ ہوتا تو میں اس کے پاس خبر لے جاتا۔ ہم دونوں مسجد نبوی سے دور عوالی مدینہ میں رہتے تھے۔ ایک دوسرے کے پڑوسی تھے اور کم از کم باری باری خدمت نبوی ﷺ میں ضرور حاضر ہوتے تھے۔

اس زمانے میں یا ان دنوں ہمیں شاہ غسان کا خطرہ لگا ہوا تھا۔ ہمیں یہ اطلاعات برابر مل رہی تھیں کہ وہ مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہتا ہے اور اس کے حملہ کے ڈر سے ہمارے سینے بھرے ہوئے تھے۔ ایک روز اچانک میرا انصاری ساتھی دروازہ پیٹنے لگا اور کہنے لگا کھولو کھولو۔ میں نے کہا کیا غسانی آ گئے؟ اس نے کہا کہ نہیں بلکہ اس سے بھی بڑی بات ہو گئی ہے۔ حضورِ انور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ اپنی بیویوں سے علیحدہ ہو گئے ہیں۔

(صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 730)

اس روایت سے یہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ ایلاء کا زمانہ وقوع غزوہ تبوک سے پہلے کا ہے۔

اب ایلاء کا قرآن و سنت کی روشنی میں تفصیلی ذکر پیشِ خدمت ہے کیونکہ ایلاء کا ذکر قرآن حکیم کی سورہ تحریم کی ابتدائی آیات میں موجود ہے اس لیے اب سورہ تحریم کی متعلقہ آیات کا ترجمہ حاضر ہے۔ اس کو اچھی طرح سے پڑھ لیں کیونکہ آگے تحقیق و تفسیر یا تفصیلی بیان کا ان آیات کے ساتھ گہرا تعلق ہے بلکہ وہ تفصیلی ذکر دراصل ان آیات کریمہ کی تفسیر ہی ہوگا۔

سورہ تحریم کی مذکورہ پہلی پانچ آیاتِ مبارک میں خالق و مالک کائنات' اللہ رب العالمین کا ارشاد پاک

Marfat.com

حسب ذیل ہے:

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ○ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ ○ اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ج وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَیْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِیْرٌ ○ عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَیِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ○

1- اے نبی! تم کیوں اپنے لیے ممنوع قرار دیتے ہو اس چیز کو جو اللہ تبارک تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کی ہے؟ تم تو اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہو اور اللہ تبارک تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

2- اللہ تبارک تعالیٰ نے تمہارے لیے قسمیں کھولنے کا طریقہ مقرر کر دیا ہے اور اللہ تبارک تعالیٰ تمہارا مولیٰ ہے علم والا اور حکمت والا ہے۔

3- اور جب نبی نے اپنی کسی بیوی کو ایک راز کی بات کہی۔ پھر جب اس بیوی نے وہ بات کسی اور کو بتلا دی اور اللہ تبارک تعالیٰ نے نبی کو اس چیز سے آگاہ کر دیا تو نبی نے اس بیوی کو اس بات کا کچھ حصہ بتلایا اور کچھ سے صرفِ نظر کر لیا۔ پھر جب نبی نے بیوی کو بات کے افشاء سے آگاہ کیا تو وہ بولی'' آپ کو یہ بات کس نے بتائی ہے؟'' نبی نے کہا مجھے مطلع کیا ہے علم والے اور خبر رکھنے والے نے۔

4- اگر تم دونوں اللہ تبارک تعالیٰ کی طرف رجوع کرو تو تمہارے دل اس پر مائل ہو چکے ہیں اور اگر تم دونوں نے نبی کی مرضی کے خلاف اتحاد کیے رکھا تو اللہ تبارک تعالیٰ جبریل اور نیک مومن اس کے مددگار ہیں اس کے علاوہ تمام فرشتے بھی اس کے معاون ہیں۔

5- اگر نبی نے تم سب کو طلاق دے دی تو ہوسکتا ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ اس کو تمہارے بدلے تم سے بہتر بیویاں عنایت فرما دے۔ اطاعت والیاں' ایمان والیاں' ادب والیاں' توبہ والیاں' عبادت والیاں روزے رکھنے والیاں' بیاہیاں اور کنواریاں۔ (سورہ تحریم آیات 1 تا 5)

قرآن حکیم کی آیات مبارک کی تفسیر احادیث و روایات کی مدد سے کی جاتی ہے۔ جن دو روایات کی بنیاد اکثر شارحین و مفسرین نے ان آیات کریمہ کی تفسیر کی ہے ان روایات کی وجہ سے اکثر مفسرین و مترجمین نے پہلی آیت کے الفاظ ''تحرم'' اور ''تبتغی مرضات ازواجك'' سے یہ سمجھا ہے کہ حضورِ انور نبی کریم رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو خوش کرنے کے لئے کسی حلال چیز کو اپنے لیے حرام کر لیا تھا۔ ''تحرم'' کا ترجمہ ''حر

Marfat.com

کرلیا'' کیا ہے اور انہی الفاظ میں غیر معیاری اور غیر حقیقی تفسیر کی ہے۔ انہوں نے ان روایات کو بالکل صحیح و مصدقہ مان لیا اور اس وجہ سے وہ ان آیات مبارک کی صحیح تفسیر نہ کر سکے اور واقعہ کی صحیح صورت بھی قارئین کرام کو پیش نہ کر سکے۔ اور سیرت نبوی کے صاف وشفاف چشمہ کو بھی گدلا کر دیا۔

مذکورہ روایات کی بنیاد پر کی گئی تفسیر میں کچھ مفسرین نے ایک غیر معیاری کہانی لکھی ہے اور اس کی بنا پر کہا ہے کہ پیغمبر اوّل و آخر واعظم' حضور پُرنور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے شہد حرام کرلیا تھا۔

کچھ اور مفسرین نے ایک اور دوسری تفسیر میں اس سے بھی زیادہ غیر معیاری کہانی لکھی ہے اور اس کی بنا پر یہ کہا ہے کہ حضور پُرنور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے ام المومنین حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے لیے حرام کرلیا تھا۔ میں اس سے زیادہ ان تفسیروں کی تفصیل میں نہیں جاؤں گا کیونکہ یہ دونوں روایات میرے خیال میں صحیح نہیں ہیں اور اپنے الفاظ وخیالات کے لحاظ سے بھی قرآن وسنت سے متصادم ہیں۔

ہاں اب میں ان دونوں مذکورہ روایات کو من وعن لکھوں گا تاکہ قارئین کرام بھی انہیں پڑھ لیں ان کے معیار و تضاد کو دیکھ لیں تاکہ میں جب ان روایات کے رد کے بارے میں لکھوں تو انہیں یہ برا نہ لگے بلکہ وہ میرے ہمنوا ہوں کہ وہ روایت جو قرآن وسنت سے متصادم ہوں انہیں رد کر دینا ہی امت مسلمہ کے حق میں ہے۔ اور اسی میں فلاح دارین ہے۔

ان غیر معیاری تفسیروں کی بنیاد ان دو روایتوں پر ہے جو بخاری و مسلم کے علاوہ حدیث کی دیگر کتابوں میں بھی موجود ہیں۔ ایک روایت مختصر ہے اور دوسری مفصل۔

دونوں کا ترجمہ پیشِ خدمت ہے۔

پہلی روایت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس ٹھہرا کرتے تھے اور وہاں شہد پیا کرتے تھے! تو میں نے اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اتفاق کیا کہ رسول اللہ ﷺ وہاں سے اٹھ کر جب ہمارے پاس آئیں گے تو ہم میں سے ہر ایک ان سے یہ کہے گی کہ آپ ﷺ سے مغافیر کی بو آتی ہے کیا آپ نے مغافیر کھائے ہیں؟ چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ ان میں سے ایک کے پاس آئے تو اس نے یہی بات ان سے کہی۔

رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ میں نے مغافیر تو نہیں کھائے؛ البتہ زینب کے ہاں شہد پیا ہے اور آئندہ میں کبھی شہد نہیں پیوں گا۔ تو یہ آیتیں سورہ تحریم کی آیات 1 تا 4 نازل ہوئیں۔ یایھا النبی لم تحرم تا ان تتوبا۔ (اگر تم دونوں اللہ کی طرف رجوع کرو) ''دونوں'' سے مراد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

Marfat.com

دوسری روایت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ شہد اور میٹھی چیز پسند کرتے تھے اور آپ ﷺ کا معمول تھا کہ نمازِ عصر کے بعد اپنی بیویوں کے پاس جایا کرتے تھے۔ اور ان میں سے کسی ایک کے قریب ہوا کرتے تھے۔ ایک دن آپ ﷺ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور عام دنوں کی نسبت وہاں زیادہ ٹھہرے۔ اس پر مجھے غیرت آئی اور میں اس کا سبب معلوم کرنے کے لئے پوچھ گچھ کرنے لگی۔ مجھے بتایا گیا کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے قبیلے کی ایک عورت نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے لئے شہد کی ایک چرمی تھیلی بھیجی ہے اور اس نے رسول اللہ ﷺ کو شہد کا شربت پلایا ہے۔ میں نے کہا ''اللہ کی قسم! ہم اس کے لئے کوئی حیلہ سازی کریں گی۔''

چنانچہ میں نے حضرت سودہ بنتِ زمعہ رضی اللہ عنہا سے کہا ''ابھی رسول اللہ ﷺ تمہارے پاس آئیں گے، جب وہ تمہارے نزدیک ہوں، تو پوچھنا ''کیا آپ ﷺ نے مغافیر کھائے ہیں؟'' وہ کہیں گے ''نہیں'' تم کہنا ''پھر آپ ﷺ سے یہ بو کیسے آرہی ہے؟'' وہ کہیں گے ''میں نے حفصہ کے پاس شہد پیا ہے۔'' تم کہنا ''ہوسکتا ہے کہ شہد کی مکھیوں نے عرفط کا رس چوسا ہو۔'' پھر جب رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئیں گے تو میں بھی یہی کہوں گی اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا! تم بھی اسی طرح کہنا۔

بعد میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے مجھے بتایا کہ اس سے تھوڑی ہی دیر بعد رسول اللہ ﷺ میرے دروازے پر آکھڑے ہوئے اور میں نے تمہارے ڈر سے وہی کچھ کہا جو تم نے مجھے بتایا تھا۔ چنانچہ جب آپ ﷺ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے قریب ہوئے تو اس نے کہا ''کیا آپ ﷺ نے مغافیر کھائے ہیں؟ آپ ﷺ نے کہا ''نہیں'' اس نے کہا ''پھر آپ سے یہ بو کیسے آرہی ہے؟ آپ ﷺ نے کہا ''حفصہ نے مجھے شہد کا شربت پلایا ہے۔'' حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے کہا ''ہوسکتا ہے کہ شہد کی مکھیوں نے عرفط کا رس چوسا ہو!'' اس کے بعد رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے، تو میں نے بھی یہی کہا۔ پھر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو اس نے بھی یہی باتیں کیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جب دوسرے دن رسول اللہ ﷺ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور اس نے پوچھا کہ کیا میں آپ ﷺ کو شہد کا شربت پلاؤں؟ تو آپ ﷺ نے جواب دیا۔ ''کوئی ضرورت نہیں ہے مجھے اس کی۔'' اس پر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے کہا ''ہم نے رسول اللہ ﷺ کو (ان کی پسندیدہ چیز سے) محروم کر دیا ہے۔'' میں نے کہا، ''چپ کر!''

ان دونوں روایتوں کا حوالہ صحیح بخاری میں درج ذیل ہے۔ (صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 792، 793)

میں ان دونوں مذکورہ بالا روایات کا ذکر نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ میرے خیال میں یہ اس قابل ہی نہیں ہیں کہ ان کا ذکر کیا جائے۔ آلِ رسول ﷺ کے ساتھ کیسی کیسی لغو باتیں منسوب کر دی گئی ہیں اور یہ خیال نہیں رکھا گیا ہے کہ ایسی گھٹیا باتیں، انداز و خیالات تو عام مسلمانوں میں بھی ان مقدس و متبرک ہستیوں کے اس جہان

Marfat.com

سے چلے جانے کے کئی صدیوں بعد تک نہیں تھے۔ ایسی گھٹیا باتیں، انداز خیالات و سوچ تو آج ساڑھے چودہ سو سال گزر جانے کے بعد کہیں کہیں مسلمانوں میں نظر آنے لگی ہیں۔

خدا کی پناہ، توبہ واستغفار یہ گروہ بندیاں اور پارٹی بازیاں! یہ باہمی نفرتیں اور افتراپردازیاں! یہ سازشیں اور بہتان طرازیاں! یہ کذب بیاناں اور حیلہ سازیاں!

اللہ تیری پناہ پیغمبر اوّل و آخر واعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف ورحیم، حبیب ربّ اللعالمین، خاتم النبیین، سیدالمرسلین، فخر اولادِ آدم، حاصل کائنات، اصل الموجودات ﷺ کے مقدس و متبرک، معطر و منور پاکیزہ و مطہر گھرانے سے کیا کیا منسوب کر دیا گیا ہے۔

ایک زمانے میں روایت سازی کا کاروبار اس قدر پھیل چکا تھا کہ ایک روایت گھڑنے والے کہ یہ پتہ نہیں ہوتا تھا کہ دوسرے نے اس موضوع پر کس طرح کی روایت تیار کی ہے۔ مندرجہ بالا دو روایتیں بھی اسی دور کی ساختہ معلوم ہوتی ہیں کیونکہ ایک ہی واقعہ سے متعلق ہونے کے باوجود ان میں درج ذیل تضادات پائے جاتے ہیں:-

1- پہلی روایت میں شہد پلانے والی حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہیں اور دوسری میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا۔

2- پہلی روایت میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حیلہ سازی میں شریک ہیں، جب کہ دوسری روایت میں ان کے خلاف حیلہ جوئی کی گئی۔

3- پہلی روایت میں جھوٹا پراپیگنڈہ کرنے والیاں دو ہیں، یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور دوسری میں تین۔ یعنی حضرت عائشہ، حضرت سودہ اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا (معاذ اللہ)

4- پہلی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس ٹھہرا کرتے تھے کان یمکث عند زینب ۔ یعنی یہ آپ کا معمول تھا، یا کم از کم کئی دن سے ایسا ہو رہا تھا۔

جب کہ دوسری روایت کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے پہلے ہی دن آپ ﷺ کو شہد سے متنفر کر دیا تھا۔

5- پہلی روایت میں ہے کہ ابھی ایک ہی بیوی نے آپ سے کہا تھا کہ آپ سے مغافیر کی بو آ رہی ہے تو آپ نے شہد حرام کر لیا تھا۔ جب کہ دوسری روایت میں ہے تین بیویوں نے یکے بعد دیگرے آپ سے یہ بات کہی تھی۔

6- پہلی روایت کے مطابق ان تتوبا (اگر تم دونوں توبہ کر لو) کی مخاطب حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ جب کہ دوسری روایت اس سے ساکت ہے، کیونکہ اس میں تین بیویوں کا ذکر ہے۔ اور ان کو تتوبا سے خطاب نہیں کیا جا سکتا کیونکہ "تتوبا" تثنیہ (2) کا صیغہ ہے۔

Marfat.com

یہ تو حال ہے اس کتاب کی روایتوں کا' جو کتاب اللہ کے بعد سب سے صحیح مانی جاتی ہے۔ یعنی صحیح بخاری' جو کتابیں اس سے کمتر درجے کی صحیح ہیں ان کی تو بات ہی نہ پوچھئے۔ چنانچہ طبرانی اور ابنِ ابی حاتم وغیرہ نے سندِ صحیح روایت کی ہے کہ شہد پلانے والی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا تھیں جب کہ ابنِ جریر طبری اور ابنِ سعد کی روایت کے مطابق شہد پلانے والی حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ (درمنثور جلد 6 صفحہ 239)

یہ تو پوری قطعیت سے نہیں کہا جا سکتا کہ اس افسانہ تراشی میں کن کن راویوں نے حصہ لیا ہے؛ لیکن اتنا واضح ہے کہ اس کا مقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو ایک دوسرے کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف دکھانا اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس میں مرکزی کردار دینا ہے۔ اور یہ روایت گھڑنے والوں کے مذموم عزائم کا پتہ دیتی ہیں اور یہ اس بات کا بھی ثبوت ہیں کہ یہ روایات ایک خاص مقصد کو سامنے رکھ کر گھڑی گئی ہیں۔

اس معاملہ میں یہ کتنی عجیب اور ناقابل فہم بات ہے کہ راوی حضرات کا اس میں تو شدید اختلاف ہے' کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد پیا کس کے پاس تھا' کبھی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نام لیتے ہیں' کبھی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا' کبھی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا' اور کبھی حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کا لیکن اس پر سب متفق ہیں' کہ اس حیلہ سازی کی اصل بانی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ چنانچہ جہاں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو شہد پلانے والی بتاتے ہیں' وہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مل کر حیلہ جوئی کرتا دکھا دیتے ہیں اور جہاں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس شہد پینے کا ذکر کرتے ہیں' وہاں نہ صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے اشتراک سے منصوبہ بناتا دکھاتے ہیں بلکہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی کہلوا دیتے ہیں کہ میں نے تمہارے ڈر سے وہی کچھ کہا' جو تم نے مجھے بتایا تھا۔

گویا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہمسر زوجہ رسول نہ تھیں' بلکہ ان کی کوئی کنیز تھیں یا چھوٹی سی بچی' جو ڈر کے مارے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہمنوائی پر مجبور تھیں!

خرافات سے نمٹنے کے لئے حدیث مبارک

ایسی احادیث یا روایت جو غیر معیاری ہوں۔ قرآن وسنت سے متصادم ہوں مومنین کی دل آزاری کا باعث بنتی ہوں ان کو یکسر رد کر دینے کے لئے ہمیں قطعاً یہ ضرورت نہیں ہے کہ ہم پہلے ان کے راویوں کے بارے میں تحقیق کریں اور ان کو متعصب یا غیر ذمہ دار ثابت کریں یا ان کے لئے مستشرقین کو ذمہ دار ٹھہرائیں اور پھر انہیں رد کریں۔

حدیث مبارک ہے کہ پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے بعد لوگ گھڑ گھڑ کر احادیث سنایا کریں گے۔ یعنی ایسی باتیں مجھ سے منسوب کر دیا کریں گے جو میں نے نہیں

Marfat.com

کہیں' میں نے نہیں کہیں۔ تم ایسی احادیث کو قرآن وسنت پر پرکھو اور اگر اسے (اس کے مفہوم' الفاظ' انداز' خیال' طرزِ تکلم) قرآن وسنت کے متصادم پاؤ تو اسے رد کر دو اور جان لو کہ وہ میں نے نہیں کہی بلکہ مجھ سے منسوب کر دی گئی ہے۔

سورہ نساء کی آیت 59 میں اللہ تبارک تعالیٰ کا فرمان پاک ہے:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ۝

ترجمہ: ''پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو تم اسے اللہ (قرآن) اور رسول (سنت' اسوۂ حسنہ) پر پیش کرو' اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو اور اس کا انجام سب اچھا ہے۔''

اس آیتِ مبارکہ میں صاف فرما دیا گیا ہے کہ اگر تم میں کسی نکتہ' بات' چیز پر اختلاف ہو تو اس معاملہ کو قرآن وسنت پر پرکھو' جانچو۔ جو قرآن وسنت کے مطابق نہ ہو اسے رڈ کر دو اور جو قرآن وسنت کے مطابق ہو اُسے اختیار کرو اور انجام کار یہی سب سے بہتر ہے۔

مانا کہ روایات احادیث کے برابر نہیں لیکن یہ روایات بھی تو پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ کے پاکیزہ متبرک ومقدس گھرانے آل رسول صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق ہیں جن کے بارے آپ ﷺ کے صفات جمیدہ شفقت ومحبت سے لبریز جامع فرمان مبارک موجود ہیں۔ اسوۂ حسنہ قرآن حکیم کی عملی شکل ہے اور آل رسول صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتباعِ اسوہ حسنہ بھی انتہا کا معیاری اور لاجواب ومثالی ہے بلکہ ان کا اتباعِ اسوۂ حسنہ کا خوبصورت عکس ہے۔ ان کے بارے میں گرے ہوئے الفاظ' انداز وخیالات پیش کرنا یا گھٹیا باتیں کرنا بھی اُسوۂ حسنہ کی صاف شفاف متبرک ومقدس تختی کو گرد آلود کرنا ہی ہے۔

بہرحال یہ دونوں روایتیں اس قابل نہیں ہیں کہ ان کو بنیاد بنا کر آیاتِ قرآنیہ کی تفسیر کی جائے اور پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم' تاجدارِ کائنات' سرکارِ دوعالم حضور پُرنور ﷺ کے بارے میں یہ گمان کیا جائے کہ انہوں نے محض اپنی بیویوں کو خوش کرنے کے لئے شہد جیسی اعلیٰ نعمت اپنے لیے حرام کر لی تھی۔ حالانکہ قرآن کریم نے شہد کو باعثِ شفا قرار دیا ہے۔ فیہ شفاءٌ للناس۔

دوسرے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو گھڑ جوڑ کر کے جھوٹ گھڑنے والیاں مانا جائے۔ حالانکہ ان پاک بیبیوں کی طہارت پر ''یطھر کم تطھیرا'' اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہرنا پاکی دور فرما دے (سورہ احزاب آیت 33) نص قطعی ہے۔ اور ان کا مقام اتنا بلند ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ فرماتا ہے ''یٰنساءَ النبی لستن کاحد من النساء......'' اے نبی ﷺ کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ (سورہ احزاب آیت 32)

Marfat.com

کیا ایسی پاکباز اور عالی مرتبہ خواتین کے بارے میں یہ تصور بھی کیا جا سکتا ہے کہ ان سے ایسی گھٹیاں حرکتیں سرزد ہوئی ہوں گی جن کا تذکرہ مندرجہ بالا ذو متعارض و متناقض روایات میں کیا گیا ہے۔ ہرگز نہیں قطعاً نہیں، کسی صورت نہیں۔

خلاصہ اس تمام تحقیق کا یہ ہے کہ شہد یا ام المؤمنین حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو حرام کر لینے کے سلسلے میں وارد ہونے والی تمام روایات جعلی خود ساختہ اور امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن پر بہتان ہیں۔ حضور پُر نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کبھی شہد کو اپنے لیے حرام کیا تھا، نہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو۔ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، ہادیٔ انس و جاں، رہبرِ کائنات حضورِ انور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو لوگوں کے لئے پاک اور طیب چیزوں کو حلال کرنے والے ہیں۔ "یحل لهم الطیبات" پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اپنے لیے پاک اور طیبہ چیزوں کو حرام کر لیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر سورۂ تحریم کی آیات کا کیا مفہوم ہے؟ تو اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ تمام اُلجھنوں کی جڑ شہد اور حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا والی روایات ہیں۔ اگر ان سے صرف نظر کر لیا جاتا، تو حقیقت تک رسائی مشکل نہ تھی۔ لیکن ایسا کرنا، صرف نظر کر لینا، ان روایات کو یکسر نظر انداز کر دینا اور حقیقت تک رسائی پا لینا بھی ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ یہ سعادت تو اللہ تبارک تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کو عطا فرماتا ہے۔

صحیح تفسیر

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، حضورِ انور، نبی کریم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایلاء کیا تھا۔ یعنی قسم کھائی تھی کہ میں ایک مہینے تک اپنی بیویوں سے کوئی تعلق نہیں رکھوں گا۔ اسی عارضی قطع تعلق کو قرآن کریم نے تحریم (تحرم) تعبیر کیا ہے، جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دودھ نہ پینے کے لئے سورہ قصص آیت 12 میں تحریم کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ "وحرمنا علیه المراضع" (اور حرام کر دیں ہم نے موسیٰ پر دودھ پلانے والیاں۔) یہاں "حرمنا" کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے دودھ پلانے والیوں کا دودھ شرعی طور پر حرام کر دیا تھا۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ ان کی والدہ کے آنے تک باقی عورتوں کا دودھ پینے سے ہم نے حضرت موسیٰ علیہ کو روک دیا تھا۔

سورہ قصص کی آیتِ مبارکہ 12 میں "حرمنا علیهٔ" کی مزید وضاحت کے لئے ضروری ہے کہ اس کی تفسیر بیان کر دی جائے اور الفاظ کے معنی موقع کی نسبت سے بیان کرنے کی اہمیت کے پیشِ نظر اگر یہاں اس کے بعد سورہ یوسف کی آیتِ مبارکہ 42 کا بھی ذکر کر دیا جائے تو وہ "موقع کے لحاظ سے الفاظ کے معنی" سمجھنے میں بہت مددگار ثابت ہوگا اور قارئین کرام کو یہ بات آسانی سے سمجھ آجائے گی کہ یہاں "تحرم" کا مطلب حرام کر لینا نہیں ہے بلکہ روک لینا ہے ممنوع کر لینا ہے۔

درج ذیل تفسیر ابنِ جریر طبری جلد صفحہ 103 سے ہے

Marfat.com

جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دریا سے نکالا تھا' تو فرعون کی بیوی نے خواہش ظاہر کی تھی کہ ہم اس بچے کو اپنا بیٹا بنالیں۔ فرعون نے یہ بات مان لی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلانے کے لئے دائیوں کو بلایا مگر ارادۂ الٰہی یہ تھا' مشیت ایزدی یہ تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی ماں کی گود میں پرورش پائیں۔ اس کے لئے اللہ تبارک تعالیٰ نے یہ تدبیر فرمائی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کسی عورت کا دودھ پینے پر آمادہ نہ ہوئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے یہ ماجرا دیکھا تو کہا کہ مجھے ایک ایسا گھرانہ معلوم ہے' جو پورے اخلاص سے اس بچے کی پرورش کرے گا۔ اگر اجازت ہو تو میں اس خاتون کو بلا لاؤں۔ فرعون نے اجازت دے دی اور وہ گھر سے اپنی والدہ کو لے آئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کا دودھ بخوشی پینے لگے تو فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پرورش کے لئے انہی کے حوالے کر دیا اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام دوبارہ اپنی ماں کے پاس لوٹ آئے۔

''الفاظ کے معنی موقع کی نسبت سے'' کی وضاحت کرنے کے لئے سورہ یوسف کی آیت 42 کا حوالہ دیا جا رہا ہے۔ جس میں اللہ تبارک تعالیٰ خالق و مالک کائنات ربّ اللعالمین کا ارشاد ہے

وَقَالَ لِلَّذِیْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ فَاَنْسٰهُ الشَّیْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِی السِّجْنِ بِضْعَ سِنِیْنَ ۝

ترجمہ: ''اور یوسف نے ان دونوں میں سے جسے بچتا سمجھا اس سے کہا اپنے ربّ (بادشاہ) کے پاس میرا ذکر کرنا' تو شیطان نے اسے بھلا دیا کہ اپنے ربّ (بادشاہ) کے سامنے یوسف کا ذکر کرے' تو یوسف کئی سال اور جیل خانہ میں رہا۔''

قارئین کرام اس میں وضاحت کی ضرورت تو نہیں ہے لیکن اب ہم اگر یہاں بھی لفظی ترجمے پر اڑ جائیں (بادشاہ' حاکم کو ربّ کہیں' رب مانیں) تو پھر آپ ہی سوچئے کہ اللہ تبارک تعالیٰ کی وحدانیت' نظام کائنات اور لوح محفوظ کا کیا مقام ہوگا۔ سارا نظام ہی درہم برہم ہو جائے گا۔ یہ قیامت سے پہلے قیامت ہوگی اور ایسی اڑیل سوچ والوں کا انجام فوری نار جہنم ہوگا۔

ایلاء میں بھی یہی صورت تھی۔ یعنی پیغمبرِ اوّل و آخر واعظم' حضورِ انور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے اپنے آپ کو ایک مہینے تک بیویوں کے پاس جانے سے روک لیا تھا۔ اسی روک لینے کو' اسی امتناع کو' تحریم سے تعبیر کیا گیا۔ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ:

الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحرم فامر فی الایلاء بکفارۃ وقیل لہ فی التحریم '' لم تحرم''

رسول اللہ ﷺ نے ایلا کیا تھا' اور تحرم کی تھی' تو ایلاء کے بارے میں آپ ﷺ کو کفارے کے لئے کہا گیا و رتحریم کے سلسلے میں کہا گیا'' لم تحرم''

Marfat.com

عربی کی مشہور لغت ''لسان العرب'' میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فرمان 'الی رسول اللہ وحرم' کی تشریح اس طرح کی گئی ہے کہ ''حرم'' سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد وہی تحریم ہے' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایلاء کے ذریعے کی تھی۔ غرضیکہ حضور پُرنور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ شہد کو حرام کیا تھا' نہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو' صرف عارضی طور پر ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے قطع تعلق کی قسم کھائی تھی اور اسی کو تحریم سے تعبیر کیا گیا ہے۔

یہ قطع تعلقی اگرچہ عارضی تھی لیکن بہر حال ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی آزردگی کا سبب تھی۔ اور یہ چیز حضور پُرنور نبی کریم' رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمومی طرزِ عمل کے خلاف تھی۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اپنی بیویوں کو خوش رکھنے کے خواہاں رہتے تھے' اس لئے اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جانب متوجہ کرتے ہوئے فرمایا:

''اے نبی! جو چیز اللہ تبارک تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال کی ہے (یعنی ازواج کی قربت)

اس کو کیوں اپنے لئے ممنوع قرار دیتے ہو۔ یایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک ۔ (اس طرح تو تمہاری بیویاں آزردہ خاطر ہو جائیں گی۔ حالانکہ تم انہیں خوش رکھنا چاہتے ہو۔ تبتغی مرضات ازواجک اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ واللہ غفور رحیم

(اگر چاہو تو بیویوں کے ساتھ حسب سابق عمدہ تعلق قائم رکھو اور قسم کا کفارہ ادا کرو۔ کیونکہ اللہ تبارک تعالیٰ نے قسموں کے کھولنے کا طریقہ مقرر کر رکھا ہے (یعنی کفارہ کی ادائیگی) اور اللہ تم سب کا آقا ہے۔ اور وہ علم والا اور حکمت والا ہے۔ قد فرض اللہ لکم تحلۃ ایمانکم واللہ مولکم وھو العلیم الحکیم ۝

اس تفسیر کے لحاظ سے نہ تو اس آیت میں حضورِ انور نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی قسم کا عتاب ہے' نہ اس بات پر اظہارِ ناراضگی ہے کہ آپ اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہیں' بلکہ اس کے برعکس یہ بتایا جا رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اہلِ خانہ سے حسن سلوک اتنا مثالی ہے کہ آپ ان کی خوشنودی کے متلاشی رہتے ہیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں کہ انا خیرکم لاھلی' میں تم سب کی نسبت اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا ہوں۔

اس حسن سلوک پر آپ کی مدح کی جا رہی ہے' آپ کو سراہا جا رہا ہے۔ اور ایلاء کی وجہ سے تعلقات میں جو عارضی انقطاع آ گیا تھا' عارضی رکاوٹ آ گئی تھی۔ اس کو ترک کر کے دوبارہ اسی حسن معاشرت کی طرف لوٹ جانے کی ترغیب دی جا رہی ہے جو ہمیشہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا۔

اب رہی یہ بات کہ حضور پُرنور نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایلاء کیوں کیا تھا؟

تو اس کا پس منظر یہ ہے کہ ہجرت کے بعد ابتدائی دنوں میں مہاجرین وانصار کی معاشی حالت خاصی کمزور تھی۔ مہاجرین کی اس لئے کہ وہ اپنا سب کچھ مکہ میں چھوڑ آئے تھے۔ اور انصار کی اس لئے کہ ان پر مہاجرین کی کفالت وضیافت کی ذمہ داریاں آ پڑی تھیں۔ مگر اللہ تبارک تعالیٰ کے فضل وکرم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت

Marfat.com

وبرکت کے صدقے رفتہ رفتہ حالات سدھرنے لگے اور فتوحات وغیرہ کی وجہ سے مہاجرین وانصار کسی حد تک خوشحال ہو گئے۔ پہلے کھجوروں اور ستوؤں پر گزارا تھا' اب بہت سے گھروں میں کھانے پکنے لگے۔ پہلے کسی کو ڈھنگ کے کپڑے میسر نہیں تھے' اب مدینہ کے مرد وزن نسبتاً اچھے لباسوں میں ملبوس نظر آنے لگے۔

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن بھی اسی معاشرے سے تعلق رکھتی تھیں۔ اس لئے جب تک سب لوگ تنگی ترشی سے گزارا کرتے رہے' ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن بھی روکھی سوکھی پر قانع رہیں' اور کسی قسم کا مطالبہ نہیں کیا مگر جب ارد گرد تمام گھروں میں آسودگی کے آثار نمایاں ہوئے اور مدینہ منورہ کی عورتیں اچھے اچھے کپڑے پہن کر ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس آنے جانے لگیں تو ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے دلوں میں بھی اچھا کھانے اور پہننے کی خواہش پیدا ہوئی (جو کہ ایک فطری بات تھی) اور انہوں نے حضور پُرنور نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ ہمیں پہلے سے زیادہ نفقہ اور خرچہ دیا جائے۔

اچھے رہن سہن کی خواہش کوئی معیوب بات نہ تھی' نہ ہی اپنے شوہر نامدار سے ضرورت کے مطابق خرچہ مانگنے میں کسی طرح کی کوئی قباحت تھی' مگر زہد وفقر کے جس بلند ترین مقام پر حضورِ انور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فائز تھے ہم اس زہد وفقر کے معیار کو بلندی کو عظمت کو اپنے تصور میں بھی نہیں لا سکتے۔ جن دنوں کا یہ واقعہ ہے ان دنوں مدینہ منورہ سے ہر اطراف ہزاروں کلومیٹر دور تک سلطنت اسلام' سلطنت مدینہ منورہ' سلطنت پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا پرچم لہرا رہا تھا۔ نزدیک و دور کے اکثر شاہ' حکمران' حاکم' بادشاہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر دست آ چکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیاوی لحاظ سے صحیح معنوں میں ہفت اقلیم (سات بادشاہتوں) کے بادشاہ تھے جس کی بادشاہت میں ہر شہری کے لئے ہر فرد کے لئے ضروریات زندگی کی ہر سہولت' آسودگی موجود تھی۔ لیکن تاجدارِ کائنات' سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر فرش پر یا بان کی ننگی چارپائی پر سوتے تھے اور پانی کھجور ستو یا جو کی خشک روٹی پر گزارہ ہوتا تھا اور یہ بھی کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھاتے بلکہ اللہ تبارک تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے اکثر روزے رکھے فاقے کئے اور اسی میں قابل فخر لذت پائی اور اسی کو قابل فخر گردانا۔

زہد وفقر کے اس عالم کے پیشِ نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بیویوں کا عام عورتوں کی طرح دنیاوی آسائشوں کی طرف راغب ہونا پسند نہ آیا' تاہم اس مطالبے میں پیش پیش چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وحضرت حفصہ رضی اللہ عنہا تھیں اور وہی باقی ازواج رضی اللہ عنہن کی ترجمان تھیں اس لئے پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم' عالمِ خفا وغیوب مخبر صادق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غالباً ان کی تسلیِ خاطر کے لئے ان کو یہ تکوینی راز بتا دیا کہ تم دونوں کے والد یکے بعد دیگرے میرے جانشین ہوں گے' مگر یہ بات دیگر ازواج رضی اللہ عنہن کو نہ بتانا۔

اس میں مزید آگے بڑھنے سے پہلے ایک خوش ظنی' خوش خیالی کہ میرے خیال میں حضورِ انور نبی کریم' رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ فاروقیہ رضی اللہ عنہا کو یہ خوشخبری سنائی ہو گی اور

Marfat.com

تاکید کی ہوگی کہ دیگر ازواج رضی اللہ عنہن سے ذکر نہ کرنا کیونکہ اس راز کو ایک پر ظاہر کرنے اور دوسری سے مخفی رکھنے کی بظاہر کوئی وجہ نظر نہیں آتی ہاں باقی کو بتانے میں یہ نقصان تھا کہ اس طرح ان کے دل میں احساس محرومی پیدا ہوتا' اوران کی دل شکنی ہوتی اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتانے سے منع کردیا ہوگا۔ واللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اللہ کا رسول ہی جانتے ہیں)

ہمارا تو یہ خیال ہی ہے اور اللہ تبارک تعالیٰ اور اللہ کے محبوب رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تکوینی راز بتادیا مگر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا یہ راز نہ رکھ سکیں اور بات آگے بڑھادی۔ اس افشائے راز سے اللہ تبارک تعالیٰ نے پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم' رہبرِ کائنات' سرکارِ دو عالم حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کردیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے باز پرس کی اور کہا کہ کیا میں نے تمہیں تاکید نہیں کی تھی کہ کسی اور کو نہ بتانا؟

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو حیرت تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پتہ چل گیا کہ میں یہ بات ظاہر کر بیٹھی ہوں۔ چنانچہ انہوں نے سوال کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو اس افشائے راز کے بارے میں کس نے بتایا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ **العلیم الخبیر** نے۔

سورہ تحریم آیت 3

علامہ سیّد محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

خلافت کے معاملے کو پوشیدہ رکھنے کا حکم کئی روایتوں میں آیا ہے۔ اس ئے بعد انہوں نے متعدد کتابوں کے حوالے سے مندرجہ ذیل روایت ذکر کی ہے۔

ابن عدی نے اور ابونعیم نے فضائل صدیق میں اور ابنِ مردویہ نے کئی سندوں سے تخرج (اخذ کی ہے' جمع کی ہے) کی ہے کہ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کتاب اللہ کی اس آیت سے ثابت ہے۔ (**واذاسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثاً**۔) اور جب نبی نے پوشیدہ طور پر اپنی کسی بیوی سے ایک بات کہی۔

(سورہ تحریم آیت 3)

حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا تھا کہ تمہارا والد اور عائشہ کا والد میرے بعد لوگوں کے والی اور حاکم ہوں گے مگر یہ بات کسی کو بتانا مت!

ضحاک اور میمون ابنِ مہران نے بھی اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے۔

ابونعیم نے فضائل صحابہ میں ضحاک سے روایت کی ہے کہ انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوشیدہ طور پر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو بتایا تھا کہ میرے بعد خلیفہ ابوبکر ہوں گے اور ان کے بعد عمر۔

Marfat.com

یہی تفسیر ابنِ ابی حاتم نے میمون ابنِ مہران سے بھی نقل کی ہے۔(تفسیر روح المعانی جلد 22 صفحہ 151)

اس روایت اور تفسیر کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے خلافت کا راز حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو بتایا تھا لیکن ایک اور روایت میں ہے کہ اس راز سے رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مطلع کیا تھا اور تاکید کی تھی کہ کسی اور کو نہ بتانا۔(تفسیر در منثور جلد 6 صفحہ 341)

بہر حال حضور پُر نور رسول اللہ ﷺ کو نو (9) ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا نفقہ طلب کرنا ہی پسند نہ آیا تھا اوپر سے افشائے راز نے معاملہ مزید سنگین کر دیا۔ اور آپ ﷺ نے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی تنبیہ کے لئے ان سے ایک مہینے تک ہر قسم کا تعلق منقطع کرنے کی قسم کھالی۔

یہ تھا ایلاء کا سبب!

اس کے مطابق باقی ماندہ آیات کی تفسیر اس طرح ہوگی۔

واذ اسر النبی الی بعض ازواجه حدیثاً۔ اور جب نبی نے اپنی بعض بیویوں کو پوشیدہ طور پر ایک بات بتائی۔ (یعنی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یا دونوں کو یہ بتایا کہ تمہارے والد یکے بعد دیگرے میرے جانشین ہوں گے۔) فلما نبات به جب یہ بات ان میں سے کسی ایک نے دیگر ازواج رضی اللہ عنہن کو بتادی۔ واظهره الله علیه' اور اللہ تبارک تعالیٰ نے نبی کو اس سے آگاہ کو دیا۔ عرف بعضه تو نبی ﷺ نے (افشاء کردہ راز) کا کچھ حصہ اس بیوی کو جتلایا۔ واعرض عن بعض' اور کچھ حصے سے اعراض کیا۔ یعنی نہ بیان کیا۔ کیونکہ مقصد صرف یہ ظاہر کرنا تھا کہ میں افشائے راز سے باخبر ہو چکا ہوں اور اس مقصد کے لئے اشارۃً کچھ حصہ جتلانا کافی تھا۔

فلما نباها به 'جب نبی نے اس بیوی کو افشائے راز کے بارے میں بتایا' قالت من انباك هذا ۔ اس نے پوچھا کہ آپ کو یہ بات کس نے بتائی ہے؟ قال نبانی العلیم الخبیرُ' نبی نے جواب دیا کہ علم والے اور خبر والے نے۔ یعنی اللہ تبارک تعالیٰ نے۔

نفقے خرچ کا مطالبہ اگرچہ تمام ازواج رضی اللہ عنہن نے کیا تھا مگر ان کی ترجمانی کا فریضہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وحضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے انجام دیا تھا۔ اس لئے اگلی آیت میں ان دونوں کو متنبہ کرتے ہوئے اللہ تبارک تعالیٰ فرماتا ہے:

ان تتوبا الی الله فقد صغت قلوبکما' یعنی طلب نفقہ' پھر افشائے راز کی صورت میں تم سے جو کوتاہیاں سرزد ہوئی ہیں ان سے اگر تم دونوں توبہ کر لو تو بہتر ہے۔ کیونکہ تمہیں بھی غلطی کا احساس ہو چکا ہے' اور تمہارے دل توبہ کی طرف مائل ہو چکے ہیں۔ وان تظاهر اعلیه' لیکن اگر تم نے اسی طرح اکا کئے رکھا اور اپنے مطالبے سے دستبردار نہ ہوئیں تو اس سے نبی کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ فان الله هو موله وجبریل وصالح

Marfat.com

المؤمنین، والملئکۃ بعد ذلك ظھیر ○ کیونکہ اللہ تبارک تعالیٰ، جبریل، صالح مومن اوران کے بعد ملائکہ سب اس کے معاون و مددگار ہیں۔

اس کے بعد اس سورت کی آیت پانچ میں اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمادیا کہ اللہ تبارک تعالیٰ خاتم النبیین سیّد المرسلین ﷺ کے ساتھ ہے۔اگر نبی نے ناراض ہو کر تمہیں طلاق دے دی تو ہوسکتا ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ اپنے نبی کو تم سے بھی زیادہ بہتر بیویاں عطا فرمادے۔اطاعت والیاں، ایمان والیاں، ادب والیاں، توبہ والیاں، بندگی والیاں، روزداریں، بیاہیاں اور کنواریاں۔

خاوند بیوی میں مزاجی آہنگی بہت ضروری ہے۔ ورنہ نئے جھگڑے سر اٹھاتے رہتے ہیں۔ اور ازواجی زندگی تلخیوں کا شکار ہو کر رہ جاتی ہے۔ پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم، حضور نبی کریم، رؤف ورحیم ﷺ کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا گھر میں پانی کھجور اور جو کے علاوہ کوئی جنس نہ تھی اور فرش اور بان کی ننگی چارپائی پر آپ ﷺ کا سونا تھا۔لطف یہ کہ اس فقیرانہ زندگی پر آپ ﷺ نہ صرف یہ کہ مسرور و مطمئن تھے۔ بلکہ الفقر فخری ''فقر میرا فخر ہے'' کہہ کر اس پر ناز فرماتے تھے اور دعائیں مانگا کرتے تھے کہ 'الھم احینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشر نی فی زمرۃ المساکین ۔ اے اللہ! مجھے زندگی بھر مسکین رکھنا، مرتے وقت بھی مسکین رکھنا اور محشر میں بھی مسکینوں کے ساتھ اٹھانا۔

ظاہر ہے کہ ایسے شہنشاہ فقر ﷺ کی زوجیت اور دائمی رفاقت کا شرف انہی ازواج رضی اللہ عنہن کو حاصل رہ سکتا تھا، جو اپنے مزاج کو مزاج رسول ﷺ سے پوری طرح ہم آہنگ کر لیتیں۔اور اسی فقیرانہ رنگ میں رنگی جاتیں۔
اس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے اس موقع پر سورۂ احزاب کی آیت 28 اور 29 نازل فرمائی گئیں۔ان آیات مبارک کو آیات تخییر یا تخییر بھی کہا جاتا ہے جس کا مطلب اختیار دے دینا (دو میں سے ایک کے چن لینے کا اختیار) ہے۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے سورۂ احزاب کی 28`29 آیات میں آیات تخییر میں یوں ارشاد فرمایا ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا ○ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ○

ترجمہ: ''اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تمہیں دنیاوی زندگی اور اس کی زیبائش مطلوب ہے، تو آؤ، میں تمہیں کچھ سامان دے دوں اور اچھے طریقے سے تم کو آزاد کر دوں۔ اور اگر تم اللہ! اس کے رسول اور عالم آخرت کی طلب گار ہو تو بے شک اللہ تبارک تعالیٰ نے تم میں اچھے عمل کرنے والیوں کے لئے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔'' (سورہ احزاب آیت 28'29)

Marfat.com

یہ آیات مبارک نازل فرما کر اللہ تبارک تعالیٰ نے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو صاف لفظوں میں بتا دیا کہ اگر تمہیں دنیاوی آسائش و آرام مطلوب ہے تو پھر حضورِ انور نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمہارا گزارہ مشکل ہے۔

اس صورت میں رسول اللہ تمہیں سامان وغیرہ دے کر فارغ کر دیں گے اور اگر تمہیں رسول اللہ کی رفاقت مرغوب ہے تو پھر دنیاوی عیش و آرام کی طلب سے دستبردار ہونا پڑے گا اور فقیرانہ زندگی گزارنی ہوگی۔ اب تمہاری مرضی ہے اور تمہیں پورا پورا اختیار حاصل ہے کہ ان میں سے جو صورت چاہو پسند کرلو۔

ان آیات کے نزول کے بعد پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے گفتگو کی' اور کہا کہ میں تم سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں' مگر اس کے جواب میں جلدی کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ چاہو' تو اپنے والدین سے بھی مشورہ کرلو!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ وہ کیا بات ہے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں آیات تخییر (سورہ احزاب کی آیات 28 اور 29) پڑھ کر سنا دیں۔

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی ترجمانی کرتے ہوئے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نفقے کا مطالبہ کیا تھا تو ان کا یہ مطلب نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر دنیاوی آسائشیں حاصل کی جائیں بلکہ وہ تو پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کے شرف سے بہرہ ور ہوتے ہوئے آسائشوں کی طلبگار تھیں۔

جب خالق و مالک کائنات اللہ تبارک تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ حضور پُرنور نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت اور متاعِ دنیا یکجا نہیں ہو سکتے' ان میں سے کسی ایک کو بہر حال چھوڑنا پڑے گا۔ تو ایسی کون سی زوجہ مطہرہ ہو سکتی تھی' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت پر دنیاوی عیش و آرام کو ترجیح دیتی!؟

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فی الفور جواب دیا:

"کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دنیا کو ترجیح دینے کے سلسلے میں اپنے والدین سے مشورہ کروں!؟ نہیں یارسول اللہ! میں دنیا کے مقابلے میں اللہ اور اس کے رسول کو اختیار اور پسند کرتی ہوں۔"

قارئین کرام! حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ جامع اور فوری جواب اپنے اندر سمجھ عقل و دانش' دانائی و فہم' حب' اتباع و اطاعت رسول کی کتنی گہرائیاں لیے ہوئے ہے۔ اس کی مثال' اس کا مقابلہ ایک سمندر سے ہی کیا جاسکتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سمجھ عقل و دانش حب اتباع اطاعت رسول و دیگر صفات حمیدہ سے بھرپور فوری جواب دے کر سمندر کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔

ہماری کم عقلی اور بدنصیبی ہے کہ ہم پھر بھی ایسی غیر معیاری روایات پر یقین کر لیتے ہیں اور انہیں یکسر رد کر دینے کے بجائے پھیلاتے ہیں۔ آل رسول صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو آسمان نبوت کے درخشاں چاند ستارے ہیں جو

Marfat.com

سراج منیر ﷺ کے نور سے ہمیشہ منور ہیں۔ یہ تو امت مسلمہ کی، آپ کی رہنمائی کے لئے ہیں۔ ان سے ہمیشہ رہنمائی حاصل کریں۔ یہ سب اللہ تبارک تعالیٰ کے حکم اور پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم، رحمت للعالمین ﷺ کی رحمتوں سے رہنمائی طلب کرنے والے کی دستگیری کرتے ہیں۔ ان سے رہنمائی حاصل کریں، یہی منشائے ربّ للعالمین ہے اور اسی میں فلاح دارین ہے۔

رفاقت رسول ﷺ کے لئے دنیا کی نعمتوں کو یوں ٹھکرا دینے سے حضورِ انور رسول اللہ ﷺ خوش ہوئے اور آپ ﷺ کے روئے انور پر مسرت جھلکنے لگی۔ بعد میں باقی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے بھی یہی جواب دیا۔ اس طرح حضور پُرنور نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ کا ملال یکسر جاتا رہا اور پھر سے خوشگوار زندگی کی بہاریں لوٹ آئیں۔

الحمد للہ کہ آیاتِ تحریم کی تفسیر مکمل ہوئی اور ضمناً آیاتِ تخییر کی وضاحت بھی ہوگئی۔ بحمد اللہ، یہ تفسیر رسول اللہ ﷺ کی عظمت، امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کی حرمت، عظمت، رفعت، روایت و درایت فہم و دانش اور معانی و بلاغت کے ہر معیار پر پوری اترتی ہے۔ اس لیے یقین ہے کہ اہلِ علم میں بہت پسند کی جائے گی۔

Marfat.com

غزوۂ تبوک

''تبوک'' مدینہ منورہ اور ملک شام کے شہر دمشق کے بالکل وسط میں واقع ایک مقام کا نام ہے۔ تبوک مدینہ منورہ سے چودہ منزل دور ہے یعنی کہ تبوک مدینہ منورہ سے تقریباً سات سو کلومیٹر دور ہے اور دمشق سے بھی اس کا فاصلہ تقریباً 700 کلومیٹر ہی ہے۔ بعض مورخین کا قول ہے کہ ''تبوک'' ایک قلعہ کا نام ہے اور بعض کا قول ہے کہ ''تبوک'' ایک چشمہ کا نام ہے۔ ممکن ہے یہ سب باتیں موجود ہوں۔

یہ غزوہ سخت خشک سالی کے دنوں میں ہوا۔ طویل سفر، ہوا گرم، سواری کم، کھانے پینے کی تکلیف، لشکر کی تعداد بہت زیادہ اس لئے اس غزوہ میں مسلمانوں کو بڑی تنگی اور تنگ دستی کا سامنا کرنا پڑا۔ یہی وجہ ہے کہ اس غزوہ کو اس لشکر کو ''جیش العسرۃ'' (تنگ دستی کا لشکر) بھی کہتے ہیں۔ اور چونکہ منافقوں کو اس غزوہ میں بڑی شرمندگی اور شرم ساری اٹھانی پڑی تھی، اس وجہ سے اس کا ایک نام ''غزوہ فاضحہ'' (رسوا کرنے والا غزوہ) بھی ہے۔

زمانۂ وقوع

اس پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ اس غزوہ کے لئے پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ ماہِ رجب سن ۹ ہجری جمعرات کے دن روانہ ہوئے اور ماہِ رجب سن ۹ ہجری کی پہلی جمعرات 6 رجب کو تھی۔ موسم کی شدت کو جاننے کے لئے اس تاریخ کے مطابق سن عیسوی کا جاننا ضروری ہے۔ 6 رجب ۹ ہجری کو سن عیسوی 18 اکتوبر 630ء تھی۔ اور ماہِ اکتوبر میں عرب کے ریگستان میں خوب گرمی ہوتی ہے اور حسن اتفاق سے یہ سال تو خشک سالی کا سال تھا جس کی وجہ سے گرمی اور بھی زیادہ تھی۔ اور سامان خورونوش کی کمی تھی۔

(زرقانی جلد 3 صفحہ 63)

اسباب

اس غزوہ کے متعدد اسباب کتب سیرت میں بیان کئے گئے ہیں۔ ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:

Marfat.com

اس غزوہ کے اسباب 1، 2، 3 کے سیریل نمبر کے انداز سے بیان کرنا نہ تو جامع ہوگا اور نہ قابل فہم ہی ہوگا کیونکہ یہ اسباب جزیرہ عرب اور اس کے اردگرد بدلتی ہوئی سیاسی صورتِ حال کے تناظر میں پیدا ہوئے۔ اس لئے مختصراً ان حالات کو یہاں بیان کردینے سے اس غزوہ کے اسباب کو سمجھنا زیادہ آسان ہوگا۔ دراصل یہ بدلتے ہوئے سیاسی اقتصادی و معاشی حالات ہی اس غزوہ کے اسباب ہیں۔ یہ اسباب فریقین کے بھی ہیں اور آفاقی بھی ہیں۔ ویسے تو ہر وقت ہر کچھ ہی آفاقی ہوتا ہے لیکن اس وقت تو پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، خاتم النبیین، نبی آخر الزماں ﷺ دین متین کو اللہ تبارک تعالیٰ کے حکم و ہدایت کے مطابق ساری دنیا میں پھیلانے کے لئے جنگل کے قانون کو ختم کرنے کے لئے، میدان جہاد میں خود بہ نفس نفیس موجود تھے اور آپ ﷺ اللہ تبارک تعالیٰ کے حکم سے اللہ کے نور کو پھیلانے کے لئے بڑی بڑی جابر قوتوں کو پاش پاش کررہے تھے۔ یہ سب کچھ اللہ تبارک تعالیٰ کے حکم و توکل سے ہورہا تھا۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم ﷺ نے اپنی مساعی جمیلہ سے چند سالوں میں جزیرۂ عرب کے بکھرے ہوئے متحارب قبائل کو ایک قوم اور ایک ملت میں تبدیل کردیا تھا۔ سرزمین عرب جو بیشمار چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹ کر رہ گئی تھی، اب وہ ایک وسیع و عریض ریاست میں تبدیل ہوچکی تھی۔ اسلام کا نور ایک طرف تو یمن اور بحرین کی سرحدوں تک روشنی پھیلا رہا تھا تو دوسری طرف بحر احمر کے مشرقی ساحل اور شمال میں اردن کی حدود کو تابندہ کررہا تھا۔ عرب کے باشندے جو پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، رہبرِ کائنات، حضور پُرنور، رحمتِ دو عالم ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے سینکڑوں خداؤں کے پرستار ہونے کے باعث سینکڑوں ملتوں میں بٹ کر رہ گئے تھے، اسلام کے رشتہ میں پروئے جانے کے بعد ایک جسم و جان بن گئے تھے۔ حضور پُرنور نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ کی پیہم جدوجہد، قابل صد رشک کامیابی سے ہمکنار ہوچکی تھی۔

غزوۂ فتح مکہ، حق و باطل کے درمیان ایک فیصلہ کن معرکہ تھا۔ اس معرکے کے بعد اہلِ عرب کے نزدیک حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت میں کوئی شک باقی نہیں رہ گیا تھا۔ اسی لیے حالات کی رفتار یکسر بدل گئی اور لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوگئے۔ اس کا کچھ اندازہ ان تفصیلات سے لگ سکے گا جنہیں ہم وفود کے باب میں پیش کریں گے اور کچھ اندازہ اس تعداد سے بھی لگایا جاسکتا ہے جو حجۃ الوداع میں حاضر ہوئی تھی۔ بہر حال اب اندرونی مشکلات کا تقریباً خاتمہ ہوچکا تھا اور مسلمان شریعت الٰہی کی تعلیم عام کرنے اور اسلام کی دعوت پھیلانے کے لئے یکسو ہوگئے تھے۔

سید المرسلین، رحمت اللعالمین، خاتم النبیین ﷺ کی شان رحمت اللعالمینی کا اب یہ تقاضا تھا کہ جزیرۂ عرب کے اردگرد جن ممالک میں بھی گھپ اندھیرا تھا اور جہاں کے باشندے طرح طرح کی گمراہیوں میں پھنسے ہوئے تھے، ان ممالک کو نورِ توحید سے منور کرنے اور وہاں کی خفتہ بخت اقوام کو بیدار کرنے کی طرف توجہ مبذول

Marfat.com

فرمائیں۔ چنانچہ اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے رسول پر سورہ توبہ کی آیت 41 نازل فرمائی:

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ (سورہ توبہ آیت 41)

ترجمہ: ''جہاد (کے لئے) نکلو (ہر حال میں) ہلکے ہو یا بوجھل اور جہاد کرو اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں یہ بہتر ہے تمہارے لیے اگر تم (اپنا نفع' نقصان) جانتے ہو۔''

اب وقت آ گیا تھا جب اسلام کے سرفروش مجاہد اپنے ہادیٔ اعظم رہبرِ کائنات' سرکارِ دو عالم ﷺ کی قیادت میں عرب کی سرحدوں سے باہر دنیا کی طرف اپنی عنان توجہ مبذول کریں۔ چنانچہ مجاہدین اسلام پتھروں کے بنے ہوئے لات وہبل کو پاش پاش کرنے کے بعد انسانی پیکر میں جو فرعون اور نمرود انسانیت کا خون چوس رہے تھے' ان کی عزتوں کو خاک میں ملا رہے تھے' ان کے وجود نامسعود کے بوجھ سے نوع انسانی کو آزادی کا مژدہ سنائیں۔

''انفروا خفافاً و ثقالاً و جاھدوا'' ...... اللہ تبارک تعالیٰ خالق و مالک کائنات نے یہ جہاد کا حکم اس وقت دیا جب اس کے محبوب نے ایک ایسی امت تیار کر لی تھی جو اس ارشاد ربانی پر لبیک لبیک کہنے کی استعداد رکھتی تھی۔ ان میں اپنے اعلیٰ مقصد کی بقا اور نشوونما کے لئے اپنی جان عزیز کی بازی لگانے کا جذبہ صادقہ' عزم محکم اور ہمت بلند پیدا کر دی گئی تھی۔ ان کے یقین و ایمان کو اور بڑھانے کے لئے قدرت الٰہی نے غزوۂ تبوک کی راہ ہموار کر دی۔

تحریک اسلام' دین اسلام ہر شعبہ زندگی میں انقلاب آفریں تبدیلیوں کا باعث بن رہا تھا' عرب کا ثقافتی منظر نامہ نور ایمان سے جگمگا رہا تھا۔ لوگوں کی مجلسی زندگی یکسر بدل چکی تھی' فرسودہ روایات کو اصنام پرستی کے ملبے تلے دفن کر دیا گیا تھا اور ایک ایسے دور کا آغاز ہو چکا تھا جو دور کچلی ہوئی انسانیت کے لئے عدل و مساوات کا پیغام لے کر آیا تھا اور ہر کوئی جس کے ثمرات کو اپنے دامن میں سمیٹ رہا تھا۔

غزوۂ حنین مسلمانوں اور کفار کے درمیان وہ آخری بڑا معرکہ تھا جس میں خونیں تصادم کے نتیجے میں فتح مسلمانوں کے مقدر میں لکھی گئی اور پھر بنوثقیف کے تعاقب میں طائف کا محاصرہ کر کے حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے جس جنگی حکمت عملی کو اپنایا وہ نہ صرف نتیجہ خیز ثابت ہوئی بلکہ یہ بھی فیصلہ ہو گیا کہ جزیرۃ العرب میں فیصلہ کن عسکری قوت مسلمانوں کے سوا کوئی اور نہیں۔ مسلمانوں کو محاذ جنگ پر ہی نہیں نفسیاتی محاذ پر بھی زبردست کامیابی نصیب ہوئی کفار و مشرکین کی اتحادی قوتیں جنہیں یہودیوں کی مسلسل پشت پناہی حاصل تھی کا شیرازہ بکھر گیا۔ ہوازن کی مزاحمتی تحریک دم توڑ گئی' بنوثقیف کی عسکری قوت پر کاری ضرب پڑی۔

پورے عرب میں بڑی حد تک مفسدین کا خاتمہ ہو گیا۔ ہوازن اور ثقیف کی عسکری قوت امید کی وہ آخری

Marfat.com

کرن تھی جو ظلم اور استحصال کے نمائندوں کو سہارا دے رہی تھی' جب یہ سہارا بھی ٹوٹ گیا تو اسلام دشمن طاقتیں کی نگاہیں عرب کی سرحدوں کے باہر قیصر روم کی طرف اٹھنے لگیں یوں تو یہ منکرین رسول اور مخالفین اسلام پورے عرب میں موجود تھے لیکن ان میں فیصلہ کن عسکری قوت بننے کی اہلیت نہیں تھی اس لیے یہ چھوٹی موٹی طاقتیں مسلمانوں کے لئے کسی بڑے خطرے کا باعث نہیں بن سکتی تھیں۔

قیصر روم

قیصر روم اس وقت ایک سپر پاور کا سربراہ تھا' جزیرہ نمائے عرب میں تحریک اسلام کے آغاز اور پھر غزوۂ طائف تک رونما ہونے والے واقعات اور ان واقعات کے نتیجے میں عرب کی سیاسی' اقتصادی' عسکری' روحانی اور ثقافتی زندگی پر مسلمانوں کی مکمل گرفت کی اطلاعات برابر رومیوں تک پہنچ رہی تھیں۔ پہلے تو انہوں نے مسلمانوں کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی لیکن جب مسلمان علاقے کی سب سے بڑی عسکری قوت بن کر ابھرے اور ان کا سیاسی منظر نامہ عزم و استقلال کی کرنوں سے جھلملانے لگا تو انہیں خطرہ محسوس ہوا کہ اگر مسلمان اسی طرح اپنی سیاسی عسکری اور اقتصادی قوت بڑھاتے رہے تو ایک دن طاقت کا توازن بگڑ جائے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ جزیرۃ العرب کا شمال مغربی حصہ ہمیشہ جنگجو قبائل کا مسکن رہا ہے ان کا تعلق رومی سلطنت کے ساتھ تھا۔ بعض ادوار میں یہاں بادشاہت بھی قائم ہوئی' اپنی جنگی طاقت اور بے پناہ افرادی قوت کی بنا پر یہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتے تھے یہی وجہ ہے کہ شروع شروع میں انہوں نے مسلمانوں کی ابھرتی ہوئی طاقت کو بھی زیادہ اہمیت دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی' لیکن جب عرب میں اسلام ایک فیصلہ کن قوت بن کر ابھرا تو انہوں نے مسلمانوں کے بارے میں سنجیدگی سے سوچنا شروع کر دیا انہیں خدشہ پیدا ہو چلا تھا کہ کہیں اسلام کا دائرہ ان کے علاقوں تک نہ پھیل جائے۔

ان کے قبائل قضاعہ اور کندہ کو مسلمانوں سے شدید عداوت تھی اور وہ مسلمانوں کے مرکز مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے بارے میں اکثر غور و خوض کرتے رہتے تھے۔ رومی سلطنت اپنی مضبوط فوج اور بے پناہ مادی وسائل کے باعث دنیا بھر میں پہلے نمبر پر شمار ہوتی تھی لیکن رومیوں نے مدینہ منورہ پر حملہ میں عجلت کا مظاہرہ اس لیے نہ کیا کہ اوّل تو قیصر روم کو ابوسفیان کے ذریعے سے معلوم ہو گیا تھا کہ عرب میں نبی آخر الزمان ﷺ کا ظہور ہو چکا ہے دوسرے رومی صحرائی جنگ کا کوئی خاص تجربہ نہ رکھتے تھے اس لیے رومی سلطنت سرحد پر آباد قبائل کو مسلمانوں کے خلاف اکساتی رہتی تھی۔

ان قبائل کے گشتی دستوں نے کئی مسلمانوں کو شہید کر دیا تھا ان کی یہ اشتعال انگیز کارروائیاں مسلمانوں کو مجبور کر رہی تھیں کہ ان کے خلاف فوری مسلح کارروائی کی جائے۔ ایرانیوں کو شکست دینے کے بعد رومیوں کے دل میں جزیرۃ العرب میں بھی جنگی کارروائی کر کے مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کی خواہش نے جنم لیا اور وہ

Marfat.com

سنجیدگی سے مسلمانوں سے ٹکر لینے کے بارے میں سوچنے لگے ان کی جنگی حکمت عملی میں فوج کا بڑا حصہ انہی شمالی قبائل پر مشتمل ہوتا تھا جنہیں ایک عرصے سے انہوں نے اپنا آلہ کار بنا رکھا تھا۔

شام میں جن عربی قبائل نے نصرانیت اختیار کر لی تھی، وہ ہر وقت قیصر کو اس بات پر اکساتے رہتے تھے کہ وہ بلاتاخیر مسلمانوں پر حملہ کرے اور دین اسلام کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دے۔ اگر مسلمانوں کو مزید مہلت دی گئی تو عنقریب وہ اتنی قوت حاصل کر لیں گے کہ پھر ہمارے لیے ان کا مقابلہ کرنا ممکن نہ رہے گا۔ انہوں نے قیصر کو برانگیختہ کرنے کے لئے من گھڑت باتیں اسے بتانی شروع کیں کہ آج کل عرب میں شدید قحط ہے اور بھوک سے مسلمانوں کا بہت بڑا حال ہے۔ ان کے سواری کے جانور بڑی کثرت سے مر رہے ہیں۔ ایسے حالات میں اگر مسلمانوں پر حملہ کیا جائے تو کامیابی یقینی ہے۔ ہم بڑی آسانی سے ان کا قلع قمع کر دیں گے۔ اس طرح اسلام کا خاتمہ ہو جائے گا۔

سلطنت روم کا فرمانروا قیصر اس دین متین کی مسلسل پیش رفت کو بڑی تشویش سے ملاحظہ کر رہا تھا۔

مسلمانوں کی پے در پے فتوحات کے باعث قیصر روم کو طرح طرح کے اندیشے پریشان رکھتے تھے مثلاً:

1- رومیوں کے تجارتی کارواں جو شمال سے جنوب کی طرف جاتے تھے، ان کے راستے جزیرۂ عرب کے درمیان سے گزرتے تھے۔ اگر مسلمان سارے جزیرۂ عرب پر قابض ہو جاتے ہیں تو ان کاروانوں کی آمد و رفت خطرے میں پڑ جائے گی۔ اس طرح انہیں شدید مالی خسارہ کا سامنا کرنا پڑے گا۔

2- رومیوں کے وہ کارندے جو جزیرۂ عرب کے شمال میں آباد تھے، جو اس کے ہر حکم کے سامنے سر اطاعت خم کر دیا کرتے تھے، مسلمان ان کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ اس طرح اس کا سیاسی اقتدار کا قصر رفیع زمین بوس ہو جائے گا۔

3- ان کے مددگار جو جزیرۂ عرب میں مختلف مقامات پر رہائش پذیر تھے، جو ان کے تجارتی قافلوں کے تحفظ کرتے تھے، ان کا وجود بھی خطرے میں پڑ جائے گا اور آئندہ وہ ان کے قافلوں کی حفاظت کا فریضہ ادا کرنے کے قابل نہیں رہیں گے۔

4- عیسائیت، سلطنت روم کا رسمی اور سرکاری مذہب تھا۔ اگر اسلام کو غلبہ نصیب ہو گیا تو مسلمان صرف ان کی حکومت کا ہی خاتمہ نہیں کر دیں گے بلکہ ان ممالک میں ان کے مذہب کا بھی جنازہ نکل جائے گا۔

5- رومیوں کی ایرانیوں سے ہمیشہ جنگ رہتی تھی۔ انہیں ہر وقت خطرہ رہتا تھا کہ ایرانی ان پر جنوب کی طرف سے حملہ نہ کر دیں۔ اس لیے وہ جزیرۂ عرب پر اپنا تسلط قائم کر کے اپنے ملک کی جنوبی سرحدوں کو محفوظ کر لینا چاہتے تھے تا کہ ایران ان پر جنوب کی طرف سے حملہ کرنے کا خیال ہی دل سے نکال دے۔

درج ذیل تین واقعات کو اس موقع پر بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قارئین کرام پر یہ واضح ہو کہ شاہِ روم

Marfat.com

(قیصر) جزیرہ عرب کے حالات پر بہت گہری نظر رکھے ہوئے تھا اور اس کا اتنا چوکس و چوکنا ہونا اس حقیقت کی غمازی کرتا ہے کہ وہ دین اسلام کے پھیلنے سے بہت پریشان وخوف زدہ تھا۔

1- رومی سلطنت کے فرمانروا' جزیرۂ عرب میں دین اسلام کے زیراثر جو تبدیلیاں رونما ہو رہی تھیں' ان سے وہ اپنے آپ کو پوری طرح باخبر رکھتے تھے۔ ان کے جاسوس انہیں لحظہ لحظہ کی معلومات فراہم کیا کرتے تھے یہاں تک کہ جب پیغمبرِ اوّل و آخر واعظم' ہادیٔ انس و جاں' رہبرِ کائنات' سرکارِ دوعالم ﷺ اپنے ایک جانباز حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ پر اس لیے ناراض ہوئے کہ وہ بلاوجہ غزوۂ تبوک میں شامل نہیں تھے۔ اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے قیصر روم نے' رومی حکومت نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو بہکانے میں ذرا دیر نہیں کی' بلکہ انہیں ایک فوری خط لکھا اور اپنے مخصوص قاصد کے ہاتھ روانہ کیا جس میں تحریر تھا فالحق بنا نو اسك ہم سے آملو' ہم تمہاری دلجوئی کریں گے۔

2- مسجد ضرار کا شاخسانہ بھی رومیوں کی سازش کا نتیجہ تھا' انہوں نے منافقین کی جماعت سے رابطہ قائم کر کے انہیں ایک مسجد تعمیر کرنے کی ترغیب دی تا کہ وہ سادہ لوح مسلمان جو نماز ادا کرنے کے لئے وہاں آئیں' وہ انہیں ورغلا کر مسلمانوں سے علیحدہ کر دیں۔ قیصر نے انہیں ہر قسم کے تعاون کا یقین دلایا تا کہ وہ مسجد کے نام پر مسلمانوں کے اتحاد میں نقب لگا سکیں اور ان کے شیرازہ کو بکھیرنے میں کامیابی حاصل کر سکیں۔ اس ساری سازش کا سرغنہ ابو عامر راہب تھا جو اسلام کی روز افزوں ترقی کو دیکھتا اور جل کر کباب ہوتا رہتا۔ آخر کار ابو عامر مدینہ کو چھوڑ کر قیصر روم کے پاس چلا گیا اور اس سے اسلام کو مٹانے کے لئے مدد کا طلبگار ہوا۔ قیصر روم نے اس کے ساتھ پختہ وعدہ کیا کہ وہ اسلام کے خلاف اس کی ہر ممکن امداد کرے گا۔ اس نے ابو عامر کو اپنے پاس بڑے عزت واحترام سے ٹھہرایا۔

ابو عامر راہب نے قیصر کی یقین دہانی کے بعد مدینہ میں اپنے منافق دوستوں کی طرف لکھا کہ وہ بہت جلد قیصر کا لشکر جرار لے کر مدینہ پر حملہ آور ہوگا اور مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دے گا۔ اس نے انہیں ہدایت کی کہ وہ وہاں ایک دینی مرکز قائم کریں تا کہ وہاں عبادت کے بہانے جمع ہوا کریں۔ مسلمانوں کو اس پر کیا اعتراض ہوگا اور اس طرح انہیں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف صلاح مشورے کرنے کا سنہری موقع مل جائے گا۔ چنانچہ قیصر کے ایماء پر ابو عامر نے یثرب کے منافقوں کو ایک مسجد تعمیر کرنے پر آمادہ کر لیا۔

3- فروہ بن عمروہ قبیلہ جذام کی ایک شاخ بنونفاثہ کا امیر تھا۔ عہد نبوت میں قیصر نے اس کو اپنی قوم بنونافرہ کا حاکم مقرر کر دیا۔ اس کی قوم بنونافرہ خلیج عقبہ اور ینبع شہر کے درمیانی علاقہ میں رہائش پذیر تھی۔ جب حجاز کے دو بڑے شہروں مکہ اور مدینہ پر اللہ تبارک تعالیٰ کی کرم نوازیوں سے اسلام کا پرچم لہرانے لگا تو فروہ

Marfat.com

بن عمروہ نے بارگاہِ رسالت مآب میں ایک عریضہ تحریر کیا اور اس میں اپنے مشرف باسلام ہونے کا اعلان کیا اور ایک سفید رنگ کا خچر بطور نذرانہ عقیدت ارسال کیا۔

قیصر کی حکومت کو علم ہو گیا کہ اس کے مقرر کردہ گورنر نے اسلام قبول کر لیا ہے تو اس نے ابوشمر غسانی کو حکم دیا کہ وہ جائے اور فروہ کو غداری اور خیانت کے ارتکاب کے جرم میں گرفتار کر لے۔ ہرقل نے بڑے جتن کیے کہ کسی طرح اس کو اسلام سے برگشتہ کر کے پھر عیسائی بنا دے لیکن قیصر کی ان مساعی کے باوجود اس کے پائے ثبات میں ذرا لغزش نہ آئی اور وہ اسلام سے برگشتہ ہونے پر آمادہ نہ ہوا۔ چنانچہ قیصر کے حکم سے پہلے حضرت فروہ بن عمروہ کا سر تن سے جدا کر دیا گیا۔ پھر اسے سولی پر لٹکا دیا گیا۔ (غزوہ تبوک شوقی ابوخلیل صفحہ 13 تا 18)

عام وخاص خبریں

اب ایک ایسی طاقت کا رخ مدینہ کی طرف ہو چکا تھا جو کسی وجہ وجواز کے بغیر مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ کر رہی تھی۔ یہ طاقت رومیوں کی تھی جو اس وقت روئے زمین پر سب سے بڑی فوجی قوت کی حیثیت رکھتی تھی۔ پچھلے اوراق میں یہ بتایا جا چکا ہے کہ اس چھیڑ چھاڑ کی ابتداء شرجیل بن عمرو غسانی کے ہاتھوں حضور پُرنور رسول اللہ ﷺ کے سفیر حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کے قتل سے ہوئی جب کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا پیغام لے کر بصریٰ کے حکمران کے پاس تشریف لے گئے تھے۔ یہ بھی بتایا جا چکا ہے کہ پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم، ہادیٔ انس و جاں، رہبرِ کائنات، حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے اس کے بعد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک لشکر بھیجا تھا جس نے رومیوں سے سرزمین موتہ میں خوفناک ٹکر لی اس جنگ نے دور نزدیک کے عرب باشندوں پر مسلمانوں کے حق میں نہایت بہترین اثرات چھوڑے۔

قیصر روم ان اثرات کو اور ان کے نتیجے میں عرب قبائل کے اندر روم سے آزادی اور مسلمانوں کی ہم نوائی کے لئے پیدا ہونے والے جذبات کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے لئے یقیناً یہ ایک ''خطرہ'' تھا' جو قدم بہ قدم اس کی سرحد کی طرف بڑھ رہا تھا اور عرب سے ملی ہوئی سرحد شام کے لئے چیلنج بنتا جا رہا تھا۔ اس لیے قیصر نے سوچا کہ مسلمانوں کی قوت کو ایک عظیم اور ناقابل شکست خطرے کی صورت اختیار کرنے سے پہلے پہلے کچل دینا ضروری ہے تاکہ روم سے متصل عرب علاقوں میں ''فتنے'' اور ''ہنگامے'' سر نہ اٹھا سکیں۔

ان مصلحتوں کے پیش نظر ابھی جنگ موتہ کو ایک سال بھی نہ ہوا تھا کہ قیصر نے رومی باشندوں اور اپنے ماتحت عربوں یعنی آلِ غسان وغیرہ پر مشتمل فوج کی فراہمی شروع کر دی اور ایک خونریز اور فیصلہ کن معرکے کی تیاری میں لگ گیا۔

ادھر مدینہ میں پے در پے خبریں پہنچ رہی تھیں کہ رومی مسلمانوں کے خلاف ایک فیصلہ کن معرکے کی تیاری کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ سے مسلمانوں کو ہمہ وقت کھٹکا لگا رہتا تھا اور ان کے کان کسی بھی غیر مانوس آواز کو سن

Marfat.com

کرفوراً کھڑے ہو جاتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ رومیوں کا ریلا آگیا۔ اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ اسی سال یعنی سن 9 ہجری میں حضورِانور نبی کریم نے اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے ناراض ہو کر ایک مہینہ کے لئے ایلاء کرلیا تھا اور انہیں چھوڑ کر ایک بالا خانہ میں علیحدہ ہو گئے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ابتداء حقیقت حال معلوم نہ ہو سکی تھی۔ انہوں نے سمجھا کہ حضور پُرنور نبی کریم نے طلاق دے دی ہے اور اس کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مایوسی ورنج وغم پھیل گیا تھا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میرا ایک انصاری ساتھی تھا۔ جب میں (خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں) موجود نہ رہتا تو وہ میرے پاس خبر لاتا' اور جب وہ موجود نہ ہوتا تو میں اس کے پاس خبر لے جاتا۔ ہم دونوں ہی عوالی مدینہ میں رہتے تھے' ایک دوسرے کے پڑوسی تھے اور کم از کم باری باری خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ضرور حاضر ہوتے تھے۔ اس زمانے میں شاہ غسان کا خطرہ لگا ہوا تھا۔ ہمیں بتایا گیا تھا کہ وہ ہم پر یورش کرنا چاہتا ہے اور اس کے ڈر سے ہمارے سینے بھرے ہوئے تھے۔ ایک روز اچانک میرا انصاری ساتھی دروازہ پیٹنے لگا اور کہنے لگا' کھولو کھولو۔ میں نے کہا' کیا غسانی آ گئے؟ اس نے کہا نہیں بلکہ اس سے بھی بڑی بات ہو گئی۔ حضورِانور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں سے علیحدہ ہو گئے ہیں۔ (صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 730)

ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا' ہم میں چرچا تھا کہ آلِ غسان ہم پر چڑھائی کرنے کے لئے گھوڑوں کو نعل لگوا رہے ہیں۔ ایک روز میرا ساتھی اپنی باری پر گیا اور عشاء کے وقت واپس آ کر اس نے میرا دروازہ بڑے زور سے پیٹا اور کہا' کیا وہ (عمر رضی اللہ عنہ) سویا ہوا ہے؟ میں گھبرا کر باہر آیا۔ اس نے کہا کہ بڑا حادثہ ہو گیا میں نے کہا کیا ہوا؟ کیا غسانی آ گئے؟ اس نے کہا نہیں بلکہ اس سے بھی بڑا اور لمبا حادثہ' حضور پُرنور رسول اللہ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔

اس سے اس صورتِ حال کی سنگینی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے جو اس وقت رومیوں کی جانب سے مسلمانوں کو درپیش تھی۔ اس میں مزید اضافہ منافقین کی ان ریشہ دوانیوں سے ہوا جو انہوں نے رومیوں کی تیاری کی خبریں مدینہ پہنچنے کے بعد شروع کیں۔ چنانچہ اس کے باوجود کہ یہ منافقین دیکھ چکے تھے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر میدان میں کامیاب ہیں اور روئے زمین کی کسی طاقت سے نہیں ڈرتے بلکہ جو رکاوٹیں آپ کی راہ میں حائل ہوتی ہیں وہ پاش پاش ہو جاتی ہیں اس کے باوجود ان منافقین نے یہ امید باندھ لی کہ مسلمانوں کے خلاف انہوں نے اپنے سینوں میں جو دیرینہ آرزو چھپا رکھی ہے اور جس گردشِ دوراں کا' جس زرّیں موقعے کا وہ عرصے سے انتظار کر رہے ہیں اب اس کی تکمیل کا وقت قریب آ گیا ہے۔

اپنے اسی تصور کی بنا پر انہوں نے ایک مسجد کی شکل میں (جو مسجد ضرار کے نام سے مشہور ہوئی) دسیسہ کاری اور سازش کا ایک بھٹ تیار کیا جس کی بنیاد اہلِ ایمان کے درمیان تفرقہ اندازی اور اللہ اور اس کے رسول

Marfat.com

کے ساتھ کفر اور ان سے لڑنے والوں کے لئے گھات کی جگہ فراہم کرنے کے ناپاک مقصد پر رکھی اور رسول اللہ ﷺ سے گزارش کی کہ آپ ﷺ اس میں نماز پڑھا دیں۔ اس سے منافقین کا مقصد یہ تھا کہ وہ اہلِ ایمان کو فریب میں رکھیں اور انہیں پتہ نہ لگنے دیں کہ اس مسجد میں ان کے خلاف سازش اور ریشہ کاری کی کارروائیاں انجام دی جا رہی ہیں اور مسلمان اس مسجد میں آنے جانے والوں پر نظر نہ رکھیں۔ اس طرح یہ مسجد' منافقین اور ان کے بیرونی دوستوں کے لئے ایک پرامن گھونسلے اور بھٹ کا کام دے۔

لیکن اللہ تبارک تعالیٰ کی حکمت کہ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اس ''مسجد'' میں نماز کی ادائیگی کو جنگ سے واپسی تک کے لئے موخر کر دیا کیونکہ آپ ﷺ تیاری میں مشغول تھے۔ اس طرح منافقین اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے اور اللہ نے ان کا پردہ واپسی سے پہلے ہی چاک کر دیا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے غزوے سے واپس آ کر اس مسجد میں نماز پڑھنے کے بجائے اسے منہدم کرا دیا۔

ابھی مسلمان ان حالات اور خبروں کا سامنا کر ہی رہے تھے کہ اسی دوران ملک شام سے نبطیوں (آل اسماعیل) اور دیگر تاجروں کا ایک قافلہ تیل' مصالحہ جات' میدہ اور دیگر سامان تجارت لے کر مدینہ منورہ میں وارد ہوا۔ ان لوگوں نے اہلِ مدینہ کو بتایا کہ رومیوں نے دمشق میں بہت بڑا لشکر جمع کر رکھا ہے اور ہرقل کے حکم سے ہر سپاہی کو سال کی پیشگی تنخواہ ادا کر دی گئی ہے اور انہیں مزید انعامات و اکرامات سے نوازنے کے وعدے بھی کیے گئے ہیں۔ اس رومی لشکر کے ساتھ کئی عرب قبائل بھی شریک ہیں جنہوں نے اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر عیسائیت اختیار کر لی ہے۔ لخم' جذام' غسان اور عاملہ' عرب قبائل بھی اس رومی لشکر کے ساتھ مل گئے ہیں۔ اس لشکر نے حملہ کرنے کے لئے پیش قدمی شروع کر دی ہے۔ ان کے مقدمۃ الجیش کے دستے بلقاء تک پہنچ گئے ہیں اور انہوں نے وہاں اپنے خیمے نصب کر دیے ہیں۔ ہرقل بذات خود اس لشکر کے ساتھ نہیں آیا بلکہ وہ حمص چلا گیا ہے۔ (صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 334' تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 122)

قارئین کرام! بعض مورخین کی رائے ہے کہ ان کی اس بات کا حقیقت سے کوئی تعلق نہ تھا بلکہ رومی حکومت کے ایماء پر ان تاجروں نے محض افواہ پھیلانے کے لئے یہ باتیں کی تھیں تا کہ مسلمانوں میں خوف و ہراس پیدا ہو جائے۔ (تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 122)

پھر جس بات سے صورتِ حال کی نزاکت میں مزید اضافہ ہو رہا تھا وہ یہ تھی کہ مہینہ تو اکتوبر کا تھا لیکن اس سال خشک سالی کا دور دورہ رہا اور ویسے بھی صحرا میں تو ماہِ اکتوبر میں بھی خوب گرمی ہوتی ہے۔ اس لیے زمانہ سخت گرمی کا تھا۔ لوگ خشک سالی کے سبب سامان خورونوش کی تنگی میں تھے۔ کھجوریں پک چکی تھیں۔ اس لیے لوگ پھل اور سائے میں رہنا چاہتے تھے۔ وہ فی الفور روانگی نہ چاہتے تھے۔ ان سب پر مستزاد مسافت کی دوری سواریوں کی کمی اور راستے کی پیچیدگی اور دشواری تھی۔

Marfat.com

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، ہادیٔ انس و جان، رہبرِ کائنات، رسولِ بحر و بر، تاجدارِ کائنات، سرکارِ دو عالم ﷺ حالات و تغیرات کا مطالعہ کہیں زیادہ دقت نظر سے فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ سمجھ رہے تھے کہ اگر آپ ﷺ نے ان فیصلہ کن لمحات میں رومیوں سے جنگ لڑنے میں کاہلی اور سستی سے کام لیا، رومیوں کو مسلمانوں کے زیرِ اثر علاقوں میں گھسنے دیا اور وہ مدینہ تک بڑھ اور چڑھ آئے تو اسلامی دعوت پر اس کے نہایت بُرے اثرات مرتب ہوں گے۔ مسلمانوں کی فوجی ساکھ اکھڑ جائے گی اور وہ جاہلیت جو جنگ حنین میں کاری ضرب لگنے کے بعد دم توڑ رہی ہے، دوبارہ زندہ ہو جائے گی۔ اور منافقین جو مسلمانوں پر گردشِ زمانہ کا انتظار کر رہے ہیں اور ابو عامر فاسق کے ذریعہ شاہِ روم سے رابطہ قائم کیے ہوئے ہیں پیچھے سے عین اس وقت مسلمان کی پشت میں خنجر گھونپ دیں گے جب آگے سے رومیوں کا ریلا ان پر حملے کر رہا ہوگا۔ اس طرح وہ بہت ساری کوششیں رائیگاں چلی جائیں گی جو آپ ﷺ نے اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسلام کی نشر و اشاعت میں صرف کی تھیں اور وہ بہت ساری کامیابیاں ناکامی میں تبدیل ہو جائیں گی جو طویل اور خونریز جنگوں اور مسلسل فوجی دوڑ دھوپ کے بعد حاصل کی گئی تھیں۔

حضورِ انور نبی کریم رسول اللہ ﷺ ان نتائج کو اچھی طرح سمجھ رہے تھے۔ اس لیے عسرت و شدت کے باوجود آپ ﷺ نے طے کیا کہ رومیوں کو دارالاسلام کی طرف پیش قدمی کی مہلت دیئے بغیر خود ان کے علاقے اور حدود میں گھس کر ان کے خلاف ایک فیصلہ کن جنگ لڑی جائے۔

رومیوں کے خلاف اعلانِ جہاد

بارگاہِ رسالت مآب ﷺ سے اعلان کیا گیا کہ اہلِ روما سے جنگ کی تیاری کی جائے۔ مسلمانوں میں اس جنگ کے بارے میں اچھا خاصا جوش و خروش پایا جاتا تھا وہ عرب کی تمام عسکری قوتوں کو شکست دے چکے تھے۔ اب قیصر روم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے للکارنے کی ضرورت تھی تاکہ وہ مدینہ منورہ پر نظر بد ڈالنے کی جرأت نہ کر سکے۔ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، رہبرِ کائنات، حضورِ انور نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ عموماً کسی غزوہ پر روانہ ہونے سے پہلے اپنے عزائم سے عام لوگوں کو مطلع نہیں کیا کرتے تھے اس لیے کہ دشمن بروقت چوکنا ہو کر حفاظتی اقدامات اختیار نہ کر لے۔ لیکن غزوہ تبوک کی تیاری کا نہ صرف حکم دیا گیا بلکہ لوگوں کو یہ بھی بتا دیا گیا کہ ہم کس دشمن کے خلاف میدان جنگ میں اترنے والے ہیں۔

یہ اعلان جہاد کئی حکمتوں کا مظہر ہو سکتا ہے، اس اعلان کی ایک وجہ یہ تھی کہ مسلمان پہلی بار عرب کی حدود سے باہر ایک ایسی سپر پاور سے ٹکر لینے والے تھے جو وقت کی دوسری سپر پاور ایران کو شکست دے چکی تھیں اس لیے ضروری سمجھا گیا کہ مجاہدین اسلام کو بتا دیا جائے کہ ان کا مقابلہ دنیا کی واحد سپر پاور سے ہوگا اس لیے وہ اپنی بھرپور جنگی تیاریوں کو آخری شکل دے لیں۔ اگر یہ امر حسب سابقہ خفیہ رکھا جاتا تو شاید بعض مسلمان اس اعلان

Marfat.com

کو اتنی سنجیدگی سے نہ لیتے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ رومیوں کو معلوم ہو جائے کہ جن مسلمانوں کے ہیڈ کوارٹر پر مرکز پر وہ بری نظریں رکھتے ہیں وہ مسلمان ان کے گھر میں آ کر ان سے نبرد آزما ہونے کے لئے بڑھے چلے آ رہے ہیں۔ اس نفسیاتی حربے کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہوا اور رومیوں کے دلوں پر مسلمانوں کی عسکری قوت کا رعب پڑ گیا۔

قبائل سے رابطہ

غزوۂ تبوک پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، ہادیٔ انس و جاں، رہبرِ کائنات، سرکارِ دو عالم، حضور پُرنور ﷺ کی حیات مبارکہ کا آخری معرکہ تھا جس میں حضور انور ﷺ نے بنفس نفیس شرکت کی یہ پہلا موقع تھا کہ حضور پُرنور ﷺ نے مسلمانوں کو بھرپور جنگی تیاریوں کا حکم دیا تھا کہ نومسلموں کو بھی لازمی طور پر اس مہم میں شامل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس مقصد کے لئے مختلف قبائل شہر، قصبہ و دیہات کی طرف نمائندے روانہ کیے گئے تاکہ انہیں رومیوں کے خلاف جہاد میں شرکت کے لئے تیار کیا جائے۔ مورخین نے ایسے گیارہ نمائندوں کا ذکر کیا ہے جو مختلف قبائل کی طرف بھیجے گئے۔ ان نمائندوں کی کاوشیں رنگ لائیں اور ہر جگہ ان کی زبردست پذیرائی ہوئی، مسلمانوں نے جوق در جوق اس پکار پر لبیک کہا۔ (تاریخ الخمیس، جلد 2 صفحہ 123)

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، ہادیٔ انس و جاں، رہبرِ کائنات، رسولِ بحر و بر، سرکارِ دو عالم، تاجدارِ کائنات، حضور پُرنور نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے صورتِ حال کی نزاکت اور تنگی کی شدت کے سبب اب کی بار صاف صاف اعلان فرما دیا کہ رومیوں سے جنگ کا ارادہ ہے تاکہ لوگ مکمل تیار کر لیں۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے اس موقع پر لوگوں کو جہاد کی ترغیب بھی دی اور اللہ تبارک تعالیٰ نے جنگ ہی پر ابھانے کے لئے سورۂ توبہ کا بھی ایک حصہ نازل فرمایا، ساتھ ہی آپ ﷺ نے صدقہ و خیرات کی فضیلت بیان فرمائی اور اللہ تبارک تعالیٰ کی راہ میں اپنا نفیس مال خرچ کرنے کی رغبت دلائی۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، حضورِ انور نبی کریم، رؤف و رحیم رحمت للعالمین ﷺ نے اپنی امت کے اغنیاء اور اصحاب ثروت کو حکم دیا کہ وہ اللہ تبارک تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنے کے لئے دل کھول کر مالی اعانت کریں تاکہ مجاہدین اسلام کے لئے خورونوش اور سواریوں کا بندوبست کیا جا سکے، اور انہیں ترغیب دی کہ وہ اپنی آخرت کو سنوارنے کے لئے دل کھول کر راہ خدا میں اپنے سیم و زر کو بصد مسرت پیش کریں تاکہ اللہ تبارک تعالیٰ انہیں دنیا و آخرت میں اپنے انعامات سے سرفراز فرمائے۔

ایثار و قربانی کی لازوال مثالیں

غزوہ تبوک کے لئے جب تاجدارِ کائنات ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو آواز دی تو وہ اپنے آقا ﷺ کی

Marfat.com

آواز پر دیوانہ وار لبیک لبیک کہتے ہوئے لپکے اور قحط سالی اور بے سروسامانی کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے جہاد میں شریک ہوئے اس موقع پر ایثار و قربانی کی لازوال مثالیں بھی قائم کی گئیں، راہ حق میں جان کے نذرانے پیش کرنے والے عظیم انسان مال و دولت کی قربانی کی پرواہ کب کرتے ہیں وہ جانتے تھے کہ جہاد بالمال جہاد باسیف کی بنیاد بنتا ہے کیونکہ جنگی تیاریوں کے لئے مادی وسائل درکار ہوتے ہیں اور پھر تیس ہزار نفوس قدسیہ کی ضروریات کی فراہمی اور ایک طویل سفر کے لئے رسد کے انتظام کے لئے غیر معمولی وسائل کی ضرورت ہوتی ہے۔

اگرچہ مسلمانوں کو بڑی حد تک عرب پر کنٹرول حاصل ہو چکا تھا اور مخالف قوتیں اپنے انجام کو پہنچ چکی تھیں، ریاست مدینہ کو داخلی اور خارجی استحکام بھی حاصل ہو چکا تھا اور تبلیغ دین کے لئے دعوت و تربیت کا کام بھی تیزی سے جاری تھا تاہم ابھی تک ریاست مدینہ مملکت اسلام کا خزانہ مستقل فوج رکھنے کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔ تنہا حکومت جنگی مصارف برداشت کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔ لہٰذا اتنے بڑے لشکر کے اخراجات برداشت کرنے کے لئے حضور پُرنور نبی کریم تاجدارِ کائنات ﷺ نے انفاق فی سبیل اللہ (اللہ کی راہ میں خرچ کرنے) کی ترغیب دی۔ اسلامی لشکر میں شامل بیشتر مجاہدین اس قابل نہ تھے کہ اپنے مصارف خود برداشت کرتے کیونکہ انفرادی اور اجتماعی دونوں لحاظ سے مسلمان ابھی مالی آسودگی سے ہمکنار نہیں ہوئے تھے۔

اگرچہ کہ مادی وسائل تعداد لشکر و جنگ کے لحاظ سے بہت نمایاں کم تھے لیکن مسلمانوں میں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں شوق شہادت اور ایثار و قربانی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ وہ تو ایسے لمحات کے منتظر ہوتے تھے کہ کب ان کو موقع ملے اور وہ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور نبی کریم، رؤف و رحیم، حبیب ربّ العالمین ﷺ کی آواز پر لبیک کہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صفات حمیدہ پر مستشرقین اور مغربی دانشور انگشت بدنداں ہیں کہ آخر وہ کونسا جذبہ تھا کہ نہ مالی منفعت کی توقع تھی نہ مجاہدین کی تنخواہیں مقرر تھیں پھر بھی یہ لوگ اپنا کاروبار زندگی بند کر کے، اپنے آرام و سکون کو ترک کر کے، طرح طرح کی صعوبتیں خندہ دلی سے برداشت کر کے، جان کا نذرانہ دینے میدان جنگ میں پہنچ جاتے تھے۔

مجاہدین اسلام اپنا سب کچھ راہ خدا میں لٹانے کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔ اگرچہ کہ مستشرقین، دین اسلام امت مسلمہ کے بدخواہ جذبہ جہاد کی تاویلات کرتے وقت اپنے تعصب کو چھپا نہیں سکتے تاہم وہ دبے دبے الفاظ میں مسلمانوں کی غیرت ایمانی کی طرف ضرور اشارہ کر جاتے ہیں۔ عہد رسالتمآب ﷺ میں جذبہ جہاد ایک توانا اور متحرک قدر کے طور پر زندہ و بیدار تھا، مسلمانوں کی عظیم الشان فتوحات میں یہی جذبہ کارفرما تھا۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم، سرکارِ دو عالم ﷺ کا ارشاد سنا کہ آپ ﷺ

Marfat.com

رومیوں سے جنگ کی دعوت دے رہے ہیں جھٹ اس کی تعمیل کے لئے دوڑ پڑے اور پوری تندہی اور تیز رفتاری سے لڑائی کی تیاری شروع کر دی۔ قبیلے اور برادریاں ہر چہار جانب سے مدینہ میں اترنا شروع ہو گئیں اور سوائے ان لوگوں کے جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری تھی، کسی مسلمان نے اس غزوے سے پیچھے رہنا گوارا نہ کیا۔ البتہ تین مسلمان اس سے مستثنیٰ ہیں کہ صحیح الایمان ہونے کے باوجود انہوں نے غزوے میں شرکت نہ کی۔
حالت یہ تھی کہ حاجت منداور فاقہ مست لوگ آتے اور حضورِ انور رسول اللہ ﷺ سے درخواست کرتے کہ ان کے لئے سواری فراہم کر دیں تاکہ وہ بھی رومیوں سے ہونے والی اس جنگ میں شرکت کر سکیں اور جب آپ ﷺ ان سے معذرت کرتے کہ:

"میں تمہیں سوار کرنے کے لئے کچھ نہیں پاتا تو وہ اس حالت میں واپس ہوتے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے کہ وہ خرچ کرنے کے لئے کچھ نہیں پا رہے ہیں۔" (سورہ توبہ آیت 92)

اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صدقہ وخیرات کرنے میں بھی رہتی دنیا تک مثالیں قائم کر دیں۔ انہوں نے اس میدان ایثار صدقہ وخیرات میں بھی ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی کوشش کی اور اپنے اس خلوص سے اپنے ربّ اور محبوب ربّ اللعالمین رسول اللہ ﷺ کو خوش کیا۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا ایثار

جو لوگ چندہ دے رہے تھے انہوں نے حضورِ انور نبی کریم، رؤف ورحیم ﷺ کے ہمراہ جہاد کے لئے بھی جانا تھا، اس لئے سب نے اس بات کا خیال رکھا کہ چندہ دینے کے بعد گھر میں کم از کم اتنا بچ رہے کہ ہماری غیر موجودگی میں گھر والوں کو فاقے نہ کرنے پڑیں، مگر ان میں ایک جیالا ایسا بھی تھا جو ان سوچوں سے ماورا تھا اور اس کا اندازِ فکر سب سے نرالا اور جدا تھا اور وہ تھے حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔

اس ارشاد مبارک کی تعمیل کرتے ہوئے سب سے پہلے بارگاہِ رسالت مآب میں پہنچنے والے اور سب کچھ لے کر پہنچنے والے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی تھے۔

آپ کے گھر میں جو سرمایہ تھا وہ سب ایک گٹھڑی میں باندھا۔ اس میں چار ہزار درہم کے علاوہ اور بھی چیزیں تھیں جو سب کا سب اپنے آقا تاجدارِ کائنات، سرکارِ دو عالم ﷺ کے قدموں میں لا کر ڈھیر کر دیا۔ پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم، حضورِ انور سرکارِ دو عالم نبی رحمت ﷺ نے جب اپنے یار کے اس ایثار کو دیکھا تو دریافت کیا **هل ابقيت لاهلك شيئا** ؟ کیا تم اپنے اہل وعیال کے لئے کوئی چیز چھوڑ آئے ہو؟" حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بصد ادب ونیاز عرض کی **ابقيت لهم الله ورسوله** "میں اپنے گھر میں ان کے لئے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ آیا ہوں۔" (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 628)

حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو اپنی تصنیف بانگ درا میں بڑے ایمان افروز انداز میں بیان کیا

Marfat.com

ہے۔اس عاشق رسول کے چند اشعار بھی سن لیجئے تا کہ آپ کو اس یار غار کے جذبہ ایثار کا جائزہ لینے میں آسانی ہو:

اتنے میں وہ رفیق نبوت بھی آ گیا
جس سے بنائے عشق و محبت ہے استوار
لے آیا اپنے ساتھ وہ مرد وفا سرشت
ہر چیز جس سے چشم جہاں میں ہو اعتبار
بولے حضور چاہئے فکر عیال بھی
کہنے لگا وہ عشق و محبت کا راز دار
اے تجھ سے دیدۂ مہ و انجم فروغ گیر
اے تیری ذات باعث تکوین روز گار
پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

(بانگ درا' علامہ حضرت محمد اقبال صفحہ 224)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایثار

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے۔آپ کے گھر میں جو دولت موجود تھی اس کو دو برابر حصوں میں بانٹ دیا۔ایک نصف اٹھا کر اپنے آقا کی خدمت میں لے آئے۔حضورِ انور نبی کریم تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ھلا ابقیت لاھلك شیئاً ؟''اے عمر! کیا تم اپنے اہل وعیال کے لئے کچھ چھوڑ آئے ہو؟'' آپ نے عرض کی' یارسول اللہ! نصف مال حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا ہوں اور نصف مال اہل وعیال کے لئے گھر رکھ آیا ہوں۔

منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب اپنا نصف مال لے کر بارگاہِ اقدس میں چلے تو اپنے دل میں یہ خیال کر کے چلے تھے آج میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سبقت لے جاؤں گا۔کیونکہ اس دن کا شانہ فاروق میں اتفاق سے بہت زیادہ مال تھا۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ اے عمر! کتنا مال یہاں لائے؟ اور کس قدر گھر پر چھوڑا؟ عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آدھا مال حاضر خدمت ہے اور آدھا مال اہل وعیال کے لئے گھر میں چھوڑ دیا ہے۔اور جب یہی سوال اپنے یار غار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کیا؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ''اذ اخرت اللہ و رسولہ میں نے اللہ اور اس کے رسول کو اپنے گھر کا ذخیرہ بنا دیا ہے۔آپ نے ارشاد فرمایا کہ ھا بینکما مابین کلمتیکما تم دونوں میں اتنا ہی فرق ہے جتنا تم دونوں کے کلاموں میں ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایثار

آپ نے لشکر کے اسلام کے تیسرے حصہ یعنی دس ہزار مجاہدین کے لئے سواری کے جانور' اسلحہ' زرہیں اور دیگر ضروریات جہاد مہیا کیں۔کلمہ حق کو بلند کرنے کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جس فیاضی سے اپنی دولت

Marfat.com

خرچ کی' اس کی نظیر نہیں ملتی۔ حضرت امام احمد بن حنبل اور امام بیہقی' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ کی آستین میں دس ہزار دینار تھے وہ آپ نے حضورِ انور نبی کریم فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جھولی میں پلٹ دیئے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم ان دیناروں کو الٹ پلٹ رہے تھے اور ساتھ ہی دعا فرما رہے تھے:

''اے اللہ عثمان سے راضی ہو جا' میں اس سے راضی ہوں۔ پھر انہیں دعا دی۔''

''اے عثمان! اللہ تبارک تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے اس دولت پر جو تم نے مخفی رکھی اور جس کا تو نے اعلان کیا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے' عثمان کو کوئی پروا نہیں کہ آج کے بعد وہ کوئی عمل کرے۔''

آپ نے یہ سب کچھ یک مشت یا یک بارگی نہیں کر دیا تھا بلکہ آپ نے صبح شام کئی روز یہ کارِ خیر کیا۔ آپ کے صدقہ و خیرات کی تفصیل درج ذیل ہے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے شام کے لئے ایک قافلہ تیار کیا تھا جس میں پالان اور کجاوے سمیت دو سو اونٹ تھے اور دو سو اوقیہ' تقریباً ساڑھے انتیس (29.5) کلو چاندی تھی۔ آپ نے یہ سب صدقہ کر دیا۔ اس کے بعد پھر ایک سو اونٹ پالان اور کجاوے سمیت صدقہ کیا۔ اس کے بعد ایک ہزار دینار' تقریباً ساڑھے پانچ 5½ کلو سونے کے سکے لے آئے اور انہیں حضور پُر نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش میں بکھیر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں الٹتے جاتے تھے اور فرماتے تھے' آج کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ جو بھی کریں انہیں ضرر نہ ہوگا۔ اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پھر صدقہ کیا' اور صدقہ کیا' یہاں تک کہ ان کے صدقے کی مقدار نقدی کے علاوہ نو سو اونٹ اور ایک سو گھوڑے تک جا پہنچی۔ (ترمذی جلد 2 صفحہ 211۔ سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 629)

حضرت عبدالرحمٰن عوف رضی اللہ عنہ کا ایثار

آپ نے چالیس ہزار دینار (تقریباً بائیس کلو گرام سونے کے سکے) اور دو سو اوقیہ ساڑھے انتیس (29.5) کلو گرام چاندی حضورِ انور نبی کریم' رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں پیش کر دی اور بقیہ سارے مال کو بھی دو حصوں میں بانٹ دیا۔ ایک نصف گھر رکھ لیا اور ایک نصف جہاد کے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے حاضر کر دیا۔ حضور پُر نور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس انداز ایثار کو اپنی دعاؤں سے نوازا اور بارگاہِ الٰہی میں ان کے لئے یوں دعا کی:

بارك الله لك في ما انفقت وفي ما ابقيت

''اے عبدالرحمٰن! اللہ تبارک تعالیٰ تجھے برکت دے اس مال میں بھی جو تو نے خرچ کیا اور اس میں بھی جو بھی باقی رکھا۔''

Marfat.com

حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی اس دعا کے باعث اللہ تبارک تعالیٰ نے اس مال میں اتنی برکت دی جس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔صرف اندازہ لگانے کے لئے آپ ملاحظہ فرمائیں کہ آپ نے چار ہزار درہم ایک مرتبہ خرچ کئے۔پھر ایک موقع پر چالیس ہزار دینار خرچ کئے۔پھر ایک موقع پر پانچ صد گھوڑے راہِ خدا میں پیش کئے۔پھر ایک موقع پر پانچ سو اونٹ اللہ کی راہ میں دیئے۔آپ نے سن 41ہجری میں مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔اس وقت آپ کی عمر پچھتر (75) سال تھی۔آپ نے وصیت کی تھی کہ ان کے مال سے پچاس ہزار دینار اللہ کی راہ میں خرچ کئے جائیں اور ہر بدری کو جو اس وقت زندہ تھا چار سو دینار دینے کی وصیت کی۔زندہ بدریوں کی تعداد اس وقت ایک سو تھی۔ایک ہزار گھوڑے مجاہدین کو مہیا کرنے کی وصیت کی۔ان وصیتوں کو ادا کرنے کے بعد اتنا سونا ورثہ میں چھوڑا کہ کلہاڑوں سے کاٹا گیا۔آپ نے چار بیوائیں چھوڑیں۔آپ کی ہر ایک بیوی نے میراث میں سے اپنے حصے کے بدلے میں اسی ہزار دینار وصول کئے۔''

حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کا ایثار

حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نے کھجوروں کے ستر (70) وسق خدمت رسالت مآب میں پیش کئے۔وسق اس وزن کو کہتے ہیں جو ایک اونٹ پر لادا جاتا ہے یعنی بالفاظ دیگر آپ نے اتنی مقدار میں کھجوریں پیش کیں جنہیں لے جانے کے لئے ستر اونٹ درکار تھے۔ایک روایت میں ہے کہ حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نوے (90) وسق یعنی ساڑھے تیرہ ہزار کلو ساڑھے تیرہ ٹن کھجور لے کر آئے۔

حضرت ابوعقیل انصاری رضی اللہ عنہ کا ایثار

ان اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہوں نے اپنی دولت کے ڈھیر حضورِ انور ﷺ کے قدموں میں لگا دیئے' ان کے علاوہ فقراء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایثار بھی بڑا ایمان افروز تھا۔

حضرت ابوعقیل انصاری رضی اللہ عنہ نے جب اپنے آقا ﷺ کو اللہ کے راستہ میں اپنا مال قربان کرنے کی تلقین کرتے ہوئے سنا تو انہوں نے اپنے گھر پر نظر ڈالی تو گھر میں کوئی چیز نہ تھی جو وہ پیش کر سکتے۔وہ ایک یہودی کے پاس گئے اور اس کے ساتھ یہ طے کیا کہ وہ کنوئیں سے ڈول نکال نکال کر اس کے باغ کو سیراب کریں گے۔اور وہ اسے دو صاع کھجور دے گا۔ساری رات آپ ڈول نکالتے رہے' صبح کے وقت تک انہوں نے سارے باغ کو سیراب کر دیا۔اس یہودی نے آپ کو دو صاع کھجور دی۔

آپ ایک صاع کھجوریں اپنے اہل وعیال کے لئے گھر چھوڑ آئے اور ایک صاع اپنے آقا ﷺ کی خدمت میں نذر کر دیا۔اس عالمِ خفا وغیوب' کریم آقا ﷺ نے دل شکنی نہیں کی کہ ایک صاع کھجور لے کر آئے ہو' اس سے کتنے لشکر کی ضرورت پوری ہو گی بلکہ اس کی دلجوئی اور عزت افزائی کرتے ہوئے ایک صحابی کو حکم دیا کہ

Marfat.com

یہ کھجور جو ابو عقیل لے کر آیا ہے' اٹھا لو اور جتنے ڈھیر سامان خورونوش کے جمع ہو چکے ہیں دو دو کھجوریں ہر ایک ڈھیر پر رکھتے جاؤ۔ اس شخص کے خلوص کی برکت سے اللہ تبارک تعالیٰ ان کے صدقات کو بھی قبول فرمائے گا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ بہت سا مال لائے' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ حضرت سعد بن عباد رضی اللہ عنہ اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ بھی کافی مال لائے۔ بقیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی پے در پے اپنے تھوڑے زیادہ صدقات لے آئے۔ یہاں تک کہ ہر کسی نے ایک مُد یا دو مُد صدقہ کیا کہ وہ اس سے زیادہ کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ عورتوں نے بھی ہار' بازو بند' پازیب' بالی اور انگوٹھی وغیرہ جو کچھ ہو سکا آپ ﷺ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ کسی نے بھی اپنا ہاتھ نہ روکا' اور بخل سے کام نہ لیا۔ صرف منافقین تھے جو صدقات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والوں پر طعنہ زنی کرتے تھے' کہتے کہ یہ ریاکار ہے اور جن کے پاس اپنی مشقت کے سوا کچھ نہ تھا' ان کا مذاق اڑاتے تھے کہتے کہ یہ ایک کھجور سے قیصر کی مملکت فتح کرنے اٹھے ہیں۔

اور اس موقع پر ان مذاق اڑانے والوں اور ان کے اس مذاق کا قرآن حکیم نے سورہ توبہ کی 79 میں ان الفاظ میں ارشاد پاک فرمایا ہے۔

اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَیَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ز وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○

''ترجمہ: ''وہ جو عیب لگاتے ہیں ان مسلمانوں کو کہ دل سے خیرات کرتے ہیں اور ان کو جو نہیں پاتے مگر اپنی محنت سے' تو ان سے ہنستے ہیں۔ اللہ ان کی ہنسی کی سزا دے گا۔'' (سورہ توبہ آیت 79)

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 629۔ تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 123۔ السیرۃ النبویہ' احمد بن زینی دحلان جلد 2 صفحہ 342' 343)

مخلص اہلِ ایمان نے جب اپنے آقا حضور پُرنور نبی کریم ﷺ سے اس جہاد میں شمولیت کی دعوت سنی تو وہ بصد مسرت و خلوص بڑے جوش و خروش سے مجاہدین کے اس لشکر میں شریک ہو گئے اور اپنی حیثیت سے بھی بڑھ کر مالی ایثار کا مظاہرہ کیا۔ لیکن یہاں بعض ایسے لوگ بھی تھے جو جاں نثاروں کے اس لشکر میں شریک نہیں ہوئے۔ یہ سب ایک قماش کے لوگ نہ تھے۔ بعض ان میں سے وہ تھے جنہوں نے بظاہر اسلام قبول کر لیا تھا لیکن ان کے دلوں میں نفاق کا روگ تھا۔ یہ لوگ خود بھی اس لشکر میں شریک نہ ہوئے اور دوسرے لوگوں کو بھی جہاد میں شرکت کرنے سے روکا کرتے۔ وہ مسلمان کو بھی کہتے لاتنفروا فی الحر ''کہ سخت گرمی ہے' لو چل رہی ہے' سورج آگ برسا رہا ہے' اتنی گرمی میں سفر کے لئے باہر مت نکلو' آرام سے گھروں میں بیٹھے رہو۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے سورہ توبہ کی آیت 81 میں اس سے متعلق یوں ارشاد پاک فرمایا ہے:

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ یُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِی الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوْا

Marfat.com

یَفۡقَهُوۡنَ ۝

ترجمہ: ''اے میرے حبیب! ان نادانوں کو بتاؤ کہ آتش جہنم اس گرمی سے بہت زیادہ گرم ہے۔ کاش یہ لوگ حقیقت کو سمجھ سکیں۔'' (سورہ توبہ آیت 81)

روانگی سے پہلے

آپ نے گذشتہ اوراق میں پڑھ ہی لیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمان بن عوف، حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ بھی تمام اہلِ خیر نے اس مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ہر کسی نے حسب استطاعت جہاد کے لئے مجاہدین کے لئے امداد فراہم کی۔ اس طرح دیگر ضروریات کی کفالت کا تو کسی حد تک انتظام ہو گیا لیکن مجاہدین کو اس طویل سفر پر لے جانے کے لئے سواریوں کی اب بھی کمی تھی۔

جب لشکر اسلام کی روانگی کا وقت قریب آیا، وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کے پاس سواری کے لئے جانور نہ تھے، وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور گزارش کی کہ انہیں سواری کے لئے جانور مرحمت فرمائے جائیں تا کہ جہاد میں شرکت کی سعادت حاصل کریں۔ یہ سب لوگ سچے مسلمان تھے لیکن مفلس و نادار تھے۔ حضور پُرنور نبی کریم سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس سواری کے جانور نہیں ہیں جن پر میں تمہیں سوار کروں۔

یہ سن کر انہیں بے حد صدمہ ہوا کہ ہم تمام تر اشتیاق کے باوجود محض اپنی ناداری کی وجہ سے اس غزوہ میں شرکت سے محروم رہ جائیں گے۔ ان کے دل کا غم آنکھوں کے راستے ابل پڑا اور وہ روتے ہوئے واپس چل پڑے۔

خالق و مالک کائنات اللہ تبارک تعالیٰ نے اس سورہ توبہ کی آیتِ مبارکہ 92 میں ان کی اس حالت کی یوں تصویر کشی کی ہے۔

وَّلَا عَلَى الَّذِيۡنَ اِذَا مَاۤ اَتَوۡكَ لِتَحۡمِلَهُمۡ قُلۡتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحۡمِلُكُمۡ عَلَيۡهِ تَوَلَّوْا وَّاَعۡيُنُهُمۡ تَفِيۡضُ مِنَ الدَّمۡعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوۡا مَا يُنۡفِقُوۡنَ ۝

ترجمہ: ''وہ واپس ہوئے اس حال مین کہ شدید غم واندوہ کے باعث ان کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے اور وہ اس بات پر از حد رنجیدہ تھے کہ راہ حق میں خرچ کرنے کے لئے ان کے پاس کوئی چیز نہیں۔'' (سورہ توبہ آیت 92)

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی حسرت و یاس اور شکستہ دلی برداشت نہ ہو سکی۔ آپ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے قیمتاً اونٹ خریدے، پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ جاؤ، ان رونے والوں کو بلا لاؤ۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اسی وقت ان کو بلا لائے اور حضور پُرنور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ ان کے حوالے کر

Marfat.com

دیئے۔

یامین بن عمیر نضری کی ملاقات ابو یعلی عبدالرحمٰن بن کعب اور عبداللہ بن مغفل سے اس حالت میں ہوئی کہ وہ زاروقطار رو رہے تھے۔ اس نے ان دونوں سے رونے کی وجہ پوچھی انہوں نے بتایا کہ ہم حضور انور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں یہ درخواست لے کر حاضر ہوئے تھے کہ ہمیں سواری کے لئے اونٹ مہیا کئے جائیں تاکہ ہم اس جہاد میں شرکت کی سعادت حاصل کر سکیں' لیکن حضور پُرنور ﷺ کے پاس اس وقت سواری کے جانور نہ تھے' اس لئے ہم واپس جا رہے ہیں اور محرومی پر آنسو بہا رہے ہیں۔ یامین بن عمیر نے ان دونوں کو ایک اونٹ دیا اور زادِ راہ کے طور پر کھجوریں بھی دیں۔ چنانچہ وہ اس جہاد میں حضور انور ﷺ کے ہمرکاب ہو کر شریک ہوئے۔

جو لوگ سواری نہ ملنے کی وجہ سے رونے لگ گئے تھے' ان میں سے کچھ کے اسماء مبارک درج ذیل ہیں:

1- حضرت سالم بن عمیر

2- حضرت علبہ بن زید (یہ قبیلہ بنی حارثہ سے تھے)

3- حضرت ابو یعلی عبدالرحمٰن بن کعب (ان کا تعلق بنی نجار کے بنو مازن قبیلہ سے تھا)

4- حضرت عمرو بن حمام بن الجموح (یہ بنو سلیم کے ایک فرد تھے)

5- حضرت عبداللہ بن مغفل المزنی

6- حضرت ہرمی بن عبداللہ (ان کا تعلق بنی واقف سے تھا)

7- حضرت عرباض بن ساریہ فزاری۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

ان میں سے ایک نادار صحابی نے اللہ تبارک تعالیٰ کی بارگاہ عزت وصمدیت میں ایک عجیب صدقہ پیش کیا جسے اللہ تبارک تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول' عالمِ خفا وغیوب' سرکارِ دوعالم ﷺ نے قبول فرمایا۔

ان "بکائین" یعنی رونے والوں میں ایک صحابی حضرت علبہ زید رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ جب سواری نہ ملنے کی وجہ سے روتے ہوئے واپس آئے تو رات کو انتہائی حزن وملال کے عالم میں دست بدعا ہوئے:

"اے اللہ! تو نے جہاد کا حکم دیا ہے' مگر نہ تو مجھے اتنے وسائل دیئے ہیں کہ میں تیرے رسول کے ساتھ جا سکوں' نہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اتنی سواریاں ہیں کہ سب کے لئے کافی ہو سکیں۔ میرے پاس تو اتنی ذراسی رقم بھی نہیں ہے کہ میں اس مہم میں خرچ کر کے شریک ہو سکوں۔ اس ناداری کی حالت میں میں اور کچھ نہیں کر سکتا' البتہ یہ التجا کرتا ہوں کہ اگر مجھ پر کسی مسلم نے ظلم کیا ہو' میری دل آزاری کی ہو' مجھے جانی یا مالی نقصان پہنچایا ہو' یا میری عزت وآبرو کو بٹہ لگایا ہو' تو ایسے تمام لوگوں کو میں دل سے معاف کرتا ہوں' قیامت کے دن ان کو میرے کسی حق میں نہ پکڑنا یہی میرا صدقہ ہے اور یہی میرا عطیہ ہے۔ اے اللہ! اس دعا کو قبول فرمالے! صبح ہوئی تو

Marfat.com

نماز کے بعد حضورِ انور نبی کریم، رؤف و رحیم عالمِ خفا و غیوب، مخبرِ صادق ﷺ کے حکم پر ایک صحابی نے باآواز بلند پکارا:

''گذشتہ رات کو اللہ کی راہ میں صدقہ کرنے والا کہاں ہے؟'' کوئی جواب نہ آیا۔ دوبارہ یہی ندا کی گئی۔ پھر کوئی نہ بولا کیونکہ اس رات کسی نے صدقہ یا عطیہ دیا ہی نہیں تھا۔ جب تیسری دفعہ یہی سوال کیا گیا تو حضرت علبہ بن زید رضی اللہ عنہ اٹھے اور کچھ عرض کرنا ہی چاہتے تھے کہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے خود ہی فرمادیا:

''علب بن زید! تمہیں مژدہ ہو کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے تمہارا صدقہ قبول فرمالیا ہے، اور تمہیں بھی راہ خدا میں خرچ کرنے والوں میں شامل کرلیا ہے۔''

اس طرح حضرت علبہ بن زید رضی اللہ عنہ ایک پائی خرچ کیے بغیر محض اپنے سوز دروں اور دلی دعاؤں کے طفیل ہزاروں روپے لٹانے والوں کے زمرے میں داخل ہوگئے۔ زہے نصیب۔

بعض اہلِ ایمان ایسے تھے جو واقعی معذور تھے۔ ان کو اتنا ہی اجروثواب ملے گا جو جہاد میں شرکت کرنے والے مجاہدین کو ملتا ہے کیونکہ وہ عذر کی وجہ سے اس شرف سے محروم رہے، کسی نفاق یا ایمان کی کمزوری کی وجہ سے وہ غیر حاضر نہیں تھے۔

بعض ایسے صحابہ تھے جو شرکت سے محروم رہے لیکن اس غیر حاضری کا ان کے پاس کوئی عذر نہ تھا۔ بلکہ محض غفلت اور سستی کے باعث وہ اس لشکر میں شریک نہ ہوسکے۔ یہ تین حضرات تھے۔ حضرت کعب بن مالک حضرت حضرت بن امیہ اور حضرت مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہم۔

انہوں نے اپنی غفلت و سستی کا اعتراف کیا اور بالآخر معافی مل گئی۔ اس کا ذکر بعد میں ہوگا۔

بہت سے اعرابی آئے عرض کرنے لگے وہ جنگ میں شرکت کرنے سے معذور ہیں اس لئے ان کو جنگ میں شرکت کرنے پر مجبور نہ کیا جائے بلکہ معذرت قبول کر لی جائے لیکن اللہ تبارک تعالیٰ نے ان کی اس درخواست کو مسترد کر دیا اور جو عذر انہوں نے پیش کئے انہیں قبول نہیں کیا بلکہ ایسے لوگوں کے بارے میں سورہ توبہ کی آیات 44، 45 نازل فرمائیں:

لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ۝ اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ۝

ترجمہ: ''نہ اجازت مانگیں گے آپ سے جو ایمان لائے ہیں اللہ پر اور روز قیامت پر کہ نہ جہاد کریں اپنے مالوں اور جانوں سے اور اللہ تبارک تعالیٰ خوب جانتا ہے پرہیزگاروں کو۔ صرف وہی اجازت مانگتے ہیں آپ سے جو نہیں ایمان رکھتے اللہ تبارک تعالیٰ پر اور روز قیامت پر اور شک میں

Marfat.com

مبتلا ہیں ان کے دل تو، وہ شک میں ڈانواں ڈول ہیں۔'' (سورہ توبہ آیات 44، 45)

لشکر اسلام کی روانگی

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، ہادیٔ انس و جاں، رہبرِ کائنات، سرکارِ دو عالم، محبوب ربّ اللعالمین، تاجدارِ کائنات، رحمت اللعالمین، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے غزوہ تبوک کے لئے مدینہ منورہ سے جمعرات کے دن ماہِ رجب سن 9 ہجری کو کوچ فرمایا۔ (ماہ رجب کی پہلی جمعرات 6 رجب کو تھی اور سن عیسوی کے مطابق 630ء کا ماہِ اکتوبر تھا۔) غزوہ تبوک حیات طیبہ کا آخری غزوہ ہے۔

تیس ہزار صحابہ کرام، مجاہدین اسلام، حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔ اس لشکر میں مدینہ منورہ کے انصار و مہاجرین کے علاوہ دیگر قبائل کو بھی شامل ہونے کی دعوت دی گئی تھی اور مکہ میں جو لوگ مشرف باسلام ہو چکے تھے انہیں بھی کہا گیا کہ مجاہدین کے ساتھ شامل ہو کر اس سعادت جہاد سے بہرہ ور ہوں۔ مجاہدین کی سواری کے لئے اونٹوں کے علاوہ دس ہزار گھوڑے تھے۔ ہر تین آدمیوں کے لئے ایک سواری کا جانور مرحمت فرمایا گیا۔ یہ تینوں باری باری اس پر سوار ہوتے تھے۔ علقمہ خزاعی اور ان کے والد کو راستہ بتانے کے لئے ساتھ لیا۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، سرکارِ دو عالم ﷺ نے لشکر کا سب سے بڑا پرچم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مرحمت فرمایا اور ایک اور بڑا جھنڈا حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو عطا کیا۔ قبیلہ اوس کا علمبردار حضرت اسید بن حضیر اور قبیلہ خزرج کا علمبردار حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ انصار کے ہر خاندان اور عرب کے ہر قبیلہ کو ان کی حیثیت کے مطابق علم یا پرچم عطا فرمایا۔ یہ حضرات جن کو لشکر اسلام کا علمبردار بننے کا اعزاز حاصل ہوا ان کا ماضی بڑا شاندار تھا۔ اشاعت اسلام کے سلسلہ میں ان کی خدمات قابل صد تحسین تھیں۔ ان انتظامات سے فارغ ہونے کے بعد حضور انور نبی کریم ﷺ مع اپنے مجاہدین کے روانہ ہوئے اور مدینہ طیبہ کے باہر ثنیۃ الوداع کے مقام پر سارے لشکر کو اکٹھا ہونے کا حکم دیا۔

پیغمبرِ اوّل و آخر اعظم، حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے مدینہ طیبہ سے روانگی کے وقت حضرت محمد مسلمہ رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔ کیونکہ سفر بہت طویل تھا اور تبوک کا مقام مدینہ طیبہ سے بہت دور تھا اس لئے امہات المومنین اور اہلِ بیت کرام کی مومنات طاہرات کی حفاظت کے لئے خصوصی انتظام فرمائے۔ کیونکہ مدینہ طیبہ میں منافقین کی اچھی خاصی تعداد تھی، وہ کسی وقت بھی فتنہ برپا کر کے اہلِ بیت کرام اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے لئے پریشانی کا باعث بن سکتے تھے اس لئے اس اہم کام کے لئے سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ان کی حفاظت کے لئے مقرر فرمایا تاکہ کوئی بداندیش شیر خدا کی موجودگی میں کسی قسم کی شرارت کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ اس انتظام کے بعد حضور پُرنور نبی کریم ﷺ تشریف لے گئے۔

Marfat.com

منافقین نے اودھم مچا دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں طرح طرح کی چہ میگوئیاں شروع کر دیں۔ کوئی منافق کہتا کہ علی لشکر اسلام کے لئے ایک بوجھ تھے اس لئے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) انہیں ساتھ نہیں لے گئے۔ کوئی کہتا ڈرپوک تھے اس لئے پیچھے چھوڑا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایسا بہادر اور شیر دل سپاہی اپنے بارے میں اس قسم کی باتیں کیونکر برداشت کر سکتا تھا۔ آپ نے اپنے جسم پر ہتھیار سجائے اور جرف کے مقام پر حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو گئے اور عرض کی یا رسول اللہ! میرے بارے میں یہود ہر قسم کی ہرزہ سرائیاں کر رہے ہیں' از راہ کرم مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدان جہاد میں جا کر اپنی جانبازی کے جوہر دکھادوں۔ عالمِ خفا وغیوب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق جھوٹ بکتے ہیں۔ میں نے تمہیں اس لئے وہاں چھوڑا کہ آپ خاندان نبوت کی حفاظت کریں اور جو ضعیف' و کمزور مسلمان پیچھے رہ گئے ہیں' ان کی خبر گیری کریں۔

حضور پُر نور نبی کریم' رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا۔

''اے علی! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے اس طرح ہو جس طرح ہارون موسیٰ علیہ السلام کے لئے تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔'' یعنی تم حضرت ہارون علیہ السلام کی طرح نبی تو نہیں بن سکتے لیکن ان کی طرح نبی کے قائم مقام تو بن سکتے ہو۔ یہ ایک بات بہت بڑا اعزاز تھا' نبی نہ ہونے کے باوجود حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وہ مرتبہ دیا جا رہا تھا' جو اس سے پہلے ایک نبی کو عطا ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خوش ہو گئے اور عرض کی:

''میں راضی ہوں' میں راضی ہوں' میں راضی ہوں' یا رسول اللہ!''

یہ ارشاد گرامی سننے کے بعد آپ مدینہ طیبہ واپس تشریف لے گئے۔

مدینہ طیبہ سے روانگی کے وقت عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین اپنے حواریوں سمیت لشکر اسلام کے ہمرکاب روانہ ہوا لیکن جب حضور پُر نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ثنیۃ الوداع کے مقام پر قیام فرمایا تو اس نے کوہ ذباب کے سامنے اپنا الگ ڈیرہ جمایا۔ حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑے توقف کے بعد جب اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئے تو عبداللہ بن ابی اپنے دوستوں کے ساتھ چپکے سے کھسک گیا۔ ان کھسکنے والوں میں عبداللہ بن نبتل اور رفاعہ بن زید جماعت منافقین کے سرغنہ بھی تھے۔ ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

''اے حبیب! وہ کوشاں رہے فتنہ انگیزی میں پہلے بھی اور الٹ پلٹ کرتے تھے آپ کے لئے تجویزیں یہاں تک کہ آ گیا حق اور غالب ہوا اللہ کا حکم اور وہ ناخوش تھے۔'' (سورہ توبہ آیت 48)

مدینہ طیبہ سے چل کر مقام ''ثنیۃ الوداع'' میں آپ نے قیام فرمایا پھر فوج کا جائزہ لیا اور فوج کا مقدمہ' ممینہ' میسرہ وغیرہ مرتب فرمایا پھر وہاں کوچ کیا۔ منافقین قسم قسم کے جھوٹے عذر اور بہانے بنا کر رہ گئے اور مخلص

Marfat.com

مسلمانوں میں سے بھی چند حضرات رہ گئے۔ ان میں یہ حضرات تھے حضرت کعب بن مالک، حضرت ہلال بن امیہ، حضرت مرارہ بن ربیع، حضرت ابوخثیمہ اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم۔ ان میں سے حضرت ابوخثیمہ اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ تو بعد میں جا کر شریک جہاد ہو گئے لیکن تین اوّل الذکر نہیں گئے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے پیچھے رہ جانے کا سبب یہ ہوا کہ ان کا واحد سواری کا ذریعہ اونٹ یا گھوڑا ان دنوں بیمار اور بہت لاغر و کمزور تھا اور اس حالت میں اسے سفر پر نہیں لے جایا سکتا تھا۔ اس لئے وہ بھی لشکر اسلام کے ساتھ جہاد پر نہ نکل سکے۔ البتہ وہ اپنے سواری کے جانور کے علاج معالجے، خوراک و آرام، دانہ پانی کے لئے پہلے دن سے بہت مصروف رہے۔ خیال تھا کہ اونٹ صحت یاب ہو گیا تو پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا ملوں گا۔

چند دن بعد اونٹ کسی قدر تندرست ہو گیا، تو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے اس پر سامان لادا، اور سوار ہو کر چل پڑے، مگر راستے میں اونٹ پھر بیمار ہو گیا اور چلنے کے قابل نہ رہا۔ اب مزید تاخیر نا قابل برداشت تھی، اس لئے انہوں نے سامان اتار کر اپنے کندھوں پر رکھا اور اونٹ کو وہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔

اس شدید گرمی میں اتنا بھاری بوجھ اٹھا کر صحرا میں تنہا سفر کرنا کوئی آسان نہ تھا، مگر عشق کا جذبہ موجزن ہو تو کوئی مشکل مشکل نہیں معلوم ہوتی۔ طویل صحرانوردی کے بعد آخر کار وہ بھی لشکر اسلام کے قریب جا پہنچے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حیرت سے کہا:

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایک آدمی تن تنہا اور پیادہ چلا آرہا ہے!!"

حضور پُرنور عالمِ خفا و غیوب مخبرِ صادق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اس کو ابوذر غفاری ہونا چاہیے"

چند لمحوں بعد سب نے تصدیق کر دی کہ واقعی ابوذر ہی ہے۔

حضور پرانور نبی کریم عالمِ خفا و غیوب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ اس پر رحم کرے یہ تنہا جیئے گا، تنہا مرے گا، اور تنہا اٹھایا جائے گا۔

جب حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ خدمتِ اقدس میں جا پہنچے تو پیاس سے بے حال ہو رہے تھے۔ پانی پی کر حواس بحال ہوئے تو اپنی داستان بیان کی۔ حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ابوذر! اللہ تبارک تعالیٰ نے تمہارے ہر قدم کے عوض تمہارا ایک گناہ معاف فرمایا ہے اور ایک درجہ بلند کیا ہے۔"

یہ مژدہ جانفزا سن کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ہشاش بشاش ہو گئے۔ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان مبارک کی تشریح یا وضاحت یوں ہے۔

حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے دو جز تو پورے ہو گئے۔ یعنی تنہا جینا اور مرنا۔ البتہ تیسرا جز بروزِ

Marfat.com

محشر ظہور پذیر ہو گا یعنی تنہا اٹھایا جانا۔

زندگی بھر تنہا اور الگ تھلگ رہنے کی اصل وجہ یہ تھی کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بہت بے باک انسان تھے اور لگی لپٹی رکھے بغیر سچی بات کہہ دیتے تھے۔ان کی سچائی اور صداقت کا یہ عالم تھا کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ماا ظلت الخصر اء و لا اقلت الغبرا ء اصدق لهجة من ابی ذر ۔

''آسمان نے آج تک جن لوگوں پر سایہ کیا ہے اور زمین نے بوجھ اٹھایا ہے' ان میں سے کوئی بھی ابوذر سے زیادہ سچے لہجے والا نہیں ہوا''۔

اسلام لانے کے ساتھ ہی ان کی اس صفت کا ظہور ہو گیا تھا۔ چنانچہ جب وہ اسلام لانے کے لئے مکہ مکرمہ آئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے توسط سے پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نصیحت فرمائی' کہ فی الحال یہاں مکہ میں اپنے ایمان کا اظہار نہ کرنا' اور خاموشی سے جا کر اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دینا' اس نصیحت کا مقصد یہ تھا کہ مشرکین مکہ ان کو کوئی گزند نہ پہنچائیں۔ کیونکہ وہ اسلام کا بالکل ابتدائی دور تھا' اور اس وقت تک بہت کم آدمی مسلمان ہوئے تھے۔اس زمانے میں مشرکین مکہ کے ظلم وستم سے بچنے کے لئے ہر انسان کو اپنا ایمان مخفی رکھنا پڑا تھا' مگر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اپنی طبعی بے باکی اور صاف گوئی کی وجہ سے ضبط نہ کر سکے اور حرم میں جا کر اعلان کر دیا کہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

''اشهد ان لااله الا الله واشهد ان محمد عبده و رسوله''

یہ سنتے ہی چاروں طرف سے حرم میں موجود مشرکین ان پر ٹوٹ پڑے اور اس قدر مارا کہ وہ نڈھال ہو کر گر پڑے۔ یہ دیکھ کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان کو بچانے کے لئے ان پر اوندھے لیٹ گئے اور مشرکین سے کہنے لگے۔

''یہ کیا کر رہے ہو تم لوگ؟! کیا تم نہیں جانتے کہ یہ شخص قبیلہ غفار کا فرد ہے' اور یہ قبیلہ شام کے راستے میں تجارتی گزرگاہ پر آباد ہے۔اگر اس کو کچھ ہو گیا تو تمہارا کوئی تجارتی قافلہ شام تک نہیں پہنچ سکے گا۔''

یہ سن کر مشرکین نے ان کو چھوڑ دیا مگر دوسرے دن پھر انہوں نے حرم میں کھڑے ہو کر کلمہ شہادت پڑھنا شروع کر دیا۔اس دن بھی مشرکین نے ان کو بہت مارا اور حسب سابق حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی مداخلت سے ان کی جان چھوٹی۔

اس کے بعد وہ اپنے گھر چلے گئے اور طویل عرصے تک دعوت و تبلیغ کا کام کرتے رہے۔ جب حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ احزاب سے فارغ ہوئے تو وہ دوسری مرتبہ حاضر خدمت ہوئے اور پھر مدینہ ہی میں قیام پذیر ہو گئے۔

Marfat.com

ان کے مزاج میں زہد اور دنیا سے نفرت و بے رغبتی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اکثر کہا کرتے تھے کہ قیامت کے دن تمہاری نسبت میں رسول اللہ ﷺ کے زیادہ قریب ہوں گا کیونکہ حضور پُرنور ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن مجھ سے قریب ترین شخص وہ ہوگا جو مجھے اسی حالت میں ملے گا جس میں میں نے اسے چھوڑا ہوگا۔ اور ایسا شخص صرف میں ہوں کیونکہ تم سب پہلے سے آسودہ حال ہو گئے ہو۔ جب کہ میں آج بھی ویسا ہی فقیر ہوں' جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں ہوا کرتا تھا۔

ان کا نظریہ تھا کہ مال و دولت جمع کرنا قطعی طور پر ناجائز اور حرام ہے۔ جب کہ جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم کی رائے یہ تھی کہ جو مال جائز ذرائع سے حاصل کیا جائے اور اس میں سے زکوٰۃ وصدقات وغیرہ تمام حقوق ادا کر دیئے جائیں' وہ حلال وطیب ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو اس سے اتفاق نہیں تھا۔ اس لیے آپ ﷺ کے وصال کے بعد مالدار صحابہ رضی اللہ عنہم سے اکثر ان کی تلخ کلامی ہو جاتی تھی۔ آخر وہ شام چلے گئے' مگر وہاں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر برسرِ عام تنقید کرتے رہتے تھے اور انہیں مال جمع کرنے کی بنا پر بُرا بھلا کہتے رہتے تھے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پہلے تو برداشت کرتے رہے مگر آخر مجبور ہو کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے شکایت کی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے روز روز کے اختلافات سے بچنے کے لئے ان کو ربذہ نامی ایک الگ تھلگ جگہ میں زمین دے دی اور انہوں نے وہیں رہائش اختیار کر لی۔ وہیں 32 ہجری میں ان کا وصال ہوا۔

وصال کے وقت صرف ان کی اہلیہ حضرت اُم ذر رضی اللہ عنہا پاس تھیں۔ اور اس وقت بھی فقر کا یہ عالم تھا کہ حضرت اُم ذر رضی اللہ عنہا رو پڑیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے پوچھا ''کیوں رو رہی ہو؟''

''کیسے نہ روؤں'' اُم ذر رضی اللہ عنہا بے بسی سے بولیں۔ ''جب کہ آپ ایک ویران جگہ میں وفات پا رہے ہیں جہاں نہ کوئی جنازہ پڑھنے والا ہے' نہ دفن کرنے والا' اور میرے پاس اتنا کپڑا بھی نہیں ہے کہ آپ کا کفن بنا سکوں۔''

''چھوڑ ان باتوں کو'' حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیزاری سے بولے اور خوشخبری سن کہ ہم دونوں جنت میں جائیں گے۔ کیونکہ میں نے حضور پُرنور رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اگر کسی کے دو یا تین بچے فوت ہو جائیں گے اور ماں باپ صبر کریں تو اللہ تبارک تعالیٰ ان پر دوزخ کی آگ حرام کر دیتا ہے۔ اور تو جانتی ہی ہے کہ ہمارے تین بچے فوت ہو چکے ہیں۔

رہا میرے کفن دفن کا مسئلہ' تو اس سلسلے میں تجھے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے اللہ تبارک تعالیٰ خود ہی اس کا انتظام فرما دے گا۔ کیونکہ ایک دفعہ پیغمبر اوّل وآخر و اعظم' حضورِ انور رسول اللہ ﷺ نے ہم چند آدمیوں کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ تم میں سے ایک شخص ویرانے میں وفات پائے گا۔ اور اس کا جنازہ پڑھنے کے لئے اہلِ ایمان کی ایک جماعت موجود ہوگی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ شخص میں ہی ہوں۔ کیونکہ باقی سب آبادیوں میں

Marfat.com

اور رشتہ داروں کے درمیان فوت ہو چکے ہیں۔ تو باہر نکل کر اِدھر اُدھر دیکھ! ممکن ہے کوئی جماعت آ رہی ہو۔"

حضرت اُم ذر رضی اللہ عنہا نے کہا:

"حج کا موسم گذر چکا ہے۔ اور قافلوں کی آمد و رفت ختم ہو چکی ہے۔ اب بھلا اس راستے پر کون آئے گا!!

"تو دیکھ تو سہی" ابوذر رضی اللہ عنہ نے اصرار کیا۔ کوئی نہ کوئی جماعت ضرور آئے گی کیونکہ نہ میں جھوٹ بول رہا ہوں' نہ مخبرِ صادق عالمِ خفا و غیوب' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات غلط ہو سکتی ہے۔"

حضرت اُم ذر رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں باہر گئی' مگر مجھے کوئی آدمی نظر نہ آیا۔ ابوذر کی حالت نازک تھی۔ اس لئے ان کو بھی اکیلا نہیں چھوڑ سکتی تھی۔ چنانچہ کبھی باہر جا کر آس پاس نظر دوڑاتی تھی' کبھی واپس آ کر ابوذر کی دیکھ بھال کرتی تھی آخر ایک مرتبہ جب میں باہر نکلی تو ایک جماعت آتی نظر آئی۔ میں نے ان کو آواز دی تو وہ ٹھہر گئے۔ اور مجھے افسردہ ہراساں دیکھ کر پوچھنے لگے: "اے اللہ کی بندی! تجھے کیا پریشانی ہے؟"

میں نے کہا "وہ تمہارا ایک مسلمان بھائی فوت ہو رہا ہے' ذرا آ کر اس کے کفنانے دفنانے میں تعاون کر دو۔"

کون ہے؟ انہوں نے پوچھا۔

"ابوذر" میں نے بتایا۔

رسول اللہ کا صحابی ابوذر؟" انہوں نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں' وہی ابوذر" میں نے تصدیق کی۔

یہ سنتے ہی وہ تیزی سے لپکے' اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس چلے آئے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے انہیں مرحبا کہا۔ پھر انہیں مخبرِ صادق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہی ارشاد سنایا تم میں سے ایک شخص ویرانے میں وفات پائے گا' اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے کے لئے اہلِ ایمان کی ایک جماعت موجود ہوگی۔ پھر کہنے لگے "اگر میرے پاس میری بیوی کے پاس کپڑا موجود ہوتا' تو میں اسی کا کفن بنانا پسند کرتا۔ مگر ہمارے پاس ان پہنے ہوئے بوسیدہ کپڑوں کے سوا کوئی کپڑا نہیں ہے۔ اس لئے کفن کا انتظام آپ لوگوں کو ہی کرنا پڑے گا۔ لیکن خیال رہے کہ مجھے کفن دینے والا نہ تو کوئی مالدار آدمی ہو نہ سرکاری عہدیدار۔"

ان میں سے ایک نوجوان نے کہا:

"چچا جان! میں آپ کی شرائط پر پورا اترتا ہوں۔ اور میرے سامان میں دو کپڑے بھی موجود ہیں' جو میری امی نے اپنے ہاتھ سے کاتے ہیں۔"

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا "ٹھیک ہے' بس تم ہی مجھے کفن پہنانا!" اس کے بعد انہوں نے اپنی جان' جاں آفرین کے سپرد کر دی۔ اس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بے اختیار رو پڑے اور کہنے لگے:

Marfat.com

آہ! میرا دوست اور بھائی ابوذر' مخبر صادق رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا کہ تنہا جئے گا' تنہا مرے گا' اور تنہا اٹھایا جائیگا۔''

پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی' اور سب نے مل کر انہیں ربذہ میں دفن کر دیا۔

(زُرقانی جلد 3 صفحہ 71۔السیرۃ النبویہ ہشام جلد 4 صفحہ 524)

حضرت ابوخثیمہ رضی اللہ عنہ

حضرت ابوخثیمہ رضی اللہ عنہ بہت آرام و آسائش کی زندگی بسر کرنے کے عادی تھے۔ کسی وجہ سے پیغمبرِ اوّل و آخر واعظم' حضور پُرنور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ کے ساتھ نہ جاسکے اور مدینہ منورہ میں ہی رہ گئے۔ ایک دن شدید گرمی میں دوپہر کے وقت گھر اپنے اہلِ خانہ کے پاس آئے اور دیکھا کہ ان کے باغ میں ان کی دونوں بیویاں اپنے اپنے چھپر میں تھیں۔ ہر ایک نے اپنے چھپر پر چھڑکاؤ کر کے اسے ٹھنڈا بنالیا تھا اور ہر ایک نے اپنے چھپر میں ٹھنڈے پانی سے بھرے ہوئے گھڑے سجا رکھے تھے نیز بڑا لذیذ کھانا بھی تیار کر رکھا تھا۔ جب حضرت ابوخثیمہ رضی اللہ عنہ اپنے باغ میں داخل ہوئے تو دونوں چھپروں کے دروازے تک آکر رک گئے۔ اپنی بیویوں کو دیکھا' انہوں نے ان کے آرام و آسائش کے لئے جو اہتمام کر کے رکھے تھے اسے بھی ملاحظہ فرمایا تو عاشق صادق کے دل پر ایک چوٹ سی لگی اور بے اختیار زبان سے نکلا۔

''اللہ کا پیارا رسول تو دھوپ اور لو میں اور ابوخثیمہ ٹھنڈے سائے میں' جہاں ٹھنڈا پانی رکھا ہے لذیذ کھانا تیار ہے اور خوبرو بیوی موجود ہے۔ یہ سب تو انصاف کا تقاضا نہیں۔''

پھر اپنی بیوی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

میں تم میں سے کسی کے چھپر میں قدم بھی نہیں رکھوں گا بلکہ اپنے آقا ہادی و مرشد ﷺ کے ساتھ جاملوں گا۔ میرے لئے زادِ راہ تیار کرو۔ چنانچہ ان نیک بخت بیویوں نے ان کے لئے فوراً زادِ راہ تیار کر دیا۔ پھر آپ کی اونٹنی آپ کے سامنے پیش کی گئی اور اس پر سوار ہو کر حضرت ابوخثیمہ رضی اللہ عنہ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو جانے کے لئے نکلے۔ وہ ہر ممکن تیز رفتاری سے چلتے ہوئے تبوک کی طرف لشکر اسلام سے جاملنے کے لئے رواں دواں رہے۔

ان کے علاوہ ایک اور صحابی حضرت عمیر بن وہب جمحی رضی اللہ عنہ بھی پیچھے رہ گئے تھے' وہ بھی حضور پُرنور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے گھر سے روانہ ہوئے۔ راستہ میں ان کی ملاقات حضرت ابوخثیمہ رضی اللہ عنہ سے ہو گئی۔ دونوں ایک ساتھ جب تبوک کے علاقے میں ایسے مقام پر پہنچ گئے جہاں سے لشکر اسلام کے پڑاؤ کا اندازہ کرنا مشکل نہ تھا تو حضرت ابوخثیمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ سے کہا اے عمیر جب لشکر اسلام تبوک کے لئے نکلا تو تم تو اس وقت مدینہ منورہ میں موجود ہی نہ تھے ورنہ اسی وقت لشکر اسلام کے ساتھ چل

Marfat.com

نکلتے۔ اے عمیر! میں تو اس دن مدینہ منورہ میں موجود تھا حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے ساتھ نہ نکل کر میں نے بہت بڑی غلطی کر دی ہے۔ مجھ سے ایک بڑا گناہ سرزد ہو گیا ہے۔ اب اگر تم مجھ سے پیچھے رہ جاؤ تو میں بارگاہِ رسالت مآب میں تم سے پہلے حاضر ہو جاؤں گا اور مجھے تسکین مل جائے گی۔ ان کے لئے حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ کچھ فاصلے پر رک گئے اور حضرت ابوخثیمہ رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضری دینے کے لئے لشکر اسلام کی طرف آگے بڑھے۔ لوگوں نے جب ایک سوار کو اپنی طرف آتے دیکھا تو عرض کی یارسول اللہ! کوئی شتر سوار ہماری طرف آ رہا ہے۔ حضور پُرنور ﷺ نے فرمایا کن ابا خثیمہ "خدا کرے یہ ابوخثیمہؓ ہو۔"

کچھ دیر بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی، بخدا! یہ سوار حضرت ابوخثیمہ رضی اللہ عنہ ہی ہے۔ وہاں پہنچ کر حضرت ابوخثیمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے اونٹ کو بٹھایا اور بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہونے کے بعد سلام عرض کیا۔ حضور پُرنور نبی کریم سرکارِ دوعالم ﷺ نے ابوخثیمہ کو فرمایا۔ (اولی لك یا اباخیثمہ ثم اخبرہٗ خبرہٗ) "اے ابوخثیمہ! تمہیں مبارک ہو۔ ہمیں اپنی بات سناؤ۔ پھر حضرت ابوخثیمہ رضی اللہ عنہ پر جو بیتی تھی اس سے اس نے حضور انور نبی کریم ﷺ کو آگاہ کیا۔" حضورِ انور ﷺ نے اس کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

(زُرقانی جلد 3 صفحہ 71، الاکتفا جلد 2 صفحہ 380)

دیارِ ثمود سے گزر

اسی سفر میں لشکر اسلام کا گزر اجڑے ہوئے حجر نامی قصبہ سے ہوا۔ یہ قصبہ وادی القریٰ میں ہے اور اسی وادی میں قوم ثمود کے مکانات ہیں۔ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور نبی کریم ﷺ وہاں اترے (کچھ دیر کے لئے رُکے) اور لوگوں نے اپنے مشکیزوں اور برتنوں میں وہاں کے کنوؤں کا پانی بھر لیا۔ جب لشکر اسلام روانہ ہوا تو حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس پانی سے تم نے پینا نہیں، نہ نماز کے لئے وضو کرنا ہے اور اس پانی سے جو آٹا گوندھا ہے وہ اونٹوں کو کھلا دو اور اپنی روٹی اس سے نہ پکاؤ۔ مزید فرمایا کہ رات کے وقت اگر کسی شخص کو اپنے خیمہ سے باہر نکلنے کی ضرورت محسوس ہو تو اکیلا مت نکلے بلکہ اپنے کسی ساتھی کو ہمراہ لے جائے۔

لوگوں نے ارشادِ رسالت مآب کی تعمیل کی لیکن بنو ساعدہ کے دو آدمی خیموں سے تنہا تنہا نکلے اور کسی دوسرے ساتھی کو اپنے ہمراہ نہ لے گئے۔ ایک شخص قضائے حاجت کے لئے اور دوسرا اپنے اونٹ کی تلاش کے لئے نکلا۔ پہلا شخص جب باہر نکلا تو کسی نے اس کا گلا دبا دیا اور جو اونٹ کی تلاش میں نکلا تھا، اسے تیز آندھی اڑا کر لے گئی اور بنو طے قبیلہ کے دو پہاڑوں کے درمیان پھینک دیا۔ بارگاہِ رسالت مآب میں اس کے بارے میں عرض کی گئی۔ حضور پُرنور عالمِ خفا و غیوب مخبرِ صادق ﷺ نے فرمایا: کیا میں نے تم کو منع نہیں کیا تھا کہ اکیلے باہر نہ نکلنا؟ حضور انور ﷺ نے اس شخص کے لئے دعا فرمائی جس کو کسی نے گلے سے دبوچ کر حواس باختہ کر دیا

Marfat.com

تھا' وہ صحت یاب ہو گیا۔ اور جس کو تیز ہوا نے اڑا کر بنی طے کے کوہستان میں جا پھینکا تھا وہاں کے لوگ جب حضور انور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو اس شخص کو ہمراہ لیتے آئے۔

مندرجہ بالا کے متعلق صحیح بخاری میں دو روایات حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

1- عن نافع ان عبداللہ ابنِ عمر اخبرہ ان الناس نزلوا مع رسول اللہ ﷺ ارض ثمود الحجر و استقوا من بیارھا و ان یعلفو االابل العجین و امرھم ان یستقوا من البئر التی کان تردھا الناقة

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ لوگ جب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ثمود قوم کی جگہ یعنی مقام حجر میں اترے تو وہاں کے کنویں سے لوگوں نے پانی بھر لیا اور اس سے آٹا بھی گوندھا اس پر رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا کہ اس کنویں سے جو پانی بھرا ہے وہ اونٹوں کو کھلا پلا دو اور آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اس کنویں سے پانی بھرو جس سے (حضرت صالح علیہ السلام کی) اونٹی نے پانی پیا تھا۔ (صحیح البخاری: جلد 1 صفحہ 478)

2- عن ابنِ عمر قال قال رسول اللہ ﷺ لا تدخلوا مساکن الذین ظلموا انفسھم الا ان تکونو اباکین ان یصیبکم مثل ما اصابھم۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا ظالموں کی رہائش گاہوں میں داخل نہ ہونا مگر روتے ہوئے کہیں ایسا نہ ہو کہ جو عذاب ان پر آیا تھا وہ تمہارے اوپر بھی آجائے۔

(صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 479)

لشکر اسلام نے وہاں سے اپنی منزل کی طرف کوچ کیا۔ اثنائے سفر ایک ایسے چشمہ کے پاس سے گزر ہوا جس سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پانی پیا کرتی تھی۔ حضور پُرنور ﷺ نے اپنے امتیوں کو فرمایا معجزات کا مطالبہ نہ کیا کرو' تمہیں علم ہے کہ حضرت صالح علیہ اسلام کی قوم نے معجزہ کا مطالبہ کیا تھا۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے ان کے لئے پتھر کی چٹان سے ایک اونٹنی ظاہر کی لیکن ان کی قوم اس کی قدر و منزلت کو نہ پہچان سکی اور اس کے حقوق کی ادائیگی کے بارے میں انہوں نے کوئی توجہ کی۔ آخر کار انہوں نے تنگ آ کر اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور اس کو ہلاک کر دیا۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے اس گستاخی کے بدلے میں ان پر ایک تند آندھی کی شکل میں ایسا عذاب بھیجا کہ جس نے ان کا نام و نشان تک مٹا کر رکھ دیا۔

بارانِ رحمت

جیسا کہ آپ پڑھ آئے ہیں اس سال اب تک جزیرہ عرب میں خشک سالی رہی اور جب لشکر اسلام مدینہ سے تبوک کے لئے روانہ ہوا ان دونوں سن 630ء عیسوی کا ماہِ اکتوبر تھا لیکن صحرا میں دن کے وقت اس ماہ میں

Marfat.com

بھی سخت گرمی ہوتی ہے اور خشک سالی کے سبب اس سال گرمی اور بھی زیادہ تھی اور پانی کمیاب تھا۔ اب لشکر اسلام کے سامنے ایک طویل و عریض صحرا تھا' جس کو عبور کرنا تھا۔ وہاں پانی کا ایک قطرہ بھی دستیاب نہ تھا۔ پیاس کی شدت کے باعث مسلمانوں کی حالت کافی بڑی نازک تھی اور اپنی جان کو بچانے کے لئے وہ اپنے اونٹوں کو' جس کی سواری ان کے لئے اشد ضروری تھی' ذبح کرنے پر مجبور ہوگئے۔ ان کے معدوں اور آنتوں سے چند گھونٹ پانی مل جاتا تو اس سے وہ اپنے ہونٹوں اور حلق کو تر کر کے وقت گزارتے۔

جب پانی کی نایابی اور پیاس کی شدت کے باعث مجاہدین کی حالت ناگفتہ بہ ہوگئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی' یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تبارک تعالیٰ آپ کی دعاؤں کو ہمیشہ شرفِ قبولیت عطا فرمایا کرتا ہے۔ اگر حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پروردگار کی بارگاہ میں بارش کے لئے دست سوال دراز کریں تو اللہ تبارک تعالیٰ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو مایوس نہیں کرے گا۔ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اے ابوبکر! کیا یہ بات تجھے پسند ہے کہ بارش کے لئے دعا کروں؟ آپ نے عرض کی بیشک۔ حضورِ انور نبی کریم' رؤف ورحیم نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے۔

وہ اٹھے ہوئے ہاتھ ابھی واپس نہیں آئے تھے کہ کالے بادل سارے آسمان پر چھا گئے اور تھوڑی دیر کے بعد موسلا دھار بارش برسنے لگی۔ مسلمانوں نے اپنے برتن اور اپنے مشکیزے بھر لئے۔ خوب سیر ہو کر خود بھی پیا اور اپنے مویشیوں کو بھی پانی پلایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں' جب ہم اپنے پڑاؤ کے ایریا سے باہر پہنچے تو وہاں زمین خشک تھی جہاں پانی ایک قطرہ بھی نہ ٹپکا تھا۔ شانِ ربّ اللعالمین کہ بارش صرف اس علاقہ تک محدود رہی جہاں مجاہدین اسلام نے خیمے نصب کیے ہوئے تھے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 645)

اونٹنی کی گمشدگی

اگرچہ عبداللہ بن ابی اپنے ساتھیوں کے ساتھ راستے ہی سے پلٹ گیا لیکن ابھی تک بہت سے منافقین اسلامی لشکر میں شامل تھے۔

لشکر مجاہدین اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھا۔ راستے میں ایک جگہ رات بسر کی تو پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضورِ انور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ قصواء گم ہوگئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کو تلاش کرنے کے لئے بڑی دوڑ دھوپ کر رہے تھے۔ حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر تھے لیکن ان کے اپنے خیمہ میں ایک اور شخص بھی ٹھہرا ہوا تھا۔ جس کا نام زید بن لصیت تھا' جو منافق تھا۔ اس کا تعلق یہودی قبیلہ بنو قینقاع سے تھا۔ اس نے حالات کی مجبوری کے پیشِ نظر اسلام قبول کر لیا لیکن اس کے دل میں نفاق کا مرض موجود تھا یہ ہر معاملہ میں منافقین کی پاسداری کیا کرتا تھا۔

جیسے ہی اونٹنی کی گمشدگی اور تلاش کے بارے میں زید بن لصیت کو پتہ چلا تو زید کہنے لگا کہ دیکھو محمد صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ نبی ہیں اور آسمان کی باتوں سے تمہیں آگاہ کرتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ رات سے اونٹنی گم ہے۔ان کے ساتھی تلاش کرتے کرتے تھک کر چور ہو گئے ہیں اور ابھی تک انہیں خبر تک نہیں ہوئی کہ اونٹنی کہاں ہے؟

ادھر زید یہ بات کر رہا تھا اور ادھر عالم خفا وغیوب' مخبر صادق' محبوب ربّ للعالمین ﷺ ارشاد فرما رہے تھے جسے حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ بھی سن رہے تھے کہ ایک منافق نے میرے بارے میں ایسی ایسی بات کی ہے کہ دعویٰ تو ان کا یہ ہے کہ وہ نبی ہیں اور آسمان کی باتوں سے تمہیں آگاہ کرتے ہیں لیکن حالت یہ ہے کہ انہیں اپنی اونٹنی کے بارے میں بھی علم نہیں کہ وہ کہاں ہے؟ پھر فرمایا:

وانی واللہ ما اعلم الا ما علمنی اللہ وقد دلنی اللہ علیھا وھی فی وادمن شعب کذا و کذا (الطبری 145:3)	اللہ تبارک تعالیٰ نے مجھے جس چیز کا علم عطا فرمایا ہے میں وہی جانتا ہوں اور خدا کی قسم اللہ نے مجھے بتا دیا ہے کہ وہ اونٹنی اس وقت فلاں وادی اور فلاں درے میں ہے۔

آپ ﷺ نے درخت کا پتہ بتا دیا جس کے ساتھ اس کی مہار الجھی ہوئی تھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گئے اور اس مقام سے اونٹنی کو لے کر آئے۔

حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ حضور پُر نور ﷺ سے اجازت لے کر اپنے خیمہ میں آئے اور کہنے لگے میں بہت حیران ہوں کہ اس بات سے جو اللہ تبارک تعالیٰ کے رسول نے فرمائی ہے۔حضور پُر نور ﷺ نے ابھی ابھی اس بات سے مجھے آگاہ کیا ہے کہ فلاں شخص نے ایسی ایسی باتیں کہی ہیں۔حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ کا بھائی جو اپنے خیمہ میں تھا وہ جھٹ بولا کہ یہ بات تو زید بن لصیت نے کہی ہے۔حضرت عمارہ رضی اللہ عنہ کو جب زید کے خبث باطن سے آگاہی ہوئی تو انہوں نے زید کو گردن سے دبوچ لیا اور غصہ سے فرمایا:

اخرج یا عدو اللہ من رحلی فلا تصحبنی

''اے اللہ کے دشمن! میری قیام گاہ سے فوراً نکل جاؤ' میں تمہیں اپنے ساتھ رہنے کی اجازت نہیں دوں گا۔''

اس سے یہ حقیقت بھی عیاں ہوگئی کہ صرف منافق ہی اللہ کے رسول کے علم اور شان رفیع پر زبان طعن دراز کرتے ہیں' کوئی مومن بندہ اس قسم کی جسارت نہیں کر سکتا۔

(طبری جلد 3 صفحہ 145۔سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 647۔زرقانی جلد 3 صفحہ 75)

حضور پُر نور ﷺ کا حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف کی اقتدا میں نماز ادا کرنا

اس سفر میں ایک اور واقعہ پیش آیا۔حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بسند صحیح روایت کرتے ہیں کہ جب ہم حجر اور

Marfat.com

تبوک کے درمیان سفر کر رہے تھے تو حضورِانور رحمتِ دوعالم ﷺ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔ حضورانور ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب قضائے حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تو بہت دور نکل جاتے۔ میں بھی پانی کا لوٹا لے کر حضور پُرنور ﷺ کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ اسی اثناء میں صبح کا اجالا پھیل گیا یہاں تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ فکر ہوئی کہ کہیں سورج نہ طلوع ہو جائے اور نماز قضا ہو جائے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو آگے بڑھایا اور انہوں نے نماز پڑھانا شروع کی۔

میں پانی کا بھرا ہوا لوٹا لے کر پیغمبرِ اوّل و آخر واعظم، رہبرِ کائنات، ہادئ انس و جاں، حضورانور نبی کریم ﷺ کے ہمراہ تھا۔ حضورِانور ﷺ نے اس روز رومی جبہ زیب تن فرمایا ہوا تھا۔ جب حضور پُرنور ﷺ استنجا سے فارغ ہوئے تو میں وضو کرانے لگا۔ حضور پُرنور ﷺ نے اپنا رخ انور دھویا پھر بازو دھونے کا ارادہ فرمایا لیکن اس جبہ کی آستین بڑی تنگ تھی، کوشش کے باوجود اوپر نہ چڑھ سکی۔ حضورانور ﷺ نے اپنا بازو نیچے سے نکال لیا پھر اپنے دونوں بازو دھوئے۔ پھر جوتے اتارنے کے لئے میں جھکا تو حضور پُرنور ﷺ نے فرمایا مغیرہ! انہیں رہنے دو۔ میں نے انہیں پاک کر کے خفین پہنی ہیں۔ چنانچہ حضورِانور ﷺ نے خفین پر مسح کیا۔ پھر ہم واپس آئے۔ اس وقت تک عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ایک رکعت پڑھا چکے تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب حضورانور ﷺ کی آمد کا احساس ہوا تو تسبیح کہی تاکہ حضرت عبدالرحمٰن کو حضور ﷺ کی آمد کا پتہ چل جائے۔ نمازیوں میں ہلچل پیدا ہو گئی۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے بھی پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا لیکن پیغمبرِ اوّل و آخر واعظم، اللہ کے رسول ﷺ نے ایک رکعت حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں ادا فرمائی۔ جب انہوں نے سلام پھیرا تو حضور پُرنور نبی کریم، رؤف ورحیم ﷺ نے کھڑے ہو کر باقی ماندہ رکعت ادا کی۔

حضور پُرنور ﷺ نے اپنے اس جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز ادا کی، نماز کی ادائیگی کے بعد حضور پُرنور نبی کریم عالمِ خفا وغیوب ﷺ نے اس بات کی گواہی دی کہ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ امت کے صالحین میں سے ہیں اور فرمایا:

احتسم، انہ لم یتوف نبی حتی یومہ رجل صالح من امتہ

تم نے اچھا کیا (کہ انہیں امامت کے لئے منتخب کیا) کیونکہ کسی نبی نے اس وقت تک وفات نہیں پائی جب تک اس کی امت کے صالح شخص نے اس کی امامت نہ کی ہو۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 648)

ایک ''جن صحابی'' کی حاضری

ابھی لشکر اسلام تبوک نہیں پہنچا تھا کہ راستے میں ایک سانپ حضورِانور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سیدھا کھڑا ہو گیا، کچھ دیر کا، پھر اس نے راستہ چھوڑ دیا۔ پیغمبرِ اوّل و آخر واعظم، حضور پُرنور نبی کریم

Marfat.com

رؤف ورحیم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کیا تمہیں معلوم ہے یہ کون ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ 'اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ ان آٹھ جنوں میں سے ایک ہے جو میرے پاس قرآن سیکھنے آئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

وھو یقرؤ انکم السلام وہ تمہیں سلام کہہ رہا ہے تم بھی اس کے سلام کا جواب دو۔ (السیرۃ الحلبیہ' جلد 3 صفحہ 145)

طلوعِ آفتاب کے بعد ادائیگی نماز

امام بیہقی حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں غزوۂ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کے ہمرکاب تھا۔ لشکر اسلام کے تبوک پہنچنے سے ایک دو رات قبل لشکر اسلام کا سفر کافی رات گئے تک جاری رہا۔ آخر نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم استراحت فرما ہوئے اور آنکھ اس وقت کھلی جب سورج ایک نیزہ کے برابر بلند ہو چکا تھا۔

اس شب حضرت بلال رضی اللہ عنہ پہرہ دے رہے تھے اور نماز فجر کے لئے بیدار کرنا بھی ان کی ذمہ داری تھی۔ حضور پُرنور نبی کریم' رؤف ورحیم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے اس کی وجہ پوچھی فرمایا' اے بلال! کیا میں نے تمہیں کہا نہیں تھا کہ وقت فجر کا خیال رکھنا؟ عرض کی' یارسول اللہ ﷺ! مجھے نیند نے بے بس کر دیا' میں سو گیا جس طرح حضور پُرنور ﷺ سو گئے۔ وہاں سے فوراً کوچ کا حکم ہوا۔ کچھ مسافت طے کرنے کے بعد حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے سب کو رکنے کا حکم دیا۔ پھر نمازِ فجر قضا پڑھی گئی۔ رات دن بڑی سرعت کے ساتھ یہ مسافت طے کی گئی۔ اور اس واقعہ نماز کے دوسرے روز حضورِ انور ﷺ تبوک میں تشریف فرما ہوئے۔ (المغازی للواقدی' جلد 2 صفحہ 1015)

لشکر اسلام تبوک میں

حضرت حذیفہ' حضرت معاذ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ میں غزوہ تبوک کے سفر میں حضور پُرنور سرکارِ دو عالم ﷺ کے ہمراہ تھا۔ ایک دن حضورِ انور سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا کل تم انشاء اللہ چاشت کے وقت تبوک کے چشمہ پر پہنچ جاؤ گے اور جو شخص وہاں پہلے پہنچ جائے وہ مجھ سے پہلے اس چشمہ کے پانی کو ہاتھ نہ لگائے۔ حضورِ انور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ کو بتایا گیا کہ وہاں پانی کی شدید قلت ہے۔

جب ہم تبوک کے مقام پر پہنچے تو دو آدمی ایسے تھے جو وہاں پہلے پہنچ گئے۔ چشمہ سے پانی بہت قلیل مقدار میں رس رہا تھا۔ حضورِ انور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے پوچھا کیا تم نے پانی کو ہاتھ لگایا ہے؟ انہوں نے کہا' جی ہاں۔ حضور پُرنور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے ان کو کچھ فرمایا۔ پھر اس چشمہ سے جو پانی رس رہا تھا' اس کو

Marfat.com

چلو بھر کر ایک برتن میں جمع کیا گیا۔ پھر حبیب ربّ اللعالمین پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم، رسول اللہ ﷺ نے اس سے اپنے چہرہ مبارک اور دونوں ہاتھ دھوئے اور کلی کی۔ پھر کلی کا پانی اس چشمہ میں ڈال دیا گیا۔ جس کے ڈالتے ہی اچانک ایک بڑا چشمہ جاری ہوگیا جس سے کثیر مقدار میں پانی نکلنے لگا۔ پانی اس جوش سے نکل رہا تھا کہ گویا کہ وہ فوارہ ہے جو زمین پھاڑ کر نکل رہا ہے۔

(وہ چشمہ اب تک جاری ہے اور وہ فوارہ تبوک کے نام سے معروف ہے) لوگوں نے خوب سیر ہو کر پانی پیا۔ پھر حضور پُرنور، عالمِ خفا وغیوب مخبرِ صادق ﷺ نے فرمایا اے معاذ! اگر تیری زندگی لمبی ہوئی تو تم دیکھو گے کہ یہاں ہر طرف باغات ہوں گے۔

صاحب ''الخمیس'' نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اسے یوں بیان کیا ہے۔ جب ایک طویل مسافت کے بعد لشکر اسلام تبوک کے مقام پر خیمہ زن ہوا تو وہاں جس کنویں پر آپ ﷺ نے پڑاؤ کیا اس میں پانی نکلنا شروع ہوگیا حتیٰ کہ پورا لشکر سیراب ہوگیا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

امر برفع ماء فر فعو اله من تلك العين قليلًا قليلًا حتى اجتمع شف ثم غسل صلى الله عليه وسلم فيه وجه ويديه ثم اعاده فيها فجائت العين بعد ذٰلك بماء كثير ببركة النبى صلى الله عليه وسلم فاستقى الناس وكفاهم۔

رسول اللہ ﷺ نے اس کنویں سے پانی نکالنے کا حکم دیا بس تھوڑا تھوڑا کر کے اس سے پانی نکالا گیا حتی کہ کچھ پانی جمع ہوگیا اس پانی سے حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے اپنا چہرہ مبارک اور دستِ اقدس کو دھویا پھر وہی پانی کنویں میں گرا دیا گیا بعد ازاں حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی برکت سے زیادہ پانی نکل آیا جس سے سارے لوگ سیراب ہو گئے۔

(زُرقانی جلد 3 صفحہ 76۔ تاریخ الخمیس، جلد 2 صفحہ 129)

اس سفر کے دوران پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم، حضور پُرنور، نبی کریم ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ﷺ ظہر اور عصر کی نمازیں اکٹھی اور مغرب اور عشاء کی نمازیں اکٹھی پڑھتے تھے۔ آپ ﷺ جمع تقدیم بھی فرماتے تھے اور جمع تاخیر بھی۔ جمع تقدیم کا مطلب یہ ہے کہ نمازِ ظہر اور عصر دونوں ظہر کے وقت میں اور نماز مغرب اور عشاء دونوں مغرب کے وقت میں پڑھی جائیں اور جمع تاخیر کا مطلب یہ ہے کہ ظہر اور عصر دونوں نمازیں عصر کے وقت میں اور نمازِ مغرب اور نمازِ عشاء دونوں عشاء کے وقت میں پڑھی جائیں۔

تبوک میں فرمودات نبوی

پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم، ہادیٔ انس وجاں، رہبرِ کائنات، رحمت للعالمین، شفیع المذنبین، خاتم النبیین، مخبرِ صادق، فخر اولادِ آدم، اصل الموجودات، حاصل کائنات، حبیب ربّ للعالمین، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف

Marfat.com

ورحیم ﷺ کے شب و روز دین متین کی تبلیغ و اشاعت میں گزرے اور یہ عمل حیات طیبہ کے آخری لمحات تک کسی دن بھی نہ رکا۔ حیات طیبہ میں بار بار بہت ہی کٹھن مراحل بھی آئے' وہ مراحل بھی دین متین کی تبلیغ و اشاعت کو چند لمحوں کے لئے بھی نہ روک سکے۔ حیات طیبہ کا ایک ایک لمحہ حکمت و دانائی کا مرکز و منبع ہے۔ ایک ایک ساعت انسانی فلاح و بہبود کی ضامن ہے۔ ایک ایک گھڑی ارتقاء اور روشنی کے جواہر ریزوں سے لبریز ہے' اور ہر واقعہ کائنات رنگ و بو کی مخلوقات کے لئے امن اور عافیت کا پیغام لئے ہوئے ہے۔ ہر قول اور فعل حکم خداوندی کے تابع اور ذہن انسانی میں خالق حقیقی کی بندگی کے شعور اور ادراک کی ترسیل کا مظہر ہے۔

تبوک تک کا سفر کئی حوالوں سے ایک یادگار سفر ہے۔ اتنا بڑا لشکر اسلام کی 21' 22 سالہ تاریخ میں اس سے پہلے کبھی کسی جنگی مہم پر روانہ نہیں ہوا تھا۔ اسلام کا دائرہ دن بدن پھیلتا جا رہا تھا۔ یہ پہلا غزوہ تھا جس کے لئے اسلامی عساکر عرب کی حدود سے باہر دشمن سے نبرد آزما ہونے جا رہے تھے۔ یہ غزوہ اس لحاظ سے بھی یادگار غزوہ ہے کہ قدم قدم پر حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی پیغمبرانہ شان کے مظاہر دیکھنے میں آئے' پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' ہادیٔ انس و جاں' رہبرِ کائنات' حضورِ انور نبی کریم ﷺ کی بصیرت قدم قدم پر صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے مشعل راہ بنی رہی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی امامت کے بعد آپ ﷺ نے یہ بھی فرما دیا تھا کہ کسی نبی نے اس وقت تک وفات نہیں پائی جب تک اس کی امت کے کسی صالح شخص نے اس کی امامت نہ کی ہو' اور پھر یہ غزوہ حضورِ انور نبی کریم ﷺ کی زندگی کا آخری غزوہ ثابت ہوا۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور' رحمتِ دو عالم ﷺ مع اپنے مجاہدین کے جب تبوک پہنچ گئے تو قبلہ کی سمت میں ایک پتھر رکھا اور تمام مجاہدین کے ساتھ ظہر کی نماز ادا کی۔ پھر نمازیوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا' اس سمت میں شام ہے اور اس سمت میں یمن (اہل اسلام نے اس جگہ ایک مسجد تعمیر کی جس جگہ نبی کریم ﷺ نے اپنی نورانی پیشانی سے اپنے ربّ قدوس کو سجدہ کیا۔)

اس موقع پر حضورِ انور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا: اس خطبہ کو خطبہ تبوک کے نام سے یاد کیا جاتا ہے وہ حسب ذیل ہے۔

حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے پہلے ربّ جلیل کی حمد و ثناء کی اور پھر فرمایا:

فان اصدق الحدیث کتاب اللہ	سب سے زیادہ سچی بات' کتاب خدا قرآن کریم ہے۔
واوثق العری کلمة التقوی	اور سب سے مضبوط سہارا' تقویٰ کا کلمہ ہے۔ سب سے
وخیر الملل ملة ابراهیم	بہتر ملت' ملت ابراہیمی ہے۔
وخیر السنن سنة محمد	سب طریقوں سے بہترین طریقہ' خدا کے رسول حضرت محمد ﷺ کا طریقہ ہے۔

Marfat.com

وشرف الحديث ذكر الله	تمام باتوں میں بہترین بات اللہ کا ذکر ہے۔
واحسن القصص هذا القرآن	سب قصوں میں سے بہترین قرآن ہے۔
وخير الامور عوازمها	بہترین کام وہ ہیں جو انسان اپنی تمنا سے اور عزم راسخ سے کرے اور بدترین کام وہ ہیں جو (دین الٰہی میں) از خود
وشر الامور محدثاتها	وضع کر لئے جائیں۔ تمام راہوں میں سے سب سے عمدہ راہ
واحسن الهدى هدى الانبياء	پیغمبروں کی راہ ہے۔
واشرف الموت قتل الشهداء	سب سے بہتر موت جام شہادت پینا ہے۔
واعمى الضلالة بعد الهدى	سب سے بڑا اندھاپن ہدایت کے بعد گمراہی ہے۔
وخير الاعمال ما نفع	بہترین عمل وہ ہے جو نفع دے۔
وخير الهدى ما اتبع	اور بہترین ہدایت وہ ہے جس پر عمل کیا جائے۔
وشر العمى عمى القلب	بدترین اندھاپن دل کا اندھاپن ہے۔
واليد العليا خير من اليد السفلى	اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔
وما قل وكفى خير مما كثر والهى	جو چیز کم ہو مگر کافی ہو وہ اس سے بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ جو بہت زیادہ ہو مگر غافل کرنے والی ہو۔
وشر المعذرة حين يحضر الموت	بدترین معذرت موت کے وقت کی معذرت ہے۔
وشر الندامة يوم القيامة	بدترین ندامت قیامت کے دن ہوگی۔
ومن الناس من لا ياتى الجمعة الا دبرا ومنهم من لا يذكر الله الا هجرا	نیز بعض ایسے لوگ ہیں جو بہت دیر کر کے جمعہ میں آتے ہیں۔ ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو خدا کا ذکر اکتا کر کے کرتے ہیں۔
ومن اعظم الخطايا اللسان الكاذب	بڑے بڑے گناہوں میں سے ایک جھوٹی زبان ہے۔
وخير الغنى غنى النفس	بہترین تونگری خوشحالی دل کی تونگری (خوشحالی) ہے۔
وخير الزاد التقوى	اصلی کار آمد توشہ تقویٰ ہے۔
وراس الحكمة مخافة الله	داناؤں کا سرتاج اللہ تبارک تعالیٰ کا ڈر ہے۔
وخير ما وقر فى القلوب اليقين	دلوں کی سب سے پسندیدہ چیز یقین ہے۔
والارتياب من الكفر	شک کفر کا ایک جزو ہے۔
والنياحة من عمل الجاهلية	میت پر چیخنا چلانا جاہلیت کا عمل ہے۔

Marfat.com

والغلول من حر جهنم	خیانت دوزخ کی آگ ہے۔
والسکر کی من النار ۔	شراب کا پینا' دوزخ کی آگ سے داغے جانے کے مترادف ہے۔
والشعر من ابلیس	(برے) شعر ابلیس کی طرف سے ہیں۔
والخمر جماع الاثم	شراب تمام گناہوں کا منبع ہے۔
وشر الماکل مال الیتیم	سب سے بری خوراک' یتیم کا مال (کھانا) ہے۔
والسعید من وعظ بغیره	سعادت مند انسان وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے
والشقی من شقی فی بطن امه	اور بدنصیب انسان وہ ہے جو ماں کے پیٹ میں ہی برا لکھ دیا گیا ہو۔
وانما یصیر احد کم الی موضع اربعة اذرع	تم میں سے ہر ایک کو چار ہاتھ کے گڑھے میں جانا ہے۔
والامر الی الاخرة	اور معاملہ آخرت پر منحصر ہوگا۔
ملاك العمل خواتمه'	عمل کا مدار انجام کار پر ہوگا۔ (عمل کی جانچ نیت سے ہوگی)
وشر الرؤیا رویا الکذب	سب سے برا خواب جھوٹا خواب ہے۔
و کل ما هو ات قریب	ہر آنے والی چیز قریب ہے۔
سباب المومن فسوق	مومن کو گالی دینا فسق ہے۔
وقتاله' کفر ۔	اور اس سے لڑنا کفر ہے۔
واکل لحمه من معصیة الله	اس کا گوشت کھانا (اس کی غیبت کرنا) خدا کی نافرمانی ہے۔
وحرمة ماله کحرمة دمه	اس کے مال کی حرمت' اس کے خون کی حرمت کی طرح ہے۔
ومن یتالی علی الله یکذبهٔ	جو اللہ کے مقابلہ میں قسم کھائے گا (اللہ) اس کو جھٹلا دے گا۔
و من یغفر یغفر له'	اور جو (دوسروں کی خطائیں) بخش دے گا' اسے بخش دیا جائے گا۔

Marfat.com

ومن يعف يعف الله عنه	جو (دوسروں کو) معاف کر دے گا' اللہ اس کے گناہ معاف کر دے گا۔
ومن يكظم الغيظ ياجره الله	جو غصہ پی جائے گا' اللہ اسے اس کا اجر دے گا
ومن يصبر على الرزية يعوضه الله	جو مصیبت پر صبر کرے گا' اللہ اسے اس کا بدلہ دے گا۔
ومن يتبع السمعة يسمع الله به	جو سنی سنائی باتیں پھیلائے گا' اللہ اس کو رسوا کرے گا۔
ومن يتصبر يضعف الله له	جو شخص مصنوعی صبر ظاہر کرے گا' اللہ اس کی تکلیف کو بڑھا دے گا۔
ومن يعص الله يعذبه الله	اور جو شخص اللہ کی نافرمانی کرے گا' اللہ اس کو عذاب دے گا۔
استغفر الله استغفر الله استغفر الله ۔	میں اللہ سے مغفرت کا طلبگار ہوں۔ میں اللہ سے مغفرت کا طلب گار ہوں۔ میں اللہ سے مغفرت کا طلب گار ہوں۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 651'652)

حضورِ انور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ ایک مقام پر تشریف فرما تھے' آپ ﷺ نے دائیں جانب دیکھ کر فرمایا ایمان تو یمن کا ہے اور پھر مشرق کی جانب دیکھ کر فرمایا:

اهل الوبر من نحو المشرق حيث يطلع الشيطان قرنيه.	دیہاتی لوگ مشرق کی جانب ہیں جہاں سے شیطان اپنے سینگ نکالے گا۔

(المغازی للواقدی' جلد 2 صفحہ 1017)

ایک دن حضور پُرنور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے اللہ کی راہ میں جان قربان کرنے والے شہداء کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ انہیں نور کے منبروں پر بٹھایا جائے گا۔

والذی نفسی بیدہ ' ان الشهداء لياتون يوم القيامة باسيا فهم على عواتقهم' لا يمرون باحد من الانبياء الا تنحى عنهم' حتى انهم ليمرون باابرهيم الخليل خليل الرحمن فيتنحى لهم حتى يجلسوا على منابر من نور يقول الناس هئولاء	خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے بیشک شہداء روز قیامت اپنی تلواروں کو کندھوں پر لٹکائے ہوئے آئیں گے۔ وہ جس نبی کے پاس سے گزریں گے وہ انہیں راستہ دیں گے۔ حتیٰ کہ وہ ابراہیم خلیل اللہ (علیہ السلام) کے پاس سے گزریں گے تو وہ بھی انہیں راستہ دیں گے یہاں تک کہ وہ نور کے

Marfat.com

الذین اھریقوا دائھم لرب العالمین فیکون کذلک حتی یقضی اللہ عزوجل بین عبادہ۔

منبروں پر بیٹھیں گے لوگ (ان کی اس قدر عزت افزائی دیکھ کر) کہیں گے یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنا خون ربّ اللعالمین کی رضا کے لئے بہایا تھا۔ پس وہ اسی حالت میں (منبروں پر بیٹھے) رہیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تبارک تعالیٰ اپنے بندوں کا حساب و کتاب فرمادے۔

(المغازی للواقدی جلد 2 صفحہ 1020)

ایک دن پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم' حضور پُرنور' نبی کریم ﷺ اپنی چادر سے گھوڑے کی پشت صاف کرنے لگے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا حضور پُرنور ﷺ نے فرمایا:

وما من امرمن المسلمین بربط' فرسا فی سبیل اللہ فیوفیہ بعلیفہ یلتمس بہ قوتہ الا کتب اللہ لہ بکل حبۃ حسنۃ و حط عنہ بکل حبۃ سیئۃ! قیل یارسول اللہ' وای الخیل خیر؟ قال ادھم' اقرح' ارثم' معجل الثلث

جو شخص جہاد کی نیت سے گھوڑا باندھتا ہے۔ اسے پورا چارہ دیتا ہو' ایک ایک دانے کے بدلے اللہ نیکیاں لکھتا ہے اور گناہ معاف فرماتا ہے'' آپ ﷺ سے پوچھا گیا کون سا گھوڑا اچھا ہے؟ فرمایا: جس کی پیشانی پر سفید نشان ہو یا جسم کے دوسرے حصوں پر سفید نشان ہوں۔

عہدِ رسالت مآب ﷺ میں جنگ میں گھوڑوں کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ جہاد کی نیت سے گھوڑوں کی دیکھ بھال کرنے کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ آج میدان جنگ میں گھوڑے استعمال نہیں ہوتے ان کی جگہ ٹینکوں اور بکتر بند گاڑیوں اور ہوائی جہازوں اور دیگر جدید ترین ذرائع نقل وحمل نے لے لی ہے۔ چنانچہ اس حدیث مبارک سے ہمیں جدید ترین اسلحہ کے حصول' اسے بہتر سے بہترین بنانے' اس کا وافر مقدار میں موجود ہونے' اس کی آزمائش کر لینے اور اس کی حفاظت کا ہمیں سبق ملتا ہے اپنے جنگی وسائل کو بڑھانے' معیاری بنانے اور ان کے تحفظ کا شعور عطا ہوتا ہے۔ پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم' سرکارِ دوعالم' رہبرِ کائنات' حضور پُرنور ﷺ رحمتہ اللعالمین ہیں چرند اور پرند بھی آپ ﷺ کے کرم سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ ارشاد ہوا گھوڑے کو پورا چارہ دو' ایک ایک دانے کے عوض تمہیں نیکیاں ملیں گی۔

کھانے میں برکت

محمد بن عمر الواقدی نے اپنے شیوخ کے حوالہ سے روایت کیا ہے کہ بنی سعد بن ہذیم کے ایک آدمی نے بتایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جب حضور انور ﷺ تبوک میں تشریف فرما تھے۔ چند اور

Marfat.com

آدمی بھی بیٹھے ہوئے تھے' پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا یابلال اطعمنا ''اے بلال ہمیں کھانا کھلاؤ۔'' حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے چمڑے کا دستر خوان بچھایا۔ پھر وہ کھجوریں جو گھی میں گوندھی ہوئی تھیں' اس نے مٹھی بھر بھر کر آگے رکھنا شروع کر دیں۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے سب کو فرمایا کھاؤ۔ ہم نے اتنی کھجوریں کھائیں کہ پیٹ بھر گیا۔ میں نے عرض کی' یارسول اللہ ﷺ! یہ اتنی مقدار میں کھجوریں تھیں کہ میں اکیلا انہیں کھا جاتا لیکن اب ہم سب سیر ہو گئے ہیں۔ حضور پُرنور سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا' کافر سات آنتوں سے کھاتا ہے اور مومن صرف ایک آنت سے۔

دوسرے دن میں پھر اسی وقت حاضر ہو گیا تاکہ میرے ایمان میں مزید پختگی ہو۔ میں نے دیکھا کہ دس آدمی حضورِ انور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ کے ارد گرد حلقہ باندھے بیٹھے ہیں۔ حضور انور ﷺ نے فرمایا' اے بلال کھانا لاؤ اور ہمیں کھلاؤ۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اس تھیلی سے مٹھی بھر بھر کر پھر کھجوریں نکالنی شروع کیں۔ وہ کھجوریں نکالتے جاتے اور حضور پُرنور نبی حبیب ربّ اللعالمین ﷺ ارشاد فرماتے:

اخرج والا تخش من ذی العرش اقلالا ۔

''اے بلال! کھجوریں نکالتے جاؤ۔ عرش کے مالک سے یہ اندیشہ مت کرو کھجوریں کم ہو جائیں گی۔''

آپ نے کھجوروں کی اس تھیلی کو انڈیل دیا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ وہ دو مدّ تھیں۔ حبیب ربّ اللعالمین سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنا دستِ مبارک کھجوروں پر رکھا اور فرمایا' اللہ کا نام لے کر کھانا شروع کرو۔ سب حاضرین نے میرے سمیت خوب سیر ہو کر کھایا۔ اس کے باوجود اس دستر خوان پر اتنی کھجوریں اب بھی موجود تھیں جتنی حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بکھیری تھیں۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے ان کھجوروں سے ایک دانہ تک بھی نہیں کھایا۔

میں تیسرے دن پھر وقت پر پہنچ گیا اور کچھ اور لوگ بھی آ موجود ہوئے جن کی تعداد دس تھی۔ حضورِ انور سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: یابلال اطعمنا ''اے بلال! ہمیں کھانا کھلاؤ۔'' حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس تھیلا کی باقی ماندہ کھجوریں لے آئے اور ان کو دستر خوان پر بکھیر دیا۔ حضورِ انور نبی کریم رحمتِ دو عالم ﷺ نے اپنا دستِ مبارک ان پر رکھا اور فرمایا اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔ ہم نے انہیں کھانا شروع کر دیا یہاں تک کہ ہم خوب سیر ہو گئے اور باقی کھجوروں کو اسی تھیلے میں ڈال دیا گیا۔ الغرض تین دن تک اس تھیلے سے میں بھی اور ہمارے دوسرے ساتھی بھی سیر ہو کر کھاتے رہے۔ (سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 653)

آندھی

ایک رات تبوک میں تیز آندھی آئی۔ حضورِ انور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' ایک بہت بڑا منافق ہلاک ہو گیا ہے۔ اس کی ہلاکت کی وجہ سے آندھی آئی ہے۔ جب ہم مدینہ طیبہ پہنچے تو ہمیں معلوم ہوا کہ اس رات ایک

Marfat.com

نامی گرامی منافق ہلاک ہو گیا تھا۔

ایک اور معجزہ

قبیلہ سعد بن ہذیم کے چند آدمی حاضر ہوئے۔ عرض کی' یارسول اللہ! ہم حضور انور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں اور اپنے اہل و عیال کو ایک کنوئیں کے پاس چھوڑ کر آئے ہیں۔ اس کنوئیں میں پانی بہت قلیل ہے اور گرمی کی شدت آپ ﷺ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ ہمیں یہ اندیشہ ہے کہ اگر وہ کنواں سوکھ گیا تو ہمیں ادھر ادھر بکھرنا پڑے گا اور کافر قزاق' ہمیں لوٹ لیں گے کیونکہ ہمارے علاقہ میں مسلمانوں کی تعداد برائے نام ہے۔ حضور پُرنور ﷺ دعا فرمائیں کہ اللہ تبارک تعالیٰ ہمارے اس پانی میں برکت ڈال دے۔ اگر ہم اپنے کنوئیں سے سیراب ہونے کے قابل ہو گئے تو اس علاقہ میں کوئی قوم ہم سے زیادہ طاقتور نہیں ہو گی اور ہم کسی کافر کو یہاں سے گزرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم' رحمت اللعالمین ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس چند سنگریزے چن کر لے آؤ۔ چنانچہ تین کنکریاں چن کر بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کر دی گئیں۔ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم'' سرکارِ دو عالم' رہبرِ کائنات' حضور انورِ' نبی کریم ﷺ نے انہیں اپنے ہاتھ میں ملا پھر فرمایا کہ یہ کنکریاں لے جاؤ اور ایک ایک کر کے اس کنوئیں میں پھینک دو۔ ہر بار اللہ کا نام لیتے رہنا۔ وہ لوگ اپنے کنوئیں پر واپس آئے اور حسب ارشادُ اللہ کا نام لے کر وہ تینوں کنکریاں ایک ایک کر کے کنوئیں میں پھینکیں۔ پانی فوراً جوش مار کر ابلنے لگا۔ اس طرح وہ پانی کے معاملہ میں مستغنی ہو گئے۔ (ان کے پاس پانی وافر ہو گیا) پھر انہوں نے' جتنے مشرک وہاں آباد تھے' انہیں نکال دیا' یا وہاں بسنے والے تمام کفار نے اسلام قبول کر لیا۔

پانچ خصوصی انعامات

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' سرکارِ دو عالم' رحمت للعالمین ﷺ کا یہ معمول تھا کہ رات کو بیدار ہو کر نمازِ تہجد ادا فرمایا کرتے اور جب نمازِ تہجد کے لئے وضو فرماتے تو مسواک ضرور کرتے۔ تبوک میں بھی حضور پُرنور ﷺ کا یہی معمول رہا۔ ایک رات حضور انور ﷺ بیدار ہوئے' مسواک کی' وضو فرمایا اور تہجد ادا کی۔

اس سے فراغت کے بعد حضور پُرنور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ حاضرین کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

آج رات مجھے ایسی چیزیں عطا فرمائی گئی ہیں جو آج تک کسی کو عطا نہیں فرمائی گئیں۔

1- مجھ سے پہلے تمام انبیاء ایک مخصوص قوم کی راہنمائی کے لئے معبوث کیے جاتے تھے لیکن اللہ تبارک تعالیٰ نے مجھے تمام بنی نوع انسان کی راہنمائی کے لئے معبوث فرمایا ہے۔

2- میرے لئے ساری زمین کو سجدہ گاہ بنایا گیا ہے۔ جب بھی نماز کا وقت آئے' جہاں بھی ہوں' قبلہ رو ہو کر

Marfat.com

اپنے ربّ کو سجدہ کر لیتا ہوں۔ مجھ سے پہلے ساری امتیں اپنی مخصوص عبادت گاہوں میں نماز ادا کر سکتی تھیں۔

3- اور پانی نہ ملنے کی صورت میں مٹی سے تیمّم کر کے نماز ادا کر سکتا ہوں۔

4- اللہ تبارک نے مالِ غنیمت کو میرے لئے حلال کر دیا حالانکہ مجھ سے پہلے مالِ غنیمت کا استعمال ممنوع تھا۔

5- تین مرتبہ فرمایا هِیَ مَاهِیَ ۔ هِیَ مَاهِیَ ۔ هِیَ مَاهِیَ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ کیا چیز ہے؟ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے کہا گیا ہے کہ میں سوال کروں ہر ایک نبی نے اپنے ربّ سے سوال کیا ہے اور یہ سوال میں نے تمہارے لئے کیا ہے اور ان لوگوں کے لئے جو لا الہ الا اللہ پر یقین رکھتے ہیں۔
(اے اللہ! اپنی خاص رحمتوں سے تمام اہلِ ایمان کو بخش دینا۔)

رومی افواج منظر سے غائب

یہ امر بہت حیران کن ہے کہ جب حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رومی سلطنت و افواج سے ٹکرانے کے لئے ان کے علاقہ کے کافی اندر مقامِ تبوک تک پہنچ کر خیمہ زن ہو گئے تو رومی افواج لڑائی کے لئے کسی بھی طرح سے اور کسی بھی لمحے سامنے نہیں آئیں۔ آخر ایسا کیوں ہوا درج ذیل میں اس کی کچھ وضاحت کی گئی ہے۔

رومیوں کی جنگی تیاریوں کے بارے میں موصولہ اطلاعات پر فوری ردِعمل کا اظہار کر کے مدینے سے تبوک پہنچنا اور دشمن کی گیدڑ بھبکیوں کو کسی خاطر میں نہ لانا حضورِ انور نبی کریم سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور جرأت مندانہ اقدام تھا۔ جس سے عرب کی سرحدوں کے باہر بھی اسلام کے بارے میں بڑے خوشگوار اور فوری اثرات مرتب ہوئے اور عالمی سطح پر دعوت و تبلیغ کے بنیادی کام کو زبردست پذیرائی حاصل ہوئی۔ اسلامی لشکر جب تبوک میں خیمہ زن ہوا اور دشمن کے خلاف صف آراء ہونے کی تیاریاں کرنے لگا تو معلوم ہوا کہ رومی افواج مقابلے پر نہیں آئیں، رومی افواج کا دور دور تک کوئی نام و نشان نہیں اس لئے کسی جنگ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔

اربابِ سیر نے رومی افواج کی عدم موجودگی کے حوالے سے مختلف قیاس آرائیاں کی ہیں جن میں سرِ فہرست یہ خیال ہے کہ رومی فوجوں کے اجتماع کی خبر ہی سرے سے درست نہ تھی، یہ محض افواہ تھی جو خود رومیوں کی اختراع (من گھڑت، پیدا کردہ) تھی جو شامی تاجروں کے ذریعہ مدینہ تک پہنچائی گئی تھی تاکہ اس بات کا اندازہ کیا جا سکے کہ مدینہ پر رومی حملے کی تیاریوں کی خبر سن کر مسلمان کس ردِعمل کا اظہار کرتے ہیں۔ آیا وہ اتنا طویل سفر طے کر کے ہمارے درازوں پر دستک دینے کی پوزیشن میں ہیں؟ واضح رہے کہ قیصرِ روم ایران جیسی سپر پاور کو شکست دے چکا تھا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے بارے میں اسے اتنے تردد کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ کیا یہ درست نہیں کہ سرحد پر آباد قبائل کو رومی مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتے رہتے تھے، کیا یہ بھی غلط ہے کہ مسلمانوں

Marfat.com

کی بڑھتی ہوئی قوت سے رومی خوفزدہ تھے اور چاہتے تھے کہ مسلمانوں کی یلغار کو عرب کی حدود ہی میں روک دیا جائے پھر مسلمانوں سے مقابلے پر نہ آنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟

بادی النظر میں اس کی ایک وجہ مسلمانوں کی مسلسل جدوجہد کے بعد لگاتار فتوحات نظر آتی ہیں جو انہوں نے مشرکین و کفار کے خلاف حاصل کیں اور یہودیوں کی ہر سازش کو ناکام بنا کر ان کے بے پناہ مالی وسائل کے باوجود انہیں بے دست و پا بنا دیا۔ قیصر روم یقیناً مسلمانوں کے جذبہ جہاد سے بھی بے خبر نہیں ہوگا اسے معلوم ہوگا کہ وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں موت کو گلے سے لگانے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں جنہوں نے ہر جنگ میں بے سروسامانی کے عالم میں اپنے سے کئی گنا بڑی افواج کو شکست دی ہے' رومیوں کی عسکری قوت سے مرعوب نہیں ہوں گے۔

یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ رومیوں نے مدینہ منورہ سے اسلامی لشکر کی روانگی کی خبر پا کر اپنی فوجیں منظر سے ہٹالی ہوں اور انہوں نے سوچا ہو کہ اگر انہوں نے مسلمانوں کو اپنے بے پناہ مادی وسائل کے بل بوتے پر شکست دے بھی دی تو مسلمان وقتی طور پر پسپائی اختیار کر لیں گے اور پھر اپنی طاقت کو مجتمع کر کے ہمارے لئے مستقل خطرہ بنے رہیں گے۔ اور اگر ہمیں شکست کا منہ دیکھنا پڑا جس کے کہ برابر کے امکان ہیں تو ایران کے مقابلے میں ہونے والی فتوحات پر پانی پھر جائے گا اور ایک سپر پاور کو شکست سے ہمکنار کرنا بھی بے معنی ہو کر رہ جائے گا اور سلطنت روم کا ایک دم شیرازہ بکھر جائے گا۔ مسلمانوں کی طاقت اس قدر بڑھ جائے گی کہ وقت کی دوسری بڑی طاقت ایران ان کے راستے کی رکاوٹ نہ بن سکے گا اور یوں دین اسلام آناً فاناً ان سب علاقوں میں پھیل جائے اور ہر طرف مسلمانوں کی حکمرانی ہوگی۔

مجھے' اس کتاب کے مصنف کو سب سے بڑی اور معقول وجہ یہ لگتی ہے کہ قیصر روم جانتا تھا کہ عرب میں نبی آخر الزماں ﷺ کا ظہور ہو چکا ہے۔ اس کے دربار میں ابوسفیان کی تقریر سے بھی وہ نفسیاتی طور پر اسلامی تحریک کے آغاز سے متاثر ہو چکا تھا۔ ایک نبی ﷺ کے خلاف صف آراء ہونا اس نے مناسب خیال نہ کیا ہوگا اس لئے اس نے جب اسلامی لشکر کی آمد کی خبر سنی ہوگی تو اپنی افوج کو واپسی کا حکم دے دیا ہوگا اور مجھے سب سے بڑی وجہ یہی لگتی ہے کیونکہ قیصر روم صدق دل سے جانتا تھا کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اللہ تبارک تعالیٰ کے سچے نبی ہیں اور ان کے مقابلے پر آنا بالآخر شکست فاش کھانا ہے اور انجام کار بہت برا ہے۔ اس سے یہ بدرجہا بہتر ہے کہ آخر الزمان ﷺ کے مقابلے پر نہ آیا جائے۔

منظر سے رومی افواج کو ہٹالئے جانے کی وجہ کچھ بھی ہو لیکن رومی افواج کے مقابلے پر نہ آنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مسلمانوں کی قوت' جرأت اور شجاعت سے مرعوب ہو چکے تھے۔ یہ نفسیاتی محاذ پر مسلمانوں کی ایک بہت بڑی فتح تھی کیونکہ ایرانیوں کو شکست دینے کے بعد رومی دنیا کی واحد سپر پاور بن چکے تھے ان کا پسپائی

Marfat.com

اختیار کرنا یقیناً ایک غیر معمولی بات ہے۔ رومی تو جزیرۃ العرب کے قبائل کو کسی خاطر میں نہیں لاتے تھے' مسلمانوں کا ان کی سرحد پر پہنچ جانا اور ان کے گھر میں شکست دینے کا عزم ان کے لئے ایک بہت بڑا چیلنج تھا جسے انہوں نے قبول نہ کیا۔

میرے خیال میں قیصر روم نے اپنی بھلائی اور سلطنت روم کی عارضی بقا اسی میں دیکھی کہ ہر صورت میں نبی آخر الزماں ﷺ کے مقابلے سے بچا جائے اور اگر دین اسلام قبول نہیں بھی کرنا تو اس کا کسی طرح سے اظہار نہ کیا جائے بلکہ بانی دین' دین متین اور پیروکاران اسلام کو سراہے عزت واحترام کرے۔ اور قیصر روم نے ایسا کر کے بہت عقلمندی کی کیونکہ وہ اس وقت سے سالوں پہلے وہ اپنے خواص میں کہہ چکا تھا کہ بہت جلد اس نبی کا قبضہ اس جگہ بھی ہو جائے گا جہاں ہم اس وقت موجود ہیں۔

اگر تسلیم کر لیا جائے کہ رومی افواج کے اجتماع اور مسلمانوں کے خلاف کارروائی کی اطلاع غلط تھی اور سرحد پر سرے سے رومی افواج موجود ہی نہ تھیں تو پھر بھی جب انہیں مسلمانوں کی آمد کی اطلاع ہوئی تو جوانمردی کا تقاضا تھا کہ وہ مسلمانوں کی آمد کو اپنی قومی غیرت کے منافی سمجھتے اور میدان میں اتر آتے' ان کے پاس مادی وسائل کی کمی نہ تھی' ان کی فوج لاکھوں سپاہیوں پر مشتمل تھی جو اس دور کے ہر قسم کے ہتھیاروں سے لیس تھی اور پھر اپنے گھر میں ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے مقابلے میں انہیں ان گنت فوائد حاصل تھے لیکن تاریخ اس امر کی عینی شاہد ہے کہ رومی مسلمانوں کے مدمقابل آنے کی جرأت نہ کر سکے۔

اس ساری بحث کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ قیصر روم کو آپ ﷺ کی نبوت کا پکا یقین تھا اور قیصر جانتا تھا کہ نبی آخر الزماں ﷺ کے مقابلے پر آنے کا نتیجہ ذلت وخواری اور بلآخر یقینی شکست فاش ہے۔ قیصر روم گزشتہ کئی سالوں سے تحریک دین اسلام پر گہری نظر رکھے ہوئے تھا اور وہ جانتا تھا کہ مسلمان کم تعداد و وسائل کے باوجود مختلف رکاوٹوں کو طاقتوں کو روندتے چلے آئے ہیں اور ان کے مقابلے میں اب تک کوئی طاقت ٹھہر نہیں پائی۔ اب تک قیصر روم' شاہ روم کو یہ یقین واثق ہو چکا تھا کہ اس کی بادشاہت اور سلطنت روم کی بھلائی اسی میں ہے کہ ہر صورت نبی آخر الزماں ﷺ کے مقابلے سے بچا جائے۔

رومی' مسلمانوں کی عسکری قوت سے مرعوب ہو چکے تھے انہوں نے محسوس کر لیا تھا کہ جو لشکر سات آٹھ سو کلو میٹر کا فاصلہ طے کر کے ان کے دروازوں تک آ پہنچا ہے وہ کشتیاں جلا کر ہی آیا ہو گا اور جس لشکر کے سپاہی اپنی کشتیاں جلا کر میدان جنگ میں یہ تصور لے کر اتریں کہ اللہ کی راہ میں مارے گئے تو شہید' بچ گئے تو غازی کہلائیں گے' اس لشکر کو دنیا کی کوئی سپر پاور شکست نہیں دے سکتی۔ کتنی عجیب بات ہے کہ اسلامی لشکر نے تبوک میں 20 دن قیام کیا' رومیوں کے بعض حلیفوں نے اطاعت اختیار کر لی پھر بھی رومیوں کو مداخلت کی جرأت نہ ہوئی اور وہ خاموش رہے۔

Marfat.com

کیا ہرقل نے اسلام قبول کر لیا تھا؟

قیامِ تبوک کے دوران شہنشاہ روم ہرقل نے پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، سرکارِ دو عالم حضورِ انور، نبی کریم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں اپنا ایک خاص ایلچی ایک خط دے کر بھیجا جس میں اس نے حضورِ انور ﷺ کو اس امر سے آگاہ کیا تھا کہ اس نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ کتبِ سیر میں ہے کہ ہرقل کا ایلچی حضورِ انور نبی کریم، رؤف ورحیم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا حضور پُرنور ﷺ نے اسے بھی اسلام کی دعوت دی لیکن اس نے قبول نہ کی۔ حضور پُرنور ﷺ نے ہرقل کے ہدیے کو بھی قبول فرمایا۔ لیکن مورخین کے بیانات سے ظاہر نہیں ہوتا کہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے ہرقل کے اسلام قبول کرنے کی تصدیق بھی کی ہو۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 658)

تبوک سے قیصر کے نام گرامی نامہ

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، ہادیٔ انس و جاں، رہبرِ کائنات، رحمت اللعالمین، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف ورحیم ﷺ نے سن 7 ہجری میں جب تمام شاہانِ دنیا کو دعوت اسلام کے گرامی نامے ارسال فرمائے تو اس وقت قیصر روم بادشاہ روم کے نام بھی ایک گرامی نامہ ارسال فرمایا تھا جسے قیصر کے دربار میں پہنچانے والے حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ تھے۔ اس گرامی نامہ اور اس کے قیصر روم پر اثرات اور جواب کی تفصیل پہلے سن 7 ہجری کے واقعات میں لکھی جا چکی ہے۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، سرکارِ دو عالم، ہادیٔ انس و جاں، رہبرِ کائنات، حضورِ انور، نبی کریم ﷺ نے اب غزوہ تبوک کے دوران، مقام تبوک سے قیصر کے نام ایک اور دعوت اسلام کا گرامی نامہ بھیجا۔ ان دنوں سلطنت روم کا دارالخلافہ ''حمص'' تھا اور اس دوران قیصر حمص میں ہی مقیم تھا۔ اس گرامی نامہ کو بھی دربار قیصر میں لے جانے کا شرف حضرت دحیہ بن کلبی رضی اللہ عنہ ہی کو ہوا۔

اس گرامی نامے کا ذکر ڈاکٹر حمید اللہ نے اپنی تصنیف ''الوثائق السیاسیہ'' میں کیا ہے۔ یہ گرامی نامہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے قیصر کی طرف اس وقت ارسال فرمایا جب حضورِ انور نبی کریم ﷺ میدان تبوک میں خیمہ زن تھے اور گرامی نامہ لے جانے کے لئے بھی حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کو ہی منتخب فرمایا گیا۔ اس کا عربی متن اور اردو ترجمہ درج ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من محمد رسول اللہ الی صاحب الروم انی ادعوك الی الاسلام، فان اسلمت فلك ما للمسلمین وعلیك ما علیھم فان لم تدخل فی السلام فاعط الجزیة، فان اللہ تعالیٰ یقول: (قاتلو الذین لایومنون باللہ ولا بلیوم الاخر ولا یحرمون ماحرم اللہ ورسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوالکتب حتی یعطو

Marfat.com

الجزية عن يدوهم صغرون) والا فلا تحل بين الفلاحين وبين الا سلام ان يد خلو فيه اويعطو الجزية.

''محمد رسول اللہ کی طرف سے بنام شاہ روم

میں تمہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں' اگر تم اسلام لے آؤ تو تم پہلے مسلمانوں کی طرح ہو جاؤ گے تو جو حقوق ان کے ہیں وہی حقوق تمہیں حاصل ہوں گے اور جو ذمہ داریاں ان پر عائد ہیں وہ تم پر بھی عائد ہوں گی۔ اگر تم اسلام قبول نہیں کرتے تو پھر جزیہ دینا قبول کرلو کیونکہ اللہ تبارک تعالیٰ کا ارشاد ہے (ترجمہ سورہ توبہ آیت 29) ''جنگ کرو ان لوگوں سے جو نہیں ایمان لاتے اللہ پر اور روز قیامت پر اور نہیں سمجھتے حرام جسے حرام کیا ہے اللہ اور اس کے رسول نے اور نہ قبول کرتے ہیں سچے دین کو یعنی وہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی ہے۔ یہاں تک کہ وہ دیں جزیہ اپنے ہاتھ سے اس حال میں کہ وہ مغلوب ہوں''

''اگر تمہیں یہ بھی منظور نہیں تو پھر اپنی رعایا کو آزاد چھوڑ دو' چاہے وہ مسلمان ہو جائیں' چاہے وہ جزیہ دینا منظور کرلیں۔'' (الوثاق السیاسیہ' ڈاکٹر حمید اللہ صفحہ 110)

پیغمبرِ اوّل و آخر واعظم' حضور پُرنور نبی کریم رسول اللہ ﷺ جب تبوک پہنچے تو ہرقل اس وقت حمص میں تھا۔ اس نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا تصور تک بھی نہیں کیا تھا۔ ایک دن حضورِ انور رحمتِ دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص میرا مکتوب لے کر قیصر کے پاس جائے گا' اسے جنت ملے گی۔ ایک شخص نے عرض کی' اگر قیصر نے اس گرامی نامہ کو قبول نہ کیا تو بھی اسے جنت ملے گی؟ فرمایا: یقیناً۔ چنانچہ وہ شخص (حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ) گرامی نامہ لے ہرقل کے پاس پہنچا۔ ہرقل نے اسے کہا کہ تم اپنے نبی کے پاس واپس جاؤ اور انہیں اطلاع دو کہ میں آپ (ﷺ) کا پیروکار ہوں لیکن تخت و تاج چھوڑنا نہیں چاہتا۔ اس نے حضرت دحیہ بن خلیفہ رضی اللہ عنہ کے ذریعہ کافی دینار بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں بھیجے۔ حضرت دحیہبن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ واپس آئے۔ تمام حالات گوش گزار کئے۔ حضور پُرنور عالمِ خفاوغیوب مخبر صادق ﷺ نے سن کر فرمایا:

''بد بخت نے جھوٹ بولا ہے۔'' اور جو دینار اس نے بھیجے تھے ان کو آپ ﷺ نے مجاہدین میں تقسیم فرمادیا۔

قیصر کے قاصد سے تفصیلات

لیجئے اب اس گرامی نامہ کے بارے میں اس شخص کی زبانی سنئے جسے قیصر روم نے آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں اپنا قاصد بنا کر بھیجا۔ اس شخص کا تعلق ملک شام کے ایک قبیلہ ''تنوخ'' سے تھا۔ مورخین نے اس کا اصل نام نہیں لکھا ہے بلکہ دوران گفتگو آپ ﷺ نے اس کے اس قبیلہ کے نام سے اس کو تنوخی یا تنوخی بھائی کے خوبصورت القاب یا نام سے موسوم کیا ہے۔

Marfat.com

حضرت امام احمد سے مروی ہے کہ سعید بن ابی راشد نے بتایا کہ میری ملاقات تنوخی سے ہوئی جس کو ہرقل نے بارگاہِ رسالت مآب میں اپنا قاصد بنا کر بھیجا تھا جب کہ وہ حمص میں فروکش تھا۔ سعید بن ابی راشد کہتے ہیں کہ جب میں شام (حمص) گیا تو حسن اتفاق سے یہ شخص میرا پڑوسی تھا۔ اس کی عمر ایک سو سال سے زیادہ تھی۔ میں نے کہا' کیا تم مجھے اس گرامی نامہ کے بارے میں بتاؤ گے جو حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے ہرقل کی طرف بھیجا تھا اور اس خط کے بارے میں جو ہرقل نے حضور پُرنور ﷺ کی خدمت میں تحریر کیا۔ اس نے کہا' بیشک۔ اللہ کے رسول ﷺ جب تبوک تشریف لائے تو حضور انور ﷺ نے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو ہرقل کی طرف روانہ فرمایا۔ جب ہرقل کو سرکارِ دو عالم ﷺ کا گرامی نامہ ملا تو اس نے روم کے قسیسوں اور بطریقوں (علماء اور حاکموں) کو اپنے پاس بلایا۔ جب وہ آ گئے تو اس نے محل کے دروازے بند کر دیئے اور ان لوگوں سے یوں گویا ہوا: وہ شخص یعنی سرکارِ دو عالم ﷺ وہاں تک پہنچ گئے ہیں جہاں تم نے دیکھ لیا ہے۔ انہوں نے مجھے خط لکھا ہے اور مجھے تین باتوں میں سے ایک بات قبول کرنے کی دعوت دی ہے۔

(1) یا تو ہم اسلام قبول کر لیں۔

(2) یا انہیں جزیہ ادا کرنا منظور کر لیں۔

(3) یا جنگ کے لئے تیار ہو جائیں۔

قیصر نے کہا۔ اے نصرانیت کے عالمو! تم نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے کہ وہ اس زمین پر ضرور قابض ہو جائے گا جہاں میں اب قدم رکھے ہوئے ہوں۔ پس آؤ ہم اس کا دین قبول کر لیں یا اس کو جزیہ دینا منظور کر لیں۔ یہ سنتے ہی ان سب نے بیک آواز غرانا شروع کر دیا۔ انہوں نے اپنی کلاہیں اتار کر پھینک دیں اور کہنے لگے۔ کیا تم ہمیں اس بات کی دعوت دیتے ہو کہ ہم نصرانیت کو ترک کر دیں اور حجاز سے آنے والے ایک عرب کے غلام بن جائیں؟

جب قیصر نے دیکھا کہ یہ لوگ ہرگز اسلام کو قبول نہیں کریں گے اور اگر اسی حالت میں وہ یہاں سے باہر نکل گئے تو لوگوں کو اس کے خلاف بھڑکا کر ایک قیامت برپا کر دیں گے تو اس نے اپنا پینترا بدلا اور کہنے لگا میں نے تو یہ ساری باتیں تمہیں آزمانے کے لئے کہی ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ تم اپنے عقیدہ پر کہاں تک پختہ ہو۔

پھر اس نے حاضرین کو کہا کہ مجھے ایک ایسا آدمی چاہیے جو سخن فہم اور عربی کا بھی ماہر ہو تاکہ ان کے ساتھ عربی میں بے تکلفی سے گفتگو کر سکے۔ چنانچہ مجھے (تنوخی) اس کام کے لئے منتخب کیا گیا۔ قیصر نے اپنا خط میرے حوالے کیا اور مجھے کہا میرا یہ خط ان کے پاس لے جاؤ اور جو وہ کہیں اس کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا لیکن اگر تم ان ساری گفتگو کو اپنے حافظہ میں محفوظ نہ کر سکو تو ان تین باتوں کو ہرگز فراموش نہ ہونے دینا۔

پہلی بات یہ ہے کہ کیا انہوں نے اثنائے گفتگو کہیں میرے پہلے خط کا حوالہ دیا ہے یا نہیں۔ دوسری یہ بات

Marfat.com

کہ اثنائے گفتگو انہوں نے دلیل و نہار (رات دن) کا کہیں ذکر کیا ہے یا نہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ ان کی پشت کی طرف غور سے دیکھنا اگر کوئی تعجب آمیز چیز تمہیں دکھائی دے تو وہ بتانا۔

تنوخی کہتا ہے کہ قیصر کا خط لے کر میں تبوک آیا۔ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور انور نبی کریم ﷺ اپنے حلقہ احباب میں تشریف فرما تھے۔ میں نے کسی سے پوچھا' آپ کے نبی کہاں ہیں؟ مجھے بتایا گیا وہ سامنے تشریف فرما ہیں۔ میں گیا اور حضور پُر نور ﷺ کی خدمت میں سامنے بیٹھ گیا اور ہرقل کا خط نکال کر پیش کر دیا۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے اسے پکڑا اور اپنے پاس رکھ لیا۔ اور مجھ سے پوچھا تم کون ہو؟ میں نے عرض کی' کہ میں قبیلہ ''تنوخ'' کا ایک فرد ہوں۔ فرمایا: کیا اسلام قبول کرنا پسند کرو گے کیونکہ یہ دین تو تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہے۔ میں نے عرض کی' میں ایک قوم کی طرف سے سفیر بن کر آیا ہوں میرا دین وہی ہے جو میری قوم کا دین ہے۔ جب تک میں اپنی قوم کے پاس لوٹ کر نہ چلا جاؤں میں اپنا مذہب نہیں بدلوں گا۔

میرا یہ جواب سن کر حضور اکرم ﷺ ہنس پڑے اور یہ آیت (سورہ قصص آیت 56) تلاوت کی:

اِنَّكَ لَا تَهۡدِىۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ ‌ۚ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِيۡنَ ○

ترجمہ: ''بیشک آپ ہدایت نہیں دے سکتے جس کو آپ پسند کریں البتہ اللہ تبارک تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت یافتہ لوگوں کو۔'' (سورہ قصص آیت 56)

پھر فرمایا' اے تنوخی بھائی! میں نے ایک دعوت نامہ کسریٰ کی طرف بھیجا تھا۔ اس نے اس کو پھاڑ کر پارہ پارہ کر دیا۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے اسے اور اس کی مملکت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ میں نے تیرے بادشاہ کی طرف دعوت نامہ ارسال کیا۔ اس نے اسے عزت و احترام سے وصول کیا' لوگ اس کی قوت سے خائف رہیں گے جب تک اس کی زندگی میں خیر ہوگی۔ تنوخی کہتا ہے کہ میں نے سابقہ گرمی نامہ کا ذکر سنا تو مجھے یاد آ گیا کہ یہ ان تینوں باتوں میں سے ایک ہے جن کو یاد رکھنے کا قیصر نے مجھے تاکیدی کا حکم دیا تھا۔ میں نے بطور یادداشت تیر کی نوک سے اپنی تلوار کی میان پر اس کو لکھ لیا۔

حضور پُر نور ﷺ نے وہ خط اپنے بائیں ہاتھ بیٹھے ہوئے شخص کو پڑھنے کے لئے دیا۔ میں نے کسی سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ ان کا نام معاویہ ہے۔ قیصر کے خط میں ایک اعتراض تھا کہ قرآن کریم کی ایک آیت (سورہ حدید آیت 21) ہے (وعرضها السموات والارض) کہ سارے آسمانوں اور زمین کو ملایا جائے تو جنت کا عرض اس کے برابر ہوگا۔ اس نے پوچھا جب آسمانوں اور زمینوں کے عرض میں جنت ہے تو دوزخ کہاں ہوگی؟ اس کے لئے جگہ تک نہ ہوگی؟ حضور پُر نور رحمتِ دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ سبحان اللہ۔ ذرا یہ تو بتاؤ کہ جب رات آتی ہے تو دن کہاں جاتا ہے؟ ''لیل'' کا لفظ سن کر پھر اس نے یاد کر لیا۔ کیونکہ قیصر نے اسے کہا تھا کہ وہ یہ خیال رکھے کہ اثنائے گفتگو لیل و نہار (رات دن) کا کہیں ذکر کیا ہے یا نہیں۔ یہ دوسری بات

Marfat.com

تھی جو میں نے بطور یادداشت لکھ لی۔ جب قیصر کا خط پڑھنے سے حضورِ انور نبی کریم ﷺ فارغ ہوئے تو مجھے فرمایا کہ تو ہمارے پاس قیصر کا قاصد بن کر آیا ہے' تیری خاطر مدارت اور تیری تکریم ہم پر لازم ہے لیکن ہم حالت سفر میں ہیں اور ہمارا زادِراہ بھی قریب الاختتام ہے ورنہ ہم ضرور تمہیں انعام واکرام سے نوزاتے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب وہ جانے لگا تو ایک آدمی نے اسے بلایا اور کہا میں اسے انعام دیتا ہوں۔ اس نے کجاوہ کھولا' وہاں سے صفوریہ کی ایک پوشاک نکالی اور میری گود میں رکھ دی۔ میں نے پوچھا کہ یہ تحفہ دینے والا کون ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ اس کا نام عثمان (حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ) ہے۔ پھر حضور پُرنور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے پوچھا کہ اس مہمان کو اپنے گھر کون ٹھہرائے گا؟ ایک انصاری نے عرض کی' یارسول اللہ! میں۔ انصاری اٹھ کھڑا ہوا اور وہ انصاری مجھے لے کر اپنی قیام گاہ کی طرف روانہ ہوا۔

جب میں اس محفل سے باہر نکل آیا تو پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' سرکارِ دو عالم' عالمِ خفا و غیوب' مخبرِ صادق' حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے تنوخی! ادھر آؤ۔ میں حاضر ہوا۔ تو ارشاد فرمایا: ھھنا' امض لما امرت لہ "یہاں نے گزرو جیسے تمہیں حکم دیا گیا تھا۔" مجھے قیصر کی بات یاد آ گئی۔ میں حضورِ انور ﷺ کی پشت کی طرف آیا۔ وہاں کندھوں کے درمیان مجھے مہر نبوت نظر آئی جو نمایاں ہو رہی تھی۔ اس طرح قیصر نے جن باتوں کے بارے میں تنوخی کو تاکید کی تھی ان میں سے تیسری بات بھی پوری ہو چکی تھی اللہ کے نبی نے اپنے خداداد علم سے بھی پردہ اٹھا دیا۔ اس کے بعد تنوخی ہرقل کی طرف واپس آیا اور ساری روئیداد اس کو سنائی۔ اس نے ایک بار پھر قوم کے مذہبی راہنماؤں کو اپنے پاس طلب کیا اور انہیں مشورہ دیا کہ تم اس نبی پر ایمان لے آؤ اور ان کی دعوت قبول کر لو۔ لیکن انہوں نے اس نصیحت پر عمل کرنے سے انکار کر دیا۔

"الروض الانف" کے مصنف علامہ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہرقل نے ایک تحفہ بارگاہِ نبوت میں ارسال کیا جس کو حضورِ انور ﷺ نے قبول فرمایا اور اسے مسلمانوں میں بانٹ دیا۔ ہرقل نے منادی کرنے والے کو حکم دیا کہ یہ اعلان کرے کہ ہرقل محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آیا ہے اور حضورِ انور ﷺ کی اطاعت اختیار کر لی ہے۔ یہ سنتے ہی اعلیٰ فوجی افسر بپھر گئے اور شاہی محل میں زبردستی گھس آئے۔ وہ ہرقل کو قتل کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ ہرقل نے جب بات بگڑتی دیکھی تو کہنے لگا' میں ہرگز اپنا آبائی مذہب چھوڑنے کے لئے تیار نہیں۔ میں تو ان باتوں سے تمہیں آزمانا چاہتا تھا۔ پھر اس نے ایک عریضہ بارگاہِ رسالت مآب میں لکھا اور حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے حوالہ کیا اور زبانی یہ پیغام دیا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں لیکن ازبس مجبور ہوں' کچھ نہیں کر سکتا۔ اللہ کے حبیب پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور' حضورِ انور' عالمِ خفا و غیوب' مخبرِ صادق ﷺ نے فرمایا:

كذب عدو الله وليس بمسلم بل هو على نصرانيته

Marfat.com

''اللہ تبارک تعالیٰ کے دشمن نے جھوٹ بولا' وہ مسلمان نہیں ہوا بلکہ اپنی نصرانیت پر ہے۔''

(الوثائق السیاسیہ صفحہ 110 تا 114' سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 658 تا 660' السیرۃ النبویہ ابنِ کثیر جلد 4 صفحہ 27)

علامہ بدرالدین عینی شارح صحیح بخاری رقم طراز ہیں کہ ہرقل نے نبی کریم ﷺ کے گرامی نامہ کو سونے کی ایک نلکی میں بڑے اہتمام سے محفوظ کر دیا اور قیصر کے وارث سارے رومی بادشاہ اس گرامی نامہ کی بڑی تعظیم و تکریم کرتے رہے اور اسے ہمیشہ بڑے معزز مقام پر رکھا کرتے۔ مذکور قیصر کے بعد یہ گرامی نامہ وارثت میں نئے قیصر اذفرنش کو ملا اور اس کے بعد اس کے بیٹے شلیطن کو ورثہ میں ملا۔

مذکورہ قیصر کا پوتا شلیطن بھی اسے بہت عزت واحترام سے رکھتا تھا اور بعض مسلمان سفیروں' سلطانوں سے اس گرامی نامے کا ذکر مبارک ان الفاظ میں کرتا تھا۔

''یہ تمہارے نبی کریم ﷺ کا نوازش نامہ ہے جو آپ ﷺ نے میرے دادا قیصر کو لکھا تھا۔ ہم اسے نسلاً بعد نسل محفوظ رکھے ہوئے ہیں۔ ہمارے آباؤ اجداد نے ہمیں وصیت کی ہے کہ جب تک یہ گرامی نامہ ہمارے پاس رہے گا حکومت ہم میں باقی رہے گی۔ اس لیے ہم اسے بڑی حفاظت سے اپنے پاس رکھتے ہیں اور اس کا بڑا ادب کرتے ہیں اور کسی عیسائی کو اس پر مطلع نہیں ہونے دیتے۔'' (عمدۃ القاری شرح بخاری جلد 1 صفحہ 111)

حضرت ذوالبجادین رضی اللہ عنہ

غزوہ تبوک میں بجز ایک حضرت ذوالبجادین رضی اللہ عنہ کے نہ کسی صحابہ کی شہادت ہوئی نہ وفات۔ حضرت ذوالبجادین رضی اللہ عنہ کون تھے؟ اور ان کی وفات اور دفن کا کیسا منظر تھا؟ یہ ایک بہت ہی مسرور کن' ہدایت و نصیحت کن ذوق آفریں ایمان افروز حکایت ہے۔ یہ قبیلہ مزینہ کے ایک یتیم تھے جسے دین اسلام اختیار کرنے کا بے حد شوق تھا۔

حضرت ذوالبجادین رضی اللہ عنہ کے بارے میں امام ابنِ اسحاق اور ابنِ مندہ' حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ذوالبجادین مزینہ قبیلہ کا فرد تھا اس کا نام عبدالعزیٰ تھا۔ بچپن میں اس کا والد فوت ہو گیا اور اس نے کوئی ترکہ نہ چھوڑا۔ اس کے چچا نے اسے اپنی کفالت میں لے لیا۔ یہاں تک کہ وہ خوشحال ہو گیا۔ وہ اونٹوں' بکریوں اور غلاموں کا مالک بن گیا۔ جب پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضورِ انور نبی کریم رحمتِ دوعالم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف فرما ہوئے تو اس کے دل میں اسلام قبول کرنے کا شوق پیدا ہوا لیکن اپنے چچا کی وجہ سے وہ اپنے اس شوق کی تکمیل نہ کر سکا۔ کیونکہ اس کا چچا بہت ہی کٹر کافر تھا اور اس کے خوف غضب و ناراضگی کی وجہ سے یہ اسلام قبول نہیں کر سکتے تھے۔

اسی کشمکش میں کئی سال گزر گئے' بڑی بڑی جنگیں اپنے انجام کو پہنچیں۔ ہادیٔ انس و جاں' رہبرِ کائنات' سرکارِ دوعالم' حضورِ انور' نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے بعد جب واپس مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہ عبدالعزیٰ اپنے چچا

Marfat.com

کے پاس گئے اور کہا چچا جان! میں نے آپ کا بہت انتظار کیا کہ آپ کب اسلام قبول کرتے ہیں اور میں آپ کے ساتھ اسلام قبول کروں؟ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا نبی آخرالزماں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کا کوئی ارادہ نہیں' آپ مجھے اب دین اسلام قبول کرنے کی اجازت دے دیں۔ چچا یہ سن کر غصہ سے بے قابو ہوگیا۔ اس نے کہا کہ اگر تم نے یہ جرأت کی تو جتنی چیزیں میں نے آج تک دی ہیں وہ سب چھین لوں گا۔ حتیٰ کہ وہ کپڑے جو تو نے پہنے ہوئے ہیں وہ بھی اتار لوں گا۔

یہ دھمکی سننے کے بعد عبداللہ نے کہا میں تو ضرور بالضرور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا اتباع کروں گا اور اسلام لے آؤں گا۔ زیادہ دیر تک میں لکڑی اور پتھر کے بتوں کی پوجا نہیں کرسکتا۔ آپ کی جو چیزیں میرے پاس ہیں وہ واپس کرتا ہوں' آپ انہیں سنبھالیں۔ اس نے ساری چیزیں واپس لے لیں یہاں تک کہ اس کا تہبند بھی اتروالیا۔

حضرت عبدالعزیٰ (ذوالبجادین) رضی اللہ عنہ اس حالت میں اپنی والدہ کے پاس پہنچے اور اپنے نیک ارادے اور چچا کے سلوک سے آگاہ کیا۔ والدہ بھی مفلس تھی۔ تن ڈھانپنے کے لئے وہ اپنے بیٹے کو ایک پرانا کمبل یا کمبل نما موٹا کھردرا کپڑا دے سکیں۔ آپ نے وہ کپڑا لیا اور اس کو دو حصے کیا۔ ایک حصہ کمر کے گرد لپیٹ لیا اور اسے کسی پرانے نرم کپڑے کی لیر سے باندھ لیا۔ دوسرا حصہ بدن کے اوپر ڈالا اور اسے کانٹوں سے سی کر جسم پر قائم کرلیا' ٹھہرالیا۔ اور اسی لباس میں ہجرت کرکے مدینہ منورہ پہنچ گئے اور رات بھر مسجد نبوی میں ٹھہرے رہے۔

صبح کی نماز حضور پُرنور نبی کریم رحمتِ دوعالم ﷺ کی اقتداء میں ادا کی۔ ہادیٔ انس و جاں سرکارِ دوعالم ﷺ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ جب صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو لوگوں کو غور سے دیکھتے۔ اب اس کو دیکھا تو اسے اجنبی پایا۔ پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا میرا نام عبدالعزیٰ ہے۔ سرکارِ دوعالم ﷺ نے فرمایا: انت عبداللہ ذولبجادین ''آج کے بعد تم اب عزیٰ کے بندے نہیں ہو بلکہ'' اللہ کے بندے ہو تمہارا نام عبداللہ ہے اور تمہارا لقب ذوالبجادین (دوکمبلوں والا) ہے۔

حضور پُرنور نبی کریم' رؤف و رحیم' رحمۃ للعالمین ﷺ اس پر بہت کرم فرماتے تھے۔ فرمایا کہ تم میرے نزدیک قیام کرو۔ وہ صفہ کے درویشوں کے ساتھ اقامت گزین ہوگئے اور سرکارِ دوعالم ﷺ کے مہمان اور شاگرد بنے۔ حضور پُرنور ﷺ انہیں قرآن کریم پڑھایا کرتے۔ قلیل مدت میں اس نے قرآن کریم کا بہت سا حصہ یاد کرلیا۔ ان کی آواز قدرتی طور پر بلند تھی۔ وہ مسجد میں ہی ٹھہرا کرتے تھے اور بلند آواز سے قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتے۔ ایک دن حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ! یہ اعرابی بلند آواز سے قرآن کریم پڑھتا ہے یہاں تک کہ دوسرے لوگ قرأت نہیں کرسکتے۔ حضورِ انور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

دعه' یا عمر فانه قد خرج مها جرا الی الله تعالٰی و الی رسوله.

''اے عمر! اس کو کچھ نہ کہو یہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہجرت کر کے آیا ہے۔''

جب حضورِ انور ﷺ جنگ تبوک کے لئے روانہ ہوئے تو یہ بھی مجاہدین میں شامل ہو کر چل پڑے اور بڑے ہی ذوق وشوق اور انتہائی اشتیاق کے ساتھ درخواست کی کہ ''یارسول اللہ ﷺ میرے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ تبارک تعالیٰ مجھے شہادت نصیب کرے۔''

حضور پُرنور ﷺ نے فرمایا' وہ سامنے بیری کا درخت ہے اس کا چھلکا اتار کر لاؤ۔ انہوں نے تعمیل ارشاد کی۔ حضورِ انور ﷺ نے وہ چھلکا ان کے بازو پر باندھا اور دعا فرمائی انی احرمه دمه' علی الکفار یااللہ ''میں نے تمام کفار پر اس کا خون حرام کر دیا۔'' یہ سن کر وہ تڑپ اٹھے۔ عرض کی' یارسول اللہ ﷺ! میں نے اس مقصد کے لئے تو دعا کی درخواست نہیں کی تھی۔ عالمِ خفا وغیوب مخبر صادق حضور پُرنور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا: اے عبداللہ! اگر تم اللہ تبارک تعالیٰ کی راہ میں جہاد کی نیت سے نکلو اور اثنائے سفر تمہیں بخار آئے اور تم فوت ہو جاؤ تو پھر بھی تم شہید ہو گے۔

مجاہدین اسلام کا یہ لشکر پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ کی ہمراہی میں تبوک پہنچ گیا اس لشکر میں حضرت عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اللہ تبارک تعالیٰ کی شان کہ تبوک پہنچنے کے چند دن بعد حضرت عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ کو بخار آنے لگا اور روز بہ روز بخار کا مرض بڑھتا ہی رہا اور اس بخار میں ان کی وفات ہوگئی۔

حضرت بلال بن الحارث المزنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ذوالبجادین رضی اللہ عنہ کی تجہیز وتکفین کے وقت حاضر تھا۔

حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ان کے دفن کا عجیب منظر تھا۔ کہ حضرت بلال مؤذن رضی اللہ عنہ (حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ) ہاتھ میں چراغ لیے ان کی قبر کے پاس کھڑے تھے اور پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم' رحمت اللعالمین ﷺ خود بہ نفس نفیس ان کی قبر میں اترے اور حضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ دونوں اپنے اسلامی بھائی کی لاش کو اٹھاؤ اور میری طرف بڑھاؤ۔ پھر آپ ﷺ نے ان کو اپنے دستِ مبارک سے لحد میں سلایا اور خود ہی قبر کو کچی اینٹوں سے بند فرمایا اور پھر یہ دعا مانگی کہ یااللہ! میں ذوالبجادین سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت ذوالبجادین رضی اللہ عنہ کے دفن کا یہ منظر دیکھا تو بے اختیار ان کے منہ سے نکلا کہ کاش ذوالبجادین کی جگہ یہ میری میت ہوتی۔

(مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 350' 351' سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 661' تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 9)

Marfat.com

دومتہ الجندل کے بادشاہ کی گرفتاری

اس مہم کا مفصل ذکر ''سریہ دومتہ الجندل یا سریہ خالد بن ولید بسوئے دومتہ الجندل'' کے نام سے غزوہ تبوک سے پہلے ہو چکا ہے۔

چونکہ یہ فوجی مہمات کا آخری سریہ تھا اور یہ ماہِ رجب سن 9 ہجری میں اس وقت وقوع پذیر ہوا جب پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضورِ انور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ غزوہ تبوک کے سلسلے میں تبوک میں تشریف فرما تھے۔ اس لیے اس مہم' سریہ ذکر غزوہ تبوک سے پہلے بیان کر دینا مناسب سمجھا گیا۔

یہاں اس مہم کا بطور سریہ ذکر نہیں کیا جا رہا ہے۔ یہاں اس کا سرسری بیان کرنے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ یہ سریہ غزوہ تبوک کے دوران وقوع پذیر ہوا۔ اور اپنے مرکز (مدینہ منورہ) سے ہزاروں کلومیٹر دور ہوتے ہوئے پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم ﷺ کا ایسی مہم ارسال کرنے کے اقدام سے' اقوامِ عالم پر بہت اچھے اثرات مرتب ہوئے۔

تبوک میں قیام کے دوران رومی لشکر نے مسلمانوں کا مقابلہ کرنے سے اجتناب کیا اور سامنے نہیں آیا یا مصلحتاً اسے ہٹا لیا گیا' اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے قبائل نے اطاعت قبول کی حالانکہ وہ جانتے تھے کہ مسلمانوں کے واپس جانے کے بعد وہ رومیوں کے رحم و کرم پر ہوں گے۔ روز بروز فضا مسلمانوں کے لئے سازگار ہوتی جا رہی تھی اس دوران حضور پُرنور ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو چار سے کچھ زائد سواروں کا دستہ دے کر دومتہ الجندل پر حملہ کے لئے تیار کیا۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کے اس جرأت مندانہ اقدام سے یہ تاثر مزید گہرا ہوا کہ مسلمان اپنے وقت کی ایک عظیم عسکری قوت ہیں جو رومیوں کو ان کے گھر میں آ کر للکارنے کی طاقت رکھتے ہیں اور اپنے ہیڈ کوارٹر سے ہزاروں کلومیٹر دور ہوتے ہوئے بھی فوجی مہمات روانہ کرنے کی پوزیشن میں ہیں۔

دومتہ الجندل بغیر کسی جنگ کے فتح ہو گیا اور یوں عرب کی سرزمین پر کفر کا یہ آخری حصار بھی فتح کر لیا گیا۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی' جلد 5 صفحہ 252 المغازی للواقدی' جلد 2 صفحہ 1027)

سرحد پر آباد عرب قبائل کی اطاعت گزاری

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ شام اور عرب کی سرحد پر آباد غیر مسلم عرب قبائل رومیوں کے زیر اثر تھے اور رومی انہیں مسلمانوں کے خلاف اشتعال بھی دلاتے رہتے تھے اور یہ لوگ مشتعل ہو کر حق کی راہ کے مسافروں کے لئے مشکلات بھی پیدا کرتے رہتے تھے۔ ان کے وہم و گمان میں نہیں تھا کہ مسلمان قیصر روم جیسی سپر پاور سے ٹکر لینے کے لئے تبوک تک آ پہنچیں گے' تبوک میں مسلمانوں کی عظیم الشان فوج کے پڑاؤ سے نہ

Marfat.com

صرف رومی مرعوب ہوئے بلکہ اردگرد کے غیر مسلم عرب بھی خوفزدہ ہو گئے۔

جب انہوں نے دیکھا کہ اتنے دنوں سے مسلمانوں کا لشکر رومیوں سے مقابلہ کرنے کے لئے تبوک میں پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے اور رومیوں کی فوج کو ان کا مقابلہ کرنے کی جرأت نہیں ہو رہی تو ان کے خوف میں اضافہ ہوا اور مسلمانوں کی دھاک ان کے دلوں میں بیٹھ گئی' ان کا خیال تھا کہ مسلمان حملہ کر کے آسانی سے ان کے علاقوں پر قبضہ کر لیں گے۔ انہوں نے کسی ناخوشگوار صورتحال سے بچنے کے لئے پیش بندی کے طور پر سپہ سالار مدینہ حضور پُرنور رحمتِ دو عالم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر اطاعت قبول کر لی۔

شاہ ایلہ کی مصالحت

جب حضور پُرنور رحمتِ دو عالم ﷺ نے حضرت خالد کو دومۃ الجندل کے والی اکیدر کی طرف بھیجا تو ایلہ کے بادشاہ یحنہ بن رؤبہ کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ حضور انور ﷺ مجاہدین کا کوئی دستہ میری طرف نہ بھیج دیں۔ چنانچہ وہ خود ہی حاضر خدمت ہو گیا۔ اس کے ساتھ جرباء' اذرح اور مقنا کے باشندے بھی تھے۔ ''ایلہ'' بحر قلزم کے ساحل پر ایک شہر کا نام ہے۔ جو حجاز کی آخری اور شام کی ابتدائی سرحد پر واقع ہے۔

اس نے حضور پُرنور ﷺ کی بارگاہ میں سفید خچر بطور ہدیہ پیش کیا۔ حضور انور نبی کریم ﷺ نے اسے اپنی چادر مبارک اوڑھائی اور اس کے لئے ایک امان نامہ لکھ دیا۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' جب یحنہ بن رؤبہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ اس نے سونے کی صلیب گلے میں آویزاں کی ہوئی ہے۔ اس کی پیشانی پر گرہ دار بالوں کا گچھا تھا۔ جب اس نے سرکارِ دو عالم ﷺ کو دیکھا تو ادب کی وجہ سے اپنا سر جھکا لیا۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے اشارہ کیا کہ اپنا سر اٹھاؤ۔

اس دن اس کے ساتھ صلح نامہ تحریر ہوا۔ ان کے لئے جزیہ مقرر کیا گیا کہ ہر بالغ ایک دینار سالانہ ادا کرے گا۔ اس صلح نامہ میں لکھا گیا کہ اللہ اور اس کا رسول' ان کی جان' مال اور آبرو کی حفاظت کا ذمہ دار ہے اور جس نے کوئی قانون شکنی کی تو اس کو اس کا مال اس کی سزا سے بچا نہ سکے گا' انہیں نے چشموں سے اور بری و بحری راستے استعمال کرنے سے روکا نہیں جائے گا۔ اسی طرح اہلِ جرباء' اذرح اور مقنا کے لئے بھی صلح نامہ لکھا گیا۔

اہل اذرح و مقنا سے صلح

اذرح' ملک شام کی سرحد پر ایک شہر کا نام ہے جو بلقاء کے نزدیک ہے۔ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' سرکارِ دو عالم' حضور انور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے ان کے لئے ایک صلح نامہ تحریر فرمایا جس میں انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے امان دی گئی اور ہر سال ماہِ رجب میں ایک سو دینار بطور جزیہ کی ادائیگی ان پر لازم قرار دی گئی۔ اسی طرح اہلِ مقنا کے ساتھ مصالحت کی گئی۔ انہیں اپنے پھلوں کا چوتھا حصہ بیت المال میں جمع کرانے کا

Marfat.com

حکم دیا گیا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 662' 663' السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد 4 صفحہ 29)

مشاورت' پیش قدمی یا واپسی

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضور پُر نور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے اندازاً بیس (20) دن تک تبوک میں قیام فرمایا لیکن قیصر روم کو یہ ہمت نہ ہوئی کہ وہ مجاہدین اسلام سے پنجہ آزمائی کی جسارت کر سکے۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ قیصر کی گیدڑ بھبکیاں سن کر آٹھ سو کلومیٹر کی کٹھن مسافت طے کر کے اس کے ملک میں پہنچ گئے لیکن وہ بھیگی بلی بنا بیٹھا رہا اور باہر نکلنے کی جرأت نہ کر سکا۔ اس مہم کا اولین مقصد تو ہرقل کی دھمکیوں کا دندان شکن جواب دینا تھا اور اس پر اسلام کی قوت و شوکت کا اظہار کرنا تھا' وہ ہو گیا۔ اس کے علاوہ اردگرد جو چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں' ان کے ساتھ بھی صلح کے معاہدے طے پا گئے اور انہوں نے جزیہ ادا کرنا منظور کر لیا۔ اس لیے یہاں مزید قیام بے مقصد تھا۔

چنانچہ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضور پُر نور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک مجلس مشاورت منعقد کی اور اس کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا کہ کیا ہمیں یہاں سے دمشق کی طرف پیش قدمی کرنی چاہیے یا واپس مدینہ طیبہ لوٹ جانا چاہیے؟ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کی' یارسول اللہ! اگر حضورِ انور ﷺ کو دمشق کی طرف پیش قدمی کا حکم ہوا ہے تو ضرور تشریف لے جایئے۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضور پُر نور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا اگر مجھے اس بارے میں حکم ملتا تو میں تم سے قطعاً مشورہ نہ کرتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے پیش کرتے ہوئے گزارش کی' یارسول اللہ! رومیوں کے پاس بے حد و بے شمار فوجیں ہیں۔ شام کے ملک میں اسلام کو قبول کرنے والوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔ ہم قیصر روم کی قیام گاہ کے بالکل قریب پہنچ گئے ہیں۔ ہمارا یہاں تک پیش قدمی کرتے ہوئے بڑھتے چلے آنا ان کے لئے انتہائی پریشان کن ہے۔ اگر ہم اس سال واپس چلے جائیں تو پھر تمام حالات کا جائزہ لینے کے بعد کوئی فیصلہ کر سکیں گے' یا اللہ تبارک تعالیٰ کوئی نئی صورتِ حال پیدا فرمائے گا۔

اس کے ساتھ ہی حضورِ انور نبی کریم ﷺ کو اللہ تبارک تعالیٰ نے مدینہ منورہ واپس لوٹ جانے کا حکم دیا۔ فرمایا:

"اس شہر میں آپ کی زندگی بسر ہوگی' اسی میں حضورِ انور ﷺ وفات پائیں گے اور اسی شہر کی خاک سے حضورِ انور ﷺ کو اٹھایا جائے گا۔"

اس ارشاد الٰہی کے بعد حضور پُر نور ﷺ نے مدینہ طیبہ لوٹنے کا فیصلہ فرمایا:

Marfat.com

رب للعالمین سے سوال

اس وقت حضرت جبرائیل امین نے حاضر ہو کر عرض کی' یارسول اللہ! اپنے خداوند قدوس سے سوال کیجئے کیونکہ ہر نبی کو ایک سوال کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ حضورِ انور رحمتِ دوعالم ﷺ نے فرمایا' اے جبرائیل! تم بتاؤ اپنے ربّ سے کیا مانگوں؟

انہوں نے عرض کی' یارسول اللہ آپ یہ دعا مانگیں:

ترجمہ:۔ ''اے میرے رب! جہاں کہیں تو مجھے لے جائے' سچائی کے ساتھ لے جا' اور جہاں سے تو مجھے لے آئے سچائی کے ساتھ لے آ' اور عطا فرما مجھے اپنی جناب سے وہ قوت جو مدد کرنے والی ہو۔'' (سورہ بنی اسرائیل آیت 80)

ایک نصیحت

اس سفر تبوک میں ہی حضور نے اپنے امتیوں کو ایک نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

واذا وقع الطاعون بارض وانتم فیها فلا تخرجوا منها و اذا کنتم بغیرها فلا تقدموا الیها

''اگر کسی علاقہ میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑے اور تم اس علاقہ میں رہائش پذیر ہو تو وہاں سے نکل کر باہر نہ جاؤ اور اگر تم اس علاقہ سے باہر ہو تو پھر اس طاعون زدہ علاقہ میں مت داخل ہو۔''

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 664)

تبوک سے واپسی

لشکر اسلام گزشتہ انیس بیس دنوں سے تبوک میں خیمہ زن تھا۔ اس دوران ان کے سامان خورونوش میں نمایاں کمی آگئی تھی اور اس کا ذکر پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم' حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے قیصر کے سفیر تنوخی سے بھی فرمایا تھا کہ بصورت دیگر ہم تیری خوب خاطر و مدارت کرتے اور انعام واکرام سے نوازتے۔

دعائے برکت

پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے تبوک سے واپسی کا ارادہ فرمایا تو اشیاء خوردنی کی قلت کے باعث مجاہدین فاقہ کشی میں مبتلا تھے اور ان کی صحت دن بدن کمزور ہوتی جارہی تھی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجاہدین نے عرض کی' یارسول اللہ! اگر حضور اجازت فرمائیں تو ہم اپنی سواری کے اونٹوں کو ذبح کرکے ان کا گوشت پکا کر کھائیں اور ان کی چربی سے اپنے بالوں کی خشکی اور پراگندگی کا ازالہ کریں۔

اجازت لینے کے بعد لوگ جب واپس آرہے تھے تو راستہ میں ان کی ملاقات حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

Marfat.com

سے ہوگئی۔ آپ نے انہیں اونٹ ذبح کرنے سے روکا۔

پھر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت حضور پُرنور نبی کریم‘ رؤف ورحیم ﷺ خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے عرض کی‘ یارسول اللہ! کیا حضور پُرنور ﷺ نے لوگوں کو اپنی سواری کے جانور ذبح کرنے کی اجازت دی ہے؟ حضور پُرنور ﷺ نے فرمایا‘ انہوں نے میرے سامنے فاقہ کشی کی شکایت کی تو میں نے انہیں اونٹ ذبح کرنے کی اجازت دے دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی‘ یارسول اللہ ﷺ! حضور انہیں اجازت مرحمت نہ فرمائیں کیونکہ لوگوں کے پاس اگر ضرورت سے زائد سواری کے جانور ہوں تو اس میں سب کے لئے بہتری ہے۔ ہمارے اونٹ بھوک کی وجہ سے بہت کمزور ہو گئے ہیں۔ اگر راستہ میں چند اونٹوں کو کوئی حادثہ پیش آجائے تو ان زائد سواریوں پر سوار ہو کر مجاہدین راحت وآرام سے مدینہ طیبہ پہنچ جائیں گے۔

دوبارہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی‘ یارسول اللہ! حضورِ انور ﷺ مجاہدین کو حکم دیں کہ اشیاءِ خوردنی میں سے ان کے پاس تھوڑا بہت جتنا کچھ ہے وہ لے آئیں۔ حضور پُرنور ﷺ اس پر برکت کی دعا فرمائیں‘ اللہ تبارک تعالیٰ ان قلیل مقدار اشیاءِ خوردنی میں اتنی برکت ڈالے گا کہ تمام لشکر کی ضروریات پوری ہو جائیں گی جس طرح حضور پُرنور ﷺ نے حدیبیہ سے واپسی کے موقع پر دعا مانگی تھی۔ حضور! آپ ﷺ دعا مانگیں گے تو اللہ تبارک تعالیٰ اسے ضرور قبول فرمائے گا۔

پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم‘ حضورِ انور‘ نبی کریم ﷺ نے اپنے وزیرِ خوش تدبیر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس تجویز کے ساتھ اتفاق فرمایا۔ چنانچہ دسترخوان بچھا دیا گیا اور سب مجاہدین کو حکم ملا کہ کھانے کی جو چیز ان کے پاس ہے‘ وہ لے آئیں اور اس دسترخوان پر ڈھیر کر دیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس جتنا کچھ بھی تھا وہ لا کر پیش کرنے لگے۔ جس کے پاس مٹھی بھر مکئی کا آٹا تھا‘ وہ لے آیا۔ جس کے پاس مٹھی بھر کھجوریں تھیں‘ وہ لے آیا۔ کوئی روٹی کا ٹکڑا لے آیا اور کوئی ستو لے آیا۔ الغرض یہ سارا سامان جمع ہوا۔ اس کا وزن ستائیس صاع بنا۔

جمع شدہ سامان خورونوش کے مختلف ڈھیروں کو ڈھانپ دیا گیا اور پھر پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم‘ ہادی دو جہاں‘ رہبرِ کائنات‘ رسولِ بحرو بر‘ اصل الموجودات‘ سیّد المرسلین‘ خاتم النبیین‘ حبیب ربّ للعالمین‘ تاجدارِ کائنات‘ سرکارِ دوعالم‘ حضور پُرنور‘ نبی کریم‘ رؤف ورحیم ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے‘ وضو فرمایا اور دو رکعت ادا کئے۔ اس کے بعد دعا کے لئے ہاتھ پھیلا دیئے‘ عرض کی:

”یا اللہ اس طعام میں برکت عطا فرما“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ انور ﷺ ان کے ساتھ بیٹھ گئے اور سب کو اذنِ عام دیا کہ آؤ اور جتنا چاہے یہاں سے لے جاؤ‘ لیکن لوٹ کھسوٹ سے احتراز کرنا۔ چنانچہ مجاہدین بوریاں‘ تھیلے بلکہ اپنی قمیض کے دامنوں میں جو چیز ملتی تھی‘ بھر بھر کر لے جانے لگے۔ لشکر میں کوئی برتن ایسا نہ رہا جس کو انہوں نے اجناس خوردنی

Marfat.com

سے بھر نہ لیا ہو۔ سب نے خوب پیٹ بھر کر کھایا اور کافی بچ بھی گیا۔

ایک صحابی کہتے ہیں کہ میں نے روٹی کا ایک ٹکڑا اس دستر خوان پر رکھا اور ایک مٹھی بھر کھجور۔ پھر وہ سارا دستر خوان بھر گیا۔ پھر میں دو بوریاں لے آیا ایک کو ستو سے بھر لیا اور دوسری کو روٹیوں سے اور اپنی چادر میں آٹا باندھ لیا۔ اس طرح میں نے جو کچھ لیا مدینہ طیبہ واپس پہنچنے تک میں اسے کھاتا رہا اور وہ ختم نہیں ہوا۔ حضورِ انور نبی کریم رحمتِ دوعالم ﷺ نے اپنے کریم پروردگار کی عنایت و برکات کا یہ عالم دیکھا تو فرمایا:

اشھدن ان لاالٰہ الا اللہ وانی رسول اللہ

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تبارک تعالیٰ کے بغیر کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔''

پھر فرمایا جو آدمی یہ کلمہ یقین کے ساتھ پڑھے گا' اس کو جنت سے نہیں روکا جائے گا۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم' ہادئ انس وجاں' رہبرِ کائنات' حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے تبوک میں بیس شب قیام فرمایا اور نمازِ قصر ادا فرماتے رہے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 666)

انگلیوں سے چشمے پھوٹ پڑے

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تبوک سے واپسی پر ایک رات ہم پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم' حضور پُرنور ﷺ کی معیت میں سفر کر رہے تھے کہ سب پر غنودگی طاری ہوگئی۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے فرمایا' اے ابوقتادہ! ذرا سو نہ جائیں؟ میں نے عرض کی' یارسول اللہ! جیسے آپ کی مرضی۔ حضور پُرنور ﷺ کے حکم سے ہم سب اپنی سواریوں سے اتر کر زمین پر لیٹ گئے۔ میرے پاس ایک برتن تھا جس میں پانی تھا اور ایک پانی کا پیالہ۔ لیٹتے ہی آنکھ لگ گئی اور اس وقت کھلی جب سورج کی حرارت نے ہمیں بیدار کر دیا۔ ہم نے بڑی حسرت سے کہا انا لِلّٰہ وانا الیہ راجعون۔ افسوس! ہماری صبح کی نماز فوت ہوگئی۔

پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم' حضورِ انور' نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا۔ ہم شیطان کو اسی طرح برافروختہ کریں گے جس طرح اس نے ہمیں غضبناک کیا ہے۔ حضور پُرنور ﷺ نے اس برتن میں جو پانی تھا اس سے خود وضو فرمایا' کچھ پانی بچ گیا۔ حضورِ انور ﷺ نے ابوقتادہ کو فرمایا: احتفظ بما فی الادوات والرقیۃ فان لھا شانا ''اے ابوقتادہ! برتن اور پیالے میں جو پانی ہے اس کو سنبھال کر رکھنا ان دونوں برتنوں کی خاص شان ہے۔'' پھر حضورِ انور نبی کریم سرکارِ دوعالم ﷺ نے طلوع آفتاب کے بعد ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اور نماز میں سورہ مائدہ کی تلاوت کی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا۔ اگر لوگ ابوبکر وعمر کی اطاعت کرتے تو ہدایت پاتے۔ یہ اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ جب لشکر نے آرام کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ چشمہ کے قریب ہم اتر کر آرام کریں' لیکن دوسرے لوگوں نے وہاں اترنے سے انکار کر دیا اور کچھ مسافت

Marfat.com

طے کرنے کے بعد ایسے علاقے میں اترے جہاں پانی کا نام ونشان تک نہ تھا۔

حضورِ انور سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر لشکر کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے اور زوال آفتاب تک ہم لشکر کے ساتھ مل گئے۔ اہلِ لشکر کی حالت بڑی خستہ تھی۔ پیاس کی شدت اور سفر کی تھکاوٹ کے باعث ان کی اوران کے سواری کے جانوروں کی گردنیں جھک گئی تھیں۔ پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم' تاجدارِ کائنات' سرکارِ دو عالم' رحمت للعالمین' حضور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے جب ان کی یہ حالت دیکھی تو حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ وہ پانی والا برتن لے آؤ۔ اس برتن کا پانی پیالہ میں انڈیل دیا گیا۔ حضور پُرنور ﷺ نے اپنی مبارک انگلیاں اس پیالے میں رکھ دیں ان انگلیوں سے پانی بہنے لگا۔ یوں معلوم ہوتا تھا گویا پانی کے چشمے ابل رہے ہیں۔ لوگ جن کی شدت پیاس سے نازک حالت تھی' دوڑے آئے پانی پینے لگے یہاں تک کہ سب مجاہدین بھی سیراب ہو گئے اوران کے علاوہ گھوڑے اونٹ بھی سیراب ہو گئے مگر پانی پھر بھی بچ گیا۔ لشکر اسلام میں اس وقت بارہ ہزار اونٹ تھے۔ بارہ ہزار گھوڑے تھے اور مجاہدین کی تعداد تیس ہزار تھی۔ حضور پُرنور ﷺ نے کچھ وقت پہلے حضرت ابوقتادہ ﷜ کو فرمایا تھا کہ ان برتنوں کو سنبھال کر رکھنا۔ اس ارشاد میں اسی امر کی طرف اشارہ تھا۔

ہمراہی منافقین کی خوفناک سازش

دشمنانِ پیغمبر کا تخریبی ذہن اب بھی ابلیسی سازشوں کے جال بن رہا تھا وہ اب بھی دلوں میں حسد' بغض اور رقابت کی پرورش کر رہے تھے بلکہ مسلمانوں کو اوج ثریا کی طرف گامزن دیکھ کر وہ اپنے زخم چاٹنے اور دام فریب بچھانے کی تدبیریں سوچتے رہتے۔ دین متین کے فروغ واشاعت وفتوحات کا منظرنامہ دیکھ کر ان مفسدین کے جذبہ انتقام میں آگ لگی ہوئی تھی اور وہ حضورِ انور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ کی جان کے دشمن ہو رہے تھے' اسلامی لشکر میں شامل منافقین کے سینوں پر سانپ لوٹ رہا تھا کہ مسلمان فتح پر فتح حاصل کئے جارہے ہیں اور رومیوں کی طاقتور فوج بھی ان کا مقابلہ کرنے کی جرأت نہیں کر سکی۔ یہ منافقین مدینہ منورہ سے روانگی کے وقت پھولے نہیں سماتے تھے' انہیں یقین تھا کہ تبوک پہنچ کر یا تبوک پہنچنے سے پہلے ہی رومیوں کا ٹڈی دل لشکر مسلمانوں کو اپنے آہنی پنجے میں دبوچ لے گا اور اسلام صفحہ ہستی سے اس طرح مٹ جائے گا جیسے روئے زمین پر اس کا کبھی کوئی وجود ہی نہ تھا۔

لیکن بصورتِ حال ان کی توقعات کے خلاف نکلی ان کے سینوں میں نفرت کا لاوا کھولنے لگا' تعصب اور کینہ پروری کی دبی ہوئی چنگاری شعلہ بن گئی۔ انہوں نے حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی شہادت کا منصوبہ اس طرح بنایا کہ اس قتل کا الزام کسی ایک پر نہ آسکے۔ ان کے سازشی ذہنوں نے منصوبہ یہ بنایا کہ کسی رات دوران سفر کسی خطرناک گھاٹی میں آپ ﷺ کی اونٹنی کو بدکایا جائے۔ اس طرح آپ ﷺ اونٹنی سے گر کر خاکم بدہن

Marfat.com

ہلاک ہو جائیں گے، کیونکہ گھاٹی میں راستہ تنگ ہو گا لہٰذا ہزاروں سواروں کی بھیڑ میں اونٹنی کو بدکانے کا کسی کو علم نہیں ہو سکے گا، سازشی عناصر اپنی سازش کے ہر پہلو سے پوری طرح مطمئن تھے۔

اس سفر میں پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ منافقین بھی تھے ایک قول چودہ کا بھی ہے اور ایک قول کے مطابق پندرہ تھے۔ ان سب نے آپس میں سازش کی کہ عقبہ (گھاٹی) کے مقام پر جو تبوک اور مدینہ منورہ کے درمیان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیے گئے معاہدہ اور بیعت کو توڑ دیں۔ انہوں نے آپس میں طے کیا کہ جوں ہی پیغمبرِ اسلام، حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھاٹی کے راستے پر آئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر سے دھکا دے کر وادی میں گرا دیں۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے حبیب پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، عالمِ خفا و غیوب حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سازش کی اطلاع دے دی چنانچہ جیسے ہی لشکر عقبہ میں داخل ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گھاٹی کے راستے سے جانے کا ارادہ فرمایا ہے اس لئے اور کوئی شخص اس راستے سے نہ جائے بلکہ ہر کوئی وادی کے اندر سے ہو کر جائے کیونکہ وہ راستہ زیادہ آسان اور لشکر کے لئے کشادہ ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھاٹی میں ہو کر گئے اور باقی لوگ وادی کے اندر سے ہو کر چلے۔ ان منافقین نے بھی یہ اعلان سنا مگر انہوں نے دیدہ دلیری اور سینہ زوری کرتے ہوئے گھاٹی کا راستہ ہی اختیار کیا اور لشکر سے الگ اور حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف اسی راستے سے چلے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جا رہے تھے یہ لوگ پوری تیاری کے ساتھ چہروں پر نقاب اوڑھ کر گھاٹی کے راستے پر چلے۔

حضورِ انور نبی کریم، رؤف و رحیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اس کی مہار پکڑے ہوئے اسے لے جا رہے تھے۔ حضرت حذیفہ ابنِ یمان رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ وہ پیچھے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کو ہنکاتے رہیں۔ چنانچہ وہ اونٹنی کے پیچھے تھے۔

مگر کتاب دلائل میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عقبہ والے واقعہ کے دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی مہار پکڑے ہوئے اسے کھینچ رہا تھا اور حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ اسے پیچھے سے ہنکارتے رہے تھے یا میں اسے ہنکارتا تھا اور عمار بن یاسر صلی اللہ علیہ وسلم اسے کھینچتے تھے۔ یعنی باری باری ہم ایسا کرتے تھے۔

اس دوران جب کہ آپ اس گھاٹی میں سفر کر رہے تھے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کے قدموں کی چاپ اور سرسراہٹ سنی جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی بھی چونکی۔

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر ناراض ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کے باوجود کچھ لوگ گھاٹی کے راستے سے آ رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ان آنے والوں کو واپس کریں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فوراً ہی اس گھاٹی کے راستے پر واپس ہو کر آنے والوں کی طرف گئے۔

Marfat.com

حضرت حذیفہ ابنِ یمان رضی اللہ عنہ اس بات پر آپ ﷺ کی ناراضگی سن چکے تھے اس لئے وہ جب ان لوگوں کے پاس پہنچے تو انہوں نے ان کی سواریوں کو اس لکڑی سے مارنا شروع کیا جو وہ اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے تھے' ساتھ ہی وہ ان لوگوں سے کہتے جاتے تھے:

''اے خدا کے دشمنو! واپس جاؤ۔ واپس جاؤ۔!''

جب ان سواروں پر ان کی نظر پڑی تو انہوں نے دیکھا کہ وہ سب لوگ نقاب پوش ہیں یعنی چہروں کو ڈھاٹا باندھے ہوئے ہیں۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ انہیں رسول اللہ ﷺ نے بہت زور سے ڈانٹا جس پر وہ سب لوگ چلے گئے۔

اس وقت ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو ان کی سازش کا پتہ چل چکا ہے چنانچہ وہ لوگ جلدی جلدی بہ دلِ ناخواستہ گھاٹی سے وادی کے اندر اتر گئے اور لشکر میں پہنچ کر لوگوں میں رل مل گئے تا کہ پتہ نہ چل سکے کہ کون لوگ تھے۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ وہاں سے تیزی کے ساتھ واپس آئے آپ ﷺ نے اسے دیکھ کر پوچھا:

''جن سواریوں کو تم واپس کر کے آئے ہو کیا ان میں سے کسی کو تم نے پہچانا؟''

حضرت حذیفہ ابنِ یمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''نہیں۔ وہ لوگ نقاب پوش تھے اور رات بھی اندھیری ہے۔ اس لئے میں دیکھ نہیں پایا۔''

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضورِ انور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا:

''کیا تم جانتے بھی ہو کہ وہ کیوں چہرہ چھپاتے تھے اور کیا چاہتے تھے؟''

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا' نہیں' تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''انہوں نے یہ سازش کی تھی کہ گھاٹی میں میرے ساتھ چلیں گے اور پھر اچانک مجھ پر ہجوم کر کے مجھے گھاٹی سے نیچے گرا دیں گے۔ مگر اللہ تبارک تعالیٰ نے مجھے ان لوگوں کے متعلق بھی اطلاع دے دی اور انہوں نے جو سازش کی تھی اس کی بھی خبر دے دی۔ میں تم دونوں کو بتاؤں گا کہ وہ لوگ کون ہیں مگر ابھی ان کی اس بات کو پوشیدہ ہی رکھنا۔!''

صبح کو حضرت اسید ابنِ حضیر رضی اللہ عنہ حضور پُر نور ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ ﷺ! رات آپ وادی کے اندر سے کیوں نہیں چلے وہ راستہ گھاٹی کے مقابلہ میں زیادہ آسان اور آرام کا تھا۔ حضورِ انور ﷺ نے ان سے فرمایا تمہیں معلوم نہیں منافقوں نے کیا سازش کی تھی؟ اس کے بعد آپ نے ان کو ساری بات بتلائی۔

یہ ماجرا سن کر حضرت اسید ابنِ حضیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ! اس وقت سب لوگ پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں اور سب ہی لوگ جمع ہیں۔ لہٰذا ہر خاندان کو حکم

Marfat.com

دیجئے کہ وہ ان میں سے اس شخص کو قتل کرے جو ان کے خاندان کا ہے۔ اس لئے اگر آپ مناسب خیال فرمائیں تو مجھے ان لوگوں کے نام بتلا دیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے کہ میں ابھی تھوڑی دیر میں آپ کے پاس ان لوگوں کے سر لے کر حاضر ہوں گا۔!"

حضور پُرنور نبی کریم، رؤف ورحیم رحمت اللعالمین ﷺ نے فرمایا "میں نہیں چاہتا کہ لوگ یوں کہیں کہ محمد ﷺ ایک قوم کی مدد حاصل کر کے اپنے دشمنوں سے لڑا اور جب اللہ تبارک تعالیٰ نے اس کو فتح دے کر غالب کر دیا تو وہ خود اسی قوم کی طرف متوجہ ہو گیا اور ان ہی کو قتل کرنا شروع کر دیا۔"

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یہ لوگ منافق صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے ساتھی تو نہیں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا وہ لوگ ظاہر میں توحید و رسالت کی شہادت نہیں دیتے؟ (یعنی زبان سے تو کلمہ شہادت پڑھ کر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر چکے ہیں اس لئے مسلمان ہی کہلاتے ہیں۔)

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، عالمِ خفا و غیوب، مخبرِ صادق، حضور پُرنور، سرکارِ دو عالم ﷺ نے ان سازشیوں کے نام بھی خاص صحابہ کرام کو بتائے اور انہیں ان کے نام پوشیدہ رکھنے کا حکم بھی جاری فرمایا، احادیث نبوی میں اس واقعہ کا ذکر آیا ہے۔

ان فی امتی اثنا عشرہ منافقا لایدخلون ولا یجدون ریحھا حتی یلج اجمل فی سم الخیاط۔

میری امت میں 12 منافق ایسے ہیں جو نہ تو میری جنت میں داخل ہوں گے اور نہ اس کی خوشبو سونگھیں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے سوراخ سے گزر جائے۔ (دلائل النبوۃ، جلد 5 صفحہ 262)

حضور پُرنور رحمت للعالمین ﷺ کی ہر بات حکمت و دانش کے ہزارہا پہلو اپنے دامن میں لئے ہوتی ہے اس لئے کہ علم کا ہر چشمہ حضورِ انور ﷺ کے نقش کف پا سے پھوٹتا ہے۔

حضورِ انور نبی کریم، رؤف ورحیم ﷺ نے ان سازشیوں کے نام صیغہ راز میں رکھے تا کہ ان کے شر کے دائرے کو محدود سے محدود تر کیا جا سکے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب اس سازش کا پتہ چلا تو انہوں نے بارگاہ نبوی میں عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ ہمیں ان سازشیوں کے نام بتائیں یہ کسی رعایت کے مستحق نہیں ہے ہم انہیں ابھی واصل جہنم کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

اکرہ ان تحدث العرب بینھا ان محمد قاتل بقوم، حتی اذا اظھر اللہ بھم اقبل علیھم یقتلھم،

میں نہیں چاہتا کہ عرب پروپیگنڈا کریں کہ محمد ﷺ نے کفار و مشرکین پر قابو پانے کے بعد اب اپنے آدمیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا ہے۔

(دلائل النبوۃ بیہقی جلد 5 صفحہ 261)

Marfat.com

اس اعلیٰ ترین ظرف کا مظاہرہ صرف نبی آخر الزماں ﷺ ہی کر سکتے تھے۔ کوئی دنیاوی بادشاہ ہوتا تو ان سازشیوں کو زندہ دیوار میں چنوا دیتا۔ ان کی کھال کھنچوا کر انہیں بھوکے شیروں کے آگے پھینک دیتا۔ ان کے مال اسباب کو نذر آتش کر کے ان کی جائیدادوں پر قبضہ کر لیتا حتیٰ کہ ان کے بیوی بچوں کو اپنے انتقام کا نشانہ بناتا۔ لیکن حضور انور نبی کریم ﷺ نے جو اپنے خون کے پیاسوں کو بھی نوازتے ہیں کرم فرماتے ہیں دعائیں دیتے تھے جنہیں کل جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا تھا اس نے ان سازشیوں سے بھی کوئی ذاتی انتقام نہ لیا اور پھر حضور پُر نور ﷺ کے پیروکاروں نے اپنے آقا ﷺ کی ان عظیم روایات کو زندہ رکھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دشمن کو پچھاڑنے کے بعد اسے محض اس لئے چھوڑ دیا تھا کہ اس نے آپ کے چہرے پر تھوک دیا تھا اب حضرت علی رضی اللہ عنہ اگر اسے قتل کرتے تو اسے ذاتی انتقام کہا جا سکتا تھا۔ تاریخ اسلام ایسے ان گنت واقعات سے بھری پڑی ہے کہ فرزندان توحید اور شمع رسالت کے پروانوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کبھی ذاتی عناد کو دشمنی کی بنیاد نہیں بنایا۔ بلکہ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا دشمن ہے اسے اپنا دشمن جانا اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا دوست ہے اسے اپنا دوست گردانا۔ انہوں نے دوستی کا معیار صرف عشق الٰہی اور محبت رسول کو ٹھہرایا۔

حقیقی مجبوری کا ثواب

صحیح بخاری میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ غزوہ تبوک سے واپسی کے دوران جب ہم مدینہ منورہ سے تقریباً ایک دن کی مسافت کے برابر دور رہ گئے تو اس وقت پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، حضور پُر نور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ طیبہ میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اس سفر میں ہمارے ساتھ شریک نہ تھے لیکن وہ ثواب میں ہمارے ساتھ شریک ہیں۔

> ''کچھ لوگ ہیں جو اگرچہ مدینہ میں ہیں مگر تم جس راستے پر بھی چل رہے ہو اور جس وادی سے بھی گزر رہے ہو وہ تمہارے ساتھ ساتھ ہیں۔!''

لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ وہ لوگ مدینہ میں موجود ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

> ''ہاں کسی عذر کی وجہ سے وہ لوگ وہیں ٹھہرنے پر مجبور ہو گئے۔!''

ان ہی لوگوں کے بارے میں خالق و مالک کائنات اللہ تبارک تعالیٰ نے سورہ توبہ کی آیت 91 میں یوں ارشاد فرمایا ہے۔

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

Marfat.com

ترجمہ: ''ضعیفوں کمزوروں پر اور جو لوگ خرچ کرنے کے لئے کچھ نہ پائیں ان پر کوئی ہرج نہیں جب کہ وہ اللہ اور رسول کے خیر خواہ ہوں خیر خواہ رہیں۔''

یعنی وہ لوگ ساتھ آنا چاہتے تھے اور خدا کے راستے میں جہاد کے طلبگار تھے مگر اپنی حقیقی مجبوریوں کی وجہ سے ساتھ نہ آسکے بلکہ دل مسوس کر رہ گئے لیکن پھر بھی اگرچہ ان کے جسم وہاں ہیں مگر دل یہیں پڑے ہوئے ہیں اور قلبی طور پر وہ تمہارے ساتھ ساتھ ہیں۔

اس کے بعد حضورِ انور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ آگے بڑھے یہاں تک کہ ذی اوان کے مقام پر فروکش ہوئے جو ایک مقام کا نام ہے اور یہاں سے مدینے تک ایک دن سے کم کا سفر ہے۔ اس مقام ونام کے بارے میں علامہ بکری لفظ ''اوان'' کے بارے میں کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ الف اور واؤ کے درمیان سے را کا حرف رہ گیا ہے اور اصل میں لفظ ''اروان'' ہوگا جو ایک مشہور کنواں ہے جس کے نام پر اس جگہ کا نام ہے۔

آپ حضور پُرنور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے تبوک سے واپسی کے دوران اس مقام پر قیام فرمایا۔

تبوک سے مدینہ میں آمد

حضرت امام احمد اور امام بخاری' حضرت جابر' انس اور ابوقتادہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ جب ہم غزوہ تبوک سے واپسی کے موقع پر مدینہ طیبہ کے قریب پہنچ گئے۔ ہمیں اس کی عمارتیں نظر آنے لگیں تو حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے اس شہر کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: هذه طابة

''یہ شہر طابہ یعنی پاکیزہ وپُرسکون شہر ہے جہاں میرے پروردگار نے مجھے آباد کیا۔ یہ شہر اپنے باشندوں کے میل کچیل کو اسی طرح نکال کر دور کر دیتا ہے جس طرح لوہے کی بھٹی لوہے کے میل کچیل کو دور کرکے صاف کر دیتی ہے۔!''

پھر جب آپ ﷺ نے احد پہاڑ کو دیکھا تو فرمایا:

یہ احد کا پہاڑ ہے۔ یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔!''

صحیح بخاری اور دیگر کتب صحاح میں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' آپ نے فرمایا مجھے یاد ہے جس روز حضورِ انور رحمتِ دو عالم ﷺ تبوک سے واپس تشریف لائے تو میں بچوں کے ساتھ نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ کی پیشوائی کے لئے ثنیۃ الوداع تک آیا تھا۔ جب حضور پُرنور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے شہر مدینہ میں قدم رنجہ فرمایا تو عورتیں' بچے اور بچیاں یہ اشعار گاتے ہوئے حضورِ انور ﷺ کا استقبال کرنے کے لئے نکل آئی تھیں اور دوسری پردہ دار خواتین اپنے مکانوں کی چھتوں پر اکٹھی ہو گئیں۔

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ تبوک سے واپس مدینے پہنچے تو عورتوں اور بچوں نے آپ کا پرجوش خیر مقدم کیا اور گیت گا کر آپ کو خوش آمدید کہا۔ وہ سب یہ اشعار گا رہی تھیں۔

Marfat.com

طلع البدر علینا
من ثنیات الوداع

ترجمہ: ثنیۃ الوداع کے ٹیلے کی طرف سے ہمارے سامنے چودھویں رات کا چاند یعنی بدر کامل طلوع ہوا ہے۔

وجب الشکر علینا
ما دعا للہ داع

ترجمہ: جب تک دعا کرنے والے دعائیں کرتے رہیں ہم پر اس نعمت کا شکر ادا کرنا واجب ہے۔

(السیرۃ النبویہ احمد زینی دحلان جلد 2 صفحہ 355)

ایک قصیدہ

پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم، حضورِ انور، نبی کریم، رؤف ورحیم ﷺ کا معمول مبارک تھا کہ جب کسی سفر سے واپس تشریف لاتے تو پہلے اپنے کاشانہ اقدس میں قدم رنجہ نہ فرماتے بلکہ اللہ کے گھر میں حاضر ہوتے اور دو نفل نمار ادا کرتے۔ اس دفعہ بھی حضور پُرنور نبی کریم، رؤف ورحیم ﷺ مہینہ ڈیڑھ مہینہ مدینہ طیبہ سے باہر گزارنے کے بعد تشریف لائے تھے۔ حضورِ انور ﷺ حسب معمول پہلے اللہ جل مجدہ کے گھر میں حاضر ہوئے اور دو رکعت نفل ادا کئے۔

جب حضورِ انور ﷺ نفل پڑھنے سے فارغ ہوئے تو حضور پُرنور ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے، عرض کی یارسول اللہ! میں نے حضورِ انور ﷺ کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا ہے اجازت ہو تو پیش کروں۔ حضور پُرنور ﷺ نے فرمایا: قل لا یفضض اللہ فاک "سناؤ اللہ تبارک تعالیٰ تمہارے منہ کو سلامت رکھے۔" آپ نے عظیم الشان قصیدہ اس محفل میں پڑھ کر سنایا جس کی صدارت، صدر بزم کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ فرمارہے تھے، جس کے سامعین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نوری جماعت تھی اور اس جلسہ کا انعقاد مسجد نبوی کے پاکیزہ صحن میں ہوا۔

اس قصیدہ کے چند اشعار آپ بھی ملاحظہ فرمائیں تاکہ آپ کو علم ہو جائے کہ شمع جمالِ مصطفوی کے پروانے کس محبت سے ثنا خوانی کیا کرتے تھے اور کس عزت واحترام کے ساتھ اپنے حبیب نبی کریم ﷺ کے میلاد پاک کا تذکرہ کیا کرتے تھے: ان کے اشعار کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

1- دنیا میں آنے سے پہلے آپ سایوں میں اور اس امانت گاہ میں جہاں پتے لپیٹے گئے تھے۔

2- پھر آپ زمین پر اترے۔ اس وقت آپ نہ بشر تھے نہ مضغہ، نہ علقہ۔ بلکہ اللہ کی حجت اور دلیل تھے۔

3- آپ کشتی پر سوار ہوئے جب نسر اور اس کے پجاریوں کو طوفان نے گھیر رکھا تھا۔

Marfat.com

وانت لما ولدت اشرقت الارض فضاءت بنورك الافق
فنحن فی ذالك الضیاء وفی النور وسبل الرشاد نخترق
وردت نار الخلیل مکتتما فی صلبه انت کیف یحترق

4- ''اے اللہ کے محبوب! جب آپ کی ولادت باسعادت ہوئی تو ساری زمین کا چپہ چپہ روشن ہو گیا اور آسمان کے کنارے بھی آپ کے نور سے جگمگانے لگے''

5- ''اور ہم آپ کے اس ضیاء و نور میں ہدایت کے رستوں کو طے کر رہے ہیں۔''

6- ''آپ ابراہیم خلیل اللہ کے لئے بھڑکائی ہوئی آگ میں تشریف لے گئے۔ ان کی صلب میں آپ کا نور تھا' آگ کی کیا مجال تھی کہ ان کو جلا سکے۔ (السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد 4 صفحہ 51' المواہب اللدنیہ جلد 3 صفحہ 84)

مسجد ضرار اور اس کا انہدام

منافقین مہمات وغزوات کے ساتھ ساتھ ہر قدم پر مجلسی زندگی میں بھی اپنی نفرت کا زہر گھولتے رہے۔ وہ نفرت جو اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کے خلاف ان کے دلوں میں ایک عرصے سے پل رہی تھی' وہ نفرت ان کی آنکھوں ان کے چہروں اور ان کی طنزیہ اور ذومعنی گفتگو کے ایک ایک لفظ سے عیاں ہوتی تھی۔ انہوں نے اپنے منحوس اور مدقوق چہروں پر اسلام کا نقاب اوڑھ رکھا تھا۔ وہ صف اوّل کے نمازی بھی تھے' تسبیح کے دانوں پر ورد اسم ذات بھی جاری رہتا' دکھاوے کے لئے خیرات بھی کرتے' بظاہر نیکی کے کاموں میں بھی حصہ لیتے۔

لیکن در پردہ اسلام کی جڑیں کاٹنے میں مصروف رہتے۔ تحریک اسلامی کی راہ میں کانٹے بچھاتے' حضور پُرنور نبی کریم' رؤف و رحیم کی کردار کشی کرتے۔ مسلمانوں کے حوصلے پست کرنے کے لئے من گھڑت افواہیں پھیلاتے' بہتان تراشتے اور اہلِ حق کو اپنی خباثتوں سے پریشان کرتے۔ دشمنانِ پیغمبر اور منکرین توحید سے ساز باز کر کے انہیں مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے اکساتے' پراپیگنڈے کا محاذ گرم رکھتے غرض ہر طریقے سے صاحب قرآن ﷺ کے لائے ہوئے آفاقی پیغام کا چہرہ مسخ کر کے شکوک وشبہات کی گرد اڑاتے۔

ہر وقت منافقین کے ذہنوں میں فتور سمایا رہتا۔ مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے اور اپنی مذموم سرگرمیوں کے لئے مرکز قائم کرنے کی آڑ میں انہوں نے تعمیر مسجد کا ڈھونگ رچایا۔

جیسا کے آپ مسجد قبا کے بارے میں پڑھ آئے ہیں۔ مسجد قباء سے متعلق متعدد جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ حضور پُرنور سرکارِ دوعالم ﷺ جب ہجرت کر کے قبا تشریف لائے تو بنوعمرو بن عوف کے محلّہ میں قیام فرمایا اور انہوں نے یہاں اپنے قطعہ زمین میں (قبا کی بستی میں) وہ تاریخی مسجد تعمیر کی جو مسجد قبا کے نام سے مشہور ہے۔

جب یہ مسجد تعمیر ہو گئی تو ان لوگوں نے بارگاہِ رسالت مآب میں عرض کی کہ حضورِ انور ﷺ تشریف لائیں

Marfat.com

اور ہماری مسجد کا افتتاح فرمائیں۔ چنانچہ حضورِ انور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ وہاں تشریف لے گئے اور نماز ادا کی۔

بنو عمرو بن عوف کے چچا کے لڑکے بنو غنم بن عوف جو زمرہ منافقین میں سے تھے اور جن کا تعلق ابو عامر فاسق سے تھا' انہوں نے بھی اس مسجد کے قریب ایک مسجد تعمیر کرنے کا پروگرام بنایا۔ ابو عامر فاسق کا تذکرہ آپ پہلے پڑھ آئے ہیں۔ یہ آخر دم تک کفار کے لشکر میں شامل ہو کر اسلام کے خلاف معرکہ آراء ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ہوازن کی جنگ میں کفار کی شکست نے اسے ہمیشہ کے لئے مایوس کر دیا۔ اس نے اپنے حواریوں' بنو غنم بن عوف کو یہ پیغام بھیجا کہ میں یہاں سے سیدھا قیصر روم کے پاس جا رہا ہوں' وہ مستقبل قریب میں اپنے لشکر جرار کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کرے گا اور مدینہ کی بستی کو تہس نہس کر کے رکھ دے گا۔ ان کے نبی اور اس کے مشہور صحابہ کو جنگی قیدی بنا کر اور زنجیروں میں جکڑ کر اپنے ملک شام میں لے جائے گا اور اسلام کا یہ فتنہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دم توڑ دے گا۔ اس اثناء میں تم لوگ اپنی کوششوں کو جاری رکھو' اپنی الگ ایک مسجد بناؤ جہاں تم آزادی کے ساتھ اپنے منصوبوں پر مشورے کر سکو۔ اس کے ساتھ ساتھ جہاں تک ممکن ہو تم اسلحہ اور قوت تیار کرو۔

بنو غنم بن عوف نے ابو عامر فاسق کی ان ہدایات و مقاصد کے تحت مسجد قباء کے قریب ہی ایک مسجد تعمیر کی اور اس کا نام مسجد ضرار رکھا۔ جب وہ مسجد تیار کر چکے تو بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور عرض' یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے ایک مسجد بنائی ہے تاکہ بیمار اور معذور لوگ اور موسم برسات اور موسم سرما کی تاریک راتوں میں جو لوگ مسجد نبوی میں حاضر نہیں ہو سکتے' وہ یہاں باجماعت نماز ادا کر لیا کریں۔ ہماری دلی آرزو ہے کہ حضور پُرنور ﷺ تشریف لائیں' ہمیں نماز پڑھائیں اور ہمارے لیے برکت کی دعا کریں۔

یہ ساری باتیں مکروفریب پر مبنی تھیں۔ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کو دعوت دینے کا مقصد یہ تھا کہ جب سرکارِ دو عالم ﷺ ان کی مسجد میں قدم مبارک فرمائیں گے اور نماز ادا کریں گے تو سادہ لوح مسلمان کثرت سے ان کی مسجد کی طرف رجوع کریں گے اور ان کے لئے ان سادہ لوح لوگوں کو اپنے دام فریب میں پھنسا لینا آسان ہو جائے گا۔ ابو عامر فاسق کا رابطہ اپنے چیلوں کے ساتھ بدستور قائم رہا۔ اس کے خطوط بھی آتے رہتے تھے اور اس کے نمائندے بھی یہاں آ کر اس کی ہدایات سے منافقین کو باخبر کیا کرتے تھے اور یہاں کے حالات اسے جا کر بتایا کرتے۔

یہ لوگ جب دعوت دینے کے لئے حاضر ہوئے تو اس وقت حضور پُرنور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ غزوہ تبوک کی تیاری میں مصروف تھے۔ حضورِ انور ﷺ نے فرمایا' ہم آمادۂ سفر ہیں' بڑی مصروفیت ہے۔ اگر ہم واپس آئے تو انشاءاللہ میں تمہارے پاس آؤں گا۔ اس طرح اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے حبیب کو منافقوں کی تعمیر کردہ مسجد میں نماز ادا کرنے سے بچالیا۔

Marfat.com

تبوک کی مہم سے فراغت کے بعد سرکارِ دو عالم، رہبر کائنات، حضور پُرنور رحمتِ دو عالم ﷺ واپس تشریف فرما ہوئے تو مدینہ منورہ سے ایک دو گھنٹے کی مسافت پر ایک گاؤں ''ذی اوان یا ذی اروان'' میں نزول فرمایا۔ یہ آپ ﷺ کا مستقل معمول تھا کہ طویل سفر سے واپسی پر مدینہ منورہ سے تھوڑی دور ٹھہر جایا کرتے تھے اہلِ مدینہ مطلع ہو جائیں اور خواتین گھروں کی صفائی وغیرہ کر لیں۔

منافقین بہت ہوشیار بن رہے تھے۔ انہیں خیال آیا کہ کیوں نہ یہ کام جلد کرا لیا جائے اس لئے وہ وہیں پہنچ گئے اور خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر دوبارہ عرض کی کہ آپ ﷺ ان کی مسجد میں تشریف لے آئیں اور نماز پڑھائیں۔ منافقین چاہتے تھے کہ حضورِ انور نبی کریم ﷺ ایک دفعہ اس میں نماز پڑھ لیں تا کہ مسلمانوں کی نظر میں وہ جگہ مقدس و محترم ہو جائے اور اس طرح ان کو دائمی تحفظ کی ضمانت مل جائے۔

مگر اسی دوران اللہ تبارک تعالیٰ، خالق و مالک کائنات نے منافقین کی چالبازیوں اور ان کی مکاریوں، دغا بازیوں کے بارے میں ''سورہ توبہ'' کی بہت سی آیات نازل فرما دیں اور منافقین کے نفاق اور ان کی اسلام دشمنی کے تمام رموز و اسرار بے نقاب ہو کر نظروں کے سامنے آ گئے۔ اور ان کی اس مسجد کے بارے میں خصوصیت کے ساتھ سورہ توبہ کی آیات 107`108 نازل ہوئیں:

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيقًام بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ مِنْ قَبْلُ وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكٰذِبُونَ ٥ لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ ٥

ترجمہ: اور وہ لوگ جنہوں نے مسجد بنائی نقصان پہنچانے اور کفر کرنے اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کی غرض سے اور اس مقصد سے کہ جو لوگ پہلے ہی سے خدا اور اس کے رسول سے جنگ کر رہے ہیں ان کے لئے ایک کمین گاہ ہاتھ آ جائے اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے بھلائی ہی کا ارادہ کیا ہے اور خدا گواہی دیتا ہے بے شک یہ لوگ جھوٹے ہیں آپ کبھی بھی اس مسجد میں نہ کھڑے ہوں۔ وہ مسجد (مسجد قبا) جس کی بنیاد پہلے ہی دن سے پرہیز گاری پر رکھی ہوئی ہے وہ اس بات کی زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاکی کو پسند کرتے ہیں اور خدا پاکی رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ (سورہ توبہ آیات 107 اور 108)

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، ہادیٔ انس و جاں، حضورِ انور، نبی کریم، سرکارِ دو عالم ﷺ نے مالک بن دخشم، معن بن عدی، عامر بن سکن اور وحشی (قاتل سیدنا حمزہ) کو بلایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ اس مسجد ضرار کی طرف جائیں جس کی بنیاد بدنیتی اور خیانتوں پر رکھی گئی ہے جس کے نمازیوں نے ظلم پر کمر باندھی ہوئی ہے، اس کو جا کر گرا دیں

Marfat.com

اور پھر اسے جلا کر خاکستر کر دیں۔

اپنے آقا ٗ ہادیٔ انس و جان ٗ تاجدارِ کائنات ﷺ کے حکم کی تعمیل کے لئے یہ چاروں حضرات بڑی سرعت سے روانہ ہوئے یہاں تک کہ سالم بن عوف کے محلہ میں پہنچ گئے۔ یہ لوگ حضرت مالک بن دخشم رضی اللہ عنہ کے قریبی رشتہ دار تھے۔ حضرت مالک رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو کہا میرا انتظار کرو میں ابھی اپنے گھر سے آگ کی مشعل روشن کر کے لاتا ہوں چنانچہ وہ مشعل روشن کر کے لے آئے۔ پھر وہاں سے دوڑ لگائی۔ مسجد ضرار میں داخل ہو گئے۔ پہلے اس کو نذر آتش کیا پھر اس کو گرا کر پیوند زمین کر دیا۔ اس کے بنانے والے سب تتر بتر ہو گئے۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ اس جگہ پر کوڑا کرکٹ اور گھروں کا کچرا پھینکا جائے۔

حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ ہر اس شخص کو جس نے مسجد ضرار کی تعمیر یا آبادی میں تھوڑا یا زیادہ حصہ لیا ٗ اچھی نظروں سے نہیں دیکھا کرتے تھے۔ آپ نے ایک شخص سے پوچھا تم نے مسجد ضرار کے بنانے میں کیا حصہ لیا۔ اس نے کہا میں نے ایک ستون دیا ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تمہیں خوشخبری ہو کہ جب تم آتش دوزخ میں پھینکے جاؤ گے تو یہ سب ستون تمہاری گردن میں لٹکایا جائے گا۔"

مسجد قبا کے متولیوں نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی کہ وہ حضرت مجمع بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مسجد قبا کا امام مقرر کر لیں۔ آپ نے فرمایا ٗ کیا یہ شخص مسجد ضرار میں بطور امام نمازیں نہیں پڑھاتا رہا؟ حضرت مجمع بن حارثہ رضی اللہ عنہ یہ بات سن رہے تھے۔ انہوں نے عرض کی ٗ اے امیر المومنین! مجھ پر فتویٰ لگانے میں جلدی نہ فرمائیں ٗ بخدا! میں نے اس مسجد میں نماز تو ادا کی لیکن ان منافقین کے دلوں میں جو بغض و عناد پنہاں تھا ٗ اس کے بارے میں قطعاً مجھے علم نہ تھا۔ اگر مجھے علم ہوتا تو میں ہرگز ان کے ساتھ نماز ادا نہ کرتا۔ میں اس وقت نوجوان تھا اور قرآن کریم قرأت کے ساتھ تلاوت کیا کرتا تھا۔ اس لئے دوسرے لوگ سارے بوڑھے تھے جن کی زبان پر قرآن کریم رواں ہی نہ تھا۔ اس لئے میں ان کے مذموم ارادوں سے بے علمی کے باعث وہاں امامت کراتا رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا یہ عذر قبول فرمایا اور مسجد قبا کا انہیں امام مقرر کر دیا۔

(تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 130 ٗ 131۔ سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 575۔ زرقانی جلد 3 صفحہ 80۔ طبری جلد 2 صفحہ 147)

غزوۂ تبوک میں شرکت نہ کرنے والے

قارئین کرام! اس سارے معاملے کو خوبصورتی اور بغیر کسی ابہام کے سمجھنے کے لئے میں غزوہ تبوک میں شرکت نہ کرنے والوں کو نمایاں چار گروپس میں تقسیم کرتا ہوں تاکہ ان کے بارے میں حالات واقعات وحقائق کو سمجھنے میں آسانی رہے۔

پہلا گروپ

وہ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کے بارے میں پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم ٗ حضور پُرنور ٗ نبی کریم ٗ رؤف و رحیم ﷺ

Marfat.com

نے مدینہ منورہ پہنچنے سے پہلے فرمایا۔ کہ مدینہ میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اس سفر میں ہمارے ساتھ نہ تھے لیکن وہ ثواب میں ہمارے ساتھ شریک ہیں کیونکہ وہ لوگ خدا کے راستے میں جہاد کے طلبگار تھے مگر اپنی حقیقی مجبوریوں کی وجہ سے ساتھ نہ آسکے اور دل مسوس کر رہ گئے۔ اس گروپ کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

دوسرا گروپ

یہ گروپ پچاس ساٹھ اشخاص کا تھا۔

ابن عقبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ کے نزدیک پہنچے تو وہ لوگ جو اس غزوۂ میں شریک نہیں ہوئے تھے' وہ کثیر تعداد میں ملاقات کے لئے آنے لگے۔ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضورِ انور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ وہ ان میں سے کسی سے نہ گفتگو کریں اور نہ ان کے پاس بیٹھیں' جب تک میں اجازت نہ دوں۔ چنانچہ رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان سے رخ انور پھیر لیا اور مومنین نے بھی ان سے اپنے منہ پھیر لئے یہاں تک کہ اگر بیٹا باپ کے پاس جاتا تو باپ اس کو منہ نہ لگاتا' اگر بھائی' بھائی کے پاس جاتا تو وہ اس کے سلام کا جواب تک نہ دیتا۔ اگر خاوند اپنی بیوی کے پاس جاتا تو وہ اس سے منہ پھیر لیتی۔ کافی دن اسی طرح گزر گئے۔ ان لوگوں پر زمین اپنی فراخی کے باوجود تنگ ہو گئی اور بارگاہِ رسالت مآب میں اپنی بیماری' ناداری اور اپنی مصروفیتوں وغیرہ کا بہانہ پیش کر کے معافی کی التجاء کرتے رہے اور قسمیں کھا کھا کر اپنی صداقت کا یقین دلاتے رہے۔ چنانچہ آخر کار حضور پُر نور نبی کریم' رؤف و رحیم رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر رحم فرمایا۔ ان کی نئے سرے سے بیعت لی اور بارگاہ الٰہی میں ان کی مغفرت کے لئے دعا مانگی۔

تیسرا گروپ

پیچھے رہ جانے والوں میں سے کچھ افراد ایسے بھی تھے' جو اللہ اور اس کے رسول کے سچے عاشق ہونے کے باوجود محض اپنی کاہلی اور آج کا کام کل پر ڈالنے کی عادت کی وجہ سے اس غزوے میں شرکت نہ کر سکے۔ یہ مجموعی طور پر تیرہ آدمی تھے۔

ان میں ایک حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے باقی لوگوں کے نام بھی ذکر کئے ہیں۔ ان میں حضرت جد بن قیس اور حضرت جذام بن اوس رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ جب حضورِ انور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے بخیر بت واپس تشریف لائے تو ان دس میں سے سات نے اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں سے باندھ دیا۔ وہی جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گزر گاہ تھی۔ مسجد سے واپسی کے وقت حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے۔ جب حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا' تو پوچھا یہ کون لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو ستونوں سے باندھ رکھا ہے؟ عرض کی گئی' یہ تو ابولبابہ ہیں اور یہ دوسرے ان کے ساتھی ہیں جو غزوۂ تبوک میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے یہ عہد کیا ہے کہ یہ اپنے آپ کو نہیں کھولیں گے یہاں تک کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کو کھول کر آزاد فرمائیں۔

Marfat.com

حضورِ انور رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ نہ میں ان کو کھولوں گا اور نہ میں ان کا عذر قبول کروں گا یہاں تک کہ اللہ تبارک تعالیٰ خود انہیں آزاد کرنے کا حکم دے۔ ان لوگوں نے مجھ سے روگردانی کی ہے اور مسلمانوں کے ساتھ اس غزوہ میں شرکت سے باز رہے ہیں۔ پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم' رہبرِ کائنات' سرکارِ دو عالم' حضورِ انور ﷺ کا یہ ارشاد انہوں نے سنا تو کہنے لگے ہم خود اپنے آپ کو ہرگز نہیں کھولیں گے یہاں تک کہ اللہ تبارک تعالیٰ ہمیں کھولے۔ چنانچہ اللہ تبارک تعالیٰ نے سورہ توبہ کی آیت 102 نازل فرمائی:

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

ترجمہ: ''اور کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے اعتراف کرلیا ہے اپنے گناہوں کا انہوں نے ملا جلا دیئے ہیں کچھ اچھے اور کچھ برے عمل۔ امید ہے اللہ تبارک تعالیٰ قبول فرمائے ان کی توبہ۔ بیشک اللہ تبارک تعالیٰ بہت بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔'' (سورہ توبہ آیت 102)

جب یہ آیت نازل ہوئی تو سرکارِ دو عالم ﷺ نے ایک آدمی کو بھیجا کہ ان کو کھول دے۔ جب یہ شخص حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تاکہ انہیں کھول دے تو انہوں نے اسے کھولنے سے روک دیا اور کہا کہ مجھے صرف رسول اللہ ﷺ کھولیں گے۔ حضور پُرنور ﷺ کے سوا اور کسی کو کھولنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ خود تشریف لائے۔ اپنے دستِ مبارک سے اپنے اسیر گیسوئے عنبرین کو رہا فرمایا۔ یہ لوگ رہا ہونے کے بعد اپنے اپنے گھر گئے اور اپنے سارے اموال اٹھا کر لائے اور حضور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ کے قدموں میں ڈال دیئے۔ عرض کی یارسول اللہ! یہ ہمارے اموال ہیں۔ حضور پُرنور ﷺ ہماری طرف سے انہیں صدقہ کردیں اور ہمارے لئے مغفرت کی دعا مانگیں۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے فرمایا' مجھے تمہارے اموال قبول کرنے کا حکم نہیں ہوا' چنانچہ پھر سورہ توبہ کی آیت 103 نازل ہوئی:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○

''(اے حبیب) وصول کیجئے ان کے مالوں سے صدقہ تاکہ آپ پاک کریں انہیں اور بابرکت فرمائیں انہیں اس ذریعہ سے۔ نیز دعا مانگئے ان کے لئے بے شک آپ کی دعا (ہزار) تسکین ان کے لئے۔'' (سورہ توبہ آیت 103)

ان دس میں سے تین ایسے تھے جنہوں نے اپنے آپ کو ستونوں سے نہ باندھا۔ ان کا معاملہ ایک سال تک ملتوی رہا' وہ نہیں سمجھتے تھے کہ ان کو کوئی سزا ملے گی یا ان کی توبہ قبول کرلی جائے گی۔ چنانچہ ان کے بارے میں اللہ تبارک تعالیٰ نے سورہ توبہ کی آیت 117 نازل فرمائی:

Marfat.com

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○

ترجمہ:۔''یقیناً رحمت سے توجہ فرمائی اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے نبی پر نیز مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے پیروی کی تھی نبی کی مشکل گھڑی میں اس کے بعد کہ قریب تھا کہ ٹیڑھے ہو جائیں دل ایک گروہ کے ان میں سے، پھر رحمت سے توبہ فرمائی ان پر۔ بیشک وہ ان سے بہت شفقت کرنے والا رحم فرمانے والا ہے۔'' (سورہ توبہ آیت 117)

چوتھا گروپ

ان کے علاوہ تین افراد ایسے تھے جنہوں نے نہ تو اپنے لئے کوئی سزا تجویز کی' نہ کسی قسم کا عذر پیش کیا۔ بلکہ صاف لفظوں میں اپنی غلطی اور کوتاہی کا اقرار کر لیا۔ یعنی حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ حضرت بلال بن امیہ رضی اللہ عنہ' اور حضرت مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہم۔

ان تینوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک ہی جیسا راستہ اختیار کیا اور مجموعی طور پر یہ تینوں ایک ہی جیسے حالات و حالت سے گزرے۔ ان تینوں کے بارے میں فرداً فرداً بیان کرنا تو کسی طرح سے بھی مناسب نہیں ہے اس لئے ان میں سے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ روایت یا تذکرہ واقعہ کو تفصیل سے پیش کیا جائے گا۔ اور اس روایت کو صحیح بخاری صحیح مسلم کے علاوہ دیگر محدثین نے بھی حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا۔

''میں غزوہ تبوک کے سوا کسی دوسرے غزوہ سے غیر حاضر نہیں ہوا تھا' البتہ غزوہ بدر میں بھی شامل نہیں ہوا تھا لیکن اس غیر حاضری پر اللہ تبارک تعالیٰ نے کسی کو عتاب نہیں فرمایا۔ کیونکہ بدر کی طرف روانگی کے وقت جنگ کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ میں بیعت عقبہ میں شریک ہوا تھا جس رات ہم نے سچے دل سے اسلام قبول کیا تھا۔ غزوہ تبوک سے میری غیر حاضری کی تفصیل یوں ہے:

اس وقت میں جسمانی لحاظ سے بھی صحت مند تھا اور مالی لحاظ سے بھی خوشحال تھا۔ اس طرح کی بدنی صحت اور تونگری (خوشحالی) مجھے پہلے کبھی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ اس وقت میرے پاس سواری کے لئے ایک کے بجائے دو اونٹ تھے۔ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم' سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلاف معمول اس غزوہ کے بارے میں تمام مجاہدین کو بتا دیا تھا تاکہ مسلمان کٹھن اور طویل سفر اور کثیر التعداد دشمن سے ٹکر لینے کے لئے پوری طرح تیاری کر لیں۔ مجاہدین اسلام کی تعداد تیس ہزار تھی اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم کل تیس ہزار سے زائد مجاہد غزوہ تبوک کے لئے روانہ ہوئے۔

Marfat.com

حضورِ انور نبی کریم' رؤف ورحیم سرکار دوعالم ﷺ اس غزوہ کے لئے اس وقت روانہ ہوئے جب پھل پکے ہوئے تھے' شدید گرمی تھی' درختوں کے ٹھنڈے سائے کے نیچے آرام کرنے کے دن تھے اور لوگ اپنے نخلستانوں میں ٹھنڈے سائے کے نیچے گرمیاں گزار رہے تھے۔ حضور پُرنور سرکارِ دو عالم ﷺ اور تمام مجاہدین نے تیاری کر لی۔ مجاہدین کا لشکر جمعرات کے روز مدینہ طیبہ سے عازم تبوک ہوا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تیاری میں مصروف تھے' میں بھی صبح کے وقت اسی ارادہ سے گھر سے نکلا تا کہ سفر کے لئے جن جن چیزوں کی ضرورت ہے' ان کو فراہم کروں۔ وہ سارا دن گزر گیا میں دوسرے کاموں میں الجھا رہا' جنگ کے لئے تیاری کی فرصت نہ ملی۔ میں نے سوچا کوئی بات نہیں آج نہیں تو کل تیاری کر لوں گا' ہر چیز میرے پاس موجود ہے۔ چنانچہ دوسرا دن آیا اس روز بھی میں اس نیت سے باہر نکلا کہ جنگ کے لئے تیاری کروں لیکن یہ دن بھی گزر گیا' میں اس سلسلہ میں کچھ بھی نہ کر سکا یہاں تک کہ جمعرات کا دن آ گیا اور پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ اپنے تیس ہزار جانباز مجاہدین کو ہمراہ لے کر تبوک کے لئے روانہ ہوئے۔

پھر بھی میں نے یہ کہہ کر اپنے دل کو بہلایا کہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں' ایک دو دن میں تیاری مکمل کر لوں۔ میرے پاس تیز رفتار اونٹ ہیں' ان پر سوار ہو کر لشکر اسلام سے جا ملوں گا۔ لشکر کی روانگی کے بعد بھی کئی دن گزر گئے' میں دوسرے کاموں میں پھنسا رہا لیکن جہاد کے لئے اپنے آپ کو پوری طرح تیار نہ کر سکا۔ تب مجھے خیال آیا کہ اب تو لشکر اسلام بہت دور نکل گیا ہے' اب ان کو جا لینا دشوار ہے۔ چنانچہ میں نے جہاد پر جانے کے ارادہ کو ترک کر دیا۔

اب میں بازار میں نکلتا تو مجھے کوئی سچا مسلمان وہاں نظر نہ آتا یا وہ لوگ ہوتے جو منافقت سے پُر تھے یا اندھے' بہرے' لولے' لنگڑے لوگوں سے ملاقات ہوتی جن کو اللہ تبارک تعالیٰ نے خود معذور قرار دیا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر مجھ پر غم واندوہ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔

حضورِ انور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے بھی اثنائے سفر مجھے یاد نہ فرمایا یہاں تک کہ تبوک پہنچ گئے' وہاں ایک روز جب حضور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان تشریف فرما تھے تو ہادیٔ انس وجاں' رہبرِ کائنات' حضور پرنور ﷺ نے مجھے یاد کرتے ہوئے کہا ما فعل کعب بن مالک "یعنی کعب بن مالک نے کیا کیا ہے؟" (کعب بن مالک کیوں نہیں آیا؟) ایک صاحب نے عرض کی یا رسول اللہ اس کو تو اس کی دو قیمتی شالوں نے آنے نہیں دیا۔ ان کو اپنے دونوں کندھوں پر ڈال لیتا ہے اور ان کو اپنے کندھوں پر پھیلا ہوا دیکھتا ہے تو اس میں مگن رہتا ہے۔ اس چیز نے اسے جہاد میں شرکت سے محروم رکھا۔

یہ سن کر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو کہا کہ تم نے بڑی غلط بات کی ہے۔ اے اللہ کے رسول ﷺ بخدا! میں تو اس کے متعلق خیر ہی جانتا ہوں۔ یعنی ہم نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ میں سوائے

Marfat.com

بھلائی کے کچھ نہیں دیکھا۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ یہ سن کر کچھ نہ بولے اور خاموش رہے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دن گزرتے گئے یہاں تک کہ مجھے اطلاع ملی کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بخیر و عافیت فتح و کامرانی کے پرچم لہراتے ہوئے واپس تشریف لارہے ہیں تو غم واندوہ نے مجھے نڈھال کردیا۔ میں اب ایسا عذر تلاش کرنے لگا جو حضورِ انور ﷺ کی آمد پر اپنے بارے میں خدمتِ اقدس میں پیش کرسکوں اور ایسے فقرے تیار کررہا تھا جن کے ذریعہ سے میں معذرت خواہی کروں۔ میں اپنے دل میں کہتا تھا کہ حضور نبی کریم، رؤف ورحیم ﷺ کی ناراضگی سے میں کس طرح اپنے آپ کو بچاؤں گا۔ اس سلسلہ میں میں نے ہر دانشور سے مشورہ کیا۔ جب مجھے یہ اطلاع ملی کہ حضور پُرنور سرکارِ دو عالم ﷺ تو تشریف لا چکے ہیں تو ہر غلط خیال میرے ذہن سے محو ہوگیا اور مجھ پر یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ میں کذب بیانی سے اپنے آپ کو نہیں بچاسکتا۔ میں نے طے کرلیا کہ میں اپنے آقا تاجدارِ کائنات ﷺ کی خدمت میں صرف سچی بات کہوں گا، مجھے یہ یقین ہوگیا کہ سچ بول کر ہی میں اس غلطی سے اپنے آپ کو نجات دلاسکتا ہوں۔ چنانچہ وہ دن بھی آیا جب حضور پُرنور نبی کریم، رؤف ورحیم ﷺ نے مدینہ طیبہ میں نزول اجلال فرمایا۔

یہ رمضان کا مہینہ تھا۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور پُرنور ﷺ کا یہ معمول تھا کہ سفر سے چاشت کے وقت مدینہ منورہ میں واپس تشریف لاتے۔ پہلے مسجد میں جاکر دو رکعت نفل ادا فرماتے، پھر سب سے پہلے اپنی نورِ نظر حضرت خاتون جنت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر قدم رنجہ فرماتے، پھر اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو اپنے دیدار کا شرف عطا فرماتے، پھر حضور نور نبی کریم ﷺ عوام کی ملاقات کے لئے تشریف فرما ہوتے۔

پیچھے رہ جانے والے آئے، قسمیں کھا کھا کر عذر، بہانے بیان کرنے لگے۔ ان کی تعداد اسّی اور بیاسی کے قریب تھی، جو شخص اس قسم کا عذر پیش کرتا، حضور پُرنور ﷺ اس کے عذر کو قبول فرماتے اور پھر بیعت فرماتے اور ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے۔ ان کی خفیہ نیتوں کو اللہ کے سپرد کردیتے۔

پھر میں حاضر ہوا۔ سلام عرض کیا۔ حضور پُرنور ﷺ نے تبسم فرمایا لیکن اس تبسم میں حضور ﷺ کی ناراضگی جھلک رہی تھی۔ فرمایا، آگے آؤ۔ میں آگے بڑھا اور حضور انور ﷺ کے قدمین شریفین کے سامنے بیٹھ گیا۔ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور ﷺ نے مجھ سے رخ انور موڑ لیا، میں نے عرض کی یارسول اللہ! حضور پُرنور ﷺ نے غلام سے رخ انور کیوں پھیر لیا ہے؟ بخدا! نہ میں منافق ہوں اور نہ میرے دل میں کوئی شک پیدا ہوا اور نہ میں نے اپنا عقیدہ بدلا۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے فرمایا، پھر تم جہاد سے کیوں پیچھے رہ گئے؟ کیا تمہارے پاس سواری کے لئے جانور نہیں تھا؟

میں نے بصد ادب عرض کی، بیشک میں نے سواری کا جانور خرید لیا تھا۔ اگر اس وقت میں کسی دنیادار کے سامنے بیٹھا ہوتا تو آپ دیکھتے کس طرح میں چرب زبانی سے کام لیتا اور غصہ کافور ہوجاتا اور وہ مجھے ہر قسم کی

Marfat.com

غلطی سے بری قرار دیتا۔ کیونکہ مجھ میں مناظرہ کا بڑا ملکہ ہے۔ میں باتیں کرنے کا ڈھنگ جانتا ہوں لیکن میں جانتا تھا اور جانتا ہوں کہ میں اللہ کے رسول کی بارگاہ میں پیش ہوں' اگر میں نے جھوٹ بولا بھی تو اللہ تبارک تعالیٰ آپ کو اس پر آگاہ کر دے گا اور آپ مجھ پر اور زیادہ ناراض ہوں گے۔ لیکن مجھے امید ہے کہ سچ بولنے پر میرا ربّ مجھے معاف فرما دے گا۔

یہ سوچنے کے بعد میں نے عرض کی' یارسول اللہ ﷺ! سچی بات تو یہ ہے کہ اس غیر حاضری کے لئے میرے پاس کوئی عذر نہیں۔ اس روز جس قدر میں صحت منداور خوش حال تھا ایسا پہلے کبھی نہ تھا۔ جب کعب رضی اللہ عنہ نے یہ گزارش کی تو آقا دو جہان نے فرمایا اما ھذا! فقد صدق ''البتہ اس شخص نے سچی بات کہی ہے۔'' فرمایا' تم اب گھر چلے جاؤ یہاں تک کہ تیرے بارے میں اللہ تبارک تعالیٰ کا حکم نازل ہو۔

چنانچہ میں کھڑا ہوا اور اپنے گھر کی طرف چل پڑا۔ میرے قبیلے بنو مسلمہ کے چند آدمی بھی میرے پیچھے چل پڑے۔ انہوں نے مجھے کہا ہمیں علم ہے کہ اس سے پہلے کبھی ایسی غلطی تجھ سے صادر نہیں ہوئی' اگر تم بھی کوئی عذر پیش کر دیتے جس طرح دوسرے پیچھے رہنے والوں نے عذر پیش کئے ہیں تو تجھے بھی معافی مل جاتی اور حضورِ انور نبی کریم ﷺ جب تمہارے لئے اپنے ربّ سے مغفرت طلب فرماتے تو یہ سارے داغ بھی دھل جاتے۔ میرے قبیلے والے مجھے جھڑکتے رہے' سرزنش کرتے رہے یہاں تک کہ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ میں واپس لوٹ جاؤں اور حضور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کی بارگاہ میں غیر حاضری کا کوئی عذر لنگ' جھوٹا عذر پیش کر دوں۔

پھر سوچا دوگناہوں کو ہرگز جمع نہیں کروں گا۔ جہاد میں شرکت سے محروم رہوں اور پھر حضورِ انور ﷺ کی بارگاہ میں جھوٹ بولوں۔ ایسا میرے لئے ممکن نہیں۔ پھر میں نے ان سے پوچھا کہ کوئی اور شخص بھی ہے جس کے ساتھ میرے جیسا معاملہ ہو گیا ہو؟ انہوں نے کہا دو آدمی اور ہیں۔ انہوں نے بھی اس طرح عرض کیا جس طرح تو نے عرض کیا۔ ان کے لئے بھی حضورِ انور سرکارِ دو عالم ﷺ نے وہی ارشاد فرمایا جو تمہارے لئے ارشاد فرمایا۔ میں نے پوچھا وہ دو کون ہیں؟ مجھے بتایا گیا حضرت مرارہ بن ربیع العمری اور حضرت ہلال بن امیہ الواقفی رضی اللہ عنہما۔

یہ سن کر میری ڈھارس بندگئی کیونکہ وہ دونوں اہلِ بدر میں سے تھے اور ان کا عمل میرے لئے نمونہ تھا چنانچہ میں نے اپنا بیان واپس لینے کی خام خیالی کو یکسر جھٹک دیا اور سچ میں بھلائی وراحت کا ایمان اور بڑھ گیا۔

دوسرے ساتھیوں کا حال یوں بیان کیا گیا ہے: حضرت مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہ کا ایک باغ تھا اس کے پھل پکے ہوئے تھے اور خوب بہار دکھا رہے تھے۔ حضرت مرارہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دل میں خیال کیا کہ پہلے میں تمام غزوات میں شریک ہوتا رہا ہوں' اگر اس ایک غزوہ میں شریک نہ ہوا تو کوئی حرج نہیں۔ پھر جب نفس نے

Marfat.com

ملامت کی کہ تم نے غلطی کی ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ کے محبوب کی ہمرکابی سے محروم رہے ہو تو آپ کی زبان سے یہ جملہ نکلا اللھم لك علی ان لا ارجع الی اھلی ومالی ''یا اللہ! میں تیرے ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ جس اہل و مال کی وجہ سے میں اس سعادت سے محروم رہا' اس کو تیرے راستہ میں صدقہ کرتا ہوں۔''

دوسرے صاحب' حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت غزوۂ تبوک کے لئے روانگی کا وقت آیا' میرے اہل و عیال ادھر ادھر تھے۔ جب وہ جمع ہو گئے تو میں نے سوچا' اگر اس سال ان کے پاس قیام کروں تو کوئی حرج نہیں لیکن پھر ندامت نے مجھے نڈھال کر دیا اور میری زبان سے یہ جملہ نکلا اللھم لك علی ان لا ارجع الی اھل و مالی ''یا اللہ! میں تیرے ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ جس اہل و مال کی وجہ سے میں اس سعادت سے محروم رہا' اب میں لوٹ کر ان کے پاس ہرگز نہیں جاؤں گا۔''

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مجھے یہ علم ہوا کہ میرے ساتھ دو ایسے آدمی بھی ہیں جو بڑے نیک بھی ہیں اور جنہوں نے غزوۂ احد میں شرکت نہیں کی تھی تو میرے دل کو کچھ اطمینان ہوا' میں ان سے ملاقات کے لئے گیا۔ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' تاجدارِ کائنات' سرکارِ دو عالم' حضور پُرنور' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب مسلمانوں کو ہمارے ساتھ گفتگو کرنے سے منع فرما دیا۔ یہ حکم ملتے ہی سب لوگ ہم سے کنارہ کش ہو گئے ان کے چہروں کی رنگت بدل گئی۔ ہم جب بھی باہر نکلتے تو کوئی شخص نہ ہمارے ساتھ کلام کرتا اور نہ سلام کا جواب دیتا۔ وہ بالکل ہمارے لئے اجنبی ہو گئے۔ گویا نہ ہم ان کو پہچانتے ہیں اور نہ وہ ہمیں پہچانتے ہیں حتیٰ کہ اس شہر کے در و دیوار بھی ہمیں اجنبی محسوس ہونے لگے۔ ہمیں یوں خیال آتا تھا کہ یہ مکان' یہ دیواریں اور یہ راستے اس شہر کے نہیں جس میں ہم پیدا ہوئے تھے اور آج تک زندگی گزارتے رہے ہیں۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے جو اندیشہ ہلکان کر رہا تھا' وہ یہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس حالت میں میری موت واقع ہو جائے اور حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم میری نمازِ جنازہ پڑھانے سے بھی انکار کر دیں۔

اس بے کلی میں پچاس راتیں گزر گئیں۔ میرے دو ساتھی حضرت مرارہ اور حضرت ہلال رضی اللہ عنہما تو اپنے گھر میں بیٹھ گئے اور رونے کے علاوہ ان کا کوئی شغل نہ تھا۔ میں چونکہ ان دونوں سے کم عمر اور طاقتور تھا' اس لئے نماز کے بعد میں حضور نبی کریم' رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آ کر بیٹھتا۔ جب میں آتا تو سلام عرض کرتا' میں تاڑتا رہتا کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے لب مبارک نے جنبش کی ہے یا نہیں۔ پھر میں حضور نبی کریم' رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہی نماز پڑھتا اور چوری چوری حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تکتا رہتا۔ جب میں نماز میں مصروف ہوتا تو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف متوجہ ہوتے۔ جب میں حضور نبی کریم' رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوتا تو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم اپنا رخ اقدس پھیر لیتے۔

لوگوں کی بے رخی جب کافی طویل ہو گئی تو اپنے چچا زاد بھائی حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے گھر کی دیوار پھاند کر

Marfat.com

اس کے پاس چلا گیا۔ وہ میرا از حد محبوب بھائی تھا۔ میں نے انہیں سلام کیا۔ بخدا! حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ جیسے پیارے بھائی نے مجھے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے انہیں کہا' اے ابوقتادہ! میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں' کیا تم یہ جانتے ہو کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں؟ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے دوبارہ یہ سوال دہرایا اور واسطہ دیا۔ پھر بھی وہ خاموش رہے۔ تیسری مرتبہ پھر میں نے یہی سوال پوچھا۔ پھر بھی انہوں نے مجھ سے کوئی بات نہ کی۔ تیسری یا چوتھی بار صرف اتنا کہا اللہ ورسولہ اعلم ''اس بات کو اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔'' اس وقت میری آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے' میں واپس آ گیا۔

اسی حالت میں مدینہ کے بازار میں چل رہا تھا کہ اچانک ملک شام کے ایک نبطی جو شام سے اشیاء خوردنی لے کر انہیں بیچنے کے لئے مدینہ طیبہ آیا تھا' وہ کہہ رہا تھا۔ تم میں سے کون ہے جو مجھے کعب بن مالک کا پتا بتائے۔ اتنے میں میں وہاں پہنچ گیا۔ لوگ میری طرف اشارہ کر کے اس کو بتا رہے تھے کہ یہ وہ شخص ہے جس کو تم تلاش کر رہے ہو۔ وہ آدمی میرے پاس آیا اور غسان کے بادشاہ کا ایک خط مجھے دیا۔ اس میں لکھا تھا کہ ''مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تمہارے صاحب نے تم پر جفا کی ہے اور تمہیں اپنے پاس سے نکال دیا ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ ایسے شہر میں تجھے نہ رکھے جہاں تیرے جیسے شخص کی توہین کی جاتی ہے۔ اگر تو چاہتا ہے تو ہمارے پاس لوٹ آ۔ ہم تیری پوری طرح دلجوئی کریں گے۔'' میں یہ خط پڑھ کر بھونچکا سا رہ گیا اور انتہائی تاسف سے کہا ''یہ آزمائش بھی آنی تھی مجھ پر۔'' میں نے سوچا یہ پہلی مصیبت سے بھی بڑی مصیبت ہے کہ اہلِ کفر و شرک مجھ سے یہ توقع کرنے لگے ہیں کہ میں اتنی سی بات پر اپنے آقائے کائنات' حضور پُرنور نبی کریم' رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن چھوڑ کر ان سے آ کر مل جاؤں گا۔ میں نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ سامنے ایک تندور میں آگ جل رہی تھی۔ میں نے وہاں جا کر اس خط کو اس تنور میں پھینک دیا۔

میں نے حضورِانور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی بدقسمتی کی شکایت کی کہ یارسول اللہ! آپ نے مجھ سے رخ انور پھیر لیا ہے۔ اب میری یہ حالت ہو گئی ہے کہ اہلِ شرک مجھے اپنے دام فریب میں پھنسانے کی جرأت کرنے لگے ہیں۔

کعب فرماتے ہیں کہ پہلی پچاس راتوں کے بعد مزید چالیس راتیں گزر گئیں' کیا دیکھتا ہوں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد میری طرف آ رہا ہے یہ قاصد حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے اور یہی حضورِانور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام لے کر حضرت مرارہ اور حضرت ہلال رضی اللہ عنہما کے پاس بھی گئے تھے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس قاصد نے آ کر مجھے پیغام دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم اپنی بیوی سے الگ رہو۔ میں نے پوچھا' کیا حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے طلاق دینے کا حکم دیا ہے' اب میں کیا کروں؟ انہوں نے کہا' حضورِانور صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق کا حکم نہیں دیا' صرف ان سے کنارہ کش ہونے کا حکم دیا ہے اور اس کے قریب جانے سے منع فرمایا

Marfat.com

ہے۔ یہی پیغام حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے میرے ان دونوں ساتھیوں کی طرف بھیجا۔ میں نے اپنی بیوی کو بلایا اور اسے کہا کہ تم اپنے میکے چلی جاؤ اور وہیں ان کے پاس رہو یہاں تک کہ اللہ تبارک تعالیٰ میرے اس معاملہ میں کوئی فیصلہ فرمائے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت خولہ بنت عاصم بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئی اور عرض کی' یارسول اللہ! میرا خاوند ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ بہت بوڑھا ہے' اس کے پاس کوئی خادم بھی نہیں' اس کی بینائی بھی کمزور ہوگئی ہے' کیا حضورِ انور ﷺ اس بات کو ناپسند کرتے ہیں کہ میں اس کی خدمت کروں؟ فرمایا' نہیں۔ البتہ اسے تمہارے نزدیک آنے کی اجازت نہیں۔ اس نے عرض کی انہ واللہ مابہ حرکۃ' یارسول اللہ! خدا کی قسم! اس دن سے جب سے حضورِ انور ﷺ نے اس سے نگاہ کرم پھیری ہے' اس نے رونا شروع کیا ہے اور آج تک زاروقطار رو رہا ہے۔ ''اسے تو کسی اور چیز کا ہوش ہی نہیں۔''

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے اہلِ خانہ میں سے کسی نے مجھے مشورہ دیا کہ تم بھی اپنی بیوی کے بارے میں حضور پُرنور سرکارِ دوعالم ﷺ سے اذن طلب کرلو جس طرح حضورِ انور ﷺ نے ہلال رضی اللہ عنہ کی بیوی کو اپنے خاوند کی خدمت کی اجازت دے دی ہے شاید تمہیں بھی مل جائے۔ میں نے کہا' خدا کی قسم! اللہ کے پیارے رسول سے میں تو ہرگز یہ اذن طلب نہیں کروں گا میں جوان آدمی ہوں' اپنا کام کاج خود کرسکتا ہوں

اس کے بعد پھر مزید دس راتیں گزر گئیں اور پوری پچاس راتیں ہوگئیں اس کے بعد اللہ تبارک تعالیٰ نے رات کے تیسرے حصہ کے گزرنے کے بعد ہماری توبہ کی قبولیت کے بارے میں اپنے محبوب پر آیات نازل فرمائیں۔ ام المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو پتا چلا تو انہوں نے عرض کی یارسول اللہ! کیا میں کعب بن مالک کو یہ مژدہ نہ سناؤں؟ حضور پُرنور ﷺ نے فرمایا لوگ جب یہ سنیں گے تو جوق در جوق یہاں آنا شروع ہوجائیں گے اور ساری رات تمہیں سونے نہیں دیں گے

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب پچاسویں رات کی صبح کی نماز میں نے ادا کی تو میں اپنے گھر کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا میری یہ کیفیت تھی کہ میں اپنی جان سے بھی بیزار تھا اور زمین اپنی کشادگی کے باوجود مجھ پر تنگ ہورہی تھی۔ پھر میں نے سنا کہ جبل سلع کے اوپر کوئی شخص بلند آواز سے یہ منادی کررہا ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی توبہ قبول کرلی ہے۔ اے کعب! تمہیں خوشخبری ہو

ابن عقبہ لکھتے ہیں کہ دو آدمی دوڑ کر آرہے تھے تاکہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو ان کی توبہ کی قبولیت کی خوشخبری سنائیں ایک آگے نکل گیا تو پیچھے رہنے والے نے جبل سلع کی چوٹی پر چڑھ کر یہ اعلان کردیا۔ آپ کہتے ہیں' میں اسی وقت سجدہ میں گر پڑا اور خوشی کے آنسوؤں کا سیلاب اُمڈ کر آگیا۔ حضورِ انور نبی کریم' رؤف ورحیم سرکارِ دوعالم ﷺ نے نمازِ فجر کے بعد اعلان فرمایا کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے ان تینوں کی توبہ قبول فرمالی ہے۔ لوگ

Marfat.com

دھڑ ادھڑ اپنے بھائیوں کو یہ خوشخبری سنانے کے لئے دوڑ دوڑ کر جا رہے تھے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں' جس کی آواز میں نے سب سے پہلے سنی تھی وہ حضرت حمزہ الاسلمی رضی اللہ عنہ تھے جنہوں نے مجھے بشارت دی تھی میں نے اظہارِ مسرت کے لئے دونوں کپڑے اتارے اور ان دونوں کو پہنائے جو مجھے خوشخبری سنانے کے لئے آئے تھے۔ میرے پاس ان دو چادروں کے سوا اور کوئی چیز نہ تھی۔ میں نے دو چادریں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے عاریۃً لیں انہیں پہنا۔

حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کو حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے بشارت دی۔ وہ حد درجہ کمزور ہو گئے تھے۔ کئی کئی روز تک کھانا نہ کھاتے اور صوم وصال رکھا کرتے اور رونے کے سوا ان کا کوئی اور کام نہ تھا۔ جس نے حضرت مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہ کو توبہ کی قبولیت کی خوشخبری دی' اس کا نام حضرت سلکان بن سلامہ رضی اللہ عنہ تھا۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ توبہ کی قبولیت کا مژدہ سننے کے بعد میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہونے کے لئے چل پڑا۔ لوگ مجھے راستہ میں فوج در فوج ملتے اور مبارک باد پیش کرتے یہاں تک کہ میں مسجد شریف میں داخل ہوا۔ وہاں میرے آقا و مولا تاجدارِ کائنات' پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور لوگ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد حلقہ بنائے بیٹھے تھے۔ مجھے دیکھ کر حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ اٹھے' دوڑ کر میری طرف آئے' میرے ساتھ مصافحہ کیا اور مجھے مبارکباد دی۔ پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا' حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک فرطِ سرور سے چمک رہا تھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابشر بخیر یوم مر علیك منذ ولدتك امتك ''جب سے تیری ماں نے تجھے جنا ہے تیری زندگی میں اس سے بہترین کوئی دن نہیں گزرا' تمہیں اس کی مبارک ہو۔'' میں نے عرض کی' یارسول اللہ! یہ ارشاد حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے یا اللہ تبارک تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ فرمایا: اللہ تبارک تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ تم نے اللہ تبارک تعالیٰ کے سامنے سچ سچ کہہ دیا۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے تیری تصدیق فرما دی۔

پیغمبر اول و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم' رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم جب خوش ہوتے تو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ انور چاند کی طرح چمکنے لگتا۔ ہم اس نشانی کو دیکھ کر حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قلبی کیفیت کا اندازہ لگا لیا کرتے تھے۔ جب میں خدمتِ اقدس میں مؤدب ہو کر بیٹھ گیا تو میں نے عرض کی' یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنی توبہ کی قبولیت کی خوشی میں اپنی ساری جائیداد اللہ اور اس کے رسول کے لئے صدقہ کرتا ہوں۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' کچھ مال اپنے پاس رکھ لو' یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ انہوں نے عرض کی' نصف مال؟ فرمایا نہیں۔ عرض کی تیسرا حصہ؟ فرمایا' ہاں۔ عرض کی خیبر میں جو میرا حصہ ہے وہ اپنے لیے رکھ لیتا ہوں' باقی مال اللہ اور اس کے رسول کے لئے صدقہ کرتا ہوں۔

پھر میں نے گزارش کی کہ سچ کی برکت سے اللہ تبارک تعالیٰ نے مجھے اس آزمائش میں سرخرو کیا۔ اب میں

Marfat.com

وعدہ کرتا ہوں کہ جب تک زندہ رہا' سچ کہوں گا۔ پھر حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس دن سے لے کر آج تک میں نے کبھی کذب بیانی نہیں کی اور میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تبارک تعالیٰ آخر دم تک میری حفاظت فرمائے گا۔

اسی توبہ کے بارے میں اللہ تبارک تعالیٰ نے سورہ توبہ کی آیت 117 نازل فرمائی:

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

ترجمہ: ''یقیناً رحمت سے توجہ فرمائی اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے نبی نیز مہاجرین وانصار پر جنہوں نے پیروی کی تھی نبی کی مشکل گھڑی میں اس کے بعد کہ قریب تھا کہ ٹیڑھے ہو جائیں دل ایک گروہ کے ان میں سے۔ پھر رحمت سے توجہ فرمائی ان پر۔ بیشک وہ ان سے بہت شفقت کرنے والا رحم فرمانے والا ہے۔'' (سورہ توبہ آیت 117)

اور ان تینوں حضرات حضرت کعب بن مالک حضرت بلال بن امیہ اور حضرت مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہم کے لئے سورہ توبہ کی آیت 118 خصوصی طور پر نازل فرمائی گئی جس میں خالق و مالک کائنات کا ارشاد مبارک یوں ہے۔

وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ۭ حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ۭ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝

ترجمہ: ''اور ان تینوں پر بھی (نظر رحمت) فرمائی جن کا فیصلہ ملتوی کر دیا گیا تھا یہاں تک کہ جب تنگ ہو گئی ان پر زمین باوجود کشادگی کے اور بوجھ بن گئیں ان پر ان کی جانیں اور جان لیا انہوں نے کہ نہیں کوئی جائے پناہ اللہ تبارک تعالیٰ سے مگر اس کی ذات۔ تب اللہ تبارک تعالیٰ ان پر مائل بہ کرم ہوا تاکہ وہ بھی رجوع کریں۔ بلاشبہ اللہ تبارک تعالیٰ ہی بہت توبہ قبول فرمانے والا اور ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔'' (سورہ توبہ آیت 118)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے ایمان کی نعمت کے بعد سب سے عظیم نعمت جو مجھ پر کی ہے وہ یہ ہے کہ میں نے اللہ کے رسول کی جناب میں سچ بولا۔ اگر میں نے جھوٹ بولا ہوتا تو میں بھی ان لوگوں کی طرح ہلاک ہو جاتا جنہوں نے جھوٹ بولا تھا۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میری توبہ کی قبولیت کی آیت نازل ہوئی تو میں نے فرط محبت و شوق سے اپنے آقا تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک چوم لیے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 685' تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 131' الاکتفا جلد 2 صفحہ 397)

Marfat.com

قارئین کرام: حسب معمول اس باب میں بھی دوسرے مصادر کے حوالہ جات متعلقہ مقامات پر دیئے گئے۔ اس غزوہ کی تفاصیل درج ذیل مآخذ سے لی گئی ہیں۔ یعنی کہ آپ کو اس باب کے مختلف حصوں کی تفصیل درج مآخذ کے ان صفحات میں ملے گی۔

صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 633 تا 637' صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 252' 414 تا 418' فتح الباری جلد 8 صفحہ 110 تا 126

ابن ہشام جلد 2 صفحہ 515 تا 537' زاد المعاد جلد 3 صفحہ 2 تا 13

عبداللہ بن ابی کی موت

سن 9 ہجری ماہِ شوال کے آخری دنوں میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول بیمار ہوا۔ اس کا یہ مرض مرض الموت ثابت ہوا اور وہ بیس (20) دن بیمار رہنے کے بعد وسط ماہِ ذیعقدہ سن 9 ہجری میں وفات پا گیا۔

عبداللہ بن ابی بن سلول منافقین کا سردار تھا یعنی سب سے بڑا منافق تھا اور اس نے شروع سے آخر تک ہر لمحہ مسلمانوں کے ایمان و طاقت کو کمزور کرنے' مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے اور عمداً کر اسلام کو ہر مرحلہ پر نقصان پہنچانے کی بھرپور کوششیں کیں۔ اس کا اسلام دشمن عناصر اور منافقین سے دور دور تک رابطہ رہا اور وہ تمام عرصہ اسلام دشمن سرگرمیوں کی مدد و رہنمائی کرتا رہا۔

لیکن پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' ہادیٔ انس و جاں' رہبرِ کائنات' رسولِ بحر و بر' خاتم النبیین' سیّد المرسلین' رحمت اللعالمین' شفیع المذنبین' حضور پُرنور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے اس کی ان خامیوں' خباثتوں کو نہ صرف خندہ پیشانی سے برداشت کیا بلکہ اس کے ایمان کو سدھارنے کے لئے عاقبت سنوارنے کے لئے اس پر بہت ہی رحمتیں اور کرم نوازیاں فرماتے رہے اور ربّ العزت' خالق و مالک کائنات سے اپنی امت کے گناہگاروں کے لئے مغفرت کے طلبگار رہے۔ دیکھئے ایک مستند بڑے منافق کی مغفرت کے لئے حضور پُرنور نبی کریم' رؤف و رحیم رحمت اللعالمین ﷺ آخری لمحات تک کیسے رحمتوں کی بارش فرماتے ہیں۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب عبداللہ بن ابی مرض موت میں مبتلا ہوا تو حضورِ انور نبی کریم ﷺ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ اس نے التماس کی کہ جب وہ مر جائے تو حضورِ انور ﷺ اس کی نمازِ جنازہ پڑھیں اور اس کی قبر پر بھی تشریف فرما ہوں اور اس نے ایک آدمی بھیجا' عرض کی کہ کفن کے لئے اسے قمیص مرحمت فرمائی جائے۔ حضور پُرنور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے اوپر والی قمیص بھیجی۔ اس نے پھر گزارش کی کہ مجھے وہ قمیص چاہیے جو آپ کے جسد اطہر کو چھو رہی ہے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پاس بیٹھے تھے۔ عرض کرنے لگے' یارسول اللہ! آپ اس ناپاک اور گندے کو اپنی پاک قمیص کیوں مرحمت فرماتے ہیں۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور عالمِ' خفا و غیوب' مخبرِ صادق ﷺ نے حقیقت سے نقاب اٹھایا اور فرمایا:

ان قمیصی لا یغنی عنہ من اللہ شیئا فلعل اللہ ان یدخل بہ الفافی الاسلام۔

Marfat.com

''اے عمر! اس کافر و منافق کو میری قمیص کچھ نفع نہیں پہنچائے گی۔ اس کے دینے میں حکمت یہ ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ اس کی وجہ سے ہزاروں آدمیوں کو مشرف باسلام کرے گا۔''

منافقوں کا ایک انبوہ کثیر ہر وقت عبداللہ بن ابی کے پاس رہتا تھا۔ جب انہوں نے یہ دیکھا کہ یہ نابکار بدذات و شریر ساری عمر مخالفت کرنے کے باوجود اپنی بخشش و نجات کے لئے آپ کی قمیص کا سہارا لے رہا ہے تو ان کی آنکھوں سے غفلت کے پردے اٹھ گئے اور یہ حقیقت عیاں ہوگئی کہ اس رحمتِ مجسم' رحمت اللعالمین کی بارگاہِ بے کس پناہ کے بغیر اللہ تبارک تعالیٰ کے ہاں منظوری ناممکن ہے تو بجائے اس کے کہ حالت یاس میں اس کا دامن پکڑنے کی ناکام کوشش کریں ہم اب ہی کیوں نہ اس پر ایمان لے آئیں اور سچے دل سے اپنی گزشتہ خطاؤں کی معافی مانگ لیں اور اس کی شفاعت کے مستحق ہو جائیں۔ چنانچہ اس دن ایک ہزار منافق اس قمیص کی برکت اور قمیص والے کے حسن خلق سے مشرف باسلام ہو گئے۔

اسحٰق بن راہویہ کا بیان ہے کہ قمیص کی درخواست رئیس المنافقین کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضور پُر نور' رسول اللہ ﷺ سے جنازہ نہ پڑھنے کی درخواست کی:

لما مات عبداللہ ابنِ ابی بسلول دعی له رسول ﷺ لیصلی علیه فلما قام رسول اللہ ﷺ و ثبت الیه فقلت یارسول اللہ اتصلی علی ابنِ ابی و قد قال یوم کذا و کذا اعدد علیه قوله فتبستم رسول اللہ ﷺ فقال اخر عنی یا عمر فلم اکثرت علیه قال انی خیرت فاخترت لو اعلم انی ان زدت علی السبعین بغفرله لذدت علیها	جب عبداللہ بن ابی بن سلول فوت ہو گیا تو حضورِ انور ﷺ کو دعوت دی گئی کہ اس کی نمازِ جنازہ پڑھائیں۔ جب حضورِ انور ﷺ پڑھانے کے لئے جانے لگے (تو عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ) میں نے آپ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ ایک ایسے شخص کی نماز پڑھانے جا رہے ہیں جو ہمیں یہ یہ کہتا تھا۔ جب میں نے زیادہ اصرار کیا تو آپ مسکرائے اور فرمایا:

''عمر! ان باتوں کو رہنے دو۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے' چاہے تو ان کے لئے مغفرت طلب کروں یا چاہے تو مغفرت طلب نہ کروں۔ اگر میں یہ جانتا کہ میں ستر بار سے زیادہ اگر اس کے لئے مغفرت طلب کروں گا تو اللہ تبارک تعالیٰ اس کو بخش دے گا تو میں ستر بار سے زیادہ اس کے لئے مغفرت طلب کرتا۔''

پھر حضورِ انور نبی کریم' رؤف و رحیم رحمت اللعالمین ﷺ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

اس کے فوراً بعد سورہ توبہ کی آیت 84 نازل ہوئی جس میں اللہ تبارک تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا:

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

Marfat.com

وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ○

ترجمہ: ''نہ پڑھیے نمازِ جنازہ کسی پر ان میں سے جو مر جائے کبھی اور نہ کھڑے ہوں اس کی قبر پر۔ بیشک انہوں نے کفر کیا اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ اور وہ مرے اس حالت میں کہ وہ نافرمان تھے۔'' (سورہ توبہ آیت 84)

اس کے بعد حضورِ انور نبی کریم سرکارِ دو عالم ﷺ نے کبھی کسی منافق کے لئے نہ مغفرت کی دعا کی اور نہ اس کی قبر پر تشریف لے گئے۔

بخاری کا بیان ہے کہ قمیص اس لیے پہنائی تھی کہ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ مدینہ آئے تھے تو اس وقت عبداللہ ابنِ ابی کی قمیص کے سوا کسی اور کی قمیص انہیں پوری نہیں آتی تھی۔ آپ نے اس سے لے کر پہنی تھی اور اب اس کے بدلے میں یہ قمیص پہنائی گئی۔

وکان کسا عباسا قمیصا و قال سفیان و قال ابوھرون و کان علی رسول اللہ ﷺ قمیصان فقال لہ ابنِ عبداللہ یارسول اللہ البس ابی قمیصك الذی یلی جلدك قابل سفیان فیرون ان النبی ﷺ البس عبداللہ قمیصہ مکافاۃ لما صنع۔

(صحیح البخاری 1:180)

اور (عبداللہ بن ابی) نے اپنا کرتہ حضرت عباس کو پہنایا تھا۔ سفیان بیان کرتے ہیں ابو ہریرہ کے مطابق کہ آپ کے دو کُرتے (قمیض) تھے۔ آپ سے (عبداللہ بن ابی) کے بیٹے نے کہا (یارسول اللہ ﷺ) میرے باپ کو اپنی قمیض عنایت کیجئے جو آپ کے زیر استعمال ہو۔ سفیان نے کہا کہ لوگوں کے خیال میں آپ نے عبداللہ بن ابی کو اپنا کرتہ اس عوض میں پہنایا کہ اس نے حضرت عباس کو اپنا کرتہ پہنایا تھا۔

(صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 169 '180 تا 182 تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 140 '160 ' محمد رسول اللہ از محمد رضا صفحہ 342 ' زرقانی جلد 3 صفحہ 95 '96)

حج 9 ہجری (زیر امارت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ)

سن 9 ہجری میں حج کی فرضیت کا حکم نازل ہوا کہ ہر صاحب استطاعت پر زندگی میں ایک بار بیت اللہ شریف کا حج فرض ہے۔ خالق و مالک کائنات نے اس سے متعلق سورۂ آلِ عمران کی آیت 97 میں یوں ارشاد فرمایا ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا

اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج فرض ہے جو بھی اس تک پہنچنے کی استطاعات رکھتا ہو۔

(سورۂ آلِ عمران آیت 97

Marfat.com

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضورِ انور' نبی کریم' سرکارِ دو عالم ﷺ غزوۂ تبوک سے ماہِ رمضان المبارک میں مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔ ماہِ رمضان کے بقیہ دن' شوال اور ذی قعدہ کے مہینے حضور پُرنور ﷺ نے مدینہ طیبہ میں بسر فرمائے۔ اسی سال ماہِ ذی قعدہ یا ذی الحجہ 9 ہجری میں تاجدارِ کائنات رسول اللہ ﷺ نے مناسک حج قائم کرنے کی غرض سے حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امیر الحج بنا کر روانہ فرمایا۔ یہ قافلہ تین سو افراد پر مشتمل تھا اور اس کا امیر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضورِ انور سرکارِ دو عالم ﷺ نے قربانی کے لئے بیس اونٹ عطا فرمائے اور ان کے گلے میں جو قلادے ڈالے گئے تھے وہ حضورِ انور ﷺ نے خود تیار کرائے اور اپنے دستِ مبارک سے اونٹوں کے گلے میں ڈالے۔

جب حجاج کا یہ کارواں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مکہ مکرمہ کی طرف عازم سفر ہوا تو اس کے بعد سورۂ براۃ (سورہ توبہ) کی آیات نازل ہوئیں جس میں اللہ تبارک تعالیٰ نے مشرکین کو مسجد حرام میں داخل ہونے کی ممانعت فرمائی اور ان کے ساتھ جو معاہدے تھے ان کو کالعدم قرار دیدیا۔ جو معاہدے ایک متعین مدت کے لئے تھے ان کے لئے حکم دیا کہ جب وہ مدت ختم ہو جائے گی معاہدہ خود بخود کالعدم ہو جائے گا اور جن کے لئے مدت متعین نہ تھی' ان کے لئے چار ماہ کی معیاد مقرر کی گئی تا کہ اس اثناء میں لوگ اپنے گھروں کو بخیریت لوٹ جائیں۔ جب یہ چار ماہ پورے ہو جائیں گے تو معاہدہ ختم تصور کیا جائے گا۔ اس سورت میں کئی دیگر احکام بھی تھے۔ سورہ توبہ کے دس نام ہیں ان میں سے توبہ اور برأت دو نام مشہور ہیں۔

قافلہ حج کی روانگی کے بعد سورہ برأت کا ابتدائی حصہ نازل ہوا جس میں مشرکین سے کیے گئے عہد و پیان کو برابری کی بنیاد پر ختم کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اس حکم کے آجانے کے بعد حضورِ انور رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا تا کہ وہ آپ ﷺ کی جانب سے اس کا اعلان کر دیں۔ ایسا اس لیے کرنا پڑا کہ خون اور مال کے عہد و پیان کے سلسلے میں عرب کا یہی دستور تھا کہ آدمی یا تو خود اعلان کرے یا اپنے خاندان کے کسی فرد سے اعلان کرائے۔ خاندان سے باہر کے کسی آدمی کا کیا ہوا اعلان تسلیم نہیں کیا جاتا تھا۔

سورہ برأت کی متعلقہ آیات مبارک کے نزول کے بعد پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' ہادیٔ انس و جاں' رہبرِ کائنات' رسولِ بحر و بر' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا۔ انہیں حکم دیا کہ وہ حج کے لئے جائیں اور جب میدان عرفات میں تمام لوگ جمع ہو جائیں اس وقت یہ سورہ برأت کی متعلقہ آیات مبارک سب کو پڑھ کر سنا دیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سواری کے لئے رہبر کائنات' سرکارِ دو عالم' حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے اپنی ذاتی ناقہ آپ کو مرحمت فرمائی۔ آپ کی ملاقات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرج کے مقام پر اور بقول دیگر دجنان (وادی ضجنان) کے مقام پر ہوئی۔

Marfat.com

حضرت صدیق اکبر ؓ صبح کی نماز پڑھانے کے لئے مصلیٰ پر کھڑے تھے۔ ابھی تکبیر تحریمہ نہیں کہی تھی کہ اونٹنی کے بلبلانے کی آواز سنی' آپ فوراً رک گئے۔ فرمایا' یہ تو محبوب ربّ العالمین ﷺ کی ناقہ کی آواز ہے۔ ہو سکتا ہے حضورِ انور سرکارِ دو عالم ﷺ نے حج کا ارادہ فرمایا ہو اور خود تشریف لے آئے ہوں' اس لیے ٹھہر جاؤ۔ اگر حضور پُرنور ﷺ تشریف لائے تو ہم سب حضور کی اقتداء میں نماز ادا کریں گے۔ جب اونٹنی قریب آئی تو دیکھا کہ حضرت علی مرتضیٰ ؓ اس پر سوار ہیں۔ آپ نے فوراً حضرت علی ؓ سے دریافت کیا کہ امیر او مامور ''آپ قافلہ کے امیر بنا کر بھیجے گئے ہیں یا قافلہ کے دیگر افراد کی طرح مامور بنا کر بھیجے گئے ہیں؟'' حضرت علی مرتضیٰ ؓ نے جواب دیا بل مامور ''امیر آپ ہی ہیں' میں تو مامور بنا کر بھیجا گیا ہوں۔''

پھر دونوں حضرات رضی اللہ عنہما اپنے ہمراہیوں سمیت مکے کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت علی ؓ نے اپنی آمد کی وجہ بتائی کہ آپ کے روانہ ہونے کے بعد اللہ کے محبوب پیغمبرِ اوّل و آخر واعظم ﷺ پر ایک سورت نازل ہوئی جس میں کفار سے بری الذمہ ہونے کا اعلان کیا گیا اور دوسرے مسائل جو حج سے متعلق ہیں وہ بتائے گئے ہیں۔ حضورِ انور ﷺ نے مجھے بھیجا ہے کہ عرفات کے میدان میں جب سارے حاجی جمع ہو جائیں تو سب کو یہ سورت پڑھ کر سناؤں تاکہ سب ان احکام سے آگاہ ہو جائیں جو اس سورت میں نازل کیے گئے ہیں۔

حضرت صدیق اکبر ؓ ایامِ حج میں ہر روز ہر مقام پر خطبہ ارشاد فرماتے تو اس میں سامعین کو ان مسائل سے آگاہ کرتے جن کی اس روز اور اسی مقام پر ادائیگی ضروری تھی۔ اور حضرت علی ؓ آپ کے خطبہ کے بعد سب کے سامنے سورۃ براءت کی تلاوت فرماتے۔

حضرت ابوبکر ؓ نے لوگوں کو حج کرایا جب دسویں تاریخ یعنی قربانی کا دن آیا تو حضرت علی ؓ بن ابی طالب ؓ نے جمرہ کے پاس کھڑے ہو کر لوگوں میں وہ اعلان کیا جس کا حکم پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' رسول اللہ ﷺ نے دیا تھا یعنی تمام عہد والوں کا عہد ختم کر دیا اور انہیں چار مہینے کی مہلت دی۔ اسی طرح جن کے ساتھ کوئی عہد و پیمان نہ تھا انہیں بھی چار مہینے کی مہلت دی۔ البتہ جن مشرکین نے مسلمانوں سے عہد نبھانے میں کوئی کوتاہی نہ کی تھی اور نہ مسلمانوں کے خلاف کسی کی مدد کی تھی' ان کا عہد ان کی طے کردہ مدت تک برقرار رکھا۔

اور حضرت ابوبکر ؓ نے صحابہ کرام ؓ کی ایک جماعت بھیج کر یہ اعلانِ عام کرایا کہ آئندہ سے کوئی مشرک حج نہیں کر سکتا اور نہ کوئی ننگا آدمی بیت اللہ کا طواف کر سکتا ہے۔

حضرت امام احمد اپنی مسند میں حضرت علی مرتضیٰ ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورِ انور ﷺ نے جب مجھے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی معیت میں حج ادا کرنے کے لئے بھیجا تو چار باتوں کے اعلان کرنے کا حکم دیا (1) پہلی بات تو یہ تھی کہ مومن کے بغیر کوئی آدمی جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (2) کوئی مرد یا عورت برہنہ طواف نہیں کرے گی۔ (3) جس کے ساتھ حضور پُرنور ﷺ کا کوئی عہد ہے جب اس کی مدت پوری ہوگی وہ عہد خود

Marfat.com

بخود کالعدم ہو جائے گا۔ (4) اس سال کے بعد کسی مشرک کو حج ادا کرنے کی اجازت نہیں ہو گی۔

علامہ ابنِ کثیر لکھتے ہیں کہ جو مشرک اس سال حج کو آئے ہوئے تھے ان کی دو قسمیں تھیں۔ پہلی قسم ان مشرکین کی تھی جن کے ساتھ ایک مقررہ میعاد تک معاہدہ کیا گیا تھا۔ اور دوسری ان لوگوں کی تھی جن کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں تھا۔ پہلی قسم کا معاہدہ اس وقت ختم تصور کیا جائے گا جب وہ مدت پوری ہو گی اور جن کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں ان کو چار ماہ کی مہلت دی گئی تاکہ اپنی کاروباری ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے بعد وہ آرام سے اپنے اپنے وطن پہنچ جائیں۔

مشرکین نے اس سال اپنے طریقے سے حج کیا اور صحیح بخاری میں ہے کہ اس اعلان کے بعد اور

فلم یحج بعد ذالك العام مشرك و لم یطف بالبیت عریان .	اس سال کے بعد نہ تو کسی مشرک نے حج کیا اور نہ کسی نے ننگے ہو کر طواف کیا۔

(البدایہ والنہایۂ جلد 5 صفحہ 37) (صحیح البخاری' جلد 1 صفحہ 53)

مندرجہ بالا کا حوالہ بھی یہی ہیں اور اس حج کی مزید تفصیلات کے لئے دیکھئے۔ (صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 220' 451' صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 626' 671' السیرۃ النبویہ ابنِ ہشام جلد 2 صفحہ 543 تا 546' زاد المعاد جلد 3 صفحہ 25' 26)

حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کی وفات

ماہ شعبان سن 9 ہجری میں حضورِ انور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کی صاحبزادی حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا۔ ان کی وفات پر حضور پُرنور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کو سخت غم ہوا اور آپ ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اگر میرے پاس تیسری بیٹی بھی ہوتی تو اس کی شادی بھی میں تم سے کر دیتا۔

تاریخ الامم والملوک میں ہے کہ

قال الواقدی و فی هذه السنة ماتت ام کلثوم ابنة رسول الله فی شعبان و غسلتها اسماء بنت عمیس و صفیة بنت عبدالمطلب قال و قیل غسلتها نسوة من الانصار فیهن امراة یقال لها ام عطیة و نزل فی حفر تها ابوطلحة	شعبان میں حضور پُرنور رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا۔ حضرت اسماء بنت عمیس اور حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب نے ان کو غسل دیا۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ چند انصاری عورتیں بھی غسل دینے میں شامل تھیں۔ ان کی قبر میں حضرت ابوطلحہ اترے تھے۔

(تاریخ الامم والملوک' جلد 3 صفحہ 155)

اصحمہ نجاشی شاہ حبشہ کی وفات

اس سال سن 9 ہجری میں حضرت اصحمہ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔ حضرت اصحمہ رضی اللہ عنہ ملک حبشہ کے فرمانروا تھے'

Marfat.com

بادشاہ تھے۔ حبشہ وہ ملک ہے جس میں پہلے پہل مسلمان مکہ سے ہجرت کر کے پناہ گزین ہوئے اور حضرت اصحمہ رضی اللہ عنہ ملک حبشہ کے وہ نیک دل سربراہ ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو اپنی سرزمین پر ہر طرح کا تحفظ دیا آزادی دی اور مسلمانوں کی عزت افزائی کی۔

یہی نہیں حضرت اصحمہ رضی اللہ عنہ نے پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم و ہدایات کو دل و جان سے مانا اور اس کی تعظیم کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر جلد ہی ایمان لے آیا۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے اصحمہ کی موت سے اپنے پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، اپنے حبیب حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی دن مطلع فرمایا اور حضور پُرنور نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آگاہ کیا اور اسی دن غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی اور ان کے لئے مغفرت کی دعا مانگی، دعا فرمائی۔

دیگر احکام و واقعات

اس سن 9 ہجری میں مذکورہ بالا واقعات واحکامات کے علاوہ کئی اور تاریخی اہمیت کے واقعات پیش آئے۔

1- تبوک سے حضورِ انور نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی کے بعد عُوَیمر عجلانی اور ان کی بیوی کے درمیان لعان ہوا۔

2- ایک غامدیہ عورت کو جس نے حضورِ انور نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بدکاری کا اقرار کیا تھا، رجم کیا گیا۔ اس عورت نے بچے کی پیدائش کے بعد جب دودھ چھڑا لیا تب اسے رجم کیا گیا تھا۔

3- اس سال سود کی حرمت نازل ہوئی۔

Marfat.com

وفود کی آمد

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے' غزوۂ فتح مکہ ایک فیصلہ کن معرکہ تھا جس نے بت پرستی کا کام تمام کردیا اور سارے عرب کے لئے حق و باطل کی پہچان ثابت ہوا۔ اس کی وجہ سے مشرکین اہلِ عرب کے شبہات جاتے رہے اسی لیے اس کے بعد انہوں نے بڑی تیز رفتاری سے اسلام قبول کیا۔ حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ ایک چشمے پر آباد جو لوگوں کی گزرگاہ تھا۔ ہمارے ہاں سے قافلے گزرتے رہتے تھے اور ہم ان سے پوچھتے رہتے تھے کہ لوگوں کا کیا حال ہے؟ اس آدمی یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ اور کیسا ہے؟ لوگ کہتے "وہ سمجھتا ہے کہ اللہ نے اسے پیغمبر بنایا ہے' اس کے پاس وحی بھیجی ہے' اللہ نے یہ اور یہ وحی کی ہے۔" میں یہ بات یاد کرلیتا تھا' گویا وہ میرے سینے میں چپک جاتی تھی۔

اور عرب حلقہ بگوش اسلام ہونے کے لئے فتح مکہ کا انتظار کررہے تھے۔ کہتے تھے: "اسے اور اس کی قوم کو (پنجہ آزمائی کے لئے) چھوڑ دو۔ اگر وہ اپنی قوم پر غالب آگیا تو سچا نبی ہے۔ چنانچہ جب فتح مکہ کا واقعہ پیش آیا تو ہر قوم نے اپنے اسلام کے ساتھ مدینہ منورہ کی جانب پیش رفت کی اور میرے والد بھی میری قوم کے اسلام کے ساتھ تشریف لے گئے اور جب وہ خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے واپس آئے تو فرمایا' میں تمہارے پاس خدا کی قسم ایک نبی برحق کے پاس سے آرہا ہوں۔ آپ نے فرمایا ہے کہ فلاں نماز فلاں وقت پڑھو اور فلاں نماز فلاں وقت پڑھو۔ اور جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ایک آدمی اذان کہے' اور جسے قرآن زیادہ یاد ہو وہ امامت کرے۔ (صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 615'616)

اس حدیث سے اندازہ ہوتا ہے کہ فتح مکہ کا واقعہ حالات کو تبدیل کرنے میں' اسلام کو قوت بخشنے میں' اہلِ عرب کا مؤقف متعین کرانے میں اور اسلام کے سامنے انہیں سپر انداز کرنے میں کتنے گہرے اور دوررس اثرات رکھتا تھا۔ یہ کیفیت غزوہ تبوک کے بعد پختہ سے پختہ تر ہوگئی۔ اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ ان دو برسوں 9 ہجری اور 10 ہجری میں مدینہ آنے والے وفود کا تانتا بندھا ہوا تھا اور لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو

Marfat.com

رہے تھے۔
یہاں تک کہ وہ اسلامی لشکر جو فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار سپاہ پر مشتمل تھا اس کی تعداد غزوہ تبوک میں جب کہ ابھی فتح مکہ پر پورا ایک سال بھی نہیں گزرا تھا' اتنی بڑھ گئی کہ وہ تیس ہزار فوجیوں کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر میں تبدیل ہو گیا۔ پھر ہم حجۃ الوداع میں دیکھتے ہیں کہ ایک لاکھ 24 ہزار یا ایک لاکھ چوالیس ہزار اہلِ اسلام کا سیلاب امنڈ پڑا' جو پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' سرکارِ دو عالم' تاجدارِ کائنات' حضور پُر نور' نبی کریم' رسول اللہ ﷺ کے گرد اگرد اس طرح لبیک پکارتا' تکبیر کہتا اور حمد و تسبیح کے نغمے گنگناتا ہے کہ آفاق گونج اٹھتے ہیں اور وادی و کوہسار نغمۂ توحید سے معمور ہو جاتے ہیں۔

بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں وفود کی آمد بھی حیات طیبہ کے شب و روز ہیں اور سیرت طیبہ کا ایک اہم باب ہے جسے کوئی بھی سیرت نگار نظر انداز نہیں کر سکتا۔ وفود کی آمد کا سلسلہ مکہ مکرمہ میں ہی شروع ہو گیا تھا جس کا بین ثبوت یثرب سے وفد انصار کی حاضری تھی جس کے کچھ عرصہ بعد ہجرت مدینہ کا عظیم الشان واقعہ رونما ہوا لیکن اہلِ سیر نے سن 5 ہجری کے بعد حاضر ہونے والے وفود کو زیادہ اہمیت دی ہے اور فتح مکہ کے بعد سن 9 ہجری میں تو اس کثرت کے ساتھ وفود کی آمد ہوئی کہ اسے ''عام الوفود اور سنۃ الوفود'' ''یعنی وفود کا سال'' قرار دے دیا گیا۔ لوگ کثرت کے ساتھ حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔

لوگوں کے اس کثرت سے دائرہ اسلام میں داخل ہونے نے وہ منظر وہ سماں عملی طور پر دکھلا دیا جس کا ذکر اللہ تبارک تعالیٰ خالق و مالک کائنات نے سورہ نصر میں ارشاد فرمایا:

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ○ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ○ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ○

ترجمہ: اور جب اللہ کی مدد اور فتح آ پہنچے اور آپ لوگوں کو دیکھ لیں (کہ) وہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔ تو اپنے ربّ کی ثنا کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور اس سے بخشش چاہو۔ بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔ (سورہ نصر آیات 1 تا 3)

تعدادِ وفود کے بارے میں اگرچہ اختلاف پایا جاتا ہے لیکن اس کا باعث نہ تو لاعلمی ہے اور نہ تضاد ہی بلکہ یہ شمار کے طریقے میں فرق کے باعث ہے۔ بعض اربابِ سیر نے ہجرت سے قبل آنے والے وفود کو سرے سے شمار ہی نہیں کیا اور بعض نے ایک دو آدمیوں کی آمد کو بھی وفد شمار کر لیا۔ کچھ نے صرف ان لوگوں کو وفود میں شمار کیا جو اسلام لانے کی غرض سے حاضر ہوئے تھے۔ بہر حال بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہونے والے وفود کی زیادہ سے زیادہ تعداد 109 شمار کی گئی ہے۔

ابن اسحٰق نے صرف پندرہ وفدوں کا حال بیان کیا ہے جب کہ سیرت شامی میں ایک سو چار وفود کے

Marfat.com

حالات مذکور ہیں' لیکن زیادہ تر وفدوں کی حاضری کا خلاصہ یہی ہے کہ فلاں قبیلے کے لوگ حضورِ انور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر اسلام لائے۔ آپ ﷺ نے ان کو ارکانِ اسلام بتائے اور ان کے مخصوص حالات کے پیشِ نظر چند ضروری نصیحتیں فرمائیں' پھر انعام واکرام سے نواز کر رخصت فرمادیا۔

چند افراد وفد کی آڑ میں حضور پُرنور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کو نقصان پہنچانے کے ارادے سے بھی آئے۔ کچھ ایسے بھی تھے' جو اسلام تو پہلے سے لا چکے تھے' صرف دیدار کرنے' شرف زیارت حاصل کرنے اور مسائل معلوم کرنے کے لئے حاضر ہوئے تھے۔

کعبہ مقدسہ کو بتوں کی نجاست سے پاک کر دیا گیا۔ وہ فضا جہاں لات وہبل کی خدائی کے بھجن گائے جاتے تھے' وہاں لا الٰہ الا اللّٰہ کے رسیلے اور میٹھے نغموں سے سارا مکہ گونجنے لگا تھا۔ قبائل عرب کے اسلام قبول کرنے کے راستہ میں جو آخری چٹان حائل تھی وہ بھی چور چور ہوگئی۔ اب اسلام کا سارے جہانوں کو چمکا دینے والا آفتاب (سراج منیر ﷺ) اپنی سنہری کرنوں سے ہر تاریک دل کو منور کرنے لگا۔ عرب کے دور دراز خطوں سے قبائل کے وفود کا تانتا بندھ گیا۔ یہ قبائل اپنے معاشی' معاشرتی' اخلاقی اور نظریاتی پس منظر کے باعث ایک دوسرے سے شدید اختلاف رکھتے تھے۔

ان میں کوئی درشت مزاج تھا اور کوئی نرم خو۔ حاضری کے وقت بعض کے دل اسلام کی عداوت وعناد سے لبریز تھے اور بعض اپنے اندر قبول حق کا جذبہ لے کر حاضر ہوئے تھے۔ کوئی معترض بن کر آیا تھا اور کوئی دعوت حق کو سمجھنے کے لئے حاضر ہوا تھا۔ کوئی اپنی مادی زندگی کی مشکلات کا حل دریافت کرنے کے لئے آیا تھا تو کوئی اپنی روحانی ترقی کا آرزومند تھا۔ الغرض یہ وفود باہم متصادم خواہشات اور متضاد مطالبات کے ساتھ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے تھے لیکن ان ہر نوع کے آنے والوں میں سے پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم' رحمت اللعالمین ﷺ کی بارگاہِ رحمت سے کوئی بھی تہی دامن واپس نہیں گیا۔

ان وفود کی بارگاہِ رسالت مآب میں حاضری اور قبول اسلام سے شرف یابی کے تذکرے ہم سب کے لئے ایمان پرور اور بصیرت افروز ہیں۔

اہل مغازی نے جن وفد کا تذکرہ کیا ہے ان کی تعداد ستر سے زیادہ ہے لیکن یہاں نہ تو ان سب کے ذکر کی گنجائش ہے اور نہ ان کے تفصیلی بیان میں کوئی بڑا فائدہ ہی مضمر ہے اس لیے ہم صرف انہی وفود کا ذکر کر رہے ہیں جو تاریخی حیثیت سے اہمیت وندرت کے حامل ہیں۔ جو ایمان کو تازہ کرنے والے ہیں' سبق آموز ہیں اور جو معمول سے ہٹ کر ہیں جن میں نورانی دلچسپی اور انوکھا پن ہے۔

اور سینکڑوں سے زائد میں سے میں (اس کتاب کے مصنف) نے کل (81) اکاسی وفود کا ذکر کیا ہے۔ یقین جانیں ان سب میں علم کے موتی بکھرے پڑے ہیں۔ ان میں انوکھا پن ہے' جدت ہے' دین متین اور

Marfat.com

رسول کریم ﷺ سے محبت کے انوکھے انداز ہیں اور اللہ تبارک تعالیٰ کے حکم و اذن سے پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، ہادئ انس و جاں، رہبرِ کائنات، رسولِ بحروبر، حاصلِ کائنات، اصل الموجودات، انسانِ کامل، خاتم النبیین، رحمت للعالمین ﷺ کی رحمتوں کی برسات ہے۔ یہ تو سب ہی قابلِ ذکر ہیں اور کیوں نہ ہوں حیاتِ طیبہ کا حصہ جو ہوئے۔

وفد بنومزینہ

کہا جاتا ہے کہ وفد بنومزینہ پہلا وفد تھا جو ماہِ رجب سن 5 ہجری میں مدینہ منورہ میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوا۔ چار سو افراد کے اس وفد میں چند ایک بچے اور بوڑھے بھی شامل تھے جنہیں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ سے باہر ٹھہرایا اور دیگر افرادِ وفد کو لے کر بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے۔

نامور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت خزاعی بن عبدنہم رضی اللہ عنہ اور حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ بھی اس وفد میں شامل تھے۔ وفد کے سربراہ ایک روایت کے مطابق حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ تھے جب کہ جمہور کے خیال کے مطابق قیادت حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ کر رہے تھے۔ روایات میں ہے کہ جب یہ لوگ حاضر خدمت ہو کر اسلام قبول کر چکے تو ان کا خیال تھا کہ ہجرت کر کے مدینہ میں ہی آ جائیں لیکن ان کا اپنا علاقہ مدینہ سے زیادہ دور نہیں تھا۔ حضور پُرنور نبی کریم نے انہیں ہدایت کی کہ وہ اپنے ہی علاقے میں قیام کریں۔ وہ جہاں کہیں بھی ہوں گے ان کی خواہش اور خلوصِ نیت کے پیشِ نظر انہیں زمرۂ مہاجرین میں ہی شمار کیا جائے گا:

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، رہبرِ کائنات، ہادئ انس و جاں، رحمۃ للعالمین، حبیبِ رب العالمین ﷺ نے فرمایا:

انتم مهاجرون حيث كنتم فارجعوا الى اموالكم۔

تم جہاں کہیں بھی رہو مہاجر ہی ہو پس تم واپس اپنے اموال کی طرف لوٹ جاؤ۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 632)

اس فیصلے کا یہ بھی مقصد تھا کہ مدینہ منورہ کے علاوہ دیگر چھوٹے چھوٹے مراکز بھی تحریک اسلامی کی تحویل میں آئیں تاکہ دعوتِ حق کا کام زیادہ منظم اور موثر طریقے سے کیا جا سکے۔

حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب ہم مدینہ سے رخصت ہونے لگے تو ہم نے حضور پُرنور ﷺ سے زادِ راہ عنایت کیے جانے کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو ہدایت فرمائی۔ انہوں نے عرض کیا میرے پاس کچھ کھجوریں ہیں لیکن چار سو آدمیوں کے لئے کافی نہیں ہوں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو کچھ ہے وہی کھجوریں ان میں تقسیم کر دو۔ نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بالا خانے پر اونٹ کے برابر کھجوروں کا ڈھیر دیکھا۔ آپ نے تقسیم کرنا شروع کیا، چار سو آدمیوں کو کھجوریں دے چکنے کے بعد جب میں نے ڈھیر پر نظر ڈالی تو اس کے حجم میں کوئی کمی محسوس نہ کی۔ وہ اتنا ہی موجود تھا جتنا کہ تقسیم سے قبل تھا:

Marfat.com

فالتفت فاذا فیھا من التمر مثل الذی کان — پس میں نے توجہ کی تو اس میں اتنی ہی کھجوریں باقی تھیں جتنی (تقسیم سے قبل) موجود تھیں۔ (دلائل النبوۃ 5:365)

ایک روایت کے مطابق اس سے قبل اسی قبیلہ کے دس افراد کا ایک وفد حضرت خزاعی بن عبد نہم رضی اللہ عنہ کی قیادت میں آکر مسلمان ہوا تھا۔ اس کے بعد چار سو افراد کا یہ مذکورہ وفد آیا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 632' دلائل النبوۃ جلد 5 صفحہ 365 مسند احمد جلد 5 صفحہ 545' زرقانی جلد 4 صفحہ 37' زاد المعاد جلد 3 صفحہ 624' خاتم النبیین جلد 2 صفحہ 1101)

وفد بنو سعد بن بکر

یہ وفد ماہِ رجب سن 5 ہجری میں مدینہ منورہ میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوا۔

عرب کے بدو اکھڑ اور تند مزاج قسم کے لوگ تھے اور اکثر آداب مجلس سے قطعاً ناواقف لیکن حضور پُرنور رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نہ کبھی ان کے انداز گفتگو کا برا مناتے اور نہ کبھی ان کی بے سروپا باتوں کو نظر انداز کرتے بلکہ خندہ پیشانی سے ان کی ہر بات کا جواب دیتے اور انہیں کمال حکمت سے مطمئن کرتے۔

ضمام بن ثعلبہ اپنے قبیلے کے انتہائی دانش مند شخص تھے۔ آپ رجب 5 ہجری میں اپنے قبیلے کی نمائندگی کے لئے حاضر ہوئے۔ اونٹنی کی مہار پکڑے ہوئے بلا جھجک مسجد نبوی میں آ گئے۔ اونٹنی کو ایک جگہ بٹھایا اور پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم میں ابنِ عبدالمطلب کون ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ گورے رنگ کے جو تکیہ لگائے بیٹھے ہیں۔ ضمام نے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا:۔

''اے ابنِ عبدالمطلب! آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے داعی نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے چند باتیں ہمارے سامنے پیش کیں' میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اس کی تصدیق کروانا چاہتا ہوں' آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے بدویانہ درشت لہجے کا برا نہ مانے گا''۔

تاجدارِ کائنات' سرکارِ دو عالم' نبی کریم' رؤف و رحیم' رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ جو کچھ پوچھنا ہو بلا جھجک پوچھو۔ اس کے بعد جو گفتگو ہوئی وہ اس طرح تھی۔

ضمام: آپ کے آدمی نے ہم سے کہا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس بات کا پورا یقین ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اللہ نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم: اس نے سچ کہا۔

ضمام: آسمان کس نے بنایا ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم: اللہ نے۔

Marfat.com

ضمام: اور زمین؟

حضور ﷺ: اللہ نے۔

ضمام: ان پہاڑوں کو کس نے قائم کیا اور ان میں طرح طرح کی چیزوں کا خالق کون ہے؟

حضور ﷺ: اللہ۔

ضمام: اس کی قسم جس نے زمین و آسمان اور پہاڑ بنائے کیا آپ واقعی اللہ کے رسول ﷺ ہیں؟

حضور ﷺ: ہاں۔

ضمام: آپ کے آدمی نے یہ بھی کہا تھا کہ ہم پر روزانہ پانچ نمازیں فرض ہیں۔

حضور ﷺ: اس نے سچ کہا۔

ضمام: اس ذات کی قسم جس نے آپ (ﷺ) کو رسول بنا کر بھیجا کیا واقعی اس بات کا حکم اللہ نے دیا ہے؟

حضور ﷺ: ہاں۔

ضمام: آپ کے پیغام رساں نے یہ بھی کہا کہ ہم پر زکوٰۃ بھی واجب ہے۔

حضور ﷺ: اس نے سچ کہا۔

ضمام: اسی ذات کی قسم سچ بتایئے کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟

حضور ﷺ: ہاں۔

ضمام: آپ کے داعی نے یہ بھی کہا تھا کہ سال میں ہمارے ذمے ایک ماہ کے روزے ہوں گے۔

حضور ﷺ: ہاں اس نے ٹھیک کہا۔

ضمام: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا سچ سچ بتایئے کیا اللہ نے آپ کو اس بات کا حکم دیا ہے؟

حضور ﷺ: ہاں۔

ضمام: آپ کے فرستادہ نے یہ بھی کہا تھا کہ جس کے پاس سواری اور زادِ سفر ہو اس پر کعبہ کا حج کرنا بھی فرض ہے۔

حضور ﷺ: اس نے سچ کہا۔

اس کے بعد اس نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ پھر عرض کیا۔ میرا نام ضمام بن ثعلبہ ہے میں اپنی قوم کا نمائندہ ہوں، بخدا میں آپ ﷺ کی بتائی ہوئی باتوں میں کمی بیشی نہیں کروں گا۔

یہ کہہ کر وہ واپس مڑ گئے۔ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، حضور پُر نور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر یہ شخص سچ کہہ رہا ہے تو ضرور جنت میں داخل ہو گا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر موثر

Marfat.com

گفتگو کرنے والا شخص میں نے نہیں دیکھا۔ جب حضرت ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ واپس اپنے قبیلے میں پہنچے تو سب سے پہلے اپنے بتوں لات اور عزیٰ پر لعنت بھیجی ہے۔ ان کی قوم کے لوگ اوّل تو بہت حیران ہوئے لیکن ان کے سمجھانے پر شام سے پہلے پہلے سارا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔ (اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 42-43)

اسی قبیلے کے ایک شخص نہشل بن مالک وائلی نے مدینہ آ کر اسلام قبول کیا۔ انہیں ایک تحریر لکھ کر دی گئی جس میں ان کے لئے اور ان کے قبیلے کے مسلمان ہونے والے افراد کے لئے امان کا وعدہ تھا۔ یہ دستاویز جسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا' اسلام کے احکامات اور ہدایات کی حامل بھی تھی۔

اسی طرح ایک اور شخص مطرف بن الکاہن نے حاضر ہو کر اسلام قبول کیا اور اپنے قبیلے کے لئے امان کی تحریر حاصل کی۔ اس تحریر میں فرائض وصدقات کی تفصیلات بھی درج کی گئی تھیں۔

(الاصابہ جلد 2 صفحہ 82' اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 43)

وفود بنو باہلہ

صلح حدیبیہ سے قبل سن 6 ہجری میں اس قبیلے کے ایک شخص ابوامامہ صدی بن عجلان بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے۔ ابتدائی ضروری تعلیمات حاصل کر لینے کے بعد حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے انہیں اپنے قبیلے میں تبلیغ اسلام کے لئے بھیجا۔ جب یہ واپس اپنے قبیلے میں پہنچے تو اہلِ قبیلہ نے انہیں خوش آمدید کہا اور پھر ان سے مخاطب ہوئے۔

''ہم نے سنا ہے کہ تم اپنا مذہب چھوڑ کر بے دین ہو گئے ہو اور تم نے محمد (ﷺ) کی پیروی اختیار کر لی۔''

حضرت ابوامامہ صدی بن عجلان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''میں بے دین نہیں ہوا بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لایا ہوں۔ مجھے اللہ کے رسول ﷺ نے تمہارے پاس اسلام کی دعوت کی خاطر بھیجا ہے۔''

اس دوران کچھ لوگ خون کا بھرا ہوا ایک پیالہ لے آئے اور مزے مزے سے پینے لگے۔ انہوں نے آپ کو بھی خون پینے کی پیشکش کی لیکن آپ نے پیالہ پرے ہٹاتے ہوئے فرمایا:

انما جئت انھاکم عن ھذا میں جس کی طرف سے آیا ہوں انہوں نے اس (خون کے پینے) سے منع فرمایا ہے۔ (الاصابہ جلد 2 صفحہ 182)

خون ان کی من پسند غذا تھی اس لیے بڑے حیران ہوئے کہ بھلا خون کیسے حرام ہو سکتا ہے۔ حضرت ابوامامہ صدی بن عجلان رضی اللہ عنہ نے انہیں سورہ مائدہ کی آیتِ مبارکہ 3 پڑھ کر سنائی:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ

تم پر مردار (یعنی بغیر شرعی ذبح کے مرنے والا جانور) حرام کر دیا گیا ہے اور (بہایا ہوا) خون اور سور کا

Marfat.com

گوشت اور وہ (جانور) جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو۔ (سورہ مائدہ آیت 3)

آپ نے انہیں اسلام قبول کر لینے کی دعوت دی لیکن اہلِ قبیلہ نے صاف انکار کر دیا بلکہ الٹا مطالبہ کیا کہ تم بھی اپنے آبائی دین پر واپس لوٹ آؤ ورنہ کھانا پینا کچھ نہیں ملے گا۔ آپ شدید پیاس کی حالت میں ریت پر لیٹ گئے۔ حالت نیند میں اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ کی پیاس بجھانے کا سامان کر دیا۔ اہلِ قبیلہ میں سے چند ایک نے دوسروں کو ملامت کی کہ اتنے عرصے بعد تمہارا سردار واپس آیا تھا۔ اس کے ساتھ بدسلوکی کر کے تم نے اچھا نہیں کیا۔ جب آپ بیدار ہوئے تو انہوں نے آپ کو دودھ اور کھجوریں پیش کیں۔ آپ نے فرمایا اب ان کی ضرورت نہیں۔ میرے خدا نے مجھے سیراب کر دیا ہے۔ آپ نے ہمت نہ ہاری، برابر تبلیغ کرتے رہے، بالآخر آپ کی کاوشیں رنگ لائیں اور آپ کا قبیلہ مسلمان ہو گا۔ (الاصابہ جلد 2 صفحہ 182)

وفود بنو سلیم

غزوۂ خندق کے بعد سن 6 ہجری میں قبیلہ بنو سلیم کے ایک شخص قیس بن نشبہ یا نسیبہ مدینہ آئے اور نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ سے زمین، آسمان اور فرشتوں کے بارے میں کچھ سوالات دریافت کیے۔ حضورِ انور ﷺ نے جب زمین و آسمان کے بارے میں معلومات فراہم کیں تو آپ کی باتیں سن کر وہ شخص اسلام لے آیا اور واپس جا کر حضرت قیس بن نشبہ رضی اللہ عنہ اپنے قبیلے کے لوگوں سے اس طرح خطاب کیا:

سمعت ترجمة الروم و هينمة فارس واشعار العرب و كهانة الكهان و كلام مقاول حمير فما يشبه كلام محمد شيئا من كلامهم فاطيعوني وخذوا بنصيبكم منه	"اے بنو سلیم! میں نے اہلِ روم و فارس کا کلام اور عرب کے کاہنوں اور قبیلہ حمیر کے لوگوں کی باتیں سنی ہیں لیکن محمد ﷺ کا کلام ان سب سے مختلف اور ممتاز ہے اس لیے تم لوگ ان کے بارے میں میری پیروی کرو اور ایمان میں سے اپنا حصہ لو۔ (البدایہ والنہایہ جلد 5 صفحہ 92)

آپ کا خطاب سن کر اس قبیلے کے کچھ لوگ مسلمان ہو گئے۔

اس قبیلے کے بت سواع کے پجاری غادی بن ظالم ایک دن بت خانے میں بیٹھے تھے۔ دو لومڑیاں اندر داخل ہوئیں اور بت پر پیشاب کر دیا۔ یہ دیکھ کر ان کے دل میں خیال آیا کہ جو بت اپنے اوپر ہونے والے پیشاب کو نہیں روک سکتا وہ دوسروں کے کیا کام آئے گا۔ انہوں نے بت کو توڑ دیا اور حضورِ انور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ان کا نام پوچھا۔ نام سن کر آپ ﷺ نے اسے تبدیل فرما کے "راشد بن عبدِ رب" رکھ دیا کیونکہ ظالم ناپسندیدہ لفظ ہے اور غادی کا مطلب بھی چونکہ شریر ہے اس لیے اس نام کو تبدیل کرنا ضروری سمجھا گیا۔ حضور پُرنور نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے انہیں ایک جاگیر بھی عطا فرمائی اور اپنی قوم پر عامل مقرر فرمایا۔

Marfat.com

فتح مکہ سے قبل بنوسلیم کے (بہ اختلاف روایت) نوسو یا ایک ہزار افراد کا ایک وفد مقام قدید پر حاضر خدمت ہوا۔ اس میں ممتاز افراد حضرت انس بن عیاض حضرت راشد بن عبدربؓ اور حضرت عباس بن مرداس ﷺ (مشہور شاعر) شامل تھے۔ اس وفد کے جملہ غیر مسلم افراد مسلمان ہو گئے فتح مکہ اور غزوہ حنین و طائف میں یہ لوگ شامل لشکر رہے۔ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم، رحمت اللعالمین ﷺ نے انہیں ایک جاگیر عطا فرمائی تھی اور غزوہ حنین کے موقع پر مالِ غنیمت میں سے انہیں سو اونٹ بھی دیئے گئے تھے۔

(البدایہ والنہایہ جلد 5 صفحہ 92' اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 112)

دوسرا وفد حبشہ

حبشہ سے ایک وفد تو ہجرت سے قبل مکہ میں حاضرِ خدمت بارگاہِ نبوی ﷺ ہوا تھا۔ دوسرا وفد حضرت جعفر بن ابی طالب ؓ اور دیگر مہاجرین کے ہمراہ سن 6 ہجری میں مدینہ کی جانب روانہ ہوا۔

اس وفد میں شامل کچھ نیک بخت وہ افراد تھے جو حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ کے ہمراہ پچاس ساٹھ آدمیوں کے ایک گروہ کی شکل میں اپنے علاقے سے ہجرت مدینہ منورہ کا ارادہ لے کر نکلے تھے تاکہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوں لیکن جب وہ اپنی کشتیوں میں سوار مدینہ کے لئے رواں تھے تو انہیں سمندری طوفان نے آلیا اور ان کی کشتیاں ملک حبشہ کے کنارے جا لگیں۔ وہاں حضرت جعفر بن ابی طالب ؓ اور کچھ مسلمانوں کے ساتھ پہلے سے ہی موجود تھے۔ ان لوگوں نے بھی حالات کے پیشِ نظر وقتی طور پر وہیں سکونت اختیار کر لی۔ یہ واقعہ سن 1 ہجری کا ہے۔

اس مذکورہ وفد کے ساتھ سن 6 ہجری میں وہ لوگ بھی حاضر خدمتِ اقدس ہوئے۔ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ اس وقت غزوۂ خیبر کے سلسلہ میں خیبر میں موجود تھے۔ اس لیے ان قدیم الاسلام حضرات میں سے اکثر دیدار نبی ﷺ سے فیضیاب ہونے کے لئے وہیں پہنچ گئے۔

اس وفد کے باقی ماندہ افراد نے آپ ﷺ کی خیبر سے واپسی کا انتظار کیا اور جب آپ ﷺ مدینہ واپس پہنچے تو ان حبشی مسلمانوں نے قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔ اس وفد میں شاہِ حبشہ کے بھتیجے حضرت ذوتحمر اور حضرت نافع ؓ بھی شامل تھے۔ ان میں سے کچھ لوگوں نے مدینہ ہی میں سکونت اختیار کر لی اور واپس نہ گئے۔ اس وفد کے بارے میں سورۂ مائدہ کی آیات 82' 83 اور سورہ قصص کی آیات 52 تا 54 نازل ہوئیں۔

(الاصابہ جلد 7 صفحہ 146)

وفد بنو خشین

صلح حدیبیہ سے کچھ عرصہ پہلے سن 6 ہجری میں حضرت ابوثعلبہ خشنی ؓ حضور پُرنور نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اس کے بعد ایک اور وفد سات یا نو افراد پر مشتمل

Marfat.com

مدینہ آ کر مسلمان ہوا اور پھر واپس لوٹ گیا۔ (طبقاتِ ابنِ سعد جلد 1 صفحہ 329)

وفد بنو جذام

بنو جذام کے قبیلے سے سب سے پہلے شخص رفاعہ بن زید بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے' ایک غلام ہدیتاً پیش کیا اور پھر حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔ اس کے بعد انہیں ایک خط دے کر اپنی قوم کی جانب روانہ کیا گیا جس کا مضمون یہ تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ کتاب من محمد رسول الله لرفاعة بن زيد الى قومه و من دخل معهم يدعو هم الى الله فمن اقبل ففي حزب الله و من ابى فله امان شهرين ۔

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔
یہ مکتوب محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے رفاعہ بن زید کو دیا گیا ہے۔ یہ ان کی قوم کے لئے ہے اور ان کے لئے بھی جو اس کے ساتھ مل کر دعوت الی اللہ کا کام کریں۔ جو کوئی دعوت قبول کرے وہ اللہ کی پارٹی میں شامل ہے اور جو انکار کرے اس کے لئے دو ماہ کی مہلت ہے۔'' (طبقاتِ ابنِ سعد' جلد 1 صفحہ 354)

حضرت رفاعہ بن زید رضی اللہ عنہ یہ خط لے کر اپنی قوم کے پاس آئے اور ان کو اسلام کی دعوت دی جو انہوں نے قبول کر لی اور تمام اہلِ قبیلہ مسلمان ہو گئے۔ (طبقاتِ ابنِ سعد جلد 1 صفحہ 354)

وفد دوس

یہ وفد سن 7 ہجری کے اوائل میں مدینہ آیا۔ اس وقت حضور پُرنور رسول اللہ ﷺ خیبر میں تھے۔ آپ پچھلے اوراق میں پڑھ چکے ہیں کہ اس قبیلے کے سربراہ حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ اس وقت حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے جب حضورِ انور نبی کریم رسول اللہ ﷺ مکہ میں تھے۔ پھر انہوں نے اپنی قوم میں واپس جا کر اسلام کی دعوت و تبلیغ کا کام مسلسل کیا لیکن ان کی قوم برابر ٹالتی اور تاخیر کرتی رہی یہاں تک کہ حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ ان کی طرف سے مایوس ہو گئے۔ پھر انہوں نے بارگاہِ رسالت مآب' خدمتِ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کی کہ آپ قبیلہ دوس کے لئے دعا فرمائیں۔ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضورِ انور' نبی کریم' رحمتِ دو عالم ﷺ نے اپنے ربّ کی جناب میں عرض کی:

اللهم اهد دوسا الى الاسلام

''یا اللہ! قبیلہ دوس کو اسلام قبول کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔''

پھر حضورِ انور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا: جاؤ اور اپنی قوم کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دو اور ان

Marfat.com

کے ساتھ نرمی اختیار کرو۔ چنانچہ سفر سے وطن واپس آ کر میں نے تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا۔ پھر میں مدینہ طیبہ میں زیارت کے لیئے حاضر ہوا۔ اس وقت اللہ کا برگزیدہ رسول ﷺ خیبر میں تشریف فرما تھے چنانچہ میں نے خیبر جا کر اپنے حبیب کے روئے انور کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ اس سفر میں میرے ساتھ میرے قبیلہ کے ستر اسی گھرانے تھے جو اسلام قبول کر چکے تھے۔ حضورِ انور نبی کریم' رؤف و رحیم رحمت اللعالمین ﷺ نے مالِ غنیمت سے ہم تمام کو بھی حصہ عطا فرمایا۔ (زادالمعاد جلد 3 صفحہ 626)

وفد بنو قیس

قبیلہ بنو قیس کے ایک شخص قیس بن خرشہ مدینہ منورہ پہنچ کر بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوئے۔

''اے اللہ کے نبی! اللہ کی طرف سے آپ پر جو کچھ نازل ہوا' میں اس پر ایمان لاتا ہوں۔ میں ہمیشہ سچ بولا کروں گا۔ اسی اسلام اور راست گوئی پر میں آپ سے بیعت کرتا ہوں۔

حضورِ انور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے ان کی بات سن کر فرمایا:

''عنقریب تمہیں ایسے حکمرانوں سے واسطہ پڑے گا جن کے سامنے تم شاید سچائی و حق گوئی پر قائم نہ رہ سکو۔''

انہوں نے عرض کی:

''یارسول اللہ ﷺ! خدا کی قسم جس بات پر آپ سے بیعت کر رہا ہوں اسے ہر صورت میں پورا کروں گا۔''

حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اگر ایسا ہے تو پھر تمہیں کوئی نقصان بھی نہیں پہنچے گا۔''

مورخین نے بیان کیا ہے کہ حضرت قیس بن خرشہ رضی اللہ عنہ ہمیشہ حق گوئی و بے باکی پر قائم رہے اور حکمرانوں سے کبھی مرعوب نہ ہوئے اس لیے کہ جابر سلطان کے سامنے حق کہنا بہت بڑا جہاد ہے۔

(اسدالغابہ جلد 4 صفحہ 212)

وفد جہینہ

پیغمبر اوّل و آخر داعظم' سرکارِ دو عالم' حضور پُرنور نبی کریم' رؤف و رحیم ہادیٔ انس و جاں ﷺ نے جب مختلف قبائل کو اسلام کی دعوت دی تو قبیلہ جہنہ میں سے صنم خانے کے متولی عمرو بن مرۃ الجہنی حضور پُرنور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اپنے معبد کو نذرِ آتش کرنے کے بعد خدمتِ اقدس میں حاضر

Marfat.com

ہوئے۔ اور مسلمان ہو کر کچھ عرصہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے اسلامی تعلیمات سیکھتے رہے۔ پھر حضورِ انور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق واپس اپنے قبیلے میں جا کر تبلیغ اسلام میں مصروف ہو گئے۔ آپ کی کاوشوں سے ایک بدبخت کے علاوہ سارا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔

فتح مکہ سے قبل دو اور اشخاص مدینہ میں آ کر مسلمان ہوئے۔ ان کا قبیلہ بنی غیان کی شاخ تھی جس کا مطلب سرکشی اور ان کی وادی کا نام غولی یعنی گمراہی تھا اس لیے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ کا نام بنی رشداں اور وادی کا نام رشد یعنی ہدایت رکھ دیا۔ فتح مکہ کے وقت اس قبیلہ کے بہت سے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے اور فتح مکہ کا تاریخی منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور چشم تصور میں دیکھ رہے تھے کہ اب چار دانگ عالم میں پرچم توحید لہرانے کا وقت آ گیا ہے۔ (طبقات ابنِ سعد' جلد 1 صفحہ 334,333)

وفد بنوثمامہ

عبداللہ بن علس کی سربراہی میں بنوثمامہ کا ایک وفد فتح مکہ کے بعد حاضر خدمت ہوا۔ اراکین وفد نے اسلام قبول کر لیا۔ ان کے لئے ایک تحریر لکھوائی گئی جس میں زکوٰۃ کے بارے میں ہدایات درج تھیں۔ اسے حضرت ثابت بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا۔ جب یہ دستاویز تحریر کی جاتیں تو بالواسطہ اسلام کے احکامات بھی درج کر دیئے جاتے اور ان کی وضاحت بھی کر دی جاتی تاکہ مسلمان ان احکامات کی تفہیم اور ان کے نفاذ کے بارے میں کسی ابہام کا شکار نہ ہو جائیں۔ (طبقاتِ ابنِ سعد' جلد 1 صفحہ 353)

وفد بنوحدّان

مسلمہ بن ہزان الحدانی کی قیادت میں بنوحدان کا ایک وفد بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر اسلام کی دولت سے مالا مال ہوا۔ انہیں بھی بنوثمامہ کی طرح ایک تحریر دی گئی۔ (طبقاتِ ابنِ سعد' جلد 1 صفحہ 353)

وفد بنوثعلبہ

فتح مکہ کے بعد اسلام ذہنوں کے اُفق پر خورشید صبح بن کر چمکنے لگا اور لوگ اپنے طور پر اسلام قبول کرنے لگے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اس کی اطلاع بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کر دی جاتی۔ یہ اسلام کی پذیرائی کا ایک اور والہانہ انداز تھا۔

غزوۂ حنین سے واپسی پر سن 8 ہجری میں بنوثعلبہ کے چار آدمیوں کا ایک وفد حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ ہمارا قبیلہ مسلمان ہو گیا ہے۔ حضورِ انور نبی کریم' رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ضیافت کے اہتمام کا حکم فرمایا۔ وہ لوگ چند دن مدینہ میں ٹھہرے جب واپس جانے لگے تو حضور پُرنور نبی کریم' رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ہر ایک کو پانچ پانچ اوقیہ چاندی دے دی جائے۔ (طبقاتِ ابنِ سعد' جلد 1 صفحہ 398)

Marfat.com

وفد بنوربیعہ

غزوہ حنین کے بعد سن 8 ہجری میں قبیلہ بنو عامر بن صعصعہ کی ایک شاخ بنوربیعہ کے ایک شخص خالد بن ہوذہ اپنے دو بیٹوں عداء بن خالد اور عمرو بن خالد رضی اللہ عنہما کے ساتھ حاضر خدمت ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

اس موقع پر حضرت عداء بن خالد رضی اللہ عنہ نے حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سودا بھی کیا۔ حضرت عداء بن خالد رضی اللہ عنہ نے اس بیع نامہ کو ہمیشہ اپنے پاس سنبھال کر رکھا۔

حضور پُر نور نبی کریم' رؤف ورحیم تاجدارِ کائنات' سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قبیلہ کو ایک جاگیر بھی عطا کی جس کے لئے وفد کو ایک تحریر لکھ کر دی گئی۔ (اسلاستیعاب' جلد 2 صفحہ 252)

وفد بنو اسلم

سن 8 ہجری میں قبیلہ بنو اسلم کا ایک وفد حضرت عمر بن اقصی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں حاضر خدمت ہوا تو حضرت عمر بن اقصی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم عرب کے سردار ہیں ہم دشمن کا مقابلہ تیروں' نیزوں اور مضبوط زرہوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ جو ہمارا مقابلہ کرے ہم اسے تہ تیغ کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے انصار کے فضائل بیان کیے۔ حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک تحریر عنایت فرمائی جس میں فرض زکوٰۃ کے مسائل بیان کیے گئے تھے۔ اس تحریر کو حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے لکھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے گواہی ثبت کی۔ یہ دستاویز سمندر کے کنارے ہموار زمین کے رہنے والے جملہ مسلم قبائل کے لئے تھی۔

ابن سعد کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن اقصی رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر عرض کیا:

''یارسول اللہ! ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اختیار کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ایسا منصب عطا فرمائیں کہ دوسرے قبائل کے سامنے عزت کے ساتھ سر بلند کر سکیں۔ ہم انصار کے بھائی ہیں ہم ہر آزمائش کی گھڑی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کریں گے''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اسلم سالمها الله وغفار غفر الله لها — اللہ قبیلہ اسلم کو سلامت رکھے اور قبیلہ غفار کی مغفرت کرے۔ (طبقات ابن سعد جلد 1 صفحہ 354)

وفد صداء

امام بغوی' بیہقی اور ابنِ عساکر وغیرہ نے یہ روایت حضرت زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے' وہ فرماتے ہیں:

Marfat.com

میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور ﷺ کے دستِ مبارک پر اسلام کی بیعت کی۔ مجھے معلوم ہوا کہ حضورِ انور ﷺ نے میری قوم کی تسخیر کے لئے ایک لشکر روانہ کیا ہے۔ ابنِ سعد کہتے ہیں کہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ جب سن 8 ہجری میں جعرانہ سے غنیمتیں تقسیم کرنے کے بعد روانہ ہوئے تو حضورِ انور ﷺ نے حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں چار سو مجاہدین کا ایک لشکر یمن کے اس گوشہ پر حملہ کرنے کے لئے روانہ فرمایا جس میں قبیلہ صداء رہتا ہے۔

حضرت زیاد بن حارث الصدائی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی' یارسول اللہ! میں اپنی قوم کا نمائندہ بن کر حضورِ انور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ اپنا لشکر واپس بلا لیجئے' میں ضمانت دیتا ہوں کہ میری قوم اسلام قبول کرلے گی اور حضور پُرنور ﷺ کی اطاعت گزار بن جائے گی۔ حضور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے مجھے فرمایا جاؤ اور اس لشکر کو کہو کہ واپس آجائے۔ میں نے عرض کی' یارسول اللہ! میری سواری کا اونٹ سخت تھکا ہوا ہے۔ اس میں چلنے کی سکت نہیں۔ چنانچہ حضورِ انور ﷺ نے ایک اور آدمی کو بھیجا جو انہیں قناۃ کے مقام سے واپس لے آئے۔

میں نے اپنی قوم کی طرف خط لکھا تو وہ تمام کی تمام مسلمان ہوکر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوگئی۔ اس کے بعد جب حضور پُرنور نبی کریم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو بنی صداء کا ایک وفد جو پندرہ اشخاص پر مشتمل تھا' وہ حاضر خدمت ہوا۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی' یارسول اللہ! انہیں اجازت دیجئے کہ میرے مہمان بن کر میرے ہاں ٹھہریں۔ چنانچہ وہ وفد حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس جاکر رہائش پذیر ہوا۔ انہوں نے ان کو قیمتی انعامات سے نوازا' ان کو نئی پوشاکیں پہنائیں' ان کی عزت افزائی کی اور پھر ان کو ہمراہ لے کر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ چنانچہ سب نے اسلام قبول کیا اور اپنی طرف سے اور اپنے قبیلہ کے افراد کی طرف سے جو حاضر نہ ہوسکے۔ حضور پُرنور ﷺ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔

حضرت زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: یااخاصداء انك لمطاع فی قومك ''اے صداء قبیلہ کے سردار تیری قوم تیری اطاعت کرتی ہے۔'' میں نے عرض کی بلکہ اللہ تبارک تعالیٰ نے ان کو اسلام قبول کرنے کی ہدایت دی ہے۔ حضور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا' میں تمہیں تمہاری قوم کا امیر بنا دوں؟ میں نے عرض کی' یارسول اللہ! حضورِ انور ﷺ کی مہربانی۔ چنانچہ میری امارت کے لئے ایک فرمان تحریر کیا گیا۔ میں نے عرض کی' یارسول اللہ! مجھے ان کے صدقات وصول کرنے کا منصب بھی تفویض فرمائیں۔ حضور پُرنور ﷺ نے میری یہ عرضداشت منظور فرمائی اور اس کے لئے الگ نامہ لکھ دیا۔

میں پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضورِ انور' نبی کریم' رؤف و رحیم' رحمت للعالمین ﷺ کے ساتھ سفر میں تھا۔ راستہ میں ایک قبیلہ نے اپنے عامل کا شکوہ کیا کہ وہ ہم پر بڑی زیادتی کرتا ہے' پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور انور'

Marfat.com

نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ اس کی تصدیق کرنے کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: لاخیر فی الامارۃ لرجل مومن ''کہ مردمومن کے لئے امارت میں کوئی بھلائی نہیں۔''

حضرت زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ بات میرے دل پر نقش ہوگئی۔

پھر ایک اور آدمی حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی' یارسول اللہ! مجھے یہ منصب عطا فرمائیں۔ حضور پُرنور ﷺ نے فرمایا جوغنی ہوا اور پھر لوگوں سے سوال کرے' وہ اس کے سر میں درد اور شکم میں بیماری ہے۔

جب صبح ہوگئی تو حضور پُرنور سرکارِ دوعالم ﷺ اپنی سواری سے اترے۔ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔ پھر حضور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ میری طرف آئے۔ فرمایا' اے صداء کے بھائی! تمہارے پاس پانی ہے؟ میں نے عرض کی' بہت تھوڑی سی مقدار میں پانی ہے جو حضورِ انور ﷺ کے لئے کافی نہیں۔ حضور پُرنور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا' جتنا کچھ تیرے پاس ہے' کسی برتن میں ڈال کر میرے پاس لے آ۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے اپنی ہتھیلی مبارک اس برتن میں رکھ دی اور حضور پُرنور ﷺ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی کے چشمے ابلنے لگے۔ تمام افراد' قافلہ یا لشکر نے اس پانی سے اپنی ضرورتیں پوری کیں۔

پھر نماز ادا کرنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہنے کا ارادہ فرمایا۔ حضور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا:

''ان اخاصداء هذا اذن ومن اذن فهو يقيم''

''جو اذان دے وہی اقامت کہے اور یہ اذان صداء قبیلہ کے بھائی نے دی ہے وہی اقامت کہے گا۔''

جب حضور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو میں دونوں تحریریں لے کر حاضر ہوا۔ عرض کی' یارسول اللہ! ان دو تحریروں میں جو منصب مجھے تفویض کئے گئے' میں ان سے معافی طلب کرتا ہوں۔ حضور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا' تجھے کیا ہوگیا ہے؟ میں نے عرض کی' یارسول اللہ! میں نے سنا ہے کہ حضور پُرنور ﷺ نے فرمایا کہ مردمومن کے لئے امارت میں کوئی بھلائی نہیں اور میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاچکا ہوں' اس لئے امارت کو پسند نہیں کرتا۔ اسی طرح حضور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے سائل کو فرمایا کہ بغیر ضرورت کے مانگنا یہ دردسر ہے اور پیٹ کی بیماری ہے۔ حضورِ انور ﷺ نے فرمایا' جیسے تیری مرضی۔ چاہے تو ان عہدوں کو برقرار رکھ اور چاہے تو استعفاء دے دیا۔ میں نے استعفاء دیدیا۔ حضور انور' نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا کہ پھر مجھے بھی ایسا کوئی آدمی بتاؤ جو اس ذمہ داری کو اٹھانے کے قابل ہو' تو میں نے ایک آدمی کے بارے میں عرض کی۔

پھر ہم نے عرض کی' یارسول اللہ ﷺ! ہمارا ایک کنواں ہے۔ سردیوں میں اس کا پانی ہم سب کے لئے کافی

Marfat.com

ہوتا ہے لیکن گرمیوں میں اس کا پانی خشک ہو جاتا ہے اور ہمارے قبیلے کو مختلف کنوؤں پر جا کر سکونت اختیار کرنا پڑتی ہے جس سے بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ کیونکہ ہمارے اردگرد کے قبائل سے ہماری عداوت ہے اس لئے ان کے حملہ کا خطرہ لگا رہتا ہے۔ حضور پُرنور ﷺ نے سات کنکریاں طلب فرمائیں۔ اپنے دستِ مبارک میں ملا اور دعا فرمائی۔ پھر فرمایا' ان کنکریوں کو لے جاؤ جب تم اس کنوئیں پر پہنچو تو اللہ کا نام لے کر ایک ایک کنکر اس میں ڈالتے جاؤ۔ ہم نے اسی طرح کیا۔ اس کے بعد اس میں اتنا پانی ہو گیا کہ ہماری ساری ضرورتیں پوری ہو گئیں۔

جب یہ پندرہ آدمیوں کا وفد واپس گیا تو انہوں نے بڑی شدومد سے اسلام کی تبلیغ شروع کی۔ یمن کے بیشمار لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ چنانچہ سن 10 ہجری میں ایک سو افراد کا ایک وفد بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ یہ وہی سال ہے جس میں حضورِ انور ﷺ نے حجۃ الوداع ادا کیا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 532۔534 زاد المعاد جلد 3 صفحہ 663۔ طبقات ابنِ سعد جلد 1 صفحہ 326)

وفد بنو ہلال

بنو ہلال کا ایک وفد فتح مکہ کے بعد سن 8 ہجری میں حاضر خدمت ہوا۔ اس وفد کے ایک بوڑھے شخص قبیصہ بن مخارق نے حضور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ نے جواب دیا اور فرمایا:

تم اس وقت آئے ہو جب ہڈیاں پتلی ہو گئیں اور موت قریب آ گئی۔"

حضرت قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

"آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا ہوں' چلنے کی طاقت نہیں' عمر زیادہ ہو گئی' قریب الموت ہوں' محتاج ہوں' لوگ مجھے ذلیل سمجھتے ہیں۔ آپ ﷺ مجھے دنیا و آخرت میں نفع دینے والی باتیں بتائیں لیکن زیادہ کچھ نہ بتا دیجئے گا کیونکہ بوڑھا ہوں اور نسیان (بھول جانے کی بیماری) کا شکار بھی ہوں۔

حضور پُرنور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے انہیں چند دعائیں سکھائیں۔ دیگر روایت کے مطابق اپنی قوم کا ضامن ہونے کے باعث وہ کچھ مقروض تھے اس بارے میں درخواست کی تو حضورِ انور ﷺ نے فرمایا انتظار کرو جب صدقات آئیں گے تو تمہارا قرض ادا کر دیا جائے گا۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

"اے قبیصہ! سوال کرنا صرف تین آدمیوں کے لئے جائز ہے۔ ایک وہ جس پر قرض ہو' دوسرا وہ جس کا مال و دولت ضائع ہو گیا ہو' تیسرا وہ شخص جو فاقہ کشی کی نوبت تک پہنچ چکا ہو اور اس کی قوم کے تین آدمی اس حالت کی گواہی دے دیں۔ بس اس کے سوا کسی کے لئے دستِ سوال دراز کرنا جائز نہیں۔"

وفد کے ایک شخص سے پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے نام پوچھا تو اس نے بتایا کہ

Marfat.com

میرا نام عبد عوف ہے حضور پُر نور نبی کریم ﷺ نے فرمایا آج سے تیرا نام عبد اللہ ہے انہوں نے اسلام قبول کیا اور یہی نام اختیار کر لیا۔ (طبقاتِ ابنِ سعد' جلد 1 صفحہ 309 - اسد الغابہ' جلد 4 صفحہ 192)

فروہ بن عمرو الجزامی کا قاصد

حضرت فروہ بن عمرو جذامی رضی اللہ عنہ رومی سپاہ کے اندر ایک عربی کمانڈر تھے۔ انہیں رومیوں نے اپنی حدود سے متصل عرب علاقوں کا گورنر بنا رکھا تھا۔ ان کا مرکز معان (جنوبی اردن) تھا اور عملداری گردوپیش کے علاقے میں تھی۔ انہوں نے جنگ موتہ (7ھ) میں مسلمانوں کی معرکہ آرائی' شجاعت اور جنگی پختگی دیکھ کر اسلام قبول کر لیا۔

حضرت فروہ بن عمرو جذامی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لینے کے بعد اپنا قاصد بارگاہِ نبوت میں روانہ کیا تاکہ وہ اس کے مشرف باسلام ہونے کی اطلاع عرض کرے۔ اس نے مندرجہ ذیل اشیاء بطور ہدیہ ارسال کیں:
ایک سفید خچر' جس کا نام فضہ تھا۔ ایک دراز گوش' جس کا نام یعفور تھا۔ ایک گھوڑا جس کا نام ظرب تھا۔ حضور کے لئے پوشاک اور ایک قبا جو سونے کی تاروں سے مرصع تھی۔ رحمت اللعالمین سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنے نیاز مند کے بھیجے ہوئے ان تحائف کو قبولیت کا شرف بخشا اور اس کے قاصد کو بارہ اوقیہ چاندی سے نوازا۔

جب قیصر کو حضرت فروہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے کی اطلاع ملی تو اس نے اس کو قید کرنے اور نظر بند کرنے کا حکم دیا۔ اور اسے قید کی صعبتوں میں ڈالا۔ قیصر نے اسے کہا کہ اب بھی اگر تم توبہ کر کے اپنے دین کی طرف لوٹ آؤ تو تمہیں معاف کر دیا جائے گا اور تمہاری گورنری کا عہدہ بحال کر دیا جائے گا۔

اس عاشق صادق نے قیصر کو جواب دیا کہ میں کسی قیمت پر اپنے محبوب کا دین نہیں چھوڑوں گا کیونکہ تمہیں بھی اچھی طرح علم ہے کہ یہ وہی نبی ہے جس کی آمد کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی۔ تم صرف اپنا تخت بچانے کے لئے ایمان نہیں لا رہے ہو ورنہ اس حقیقت سے تم بھی آگاہ ہو۔

قیصر روم نے اپنے ارادوں میں ناکامی کے بعد حضرت فروہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو پھانسی دے دینے' سر قلم کر دینے کا حکم دیا۔ حضرت فروہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اپنی جان دے دی' سر قلم کرا لیا لیکن اپنے آقا کے دامن رحمت کو مضبوطی سے تھامے رکھا۔ انہوں نے ارتداد پر موت کو ترجیح دی۔ چنانچہ انہیں فلسطین میں عفراء نامی ایک چشمے پر سولی دے کر شہید کر دیا گیا۔ (زاد المعاد جلد 3 صفحہ 45)

وفد بکر بن وائل

یہ وفد بھی فتح مکہ کے بعد سن 9 ہجری میں حاضر بارگاہِ نبوی ہوا جس میں عبد اللہ بن اسود' عبد اللہ بن مرثد اور بشیر بن الخصاصیہ اہم رکن تھے۔ اہلِ وفد سب کے سب اسلام لے آئے۔ ان میں سے حضرت ابنِ اسود رضی اللہ عنہ

Marfat.com

ہجرت کر کے مدینہ شریف آ گئے۔ آپ نے کھجوروں کی ایک تھیلی حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کی تو آپ ﷺ نے ان کے لئے برکت کی دعا کی۔

اس وفد کے ایک شخص آپ ﷺ سے استفسار کیا کہ آپ ﷺ قس بن ساعدہ کو جانتے ہیں؟ حضور پُرنور عالمِ خفاو غیوب مخبر صادق ﷺ نے فرمایا:

لیس ھو سنکم ھذا رجل من اباد تحنف فی الجاھلیة فوافی عکاظ والناس مجتمعون ۔

وہ تم میں سے نہیں تھا بلکہ قبیلہ ایاد میں سے تھا۔ عہدِ جاہلیت میں ہی موحد ہو گیا تھا اور عکاظ کے میلہ میں لوگوں کے سامنے تقریریں کر کے حکیمانہ باتیں سنایا کرتا تھا۔ (الطبقات ابنِ سعد: جلد 1 صفحہ 315)

وفد بنو جرم

فتح مکہ کے بعد سن 9 ہجری میں اس قبیلہ کا ایک وفد حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا۔ کچھ دن مدینہ میں رہ کر اسلام کے احکام سیکھے' وقت رخصت انہوں نے پوچھا کہ ہمیں نماز کون پڑھایا کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے جسے زیادہ قرآن یاد ہو وہ امامت کرائے۔ یہ لوگ واپس پہنچے تو تحقیق کرنے پر پتہ چلا کہ ایک چھ سالہ بچے کو سب سے زیادہ قرآن یاد ہے۔ انہوں نے اس بچے کو ہی اپنا امام بنالیا۔ وہ بچہ اتنا غریب تھا کہ اس کے پاس ستر پوشی کے لئے پورا لباس تک نہ تھا۔ ایک شخص نے اسے بحرین کی گرہ دار قمیض عنائت کر دی۔ اس بچے کا نام حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ تھا۔

روایات میں اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ وفد میں یہ بچہ شامل تھا یا اس کا والد۔ علامہ ابنِ اثیر کے بیان کے مطابق یہ بچہ وفد میں شامل تھا۔ اس کا اپنا بیان ہے کہ مدینہ حاضری سے قبل ہی میں نے آنے جانے والے مسافروں سے قرآن مجید یاد کر لیا تھا لیکن ابنِ سعد نے یہی بیان کیا ہے کہ اس کے والد شریکِ وفد تھے۔ (طبقات ابنِ سعد' جلد 1 صفحہ 337 اسد الغابہ' جلد 4 صفحہ 110)

وفد بنو عذرہ

ماہ صفر سن 9 ہجری میں بارہ افراد کا ایک وفد مدینہ منورہ میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ حضرت حمزہ بن نعمان رضی اللہ عنہ بھی اس وفد میں شامل تھے۔ حضورِ انور رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا من القوم؟ آپ کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں؟ ان کے ترجمان نے جواب دیا نحن بنو عذرة اخوة قبصی لامه ''ہم عذرہ کی اولاد ہیں اور عذرہ قصی کی ماں کی طرف سے بھائی تھا۔'' ہم وہی لوگ ہیں جنہوں نے قصی کی امداد کی اور مکہ سے خزاعہ اور بنی بکر کے تسلط کا خاتمہ کیا۔ ہماری (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم خاندان کے ساتھ) بڑی قربتیں

Marfat.com

ہیں اور بڑی رشتہ داریاں ہیں۔ تاجدارِ کائنات رحمتِ دو عالم حضور پُر نور ﷺ نے فرمایا: مرحبا بکم واھلا

''میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں، تم اپنے گھر والوں کے پاس آ گئے ہو۔''

آپ ﷺ نے انہیں خوش آمدید کہا اور فرمایا:

ابشروا فان الشام ستفتح علیکم ویھرب ہرقل الی ممتنع بلادہ ۔

بشارت دو کہ شام عنقریب فتح ہو جائے گا اور ہرقل (عیسائی بادشاہ) اپنی محفوظ پناہ گاہ کی طرف بھاگ جائے گا۔ (سبل الھدیٰ والرشاد، جلد 6 صفحہ 586)

انہوں نے آپ ﷺ سے چند سوالات پوچھے اور اطمینان قلب کے بعد سب نے اسلام قبول کر لیا۔ ہادیٔ انس وجاں رہبرِ کائنات ﷺ نے انہیں ارشاد فرمایا کہ کاہنوں سے سوال نہ پوچھا کرو، قربانیوں کا جو طریقہ رائج ہے وہ منسوخ ہے، اب صرف استطاعت ہونے پر عید الاضحیٰ کی قربانی واجب ہے۔ چند روز قیام کے بعد عطیات حاصل کر کے یہ لوگ وطن واپس روانہ ہو گئے۔ (سبل الھدیٰ والرشاد، جلد 6 صفحہ 586-587 زاد المعاد، جلد 3 صفحہ 657)

وفد بلّی

ماہ ربیع الاول سن 9 ہجری میں قبیلہ بلّی کا ایک وفد ابوانصاب کی قیادت میں مدینہ طیبہ میں حاضر ہوا۔ ان کے ایک رشتہ دار حضرت رویفع بن ثابت البلوی رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں رہائش پذیر تھے۔ جب انہیں اپنے قبیلہ کے وفد کی آمد کا علم ہوا تو انہوں نے انہیں اپنے پاس ٹھہرایا اور انہیں ساتھ لے کر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو کر عرض کی، کہ یہ میری قوم کے افراد ہیں۔ حضور نبی کریم، رؤف ورحیم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مرحبا بك وبقومك ''میں تمہیں اور تیری قوم کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ چنانچہ وہ سب اسلام لے آئے تو حضور پُر نور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الحمدللہ الذی ھدا کم للاسلام

''میں اس اللہ کی حمد وثنا کرتا ہوں جس نے تمہیں اسلام قبول کرنے کی ہدایت بخشی۔''

جو شخص بھی دین اسلام کو قبول کئے بغیر مرے گا وہ دوزخ کا ایندھن بنے گا۔

اس وفد کے ایک بزرگ نے جن کا نام (حضرت) ابوخبیب (رضی اللہ عنہ) تھا، عرض کی، یارسول اللہ! میں مہمانوں کی ضیافت کرنے کا بڑا شوق رکھتا ہوں، کیا مجھے اس ضیافت کے باعث اجر ملے گا؟ حضور پُر نور ﷺ نے فرمایا: بے شک ضرور ملے گا۔ ہر اچھا کام جو تم کرو خواہ غریب کے ساتھ یا امیر کے ساتھ، اس کا اجر تمہیں ملے گا۔ پھر اس نے پوچھا کہ ضیافت کی مدت کتنی ہے؟ فرمایا تین دن۔ اس کے بعد ضیافت نہیں ہو گی بلکہ صدقہ ہو گا۔ مہمان کے لئے ضروری ہے کہ تمہارے پاس تین دن سے زیادہ قیام نہ کرے تاکہ میزبان کو حرج نہ ہو۔

پھر اس شخص نے گمشدہ مویشی کے بارے میں عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! میں کوئی بھیڑ بکری جنگل میں

Marfat.com

گھومتی دیکھتا ہوں تو کیا کروں؟ فرمایا ھی لك ولاخیك اوللذئب ''اس سے تم فائدہ اٹھاؤ گے یا تمہارا بھائی ورنہ اسے بھیڑیا اچک لے گا۔'' پھر عرض کی' اگر گمشدہ اونٹ مل جائے تو پھر کیا حکم ہے؟ فرمایا مالك ولہ ''تیرا اس سے کیا واسطہ۔'' اسے چھوڑ دو یہاں تک کہ اس کا مالک خود اس کو پالے۔ حاضری کا شرف حاصل کرنے کے بعد یہ اپنے میزبان حضرت رویفع ﷜ کے پاس چلے گئے۔

پیغمبرِ اوّل آخر واعظم' تاجدارِ کائنات' سرکارِ دو عالم' رحمت اللعالمین ﷺ ان کے لئے خود کھجوریں لے کر آئے اور فرمایا تناول کرو۔ آپ ﷺ نے انہیں اپنے پاس تین دن تک مہمان رکھا اور پھر جب وہ رخصت ہونے لگے تو ہر ایک کو انعام واکرام سے نوازا۔ (طبقاتِ ابنِ سعد جلد 1 صفحہ 330' 331)

وفد بنو جیشان

مختلف قبائل کے وفود سے مختلف نوعیت کے سوال کر کے آپ ﷺ حاضرین کو حکمت ودانش کی باتیں سکھاتے اور ان حکمتوں میں پوشیدہ نکات کو عام فہم بنا کر ان کے سامنے پیش کرتے کہ مسائل اپنی پوری جزئیات کے ساتھ ان کے ذہن میں روشن ہو جاتے۔ فتح مکہ کے بعد سن 9 ہجری میں بنو جیشان کا ایک وفد حضرت ابو وہب الجیشانی ﷜ کی سرکردگی میں مدینہ شریف آیا۔ اس وفد نے پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم' حضورِ انور نبی کریم' رؤف ورحیم ہادیٔ انس وجاں ﷺ سے یمن میں استعمال ہونے والی شراب کی دو قسموں کے بارے میں پوچھا جو شہد اور جو سے تیار کی جاتی تھیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا ان کے پینے سے نشہ ہوتا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں زیادہ مقدار میں پئیں تو نشہ ہو جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

مااسکر کثیرہ فقلیلہ حرام — جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے۔ (طبقاتِ ابنِ سعد' جلد 1 صفحہ 359)

وفد بنو قشیر بن کعب

اس قبیلہ (بنو قشیر بن کعب) کا ایک وفد غزوۂ حنین کے بعد سن 9 ہجری میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوا۔ ان میں سے ایک رکن حضرت قرۃ بن ہیرۃ ﷜ نے عرض کیا' ہم نے زمانۂ جاہلیت میں بت بنا رکھے تھے جن کی ہم پرستش کرتے تھے۔ ان میں کچھ مذکر اور کچھ مونث تھے ہم ان کو پکارتے تھے مگر جواب نہ ملتا۔ سوال کرتے تو کچھ حاصل نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ ہم نے ان کو بیکار وعبث جان کر آپ ﷺ کی دعوت قبول کر لی ہے۔

حضور پُر نور نبی کریم ﷺ نے حضرت قرۃ بن ہیرۃ ﷜ صدقات وصول کرنے پر مقرر کیا اور اپنے پاس سے ایک چادر عنایت فرمائی۔ ایک دوسرے رکن حضرت ثور بن عزرہ ﷜ کو وادی عقیق میں دو علاقے ''جمام'' اور ''سد'' عطا فرمائے اور دستاویز لکھ دی۔ (طبقاتِ ابنِ سعد' جلد 1 صفحہ 303) (اسد الغابہ' جلد 4 صفحہ 204)

Marfat.com

وفد نجران

یہ وفد سن 9 ہجری کے اوائل میں مدینہ منورہ آیا۔

نجران' ایک وسیع و عریض علاقہ کا نام ہے جو مکہ مکرمہ سے یمن کی سمت میں سات مراحل یعنی کہ اندازاً 350 کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے اور اس وقت اس میں تہتر گاؤں آباد تھے' اور اس میں ایک لاکھ کے قریب جنگجو جوان موجود تھے۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' ہادیٔ انس و جاں' رہبرِ کائنات' رسولِ بحر و بر' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم' رحمت اللعالمین' تاجدارِ کائنات' سرکارِ دو عالم ﷺ نے ان کی طرف گرامی نامہ ارسال فرمایا جس میں ان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی تھی۔ گرامی نامہ ملنے کے بعد یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں حضورِ انور نبی کریم ﷺ سے مناظرہ کرنے کی غرض سے مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے۔ اس گرامی نامہ کا متن درج ذیل ہے:

''ابراہیم' اسحاق اور یعقوب علیہ السلام کے پروردگار کے نام سے میں اس خط کا آغاز کر رہا ہوں۔ بعد ازاں میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ بندوں کی پرستش کو چھوڑ کر اللہ کی عبادت کیا کرو اور بندوں کی دوستی کو ترک کر کے اللہ کی دوستی کو اختیار کرو۔ اگر تم اس دعوت کو قبول کرنے سے انکار کرو تو پھر جزیہ ادا کرو۔ اور اگر تم جزیہ ادا کرنے سے بھی انکار کرو تو پھر جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ والسلام''

جب یہ گرامی نامہ وہاں کے لارڈ پادری کو موصول ہوا اور اس نے پڑھا تو اس پر شدید گھبراہٹ اور اضطراب کی کیفیت طاری ہوئی۔ اس نے اہلِ نجران میں سے شرحبیل بن وداعہ کو طلب کیا۔ یہ شخص قبیلہ ہمدان کا فرد تھا اور جب کبھی کوئی مشکل مرحلہ پیش آتا تو سب سے پہلے مشورہ کے لئے اس کو طلب کیا جاتا تھا۔ اس کے مقابلہ میں بنو نجران کے تین معروف دانشوروں الایہم السید' ابو حارثہ اور العاقب کی بھی کوئی اہمیت نہ تھی۔ جب شرحبیل حاضر ہوا تو لارڈ پادری نے اللہ کے رسول حضور پُرنور ﷺ کا گرامی نامہ اس طرف بڑھایا۔

اس نے اسے پڑھا۔ لارڈ پادری نے اسے کہا' اے ابو مریم! بتاؤ اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ شرحبیل نے جواب دیا۔ آپ جانتے ہیں کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند حضرت اسماعیل کی اولاد سے نبی معبوث کرنے کا وعدہ فرمایا تھا' ہو سکتا ہے یہ شخص ہی وہ نبی موعود ہو۔ میں دنیاوی معاملات میں مشورہ دے سکتا ہوں لیکن نبوت کے باب میں کچھ کہنے کی جسارت نہیں کر سکتا۔ چنانچہ لارڈ پادری نے اس کو بیٹھنے کا حکم دیا' وہ ہٹ کر ایک جگہ پر بیٹھ گیا۔

اس کے بعد لارڈ پادری نے ایک دوسرے شخص کو بلایا جس کا نام عبداللہ بن شرحبیل تھا۔ اس نے حضورِ انور نبی کریم ﷺ کا گرامی نامہ پڑھا اور وہی رائے دی' جو شرحبیل نے رائے دی تھی۔ لارڈ پادری نے اس کو بھی ایک طرف بیٹھ جانے کا حکم دیا۔ پھر لارڈ پادری نے ایک اور شخص کو بلایا جس کا نام جبار بن فیض تھا۔ اس کو بھی

Marfat.com

گرامی نامہ پڑھایا گیا اوراس کی رائے پوچھی گئی۔اس نے بھی وہی رائے دی جو اس سے پہلے شرحبیل اور عبداللہ دے چکے تھے۔

جب اپنی قوم کے ان تین دانشوروں کی متفقہ رائے پر آگاہ ہوا تو لارڈ پادری نے وادی میں ناقوس بجانے کا حکم دیا۔وہ ہر مصیبت کے وقت اسی طرح کیا کرتے تھے۔تمام اہلِ وادی ناقوس کی آواز سن کر جمع ہوئے۔ اس نے سب کو وہ گرامی نامہ پڑھ کر سنایا اور رائے طلب کی۔سب نے یہ تجویز پیش کی کہ شرحبیل بن وداعہ ہمدانی' عبداللہ بن شرحبیل' جبار بن فیض الحارثی کو مدینہ طیبہ بھیجا جائے۔وہاں جا کر حضور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ سے ملاقات کریں اور پھر واپس آ کر اپنی رپورٹ دیں۔

علامہ ابنِ اسحاق کہتے ہیں کہ نجران کے عیسائیوں کا جو وفد بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا' وہ ساٹھ شہسواروں پر مشتمل تھا۔ان میں چودہ ان کے رئیس تھے۔ان میں سے تین وہ زیرک لوگ تھے جن کی طرف ہر مشکل معاملہ رجوع کیا جاتا تھا اوران کا فیصلہ قطعی تصور کیا جاتا تھا۔ان میں سے ایک کا نام عبدالمسیح تھا جو العاقب کے لقب سے ملقب تھا۔یہ ساری قوم کا امیر اور مشیر تھا۔اس کی رائے کے بغیر وہ کوئی قدم نہیں اٹھاتے تھے۔ دوسرے کا نام الایہم تھا جو السید کے لقب سے ملقب تھا۔قافلہ کی آمدورفت اور قیام وکوچ کا سارا انتظام اس کے سپرد تھا۔تیسرے کا نام ابوحارثہ بن علقمہ تھا جو بنی بکر بن وائل کا فرد تھا۔یہی ابوحارثہ نجران کے تمام عیسائیوں کا لارڈ (بڑا) پادری تھا اوران کا جید عالم اور پیشوا تھا اوران کی ساری مذہبی درسگاہوں کا ناظم اعلیٰ تھا۔

جب یہ وفد مدینہ منورہ کے قریب پہنچا تو انہوں نے اپنے سفر کے لباس کو اتارا اور شاندار لباس زیب تن کیا۔انہوں نے حیرہ کی بنی ہوئی ریشمی خلعتیں پہنیں' سونے کی انگوٹھیاں اپنی انگلیوں میں سجائیں اور مسجد نبوی میں داخل ہوئے۔اس وقت حضور پُرنور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ عصر کی نماز سے فارغ ہو چکے تھے۔انہوں نے مسجد نبوی میں داخل ہو کر مشرق کی طرف منہ کیا اور نماز پڑھنی شروع کی۔بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے انہیں اس سے روکنا چاہا لیکن پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم' ہادیٔ انس وجاں' تاجدارِ کائنات سرکارِ دوعالم ﷺ نے انہیں ایسا کرنے سے منع فرمایا۔چنانچہ انہوں نے اطمینان سے اپنے عقیدہ کے مطابق اپنے قبلہ کی طرف منہ کر کے اپنی نماز ادا کی۔نماز سے فراغت کے بعد بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔سلام عرض کیا لیکن حضور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے ان کے سلام کا کوئی جواب نہ دیا۔پھر انہوں نے سلسلہ گفتگو کا آغاز کرنا چاہا لیکن حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے ان سے کوئی بات نہ کی۔

حضورِ انور ﷺ کے اس طرزِ عمل سے وہ حیرت زدہ ہو گئے۔یہ لوگ حضرت عثمان غنی اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما سے شناسا تھے کیونکہ ان کے درمیان باہمی تجارتی روابط قدیم زمانہ سے تھے۔یہ لوگ ان دونوں حضرات کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ آپ کے نبی ﷺ نے ہمیں گرامی نامہ تحریر فرمایا۔ہم وہ گرامی نامہ

Marfat.com

کو پڑھ کر یہاں حاضر ہوئے لیکن حضور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے نہ ہمارے سلام کا جواب دیا اور نہ ہمارے ساتھ گفتگو کی۔ اب ہم آپ سے مشورہ طلب کرتے ہیں کہ ہم کیا کریں؟ ان دونوں حضرات نے حضرت علی تضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع کیا۔ رمز شناس نبوت نے فرمایا' انہیں کہو کہ یہ ریشمی اور زرنگار قبائیں اتار دیں' سونے کی انگوٹھیاں انگلیوں سے نکال دیں اور اپنے سفر کا سادہ لباس پہن کر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوں۔

چنانچہ انہوں نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے سادہ لباس پہنا اور حاضر خدمت ہو کر سلام عرض کیا تو حضور پُرنور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے ان کے سلام کا جواب دیا۔ ان سے گفتگو شروع کی۔ پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم' رسول اللہ ﷺ نے آیات قرآنی تلاوت فرما کر انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی لیکن انہوں نے اس دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ کہنے لگے کہ ہم تو آپ (ﷺ) کی آمد سے پہلے ہی اسلام قبول کر چکے ہیں۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے فرمایا' تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تین چیزیں تمہیں اسلام قبول کرنے سے روک رہی ہیں۔ تم صلیب کی عبادت کرتے ہو' خنزیر کھاتے ہو اور یہ عقیدہ رکھتے ہو کہ اللہ تبارک تعالیٰ کا ایک بیٹا بھی ہے۔

امام ابوزہرہ فرماتے ہیں کہ ابوحارثہ حضور انور نبی کریم ﷺ کی جلوت وخلوت میں بڑی تعظیم وتکریم کیا کرتا تھا۔ جب ابوحارثہ حضور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوا تو خچر پر سوار تھا اور اس کے ساتھ اس کا بھائی جس کا نام کرز بن علقمہ تھا' وہ اپنے خچر پر سوار ہو کر جا رہا تھا۔ ابوحارثہ کا خچر ایک دفعہ پھسلا تو اس کے بھائی نے کہا **تعس الا بعد** ''جو دور ہے وہ ہلاک ہو'' اس سے وہ حضورِ انور نبی کریم ﷺ کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ ابوحارثہ یہ گستاخانہ جملہ سن کر ضبط نہ کر سکا۔ اس نے کہا **تعست انت** ''تو ہلاک وبرباد ہو'' بخدا! یہ ہستی تو اللہ کا نبی ہے۔ جس کے لئے ہم صدیوں سے چشم براہ ہیں۔

اس کے بھائی نے یہ جملہ سنا تو ابوحارثہ کو کہا کہ بھئی! جب ان کے بارے میں تمہارا یہ عقیدہ ہے تو پھر ان کی اطاعت کیوں قبول نہیں کرتے۔ ابوحارثہ نے کہا' تم کو علم نہیں ہے کہ روم کے شہنشاہوں نے ہمیں کن اعزازات سے نوازا ہے اور کس طرح سونے چاندی کے ڈھیر ہمارے قدموں میں لگا دیئے ہیں اور ہمیں عزت وشرف کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز کیا' یہ شاہان روم اس نبی کو ماننے کے لئے تیار نہیں اور اگر ہم اس کی اطاعت قبول کر لیں گے تو ہم سے یہ سارے اعزازات واپس لے لئے جائیں گے' ہمیں سونے چاندی کے ان انباروں سے محروم کر دیا جائے گا' اس کے لئے ہم تیار نہیں۔ کرز بن علقمہ نے اپنے بھائی ابوحارثہ کی جب یہ بات سنی تو اس کے دل میں گھر کر گئی اور کچھ عرصہ بعد اس نے پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم' ہادیٔ انس وجاں' حضورِ انور نبی کریم ﷺ کے دستِ مبارک پر اسلام کی بیعت کر لی۔

Marfat.com

ایک روایت میں ہے کہ نجرانی وفد کے ایک رکن نے کہا المسیح ابن اللہ "مسیح اللہ تبارک تعالیٰ کا بیٹا ہے" کیونکہ ان کا کوئی باپ نہیں۔ دوسرے نے کہا کہ مسیح خدا ہے' کیونکہ اس نے مردوں کو زندہ کیا' غیب کی خبریں بتائیں' لاعلاج بیماروں کو ان کی بیماریوں سے شفایاب کیا اور مٹی کے کیچڑ سے پرندہ بنا کر اسے زندہ کر کے محو پرواز کر دیا۔ کیا ان کمالات کے باوجود آپ انہیں عبد (بندہ) کہتے ہیں؟ پیغمبرِ اسلام ﷺ نے کسی جھجک کے بغیر یہ اعلان فرمایا: ھو عبد اللہ و کلمتہ القھا الیٰ مریم "حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے ہیں اور یہ اس کلمہ "کُن" سے پیدا ہوئے جو سارے انسانوں کے خالق نے حضرت مریم میں پھونکا تھا" یہ سنتے ہی وہ غصہ سے بھڑک اٹھے' کہنے لگے کہ ہم اس وقت تک راضی نہیں ہوں گے جب تک آپ (ﷺ) انہیں خدا نہ کہیں۔ اگر آپ (ﷺ) یہ کہنے میں سچے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام بندے ہیں تو ہمیں کوئی ایسا بندہ دکھایئے جس نے مردوں کو زندہ کیا ہو۔ مادرزاد اندھے یا کسی کوڑھی کو شفایاب کیا ہو۔ یا کیچڑ سے پرندہ بنا کر اسے زندہ کر کے اڑایا ہو۔

ان کی ان ہرزہ سرائیوں کے جواب میں حضور انور نبی کریم ﷺ نے سکوت اختیار فرمایا۔ فوراً جبرائیل امین سورہ مائدہ کی آیات 72 اور 73 لے کر حاضر ہوئے۔ جن میں خالق و مالک کائنات کا ارشاد مبارک یوں ہے:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

ترجمہ: "بیشک کافر ہو گئے وہ جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ مسیح بن مریم ہی تو ہے حالانکہ کہا تھا خود مسیح نے اے بنی اسرائیل! عبادت کرو اللہ کی جو میرا بھی ربّ ہے اور تمہارا بھی ربّ ہے۔ یقیناً جو بھی شریک بنائے گا اللہ کے ساتھ تو حرام کر دی ہے اللہ تبارک تعالیٰ نے اس پر جنت اور اس کا ٹھکانا آگ ہے اور نہیں ظالموں کا کوئی مددگار۔

بیشک کافر ہو گئے وہ جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ تیسرا ہے تین (خداؤں) سے اور نہیں ہے کوئی خدا مگر ایک اللہ' اور اگر باز نہ آئے تو اس (قول باطل) سے جو وہ کہہ رہے ہیں تو ضرور پہنچے گا جنہوں نے کفر کیا ان میں سے' دردناک عذاب۔" (سورہ مائدہ آیات 72'73)

پھر انہوں نے پوچھا کہ آپ ﷺ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا کہتے ہیں تا کہ ہم اپنی قوم کے پاس واپس جا کر آپ ﷺ کے فرمان' کی رائے سے انہیں آگاہ کریں۔ حضورِ انور ﷺ نے فرمایا کہ اس سوال کے جواب کے لئے آج کا دن میرے پاس قیام کرو تا کہ میں تمہیں اس سوال کا جواب دوں۔ جب دوسرا دن ہوا تو اللہ تبارک تعالیٰ نے سورہ آلِ عمران کی آیات 59 اور 60 نازل فرمائی' جن میں خالق و مالکِ کائنات کا ارشاد پاک

Marfat.com

یوں ہے:

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝

ترجمہ:- ''بیشک مثال عیسیٰ کی اللہ تبارک تعالیٰ کے نزدیک آدم کی مانند ہے' بنایا اسے مٹی سے پھر فرمایا اسے ہو جا' تو وہ ہو گیا۔ (اے سننے والے) یہ حقیقت کہ عیسیٰ انسان ہیں تیرے ربّ کی طرف سے بیان کی گئی ہے۔ پس تو نہ ہو جا شک کرنے والوں سے۔'' (سورہ آلِ عمران آیات 59 '60)

اس کے باوجود وہ اپنی ضد پر اڑے رہے تو اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے محبوب کو حکم دیا کہ ان عقل کے اندھوں کو مباہلہ کا چیلنج دیں۔ اور اس سے متعلق سورہ آلِ عمران کی آیتِ مبارکہ 61 نازل فرمائی جس میں فرمانِ ربّ العالمین ہے:

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ قف ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝

ترجمہ:- ''پس جو شخص جھگڑا کرے آپ سے اس بارے میں اس کے بعد کہ آ گیا آپ کے پاس (یقینی) علم تو آپ کہہ دیجئے کہ آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو بھی اور تمہارے بیٹوں کو بھی اور اپنی عورتوں کو بھی اور تمہاری عورتوں کو بھی۔ اپنے آپ کو اور تم کو۔ پھر بڑی عاجزی سے (اللہ کے حضور) التجاء کریں۔ پھر بھیجیں اللہ تبارک تعالیٰ کی لعنت جھوٹوں پر۔'' (سورہ آلِ عمران آیت 61)

اس آیت کے نزول کے بعد حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے فرمایا' میرے خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ اگر اتنی وضاحتوں کے باوجود تم باطل پر اڑے رہو تو آؤ میرے ساتھ مباہلہ کرو۔ دونوں فریق میدان میں نکل کر بڑی عاجزی سے بارگاہِ الٰہی میں دعا مانگیں کہ جو جھوٹا ہے' اللہ تبارک تعالیٰ اس کو تباہ برباد کر دے۔ یہ سن کر وہ بولے ہمیں اس معاملہ میں غور و فکر کرنے کی مہلت دیجئے۔ حضور پُر نور ﷺ نے مہلت عطا فرمائی۔ وہ خلوت میں مشورہ کرنے کے لئے جمع ہوئے۔

دوسرے روز صبح سویرے اللہ تبارک تعالیٰ' قادرِ مطلق کے نبی برحق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ حضور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کے ہمراہ حسنین کریمین' ان کی والدہ محترمہ حضرت خاتونِ جنت' اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب رضوان اللہ علیہم جیسی برگزیدہ ہستیاں تھیں۔ ان کے نورانی اور پُر جلال چہروں کو دیکھ کر ان کا لارڈ پادری ہوش میں آ گیا اور کہنے لگا مجھے ایسے چہرے نظر آ رہے ہیں کہ اگر یہ اللہ تبارک تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں کہ اس پہاڑ کو یہاں سے ہٹا دے تو اللہ تبارک تعالیٰ اس پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹا دے گا۔

اس وقت عاقب اور سیّد نے کہا کہ دیکھو ان سے مباہلہ نہ کرنا اور دونوں نے اپنی قوم کو مشورہ دیا کہ تم

Marfat.com

خوب جانتے ہو کہ یہ اللہ کے رسول ہیں اور جب کوئی قوم اللہ کے رسول سے مباہلہ کرتی ہے تو اس کو تباہ و برباد کر دیا جاتا ہے۔ ان میں سے کوئی ایک فرد باقی نہیں رہتا۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ بے جا ضد ترک کر دو اور ان پر ایمان لے آؤ اور اگر تم اپنے مذہب کو کسی قیمت پر چھوڑنے کے لئے تیار نہیں تو پھر ان سے صلح کر لو اور اپنے وطن واپس لوٹ جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے مباہلہ کا چیلنج قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

اس صورتِ حال میں جلد ہی وفد نجران کی یہ رائے ٹھہری کہ حضورِ انور رسول اللہ ﷺ ہی کو اپنے بارے میں حکم بنایا جائے۔ چنانچہ انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ آپ ﷺ کا جو مطالبہ ہو ہم اسے ماننے کو تیار ہیں۔ اس پیش کش پر حضور پُرنور رسول اللہ ﷺ نے ان سے جزیہ لینا منظور کیا' اور دو ہزار جوڑے کپڑوں پر مصالحت فرمائی۔ ایک ہزار ماہِ رجب میں اور ایک ہزار ماہِ صفر میں۔ اور طے کیا کہ ہر جوڑے کے ساتھ ایک اوقیہ (ایک سو باون گرام چاندی) بھی ادا کرنی ہو گی۔ اس کے عوض آپ ﷺ نے انہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ذمہ عطا فرمایا اور دین کے بارے میں مکمل آزادی مرحمت فرمائی۔ اس سلسلے میں آپ ﷺ نے انہیں ایک باقاعدہ نوشتہ لکھ دیا۔ ان لوگوں نے گزارش کی آپ ﷺ ان کے ہاں ایک مرد (امانت دار) آدمی روانہ فرمائیں۔ اس پر آپ ﷺ نے صلح کا مال وصول کرنے کے لئے اس امت کے امین حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا۔

اس کے بعد ان کے اندر اسلام پھیلنا شروع ہوا۔ اہلِ سیر کا بیان ہے کہ سیّد اور عاقب نجران پلٹنے کے بعد مسلمان ہو گئے۔ پھر حضور انور نبی کریم ﷺ نے ان سے صدقات اور جزیے لانے کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا اور ظاہر ہے کہ صدقہ مسلمانوں ہی سے لیا جاتا ہے۔ (فتح الباری جلد 8 صفحہ 94' 95۔ زاد المعاد جلد 3 صفحہ 38 تا 41۔ سبل الہدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 641 تا 643۔ خاتم النبیین جلد 2 صفحہ 1129)

وفد بنو ازد

فتح مکہ کے بعد سن 9 ہجری میں یمن کے علاقے سے حضرت صرد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں سات افراد پر مشتمل بنی ازد کا ایک وفد مدینہ منورہ میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضورِ انور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ ان کی شکل و صورت وضع قطع' صاف ستھرے لباس اور خوش کلامی دیکھ کر بڑے متعجب ہوئے۔

اور ان سے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے عرض کی' ہم ایماندار قوم ہیں۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ ان کا جواب سن کر مسکرائے اور ان سے دریافت کیا کہ ہر بات کی ایک حقیقت ہوا کرتی ہے۔ تمہارے اس قول اور ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ انہوں نے عرض کی' ہمارے ایمان اور قول کی حقیقت وہ پندرہ خصلتیں ہیں جن پر ہم عمل پیرا ہیں۔ ان پندرہ خصلتوں سے پانچ وہ ہیں جو حضور پُرنور ﷺ کے قاصدوں نے ہمیں سکھائی ہیں۔ پانچ وہ ہیں' جو حضور

Marfat.com

نبی کریم، رؤف ورحیم ﷺ نے خود سکھائی ہیں اور پانچ وہ ہیں جن پر ہم زمانۂ جاہلیت میں بھی عمل پیرا تھے۔

پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم، حضورِانور نبی کریم، رؤف ورحیم، رحمت للعالمین ﷺ نے فرمایا وہ پانچ خصلتیں کون سی ہیں جو میرے قاصدوں نے سکھائی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حضورِانور ﷺ کے قاصدوں نے ہمیں حکم دیا تھا کہ ہم اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کے رسولوں پر، اس کی کتابوں پر، یوم قیامت پر اور قدر پر ایمان لے آئیں۔ پھر حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے دریافت فرمایا، وہ پانچ خصلتیں کون سی ہیں جو میں نے تم کو سکھائی ہیں۔ انہوں نے عرض کی کہ ہم اس بات کا اقرار کریں، کہ لاالــــہ الا اللہ یعنی خدا کے سوا کوئی معبود نہیں، ہم نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں، ماہِ رمضان کے روزے رکھیں اور اگر استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حج کریں۔

پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف ورحیم ﷺ نے اگلا سوال کیا کہ وہ باتیں بتاؤ جن پر تم جاہلیت سے عمل پیرا ہو؟ انہوں نے عرض کیا خوشحالی کے وقت شکر کرنا، مصیبت پر صبر کرنا، راضی برضائے الٰہی رہنا، آزمائش کے وقت راستبازی پر قائم رہنا اور دشمنوں کی مصیبت پر خوش نہ ہونا۔ حضورِانور نبی کریم ﷺ نے فرمایا آپ لوگ تو اہلِ حکمت اور اہلِ علم میں سے ہیں۔ آپ کی حکمت ودانش انبیاء کی حکمت ودانش ہے۔

پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم، ہادیٔ انس وجاں، رہبرِ کائنات، رسولِ بحر وبر، سیّد المرسلین ﷺ نے پھر فرمایا: میں پانچ خصلتوں کا مزید اضافہ کرتا ہوں تاکہ ان خصائل کی تعداد بیس ہو جائے۔

فلا تجمعوا ما لا تاکلون ولا تبنوا مالا تسکنون ولا تنا فسوا فی شیء و انتم غدا عنه زائلون واتقوا الله الذی الیه ترجعون و علیه تعرضون وارغبوا فیهما علیه تقدمون وفیه تخلدون .

1- ''ان اشیاءِ خوردنی کے ڈھیر نہ لگاؤ، جنہیں تم کھاؤ گے نہیں۔
2- بغیر ضرورت کے مکانات تعمیر نہ کرو، جن میں تم نے سکونت پذیر نہیں ہونا ہے۔
3- ایسی چیز کے حصول میں سبقت نہ لے جاؤ، جن سے کل تمہیں دستبردار ہونا ہے۔
4- اس اللہ سے ڈرو جس کی طرف تم نے لوٹ کر جانا ہے اور جس کے روبرو تمہیں پیش کیا جانا ہے۔
5- اس چیز میں رغبت کرو جہاں تم نے جانا ہے اور وہاں ہمیشہ رہنا ہے۔''

یہ ارشادات نبوی سننے کے بعد وہ اپنے وطن واپس چلے گئے۔ انہوں نے ان زریں احکام وصایا کو یاد رکھا اور ان پر اللہ کی توفیق اور حضورِانور نبی کریم ﷺ کی برکت سے عمل پیرا رہے۔

ابن ہشام کا بیان ہے کہ وقت رخصت حضورِانور نبی کریم ﷺ نے حضرت صرد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرما کر حکم دیا کہ یمن کے مشرکین کے خلاف جہاد کرو انہوں نے تعمیل ارشاد کا وعدہ کیا اور واپس روانہ ہو گئے۔

(زادالمعاد جلد 3 صفحہ 620، السیرۃ النبویہ احمد بن زینی دحلان جلد 3 صفحہ 53، خاتم النبیین جلد 2 صفحہ 1152)

Marfat.com

وفد بنوسعد العشیرہ

قبیلہ بنوسعد العشیرہ یمن میں ایک بت کی زبردست پوجا کیا کرتے تھے۔اس قبیلہ کے ایک سعادت مند شخص حضرت زباب رضی اللہ عنہ حضورِ انور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور ہجرت کی خبر سن کر مدینہ منورہ میں خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کرلیا۔سفر پر روانگی سے قبل وہ اپنی قوم کے بت کومسمار کرآئے تھے۔

(طبقات ابنِ سعد جلد 1 صفحہ 343)

وفد عبدالقیس

ان کی آبادیاں اور مساکن بحرین میں تھے۔اس قبیلے کا وفد دوبار خدمتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا تھا۔پہلی بار سن 5 ہجری میں یا اس سے بھی پہلے اور دوسری بار عام الوفود سن 9 ہجری میں پہلی بار اس کی آمد کی وجہ یہ ہوئی کہ اس قبیلے کا ایک شخص منقذ بن حبان سامانِ تجارت لے کر مدینہ آیا جایا کرتا تھا۔وہ جب حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد پہلی بار مدینہ آیا اور اسے اسلام کا علم ہوا تو وہ مسلمان ہوگیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خط لے کر اپنی قوم کے پاس گیا۔ان لوگوں نے بھی اسلام قبول کرلیا اور ان کے 13 یا 14 آدمیوں کا ایک وفد حرمت والے مہینے میں خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔اسی دفعہ اس وفد نے پیغمبرِ اوّل و آخر واعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان اور مشروبات کے متعلق سوال کیا تھا اس وفد کا سربراہ الاشج العصری تھا جس کے بارے میں حضور پُرنور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم میں دو ایسی خصلتیں ہیں جنہیں اللہ پسند کرتا ہے۔(1) دوراندیشی اور (2) بُردباری۔

عبدالقیس کا پہلے وفد یا وہ وفد جو سن 5 ہجری میں مدینہ منورہ میں حاضر خدمتِ اقدس ہوا اس کی روایت یوں بیان کی گئی ہے۔

ایک روز پیغمبرِ اوّل و آخر واعظم، تاجدارِ کائنات رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معیت میں تشریف فرما تھے اور ان سے محوِتکلم تھے تو مشرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اچانک فرمایا، ادھر سے ایک وفد آنے والا ہے، مشرق کی طرف سے آنے والے تمام وفود سے یہ بہترین وفد ہے۔کسی جبر واکراہ کے بغیر انہوں نے دور دراز کی مسافت طے کی ہے۔ان کی سواریوں کے جانور سفر کی طوالت کے باعث لاغر اور دبلے ہوگئے ہیں، زادِراہ ختم ہوگیا ہے۔پھر دعا فرمائی:

اللھم اغفر لعبد القیس ''اے اللہ! عبدالقیس کے وفد کو بخش دے۔''

یہ سن کر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ وہاں سے اٹھ کر اس وفد کے استقبال کے لئے تشریف لے گئے اور راہ میں ہی ان سے ملاقات ہوگئی۔ان کی تعداد تیرہ یا چودہ بیان کی گئی ہے۔آپ نے ان سے پوچھا من القوم؟ ''آپ کا تعلق کس قبیلہ سے ہے؟'' انہوں نے جواب دیا من بنی عبدالقیس ''ہم عبدالقیس کے قبیلہ کے

Marfat.com

افراد ہیں'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کلمات خیر سے انہیں شادکام کیا جو پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضورِ انور رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں ارشاد فرمائے تھے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ انہیں لے کر وہاں پہنچے جہاں امام الانبیاء' خاتم النبیین سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ فرما تھے۔ انہیں بتایا کہ یہ ہے وہ ذات اقدس جس کی زیارت کے لئے تم طویل مسافتیں طے کر کے آئے ہو۔ آپ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو سامنے دیکھ کر

فرمی القوم بانفسھم عن رکائبھم بباب المسجد وتبادروا یقبلون یدہ' ورجلہ ۔

''(انہیں یارائے ضبط نہ رہا) اپنی سواریوں سے چھلانگیں لگا لگا کر نیچے اتر رہے تھے اور دوڑ کر بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو رہے تھے اور جو بھی حاضر ہوتا وہ حضور کے دستِ مبارک کو بھی بوسہ دیتا اور قدم ناز کو بھی چوم لیتا۔''

اور وہ یوں اپنے دل بے قرار کی حسرت کو پورا کر رہے تھے۔

البتہ ایک شخص نے اس جلد بازی میں ان کا ساتھ نہ دیا۔ وہ اس وفد کا سربراہ تھا اس کا نام منذر تھا اور لقب اشج العصری تھا۔ اس نے پہلے تو اونٹوں کو ایک جگہ بٹھایا اور ساتھیوں کا سامان وغیرہ اکٹھا کیا پھر اپنی گٹھڑی سے سفید رنگ کے صاف ستھرے کپڑے نکالے اور اپنے جسم سے گرد و غبار جھاڑ کر لباس تبدیل کیا۔ اس کے بعد وہ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور نبی کریم' رؤف و رحیم' رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور دستِ اقدس کو بوسہ دیا۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا یہ انداز پسند آیا' اور فرمایا:

''تمہارے اندر دو ایسی عادتیں ہیں' جو اللہ تبارک تعالیٰ کو بہت پسند ہیں۔ تحمل اور ہر کام کو سوچ سمجھ کر کرنا۔''

حضرت منذر عرف اشج العصری رضی اللہ عنہ نے پوچھا' ''یارسول اللہ! یہ عادتیں میں نے خود اپنائی ہیں' یا اللہ تبارک تعالیٰ نے میری طبیعت ہی ایسی بنائی ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تبارک تعالیٰ نے طبیعت ہی ایسی بنائی ہے۔''

حضرت منذر عرف اشج العصری رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ایسی عادتیں میری فطرت میں ودیعت کی ہیں' جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند ہیں۔''

پھر جب بیعت کا وقت آیا' تو حضورِ انور نبی کریم' رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا' کہ تم صرف اپنی طرف سے بیعت کرو گے' یا پوری قوم کی طرف سے؟

سب نے کہا کہ پوری قوم کی طرف سے۔ مگر حضرت منذر عرف اشج العصری رضی اللہ عنہ نے ان سے اختلاف کیا اور عرض کی۔

''آپ جانتے ہی ہیں کہ آبائی مذہب کو چھوڑنا انسان کے لئے کتنا مشکل ہوتا ہے۔ اس لیے فی الحال ہم

Marfat.com

صرف اپنی طرف سے بیعت کریں گے' البتہ واپس جا کر تبلیغ کریں گے اور دوسرے لوگوں کو بھیجیں گے۔
ان میں سے جس نے ہمارے ساتھ اتفاق کیا وہ ہمارا ساتھی ہو گا اور جس نے اختلاف کیا اس کو ہم بارِ حیات سے سبکدوش کر دیں گے۔''
حضرت منذر عرف اشج العصری رضی اللہ عنہ کی یہ رائے بھی حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کو پسند آئی اور ان سے بیعت لے لی۔
اس دلنواز آقائے کائنات ﷺ نے اپنے مشتاقانِ جمال کو ان کلماتِ طیبات سے خوش آمدید کہا: **مرحبا بالقوم غیر خزایا ولا ندامی**
''اے قوم! میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں تم کبھی رسوا نہ ہو اور کبھی نادم نہ ہو۔''
اہل وفد عبدالقیس دست بوسی اور قدم بوسی سے اپنے قلب مضطر کو تسکین دینے کے بعد اپنی گزارشات یوں پیش کرنے لگے ''یارسول اللہ ﷺ! ہم دور دراز کی مسافتیں طے کر کے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے ہیں۔ ہماری راہ میں ایک کافر اور سرکش قبیلہ مضر کی آبادیاں ہیں' وہ پرلے درجے کے قزاق اور لٹیرے ہیں۔ ہم صرف اشہر حرم (حرمت والے مہینوں میں) ہی حاضر خدمت ہو سکتے ہیں۔ ازراہ کرم! ہمیں ایسے ارشادات سے نوازیئے جن پر ہم خود بھی عمل پیرا ہوں اور اپنے قبیلہ کے ان افراد کو بھی جا کر بتائیں جو پیچھے رہ گئے ہیں تا کہ وہ بھی ان پر کاربند ہو کر اپنی دنیا و آخرت کو سنوار لیں اور سب جنت میں داخل ہو سکیں۔
حضورِ انور ﷺ نے فرمایا:
''میں تمہیں اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہوں۔ تم جانتے ہو کہ ایمان کیا ہے۔'' اور پھر خود ہی اس کی تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

الایمان باللہ شهادة ان لا اله الا اللہ وان محمدا رسول اللہ واقام الصلوٰة وایتاء الزکوٰة وصوم رمضان وان تعطو الخمس من الغنم؟

''یہ گواہی دو کہ اللہ تبارک تعالیٰ کے بغیر اور کوئی معبود نہیں اور محمد مصطفیٰ اللہ کے رسول ہیں' نماز قائم کرو' زکوٰۃ ادا کرو' ماہِ رمضان کے روزے رکھو اور مالِ غنیمت میں سے پانچواں حصہ ادا کرو۔''
پھر فرمایا:

وانهاكم عن اربع عن الدباء والحنتم والنقير والمزفت ۔

تمہیں چار چیزوں سے منع کرتا ہوں۔ یہ چاروں مختلف قسم کے برتن تھے' جن میں وہ شراب بنایا کرتے تھے:
الدباء: کدو کا گودا نکال کر اس کی جلد کو خشک کر لیا گیا ہو۔

Marfat.com

حنتم: وہ گھڑا جس پر سبز رنگ کا لیپ کر دیا گیا ہوتا کہ اس کے مسام بند ہو جائیں۔

نقیر: درخت کے تنے کو کھود کر گھڑا بنایا گیا ہو۔

مزفت: جس پر تارکول کا لیپ کیا گیا ہو۔

کیونکہ ان برتنوں میں وہ شراب بنایا کرتے تھے' ابتداء میں جب شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو ان برتنوں کا استعمال بھی ممنوع قرار دیا گیا تاکہ انہیں دیکھ کر شراب پینے کا شوق ان کو پھر شراب پینے پر مجبور نہ کر دے۔ لیکن جب وہ احکام اسلامی کی بجا آوری میں پختہ ہو گئے تو پھر ان برتنوں کے استعمال کی حرمت باقی نہ رہی۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 560' 561' السیرۃ النبویہ احمد بن زینی دحلان جلد 3 صفحہ 23' 24 زاد المعاد جلد 3 صفحہ 605' السیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 344)

سن 9 ہجری والا وفد عبدالقیس

دوسری بار اس قبیلے کا وفد جیسا کہ پہلے بتایا گیا وفود والے سال میں آیا تھا۔ اس وقت ان کی تعداد چالیس تھی اور ان میں علاء بن جارود عبدی تھا جو نصرانی تھا لیکن مسلمان ہو گیا اور اس کا اسلام بہت خوب رہا۔

اس کی تفصیل یوں ہے۔

علاء بن جارود عبدی نے کتب آسمانی کا عمیق مطالعہ کیا ہوا تھا۔ اس نے حاضرِ خدمتِ اقدس ہو کر چند اشعار پڑھ کر سنائے جن میں حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کو اس نے مخاطب کیا ہوا تھا۔ جن میں یہ دو شعر بھی تھے۔

یانبی الهدیٰ اتاك رجال — قطعت فدفدا اوالافا

لاتتقی وقع یوم عبوس — اوجل القلب ذکره ثمه هالا

1- ''اے ہدایت کے نبی! یہ لوگ وسیع و عریض جنگلات کو طے کرتے ہوئے اور سرابوں کو عبور کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔''

2- ''وہ اس ترش دن کے وقوع پذیر ہونے سے نہیں ڈرتے جس کا ذکر دل کو خوفزدہ اور ہراساں کر دیتا ہے۔''

اس وفد کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ سن 9 ہجری میں حاضر خدمت ہوا۔ حضرت علاء بن جارود ی رضی اللہ عنہ نے اپنے اشعار سنانے کے بعد عرض کی کہ اس سے پہلے میں نے نصرانیت اختیار کی ہوئی تھی لیکن اب ، کو چھوڑ کر آپ کا لایا ہوا دین قبول کرتا ہوں۔ میرے گناہوں کی بخشش کا حضور انور ﷺ ذمہ اٹھائیں۔

نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا:

ا ضامن ان قدهداك الیٰ ماحو خیر منه

Marfat.com

''میں یہ ذمہ داری قبول کرتا ہوں۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے تمہیں ہدایت دی ہے اور تو نے وہ دین قبول کیا ہے جو تیرے پہلے دین سے صدہا درجہ بہتر ہے۔''

چنانچہ اس نے دین اسلام کو قبول کیا اور اس کی پیروی کرتے ہوئے وفد کے دیگر ارکان بھی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

اس وفد کے مسلمان ہونے کے سلسلے میں ایک اور روایت میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ اس سفر میں حضرت جارود رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حضرت سلمہ بن عیاض اسدی رضی اللہ عنہ بھی تھا۔ حضرت جارود رضی اللہ عنہ نے ایک روز حضرت سلمہ بن عیاض اسدی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ایک نیا شخص ظاہر ہوا ہے جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ کیا تم اس کے پاس جانے کے لئے تیار ہو؟ اگر ہمیں اس میں کوئی صداقت معلوم ہوئی تو ہم اس کو قبول کرلیں گے۔ میرا یہ خیال ہے کہ یہ وہی نبی ہے جس کی آمد کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی۔ لیکن ہم دونوں اس کو آزمانے کے لئے اپنے اپنے دل میں مسئلے مخفی رکھیں گے۔ اگر اس نے ہمارے نہاں خانۂ دل میں مضمر مسائل کو جان لیا تو پھر وہ یقیناً نبی برحق ہوگا۔

یہ باتیں طے کرنے کے بعد وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ پہلے حضرت جارود رضی اللہ عنہ نے اپنی گفتگو کا آغاز کیا۔ اس نے پوچھا بم بعثك ربك يامحمد ''اے سراپا حسن وخوبی! آپ کے ربّ نے آپ کو کیا دے کر مبعوث فرمایا؟''

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم، عالمِ خفا و غیوب، مخبرِ صادق ﷺ نے جواب ارشاد فرمایا:

بشهاده ان لااله الا الله وانی عبدالله ورسوله
والبراءة من كل ند يعبدمن دون الله وباقام
الصلوٰة لوقتهاوايتاء الزكوٰة بحقها وصوم
رمضان وحج البيت بغير الحاد من عمل صالحا
فلنفسه ومن اساء فعليها وما ربك بظلام للعبيد

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تبارک تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ نیز مجھے حکم دیا ہے کہ میں معبودانِ باطلہ سے اپنا تعلق منقطع کرلوں۔ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں بروقت ہر نماز کو ادا کروں، اپنے مال کی زکوٰۃ دوں اور حج کروں۔ نیز مجھے اس حقیقت سے بھی آگاہ کیا ہے کہ جو شخص نیک اعمال کرتا ہے ان کا فائدہ اس کو ملتا ہے اور جو برے اعمال کا مرتکب ہوتا ہے، ان کا بوجھ بھی اس (کی گردن) پر ہوگا اور آپ کا رب بندوں پر ظلم نہیں کیا کرتا۔''

Marfat.com

پھر حضرت جارود رضی اللہ عنہ نے کہا' اگر آپ نبی ہیں تو ہمیں بتائیں کہ ہم نے اپنے دلوں میں کیا چھپا رکھا ہے؟ حضور پُر نور' عالمِ خفا و غیوب' مخبرِ صادق ﷺ نے تھوڑی دیر توقف کیا جیسے اونگھ آئی ہو پھر سر مبارک کو اٹھایا۔ اس وقت پسینے کے قطرے ڈھلک رہے تھے۔ پھر فرمایا' اے جارود! تم نے یہ تین باتیں اپنے دل میں چھپائی ہوئی ہیں تا کہ ان کے بارے میں مجھ سے دریافت کرے۔ (1) جو لوگ زمانۂ جاہلیت میں مقتول ہوئے ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ (2) زمانۂ جاہلیت میں جو معاہدے طے پائے ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ (3) زمانۂ جاہلیت میں جو عطیات دیئے گئے تھے ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اس عالمِ خفا و غیوب مخبر صادق ﷺ نے ان تینوں دل میں چھپائے ہوئے سوالات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا' زمانۂ جاہلیت کے مقتولوں کا خون ہدر ہے۔ ان کے قاتلوں سے کوئی قصاص نہیں لیا جائے گا۔ زمانۂ جاہلیت کی قسمیں بھی مردود ہیں۔ بہترین صدقہ یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کو اپنے اونٹ پر سوار کر لو اور اپنی بکری کا دودھ اسے پیش کرو۔

پھر روئے سخن اس کے دوسرے ساتھی حضرت سلمہ بن عیاض اسدی رضی اللہ عنہ کی طرف کرتے ہوئے فرمایا کہ اے سلمہ! تم نے یہ تین سوال اپنے دل میں چھپائے ہوئے ہیں۔

(1) بتوں کی پرستش کا کیا حکم ہے؟ (2) یوم سباسب کی حقیقت کیا ہے؟ (3) عقل ہجین کی حقیقت کیا ہے؟ لو! اب اپنے ان سوالات کا جواب گوش و ہوش سے سنو۔

(1) بتوں کی پوجا قطعاً حرام ہے۔ سورۂ انبیاء آیت 98 میں ارشاد الٰہی ہے:

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وَارِدُوْنَ ۔ (سورۂ انبیا آیت 98)

ترجمہ: "تم اللہ کے سوا اور جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو وہ جہنم کا ایندھن ہیں اور تم اس میں داخل ہو گے۔"

(2) سباسب کے عوض اللہ تبارک تعالیٰ نے تمہیں لیلۃ القدر عطا فرمائی ہے' ارشاد الٰہی ہے:

لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ اس کو ماہِ رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کرو۔

(3) اللہ تبارک تعالیٰ نے تمام اہلِ ایمان کے خون کو برابر قرار دیا ہے' چھوٹے بڑے امیر و غریب کی کوئی تفریق نہیں۔

ان کے دلوں میں مخفی سوالات سے پردہ اٹھانے کے بعد ان کے تسلی بخش جواب سے جب آگاہ کیا گیا انہوں نے از خود رفتہ ہو کر باآواز بلند اعلان کر دیا:

نشهد ان لااله الا الله وحده لا شريك له وانك عبده ورسوله ۔

(السیرۃ النبویہ احمد زینی دحلان جلد 3 صفحہ 23۔ السیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 343)

وفدِ بنو عقیل بن کعب

تین آدمیوں پر مشتمل ایک وفد فتحِ مکہ کے بعد سن 9 ہجری میں بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا۔ انس بن قیس

Marfat.com

ربیع بن معاویہ اور مطرف بن عبداللہ رضی اللہ عنہم تینوں اراکینِ وفد نے اسلام قبول کر لیا اور پیچھے رہ جانے والے لوگوں کی جانب سے بھی بیعت کی۔ تاجدارِ کائنات، سرکارِ دو عالم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے انہیں مقام "عقیق بن عقیل" عطا فرمایا۔ اس بارے میں ایک دستاویز بھی لکھ کر دی جو حضرت مطرف بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس رہی۔

وفدِ بنو رُؤاس

قبائل کے درمیان دورِ جاہلیت کی عصبیت کا جاگ اٹھنا غیر متوقع نہیں تھا۔ تاہم اگر کسی قبیلے کی طرف سے کوئی غلط قدم اٹھا لیا جاتا تو اپنی غلطی کا احساس بھی اتنی ہی شدت کے ساتھ ہوتا اور پھر بارگاہِ رسالت مآب سے یہ لوگ معافی کے خواستگار ہوتے اور حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ انہیں معاف فرما دیتے۔

قبیلہ بنو رُؤاس کے ایک شخص عمرو بن مالک بن قیس رضی اللہ عنہ حاضرِ خدمت ہو کر مسلمان ہوئے اور واپس جا کر اہلِ قبیلہ کو اسلام کی دعوت دی۔ اہلِ قبیلہ نے کہا پہلے ہم بنو عقیل سے بدلہ لے لیں پھر اسلام قبول کریں گے۔ چنانچہ انہوں نے حملہ کر کے بنو عقیل کو خوب نقصان پہنچایا۔ حضرت عمرو بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی ایک آدمی مارا گیا۔ بعد میں انہیں احساس ہوا کہ انہوں نے مسلمان ہوتے ہوئے ایک خون کر کے اچھا نہیں کیا۔

جب حضور پُرنور، نبی کریم ﷺ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے ناراضگی کا اظہار کیا کہ ایک مسلمان نے دوسرے قبیلے کے مسلمان کو شہید کر دیا۔ وہ گلے میں طوق ڈال کر حاضرِ خدمت ہوئے لیکن نبی کریم رسول اللہ ﷺ نے چہرہ انور پھیر لیا۔ دو تین بار ایسا ہوا پھر عرض کیا۔

یا رسول اللہ ان الرب لیترضی	اللہ بھی خطا کاروں کی خطائیں معاف کر دیتا ہے، ہمیں اپنی جاہلانہ روش اور غلطی کا شدت سے احساس ہے ہم اس کی تلافی کریں گے اور آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔ آپ ﷺ بھی ہمیں معاف کر دیں۔ اور ہم سے راضی ہو جائیں۔

بالآخر پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم، رحمت للعالمین ﷺ ان سے راضی ہو گئے۔ (طبقاتِ ابنِ سعد جلد 1 صفحہ 301۔ اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 129)

وفدِ بنو عنس

بارگاہِ نبوی میں جو وفود حاضر ہوتے واپسی پر آپ ﷺ انہیں تحائف کے ساتھ رخصت کرتے۔ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم، عالمِ خفا و غیوب، مخبرِ صادق ﷺ وفود کو ان کے سفر کے دوران پیش آنے والے واقعات سے آگاہ فرما کر ضروری ہدایات بھی فرماتے۔

Marfat.com

اس قبیلہ کے ایک شخص ربیعہ بن رواء رضی اللہ عنہ جب بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم شام کا کھانا تناول فرمارہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی شامل کرلیا۔ فراغت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہوگئے۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا لالچ کے باعث آئے ہو یا خوف کے مارے۔ اس نے عرض کیا:

اما الرغبة فو الله ما فی یدك مال، واما الرهبة فوالله اننی ببلد ما تبلغه جیوشك، ولكنی خوضت فخفت.

آپ کے پاس (بظاہر) اتنا مال نہیں کہ رغبت کرتا اور جہاں میں رہتا ہوں وہاں آپ کا لشکر نہیں پہنچ سکتا، اس لیے خوف کی وجہ بھی کوئی نہیں۔ مجھے تو خوف آخرت سے ڈرایا گیا اس لیے مسلمان ہوگیا ہوں۔

(طبقات ابن سعد جلد 1 صفحہ 343)

حضورِ انور نبی کریم، رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ قبیلہ عنس میں بڑے خوش بیان لوگ ہوتے ہیں۔ وہ صحابی کچھ عرصہ مدینہ میں رہے۔ وقت رخصت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مخاطب کرکے فرمایا کہ راستے میں اگر آخری وقت کا احساس ہو تو کسی قریبی گاؤں میں چلے جانا وہ راستے میں بیمار ہوگئے۔ اور حضور پُرنور عالم خفا وغیوب مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق قریبی گاؤں میں چلے گئے وہیں وفات پائی۔

(الطبقاتِ ابن سعد، جلد 1 صفحہ 343,342) (اسد الغابہ، جلد 2 صفحہ 168)

وفدِ بنو کلاب

بنو کلاب کے 13 آدمیوں پر مشتمل ایک وفد سن 9 ہجری میں مدینہ حاضر ہوا۔ اسلامی طریقے کے مطابق سلام کرکے حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے حضرت ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ ہمارے پاس اللہ کی کتاب اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت لے کر پہنچے۔ انہوں نے ہمیں اللہ کی طرف دعوت دی۔ ہم نے اللہ اور اس کے رسول کی دعوت قبول کرلی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندہ نے ہمارے اغنیاء سے صدقات وصول کیے اور ہمارے غرباء میں تقسیم کردیئے۔"

اس وفد کے ایک رکن حضرت جبار بن سلمیٰ رضی اللہ عنہ کی حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے دوستی تھی، انہیں پتہ چلا تو وہ ان سے ملنے گئے اور انہیں ایک تحفہ بھی دیا۔ اس وفد کو حضرت رملہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے گھر ٹھہرایا گیا تھا۔

وفدِ بنو فزارہ

قبیلہ بنو فزارہ کا چودہ پندرہ آدمیوں پر مشتمل ایک وفد دبلی پتلی لاغر سواریوں پر غزوہ تبوک کے بعد حاضرِ خدمت ہوا۔ حضرت خارجہ بن حصن اور حضرت حسن بن قیس رضی اللہ عنہما اہم رکن تھے۔ اس وفد کے تمام ارکان پہلے ہی اسلام لاچکے تھے۔

Marfat.com

یہ لوگ اس وقت قحط سالی کے باعث بڑی مشکل میں مبتلا تھے۔ ان کی سواری کے اونٹ ہڈیوں کے ڈھانچے بن چکے تھے۔ پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم، حضورِ انور، نبی کریم، رؤف ورحیم ﷺ نے ان سے ان کے وطن کے حالات دریافت کئے۔ انہوں نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! عرصہ دراز گزر گیا ہے بارش کی ایک بوند نہیں ٹپکی، ہمارے جانور ہلاک ہوگئے ہیں، ہماری زمینیں خشک ہوگئی ہیں اور ہمارے بچے بھوکے مر رہے ہیں، خدارا! اللہ تبارک تعالیٰ کی جناب میں ہمارے لئے شفاعت فرمائیں تا کہ اللہ تبارک تعالیٰ ہم پر ابرِ رحمت برسائے۔

ان کی اس خستہ حالی کے بارے میں سن کر حضور پر رقت طاری ہوگئی۔

لبِ حضور پُرنور ﷺ سے نکلی ہوئی دعا کو شرف قبولیت عطا ہوتا ہے، کارکنانِ قضا وقدر بھی آپ کی انگشتِ مبارک کے اشاروں کے دعاؤں کے منتظر رہتے ہیں۔

پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم، ہادیٔ انس وجاں، رہبرِ کائنات، رسولِ بحر وبر، سیدالمرسلین، خاتم النبیین، رحمت للعالمین، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف ورحیم ﷺ منبر پر تشریف لے گئے اور دعا کے لئے ہاتھ بلند کئے اور اللہ ربّ للعالمین قادر مطلق سے یوں دعا فرمائی۔

الھم اسق بلا دك وبھا ئمك	اے اللہ! اپنے شہروں اور مویشیوں کو سیراب فرما۔
وانشر رحمتك	اپنی رحمت کو اپنی مخلوق پر پھیلا دے۔
واحی بلادك المیتة	اور وہ بستیاں جو قحط سالی کی وجہ سے مر چکی ہیں ان کو دوبارہ زندہ فرما دے۔
اللھم اغثنا مغیثا مریحا مریعًا واسعا عا جلا غیر اجل نافعًا غیر ضار۔	اے اللہ! ہم پر بارش نازل فرما، جو فریاد رسی کرنے والی ہو، آرام پہنچانے والی ہو، سرسبز وشاداب کرنے والی ہو، بڑے وسیع خطہ پر ہو، جلدی ہو، تاخیر سے نہ ہو، نفع دینے والی ہو، ضرر دینے والی نہ ہو۔
اللھم سقیا رحمة لا سقیا عذاب ولا ھدم ولا غرق ولا محق	اے اللہ! یہ تیری رحمت کا باعث ہو، عذاب کا باعث نہ ہو، اس سے مکان نہ گریں، مویشی ڈوب نہ جائیں۔ کوئی چیز جل نہ جائے۔
اللھم اسقنا الغیث وانصرنا علی الا عداء	اے اللہ! ہمیں بارش سے سیراب فرما اور دشمنوں پر غلبہ عطا فرما۔

یہ بابرکت دعا جب زبانِ پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم ﷺ سے نکلی تو بارگاہِ الٰہی میں اس کو قبولیت نصیب ہوئی

Marfat.com

اور اتنی بارش ہوئی کہ بنوفزارہ کے علاقے میں قحط سالی کا نام ونشان بھی باقی نہ رہا۔

(طبقاتِ ابنِ سعد جلد 1 صفحہ 297۔ خاتم النبیین جلد 2 صفحہ 1139۔ زاد المعاد جلد 3 صفحہ 48)

وفدِ بنو طے

حاتم طائی کے قبیلے بنو طے کے دو روسا الگ الگ موقعوں پر بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے۔ حاتم طائی کے بیٹے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہونا بیان کر دیا گیا ہے اس لئے اسے دہرایا نہیں جائے گا۔

بنی طے قبیلہ کا ایک اور وفد بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس وفد میں قبیصہ بن اسود کے علاوہ ان کا سردار زید الخیل بھی تھا۔ اس کو زید الخیل اس لئے کہا جاتا تھا کہ اس کے پانچ بہترین گھوڑے تھے۔ اور یہ زید اپنی سخاوت، اخلاقِ حسنہ، فصاحت وبلاغت اور ظاہری حسن وجمال میں اپنے سارے قبیلہ میں کوئی ثانی نہیں رکھتا تھا۔ یہ طویل القامت بھی تھا اور صحت مند بھی تھا اور یہ کئی اعتبار سے اچھا آدمی تھا۔

پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم، حضور پُرنور نبی کریم، رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی یہ پہلی ملاقات تھی۔ اسے دیکھ کر حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ساری تعریفیں اللہ تبارک تعالیٰ کے لئے ہیں جو تجھے دشوار گزار گھاٹیوں، ناہموار میدانوں سے گزار کر یہاں لے کر آیا اور ایمان قبول کرنے کے لئے تیرے دل کو ہموار کر دیا۔ پھر اس کا ہاتھ پکڑا اور پوچھا تم کون ہو؟ اس نے عرض کی، میں زید الخیل بن مہلہل ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تبارک تعالیٰ کے بغیر کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ تبارک تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تم زید الخیل نہیں بلکہ زید الخیر ہو۔ حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اور ان کے سارے ہمراہیوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ سب نے اس دعوت کو فوراً قبول کر لیا اور بلا توقف حضور نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر اسلام کی بیعت کی اور تادمِ واپسیں اسلام پر ثابت قدم رہے اور بڑے حسن وخوبی کے ساتھ دینی فرائض کو انجام دیتے رہے۔

پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم، حضورِ انور، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید الخیر رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ جملہ فرما کر انہیں زندہ جاوید کر دیا۔ ''عرب کے روساء میں سے جس کسی کی میرے سامنے تعریف وتوصیف کی گئی تو ملاقات میں میں نے اسے تعریف وتوصیف سے کمتر پایا، بجز زید الخیر کے اس کی جو تعریفیں میں نے سنی تھیں، جب ان کو میں نے دیکھا تو انہیں ان تعریفوں سے بالاتر پایا۔''

جب یہ وفد واپس وطن جانے لگا تو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھیوں کو پانچ پانچ اوقیہ چاندی مرحمت فرمائی اور ان کے رئیس زید الخیر کو اس کریم وغنی آقا، آقائے کائنات، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہ اوقیہ چاندی اور دو جاگیریں عنایت فرمائیں اور اس سلسلہ میں انہیں ایک سند تحریر فرمادی۔ (السیرۃ النبویہ ابنِ ہشام جلد 2 صفحہ 577۔

Marfat.com

سبل الہدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 545۔ السیرۃ النبویہ احمد بن زینی دحلان جلد 3 صفحہ 27۔ خاتم النبیین جلد 2 صفحہ 1113۔ اسعد الغابہ جلد 2 صفحہ 243)

وفد کعب بن زہیر

حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت کے نامور شاعر تھے۔ ان کا پورا گھرانہ شاعری میں شہرت رکھتا تھا۔ ان کے والد زہیر بن ابی سلمی عرب کے سات چوٹی کے شعراء میں سے ایک تھے۔ ان کا ایک قصیدہ آبِ زر سے لکھوا کر خانہ کعبہ کی دیوار پر آویزاں کیا گیا تھا۔

آپ کا تعلق قبیلہ بنو مزینہ سے تھا۔ ان کے بھائی بجیر بھی نامور شاعر تھے۔ اسلام کی شہرت سنی تو بجیر مدینہ میں آئے تاکہ معلومات حاصل کریں۔ یہاں حضور پُرنور نبی کریم علیہ السلام کی تعلیمات اور اخلاقِ عالیہ سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا اور یہیں سکونت اختیار کر لی۔ پھر اپنے بھائی کعب کو مدینہ لے آئے اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دی لیکن وہ راضی نہ ہوئے اور اسلام کی مخالفت میں ڈٹے رہے۔ وہ حضورِ انور نبی کریم ﷺ کے بارے میں ہجو کہتے اور اسلام کا تمسخر اڑاتے تھے۔

غزوۂ حنین کے بعد حضرت بجیر رضی اللہ عنہ نے پھر بھائی سے بذریعہ خط رابطہ کیا کہ نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے فتح مکہ کے بعد عام معافی کا اعلان کر دیا ہے تم بھی آ کر معذرت کر لو تو معاف کر دیا جائے گا۔ کعب نے اسلام کی طرف قائل ہونے کی بجائے مزید ہجویہ اشعار لکھ کر اپنے بھائی کو بھجوا دیئے۔ کعب حضورِ انور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کی شان میں گستاخی' مسلمان عورتوں کے بارے میں ناریبا اشعار اور کفار کو اپنی شاعری کے ذریعے مسلمانوں کے خلاف اکسانے جیسے جرائم کے مرتکب تھے لہٰذا ان کے قتل کا حکم نامہ جاری کر دیا گیا۔

حضرت بجیر بن زہیر رضی اللہ عنہ کی کوشش تھی کہ ان کا بھائی یونہی نہ مارا جائے بلکہ اسلام قبول کر لے۔ انہوں نے بھائی کو کسی محفوظ جگہ پناہ لینے کی اطلاع بھجوائی لیکن جب کسی قبیلے نے انہیں پناہ دینے کی حامی نہ بھری تو ان کی آنکھیں کھلیں۔ ادھر حضرت بجیر رضی اللہ عنہ نے بھائی کے ہجویہ اشعار کے جواب میں دعوتِ اسلام پر مشتمل بڑے ہی پُراثر اشعار لکھ کر بھیجے تھے لہٰذا اس کے دل کی حالت بدلی اور مقدر کا ستارا چمک اٹھا۔

دونوں بھائیوں کے درمیان خط و کتابت ہوئی جس کے نتیجہ میں کعب بن زہیر کو زمین تنگ محسوس ہونے لگی اور اپنی جان کے لالے پڑتے نظر آئے اس لیے آخر کار وہ سن 9 ہجری میں مدینہ آ گیا اور جُہینہ کے ایک آدمی کے ہاں مہمان ہوا۔ پھر اسی کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہوا تو جُہنی نے اشارہ کیا اور وہ اٹھ کر حضورِ انور رسول اللہ ﷺ کے پاس جا بیٹھا اور ہاتھ آپ ﷺ کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ رسول اللہ ﷺ اسے پہچانتے نہ تھے۔ اس نے کہا! "اے اللہ کے رسول! کعب بن زہیر توبہ کر کے مسلمان ہو گیا ہے اور آپ ﷺ سے امن کا خواستگار بن کر آیا ہے تو کیا اگر میں اسے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر کر دوں تو آپ ﷺ اس

Marfat.com

کے اسلام کو قبول فرمالیں گے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! اس نے کہا: میں ہی کعب بن زہیر ہوں۔ یہ سن کر ایک انصاری صحابی اس پر جھپٹ پڑے اور اس کی گردن مارنے کی اجازت چاہی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''چھوڑ دو، یہ شخص تائب ہو کر پچھلی باتوں سے دستکش ہو کر آیا ہے۔''

اس موقع پر کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ نے اپنا مشہور قصیدہ آپ کو پڑھ کر سنایا جس کی ابتدا یوں ہے۔

بانت سعاد فقلبی الیوم متبول   متیم اثر ھالم یفد' مکبول

1- ''سُعاد دور ہو گئی تو میرا دل بے قرار ہے۔ اس کے پیچھے وارفتہ اور بیڑیوں میں جکڑا ہوا ہے۔ اس کا فدیہ نہیں دیا گیا۔'' اس قصیدے ''بانت سعاد'' میں حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے معذرت کرتے ہوئے اور آپ کی مدح کرتے ہوئے آگے یوں کہا ہے:

نبئت ان رسول اللہ اوعدنی   والعفو عندرسول اللہ مامول
مھلا ھداك الذی اعطاك نافلة   قرآن فیھا مواعیظ وتفصیل
لا تاخذن باقوال الواشاۃ ولم   اذنب ولو کثرت فی الا قاویل
لقد اقوم مقاما لو یقوم به   اری' واسمع مالو یسمع الفیل
لظل یرعد الا ان یا کون له   من الرسول باذن اللہ تنویل
حتی وضعت یمینی ما انا زعه   فی کف ذی نقمات قیله القیل
فلھو اخوف عندی اذ کلمه   وقیل! انك منسوب ومسئول
من ضیغم بضراء الا مخدره   فی بطن عثرغیل دونه غیل
ان الرسول لنور یستضاء به   مھند من سیوف اللہ مسئول

2- ''مجھے بتایا گیا ہے کہ اللہ کے رسول نے مجھے دھمکی دی ہے' حالانکہ اللہ کے رسول ﷺ سے درگزر کی توقع ہے۔ آپ ﷺ ٹھہریں چغل خوروں کی بات نہ لیں۔

3- وہ ذات آپ ﷺ کی رہنمائی کرے جس نے آپ ﷺ کو نصائح اور تفصیل سے پر قرآن کا تحفہ دیا ہے۔

4- اگرچہ میرے بارے میں باتیں بہت کہی گئی ہیں لیکن میں نے جرم نہیں کیا ہے میں ایسی جگہ کھڑا ہوں اور وہ باتیں دیکھ اور سن رہا ہوں۔

5- کہ اگر ہاتھی بھی وہاں کھڑا ہو اور ان باتوں کو سنے اور دیکھے تو تھراتا رہ جائے۔ سوائے اس صورت کے کہ اس پر اللہ کے اذن سے رسول ﷺ کی نوازش ہو۔

6- حتیٰ کہ میں نے اپنا ہاتھ کسی نزاع کے بغیر اس ہستی محترم کے ہاتھ میں رکھ دیا جسے انتقام پر پوری قدرت ہے۔

Marfat.com

7- اور جس کی بات بات ہے' جب میں اس سے بات کرتا ہوں' باوجود اس کے کہ مجھ سے کہا گیا ہے کہ تمہاری طرف (فلاں فلاں باتیں) منسوب ہیں اور تم سے باز پُرس کی جائے گی۔

8- تو وہ میرے نزدیک اس شیر سے بھی زیادہ خوفناک ہوتے ہیں جس کا کچھار کسی ہلاکت خیز وادی کے بطن میں واقع کسی ایسی سخت زمین میں ہو جس سے پہلے بھی ہلاکت ہی ہو۔

9- یقیناً رسول ﷺ ایک نور ہیں جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ اللہ کی تلواروں میں سے ایک سونتی ہوئی ہندی تلوار ہیں۔''

اس کے بعد حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ نے مہاجرین قریش کی تعریف کی' کیونکہ کعب کی آمد پر ان کے کسی آدمی نے خیر کے سوا کوئی بات اور حرکت نہیں کی تھی' لیکن ان کی مدح کے دوران انصار پر طنز کی' کیونکہ ان کے ایک آدمی نے ان کی گردن مارنے کی اجازت چاہی تھی۔ چنانچہ کہا

یمشون مشی الجمال الزهر یعصمهم ضرب اذا عرد السود التنابیل

1- ''وہ (قریش) خوبصورت' مٹکتے اونٹ کی چال چلتے ہیں اور شمشیر زنی ان کی حفاظت کرتی ہے جب کہ ناٹے کھوٹے' کالے کلوٹے لوگ راستہ چھوڑ کر بھاگتے ہیں۔''

لیکن جب وہ مسلمان ہو گیا' اور اس کے اسلام میں عمدگی آ گئی تو اس نے ایک قصیدہ انصار کی مدح میں کہا اور ان کی شان میں اس سے جو غلطی ہو گئی تھی اس کی تلافی کی۔ چنانچہ اس قصیدے میں کہا:

من سره کرم الحیاة فلایزل فی مقنب من صالحی الانصار

ورثوا المکارم کابرا عن کابر ان الخیار هم بنو الاخیار

1- ''جسے کریمانہ زندگی پسند ہو وہ ہمیشہ صالح انصار کے کسی دستے میں رہے۔

2- انہوں نے خوبیاں باپ دادا سے ورثہ میں پائی ہیں۔ درحقیقت اچھے لوگ وہی ہیں جو اچھوں کی اولاد ہوں۔''

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ اس قدر خوش ہوئے کہ اپنی چادر مبارک اتار کر حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ڈال دی۔ جب تک وہ زندہ رہے اس چادر کو اپنے آپ سے جدا نہ کیا۔

(الاصابہ جلد 3 صفحہ 296' السیرۃ النبویہ ابنِ کثیر جلد 3 صفحہ 707)

وفد حمیر

کتبِ سیر میں مذکور ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے ملوکِ حمیر (شاہانِ یمن) کے نام خطوط لکھے۔ آپ ﷺ نے ان میں سے نعیم بن عبد کلال' حارث اور مروح پر زیادہ توجہ فرمائی۔ آپ ﷺ نے ان تینوں کے لئے ایک مشترکہ خط دے کر حضرت عباس بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا

Marfat.com

اور سن 9 ہجری میں جوابی خط لکھ کر مالک بن مرارہ الرہاوی رضی اللہ عنہ کے ذریعے اپنے اسلام لانے کی اطلاع دی۔ نبی کریم' رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مالک بن مرارہ الرہاوی رضی اللہ عنہ کی ضیافت پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔

پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم' حضور پُرنور نبی کریم' رؤف ورحیم' رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ارسال کردہ خطوط کے نتیجے میں دیگر ملوک حمیر میں سے نعمان قبلِ ذی رعین' معافر ماہران اور زرعہ ذی یزن نے بھی اسلام قبول کرلیا۔ اطلاع ملنے پر حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک وفد کو ایک خط دے کر بھیجا جس میں جزیہ' زکوٰۃ اور دیگر امور کے بارے میں ہدایات درج تھیں۔

اس کے بعد سن 10 ہجری میں حضرت عمرو بن حزم انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ایک طویل خط شرجیل بن عبد کلال' حارث بن عبد کلال' اور نعیم بن عبد کلال کی جانب بھیجا گیا اس میں زکوٰۃ کے علاوہ فرائض وسنن کا تذکرہ بھی تھا۔ (سیرتِ ابنِ ہشام جلد 2 صفحہ 590,877) (البدایہ والنہایہ' جلد 5 صفحہ 77,75) (طبقاتِ ابنِ سعد' جلد 1 صفحہ 359)

وفد ہمدان

اس سال (سن 9 ہجری میں) قبیلہ ہمدان کا ایک وفد خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ ان میں مالک بن نمط نامی ایک شخص بھی تھا جو بڑا قادر الکلام شاعر تھا۔ پیغمبر اوّل وآخر واعظم' تاجدارِ کائنات' سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک سے بعافیت واپس تشریف لائے تو اسے حاضری اور ملاقات کی سعادت نصیب ہوئی۔ ان لوگوں نے اس وقت یمنی لکیر دار چادریں اپنے اوپر اوڑھی ہوئی تھیں اور عدنی عمامے باندھے ہوئے تھے۔ مالک بن نمط جب حاضر ہوا تو اس نے اپنے چند شعر سنائے۔

حضورِ انور نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے ایک تحریر لکھ کر' جو کچھ انہوں نے مانگا تھا عطا فرما دیا اور حضرت مالک بن نمط رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کیا۔ ان کی قوم کے جو لوگ مسلمان ہو چکے تھے ان کا گورنر بنایا اور باقی لوگوں کے پاس اسلام کی دعوت دینے کے لئے حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کو بھیج دیا۔ وہ چھ مہینے مقیم رہ کر دعوت دیتے رہے لیکن لوگوں نے اسلام قبول نہ کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور حکم دیا کہ وہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو واپس بھیج دیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قبیلہ ہمدان کے پاس جا کر حضور انور' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط سنایا اور اسلام کی دعوت دی تو سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حلقہ بگوش اسلام ہونے کی بشارت بھیجی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خط پڑھا تو سجدے میں گر گئے پھر سر اٹھا کر فرمایا' ہمدان پر سلام' ہمدان پر سلام۔

''قبیلوں میں سے ہمدان بہترین قبیلہ ہے۔ مدد کرنے کے لئے وہ کس تیز رفتاری سے آگے بڑھتے ہیں اور جہد ومشقت کے وقت وہ کس صبر کا مظاہرہ کرتے ہیں۔'' (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 657)

Marfat.com

وفدِ بنو سعد ہذیم

اس قبیلہ کے چند آدمی سن 9 ہجری میں اس وقت مدینہ شریف پہنچے جب حضورِ انور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ ایک مسلمان کی نمازِ جنازہ پڑھا رہے تھے۔ وہ لوگ اگرچہ پہلے ہی اسلام قبول کر چکے تھے اور بیعت کے لئے حاضر ہوئے تھے تاہم وہ نمازِ جنازہ میں شریک نہ ہوئے۔ نمازِ جنازہ کی ادائیگی کے بعد حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے ان کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ ہم پہلے ہی اسلام قبول کر چکے ہیں تاہم آج بیعت کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا ایمان لانے اور بیعت کرنے میں کوئی فرق نہیں۔ آپ لوگوں نے نمازِ جنازہ میں شرکت کیوں نہ کی؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہمارا خیال تھا کہ بیعت کے بغیر ہم نمازِ جنازہ میں شرکت کے اہل نہیں۔ ایک کم عمر شخص کو اپنی سواریوں کے پاس بٹھا آئے تھے' اتنے میں وہ بھی آ گیا' انہوں نے کہا یہ ہم میں سے عمر میں چھوٹا ہے اس لیے ہماری خدمت کرتا ہے۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' ہادیٔ انس و جاں' رہبرِ کائنات' رسولِ بحر و بر' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا:

اصغر القوم خادمهم' بارك الله فيه — چھوٹا اپنے بڑوں کا خادم ہوتا ہے' اللہ اسے برکت سے نوازے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 523)

ان کے سردار حضرت جمرہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے جاگیر عطا فرمائی۔ وہ رخصت ہونے لگے تو آپ ﷺ نے انہیں ٹھہرالیا اور ان کی تواضع کی۔ تین دن بعد یہ لوگ واپس ہوئے۔ ان کی تبلیغ سے سارا قبیلہ مسلمان ہو گیا اور وہ کم عمر آدمی اپنی قوم کا امام بن گیا۔

ایک دوسری روایت میں اسے یوں بیان کیا گیا ہے۔

اے ہمارے آقا! یہ ہم سب سے کم عمر ہے اور ہمارا خادم ہے فرمایا: اصغر القوم خادمهم جو سب سے کم عمر ہوتا ہے وہ قوم کا خادم ہوتا ہے پھر اس کے لئے دعا فرمائی بارك الله فيه ''اللہ تبارک تعالیٰ اسے اپنی برکتوں سے نوازے۔'' حضرت جمرہ بن نعمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پُرنور ﷺ کی دعا کی برکت سے وہ علم و فضل میں ہم سب سے برتر ہو گیا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے اس کو ہمارا امام مقرر فرمایا۔ جب ہم نے واپسی کا ارادہ کیا تو پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور نبی کریم' رؤف و رحیم' رحمت للعالمین ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ہم میں سے ہر ایک کو چند اوقیہ چاندی بطور ہدیہ عطا کریں۔ ہم اپنی قوم کے پاس جب واپس آئے تو ان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ چنانچہ سارے قبیلہ نے اپنی مرضی سے اسلام قبول کر لیا۔

علامہ احمد بن زینی دحلان لکھتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنے آقا کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے اس وفد کے ہر فرد کو پانچ پانچ اوقیہ چاندی عطا فرمائی۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 523 - زاد المعاد جلد 3 صفحہ 652)

Marfat.com

وفد بنو عریض

مذکورہ بالا قبیلے بنو سعد کے ساتھ ہی یہودی قبیلہ بنو عریض کا ایک اور وفد بھی بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا' یہ بنو سعد کے حلیف تھے۔ یہ وفد اپنے ساتھ تحائف بھی لے کر آیا تھا۔ یہ یہود سال بھر میں جتنا غلہ بنو سعد ہذیم کو دیا کرتے تھے اتنا ہی حضور پُرنور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے اپنی جانب سے ان کے لئے مقرر فرمایا حالانکہ انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ سے ایک دستاویز بھی لکھوا کر انہیں دی تھی۔

غزوہ تبوک کے سفر کے دوران بنو عریض نے آپ ﷺ کی خدمت میں ہریسہ پیش کیا تھا۔ جسے آپ ﷺ نے شوق سے کھایا اور ان کے لئے کھجوروں کے چالیس وسق سالانہ ادا کیے جانے کے احکامات صادر فرمائے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 523' زاد المعاد جلد 3 صفحہ 652)

وفد تجیب

یہ لوگ یمن سے آئے تھے۔ تجیب کندہ کے قبائل سے ایک قبیلہ کا نام ہے اور یہ یمن میں ہے۔

اس قبیلہ کا ایک وفد جو تیرہ افراد پر مشتمل تھا' بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوا۔ یہ لوگ اپنے ہمراہ اموال کی زکوٰۃ وصدقات بھی لے آئے تھے۔ ان کی اس بات سے حضورِ انور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کو بڑی مسرت ہوئی۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ یہ زکوٰۃ وصدقات کے اموال انہیں واپس کر دو تاکہ وہ ان اموال کو اپنے علاقہ کے فقراء ومساکین میں تقسیم کر دیں۔ انہوں نے عرض کی' یارسول اللہ ﷺ! ہم نے اپنے علاقہ کے فقراء میں پہلے اموال تقسیم کیے ہیں جو ان سے بچا ہے' وہ لے کر حاضر ہوئے ہیں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی حاضر خدمت تھے۔ ان کی باتیں سن کر فرمایا' یارسول اللہ! ہمارے پاس اہلِ عرب سے ان جیسا کوئی وفد نہیں آیا۔ ہادی برحق ﷺ نے فرمایا' اے ابوبکر! ہدایت اللہ تبارک تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہے۔ جس کے ساتھ وہ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو ان کے دلوں کو اسلام قبول کرنے کے لئے کشادہ کر دیتا ہے۔ وہ بڑے ذوق وشوق سے قرآن کریم اور اُسوۂ حسنہ' سنتوں کے بارے میں دریافت کرتے رہے۔ ان کے اس ذوق کو دیکھ کر حضورِ انور ﷺ نے ان کی طرف خصوصی توجہ مبذول فرمائی۔

انہوں نے واپسی کی اجازت طلب کی۔ حضورِ انور ﷺ نے پوچھا' واپسی میں اتنی جلدی کیا ہے؟ عرض کی' یارسول اللہ! ہمیں جلدی یہ ہے کہ واپس جائیں اور جن لوگوں کو پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔ ان کو حضور پُرنور ﷺ کے رُخِ انور کی زیارت اور ملاقات کے بارے میں بتائیں اور جو گزارشات ہم نے پیش کی ہیں اور حضور نے ازراہِ کرم جو جوابات ارشاد فرمائے ہیں' ان سے انہیں آگاہ کریں۔

Marfat.com

جب وہ الوداعی سلام عرض کر کے رخصت ہونے لگے تو حضورِ انور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے حضرت بلال ﷛ کو ان کی طرف بھیجا کہ انہیں انعامات سے سرفراز کریں۔ انہیں اتنا نوازا کہ کسی دوسرے وفد پر ایسی نوازشات نہیں فرمائی تھیں۔

پھر پوچھا' تم میں سے کوئی رہ تو نہیں گیا جس کو انعام نہ ملا ہو۔ عرض کی' ایک نوجوان کو ہم اپنے سامان کے پاس چھوڑ آئے تھے' اس کے علاوہ سب نے عطیات سے دامن بھرلیا ہے۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے اس کو بلانے کا حکم دیا۔ وہ نوجوان حاضرِ خدمت ہو کر عرض پرداز ہوا کہ میں اس وفد کا ایک فرد ہوں جو ابھی حضور انور نبی کریم ﷺ سے انعامات لے کر' جھولیاں بھر کر گیا ہے۔ میری بھی ایک حاجت ہے' اسے پورا فرمائیے۔

پیغمبرِ اول و آخر و اعظم' حضورِ انور' نبی کریم' رؤف ورحیم' تاجدارِ کائنات' سرکارِ دو عالم ﷺ نے پوچھا تمہاری کیا حاجت ہے؟ عرض کی' یارسول اللہ! میری حاجت میرے دوستوں کی حاجت سے مختلف ہے۔ میری عرض یہ ہے کہ میں نے اتنی طویل مسافت فقط اس لیے طے کی ہے کہ میں حضورِ انور ﷺ سے دعا کی التجاء کروں کہ اللہ تبارک تعالیٰ مجھے بخشش دے' مجھ پر رحم فرمائے اور میرے دل کو غنی فرمائے۔ حضورِ انور ﷺ نے اس کے لئے دعا مانگی:

اللھم اغفرلہ' وارحمہ واجعل غناہ فی قلبہ

''اے اللہ! اس کی مغفرت فرما' اس پر رحمت نازل کر اور اس کے دل کو غنی کردے۔''

پھر فرمایا: جس کے لئے اللہ تبارک تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے دل کو غنی کردیتا ہے اور جس کے لئے بھلائی کا ارادہ نہیں فرماتا تو فقر و تنگدستی کو اس کی آنکھوں کے سامنے کردیتا ہے۔ وہ اسے دیکھتا ہے اور پریشان رہتا ہے۔ پھر حضرت بلال ﷛ کو حکم دیا کہ اس نوجوان کو اتنا دو جتنا تم نے دوسروں کو دیا ہے۔

کچھ عرصہ بعد حجۃ الوداع کے موقع پر اس وفد کے (16) سولہ ارکان سے منیٰ کے میدان میں حضورِ انور ﷺ کی ملاقات ہوئی۔ لیکن وہ جوان ان میں موجود نہ تھا۔ حضورِ انور ﷺ نے اس نوجوان کے بارے میں دریافت کیا کہ اس کا کیا حال ہے؟ سب نے اس کے استغناء اور قناعت کی بڑی تعریف کی اور کہا کہ ہم نے ایسا نوجوان کبھی نہیں دیکھا۔

سرکارِ دو عالم ﷺ کے وصال کے بعد یمن میں ارتداد کی لہر چل گئی۔ لوگوں کے قدم پھسل گئے لیکن اس نوجوان کے قدموں میں ذرا لغزش نہ آئی۔ صرف یہی نہیں کہ وہ اسلام پر ثابت قدم رہا بلکہ اپنی قوم کو وعظ و نصیحت کی تو وہ بھی اسلام پر ثابت قدم رہی۔

حضرت صدیق اکبر ﷛ ہمیشہ اس کے بارے میں استفسار فرماتے رہے۔ حضرموت کے گورنر حضرت زیاد بن ولید ﷛ کی طرف آپ نے لکھا کہ اس نوجوان کا خاص خیال رکھیں۔

(زادالمعاد جلد 3 صفحہ 650 مستدرک حاکم جلد 2 صفحہ 611' السیرۃ النبویہ احمد زینی بن دحلان جلد 3 صفحہ 36,35)

Marfat.com

وفد بنوصدف

پیغمبرِاوّل وآخر واعظم، ہادیٔ انس وجان، حضور پُرنور رحمتِ دوعالم ﷺ اسلام قبول کرنے والوں کی تربیت بھی فرماتے اور انہیں آدابِ محفل سے بھی آگاہ فرماتے تاکہ وہ اسلام کی فلاحی ریاست کے اچھے شہری ہونے کا ثبوت اپنے عمل سے بھی دے سکیں۔ سن 9 ہجری میں صدف کا دس پندرہ آدمیوں کا ایک وفد جو کہ پہلے ہی مسلمان ہو چکا تھا اس وقت بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا جب کہ آپ ﷺ حجرۂ مبارک اور منبر کے درمیان تشریف فرما تھے۔ وہ سلام کیے بغیر مجلس میں بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا تم مسلمان ہو؟ انہوں نے عرض کیا ہاں ہم مسلمان ہیں۔ پوچھا تم نے سلام کیوں نہیں کیا؟ وہ فوراً کھڑے ہوگئے اور اس طرح سلام عرض کیا السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ۔ آپ ﷺ نے جواب دیا وعلیکم السلام اور پھر انہیں بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔ انہوں نے آپ ﷺ سے اوقاتِ نماز اور دیگر مسائل کے بارے میں پوچھا۔ (الطبقات ابنِ سعد، جلد 1 صفحہ 329)

وفد بنوالبکاء

بنوالبکاء کا جو وفد سن 9 ہجری میں مدینہ آیا اس کے نمایاں افراد میں حضرت عبد عمرو البکائی، بشر بن معاویہ، معاویہ بن ثور اور فجیع بن عبداللہ رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ ان لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ ان میں سے ایک سو سال بوڑھے شخص حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں بوڑھا ہو گیا ہوں، میرا بیٹا بشر میرا بہت خیال رکھتا ہے۔ آپ ﷺ اس کے چہرے پر اپنا دستِ اقدس پھیریں اور اسے دعائے برکت دیں۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے ان کے چہرے پر اپنا دستِ مبارک پھیرا انہیں دعا دی اور کچھ بکریاں عنایت کیں۔

دوسری روایت کے مطابق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے پہلے سے کہہ رکھا تھا کہ حاضرِ خدمت ہو کر تین باتیں عرض کرنا۔ اوّل سلام کہنا پھر عرض کرنا سلام کرنے اور اسلام قبول کرنے حاضر ہوا ہوں اور تیسری گزارش کرنا کہ آپ ﷺ میرے لیے برکت کی دعا کریں۔ انہوں نے ایسے ہی کیا۔ پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم ہادیٔ انس وجان، حضورِ انور نبی کریم، رؤف ورحیم ﷺ کی دعا کی برکت کا نتیجہ تھا کہ کبھی قحط سالی ہوتی تو بشر اس سے متاثر نہ ہوتے تھے۔ حضرت فجیع رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے ایک تحریر لکھوا کر دی۔ حضرت عبد عمرو البکائی رضی اللہ عنہ بہرے تھے ان کا نام بدل کر "عبدالرحمٰن" رکھا اور انہیں ایک چشمے کی ملکیت عطا فرمائی۔ چند دن قیام کے بعد بوقت رخصت انہیں مزید عطیات دیئے گئے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد، جلد 6 صفحہ 426، طبقات ابنِ سعد، جلد 1 صفحہ 305,304، اسد الغابہ، جلد 1 صفحہ 190 البدایہ والنہایہ جلد 5 صفحہ 90، 91)

وفد بنوذی مرہ

حارث بن عوف رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں بنی مرہ کا ایک تیرہ رکنی وفد سن 9 ہجری میں مدینہ حاضر ہو کر مشرف

Marfat.com

بہ اسلام ہوا۔ سربراہ نے عرض کیا ہم لوی بن غالب کی اولاد ہونے کے ناطے قریش سے زیادہ قریبی تعلق رکھتے ہیں۔

یارسول اللہ! ہم لوگ حضور کی قوم اور حضور کا خاندان ہیں۔ ہمارا جد اعلیٰ لوی بن غالب تھا۔

حضور پُرنور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے مسکرا کر پوچھا اب تمہارے اہل وعیال کہاں ہیں۔ انہوں نے عرض کیا سلاح اور اس کے قرب وجوار میں ہیں۔ حضورِ انور رسول اللہ ﷺ نے ان کے علاقے کا حال پوچھا۔

ان کے رئیس حضرت حارث بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کی' یارسول اللہ! ہم قحط سالی کا شکار ہیں۔ ہر چیز کی شدید قلت ہے۔ مویشیوں کے لئے چارہ بھی نہیں' ہمارے لیے دعا فرمائیں اللہ تبارک تعالیٰ ہم پر بارش نازل فرمائے۔ پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم' رحمتِ دو عالم' حضور پُرنور' حبیب رب للعالمین ﷺ نے اپنے کریم مولا کے دربار میں دست دعا بلند کیے اور عرض کی:

اللھم اسقھم الغیث

''اے پروردگار! انہیں بارش سے سیراب فرما''۔

چند روز یہ لوگ مدینہ طیبہ میں اقامت گزیں رہے پھر واپسی کے لئے اجازت مانگی اور بارگاہِ رسالت مآب میں الوداعی سلام عرض کرنے کے لئے حاضر ہوئے۔ سرکارِ دو عالم نبی کریم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ان میں سے ہر ایک کو دس دس اوقیہ چاندی بطور ہدیہ دی جائے اور ان کے سردار حارث کو بارہ اوقیہ چاندی دی جائے۔

جب یہ لوگ وطن واپس آئے تو یہ دیکھ کر حیران ہو گئے کہ یہاں موسلا دھار بارش ہوئی ہے' ہر طرف پانی کے تالاب بھرے پڑے ہیں اور مویشیوں کے لئے چارہ اس زور سے اگا ہے کہ سارا علاقہ سرسبز نظر آتا ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ یہ بارش کس روز ہوئی ہے؟ لوگوں نے جو تاریخ بتائی بعینہ وہی تاریخ تھی جس روز محبوبِ ربّ العالمین ﷺ نے اپنے ربّ کی بارگاہ میں نزولِ بارش کے لئے التجا کی تھی۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 630' زاد المعاد جلد 3 صفحہ 661' طبقاتِ ابن سعد جلد 1 صفحہ 297' خاتم النبیین جلد 2 صفحہ 1143)

وفد بنوشیبان

بعض لوگ بارگاہِ حضورِ انور ﷺ میں پہنچ کر جلالِ نبوت کی تاب نہ لاتے ہوئے تھر تھر کانپنے لگتے لیکن جب لب حضورِ انور ﷺ سے محبت بھرے کلمات سنتے تو وہ جمالِ مصطفیٰ ﷺ کی رعنائیوں کے سمندر میں ڈوب جاتے۔ حضورِ انور' نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ کا کرم انہیں اپنے حصار میں لے لیتا۔ بساطِ شوق پر اترنے والوں کی دلجوئی ہوتی اور وہ بغیر کسی جبر کے اسلام کے دامنِ رحمت میں آجاتے۔

سن 9 ہجری میں بنوشیبان کے ایک شخص حرملہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ حاضرِ خدمت ہوئے۔ اسلام قبول کرنے کے

Marfat.com

بعد رخصت ہوئے لیکن کچھ سوچ کر واپس لوٹ آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ مجھے کس بات کا حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نیکی کرو اور برے کام سے بچو۔ وہاں سے وہ اپنی اونٹنی کے پاس آئے لیکن پھر واپس لوٹے اور عرض کیا آپ ﷺ مجھے کون سا عمل کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اے حرملہ! نیک کام کرو اور برے کام سے بچو اور اس بات کا خیال رکھو کہ جب تم لوگوں کے پاس سے لوٹو تو وہ کام کرو جسے تم اپنی جانب منسوب کرنا پسند کرتے ہو اور جس بات کو تم اپنی جانب منسوب کرنا پسند نہیں کرتے وہ نہ کرو۔

اسی قبیلہ کی ایک عورت حضرت قیلہ بنتِ مخرمہ رضی اللہ عنہا اپنا واقعہ یوں بیان فرماتی ہیں کہ جب میں اپنے ساتھی حضرت حریث بن حسان رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ پہنچی تو اس وقت حضور پُرنور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نمازِ فجر پڑھا رہے تھے' ابھی اتنا اندھیرا تھا کہ لوگ ایک دوسرے کو پہچان نہ سکتے تھے۔ میں بھی مردوں کی صف میں کھڑی ہو گئی تو ایک آدمی نے کہا کہ پیچھے جا کر عورتوں کے ساتھ صف میں کھڑی ہو جا۔ میں جا کر عورتوں کے ساتھ شامل ہو گئی۔ نماز کے بعد حاضرِ خدمت ہوئی تو حضورِ انور ﷺ کو عجز و انکساری کی حالت میں بیٹھا دیکھ کر کانپ اٹھی۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یہ عورت جلالِ نبوت کے باعث کانپ رہی ہے۔ حضورِ انور نبی کریم' رؤف و رحیم رحمت للعالمین ﷺ نے میری جانب دیکھے بغیر فرمایا اے مسکینہ عورت ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ میں اللہ تبارک تعالیٰ کا نبی رحمت ہوں کوئی بادشاہ نہیں ہوں۔

آپ ﷺ کے شفقت بھرے لہجے نے میرا خوف دور کر دیا۔ میں نے اور حریث بن حسان رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا۔ تاجدارِ کائنات سرکارِ دو عالم ﷺ نے انہیں اور ان کی بیٹیوں کے لئے سرخ چمڑے پر ایک تحریر لکھوا کر دی۔

ان لا یظلمن حقا و لا یکرھن علی منکح و کل مومن مسلم لھن نصیر احسن و لا تسئن۔	ان کی حق تلفی نہ کی جائے ان سے زبردستی نکاح نہ کیا جائے ہر مومن ان کا مددگار ہے نیک کام کرو اور برے کاموں سے بچو۔ (طبقاتِ ابن سعد' جلد 1 صفحہ 320)

وفد بنو ثقیف

یہ وفد ماہِ رمضان سن 9 ہجری میں تبوک سے حضورِ انور رسول اللہ ﷺ کی واپسی کے بعد حاضر ہوا۔ اس قبیلے میں اسلام پھیلنے کی صورت یہ ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ ذی قعدہ 8 ہجری میں جب غزوہ طائف سے واپس ہوئے تو آپ ﷺ کے مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی اس قبیلے کے سردار عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ اس نے پھر اپنے قبیلہ میں واپس جا کر لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔ وہ چونکہ اپنی قوم کا سردار تھا اور صرف یہی نہیں کہ اس کی بات مانی جاتی تھی بلکہ اسے اس قبیلے کے لوگ اپنی لڑکیوں اور عورتوں سے بھی زیادہ محبوب رکھتے تھے۔ اس لیے اس کا خیال تھا کہ لوگ اس کی اطاعت کریں گے لیکن جب

Marfat.com

اس نے اسلام کی دعوت دی تو اس کی توقع کے بالکل برخلاف لوگوں نے اس پر ہر طرف سے تیروں کی بوچھاڑ کر دی اور اسے جان سے مار ڈالا۔

بنو ثقیف اسے قتل کرنے کے بعد چند مہینے تو یوں ہی مقیم رہے لیکن اس کے بعد انہیں احساس ہوا کہ گرد و پیش کا علاقہ جو مسلمان ہو چکا ہے اس سے ہم مقابلہ کی تاب نہیں رکھتے۔ لہٰذا انہوں نے باہم مشورہ کر کے طے کیا کہ ایک آدمی کو حضور پُر نور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجیں اور اس کے لئے عبد یالیل بن عمرو سے بات چیت کی مگر وہ آمادہ نہ ہوا۔ اسے اندیشہ تھا کہ کہیں اس کے ساتھ بھی وہی سلوک نہ کیا جائے جو حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا جا چکا ہے۔ اس لیے اس نے کہا' میں یہ کام اس وقت تک نہیں کر سکتا جب تک میرے ساتھ مزید کچھ آدمی نہ بھیجو۔ لوگوں نے اس کا یہ مطالبہ تسلیم کر لیا اور اس کے ساتھ حلیفوں میں سے دو آدمی اور بنی مالک میں سے تین آدمی لگا دیئے۔ اس طرح کل چھ آدمیوں کا وفد تیار ہو گیا۔ اسی وفد میں حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ بھی تھے جو سب سے زیادہ کم عمر تھے۔

اصحابِ سیر نے اس وفد میں شرکاء کی تعداد انیس (19) بتائی ہے جن میں بنو ثقیف کے بہت سے رؤساء اور سردار بھی شامل تھے۔ عبد یالیل' شرحبیل بن غیلان' کنانہ بن عبد یالیل اور عثمان بن ابی العاص جیسی ہستیاں بھی شریک تھیں۔ جب یہ وفد مدینہ طیبہ کے قریب پہنچا اور انہیں حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفی رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا تو وہ تیز رفتاری سے روانہ ہوا تاکہ سب سے پہلے اپنے آقا حضورِ انور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کو ثقیف کی آمد کا مژدۂ جانفزا سنائیں۔ راستہ میں ان کی ملاقات حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ہو گئی۔ آپ نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو واسطہ دیا کہ وہ انہیں مژدہ جانفزا سرکارِ دو عالم ﷺ کو سنانے کا موقع دیں۔ آپ مان گئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اپنے حبیب کریم آقائے دو جہاں تاجدارِ کائنات ﷺ کو یہ مژدۂ جانفزا سنایا۔

آپ خود اندازہ لگایئے کہ حضور پُر نور' تاجدارِ کائنات' سرکارِ دو عالم ﷺ کو ان کی آمد پر کتنی قلبی مسرت ہوئی ہو گی۔ وہ سرکش قبیلہ جسے دس بارہ ہزار کا اسلامی لشکر مسخر نہ کر سکا' اللہ تبارک تعالیٰ کے حبیب کی دعا کی کمند انہیں کشاں کشاں بارگاہِ رسالت مآب میں لے آئی۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ سے واپس بنو ثقیف کے پاس آئے تاکہ انہیں بارگاہِ نبوت کی حاضری کے آداب سے آگاہ کریں اور انہیں سلام عرض کرنے کا سلیقہ سکھائیں۔

جب یہ وفد بارگاہِ رسالت مآب کی حاضری سے مشرف ہوا تو ان کی رہائش کے لئے مسجد نبوی شریف کے ایک کونے میں خیمہ نصب کر دیا گیا تاکہ وہ قرآن کریم سنیں اور مسلمانوں کو نماز ادا کرتے ہوئے دیکھیں۔ وہ ہر صبح بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوتے اور فیضانِ صحبت سے فیض یاب ہوتے۔ وہ اپنے سامان کی حفاظت کے لئے عثمان بن ابی العاص کو چھوڑ آتے۔ جب یہ لوگ اپنی اقامت گاہ پر واپس آتے تو کمسن عثمان بن ابی العاص'

Marfat.com

بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو جاتا اور سرکارِ دو عالم ﷺ سے قرآن کریم پڑھتا۔

اس کمسنی کے عالم میں اس کے قرآن پڑھنے کے شوق کو حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ بہت پسند فرماتے اور خوش ہوتے۔ اگر کسی وقت حضورِ انور نبی کریم ﷺ استراحت فرما ہوتے تو یہ شوقین طالب علم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور علم سیکھتا۔ یہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس مدتِ قیام میں میں نے سورۃ البقرۃ یاد کر لی۔ ایک دن میں نے عرض کی، یارسول اللہ! میں قرآن کریم یاد کرنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن بھول جاتا ہوں۔ قرآن میرے دل میں نہیں ٹھہرتا۔ میرے آقا تاجدارِ کائنات حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے اپنا دستِ مبارک میرے سینہ پر رکھا اور فرمایا: **یا شیطان اخرج من صدر عثمان** ۔ ''اے شیطان! عثمان کے سینہ سے باہر نکل جا۔''

آپ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے کبھی نسیان نہیں ہوا۔ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے عرض کی، یارسول اللہ! اپنے اللہ سے دعا فرمایئے کہ اللہ تبارک تعالیٰ مجھے دین کا فہم عطا فرمائے اور علم کی دولت سے میرے سینے کو معمور کر دے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے پوچھا، عثمان! تم نے کیا کہا؟ میں نے اپنی التجاء دہرائی تو حضورِ انور ﷺ نے فرمایا تم نے مجھ سے ایسی چیز مانگی ہے جو تیرے ساتھیوں میں سے کسی نے نہیں مانگی۔ پھر فرمایا:

اذهب وانت امير عليهم ۔ ''جاؤ میں نے تمہیں ان کا امیر بنا دیا ہے۔''

روانگی سے پہلے اہلِ وفد نے گزارش کی کہ ہمارے لیے کسی کو امیر مقرر فرمائیں۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر فرما دیا۔ کیونکہ ان کا علم حاصل کرنے کا شوق نرالا تھا۔ انہیں امیر مقرر کرتے ہوئے خصوصی تاکید فرمائی کہ جب نماز کی امامت کراؤ تو بہت لمبی قرأت نہ کرنا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد بنو ثقیف نے درخواست کی کہ ہمیں نماز پڑھنے سے مستثنیٰ کیا جائے۔ ہادی برحق ﷺ نے فرمایا:

لاخير في دين لا صلوة فيه ۔ ''اس دین میں کوئی خیر نہیں جس میں نماز نہ ہو۔''

بنو ثقیف نے ایک اور التجاء کی کہ انہیں زنا، ربا اور بے خوری سے منع نہ کیا جائے۔ ہادیٔ انس وجاں سرکارِ دو عالم ﷺ نے ان کی اس لغو درخواست کو بھی مسترد کر دیا۔

روانگی سے پہلے انہوں نے ایک اور بیہودہ مطالبہ کیا۔ ان کے آباؤ اجداد صدیوں سے ''لات'' کے صنم کی پوجا کرتے چلے آئے تھے۔ اس کی الوہیت کا تقدس ان کے قلوب واذہان پر چھایا ہوا تھا۔ انہیں یہ خدشہ تھا کہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کہیں اس کو دیگر اصنام کی طرح پاش پاش کرنے کا حکم صادر نہ فرمائیں۔

پیش بندی کرتے ہوئے وہ عرض پیرا ہوئے کہ تین سال تک ان کے قدیم معبودلات کو یوں ہی رہنے دیا

Marfat.com

جائے اس کو گرایا نہ جائے۔ لیکن توحید باری تعالیٰ کے سچے علمبردار پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' ہادیٔ دو جہاں ﷺ نے ان کی اس درخواست کو پائے حقارت سے ٹھکراتے ہوئے صاف صاف فرما دیا کہ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اس کو بھی دوسرے بتوں کی طرح ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا۔ پھر انہوں نے اپنے تین سال کے مطالبہ میں خود تخفیف کرنا شروع کر دی کہ تین سال نہیں تو دو سال تک اسے کچھ نہ کہا جائے۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے انکار پر ایک سال کی مدت طلب کی۔ پھر مہینوں تک اسے کچھ نہ کہنے کی التجاء کی۔ آخر ایک ماہ تک اسے اپنے حال پر رہنے کی التجاء کی۔

اس وفد کے سارے ارکان نے تو اسلام قبول کر لیا تھا۔ ان کا رشتۂ عبودیت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے معبودانِ باطلہ سے کٹ کر اپنے معبودِ برحق کے ساتھ قائم ہو چکا تھا۔ یہ گزارشات وہ اپنے لیے نہیں کر رہے تھے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ ان کی قوم کے دیگر افراد آہستہ آہستہ اسلام کو قبول کر لیں۔ اگر اچانک ان کے اس قدیم معبود کو ریزہ ریزہ کر دیا گیا تو ان کے دلوں پر سخت چوٹ پڑے گی۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اسلام سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے برگشتہ ہو جائیں۔ اپنی قوم کے نادانوں' عورتوں اور کمسن بچوں کے لئے وہ یہ مراعات طلب کر رہے تھے۔

لیکن ان کا واسطہ کسی بادشاہ یا سیاسی لیڈر سے نہ تھا جو بعض مصلحتوں کے پیشِ نظر اپنے مقصدِ حیات سے دستبردار ہونا گوارا کر لے۔ ان کا واسطہ اللہ تبارک تعالیٰ کے ایک راست باز بندے اور اس کے سچے رسول سے تھا جو اپنے عظیم مقصد سے کسی قیمت پر اعراض نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ ہادیٔ انس و جاں' رہبرِ کائنات حبیبِ ربّ العالمین ﷺ نے ان کے ان تمام بے ہودہ مطالبات کو مسترد کر دیا۔

مدینہ طیبہ سے روانہ ہونے سے پہلے بنوثقیف کے دانشوروں نے طرح طرح کی مراعات حاصل کرنے کی کوششیں کیں جو ناکامی کی نذر ہوگئیں۔ اب انہوں نے یہ سوچنا شروع کیا کہ وہ اپنی قوم کے پاس کیا منہ لے کر جائیں گے۔ ان کے ایک رئیس حضرت کنانہ بن عبد یالیل رضی اللہ عنہ نے انہیں نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ میں تم سب سے زیادہ اپنے قبیلہ ثقیف کی نفسیات سے باخبر ہوں۔ ان پر اپنے اسلام قبول کرنے کا راز افشاء نہ کرنا۔ جب تمہاری اپنے قبیلہ والوں سے ملاقات ہو تو انہیں بتائیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے ہم سے بڑے مشکل اور دشوار امور کا مطالبہ کیا لیکن ہم نے ان کا کوئی مطالبہ تسلیم نہیں کیا۔ انہوں نے ہمیں کہا کہ ہم لات کا صنم منہدم کر دیں۔ نیز ہم سے یہ مطالبہ بھی کیا گیا کہ ہم زنا' شراب' اور سود کو ترک کر دیں۔ ہم نے انہیں صاف صاف بتا دیا کہ ہم آپ ﷺ کے ان احکام کی تعمیل کے لئے ہرگز تیار نہیں۔ یہ طے کرنے کے بعد وہ اپنے وطن روانہ ہوئے۔

جب طائف پہنچے تو ان کی قوم ان کے ارد گرد جمع ہوگئی تا کہ جملہ حالات سے آگاہی حاصل کریں۔ اہلِ وفد نے انہیں بتایا کہ ہم مدینہ گئے تھے۔ وہاں جس شخص سے ہمارا واسطہ پڑا وہ بڑا خودسر اور درشت مزاج آدمی تھا۔ اس نے تلوار کے زور سے سارے علاقہ پر غلبہ حاصل کر لیا ہے۔ سب لوگوں نے اب ان کی اطاعت قبول

Marfat.com

کر لی ہے۔ اس نے بڑے مشکل امور کو تسلیم کرنے کا ہم سے مطالبہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ تمہیں نماز پڑھنا ہوگی' تمہیں بدکاری اور سود خوری سے توبہ کرنا ہوگی۔ تمہیں شراب کو چھوڑنا پڑے گا اور اپنے معبودلات کو اپنے ہاتھوں سے ٹکڑے ٹکڑے کرنا پڑے گا وغیرہ وغیرہ۔ ہم ان کے ان مطالبات کو تسلیم کرنے کے لئے کسی قیمت پر تیار نہیں۔ ہمارے لئے جنگ کے سواء کوئی چارہ کار نہیں رہا۔ اٹھو! اپنے ہتھیار سنبھالو اور جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ فصیل کی قابل مرمت جگہوں کی مرمت کا کام آج ہی شروع کر دو۔

چنانچہ سب لوگ آخر دم تک لڑنے کا عزم مصمم کر کے جنگ کے لئے تیاریاں کرنے کے ارادہ سے اپنے اپنے گھروں کو لوٹے۔ دو تین روز تک تو لڑ مرنے' جان کی بازی لگا دینے کا جوش اپنے جوبن پر رہا۔ جس کو دیکھو وہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کے نعرے لگا رہا ہے۔ کوئی اپنی زرہ مرمت کر کے اسے صاف کرنے میں مصروف ہے' کوئی اپنی تلوار کی دھار کو تیز کر رہا ہے' کوئی اپنی نیزوں کی سنانوں کو چمکا رہا ہے' کوئی اپنی کمانوں کے چلّے اور تیروں کے پیکان درست کرنے میں مصروف ہے لیکن چند روز بعد یہ مصنوعی جوش و خروش صابن کی جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔

تلخ حقیقتیں آہستہ آہستہ اپنے رخ سے نقاب سرکانے لگیں۔ مسلمانوں کی جس بے نظیر شجاعت و استقامت کا مشاہدہ چند مہینے پہلے انہوں نے حنین کے میدان جنگ میں کیا تھا' اس کا خیال کر کے ان پر کپکپی طاری ہونے لگی۔ انہیں خوب یاد تھا کہ طائف کی جنگ میں مسلمانوں نے انہیں بار بار دعوت مبارزت دی تھی لیکن ان میں سے کوئی بھی تو اس دعوت کو قبول کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔ اگر طائف کی فصیل آڑے نہ آتی تو مجاہدین اسلام کا سیل رواں ان کو تنکوں کی طرح بہا کر لے جاتا۔

اب انہیں پھر اسلام کے ان بہادروں سے ٹکر لینا ہوگی جو موت سے نہیں ڈرتے بلکہ راہ حق میں جان دینے کی تمنا ان کی زندگی کی حسین ترین تمنا ہے۔ شمع جمال مصطفوی کے ان دل باختہ پروانوں سے ان کا مقابلہ ہوگا جو صرف آگے بڑھنا جانتے ہیں پیچھے ہٹنے کا تو ان کے ہاں کوئی تصور ہی نہیں۔ چند روز کی پس و پیش کے بعد وہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہو گئے کہ ہم غلامان مصطفیٰ مجاہدین اسلام سے جنگ آزما ہونے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ انہوں نے اپنے وفد کے ارکان کو مجلس مشاورت میں شمولیت کی دعوت دی۔

جب قوم کے سارے رؤساء اور دانشور جمع ہو گئے تو لوگوں نے کہا کہ ہم مسلمانوں سے جنگ کا حوصلہ نہیں رکھتے۔ تم واپس جاؤ اور جو حکم وہ دیں' اس کو فوراً قبول کر لو۔ اب وفد کے ترجمان نے حقیقت حال کا اظہار کرتے ہوئے انہیں بتایا کہ جو احکام انہوں نے ہمیں دیئے تھے' وہ سب ہم نے تسلیم کر لئے' جو شرائط انہوں نے کہیں وہ بھی ہم نے مان لی ہیں۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ جب حقیقت یہ ہے تو تم نے ہم سے اسے پوشیدہ کیوں رکھا؟ انہوں نے کہا تا کہ تمہارے دماغوں میں جو ابلیسی نخوت و غرور ہے وہ نکل جائے اور تم سچے دل سے اللہ کے سچے

Marfat.com

رسول پر ایمان لے آؤ۔

چنانچہ قبیلہ بنو ثقیف کے جملہ افراد، مرد و زن، پیر و جواں اور امیر و فقیر سب صدق دل سے فوری اسلام لے آئے۔ چند روز بعد بارگاہِ رسالت مآب کے قائدین کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ لات کے صنم کو گرانے کے لئے حکیم و دانا رسول ﷺ نے ان کے رشتہ داروں۔ ابوسفیان بن حرب اور مغیرہ بن شعبہ ثقفی رضی اللہ عنہما کو روانہ فرمایا۔ ان دونوں نے اپنی ضربات سے طاغوت کے اس نشان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کر دیا۔

(زاد المعاد جلد 3 صفحہ 26 تا 28۔ المواہب اللدنیہ جلد 4 صفحہ 6 تا 9)

وفدِ حضرموت

وفدِ حضرموت کو ''وفد وائل بن حجر'' بھی کہتے ہیں۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کا تعلق حضرت موت کے شاہی خاندان سے تھا وہ حضرموت سے ایک وفد لے کر بارگاہِ نبوی میں حاضری کی سعادت حاصل کرنے کے لئے عازم سفر ہوئے کیونکہ ان تک اسلام کی دعوت پہنچ چکی تھی اور انہوں نے اس دین کو پسند کر لیا تھا۔

امام بخاری نے اپنی تاریخ میں، ان کے علاوہ دیگر محدثین، بزاز اور طبرانی نے یہ واقعہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی زبانی نقل کیا ہے۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ جب اللہ کے رسول کی بعثت کی اطلاع ملی تو میں اس وقت ایک بڑی مملکت کا سربراہ تھا۔ ہر قسم کی آسائشیں اور راحتیں میسر تھیں۔ میں نے ان کو پس پشت ڈال دیا اور اللہ اور اس کے رسول کی رضا کے لئے میں سب کچھ چھوڑ کر یہاں آیا۔ جب مدینہ طیبہ پہنچا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مجھے بتایا کہ تمہارے یہاں پہنچنے سے تین دن پہلے اللہ کے رسول عالمِ خفا و غیوب، مخبر صادق ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تمہاری آمد کا مژدہ سنایا تھا کہ بادشاہ حضرموت کی یادگار، وائل بن حجر نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت قبول کر لی ہے اور وہ مدینہ آ رہے ہیں۔ میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا، سلام پیش کیا، حضور انور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے اس کا جواب دیا۔ پھر اپنی ردائے (چادر) مبارک بچھائی اور مجھے پکڑ کر اس کے اوپر بٹھا دیا۔

پھر حضور پُر نور نبی کریم ﷺ منبر پر تشریف لے گئے اور مجھے اپنے ساتھ منبر پر بٹھایا۔ اور دونوں مبارک ہاتھ اٹھائے، اللہ تبارک تعالیٰ کی حمد و ثنا کی، اتنے میں سب لوگ جمع ہو گئے۔ حضور پُر نور ﷺ نے روئے سخن حاضرین کی طرف منہ کرتے ہوئے فرمایا:

''اے لوگو! یہ وائل بن حجر ہے جو بڑے دور دراز حضرموت کے علاقہ سے تمہارے پاس آیا ہے اور اپنی آزاد مرضی سے آیا ہے۔ کسی نے اس کو مجبور نہیں کیا۔ یہ اللہ کی رضا اور اس کے رسول کی رضا کا

Marfat.com

طلبگار بن کر آیا ہے' یہ بادشاہوں کی باقیماندہ اولاد سے ہے۔''

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی' یارسول اللہ! جونہی مجھے حضور نبی کریم' رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا علم ہوا' میں اپنا ملک' شاندار محلات' آرام وآسائش کے جملہ وسائل کو الوداع کہہ کر اللہ کا دین سیکھنے کے لئے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں حاضر ہوا ہوں۔ حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقت ''جو تو نے کہا ہے سچ کہا ہے۔''

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے حاضرین کو نصیحت کی۔ اس کے ساتھ نرمی کا سلوک کرنا۔ یہ ابھی ابھی اپنا ملک چھوڑ کر یہاں آیا ہے۔

میں نے کہا' میرے خاندان والوں نے میری مملکت مجھ سے چھین لی ہے۔ سرکارِ دو عالم آقائے دو جہاں' تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فکر مت کرو! میں تمہیں اس سے دگنی مملکت کا والی بنا دوں گا۔

طبرانی اور ابو نعیم سے مروی ہے کہ پیغمبرِ اوّل وآخر و اعظم' حضورِ انور' نبی کریم' رؤف ورحیم' رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منبر پر اپنے ساتھ بٹھایا' اس کے لئے دعا فرمائی' اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کی اللھم بارك فی وائل وولد ولدہ ''اے اللہ! وائل اور اس کی اولاد در اولاد کو اپنی برکتوں سے نواز دے اور ان کو حضرت موت کے سرداروں کا سردار بنا دے۔''

پیغمبر اوّل وآخر و اعظم' حضور پُرنور رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ان کو حرہ کے علاقہ میں ایک مکان میں ٹھہراؤ۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ چل پڑے۔ گرمی بڑی شدید تھی۔ دھوپ کی وجہ سے کنکریاں اور سنگریزے انگاروں کی طرح گرم تھے۔ حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے اسے کہا اردفنی خلفك ''مجھے اپنے پیچھے سوار کر لے۔'' وائل نے کہا لست من ارداف الملوك ''تم ان لوگوں سے نہیں ہو جو بادشاہوں کے پیچھے سوار ہوتے ہیں۔'' پھر آپ نے کہا' اپنے جوتے مجھے دیدو تا کہ پہن لوں۔ اس نے کہا کہ میں نے جوتے پہن لیے ہیں اب میں تمہیں نہیں دے سکتا۔ آپ نے کہا' ان سنگریزوں نے میرے پاؤں جلا دیئے ہیں۔ اس نے کہا کہ میری اونٹنی کے سائے میں چلو یہی تمہارے لیے بڑا شرف ہے۔

حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے واپس آ کر جب اس واقعہ کا تذکرہ حضورِ انور نبی کریم' رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابھی جاہلیت کا غرور باقی ہے۔ جب اسلامی تعلیمات راسخ ہو جائیں گی تو غرور جاتا رہے گا۔

ان کی رہائش کا خصوصی اہتمام کیا گیا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو افسر مہمانداری مقرر فرمایا۔ چند دن قیام کے بعد جب رخصت ہونے لگے تو انہیں ایک جاگیر اور اس بارے میں تحریر بھی عطا فرمائی گئی جس میں نماز' روزہ' خنزیر اور شراب کے بارے میں احکامات درج تھے۔ ان کے ماتحت علاقے پر انہیں حاکم بھی مقرر فرمایا۔ حضرت

Marfat.com

موت کے سرداروں کے نام بھی ایک خط لکھ دیا۔ ایک خط حضرت مہاجر بن امیہ رضی اللہ عنہ کے نام لکھ کر دیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ انہیں مدینے سے باہر تک رخصت کر کے آئیں۔ وہ انہیں الوداع کرنے کے لئے کافی دور تک ان کے ساتھ گئے۔

(السیرۃ النبویہ ابنِ کثیر جلد 4 صفحہ 154 'طبقاتِ ابنِ سعد جلد 1 صفحہ 349 تا 351 'سبل الہدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 665 'دلائل النبوۃ جلد 5 صفحہ 349 'خاتم النبیین جلد 2 صفحہ 1152)

جریر بن عبداللہ بجلی کی آمد

طبرانی' بیہقی اور ابنِ سعد رحمۃ اللہ علیہ نے جریر کی آمد کا واقعہ ان سے ہی روایت کرتے ہوئے یوں تحریر کیا ہے:

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلانے کے لئے ایک قاصد بھیجا' میں حاضر خدمت ہو گیا۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ماجاء بلك؟ ''تم کس مقصد کے لئے مدینہ آئے ہو؟'' میں نے عرض کی' اسلام قبول کرنے کی نیت سے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا ہوں۔ حضور پُرنور نبی کریم' رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک میرے لیے بچھائی اور اپنی ساری امت کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''جب بھی کسی قوم کا کوئی معزز آدمی تمہارے پاس آئے تو اس کی عزت کیا کرو۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا:

''میں تمہیں اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تم یہ گواہی دو کہ اللہ تبارک تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ گواہی دو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اللہ پر' یوم آخرت اور تقدیر خیر و شر پر ایمان لے آؤ۔ فرض نماز ادا کرو۔ فرض زکوٰۃ ادا کرو اور ماہِ رمضان کے روزے رکھو' ہر مسلم کے لئے خیر خواہی کرو اور ہر والی کی اطاعت کرو اگر چہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔''

امام احمد' بیہقی اور طبرانی ثقہ راویوں کے ذریعے سے حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ جب میں مدینۃ الرسول کے قریب پہنچ گیا تو میں نے اپنی اونٹنی بٹھائی' اپنا تھیلا کھولا' اس میں سے پوشاک نکالی' اسے پہنا اور مسجد میں داخل ہوا۔ اس وقت حضورِ انور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ میں نے بارگاہِ رسالت مآب میں سلام عرض کیا! لوگ مجھے آنکھوں سے اشارے کرنے لگے۔

میں نے اپنے ساتھ والے سے پوچھا اے اللہ کے بندے! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بارے میں کوئی تذکرہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا' ہاں! حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرا ذکر خیر بڑے خوبصورت انداز سے کیا ہے۔ حضورِ انور' عالم خفا و غیوب' مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دروازے سے یا اس سوراخ سے ایک ایسا آدمی عنقریب داخل ہوگا جو تمام اہلِ یمن سے بہتر ہے اور اس کے چہرے پر جہانبانی کے نشان ظاہر ہیں۔ میں نے

Marfat.com

اللہ تبارک تعالیٰ کی اس مہربانی پر حمد کی۔

اچانک ایک ناقہ سوار آیا' اپنی اونٹنی سے اترا اور بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا۔ اس نے رحمتِ دو عالم ﷺ کا دستِ مبارک پکڑا اور حضورِ انور ﷺ کی بیعت کی۔ حضورِ پُرنور ﷺ نے پوچھا' تم کون ہو؟ میں نے عرض کی' میرا نام جریر بن عبداللہ بجلی ہے۔ حضورِ انور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے مجھے اپنے پہلو میں بٹھالیا اور اپنا دستِ مبارک میرے سر' چہرہ اور سینے پر پھیرا اور ساتھ ہی میرے لیے اور میری اولاد کے لئے برکت کی دعا فرماتے رہے۔ پھر حضورِ انور ﷺ نے اپنی چادر بچھائی اور فرمایا' اے جریر! اس کے اوپر بیٹھو۔ تھوڑی دیر حضورِ انور ﷺ وہاں تشریف فرما رہے پھر اٹھے اور چلے گئے۔

طبرانی نے رجال صحیح کے واسطہ سے حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' قلت یارسول اللہ! ابایعک علی الھجرۃ فبایعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واشترط علی والنصح لکل مسلم۔

''میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ عرض کی' یارسول اللہ! میں حضور ﷺ کی بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں اس شرط پر کہ میں ہجرت کروں گا۔ تاجدارِ کائنات' سرکارِ دوعالم ﷺ نے مجھے بیعت کیا اور فرمایا کہ میں اس شرط پر تمہیں بیعت کر رہا ہوں کہ تم ہر مسلمان کی خیر خواہی کرو گے۔ چنانچہ اس شرط پر میں نے اللہ کے حبیب کے دستِ مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔''

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 476)

وفد رفاعہ بن زید خزاعی

حضرت رفاعہ بن زید خزاعی رضی اللہ عنہ بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے۔ روئے انور کی زیارت اور اسلام قبول کرنے کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ انہوں نے ایک غلام بطور ہدیہ بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کیا۔ سرکار دوعالم' تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک مکتوب گرامی مرحمت فرمایا' اس میں تحریر تھا کہ

یہ مکتوب محمد رسول اللہ نے رفاعہ کے لئے تحریر کیا ہے۔ میں اسے تمہارا امیر بنا کر بھیج رہا ہوں تاکہ تمہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے۔ جو ان کی دعوت قبول کرے گا تو وہ اللہ اور اس کے رسول کے گروہ میں داخل ہو جائے گا اور جو انکار کرے گا اس کو غور و فکر کرنے کے لئے دو ماہ کی مہلت دی جائے گی۔

جب رفاعہ واپس اپنے قبیلہ میں پہنچے تو انہوں نے حسب ارشاد سب کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ سب نے صدق دل سے ان کی دعوت کو قبول کیا اور سب مشرف با سلام ہو گئے۔

وفد اشعریون اور اہلِ یمن

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پُرنور نبی کریم' عالم خفا و غیوب' مخبر صادق ﷺ نے فرمایا کہ

Marfat.com

تمہارے پاس ایک ایسی قوم آنے والی ہے جن کے دل تم سب سے زیادہ رقیق اور نرم ہیں۔ حضورِ انور ﷺ کے ارشاد کے کچھ دیر بعد اشعریون کا وفد مدینہ طیبہ میں وارد ہوا۔ اس وقت وہ یہ رجز پڑھ رہا تھا۔

''کل ہم اپنے پیارے دوستوں سے ملاقات کریں گے یعنی محمد عربی سے اور آپ کے صحابہ سے۔''

صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا:

''اہل یمن آ گئے ہیں' ان کے دل بڑے نرم اور رقیق ہیں۔ ایمان بھی یمنیوں کا ہے اور حکمت و دانائی بھی یمنیوں کا حصہ ہے۔ تسکین وطمانیت بکریاں پالنے والوں کا شیوہ ہے اور اونٹوں کے مالکان میں فخر اور غرور زیادہ ہوتا ہے اور ان کا مسکن مشرق کی طرف ہے۔''

صحیح بخاری میں ہے کہ قبیلہ بنی تمیم کے چند افراد حاضر خدمتِ اقدس ہوئے۔ حضورِ انور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے انہیں فرمایا' اے بنی تمیم! تمہیں بشارت ہو۔ انہوں نے کہا' آپ نے ہمیں بشارت دی ہے تو ہمیں مال و دولت سے بھی کچھ دیجئے۔ ان کی اس دنیا پرستی مادیت گزیدہ ذہنیت کے باعث حضورِ انور ﷺ کے رخ انور کی رنگت تبدیل ہوگئی۔

کچھ دیر بعد اہلِ یمن کا ایک وفد آیا۔ پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم' تاجدارِ کائنات' سرکارِ دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے بنوتمیم کو بشارت دی لیکن انہوں نے اس بشارت کو قبول نہیں کیا۔ میں اب تمہیں بشارت دیتا ہوں' تم اس کو قبول کرو۔ انہوں نے عرض کی' ہم بصد شوق حضورِ انور ﷺ کی دی ہوئی بشارت کو قبول کرتے ہیں۔ پھر عرض کی' یارسول اللہ! ہم دین کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے حضورِ انور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ ہمیں بتایئے کہ اس کائنات کی تخلیق کی ابتدا کیسے ہوئی؟ فرمایا کہ پہلے صرف اللہ تبارک تعالیٰ کی ذات مقدسہ ہی تھیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی چیز موجود نہ تھی۔ اس کا عرش پانی کے اوپر تھا۔ اس نے ہر چیز کو لوح محفوظ میں تحریر کر دیا ہے۔

یہ شرف قبولیت انہیں کیوں عطا فرمایا گیا؟ اس کے بارے میں شیخ ابوزہرہ لکھتے ہیں کہ:

''حضور کے اولین جان نثار مدینہ طیبہ کے دو قبیلے اوس وخزرج تھے۔ جن کا اصل وطن یمن تھا۔ حضورِ انور ﷺ کو ان کے اس اسلامی جذبہ کے باعث ان سے قلبی محبت تھی کیونکہ ان کا آبائی وطن یمن تھا۔ اس لیے حضورِ انور ﷺ کے قلب مبارک میں یمن کے خطہ اور اس میں بسنے والے وہاں کے تمام باشندوں کے لئے بڑی محبت کے جذبات موجزن تھے۔''

(زادالمعاد جلد 3 صفحہ 18' خاتم النبیین جلد 2 صفحہ 1115)

واثلہ بن اسقع کی آمد

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ میں اسلام قبول کرنے کے ارادہ سے اپنے گھر والوں کو چھوڑ کر

Marfat.com

روانہ ہوا۔ مدینہ طیبہ پہنچا۔ اس وقت حضورِ انور نبی کریم ﷺ نماز میں مصروف تھے۔ آخری صف میں مجھے جگہ ملی' میں نے وہاں نماز کی نیت باندھ لی۔ حضور پُرنور رسول کریم ﷺ جب نماز سے فارغ ہوئے تو میرے پاس تشریف لائے' دریافت فرمایا: ماحاجتك؟ ''تم یہاں کس مقصد کے لئے آئے ہو؟'' میں نے عرض کی۔ اسلام قبول کرنے کے لئے۔ فرمایا' تمہارے لیے بہت بہتر ہے۔ پھر پوچھا' تم ہجرت کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟ میں نے عرض کی' بیشک فرمایا' کون سی ہجرت؟ اسلام قبول کرنے کے بعد پھر اپنے اہلِ خانہ کے پاس واپس چلے جاؤ گے یا رہو گے؟ میں نے عرض کی' ان دونوں میں سے جو بہتر ہو۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضورِ انور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا' ہمیشہ یہاں رہنے والی ہجرت بہتر ہے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے اسے چند نصیحتیں کیں۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا:

علیك بالطاعة فی عسرك ویسرك ومنشطك و مكرهك ۔

''یعنی تم ہر حالت میں اطاعت گزار رہو۔ اپنی تنگ دستی میں بھی اور خوشحالی میں بھی' خوشی کی حالت میں بھی اور ناپسندیدگی کی حالت میں بھی۔''

میں نے عرض کی' بیشک میں اسی طرح اطاعت گزار رہوں گا۔

پھر حضورِ انور ﷺ نے اپنا دستِ مبارک میری طرف بڑھایا اور میں نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔ حضورِ انور ﷺ نے مجھے دیکھا کہ میں اپنے نفس کے لئے کوئی رعایت طلب نہیں کر رہا۔ حضورِ انور ﷺ نے فرمایا: یہ بھی کہو فیما استطعت ''جہاں تک اطاعت میری طاقت میں ہوگی۔''

میں نے وہی الفاظ دہرا دیئے فیما استطعت جہاں تک اطاعت میری طاقت میں ہوگی۔ ہادئ انس و جاں رہبرِ کائنات رسولِ برحق ﷺ نے یہ الفاظ کہلوا کر اپنا دستِ مبارک میرے ہاتھ پر رکھا۔

(سبل الهدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 667)

وفد بنی ثعلبہ

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ جعرانہ میں اموال غنیمت تقسیم کرنے کے بعد مدینہ منورہ تشریف لائے۔ بنو ثعلبہ کے چار افراد نے سن 9 ہجری کے اوائل میں شرف نیاز حاصل کیا اور اپنے اسلام قبول کرنے کا اقرار کیا۔ حضورِ انور ﷺ اس وقت اپنے کاشانۂ اقدس میں تشریف فرما تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت شروع کر دی۔ ہم نے عرض کی' یارسول اللہ! ہم اپنی قوم کے فرستادہ ہیں۔ ہم اسلام قبول کرنے کا اقرار کرتے ہیں اور ہمیں معلوم ہوا ہے کہ حضور کا یہ ارشاد ہے: لا اسلام لمن لا هجرة له' ''جس نے ہجرت نہیں کی اس کا اسلام معتبر نہیں۔'' اب ہمارے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ حضورِ انور نبی کریم' رؤف و

Marfat.com

رحیم ﷺ نے فرمایا: حیث ما کنتم واتقیتم الله فلا یضر کم ''جہاں کہیں تم ہو اللہ تبارک تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ تمہیں کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔'' حضورِ انور ﷺ کی اقتداء میں ہم نے نماز ادا کی۔ پھر حضور پُر نور ﷺ گھر تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد باہر آئے اور ہمیں یاد فرمایا۔ ہم حاضر ہوئے تو پوچھا تمہارا علاقہ کیسا ہے؟ ہم نے عرض کی' نہایت زرخیز و سرسبز و شاداب ہے۔ فرمایا' الحمدللہ۔ ہم چند روز تک خدمتِ اقدس میں ٹھہرے رہے اور حضورِ انور ﷺ کی میزبانی سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ جب الوداعی سلام عرض کرنے کے لئے حاضر خدمتِ اقدس ہوئے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ آپ نے ہم سب کو پانچ پانچ اوقیہ چاندی عطا فرمائی (ایک اوقیہ میں چالیس درہم ہوتے ہیں)۔

وفد ضمام بن ثعلبہ

بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ وفد سن 5 ہجری میں حاضر خدمت ہوا تھا لیکن صحیح قول وہ ہے جو امام ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ یہ وفد سن 9 ہجری میں ہی خدمت اقدس میں باریاب ہوا تھا۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے کسی سے یہ نہیں سنا کہ ضمام بن ثعلبہ کے وفد سے کوئی دوسرا وفد افضل اور بہتر ہے۔ پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم' حضور پُر نور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ ایک روز تکیہ لگا کر اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حلقہ میں تشریف فرما تھے کہ ایک بدو اپنے اونٹ پر سوار ہو کر آیا۔ مسجد شریف کے دروازہ کے قریب اس نے اپنا اونٹ بٹھایا اور اس کا گھٹنا عقال سے باندھ دیا۔ پھر لوگوں سے دریافت کیا ایکم ابن عبد المطلب ''تم میں سے عبدالمطلب کا فرزند ارجمند کون ہے؟'' لوگوں نے حضورِ انور ﷺ کی طرف اشارہ کر کے کہا' وہ جو تکیہ لگائے بیٹھے ہیں۔ اس نے عرض کی' یا حضرت! میں آپ سے سوال پوچھنا چاہتا ہوں' میرے سوال میں شدت ہوگی۔ پس آپ مجھ پر ناراض نہ ہوں۔

حضور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا' تمہیں اجازت ہے سل عما بدا لك ''جو چاہو پوچھو۔'' اس نے استفسار کیا کہ یا حضرت! آپ کا ایک قاصد ہمارے پاس آیا۔ اس نے ہمیں بتایا کہ آپ کا یہ خیال ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ حضور پُر نور ﷺ نے فرمایا' اس نے سچ کہا ہے پھر سائل نے پوچھا' میں آپ کو اس خدا کا واسطہ دیتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے اور جس نے فلک بوس پہاڑ جگہ جگہ نصب کئے ہیں' مجھے بتائے کیا واقعی اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ ہمیں یہ حکم دیں کہ ہم صرف اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ان بتوں کی عبادت کا طوق گلے سے اتار کر پرے پھینک دیں جنہیں ہمارے آباء واجداد پوجا کرتے تھے۔ حضور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا' ہاں میرے ربّ نے مجھے حکم دیا ہے۔

اس نے پھر پوچھا کہ اس بات کا حکم بھی آپ کو اللہ تبارک تعالیٰ نے دیا ہے کہ ہم مالداروں سے مال لے

Marfat.com

کر فقراء ومساکین میں تقسیم کریں۔ حضورِانور ﷺ نے فرمایا بیشک میرے ربّ ہی نے مجھے یہ حکم دیا ہے۔ اس نے پھر استفار کیا' کیا اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ہم ماہِ رمضان کے روزے رکھیں؟ حضور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا' یہ حکم بھی میرے ربّ نے مجھے دیا ہے۔ اس نے ایک اور سوال پوچھا' کیا اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ہم میں جو ذی استطاعت ہو وہ فریضۂ حج ادا کرے قال اللهم نعم

''ہاں میرے اللہ نے مجھے یہ حکم دیا ہے۔''

''اپنے سوالات کے تسلی بخش جوابات سننے کے بعد اسے یارائے ضبط نہ رہا' وہ فوراً کہہ اٹھا امنت وصدقت انا ضمام بن ثعلبه ''میں سچے دل سے آپ پر ایمان لایا ہوں اور آپ کی تصدیق کرتا ہوں۔ میرا نام ضمام ہے میں ثعلبہ کا بیٹا ہوں۔''

دولت ایمان سے مالا مال ہونے کے بعد جب حضرت ضمام بن ثعلبہ ؓ اپنے وطن پہنچے تو سب سے پہلے انہوں نے لات وعزیٰ کی ہجو میں زبان کھولی۔ اس کی قوم نے اسے اس بات سے ٹوکا' اُس سے کہا اگر تم اس سے باز نہ آئے تو تمہیں کوڑھ کی بیماری لگ جائے گی' تم پاگل اور دیوانے ہو جاؤ گے۔ آپ نے بڑے پُر ازیقین لہجہ میں اپنے ناصحین کو جواب دیا ویلکم انهما لا یضران ولا ینفعان ''تم پر افسوس ہے۔ یہ دونوں بت نہ کوئی ضرر پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع۔'' اللہ تبارک تعالیٰ نے ہماری رہنمائی کے لئے ایک رسول معبوث فرمایا ہے اور اس پر مقدس کتاب نازل فرمائی ہے جس کے ذریعہ تمہیں گمراہی کے اندھیروں سے باہر نکالتا ہے۔ سن لو! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ لاشریک ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

اشهدان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمد عبده ورسوله ۔ صلی الله علیه وسلم ۔

میں اس نبی مکرم ومعظم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل کرنے کے بعد تمہارے پاس یہ پیغام اور یہ احکام لے کر آیا ہوں۔

ان کی تقریرِ دل پذیر کا وہ اثر ہوا کہ قبیلہ کے تمام مرد وزن نے کفر وشرک سے توبہ کی اور دینِ اسلام کو سچے دل سے قبول کرلیا۔

وفدِ بنوجعفی

سن 9 ہجری میں اس قبیلہ سے دو بھائی قیس بن سلمہ اور اور یزید بن سلمہ جب بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے تو حضورِ پُرنور' نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم لوگ گوشت میں سے دل نہیں کھاتے۔ انہوں نے عرض کیا آپ ﷺ نے سچ فرمایا۔

Marfat.com

پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم' حضورِ پُرنور' نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا فانہ لا یکمل اسلامکم الا باکلہ ''تمہارا ایمان دل کھانے سے مکمل ہوگا (مقصد یہ کہ حلال چیز کو اپنے اوپر حرام نہیں کر لینا چاہیے)

(طبقاتِ ابنِ سعد' جلد 1 صفحہ 324-325)

حضور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے ان دونوں کے لئے دل منگایا اور بھون کر انہیں کھانے کے لئے فرمایا۔ تھوڑی دیر کے لئے قیس بن سلمہ کو تامل ہوا تاہم انہوں نے بھی بالآخر اسے کھا ہی لیا۔

حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے قیس بن سلمہ کو امیر مقرر فرمایا اور اسے ایک تحریر بھی لکھ کر دی۔ ان کی امارت میں مران' حریم' الکلاب اور ان کے حلیف شامل تھے۔ انہوں نے عرض کیا ہماری ماں بہت نیک دل تھی خیرات کیا کرتی تھی۔ اب فوت ہو چکی ہے اس نے اپنی زندگی میں اپنی چھوٹی بیٹی کو زندہ دفن کر دیا تھا اس کا کیا حال ہے؟ حضورِ انور ﷺ نے فرمایا وہ زندہ دفن کرنے والی جہنم میں ہے۔ وہ ناراض ہو کر چل پڑے۔ حضور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے انہیں واپس بلایا مگر وہ نہ مڑے اور یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ انہوں نے ہماری ماں کو دوزخ میں بتلا کر ہمارا دل دکھایا ہے' ہم ان کی اتباع نہیں کریں گے اور مرتد ہو گئے۔ راستے میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ زکوٰۃ کے اونٹ لے کر آرہے تھے انہوں نے انہیں رسی سے باندھ دیا اور اونٹ لے کر بھاگ گئے۔

اسی قبیلہ کے ایک شخص حضرت ابوسبرہ رضی اللہ عنہ اپنے دونوں بیٹوں کے ہمراہ آکر مسلمان ہوئے۔ آپ ﷺ نے ایک بیٹے سے اس کا نام پوچھا اس نے بتایا ''عزیز'' آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے سوا کوئی عزیز نہیں' اس لئے آج سے تمہارا نام عبدالرحمٰن ہے۔ حضرت ابوسبرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میرے ہاتھ پر ایک پھوڑا ہے اس لئے میں اونٹ کی مہار نہیں پکڑ سکتا۔ آپ ﷺ نے ایک پیالہ منگوا کر ہاتھ پر پھیرا تو پھوڑا ٹھیک ہو گیا آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی اور انہیں حردان کی وادی بطورِ جاگیر عطا فرما دی۔ (طبقاتِ ابنِ سعد جلد 1 صفحہ 324-326)

وفدِ ہجیم

قبیلہ ہجیم کا جو وفد سن 9 ہجری میں بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا۔ اس کے ایک رکن حضرت ابوجری جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:-

''میں نے مدینہ پہنچ کر مشاہدہ کیا کہ لوگ ایک شخص کی رائے پر عمل کرتے ہیں۔ میرے استفسار پر مجھے بتایا گیا ہے کہ یہ اللہ کے رسول ہیں۔ میں نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا علیك السلام یارسول اللہ! میں نے دو مرتبہ عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ''اس طرح نہ کہو یہ مردوں کا سلام ہے' بلکہ السلام علیك کہو۔''

میں نے استفسار کیا ''کیا آپ اللہ کے رسول ہیں؟'' آپ نے فرمایا ''ہاں! میں اللہ کا رسول ہوں۔ پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم' حضورِ انور' نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا۔ اگر تم اپنے دکھ درد میں اسے پکارو تو وہ

Marfat.com

تمہارے دکھ درد کو دور کردے گا۔ اگر تم قحط سالی کا شکار ہو جاؤ اور تم اس سے دعا کرو تو وہ زمین سے تمہارے لئے سبزہ اگا دے گا۔ اگر کسی بیابان میں تمہاری سواری کا جانور گم ہو جائے اور تم اس سے دعا کرو تو وہ جانور تم تک پہنچا دے گا۔" یہ سن کر میں نے عرض کیا "مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔" حضور پُر نور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

ولا تحقرن من المعروف شيئا وان تكلم اخاك وانت منبسط اليه وجهك ان ذلك من المعروف وارفع ازارك الى نصف الساق فان ابيت فالى الكعبين واياك وارسال الا زار فانها من المخيلة وان الله لا يحب المخيلة وان امرء شتمك وعيرك بما يعلم فيك فلا تعيره بما تعلم فيه فانما وبال ذلك عليه

کسی نیکی کو حقیر نہ جانو اگرچہ اس قدر ہو کہ اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے بات کرلو۔ اپنا تہبند آدھی پنڈلیوں سے اوپر رکھو۔ اسے نیچے لٹکانے سے پرہیز کرو اگر نہیں تو کم از کم ٹخنوں تک رکھو اور تہبند کو لمبا کرنے سے ڈرو کیونکہ یہ تکبر کی علامت ہے اور اللہ تکبر کو نا پسند کرتا ہے اور اگر کوئی شخص گالی دے اور تمہیں تمہارے کسی عیب پر غیرت دلائے تو تم اسے اس کے عیب پر شرم نہ دلاؤ تو اس کی زبان درازی کا وبال اسی پر ہوگا۔

(سنن ابی داؤد جلد 2 صفحہ 210) (السنن الکبریٰ جلد 10 صفحہ 236)

ایک دوسری راویت کے مطابق یہی صحابی اپنی آمد کا حال اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"میں اپنے قبیلے کے ایک وفد کے ساتھ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا۔ میں نے ایک قطری تہبند پہنا ہوا تھا جو میرے قدموں سے نیچے لٹک رہا تھا اور اوپر ایک چادر اوڑھے ہوئے تھا۔ میں نے حضور انور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے کچھ سکھائیے جسے اللہ میرے لئے نفع بخش بنا دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "چھوٹی سے چھوٹی نیکی کو بھی کمتر نہ سمجھو خواہ اپنے برتن سے کسی پیاسے کے برتن میں پانی ڈال دو اور اپنے بھائی سے خوش خلقی اور خندہ پیشانی سے ملو اور جب وہ رخصت ہو جائے تو اس کی غیبت نہ کرو۔ (اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 158)

وفدِ بنی اسد

قبیلہ بنی اسد کا ایک وفد جو دس افراد پر مشتمل تھا سن 9 ہجری میں خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ ان میں وابصہ بن معبد اور طلحہ بن خویلد بھی شامل تھے۔ یہ قبیلہ بڑا جنگجو تھا اور یہ ہمیشہ قریش کے حلیف رہے۔ ہادیٔ انس وجاں رہبرِ کائنات نبی کریم ﷺ نے ان کی جانب ابھی تک کوئی مبلغ روانہ نہیں کیا تھا۔ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی قوت کو دیکھ کر خود ہی اسلام قبول کرنے کے لئے آگئے اور بڑے فخر سے کہا کہ ہم نے از خود اسلام قبول کیا ہے اور بڑی دور سے سفر کرکے یہاں پہنچے ہیں۔ گویا حضور پُر نور ﷺ پر احسان جتلا رہے تھے۔

اس وقت اللہ کا پیارا رسول ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مسجد میں جلوہ فرما تھا۔ انہوں نے گفتگو کی

Marfat.com

آغاز کرتے ہوئے کہا:

یارسول اللہ! ہم نے گواہی دی ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے اور آپ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ یارسول اللہ! ہم خود حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے ہیں۔ حضور ﷺ نے ہمیں بلانے کے لئے اپنا کوئی نمائندہ نہیں بھیجا۔ ہم خود بھی ایمان لائے ہیں اور ہمارے قبیلہ کے جو لوگ پیچھے رہ گئے ہیں ان کے بھی ہم ذمہ دار ہیں۔

ان کی اس گفتگو اور اندازِ گفتگو میں یہ بات نمایاں تھی کہ گویا انہوں نے ایمان لا کر آپ پر بڑا احسان کیا ہے۔ خداوند ذوالجلال کی غیرت اس بات کو برداشت نہ کر سکی فوراً اپنے محبوب کریم ﷺ پر سورہ حجرات کی آیتِ مبارکہ 17 نازل فرمائی جس میں اللہ تبارک تعالیٰ کا ارشادِ پاک یوں ہے:

يَمُنُّونَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○

ترجمہ: ''وہ احسان جتلاتے ہیں کہ وہ اسلام میں آئے' فرمایئے مجھ پر مت احسان جتلاؤ اپنے اسلام کا بلکہ اللہ نے احسان فرمایا ہے تم پر کہ تمہیں ایمان کی ہدایت بخشی اگر تم (اپنے ایمان کے دعویٰ) میں سچے ہو۔'' (سورۂ حجرات آیت 17)

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ صاحب ثروت تھے۔ انہوں نے سابقہ گناہوں سے توبہ کے ساتھ ایک ہزار اونٹ اللہ کی راہ میں دیئے۔ انہوں نے کچھ اشعار پڑھے جن میں سے ایک کا مطلب یہ ہے کہ اے میرے ربّ میری اس تجارت کو خسارے میں نہ ڈالنا۔ ہادیٔ انس و جاں' حضور پُرنور' نبی کریم' رہبرِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہاری تجارت خسارے کی تجارت نہیں ہوئی۔

انہیں عیافہ' کہانت اور کنکریاں پھینکنے سے منع فرمایا۔ انہوں نے عرض کی' یارسول اللہ! یہ کام ہم زمانۂ جہالت میں کیا کرتے تھے۔ کیا ان میں سے کوئی چیز مباح بھی ہے؟ حضور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا رمل' کیونکہ اس کی تعلیم اللہ کے نبی کو دی گئی تھی۔ جس کے خطوط اس نبی سے مطابقت رکھتے ہوں وہ جائز ہے ورنہ نہیں۔

عیافہ: پرندوں کے ناموں' آوازوں اور گزرنے سے فال پکڑنا شگون لینا۔

کہانت: مستقبل کے حالات کے بارے میں معلومات حاصل کرنا۔

خط: اس سے مراد خطِ رمل ہے۔

کیونکہ ہمارے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں جس سے ہم ان خطوط کی اس نبی کے خطوط سے مطابقت ثابت کر سکیں' اس لئے یہ بھی مباح نہیں بلکہ ممنوع ہے۔

(زادالمعاد جلد 3 صفحہ 654۔ طبقاتِ ابنِ سعد جلد 1 صفحہ 293۔ زُرقانی جلد 4 صفحہ 54۔ اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 65)

Marfat.com

وفدِ ابوتمیم الداری

ابوتمیم الداری اور اس کا بھائی نعیم اپنے قبیلہ کے چار دیگر افراد کے ہمراہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ اس سے پہلے وہ نصرانیت کے پیرو تھے۔ رخِ انور کو دیکھ کر سب کے سب حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ یہ لوگ ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں بھی حاضری کا شرف حاصل کر چکے تھے لیکن ایمان لانے کی سعادت انہیں دوسری ملاقات کے بعد نصیب ہوئی۔ یہ لوگ، ابوتمیم داری نعیم اور وفد کے دیگر ارکان تھے تو نصرانی لیکن انہیں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا پکا یقین تھا۔ اسی لئے وہ جب پہلی دفعہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو انہوں نے عرض کی کہ ملک شام سے انہیں ایک قطعہ زمین عطا فرمایا جائے۔

حبیب ربّ للعالمین تاجدارِ کائنات سرکارِ دوعالم حضورِ انور نبی کریم، رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا سلو احیث شئتم ''جہاں سے تمہاری مرضی ہے زمین کا قطعہ مانگو''، تمہیں عطا کیا جائے گا۔ اس وفد کے ایک رکن ابوہند نے بیان کیا کہ ہم مشورہ کرنے کے لئے اٹھ آئے۔ ابوتمیم نے رائے دی کہ ہم حضورِ انور ﷺ سے بیت المقدس اور اس کے گردونواح کا علاقہ طلب کریں۔ ابوہند نے اس رائے سے اختلاف کیا۔ اس نے کہا، یہ مرکزی مقام ہے، پہلے یہاں عجم کے بادشاہوں کا قبضہ تھا، اب یہاں عرب کے سلاطین اپنا مرکز بنائیں گے، وہاں ہمارا رہائش پذیر ہونا مشکل ہوگا۔

ابوتمیم نے یہ بات سن کر ایک دوسرے خطہ کا نام لیا۔ اس نے کہا ہم حضور نبی کریم، رؤف ورحیم ﷺ سے اپنے لئے بیت جیرون کے گردونواح کے علاقہ کے بارے میں درخواست کریں گے، چنانچہ ہم سب بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے اور اپنی گزارش پیش کی۔ حضور پُرنور ﷺ نے ازراہ شان کریمی ہماری یہ گزارش قبول فرمائی۔ چمڑے کا ٹکڑا منگوایا اور اس پر ہمیں لکھ دیا۔ سرکارِ دوعالم ﷺ کی دستاویز گرامی کے الفاظ:

''یہ وہ تحریر ہے جس میں محمد رسول اللہ ﷺ نے دارییّن کو جو جاگیر عطا فرمائی ہے وہ ذکر کی گئی ہے۔ جب اللہ تبارک تعالیٰ اپنے حبیب کو یہ سرزمین عطا فرمائے گا تو حضور داریین کو بیت عینون، جیرون، مرطوم اور بیت ابراہیم کے علاقے عطا فرمائیں گے اور یہ عطیہ تا ابد ہوگا۔ اس تحریر پر حضرت عباس بن عبدالمطلب، خزیمہ بن قیس، شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہم نے بطور گواہ دستخط کئے۔''

حضور انور نبی کریم ﷺ نے یہ دستاویز انہیں عطا فرمائی اور فرمایا ''اب تم اپنے وطن واپس چلے جاؤ اور جب تم کو یہ پتا چلے گا کہ میں مکہ سے ہجرت کر کے چلا گیا ہوں تو تم میرے پاس آنا''، چنانچہ حضور پُرنور ﷺ کی ہجرت کے بعد یہ لوگ پھر مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے اس دستاویز کی تجدید کے لئے گزارش کی۔ چنانچہ اسی مضمون کا ایک نیا عہد نامہ تحریر فرما کر انہیں عطا فرمایا۔ اور اس پر بطور گواہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت فاروق اعظم، حضرت عثمان ذوالنورین، سیدنا علی بن ابی طالب اور حضرت امیر معاویہ نے اپنے دستخط ثبت

Marfat.com

کئے۔ (السیرۃ النبویہ احمد بن زینی دحلان جلد 3 صفحہ 15۔ السیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 335)

وفدِ بنو غافق

سن 9 ہجری میں حضرت جلیحہ بن شجار رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں قبیلہ بنو غافق کے ایک وفد نے حاضرِ دربار ہو کر عرض کیا کہ ہم اپنے قبیلہ کے نمائندے ہیں' ہم اسلام قبول کر چکے ہیں اور صدقات صحنوں میں رکھے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے وہی حقوق ہیں جو دوسرے مسلمانوں کے ہیں اور وہی ذمہ داریاں ہیں جو دوسرے مسلمانوں کی ہیں۔ وفد کے ایک رکن نے کہا۔ ہم اللہ پر ایمان لائے۔ ہم نے رسولِ اکرم ﷺ کی اتباع کی۔

وفدِ بنو بہراء

اس قبیلہ کا ایک 13 رکنی وفد سن 9 ہجری میں علاقۂ یمن سے مدینہ منورہ پہنچا اور حضرت مقداد بن عمرو الاسود رضی اللہ عنہ کے ہاں ٹھہرا۔ انہوں نے وفد کے لئے کھجور' ستو اور گھی سے شاندار پر تکلف کھانا تیار کیا' مہمانوں کو کھلایا اور کچھ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضور پُر نور' نبی کریم' رؤف و رحیم' عالمِ خفا و غیوب ﷺ کے لئے بھیجا۔

ان کی خادمہ سدرہ یہ لے کر حاضر ہوئی۔ اس روز پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' سرکارِ دو عالم ﷺ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں تشریف فرما تھے۔ حضور پُر نور ﷺ کی خدمت میں سدرہ نے پیالہ پیش کیا۔ حضور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے پوچھا کیا ضباعہ (حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ) نے بھیجا ہے؟ میں نے عرض کی' ہاں۔ یا رسول اللہ ﷺ۔ حضورِ انور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا' رکھ دو۔ پھر فرمایا تمہارے مہمانوں کا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کی' ہمارے ہاں قیام فرما ہیں۔ پھر حضورِ انور ﷺ کے کاشانۂ اقدس میں جتنے افراد تھے سب نے سیر ہو کر وہ کھانا کھایا اور سدرہ کو بھی کھلایا۔ جب سب سیر ہو گئے تو حضور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا' سدرہ جو باقی بچ گیا ہے وہ مہمانوں کے لئے لے جاؤ۔

سدرہ کہتی ہے کہ میں نے وہ پیالہ اپنی مالکہ کے سامنے پیش کر دیا جتنا عرصہ وہ مہمان مدینہ طیبہ میں سکونت پذیر رہے یہی کھانا ان کی خدمت میں پیش کیا جاتا رہا۔ مہمان بڑے حیران ہوئے اور ایک دن انہوں نے حضرت مقداد بن عمرو الاسود رضی اللہ عنہ کو کہا کہ تم ہر روز دن میں کئی بار ہمیں لذیذ ترین کھانا کھلاتے ہو' ہمارے ہاں تو ایسا کھانا کبھی کبھار کسی کو نصیب ہوتا ہے۔ ہمیں تو یہ بتایا گیا تھا کہ تمہارے ہاں خوراک کی بڑی قلت ہے لیکن ہم تو ہر دفعہ خوب پیٹ بھر کر کھاتے ہیں۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا کہ اللہ تبارک تعالیٰ کے محبوب نے اپنی با برکت انگلیاں اس کھانے کو لگائی ہیں یہ ہمارے آقا کی انہی انگلیوں کی برکت ہے کہ یہ کھانا ختم ہونے میں نہیں آتا۔

حضور پُر نور نبی کریم ﷺ کا یہ معجزہ دیکھ کر ان میں مزید تقویت پیدا ہوئی اور وہ لوگ بار بار یہ کہتے نشهد انه

Marfat.com

رسول اللہ "ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تبارک تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔" اور بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے۔

مدینہ منورہ میں اپنے قیام کے دوران انہوں نے دین اسلام کے فرائض سیکھے۔ قرآن کریم کی کئی سورتیں یاد کیں۔ پھر الوداعی سلام عرض کرنے کے لئے بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ ہادیٔ انس وجان سرکارِ دوعالم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ان کو بھی اس انعام واکرام سے نوازیں جس سے دوسرے وفود کے ارکان کو نوازا جاتا ہے۔ (طبقاتِ ابنِ سعد جلد 1 صفحہ 331۔ زاد المعاد جلد 3 صفحہ 656۔ خاتم النبیین جلد 2 صفحہ 1140)

وفد بنی عامر بن صعصعہ

علاقہ نجد سے قبیلہ بنی عامر کا ایک وفد سن 9 ہجری میں مدینہ منورہ آیا۔

اس وفد میں قبیلہ کے دیگر افراد کے علاوہ ان کے تین سردار بھی تھے (1) عامر بن طفیل (2) اربد بن قیس (3) جبار بن سلمیٰ۔

دشمن خدا عامر بن طفیل، حضرت لبید رضی اللہ عنہ کا بھائی اربد بن قیس، خالد بن جعفر اور جبار بن اسلم جو اس وفد میں شامل تھے، یہ سب اپنی قوم کے سربرآوردہ اور شیطان تھے۔ عامر بن طفیل وہی دشمن خدا ہے جس نے بئر معونہ ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شہید کرایا تھا۔

عامر بن طفیل اس قبیلہ کا رئیسِ اعظم تھا۔ جب عکاظ میں تجارتی میلہ لگتا اور اطراف واکناف سے بے شمار لوگ اکٹھے ہوتے تو اس طرف سے ایک منادی کرنے والا یوں اعلان عام کرتا:

"کسی پیدل کو سواری کی ضرورت ہو تو ہمارے پاس آئے ہم اس کو سواری کا جانور دیں گے۔ اگر کوئی فاقہ سے ہے تو ہمارے پاس آئے ہم اس کو کھانا کھلائیں گے۔ اگر کوئی اپنے دشمن سے خائف وہراساں ہے تو وہ ہمارے پاس آئے ہم اسے پناہ دیں گے۔ اس کے علاوہ وہ غضب کا حسین تھا لیکن وہ ہر وقت حضور نبی کریم ﷺ کو دھوکا سے قتل کرنے کے منصوبے بناتا رہتا تھا۔"

ایک روز عامر بن طفیل نے اپنے ساتھی اربد کو کہا، جو عرب کے مشہور شاعر حضرت لبید رضی اللہ عنہ کا بھائی تھا کہ جب ہم اس شخص (حضور پُرنور) کے پاس پہنچیں تو میں ان کو باتوں میں مشغول کر کے اپنی طرف متوجہ کرلوں گا۔ تم اس وقت اپنی تلوار سے ان پر حملہ کر کے ان کا کام تمام کر دینا۔ اس کے قبیلہ کے دوسرے افراد اسلام قبول کرنے پر آمادہ تھے۔ انہوں نے اسے ازراہ خیر خواہی مشورہ دیا، اے عامر! سب لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ تم نادان نہ بنو۔ تم بھی اسلام قبول کرلو۔ اس نے کہا میں نے حلف اٹھایا ہوا ہے کہ اسلام ہرگز قبول نہ کروں گا۔

جب یہ قافلہ بارگاہِ رسالت مآب میں پہنچا تو عامر بن طفیل نے حضور کے نزدیک ہو کر کہا:

"یا محمد ﷺ مجھے اپنا دوست اور صدیق بنا لیجئے۔ حضور پُرنور ﷺ نے فرمایا، جب تک تم اسلام قبول نہ کرو

Marfat.com

میں تمہیں اپنا دوست نہیں بناؤں گا۔ اس نے پھر وہی جملہ دہرایا کہ مجھے اپنا دوست بنا لیجئے اور اس نے اپنی گفتگو کا سلسلہ دراز کیا تا کہ طے شدہ منصوبہ کے مطابق ''اربد'' حضورِ پُرنور ﷺ کو مصروف دیکھ کر اپنی تلوار کا وار کر دے۔ لیکن اربد تھا کہ بے جان مجسمہ بنا' بے حس وحرکت کھڑا رہا۔ دراصل اربد نے جب تلوار بے نیام کرنے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا تو اللہ تبارک تعالیٰ نے اس کے ہاتھ کو شل کر دیا اور اس کو تلوار نیام سے نکالنے کی تاب ہی نہ رہی۔

ایک روایت میں مزید گفتگو یوں ہے کہ جب عامر بن طفیل بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا تو سرکارِ دو عالم ﷺ نے اس کے بیٹھنے کے لئے تکیہ بچھایا۔ پھر اسے فرمایا' اے عامر! اسلام قبول کرلو۔ عامر کہنے لگا' میں ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں۔ حضور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا کہ میرے قریب ہو جاؤ اور جو بات کرنا چاہتے ہو تسلی سے کرو۔

وہ اتنا قریب ہو گیا کہ حضورِ انور ﷺ پر جھک گیا اور یوں گویا ہوا کہ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو آپ مجھے اپنا جانشین مقرر فرمانے کے لئے تیار ہیں۔ حضور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا' اس میں تیرا اور تیری قوم کا کوئی دخل نہیں۔ ہر چیز اللہ تبارک تعالیٰ کے سپرد ہے' وہ جس کو چاہے گا میرا جانشین بنا دے گا۔ البتہ میں تجھے گھڑ سوار دستے کا امیر بنا دوں گا۔ وہ کہنے لگا کہ میں تو آج بھی نجد کے گھڑسواروں کے دستوں کا امیر ہوں۔ مجھے اس عہدہ کی ضرورت نہیں۔ ہاں آپ (ﷺ) ایسا کر دیں کہ عرب کے صحرا نشین قبائل کا مجھے امیر بنا دیں اور بڑے شہروں اور قصبوں کی امارت اپنے پاس رکھیں۔ حضورِ انور نبی کریم سرکارِ دو عالم ﷺ نے اس کی اس تجویز کو ٹھکرا دیا۔

پھر اس نے کہا میں مسلمان ہو جاؤں تو مجھے کیا ملے گا' فرمایا لك ما للمسلمين وعليك ما على المسلمين ''جو دوسرے مسلمانوں کے حقوق ہیں وہی تمہارے حقوق ہوں گے اور جو ان کے فرائض اور ذمہ داریاں ہوں گی وہی تمہاری ہوں گی۔'' وہ غصہ سے بھر گیا اور کہنے لگا ''میں آپ کے مقابلہ کے لئے اتنے شہسوار اور اتنے پیدل لڑاکے لے آؤں گا جو ان وادیوں کو بھر دیں گے'' پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضورِ پُرنور عالمِ خفا وغیوب ﷺ نے اس کی متکبرانہ بات کا ایک ہی جواب دیا۔ اللہ تبارک تعالیٰ تمہیں ایسا کرنے کی ہمت نہیں دے گا۔ حضورِ انور ﷺ کئی روز تک یہ دعا مانگتے رہے۔ اللهم اكفني عامر بن طفيل بما شئت ''الٰہی! عامر کے شر سے مجھے بچا جس طرح تیری مرضی ہو۔'' اس پر اللہ تبارک تعالیٰ نے اس پر ایسی بیماری مسلط کر دی جو اس کی ہلاکت کا باعث بنی۔

حضورِ انور ﷺ کی بارگاہ سے باہر نکلے تو عامر بن طفیل نے اربد کو کہا کہ میں نے تجھے حملہ کرنے کا کتنا موقع دیا۔ جو بات میرے اور تیرے درمیان طے ہوئی تھی تو نے اس پر عمل نہ کیا۔ میں تجھے سب سے زیادہ

Marfat.com

بہادر سمجھتا تھا لیکن تو پرلے درجے کا بزدل نکلا۔ اب مجھے تیری ذرا پرواہ نہیں۔ اربد نے جھلا کر جواب دیا۔ تیرا باپ مرے! میرے بارے میں جلدی فیصلہ نہ کر۔ میں نے کئی بار تیری تجویز پر عمل کرنے کی کوشش کی لیکن ہر بار ایسی صورت پیدا ہوئی کہ میں اس پر عمل نہ کر سکا۔ پہلی بار تو میرے درمیان اور ان کے درمیان لوہے کی ایک دیوار کھڑی کر دی گئی' دوسری بار میں نے تلوار نیام سے نکالنی چاہی تو ایک مست اونٹ منہ کھولے مجھ پر حملہ کرنے کے لئے دوڑا' اور ایک بار جب میں نے حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو تو میرے سامنے آ گیا۔ کیا میں تجھے قتل کر دیتا؟

جب عامر بن طفیل' خائب و خاسر ہو کر اپنے قبیلہ کے ساتھ وطن روانہ ہوا تو راستہ میں اسے طاعون نے آلیا۔ غرور سے اکڑی ہوئی گردن میں طاعون کی گلٹی نکل آئی۔ لاچار ہو کر اس نے بنوسلول کی ایک عورت کے گھر میں پناہ لی۔ بنوسلول کا قبیلہ پرلے درجے کا خسیس تھا۔ ان کی کمینگی کو شہرتِ عام حاصل تھی۔ ایک کمینہ خاندان کی ایک سفلہ صفت خاتون کے گھر میں مرنے کا تصور کر کے وہ لرز جاتا۔ اس نے اپنی قوم کو اپنے پاس بلایا اور کہا ایک بڑی گلٹی میری گردن میں پھوڑے کی مانند نکل آئی ہے۔ بنوسلول کی ایک بڑھیا کے گھر میں موت کا انتظار کر رہا ہوں۔ لے آؤ میرا گھوڑا تاکہ اس پر سوار ہو کر راہِ فرار اختیار کروں۔ اس کا گھوڑا لایا گیا اور اس پر سوار ہو کر وہ اپنا نیزہ ہاتھ میں لے کر لہرانے لگا۔ گھوڑا کودا اور وہ مغرور زمین پر آ گرا اور اسی وقت ہلاک ہو گیا۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ عامر بن طفیل مسلمان ہو گیا اور کافی عرصہ تک زندہ رہا۔ لیکن یہ ان لوگوں کی غلط فہمی ہے۔ یہ عامر اسی وقت گھوڑے سے گرا اور طاعون کی گلٹی کے درد سے کراہتا ہوا واصل جہنم ہو گیا۔ جو عامر مسلمان تھے وہ عامر بن طفیل الاسلمی تھے جو جلیل القدر صحابی تھے۔ انہوں نے ایک دفعہ بارگاہِ رسالت مآب میں عرض کی۔ یارسول اللہ زودنی بکلمات اعش بھن 'یارسول اللہ! مجھے ایسے کلمات سکھایئے جن کے مطابق میں اپنی زندگی بسر کرتا رہوں۔'' اللہ تبارک تعالیٰ کے پیارے حبیب نے یہ پیارے پیارے جملے اپنے پیارے صحابی کو تلقین فرمائے۔ ان جملوں میں حضور پُرنور سرورِ کون و مکاں ﷺ کے ہر نیاز آگین غلام کے لئے ہدایت کے بیش بہا خزانے پوشیدہ ہیں۔ اس لئے قارئین کے افادہ کے لئے اس ارشاد کو پورا لکھ رہا ہوں۔ فرمایا اللہ تبارک تعالیٰ کے حبیب اور محبوب ﷺ نے:

یا عامر افش السلام واطعم الطعام واستحی من اللہ
کما نستحی من رجل من اھلك ۔ واذا اسات فاحسن
وان الحسنت یذھبن السیات

Marfat.com

''اے عامر! امن وسلامتی کو پھیلاؤ۔ فاقہ کشوں کو کھانا کھلاؤ۔ اللہ تبارک تعالیٰ سے اس طرح حیا کرو جس طرح تم اپنے اہل کے کسی مرد سے حیا کرتے ہو۔ اور اگر تم کوئی گناہ کر بیٹھو تو اس کے بعد نیک کام کرو کیونکہ نیکیاں برائیوں کو نیست ونابود کر دیتی ہیں۔''

اربد اور جبار دونوں اپنے قبیلے میں واپس آ گئے۔ اربد سے لوگوں نے پوچھا کہ تم ان سے ملنے گئے تھے کیا ہوا؟ وہ بکنے لگا کہ کچھ بھی نہیں۔ اس نے ہمیں ایک بات پر ایمان لانے کی دعوت دی' اگر آج وہ میرے سامنے ہوتا تو میں اس کو اپنے تیر کا نشانہ بناتا اور اس کا کام تمام کر دیتا۔ اس گستاخانہ بات پر دو روز مشکل سے گزرے تھے کہ وہ اپنے اونٹ کو چرانے کے لئے اس کے پیچھے جا رہا تھا۔ مطلع بالکل صاف تھا' بادل کا نام ونشان تک نہ تھا' شدت کی گرمی پڑ رہی تھی' اچانک بجلی کوندی' آگ کا ایک شعلہ اس پر اور اس کے اونٹ پر گرا اور دونوں کو جلا کر خاکستر کر دیا (راکھ کوئلہ بنا دیا) البتہ ان کا تیسرا ساتھی جبار کچھ عرصہ زندہ رہا اور اپنی قوم کے ساتھ نعمتِ ایمان سے بہرہ ور ہوا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 550 تا 553۔ مواہب اللدنیہ جلد 4 صفحہ 20' 21۔ السیرۃ النبویہ احمد بن زینی دحلان جلد 3 صفحہ 21' 22۔ خاتم النبیین جلد 2 صفحہ 1109' 1110)

وفدِ بنی حنیفہ

نجد' جزیرۂ عرب کے صوبوں سے ایک صوبہ ہے جس کا رقبہ وسیع وعریض ہے' اس کا ایک حصہ یمامہ کے نام سے موسوم ہے' یہی یمامہ کا خطہ بنو حنیفہ کا مسکن تھا۔

یہ وفد سن 10 ہجری میں اور بروایتِ دیگر سن 9 ہجری میں مدینہ آیا۔ اس میں مسیلمہ کذاب سمیت سترہ آدمی تھے۔ مسیلمہ کا سلسلۂ نسب یہ ہے: مسیلمہ بن ثمامہ کبیر بن حبیب بن حارث۔ یہ وفد ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ کے مکان پر اُترا۔ پھر خدمت نبوی میں حاضر ہو کر حلقہ بگوشِ اسلام ہوا۔ البتہ مسیلمہ کذاب کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔ تمام روایات پر مجموعی نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اکڑ' تکبر اور امارت کی ہوس کا اظہار کیا اور وفد کے باقی ارکان کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہ ہوا۔

پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم' ہادیٔ انس وجاں' رہبرِ کائنات' رسولِ بحر وبر' رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تو قولاً اور فعلاً اچھے اور شریفانہ برتاؤ کے ذریعہ اس کی دلجوئی کرنی چاہی لیکن جب دیکھا کہ اس شخص پر اس برتاؤ کا کوئی مفید اثر نہیں پڑا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فراست سے تاڑ لیا کہ اس کے اندر شر ہے۔

اس سے قبل حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ خواب دیکھ چکے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روئے زمین کے خزانے لاکر رکھ دیے گئے ہیں اور اس میں سے سونے کے دو کنگن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں آ پڑے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دونوں بہت گراں اور رنج دہ محسوس ہوئے۔ چنانچہ آپ کو وحی کی گئی کہ ان دونوں کو پھونک دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے پھونک دیا تو وہ دونوں اڑ گئے۔اس کی تعبیر آپ ﷺ نے یہ فرمائی کہ آپ ﷺ کے بعد دو کذاب (پرلے درجے کے جھوٹے) نکلیں گے۔ان دونوں پرلے درجے کے جھوٹے نبیوں سے مراد ایک صنعاء کا باشندہ اسود عنسی ہے اور دوسرا یمامہ کا باشندہ مسیلمہ ہے۔''

چنانچہ جب مسیلمہ کذاب نے اکڑ اور انکار کا اظہار کیا۔(وہ کہتا تھا کہ محمد ﷺ نے کاروبارِ حکومت کو اپنے بعد میرے حوالے کرنا طے کیا' تو میں ان کی پیروی کروں گا۔) تو حضور پُر نور نبی کریم رسول اللہ ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے۔اس وقت آپ ﷺ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک شاخ تھی اور آپ ﷺ کے ہمراہ آپ کے خطیب حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ تھے۔مسیلمہ اپنے ساتھیوں کے درمیان موجود تھا۔آپ ﷺ اس کے سر پر جا کھڑے ہوئے اور گفتگو فرمائی۔اس نے کہا:''اگر آپ چاہیں تو ہم حکومت کے معاملے میں آپ کو آزاد چھوڑ دیں' لیکن اپنے بعد اس کو ہمارے لیے طے فرمادیں۔'' آپ ﷺ نے (کھجور کی شاخ کی طرف شارہ کرتے ہوئے) فرمایا:''اگر تم مجھ سے یہ ٹکڑا چاہو گے تو تمہیں یہ بھی نہ دوں گا' اور تم اپنے بارے میں اللہ کے مقرر کئے ہوئے فیصلے سے آگے نہیں جا سکتے' اور اگر تم نے پیٹھ پھیری تو اللہ تمہیں توڑ کر رکھ دے گا۔خدا کی قسم! میں تجھے وہی شخص سمجھتا ہوں جس کے بارے میں مجھے وہ (خواب) جو دکھلایا گیا ہے۔اور یہ ثابت بن قیس ہیں جو تمہیں میری طرف سے جواب دیں گے۔''اس کے بعد آپ ﷺ واپس چلے آئے۔

سیرت ابنِ ہشام میں ہے کہ جب یہ وفد مدینہ آیا تو مسیلمہ سامان کے پاس رہ گیا۔دیگر ساتھی آکر مسلمان ہو گئے۔سب کو حضور پُر نور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ کی جانب سے پانچ پانچ اوقیہ چاندی ملی۔مسیلمہ کا حصہ بھی بھیجا گیا۔حضور پُر نور ﷺ نے فرمایا تمہارا ساتھی سامان کی حفاظت کے باعث برے مقام پر نہیں۔اس نے جب یہ ارشاد اپنے وفد کے ارکان سے سنا تو کہنے لگا۔''اس کا مطلب ہے کہ میں ان کے ساتھ کارِ نبوت میں شریک ہوں' واپس جا کر اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور ہزاروں لوگوں کو گمراہ کر ڈالا۔

جب مسیلمہ کذاب خائب وخاسر ہو کر اپنے وطن پہنچا تو اس نے اپنی سوچی ہوئی سکیم کے مطابق یہ مشہور کر دیا کہ حضور پُر نور ﷺ نے مجھے اپنی نبوت میں شریک کر لیا ہے اور اس نے وفد کے دیگر افراد کو بطور گواہ پیش کیا۔

پھر دعویٰ کیا کہ اسے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کارِ نبوت میں شریک کر لیا گیا ہے۔چنانچہ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور بامعنی فقرے' مصرعے گھڑنے لگا۔اپنی قوم کے لئے زنا اور شراب حلال کر دی اور ان سب باتوں کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہ شہادت بھی دیتا رہا کہ آپ ﷺ اللہ کے نبی ہیں۔اس شخص کی وجہ سے اس کی قوم فتنے میں پڑ کر اس کی پیروکار و ہم آواز بن گئی۔نتیجتاً اس کا معاملہ نہایت سنگین ہو گیا۔اس کی اتنی قدر ومنزلت ہوئی کہ اسے یمامہ کا رحمان کہا جانے لگا۔اپنی قوم کی طرف سے یہ حوصلہ افزائی پا کر اب اس نے رسول اللہ ﷺ کو ایک خط لکھا:''مجھے اس کام میں آپ کے ساتھ شریک کر دیا گیا ہے۔آدھی حکومت

Marfat.com

ہمارے لیے ہے اور آدھی قریش کے لئے۔“
مسیلمہ کذاب نے اپنے دو قاصدوں کے ہاتھ جو خط روانہ کیا اس کا متن یہ ہے۔
من مسیلمة رسول الله الی محمد رسول الله ۔
اما بعد!
فانی قد اشرکت فی الا معك وان لنانصف الا مر ولیس قریش قوما یعد لون ۔
”یہ خط مسیلمہ کی طرف سے ہے جو اللہ کا رسول ہے بنامِ محمد ﷺ جو اللہ کے رسول ہیں۔ مجھے امرِ نبوت میں آپ کے ساتھ شریک کر دیا گیا ہے۔ آدھی چیز ہمارے لئے ہوگی۔ قریش ایسا قبیلہ ہے جو عدل وانصاف نہیں کرتا۔“
پیغمبرِ اوّل وآخر و اعظم، ہادیٔ انس وجاں، رہبرِ کائنات، رسولِ بحر و بر، فخر اولادِ آدم، حاصلِ کائنات، اصل الموجودات، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف ورحیم، رحمت للعالمین ﷺ نے اس کے جواب میں یہ گرامی نامہ تحریر فرمایا:
بسم الله الرحمن الرحیم ۔ من محمد رسول الله
الی مسیلمة الکذاب ۔ سلام علی من اتبع الهدیٰ
اما بعد!
فان الارض لله یورثها من یشاء من عباده والعاقبة للمتقین ۔
”یہ گرامی نامہ محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کو لکھا جا رہا ہے۔ اس شخص پر سلامتی ہو جو ہدایت کی پیروی کرنے والا ہے۔ امابعد! زمین کا مالک اللہ تبارک تعالیٰ ہے، اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے اور متقین کے لئے ہی بہترین انجام ہے۔“
ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابنِ نواحہ اور ابنِ اثال مسیلمہ کے قاصد بن کر حضورِ انور نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تھے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ”تم دونوں شہادت دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟“ انہوں نے کہا: ہم شہادت دیتے ہیں کہ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”میں اللہ اور اس کے رسول (محمد ﷺ) پر ایمان لایا۔ اگر میں کسی قاصد کو قتل کرتا تو تم دونوں کو قتل کر دیتا۔“
مسیلمہ کذاب نے اپنی قوم کو اپنے جھنڈے تلے جمع کرنے کے لئے اور اپنی نبوت کا گرویدہ بنانے کے لئے کئی پابندیوں سے آزاد کر دیا تاکہ وہ ان آسانیوں کے باعث اسلام کو چھوڑ کر اس کے پیروکار بن جائیں۔ اس نے نماز کی فرضیت ساقط کر دی۔ ان کے لئے شراب اور زنا کو حلال کر دیا۔ سچے اور جھوٹے نبی میں جو تفاوت ہے وہ انہیں باتوں سے اجاگر ہو جاتا ہے۔ اس نے حضور پُرنور نبی کریم سرکارِ دو عالم ﷺ کے ساتھ سودا

Marfat.com

بازی کرنے کی کئی بار کوشش کی۔ یہ کہا کہ اگر آپ مجھے منصبِ نبوت میں شریک بنا لیں گے تو میرا سارا قبیلہ آپ کی اطاعت کرے گا اور آپ کے پرچم کے نیچے متحد ہو کر آپ کے دشمنوں سے نبرد آزما ہوگا۔

اور اگر آپ مجھے نبوت میں شریک نہیں کرتے تو مجھے اپنا جانشین مقرر کر دیں' اس طرح میں بھی اپنے لاکھوں بہادر جوانوں کے ساتھ آپ کی اطاعت کر لوں گا۔ لیکن سرکارِ دو عالم ﷺ نے اس کی ان دونوں پیشکشوں کو مسترد کر دیا اور اس پر یہ واضح کر دیا کہ نبی سودا بازی نہیں کیا کرتا۔ اس کے پیشِ نظر تو اپنی دعوتِ رسالت کو ہر قیمت پر لوگوں کے سامنے پیش کرنا ہے۔ (مسیلمہ کذاب نے اپنی قوم کو جو مراعات دیں یہ بھی اس کے کذاب ہونے کی واضح دلیلیں ہیں)

کذابوں کا انجام

قارئین کرام! اصولی طور پر جو ''وفد بنی حنیفہ'' کے بارے میں میں نے لکھنا تھا وہ میں لکھ چکا ہوں لیکن اس میں دو کذابوں جھوٹے نبیوں کا ذکر ہے جن کے انجام کو قارئین کرام ضرور جاننا چاہیں گے۔ اس کے بیان کے بغیر ان میں تشنہ لبی رہے گی۔ اس لیے میں ان کے انجام کو مختصراً بیان کر رہا ہوں۔ نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے دونوں کذابوں کو اللہ تبارک تعالیٰ نے ہر میدان میں ناکام و نامراد کیا۔

مسیلمہ کذاب کا تعلق نجد کے علاقہ یمامہ سے تھا اور یہیں اس کا قبیلہ آباد تھا۔ اس نے سن 10 ہجری میں جھوٹا نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اسے ماہِ ربیع الاول 12 ھ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں یمامہ کے اندر قتل کیا گیا۔

مسیلمہ کذاب کو یمامہ کے میدانِ جنگ میں قتل کیا گیا۔ اس کا قاتل وہی وحشی تھا جس نے غزوہ اُحد میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا۔

ایک روایت کے مطابق وحشی کہتے ہیں کہ میری یہ آرزو تھی کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کا جو جرم مجھ سے سرزد ہوا تھا اس کا ازالہ کرنے کے لئے اللہ تبارک تعالیٰ مجھے توفیق دے کہ میں اسلام کے کسی بڑے دشمن کو موت کے گھاٹ اتاروں۔ میں یمامہ کی جنگ میں شریک تھا' میں نے مسیلمہ کذاب کو ایک مست اونٹ کی طرح بال بکھیرے ہوئے کھڑا دیکھا۔ میں نے تاک کر اس کے سینے پر اپنا نیزہ پھینکا جو اس کے سینہ کو چیرتا ہوا اس کی پشت سے پار نکل گیا۔ اس طرح اللہ تبارک تعالیٰ نے میری یہ دیرینہ حسرت پوری کر دی۔ پھر ایک انصاری بھائی نے اپنی تلوار کا وار کر کے اس کا سر قلم کر دیا۔ یہ واقعہ ماہِ ربیع الاول سن 12 ہجری کا ہے۔

اسود عنسی یمن کے مشہور شہر صنعاء میں ظاہر ہوا اور اپنے نبی ہونے کا اعلان کیا۔ اس سلسلہ میں حضرت ابو مسلم خولانی رضی اللہ عنہ کا واقعہ سچا اور صحیح صورتِ حال پیش کرنے والا ہے جس کو اصحابِ سنن نے بہت سے صحابہ کے واسطہ سے روایت کیا ہے۔ اس کا خلاصہ پیشِ خدمت ہے:

Marfat.com

اسود عنسی نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو اس نے اپنے علاقے سے ہی حضرت ابو مسلم خولانی رضی اللہ عنہ ایک صحابی کو اپنے پاس طلب کیا۔ اسے کہا' تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو آپ نے بات ٹالتے ہوئے فرمایا: ما اسمع "میں کچھ نہیں سنتا۔" دوسرا سوال اس نے یہ پوچھا' کیا! تم یہ گواہی دیتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں تو انہوں نے جھٹ کہا کہ ہاں میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفیٰ اللہ کے رسول ہیں۔ اس نے یکے بعد دیگرے تین بار یہ دونوں سوال دہرائے۔ آپ نے ہر بار اس کو وہی پہلا جواب دیا۔

اس نے اپنے عقیدت مندوں کو حکم دیا کہ ایندھن جمع کرو۔ انہوں نے ایندھن کے ڈھیر جمع کر دیئے اور اس میں آگ لگا دی۔ جب اس کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے اور انگارے خوب دہکنے لگے تو اس نے حکم دیا کہ حضرت ابو مسلم خولانی رضی اللہ عنہ کو رسیوں سے باندھ کر اس بھڑکتی آگ میں پھینک دیا جائے۔ اس کے حکم کی تعمیل کی گئی لیکن لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ان لپکتے ہوئے شعلوں اور دہکتے ہوئے انگاروں نے ان کا بال بھی بیکا نہ کیا جو لباس انہوں نے پہنا ہوا تھا وہ جوں کا توں سلامت رہا۔ اس کا رنگ بھی میلا نہ ہوا۔

اسود کے مشیروں نے اس کو مشورہ دیا کہ تم حضرت ابو مسلم خولانی رضی اللہ عنہ کو یہاں سے خدارا نکال دو ورنہ وہ لوگوں کو تم سے برگشتہ کر دے گا۔ چنانچہ انہیں وہاں سے نکال دیا گیا۔

حضرت ابو مسلم خولانی رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ کا رخ کیا۔ وہاں پہنچے' مسجد نبوی کے دروازے پر اپنی سواری کا اونٹ بٹھایا' اندر داخل ہوئے اور مسجد کے ایک ستون کے پاس کھڑے ہو کر نماز کی نیت باندھ لی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھ لیا۔ جب سلام پھیر چکے تو آپ نے پوچھا من الرجل؟ "آپ کون صاحب ہیں؟" انہوں نے بتایا میں اہلِ یمن سے ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا' ہمارے اس بھائی کا کیا حال ہے جس کو اس جھوٹے نبی نے آگ کے الاؤ میں پھینکا تھا' انہوں نے بتایا انا ھو "میں وہی شخص ہوں۔" آپ نے پھر کہا' بخدا کیا تم وہی ہو؟ انہوں نے جواب دیا اللھم نعم "بخدا! میں وہی ہوں۔" حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے سینے سے لگا لیا۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ انہیں اپنے ہمراہ لے کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس بٹھا دیا۔ پھر کہا الحمد للہ' جس نے مجھے مرنے سے پہلے اس شخص کی زیارت کا شرف بخشا ہے جس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح آگ میں ڈالا گیا لیکن آگ نے اس کا بال بھی بیکا نہ کیا۔

اس کذاب اسود عنسی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے صرف ایک دن اور ایک رات پہلے حضرت فیروز رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کے متعلق وحی آئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس واقعہ سے باخبر کیا۔ اس کے بعد یمن سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس باقاعدہ خبر آئی۔

(فتح الباری جلد 8 صفحہ 87 تا 93 صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 628,627' سبل الہدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 498 السیرۃ النبویہ دحلان جلد 3 صفحہ 27,26' السیرۃ النبویہ ابنِ ہشام جلد 2 صفحہ 587,586)

Marfat.com

سن 10 ہجری

Marfat.com

وفدِ کندہ

قبیلہ کندہ کا وفد سن 10 ہجری میں مدینہ منورہ حاضر ہوا۔ کندہ یمن کے ایک قبیلہ کا نام ہے جو اپنے دادا کندہ کی طرف سے منسوب ہے۔ ان کے دادا کا نام نور بن عفیر تھا اور کندہ اس کا لقب تھا۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، ہادیٔ انس و جاں، تاجدارِ کائنات سرکارِ دو عالم ﷺ کی ایک دادی اس قبیلہ کی خاتون تھی جو حضورِ انور ﷺ کے ایک دادا کلاب کی والدہ تھیں۔ اس وفد کی تعداد اسی (80) تھی، بعض نے ساٹھ بتائی ہے اس وفد میں اشعث بن قیس نامی ایک شخص بھی تھا جو بڑا وجیہ اور خوبصورت تھا۔ اگر چہ وہ کمسن تھا لیکن سارا قبیلہ اس کی دل سے اطاعت کیا کرتا تھا۔ جب وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہونے لگے تو انہوں نے خوب تیاری کی۔ اپنے بالوں میں تیل لگایا، کنگھی کی، آنکھوں میں سرمہ ڈالا اور حیرہ کے بنے ہوئے جبے زیب تن کیے جن کے کنارے ریشمی تھے۔

جب حاضرِ خدمت ہوئے تو وہ سلام عرض کیا جو اپنے ملوک وسلاطین (بادشاہوں) کو پیش کیا کرتے تھے۔ انہوں نے عرض کی ابیت اللعن (یہ ان کا جاہلانہ سلام تھا)

'ابیت اللعن'' یہ ایک دعائیہ جملہ ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ لعنت وملامت بننے والی چیزوں سے ہمیشہ انکاری رہیں اور ان کو کبھی قبول نہ کریں۔ چونکہ یہ جملہ شاہی دربار میں حاضری کے وقت بادشاہ سے مخاطب ہوکر بولا جاتا تھا اس لیے پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا کہ میں بادشاہ نہیں ہوں، محمد بن عبداللہ (ﷺ) ہوں۔ انہوں نے عرض کی، ہم آپ ﷺ کو نام سے بلانے کی جسارت نہیں کر سکتے۔ اپنا کوئی لقب ارشاد فرمایئے جس سے ہم حضورِ انور ﷺ کو مخاطب کرسکیں۔ ان کے اس سوال کے جواب میں حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے انہیں اپنی کنیت بتائی۔ فرمایا، میں ابوالقاسم (ﷺ) ہوں۔ اب وہ عرض پرداز ہوئے اے ابوالقاسم! ہم نے آپ ﷺ کے لئے ایک چیز چھپا رکھی ہے۔ بتایئے وہ کیا ہے؟ فرمایا: سبحان اللہ! ایسی باتیں تو کاہنوں سے پوچھی جاتی ہیں۔

انہوں نے پھر عرض کی کہ ہمیں کیسے معلوم ہو کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ حضورِ انور ﷺ نے کنکریوں کی مٹھی بھری۔ فرمایا یہ بے جان کنکریاں گواہی دیں گی کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ پس تمام کنکریوں کی یہ تسبیح سن کر انہوں نے فوراً کہا نشھد انک رسول اللہ ''ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔'' حضورِ انور ﷺ نے فرمایا: اللہ تبارک تعالیٰ نے مجھے دینِ حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اور مجھ پر ایک ایسی کتاب نازل کی

Marfat.com

ہے جس میں کسی جانب سے بھی باطل نہیں گھس سکتا۔ انہوں نے عرض کی' وہ کلام پاک ہمیں بھی سنائیے۔ چنانچہ رحمتِ دو عالم ﷺ نے سورہ الصافات کی ابتداء سے ربّ المشارق والمغارب تک تلاوت فرمائی۔

اس دوران آپ ﷺ کی چشمانِ مبارکہ ومقدسہ سے اشکوں کے موتی ٹوٹ ٹوٹ کر گرتے رہے اور ریش مبارک میں جذب ہوتے رہے۔

انہوں نے کہا' ہم آپ (ﷺ) کو روتا دیکھ رہے ہیں۔ کیا آپ ﷺ اس ربّ کے خوف سے روتے ہیں جس نے آپ (ﷺ) کو بھیجا ہے۔

آپ ﷺ نے بتایا' فرمایا ہاں اسی کی خشیت مجھے رلاتی ہے کیونکہ اس نے مجھے ایسے صراطِ مستقیم کے ساتھ بھیجا ہے جو تلوار کی دھار سے زیادہ باریک ہے اگر میں اس سے ذرا بھی اِدھر اُدھر ہو جاؤں تو باقی نہ رہوں۔

پھر ان سے دریافت کیا' کیا تو اسلام قبول نہیں کرو گے؟ سب نے یک زبان ہو کر عرض کی' ہم سب دل و جان سے ایمان لانے کے لئے تیار ہیں۔ حضورِ انور ﷺ نے فرمایا' پھر یہ ریشمی کناروں والے جبے تم نے کیوں پہنے ہیں؟

انہوں نے بغیر کسی توقف کے اپنی قیمتی ریشمی عبائیں اتاریں اور پھاڑ کر پھینک دیں۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ ان کی تسلیم و اطاعت سے بہت خوش ہوئے اور رخصت کرتے وقت ہر شخص کو دس دس اوقیہ چاندی عطا فرمائی۔ (السیرۃ النبویہ احمد بن زینی دحلان جلد 3 صفحہ 32,31' اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 98,97 طبقاتِ ابنِ سعد جلد 1 صفحہ 328)

وفدِ بنو جعدہ

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' ہادئ انس و جاں' رہبرِ کائنات' رسولِ بحر و بر' حاصلِ کائنات' اصل الموجودات' فخرِ اولادِ آدم' سیّد المرسلین' خاتم النبیین' رحمت للعالمین' شفیع المذنبین' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں دنیائے عرب و عجم کے ہر گوشہ سے ہر قبیلے و خاندان سے چھوٹے بڑے وفود کی آمد کا تانتا بندھا ہوا تھا اور آپ سراج منیر' رحمتِ دو عالم اور اللہ تبارک تعالیٰ کے قاسم ﷺ ہر ایک کی حاجت روائی فرما رہے تھے۔

سن 9 ہجری میں بنو جعدہ کے ایک نمائندے رقاد بن عمر بن ربیعہ حاضر خدمت ہو کر مسلمان ہو گئے۔ حضور پُرنور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے انہیں ''فلج'' میں جاگیر عطا فرمائی اور اس سلسلہ میں ایک دستاویز بھی لکھ کر دی۔ (الطبقات ابنِ سعد' جلد 1 صفحہ 303)

وفد بنو غامد

دس آدمیوں پر مشتمل بنو غامد کا وفد سن 10 ہجری میں حاضر خدمت ہوا۔ انہوں نے بہت اچھے اچھے لباس

Marfat.com

پہن رکھے تھے۔ انہوں نے بقیع الغرقد میں اپنے خیمے نصب کیے۔ وہاں اپنا سامان رکھا اور ان میں جو سب سے کمسن تھا' اس کو سامان کی حفاظت کے لئے وہاں چھوڑا اور خود بارگاہِ رسالت مآب میں حاضری کے لئے روانہ ہوئے۔ وہ حضورِ انور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضورِ انور ﷺ نے انہیں دین اسلام کے مختلف مسائل سے آگاہ کیا اور اس سلسلہ میں ایک تحریر لکھ کر دی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں بتایا کہ تم اپنے سامان کی حفاظت کے لئے جس نوجوان کو چھوڑ کر آئے تھے وہ سو گیا اور ایک چور آیا جو کپڑوں کا تھیلا اڑا کر لے گیا۔

ان میں سے ایک آدمی نے عرض کیا' یارسول اللہ! وہ چرایا جانے والا تھیلا میرا تھا کیونکہ میرے کسی ساتھی کے پاس کوئی تھیلا نہ تھا۔ حضورِ انور سرکارِ دو عالم ﷺ نے اسے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ تمہارا تھیلا مل گیا ہے اور تمہاری قیام گاہ پر پہنچ گیا ہے۔ وہ لوگ فوراً اپنی قیام گاہ پر آپئے۔ انہوں نے اپنے اس نوجوان ساتھی سے استفسار کیا تو اس نے بتایا کہ مجھے نیند آ گئی۔ میں سو گیا پھر اچانک میری آنکھ کھلی دیکھا کہ وہ تھیلا موجود نہیں' میں اس کو تلاش کرنے کے لئے باہر نکلا تو ایک آدمی جو پہلے بیٹھا تھا' مجھے دیکھ کر بھاگ نکلا۔ میں بھی اس کے پیچھے دوڑنے لگا یہاں تک کہ میں نے اس کو جا لیا۔ وہی چور تھا میں نے اس سے تھیلا حاصل کر لیا اور اسے اٹھا کر واپس لے آیا ہوں۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' سرکارِ دو عالم' مخبر صادق' عالم خفا و غیوب ﷺ نے انہیں جو بات بتائی تھی وہ اس طرح وقوع پذیر ہو چکی تھی۔ یہ دیکھ کر وہ کہنے لگے (نشھد انہ رسول اللہ) ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ یہ حضرات پھر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ عرض کی' یارسول اللہ! جس طرح حضورِ انور ﷺ نے فرمایا تھا اسی طرح وقوع پذیر ہوا۔ اس دفعہ وہ اپنے خادم کو بھی ہمراہ لائے۔ اس نے شرفِ بیعت حاصل کیا۔ حضور پُرنور ﷺ نے اُسے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا کہ انہیں قرآن کریم کی چند سورتیں پڑھا دیں' سکھا دیں' یاد کرا دیں۔

یہ لوگ اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے تو انہیں اسلامی تعلیمات پر مبنی ایک دستاویز لکھ کر دی گئی اور حسبِ معمول بارگاہِ رسالت مآب سے انہیں بھی تحائف و انعامات سے نوازا گیا۔

(طبقاتِ ابنِ سعد جلد 1 صفحہ 345' سبل الہدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 598 زاد المعاد جلد 3 صفحہ 671)

وفد بنو سلامان

قبیلہ سلامان کا ایک وفد اپنے اسلام قبول کرنے کا اعلان کرنے کے لئے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اس وفد کے افراد کی تعداد سات یا سترہ تھی اور انہیں میں حضرت خبیب یا حبیب بن عمرو رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ یہ وفد بعض علماء کے نزدیک ماہِ صفر سن 10 ہجری میں اور بعض کے نزدیک ماہِ شوال سن 10 ہجری میں حاضری کی

Marfat.com

سعادت سے بہرہ ور ہوا۔

حضورِ انور نبی کریم ﷺ سے ان کی ملاقات اس وقت ہوئی جب رحمتِ دو عالم ﷺ مدینہ طیبہ سے باہر اپنے غلام کی نمازِ جنازہ پڑھنے کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ حضورِ انور ﷺ کو دیکھا تو عرض کی السلام علیك یارسول اللہ' حضور پُرنور سرکارِ دو عالم ﷺ نے ان کے سلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا وعلیکم' من انتم؟' تم پر بھی سلامتی ہو' تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے عرض کی' ہم سلامان قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں اور حضورِ انور ﷺ کی بیعت کرنے کا ارادہ سے ہم یہاں حاضر ہوئے ہیں۔ ہم اپنے پیچھے رہ جانے والے قبیلہ کے افراد کی طرف سے بھی بیعت کریں گے۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ اپنے غلام ثوبان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا' انہیں مہمان خانے میں اتارو جہاں وفود کو ٹھہرایا جاتا ہے۔

نمازِ ظہر کے بعد حضورِ انور نبی کریم ﷺ اپنے حجرہ شریف اور منبر مبارک کے درمیان تشریف فرما ہوئے ہم نے بیعت کا شرف حاصل کیا اور دین کے کئی مسائل دریافت کیے۔ انہوں نے ایک سوال یہ کیا کہ ما افضل الاعمال؟ ''سب سے افضل عمل کون سا ہے؟'' ہادی برحق ﷺ نے فرمایا: الصلوٰۃ فی وقتھا ''بروقت نماز کا ادا کرنا۔'' ان لوگوں نے اپنے آقا پیغمبر اوّل و آخر و اعظم ﷺ کی اقتداء میں نمازِ ظہر اور عصر ادا کی۔ حضور پُرنور سرکارِ دو عالم ﷺ نے ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا کہ اجنبیت کا احساس تک ان کے دلوں مین باقی نہ رہا۔ چنانچہ یہ بڑی بے تکلفی سے اپنے معروضات پیش کرنے لگے۔ ایک گزارش یہ کی' یارسول اللہ! ہمارا علاقہ قحط کی زد میں ہے' عرصہ دراز سے بارش نہیں ہوئی۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے ان کے حق مین دعا کرتے ہوئے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی اللھم اسقھم الغیث فی دار ھم ''الٰہی! ان کے علاقہ مین باران رحمت فرما اور ان کو سیراب کر۔'' ان میں سے ایک غلام نے عرض کی' یارسول اللہ! اپنے دستِ مبارک بلند کر کے دعا فرمائیں کیونکہ اس مین بڑی برکت ہے۔ نبی رحمت حضور پُرنور ﷺ مسکرا دیئے اور اپنے دونوں مبارک ہاتھوں کو اتنا بلند کیا کہ حضور کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔

یہ لوگ تین دن تک نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کی ضیافت سے لطف اندوز ہوتے رہے اور حسب معمول سرکارِ دو عالم نبی کریم ﷺ نے انہیں انعامات سے نوازا۔ اور ہر شخص کو پانچ پانچ اوقیہ چاندی مرحمت فرمائی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جب تعمیل ارشاد کرتے ہوئے انہیں یہ چاندی مرحمت کی تو ساتھ ہی معذرت بھی کی کہ آج ہمارے پاس زیادہ مال نہیں ہے' آپ اس قلیل مقدار کو ہی قبول کر لیں۔ انہوں نے کہا ما اکثر ھذا و اطیبہ ''یہ تو بہت ہی زیادہ اور بہت ہی پاکیزہ انعام ہے۔'' جس سے اللہ کے محبوب نے ہم کو نوازا۔

جب یہ لوگ اپنے وطن واپس پہنچے تو وہاں بارش برسنے سے ہر طرف جل تھل کا عالم تھا۔ انہوں نے تحقیق کی کہ یہ بارش کب برسی؟ انہیں معلوم ہوا کہ یہ سحاب کرم اسی روز برسا جب یہ لوگ حضورِ انور ﷺ کی بارگاہ

Marfat.com

اقدس میں حاضر تھے اور حضور نے اپنا دستِ مبارک اٹھا کر ان کے لئے بارش کی دعا کی تھی۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 525' طبقات ابن سعد جلد 1 صفحہ 333' زاد المعاد جلد 3 صفحہ 669' السیرۃ النبویہ احمد بن زینی دحلان جلد 3 صفحہ 45' زرقانی علی المواہب جلد 4 صفحہ 61)

وفد خولان

یہ وفد جو دس افراد پر مشتمل تھا' ماہِ شعبان سن 10 ہجری میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ یہ لوگ آنے سے قبل ہی مسلمان ہو چکے تھے۔

اُن کے ایک بڑے نے عرض کی' یارسول اللہ! اپنی قوم کے جو افراد ہم پیچھے چھوڑ آئے ہیں ہم ان کے بھی نمائندے ہیں۔ ہم اللہ تبارک تعالیٰ پر ایمان لا چکے ہیں اور اس کے رسول مکرم ومعظم کی تصدیق کرتے ہیں۔ ہم بڑے دور دراز کی مسافتیں طے کر کے حاضر خدمت ہوئے ہیں۔ ہم اونٹوں پر سوار ہو کر دشوار گزار' کوہستانی اور ریگستانی علاقوں کو طے کرتے ہوئے حاضر خدمات ہوئے ہیں۔ ہم پر یہ اللہ کا احسان ہے اور اس کے رسول کا احسان ہے کہ ہم حضور ﷺ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔

پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم' نبی کریم' سرکارِ دو عالم ﷺ نے ان کی دلنوازی کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ جو تم نے کہا ہے کہ ہم طویل مسافتیں طے کر کے یہاں پہنچے ہیں تو یقین رکھو' تمہارے اونٹوں نے جتنے قدم اس راستہ پر اٹھائے ہیں ہر قدم کے بدلے اللہ تبارک تعالیٰ تمہیں ایک نیکی دے گا اور تم نے کہا کہ ہم زیارت کے لئے حاضر ہوئے تو سن لو! جو شخص میری زیارت کے لئے مدینہ طیبہ حاضر ہوتا ہے' قیامت کے دن وہ میرے پڑوس میں ہو گا۔

ان کا ایک بت تھا جس کا نام ''عم انس'' تھا۔ وہ اس کے دل سے گرویدہ تھے اور عجیب وغریب واقعات اس کی طرف منسوب کیا کرتے تھے اور جو انعامات اللہ تبارک وتعالیٰ ان پر فرمایا کرتا تھا' ان انعامات کو بھی اس بت کی طرف منسوب کیا کرتے تھے۔ انہوں نے یہاں حاضر ہو کر اپنے ایمان کا اعلان کیا اور حضور پُرنور نبی رحمت ﷺ کو ان کے ایمان کی سچائی کا یقین ہو گیا تو حضورِ انور' نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے ان سے پوچھا' اپنے معبود بت کے ساتھ تم نے کیا سلوک کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی' حضورِ انور ﷺ کو مژدہ ہو کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے اس کے بدلے میں وہ دین عطا فرمایا ہے جو حضورِ انور ﷺ لے کر تشریف لائے ہیں۔ ہم میں سے چند بوڑھے مرد اور عورتیں رہ گئی ہیں جو اس کی الوہیت کا دم بھرا کرتی ہیں۔ جب ہم واپس جائیں گے تو سب سے پہلا کام یہ کریں گے کہ اپنے بزرگوں کو مسلمان کریں گے اور بت عم انس کو ریزہ ریزہ کر دیں گے۔

پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم' ہادیٔ انس وجاں' رہبرِ کائنات' رسولِ بحر وبر' حضورِ انور' نبی کریم' رؤف ورحیم' رحمت للعالمین ﷺ نے فرمایا کہ جو وعدہ کریں اسے پورا کریں' جو امانت ان کے پاس رکھی جائے وہ اس کے

Marfat.com

مالک کو جوں کی توں واپس کریں، اپنے پڑوسیوں کی ہمسائیگی کے حقوق کا پوری طرح خیال رکھیں، کسی پر ظلم نہ کریں۔''

انہیں مزید فرمایا کہ جو ظلم وہ کسی پر کریں گے روزِ محشر تہ در تہ اندھیروں میں ظاہر ہوگا۔ پھر انہوں نے دین کے فرائض اور دیگر احکام کے بارے میں دریافت کیا۔ ہر چیز انہیں سکھا دی گئی۔ چند روز وہاں قیام کے بعد وہ اپنے وطن لوٹ گئے۔ جب وہ رخصت ہونے لگے تو ان کو عطیات سے نوازا۔ جب وہ اپنے وطن پہنچے تو اپنے اونٹوں سے اترنے کے بعد سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اپنے صنم ''عمِ انس'' کو پارہ پارہ کر دیا۔

(طبقاتِ ابنِ سعد جلد 1 صفحہ 324 زاد المعاد جلد 3 صفحہ 662' خاتم النبیین جلد 2 صفحہ 1144)

وفدِ بنو غسان

ماہِ رمضان سن 10 ہجری میں غسان کا ایک وفد جو تین افراد پر مشتمل تھا، حاضر خدمتِ اقدس ہوا اور اسلام قبول کیا۔ انہوں نے عرض کی، یا رسول اللہ! ہم اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے کہ ہماری قوم اسلام قبول کرنے میں ہماری پیروی کرے گی یا نہیں۔ وہ اپنی حکومت کو برقرار رکھنا اور قیصر کا قرب بہت پسند کرتے ہیں۔ جب وہ لوگ اپنے وطن واپس جانے لگے تو حسب معمول پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور نبی کریم، رؤف و رحیم، تاجدارِ کائنات، رحمتِ دو عالم ﷺ نے انہیں انعام و اکرام سے سرفراز فرمایا۔ وہ جب اپنے وطن پہنچے تو انہوں نے اپنی قوم کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی لیکن انہوں نے اس دعوت کو مسترد کر دیا۔

ان لوگوں نے اس راز کو افشا نہ کیا کہ وہ خود اسلام قبول کر چکے ہیں ان تینوں میں سے دو آدمی کچھ عرصہ بعد انتقال کر گئے۔ تیسرے آدمی کو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ نصیب ہوا اور جس سال یرموک فتح ہوا، اس سال اس کو آپ کی زیارت نصیب ہوئی۔ اس نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے بھی ملاقات کی اور اپنے اسلام لانے کے بارے میں ان کو آگاہ کیا۔ وہ ان کی بڑی عزت کیا کرتے تھے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 669' طبقاتِ ابنِ سعد جلد 1 صفحہ 338)

وفدِ اعرابی

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ کے ساتھ مدینہ سے باہر نکلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سوار اپنی سواری کو بھگاتا ہوا چلا آرہا ہے۔ نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا لگتا ہے کہ یہ سوار ہمارے پاس ہی آرہا ہے۔ اتنے میں وہ آپہنچا۔ اس نے سلام کیا تو ہم نے جواب دیا۔ حضور پُرنور نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے اس سے پوچھا کدھر سے آرہے ہو؟ اس نے کہا اپنے بیوی بچوں کے پاس سے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کدھر کا ارادہ ہے؟ اس نے عرض کیا اللہ کے پیغمبر کا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم ٹھیک جگہ پہنچ گئے ہو۔

Marfat.com

اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے سکھایئے ایمان کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس بات کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' محمد ﷺ بلا شبہ اللہ کے رسول ہیں۔ نماز اچھی طرح ادا کرو' زکوٰۃ ادا کرو' رمضان کے روزے رکھو' اور بیت اللہ کا حج ادا کرو۔ اس نے عرض کیا میں نے ان سب باتوں کا اقرار کیا۔

جب وہ مڑا تو اس کے اونٹ کا پاؤں ایک سوراخ میں جا پڑا' اونٹ گرا تو وہ بھی سر کے بل نیچے گرا۔ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حبیب ربّ للعالمین ﷺ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا اس شخص کو بلا کر لاؤ وہ بلانے کے لئے آگے بڑھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر چکی ہے۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ اس شخص کی بجائے اور طرف متوجہ ہوئے پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔ دو فرشتے اس کے منہ میں جنت کے میوے ڈال رہے تھے۔ میں سمجھا کہ یہ شخص بھوک کی حالت میں فوت ہوا ہے۔ خدا کی قسم یہ شخص ان لوگوں میں سے ہے جن کے بارے میں اللہ تبارک تعالیٰ نے سورہ انعام کی آیت 83 میں فرمایا ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ○

جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو (شرک کے) ظلم کے ساتھ نہیں ملایا انہی لوگوں کے لئے امن (یعنی اخروی بے خوفی) ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔ (سورہ انعام آیت 82)

وفدِ بنو محارب

بنو محارب کا دس آدمیوں پر مشتمل ایک وفد سن 10 ہجری میں بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا تو انہیں حضرت رملہ رضی اللہ عنہا کے گھر ٹھہرایا گیا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو وفد کے اراکین کی تواضع کے لئے مقرر کر دیا گیا۔ گفتگو کے لئے ایک دن ظہر تا عصر وقت مقرر رہا۔ دورانِ گفتگو حضورِ انور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے ایک شخص کو پہچان کر کہا کہ میں نے تمہیں پہلے بھی کہیں دیکھا ہے۔ اس نے عرض کیا آپ ﷺ نے سچ فرمایا ایک دفعہ آپ ﷺ عکاظ کے بازار میں دعوتِ دین دے رہے تھے' میں نے بڑھ چڑھ کر آپ ﷺ کی مخالفت کی تھی۔ اس دن مجھ سے بڑھ کر کوئی بدبخت نہ تھا۔ میرے سارے ساتھی اپنے آبائی مذہب پر مر گئے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے زندہ رکھا اور اسلام کی جانب مائل کیا۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا:

ان هذه القلوب بيدالله ۔ تحقیق سب کے دل اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔

(طبقاتِ ابنِ سعد' جلد 1 صفحہ 299)

انہوں نے عرض کیا میری سابقہ لغزشوں کی بخشش کی دعا کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسلام قبول کر لینے سے سابقہ سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

وفد کے دوسرے ارکان نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ وفد کے ارکان میں سے حضرت عظیم بن حارث رضی اللہ عنہ

Marfat.com

نے حضورِانور ﷺ کو اپنی سواری کا گھوڑا ہدیۃً دیا اور آپ ﷺ نے اس کے عوض ان کو اپنی اونٹنی ''فرعا'' عطا فرمائی۔ انہیں ایک دستاویز کے ذریعے ''فخ'' نامی ایک جاگیر بھی عطا فرمائی۔

ان میں سے حضرت عظیم بن حارث رضی اللہ عنہ وہ شخص تھے جو ایک دفعہ پہلے مدینہ منورہ میں حضورِانور ﷺ سے ایک گھوڑے کا سودا کر کے مکر گئے تھے لیکن حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس بنا پر آپ ﷺ کے حق میں گواہی دی کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں سچ فرماتے ہیں۔ اس کے بعد آپ کی گواہی کو دو گواہیوں کے برابر تسلیم کیا جانے لگا۔ جب ان کے بیٹے حضرت خزیمہ بن عظیم رضی اللہ عنہ کے چہرہ پر حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے دستِ اقدس پھیرا تو ان کا چہرہ نور سے چمکنے لگا۔ وقتِ رخصت سب کو تحائف سے نوازا گیا۔

ہجرت سے پہلے مکی زندگی کے آخری دو سالوں میں حضورِانور ﷺ کا یہ معمول تھا کہ موسمِ حج میں جب جزیرہ عرب کے قبائل فریضہ حج ادا کرنے کے لئے مکہ آتے تو حضورِانور ﷺ ان کے پاس تشریف لے جاتے اور ان کو اسلام کی دعوت پیش کرتے۔ سب سے زیادہ جو قبیلہ قساوتِ قلبی کا ثبوت دیتا اور حضورِانور ﷺ کی اس پاکیزہ دعوت کو بڑی حقارت سے ٹھکرا دیتا' وہ یہی قبیلہ محارب تھا۔

(طبقاتِ ابنِ سعد جلد 1 صفحہ 299' زادالمعاد جلد 3 صفحہ 663' خاتم النبیین جلد 2 صفحہ 1144)

وفدِ طارق بن عبداللہ

طارق بن عبداللہ اور اس کے ساتھیوں کا تعلق ربذہ سے تھا۔ طارق بن عبداللہ کہتے ہیں کہ جب لوگوں کی اکثریت نے اسلام قبول کر لیا' ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچ گئے' ہم ربذہ سے نکلے تاکہ مدینہ جائیں اور وہاں سے کھجوریں خرید کر لے آئیں۔ جب ہم مدینہ کی دیواروں اور نخلستانوں کے قریب پہنچے تو ہم نے مناسب سمجھا کہ ہم یہاں اتریں اور لباس تبدیل کر لیں۔ ہم لباس تبدیل کر رہے تھے کہ اچانک ایک شخص آیا جس نے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اس نے ہمیں سلام کیا اور پوچھا کہ آپ لوگ کہاں سے آئے ہیں؟ ہم نے بتایا کہ ہم ربذہ سے آئے ہیں۔ پھر اس نے پوچھا کدھر جا رہے ہیں؟ ہم نے بتایا کہ ہم اس شہر میں جا رہے ہیں۔ انہوں نے پوچھا' اس شہر میں کس کام کے لئے جا رہے ہیں؟ ہم نے بتایا کہ ہم یہاں کی کھجوریں خریدنا چاہتے ہیں۔

ہمارے ساتھ سرخ رنگ کا اونٹ تھا۔ اس نے پوچھا' کیا یہ اونٹ تم بیچنا چاہتے ہو؟ ہم نے کہا کہ اتنے صاع کھجوروں کے بدلے ہم اس کو فروخت کرنا چاہتے ہیں۔ جو قیمت ہم نے بتائی تھی اس نے اس میں ذرا کمی کی خواہش نہ کی۔ اس نے اونٹ کی نکیل پکڑ لی اور چل دیا۔ جب وہ دور نکل گیا اور مدینہ کی دیواروں اور گھنی کھجوروں میں غائب ہو گیا تو ہم خیال کرنے لگے' ہم نے یہ کیا حرکت کی ہے کہ ایسے آدمی کے ہاتھ اونٹ فروخت کر دیا ہے جس کو ہم جانتے ہی نہیں اور اس کی قیمت بھی وصول نہیں کی۔

ایک خاتون ہمارے ہم سفر تھی۔ جب اس نے ہماری پریشانی دیکھی تو بولی: کہ ''میں نے ایک ایسا آدمی

Marfat.com

(جو اونٹ خرید کر لے گیا ہے) دیکھا جس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح نورانی تھا' میں تمہارے اونٹ کی قیمت کی ضامن ہوں' تمہیں آپس میں لڑنے اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں' میں نے ایک ایسا چہرہ (اونٹ لے جانے والے کا) دیکھا ہے جو لوگوں سے دھوکا بازی نہیں کر سکتا۔

وہ یہی باتیں کر رہے تھے کہ اتنے میں اچانک ایک آدمی آیا۔ اس نے کہا: انا رسول' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''میں اللہ کے رسول کا قاصد ہوں'' پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضورِ انور ﷺ نے فرمایا ہے لو یہ تمہاری کھجوریں ہیں' کھاؤ اور خوب سیر ہو کر کھاؤ۔ پھر اسے ماپ لو اور پوری کر لو۔ ہم نے کھجوریں کھائیں جس سے ہمارے شکم پر ہو گئے۔ ہم نے ان کو ماپا اور ان کو پورا پایا۔ پھر ہم مدینہ طیبہ میں داخل ہو گئے۔ سامنے حضور ﷺ کی مسجد تھی' اس میں چلے گئے۔

ہم نے اس ہستی کو منبر پر کھڑے دیکھا جو لوگوں کو خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ ہم نے بھی وہ خطبہ سنا۔ اس کے چند جملے یاد رہ گئے۔ انہوں نے فرمایا:

تصدقوا فان الصدقة خير لكم اليد العليا خير من اليد السفلىٰ	صدقہ دیا کرو' صدقہ تمہارے لیے بہتر ہے' اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہت بہتر ہے
امك واباك واختك و اخاك وادناك	ابتدا اپنی ماں سے کرو' پھر باپ سے' پھر بہن سے' پھر بھائی سے' پھر دوسرے قریبی رشتہ دار ہیں درجہ بدرجہ۔

اچانک بنو یربوع کا ایک آدمی آگے آیا' اس نے عرض کی' یارسول اللہ! انهـا فـي هـو لاء دمنا في الجاهلية ''ان لوگوں نے زمانہ جاہلیت میں ہمارے چند آدمیوں کو قتل کیا تھا۔'' حضور نے فرمایا: لاتجني ام على ولد ثلاث مرات ''کوئی ماں اپنی اولاد پر تین مرتبہ ظلم نہیں کرتی۔'' (یعنی کہ اب تم ایک دوسرے کو معاف کر دو اور ماضی' زمانہ جاہلیت کو مکمل بھول جاؤ) (زاد المعاد جلد 3 صفحہ 648' سبل الہدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 543)

وفدِ بنو لیث

9 ہجری میں مالک بن الحویرث کی سرکردگی میں بیس آدمیوں پر مشتمل ایک وفد حاضرِ خدمت ہوا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد وہ لوگ ایک ماہ تک مدینہ منورہ میں ٹھہرے رہے۔ اس دوران حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے انہیں نماز اور دیگر احکام سکھائے اور ارشاد فرمایا کہ جب واپس جائیں تو دیگر اہلِ قبیلہ کو نماز پڑھنا سکھائیں۔

وفد ابنِ منتفق

حضرت مغیرہ بن عبداللہ لشکری رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے روایت کیا کہ میں خچر خریدنے کوفہ کے بازار گیا۔ ابھی خرید و فروخت شروع نہیں ہوئی تھی' میں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ تھوڑی دیر مسجد میں بیٹھتے ہیں۔ وہاں ہم

Marfat.com

نے قبیلہ قیس کے ایک شخص (ابن منتفق) کو دیکھا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ کسی نے مجھ سے حضور پُر نور نبی کریم ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کیا۔ میں نے آپ ﷺ کو منیٰ میں تلاش کیا پھر عرفات میں آپ ﷺ کو پا لیا۔ آگے بڑھنے لگا تو کسی نے مجھے روک دیا لیکن نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے کہا کہ آنے دو ضرورت مند لگتا ہے۔

میں نے آگے بڑھ کر آپ ﷺ کی اونٹنی کی مہار پکڑ کر عرض کیا کہ میں آپ ﷺ سے دو باتیں پوچھنا چاہتا ہوں۔ اوّل یہ کہ کون سا عمل مجھے آتشِ دوزخ سے نجات دے سکتا ہے اور دوسرے یہ کہ جنت میں جانے کے لئے کیا کرنا ہوگا؟ حضور پُر نور نبی کریم ﷺ نے پہلے آسمان کی جانب دیکھا پھر سر مبارک جھکا لیا پھر میری جانب دیکھ کر فرمایا:

اگرچہ تو نے سوال بہت مختصر کیا ہے لیکن بات سب سے بڑی پوچھی ہے۔ اچھی طرح سمجھ لے۔ صرف اللہ کی عبادت کیا کر، کسی کو اس کا شریک نہ بنا، فرض نماز اچھی طرح ادا کیا کر، فرض زکوٰۃ ادا کیا کر، رمضان کے روزے رکھا کر، جو معاملہ تو چاہتا ہے کہ لوگ تیرے ساتھ نہ کریں تو دوسروں کو بھی اس بات سے معاف رکھا کر۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا اب اونٹنی کا راستہ چھوڑ دے۔ (زُرقانی شرح المواہب جلد 4 صفحہ 67,65)

وفدِ بنوعبس

سن 10 ہجری میں نجد سے بنی عبس کا نو (9) آدمیوں پر مشتمل ایک وفد آیا یہ سب مسلمان ہو گئے۔ حضورِ انور نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے ان کے لئے دعا کی اور فرمایا ایک آدمی اور تلاش کرو تا کہ تم دس ہو جاؤ اور تمہیں ایک جھنڈا دے دوں۔ اتنے میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ تمیمی رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ نے انہیں جھنڈا عطا فرمایا اور ان کا نشان۔ ''یا عشرہ'' اے دس کی جماعت مقرر فرمایا۔

اس کے بعد اسی قبیلے کے مزید تین آدمی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ ﷺ کے قاری ہمارے پاس آئے۔ انہوں نے بتایا کہ جس نے ہجرت نہ کی اس کا کوئی اسلام نہیں۔ ہمارے مال مویشی ہی ذریعہ روزگار ہیں، اگر ہجرت ضروری ہے تو ہم مال مویشی بیچ کر ہجرت کر کے آجاتے ہیں۔ حضور پُر نور ہادیٔ انس و جاں رہبرِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اتقوا اللہ حیث کنتم فلن یلتکم من اعمالکم شیا ولو کنتم بصمد و جازان۔

تم جہاں بھی ہو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، وہ تمہارے اعمال میں ہرگز کمی نہیں کرے گا خواہ تم صمد اور جازان (دو مقام) میں ہو۔ (طبقاتِ ابنِ سعد، جلد 1 صفحہ 296)

وفد بنو رباب

سن 10 ہجری میں بنو رباب کا ایک شخص حاضر خدمت ہوا۔ اس وقت حضور پُر نور نبی کریم، رؤف و رحیم

Marfat.com

رحمت للعالمین ﷺ خطبہ ارشاد فرمارہے تھے۔اس نے عرض کیا کہ مسافر ہوں اور دین کے بارے میں پوچھنے آیا ہوں۔آپ ﷺ خطبہ روک کر اس کی طرف متوجہ ہوئے۔حضورِانور ﷺ کھجور کی چھال کی بنی ہوئی ایک کرسی جس کے پائے لوہے کے تھے' پر بیٹھے۔آپ ﷺ نے اس کو دین کی ضروری تعلیم دی۔

وفد بنو رھاء

پندرہ آدمیوں پر مشتمل یہ وفد سن 10 ہجری میں اپنے ساتھ کچھ تحائف لے کر حاضر خدمت ہوا۔ان تحائف میں ایک گھوڑا بھی تھا جس کا نام ''المرادح'' تھا۔انہیں حضرت رملہ رضی اللہ عنہا کے گھر ٹھہرایا گیا۔یہ سب لوگ مسلمان ہو گئے اور اس قیام کے دوران احکام دین سیکھتے رہے۔وقتِ رخصت ان کو تحائف دیئے گئے۔ان کا ایک وفد حجۃ الوداع کے موقع پر بھی مدینہ منورہ آیا اور اس نے پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ کی معیت میں حج ادا کیا۔

دوسرے راویوں کے مطابق وفدِ بنو رھاء کی تفصیل اس طرح ہے۔''بنو رھاء'' قبیلہ مذحج کی ایک شاخ ہے۔اور بنو رھاء قبیلہ سے تیرہ افراد پر مشتمل ایک وفد سن 10 ہجری میں حضرت قتادہ رہاوی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مدینہ منورہ میں حضورِانور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تھا۔

امام طبرانی ثقہ راویوں کے ذریعے سے حضرت قتادۃ الرہاوی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔آپ نے کہا کہ جب حضورِ انور رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنی قوم کا امیر مقرر فرمایا اور میرے لیے پرچم باندھا تو میں نے حضورِانور ﷺ کے دستِ مبارک کو پکڑ لیا اور الوداع کہا تو حضور پُرنور رحمتِ دو عالم ﷺ نے مجھے ان دعائیہ کلمات سے رخصت فرمایا:

جعل اللّٰہُ التقویٰ زادك و غفرلك ذنبك ووجهك للخير حيث ما تكون ۔

''زندگی کے اس سفر میں اللہ تبارک تعالیٰ تقویٰ کو تیرا زادِ راہ بنائے' تیرے گناہوں کو اللہ تبارک تعالیٰ معاف فرمادے اور جہاں کہیں بھی تم ہو تمہارے رخ کو خیر کی طرف پھیر دے۔''

امام طبرانی مزید فرماتے ہیں کہ یہ وفد سن 10 ہجری میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا اور حضرت رملہ بنتِ حارث رضی اللہ عنہا کے گھر میں جو سرکاری مہمان خانہ تھا' اس میں ٹھہرایا گیا۔ایک دن پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' تاجدارِ کائنات سرکارِ دو عالم نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ ان کے پاس تشریف لے آئے اور دیر تک گفتگو کا سلسلہ جاری رہا۔انہوں نے بارگاہِ اقدس میں چند تحائف پیش کیے۔ان میں ایک گھوڑا بھی تھا جس کا نام مرواح تھا۔حضور پُرنور ﷺ کے فرمان کے مطابق اس کے سوار نے اس کا رقص اور دیگر کرتب دکھائے۔حضورِانور ﷺ نے اسے بہت پسند کیا۔ان سب نے اسلام قبول کیا۔قرآن کریم کی کئی سورتیں یاد کیں اور دین اسلام کی بنیادی تعلیمات حاصل کیں۔

Marfat.com

وہ جب رخصت ہونے لگے حضورِانور نبی کریم' رؤف ورحیم سرکارِ دوعالم ﷺ نے دیگر وفود کی طرح اس وفد کے ارکان کو بھی انعام واکرام سے بہرہ ور فرمایا۔ زیادہ سے زیادہ بارہ اوقیہ چاندی اور کچھ اوپر اور کم سے کم پانچ اوقیہ چاندی ان میں تقسیم کی گئی۔ کچھ عرصہ بعد اس وفد کے چند افراد مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور حضور کی معیت میں فریضہ حج ادا کیا۔ پھر وہیں سکونت پذیر رہے یہاں تک کہ آفتاب نبوت غروب ہو گیا۔ حضورِانور نبی کریم ﷺ نے ان کے لئے خیبر کے اموالِ غنیمت سے ایک سو وسق کی وصیت کی اور اس کے لئے ان کو ایک سند لکھ کر دی۔ انہوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اپنا حصہ فروخت کر دیا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 516)

وفدِ بنو احمس

حضرت قیس بن عمرو رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اڑھائی سو افراد کا ایک وفد سن 10 ہجری میں حاضر خدمت ہوا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کس قبیلے سے ہو؟ انہوں نے عرض کیا ہم ''احمس اللہ'' یعنی اللہ کے بہادر بندے ہیں۔ حضور پُرنور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا آج سے تم اللہ تبارک تعالیٰ کے لئے ہو۔ اس وقت ایک اور وفد بھی موجود تھا حضورِانور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پہلے بنو احمس کے لوگوں کو عطیات دو پھر دوسرے وفد کے اراکین کو دو۔

وفدِ بنو مراد

جب دعوت اسلام قبیلہ بنو مراد تک پہنچی تو وہاں سے مرادی بادشاہ کے دربار سے وابستہ قادر الکلام شاعر فروہ بن مسیک نے سن 10 ہجری میں بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ حضرت فروہ بن مسیک رضی اللہ عنہ اس سے پہلے کندہ کے شاہی دربار سے وابستہ تھا۔ حضورِانور ﷺ کی مدح میں کہے ہوئے چند اشعار بھی پڑھ کر سنائے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ان سے زمانہ جاہلیت میں ان کے قبیلے اور بنی ہمدان کی لڑائی کا ذکر کیا۔ اسلام کا آفتاب طلوع ہونے سے پہلے حضرت فروہ بن مسیک رضی اللہ عنہ کے قبیلہ مراد اور قبیلہ ہمدان میں سخت جنگ ہوئی تھی جس میں قبیلہ مراد کو سخت ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا تھا اور اس کے بہت سے آدمی لقمۂ اجل بنے تھے۔ یہ دن عرب کی تاریخ میں ''یوم روم'' کے نام سے معروف ہے۔

جب یہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو پیغمبر اوّل وآخر واعظم' حضورِانور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے ان سے دریافت کیا کہ روم کی جنگ میں تیرے قبیلہ کو جو زک پہنچی کیا تیرے دل کو اس سے دکھ پہنچا؟ عرض کی یارسول اللہ! کون ایسا سنگدل ہے کہ اس کی قوم کو اتنی بڑی مصیبت پہنچے اور اس کا دل حزن وملال سے لبریز نہ ہو جائے۔ پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم' حضور پُرنور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے اسے دلاسہ دیتے ہوئے فرمایا' فکر مت کرو۔ اس تکلیف کے باعث اسلام میں تمہارا درجہ بہت بلند ہوگا۔

Marfat.com

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، حضورِ انور نبی کریم، رؤف و رحیم، رحمت للعالمین ﷺ نے انہیں قبائل بنو مراد، بنو زبید اور بنو مذحج کا عامل بنایا اور حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کو ان کا معاون مقرر کیا۔ انہوں نے واپس جا کر دعوتِ اسلام کا کام شروع کر دیا۔ علامہ ابنِ اثیر رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق حضرت فروہ بن مسیک رضی اللہ عنہ نے اسلام سے انکار کرنے والوں کے ساتھ مقابلہ کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے فرمایا اجازت ہے۔ جب وہ رخصت ہونے لگے تو آپ ﷺ نے روک لیا کہ آپ اسلام کی دعوت دیں، جو انکار کرے اس کے بارے میں میری دوسری ہدایت کا انتظار کرنا۔ (طبقات ابنِ سعد جلد 1 صفحہ 327، اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 180)

وفد بنو زبید

بنو زبید کا ایک وفد مدینہ طیبہ میں سن 11 ہجری میں حاضر ہوا۔ ان میں مشہور شہسوار اور ان کا فقید المثال سخنور عمرو بن معدیکرب بھی شامل تھا۔ اپنی شجاعت و بہادری کے باعث اسے ''فارس العرب'' کے لقب سے ملقب کیا جاتا تھا۔ اس کا ایک بھتیجا تھا جس کا نام قیس مرادی تھا۔ عمرو بن معدیکرب نے اسے ایک روز کہا کہ تم اپنی قوم کے سردار ہو، ہمیں اطلاع ملی ہے کہ مکہ مکرمہ میں قبیلہ قریش کا ایک شخص ظاہر ہوا ہے جس کا نام محمد ﷺ ہے۔ اس نے دعویٰ کیا ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے انہیں رسول بنا کر مبعوث فرمایا۔ چلو اس سے ملاقات کریں اور اس کی باتیں سنیں۔ اگر وہ اچھی باتیں کرتا ہے اور خیر و فلاح کی طرف دعوت دیتا ہے تو اس کی دعوت کو قبول کر لیں ورنہ گھر لوٹ آئیں۔

بھتیجے قیس مرادی نے اپنے چچا کی اس تجویز کو مسترد کر دیا اور اسے کہا کہ تم نرے احمق ہو۔ عمرو بن معدیکرب نے اپنے بھتیجے کی مخالفت کے باوجود اپنے گھوڑے پر زین کسی اور مدینہ طیبہ کا رخ کیا۔ اس کی قوم بھی اس سفر میں اس کے ہمراہ تھی۔

جب یہ سب بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے تو حضور پُرنور نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ کے روئے انور کو دیکھ کر آنکھوں سے غفلت کے پردے اٹھ گئے اور سب نے آپ کے دستِ مبارک پر اسلام کی بیعت کا شرف حاصل کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمرہ مبارکہ میں شامل ہو گئے۔

قیس مرادی اس وقت تو نعمت ایمان سے محروم رہا لیکن حضورِ انور ﷺ کے وصال کے بعد اس نے اسلام قبول کر لیا البتہ صحابیت کے شرفِ عظیم سے محروم رہا۔ بعض علماء کی تحقیق یہ ہے کہ اس نے بھی حیاتِ طیبہ میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا اور اسے بھی صحابیت کی سعادت نصیب ہوئی۔

مذکورہ وفد کے بارے میں یہ بھی روایت ہیں کہ بنو زبید کا ایک وفد عرب کے مشہور شہسوار حضرت عمرو بن معدیکرب زبیدی رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں حاضر خدمت ہو کر مسلمان ہو گیا۔ بعد میں زبیدی مرتد ہو گئے۔ اس دوران حضورِ انور نبی کریم ﷺ کا وصال ہو گیا۔ بعد میں گرفتار ہو کر آئے اور از سرِ نو اسلام قبول کیا۔ حضرت

Marfat.com

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو معاف کر دیا۔ (السیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 349' طبقات ابنِ سعد جلد 1 صفحہ 328' اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 132' السیرۃ النبویہ احمد بن زینی دحلان جلد 3 صفحہ 30)

وفد بنو خثعم

اس قبیلہ کا ایک وفد سن 10 ہجری میں مدینہ منورہ آیا' جس میں حضرت انس بن مدرک اور عثعث بن زخر رضی اللہ عنہ نمایاں تھے۔ انہوں نے عرض کیا ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے ہیں ہمیں ہدایات و فرامین پر مبنی ایک تحریر دے دیں تاکہ ہمیشہ اس کی پابندی کریں۔ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ایک تحریر لکھوا کر انہیں دے دی گئی۔

وفدِ معاویہ بن حیدہ قشیری

حضرت معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب حاضر ہو کر جب مسلمان ہوئے تو عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے ان انگلیوں کی گنتی سے زیادہ مرتبہ قسم کھا چکا تھا کہ نہ تو کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آؤں گا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ہی قبول کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ایسا شخص حاضر ہے جو سراسر ناسمجھ اور لاعلم ہے سوائے اس کے کہ جو اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بتا دے۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ مجھے بتایا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک تعالیٰ نے ہمارے لیے کیا پیغام دے کر بھیجا ہے۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' ہادیٔ انس و جاں' رہبرِ کائنات' رسولِ بحر و بر' حضور پُر نور' نبی کریم' رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے سب سے پہلے اسلام کا حکم دیا ہے۔ انہوں نے پوچھا اسلام کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تو اس بات کا اقرار کرے کہ تو نے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیا' کفر و شرک چھوڑ دیا' اور یہ کہ تو نماز پڑھے' زکوٰۃ دے' ہر مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے قابل احترام ہے' مسلمان مسلمان کا بھائی ہوتا ہے' انہیں ایک دوسرے کا مددگار رہنا چاہیے۔ جو شخص اسلام لانے کے بعد پھر شرک کرے اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا جب تک وہ اسے چھوڑ کر مسلمانوں کی جماعت میں شامل نہ ہو جائے۔

عجیب بات ہے کہ میں تم لوگوں کو کمر سے پکڑ کر آتشِ دوزخ سے بچا رہا ہوں (اور تم ہو کہ ماننے کا نام نہیں لیتے)۔ سن لو میرا پروردگار (روز قیامت) مجھے بلائے گا اور سوال کرے گا کہ تم نے میرے بندوں تک میرا پیغام پہنچا دیا؟ میں عرض کروں گا میں نے انہیں تبلیغ کر دی۔ سن لو جو یہاں ہیں وہ میرا پیغام ان تک پہنچا دو جو یہاں نہیں ہیں۔

پھر تمہیں بلایا جائے گا اور منہ بند کر دیا جائے گا۔ تمہارے بارے میں جسم کا جو حصہ بولے گا وہ رانیں اور ہاتھ ہوں گے۔ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہمارا دین یہی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں تمہارا دین یہی ہے۔ اس کے بعد جہاں کہیں بھلائی کرو گے تمہارے لیے کافی ہو گی۔

Marfat.com

وفدِ ازدشنوءہ

قبیلہ ازدشنوءہ کا ایک وفد بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوا۔ ان میں حضرت صرد بن عبداللہ الازدی رضی اللہ عنہ بھی تھے جوان میں سب سے افضل تھے۔ حضورِ انور ﷺ نے قبیلہ ازد کے مؤمنین پر انہیں امیر مقرر کیا۔ اور انہیں حکم دیا کہ وہ اہلِ اسلام کو اپنے ساتھ لے کر ان مشرکین سے جنگ کریں جو اس کے قرب و جوار میں آباد ہیں۔ چنانچہ اہلِ ایمان کی ایک جماعت کو ہمراہ لے کر حضرت صرد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جرش شہر کا محاصرہ کر لیا جس میں مشرک یمنی قبائل آباد تھے۔ مسلمانوں نے ایک ماہ تک جرش کا محاصرہ کیے رکھا۔ ایک ماہ بعد مسلمانوں نے وہ محاصرہ اٹھالیا اور اپنے وطن لوٹ گئے۔

جب وہ شکر نامی پہاڑ تک پہنچ گئے تو اہلِ جرش نے یہ خیال کیا کہ مسلمان شکست کھا کر یہاں سے بھاگ گئے ہیں لہٰذا وہ مسلمانوں کے تعاقب میں نکلے۔ جب ان کا لشکر پہاڑ کے قریب پہنچا تو مسلمانوں نے پلٹ کر ان پر حملہ کر دیا اور چن چن کر انہیں موت کے گھاٹ اتارنے لگے۔ ان مشرک لوگوں نے پہلے ہی اپنے دو جاسوس مدینہ طیبہ بھیجے ہوئے تھے تاکہ وہاں کے حالات کا مشاہدہ کریں اور انہیں آگاہ کریں۔ ایک روز وہ دونوں آدمی حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے تھے۔ حضورِ انور ﷺ نے ان سے پوچھا' شکر نامی پہاڑ کس علاقہ میں ہے؟ انہوں نے عرض کی کہ یہ پہاڑ ہمارے علاقہ میں ہے' اس کا نام کشر ہے۔

آپ ﷺ نے پھر فرمایا' نہیں اس کا نام شکر ہے۔ انہوں نے عرض کی' یارسول اللہ! اس پہاڑ کا ذکر حضور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ کیوں فرما رہے ہیں؟ فرمایا! اس پہاڑ کے دامن میں اللہ کے اونٹ ذبح کئے جا رہے ہیں یعنی تمہاری قوم کے افراد کو قتل کیا جا رہا ہے۔

وہ دونوں وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ انہوں نے بتایا کہ نادانو! حضورِ انور' عالم خفا وغیوب' مخبر صادق ﷺ تمہیں بتا رہے ہیں کہ تمہاری قوم کے مردوں کو ذبح کیا جا رہا ہے اور تم یوں ہی مہر بلب بیٹھے ہو' اٹھو اور اسلام قبول کرو اور حضور ﷺ کی خدمت میں اپنی قوم کی سلامتی کا دعا کے لئے عرض کرو۔ یعنی کہ دعا کرو کہ اللہ تبارک تعالیٰ انہیں اسلام لانے کی توفیق دے۔ (اہلِ جرش کو اسلام لانے کی فوری توفیق دے تاکہ لڑائی بند ہو جائے۔)

انہوں نے دعا کی درخواست کی۔ حضورِ انور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے دعا مانگی

اللھم ادفع عنھم ''الٰہی! ہمارے اہلِ وطن کا دفاع فرما''

یہ دونوں جاسوس جو اب مسلمان ہو چکے تھے اجازت لے کر اپنے وطن لوٹے۔ وہاں پہنچے تو پتا چلا کہ اس روز اور اسی وقت جب حضور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ ارشاد فرما رہے تھے' ان کے کئی افراد کو قتل کر دیا گیا۔ پھر جرش کے لوگ مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا۔ حضور ﷺ نے انہیں مرحبا کہتے ہوئے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

مرحبا بکم احسن الناس وجوھا انتم منی وانا منکم

''اے لوگوں سے زیادہ خوبصورت چہرے والو! مرحبا کہتا ہوں۔ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔''

وفدِ بنو نخع

قبائلِ عرب کے وفود میں یہ آخری وفد ہے جو بارگاہِ رسالت مآب میں ماہِ محرم سن 11 ہجری میں حاضر ہوا نخع' یہ یمن کا ایک قبیلہ تھا۔ یہ وفد دو سوار افراد پر مشتمل تھا۔ پہلے وہ حضرت رملہ بن حارث رضی اللہ عنہا کے گھر جو دارالاضیاف (مہمان خانہ) کے طور پر استعمال ہوتا تھا' اس میں اقامت گزین ہوئے۔ پھر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے اپنے اسلام قبول کرنے کا اقرار کیا۔ انہوں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر یمن ہی میں اسلام کی بیعت کی تھی۔

آپ ﷺ ان کو دیکھ کر خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔ ایک شخص حضرت زرارہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں نے دورانِ سفر چند عجیب وغریب خواب دیکھے ہیں۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور پُر نور نبی کریم ﷺ نے فرمایا بیان کرو۔ انہوں نے عرض کیا۔ میں نے خواب میں بکری کا بچہ دیکھا جو سفید اور سیاہ رنگ کا ابلق ہے۔ حضور پُر نور ﷺ نے پوچھا کیا تمہاری بیوی کو بچہ ہونے والا تھا؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کے بیٹا پیدا ہوا ہے جو تیرا ہی ہے۔ انہوں نے پوچھا ابلق ہونے کا کیا مطلب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا قریب آؤ۔ پھر آہستہ سے پوچھا کہ تمہارے جسم پر برص کے داغ ہیں جو تم نے لوگوں سے چھپا رکھے ہیں انہوں نے عرض کیا خدا کی قسم اس بات کا علم کسی کو نہ تھا' ارشاد ہوا بچے پر اسی کا اثر ہے۔ اس نے پھر عرض کی' یارسول اللہ! میں نے خواب میں نعمان بن منذر کو دیکھا ہے' اس کے کانوں میں آویزے ہیں' اس کے ہاتھوں میں کڑے ہیں اور اس کا لباس بڑا خوبصورت اور شاندار ہے۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' عالم خفا و غیوب' مخبر صادق' حضور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا' اس سے مراد ملک عرب ہے جو اپنی شان وشوکت سے ظہور پذیر ہوگا۔ اور جواب آرام و آسائش حاصل کر رہا ہے۔

انہوں نے تیسرا خواب بیان کیا کہ زمین سے ایک بڑھیا نکلی جس کے کچھ بال سفید اور کچھ سیاہ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ دنیا ہے جس قدر باقی رہ گئی ہے۔

پھر اس نے عرض کی' میں نے ایک آگ دیکھی جو زمین سے نکل رہی ہے اور میرے اور بیٹے عمرو کے درمیان حائل ہے۔ حضورِ انور' عالم خفا و غیوب' مخبر صادق ﷺ نے فرمایا' یہ وہ فتنہ ہے جو آخری زمانہ میں ظاہر ہو گا۔ اس نے عرض کی' یارسول اللہ! کیا فتنہ ہوگا؟ حضورِ انور ﷺ نے ارشاد فرمایا' لوگ اپنے امام کو قتل کر دیں گے پھر آپس میں دست بگریبان ہو جائیں گے۔ جو بدکار ہے وہ اپنے آپ کو صالح ترین سمجھنے لگے گا۔ مومن کا خون مومن کے نزدیک پانی سے بھی زیادہ ارزاں ہو جائے گا۔ اگر تیرا بیٹا مر گیا تو تو اس فتنہ کو پائے گا اور اگر تو مر گیا تو

Marfat.com

تیرا بیٹا اس فتنہ میں مبتلا ہو گا۔

اس نے عرض کی' یارسول اللہ! اللہ تبارک تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ میں اس فتنہ میں مبتلا نہ ہوں۔ چنانچہ اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے دعا مانگی: اَللّٰھُمَّ لَا یُدْرِکْھَا "الٰہی اس فتنہ سے اس کو بچانا۔" چنانچہ وہ آدمی فوت ہو گیا اور اس کا بیٹا فتنہ میں مبتلا ہوا اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کو توڑ دیا اور وہ فتنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو منصبِ خلافت سے معزول کرنے کا فتنہ تھا۔ (زاد المعاد جلد 3 صفحہ 686 'زرقانی علی المواہب جلد 4 صفحہ 67)

سریہ حضرت خالد بن ولید بسوئے نجران

ماہِ ربیع الاول سن 10 ہجری میں پیغمبرِ اوّل و آخر واعظم' حضورِ انور' رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو چار سو مجاہدین کا سالار بنا کر نجران کی طرف بھیجا تا کہ بنوالحارث بن کعب کو اسلام کی دعوت دیں۔ حضورِ انور' نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا' جب وہاں پہنچیں تو فوراً ان پر حملہ نہ کر دیں بلکہ انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیں۔ صرف ایک مرتبہ نہیں بلکہ تین مرتبہ اسلام قبول کرنے کی دعوت دیں۔ اگر وہ اسلام کو قبول کر لیں تو ان کو امن دے دیں اور وہاں سکونت پذیر ہوں اور اس اثناء میں قرآنِ کریم اور سنتِ نبوی کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اسلام کے بنیادی عقائد اور فرائض کے بارے میں ان کو تلقین کریں۔ لیکن اگر وہ تین بار اسلام قبول کرنے کی دعوت کے بعد بھی اسلام کو قبول کرنے سے انکار کر دیں تو پھر ان کے ساتھ جنگ کرنے کی اجازت ہے۔

اہلِ نجران نصرانی تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر عمل پیرا تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ سے روانہ ہو کر نجران کے علاقہ میں پہنچے اور اپنے سواروں کے چھوٹے چھوٹے دستے بنا کر اس علاقہ کے مختلف اطراف واکناف میں بھیجے تا کہ انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیں۔ جب ان حضرات نے مختلف آبادیوں میں پہنچ کر اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو ان سب نے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کچھ عرصہ وہاں سکونت پذیر رہے اور حسبِ ارشاد رسالت مآب ان کو قرآنِ کریم کی سورتیں یاد کراتے رہے۔ حضورِ پُرنور ﷺ کی سنتِ مطہرہ پر ان کو آگاہ کرتے رہے اور دینِ اسلام کے بنیادی عقائد اور احکام پر عمل کرنے کی ان کو دعوت دیتے رہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کامیابی کے ساتھ اس علاقہ کو نورِ اسلام سے منور کرنے کے بعد بارگاہِ رسالت مآب میں ایک عریضہ ارسال کیا جس میں اپنی ساری سرگرمیوں کے بارے میں اطلاع درج کی۔ حضورِ انور سرکارِ دو عالم ﷺ نے اس مکتوب کا جواب تحریر فرمایا اور ان لوگوں کے اسلام قبول کرنے پر اللہ تبارک تعالیٰ کی حمد وثناء کی' پھر فرمایا۔ ان کو اللہ کی رحمت کی بشارت بنائیں۔ اللہ کی نافرمانی سے ڈرائیں۔ جب بھی مدینہ واپس آؤ تو ان کا ایک وفد اپنے ہمراہ لاؤ۔

Marfat.com

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کچھ عرصہ انہیں دینِ اسلام کی تعلیم بحکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیتے رہے۔ پھر حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی کی تعمیل کرتے ہوئے بنوالحارث بن کعب کا وفد لے کر بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ جب بنوالحارث بن کعب کے لوگ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو فرمایا:۔

''یہ کون لوگ ہیں جو ہندوستان کے آدمیوں کی طرح معلوم ہو رہے ہیں؟''

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جو بنوالحارث بن کعب کا وفد اپنے ہمراہ لائے وہ وفد ان کے رؤساء پر مشتمل تھا۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے چند استفسارات فرمائے۔ ان میں سے ایک بات یہ تھی کہ زمانۂ جہالت میں جب تم کسی کے ساتھ جنگ کیا کرتے تھے تو کس طرح ان پر غالب آتے تھے؟ انہوں نے عرض کی، یارسول اللہ! ہم متحد و متفق ہو کر دشمن کے ساتھ نبرد آزما ہوا کرتے اور کسی پر پہلے ظلم نہیں کرتے تھے۔'' حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سچ کہتے ہو۔ پھر حضورِ انور، نبی کریم، رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قبیلہ پر قیس بن حسین کو امیر مقرر کیا۔ یہ وفد شوال یا ابتدائے ذی القعدہ میں اپنی قوم کی طرف واپس ہو گیا۔

(السیرۃ النبویہ ابنِ ہشام جلد 2 صفحہ 594)

حضرت عمرو بن حزم الانصاری رضی اللہ عنہ کو بنوحارث کی طرف بھیجنا

اس وفد کے جانے کے بعد تاجدارِ کائنات، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو بنوالحارث بن کعب کی طرف بھیج دیا کہ وہاں جا کر ان میں دین کا فہم پیدا کریں اور انہیں سنت رسول اور اسلام کی تعلیم دیں، نیز صدقات وصول کرنے کا انتظام کریں۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، ہادیٔ انس و جاں، رہبرِ کائنات، رسولِ بحروبر حاصل کائنات اصل الموجودات انسان کامل فخر اولاد آدم حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے لئے مندرجہ ذیل تحریر لکھ دی:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے)

''یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے وضاحت ہے۔ اے ایمان والو! اپنے عہدوں کو پورا کرو۔ محمد النبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس وقت کا عہد جب اسے یمن بھیجا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام معاملات میں انہیں خدا سے ڈرتے رہنے کی ہدایت فرمائی۔ بے شک اللہ تبارک تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو اس سے ڈرتے ہیں اور ان لوگوں کے ساتھ ہے جو احسان کرنے والے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ حق وصول کر کے رہیں جیسا کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور یہ کہ لوگوں کو خیر و فلاح کی خوشخبری پہنچائیں،

Marfat.com

بھلائی کرنے کا انہیں حکم دیں، لوگوں کو قرآن سکھائیں اور ان میں قرآن کا فہم اور تفقہ (احترام) پیدا کریں۔ بتائیں کہ قرآن کو بجز اس شخص کے جو پاک و صاف ہو کوئی نہ چھوئے۔

اور لوگوں کے جو حقوق و واجبات ہیں ان سے سب کو باخبر کر دیں اور حق کے معاملے میں لوگوں سے نرمی کے ساتھ پیش آئیں۔ ظلم و ناانصافی کے معاملے میں ان پر سختی کریں، اس لیے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے ظلم کو ناپسند کیا ہے اور اس سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ظلم کرنے والوں پر خدا کی لعنت ہے اور لوگوں کو جنت اور جنت کے اعمال کی بشارت دیں اور دوزخ اور دوزخ کے عذاب سے ڈرائیں، لوگوں کو اپنے آپ سے مانوس کریں تاکہ ان میں دین کا فہم پیدا کیا جا سکے اور حج کے شعائر سنن اور واجبات و فرائض بتائیں، حجِ اکبر حج ہے اور حجِ اصغر عمرہ۔

اور لوگوں کو منع کریں کہ ان میں کوئی شخص صرف ایک چھوٹا کپڑا پہن کر نماز پڑھے۔ کپڑا ایسا ہونا ضروری ہے جس کے دونوں کنارے دونوں کاندھوں پر آ جائیں۔ اور لوگوں کو منع کریں کہ ایسا کپڑا کمر میں باندھ رکھا ہو، پھر اس طرح بیٹھیں کہ بے پردگی ہو۔ اس سے منع کریں کہ کوئی اپنے بالوں کی مینڈھی گدی پر باندھے اور جب لوگوں میں جوش و ہیجان ہو تو قبیلوں اور گروہوں کے نام لے کر نہ بلائیں، صرف اللہ عزوجل وحدہ لاشریک کا نام لیں، پس جو لوگ اللہ کی طرف دعوت نہ دیں اور قبیلوں اور گروہوں کو بلائیں تو انہیں تلواروں سے کاٹ دینا چاہیے یہاں تک کہ ان کی دعوت صرف اللہ وحدہٗ لاشریک کے لئے ہو جائے۔

اور لوگوں کو وضو میں چہروں کو اور کہنیوں تک ہاتھوں کو اور ٹخنوں تک پاؤں کو پورے پورے دھونے کی ہدایت کریں اور سروں کا مسح کریں جیسا کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور نماز وقت پر پڑھی جائے۔ رکوع و سجود کو مکمل طور پر کرنے اور خشوع و خضوع کا حکم دیں اور یہ کہ صبح کی نماز اندھیرے میں، ظہر کی نماز سورج ڈھلنے پر پڑھیں اور نمازِ عصر اس وقت پڑھیں جب سورج زمین کی طرف جا رہا ہو اور مغرب کی نماز اس وقت پڑھیں جب رات شروع ہو، اسے اتنی تاخیر سے نہ پڑھا جائے کہ آسمان پر ستارے ظاہر ہو جائیں اور نمازِ جمعہ جب اذان ہو اور جمعہ کو جاتے وقت غسل کیا جائے۔

حکم دیا کہ اموالِ غنیمت میں سے اللہ کا خمس لے لیا کریں اور زمینوں کی پیداوار کا وہ حصہ وصول کریں جو مومنوں پر فرض کیا گیا ہے۔ یعنی جن زمینوں کو چشمے اور بارش نے سیراب کیا ہو ان کی پیداوار کا عشر (دسواں حصہ) اور جن زمینوں کو اپنی محنت سے سینچا گیا ہو ان کی پیداوار کا نصف عشر (بیسواں حصہ) لے لیا کریں۔ اور اونٹوں کی زکوٰۃ اس اصول پر وصول کی جائے کہ ہر دس اونٹ میں دو بکریاں اور ہر بیس اونٹ پر چار بکریاں اور (گایوں کی زکوٰۃ اس اصول پر وصول کی جائے کہ) ہر چالیس گایوں میں ایک گائے اور ہر تیس گایوں میں ایک تبیع، جزع یا جذعہ اور ہر چالیس بکریوں میں جو چرنے والی ہوں نہ کہ گھر میں کھڑی ہو کر کھانے والی ہوں ایک

Marfat.com

بکری (وصول کی جائے)۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے مسلمانوں پر یہ فریضہ عائد کیا ہے۔ جو اس سے زیادہ دے گا اس کے لئے اور بہتر ہو گا اور یہودی یا نصرانی اپنی طرف سے مخلصانہ اسلام لے آئے اور دینِ اسلام کو اپنا دین بنا لے وہ مومنوں میں شمار ہو گا۔ اس کے وہی حقوق ہوں گے جو مومنوں کے حقوق ہیں اور اس پر وہی واجبات ہوں گے جو مومنوں پر ہوں گے۔ اور جو اپنی یہودیت یا نصرانیت پر قائم رہے گا۔ اسے اس یہودیت یا نصرانیت سے پھیرا نہ جائے گا لیکن ہر حالت میں خواہ مرد ہو یا عورت آزاد ہو یا غلام اس سے ایک پورا دینار لیا جائے گا یا اس کے عوض کپڑے لیے جائیں گے۔ پس جو یہودی یا نصرانی اس کی ادائیگی کرتا رہے گا اس کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ذمہ ہوگا اور جو اس کی ادائیگی سے انکار کرے گا اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور تمام مومنوں کا دشمن تصور کیا جائے گا۔

یہ اسلامی ضابطہ حیات کی ایک اہم دستاویز ہے جس میں بہت سے امور و مسائل کے بارے میں ہدایات درج ہیں۔ خوف خدا اس دستاویز کا بنیادی نکتہ ہے' انسانی عظمت کو تحفظ و احترام دیا گیا ہے اور ہر مرحلہ پر احترام آدمیت پیشِ نظر رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور ایک مومن کے فرائض کا ذکر ہے' زکوٰۃ کے بارے میں امور کھول کھول کر بیان کیے گئے ہیں' اقلیتوں کے حقوق کی ضمانت دی گئی ہے اور کسی مرحلے پر بھی دعوت حق کے کام کو نظر انداز نہیں کیا گیا ہے۔ بروقت نماز ادا کرنے کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ خمس اور عشر کے بارے میں بھی تفصیلات موجود ہیں۔

(السیرۃ النبویہ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 595' 596۔ دلائل النبوۃ جلد 5 صفحہ 413 تا 415۔ تاریخ الامم والملوک جلد 3 صفحہ 157' 158)

حضرت ابراہیم کی وفات

ماہِ ربیع الاول سن 10 ہجری میں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ 18 ماہ کی عمر میں وفات پا گئے۔ آپ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے۔ جن کو شاہ مقوقس (شاہ مصر) نے حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم' رحمت للعالمین ﷺ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی پیدائش مدینہ منورہ میں ہوئی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

''حضور پُرنور' رسول اللہ ﷺ سے زیادہ اپنے عیال پر شفیق میں نے نہیں دیکھا۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ عوالی مدینہ میں دودھ پیتے تھے وہاں جب رسول اللہ ﷺ جایا کرتے تھے تو ہم بھی حضور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کی معیت میں ہوتے تھے۔ حضور پُرنور ﷺ گھر میں داخل ہوتے اور گھر میں (آگ جلانے کی وجہ سے) دھواں ہوتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی دائی ایک لوہار کی بیوی تھی۔ حضورِ انور ﷺ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو گود میں لیتے تھے اور پیار سے چومتے پھر واپس

Marfat.com

تشریف لے جاتے۔"

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ کو حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے بارے میں اطلاع ہوئی کہ آپ رضی اللہ عنہ نزع کے عالم میں ہیں اس وقت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضورِ انور، رسول اللہ ﷺ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر چل پڑے۔ اور پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ پر ٹیک لگائے ہوئے گھر میں داخل ہوئے۔ حضور پُرنور ﷺ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے سرہانے تشریف فرما ہوئے اور آپ ﷺ نے ان کو حالتِ نزع میں دیکھا تو ان کو اپنی آغوش میں لے لیا۔

جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ وفات پا چکے تو حضورِ اقدس ﷺ کی مبارک آنکھوں سے آنسوؤں کے موتی ٹپکنے لگے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یارسول اللہ! لوگوں کو تو حضور پُرنور ﷺ ایسے موقع پر رونے سے منع فرمایا کرتے تھے، جب لوگ حضورِ انور ﷺ کو اشکبار دیکھیں گے تو وہ بھی (موت پر) رونا شروع کر دیں گے۔ حضور پُرنور، حبیبِ ربّ العالمین، سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا یہ آنسو رحمت کی نشانی ہیں اور جو کسی پر رحمت نہیں کرتا اس پر بھی رحمت نہیں کی جاتی۔ میں لوگوں کو بین کرنے سے منع کرتا ہوں یا متوفی کی ایسی خوبیاں بیان کرنے سے روکتا ہوں جو اس میں نہیں ہوتیں۔ پھر حضور پُرنور ﷺ نے فرمایا:۔

"ہم ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات پر غمگین ہیں۔ آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے ہیں۔ دل مغموم ہے۔ اس کے باوجود ہم اپنی زبان سے کوئی ایسی بات نہیں نکالتے جو ہمارے ربّ کی ناراضگی کا باعث ہو۔"

حضورِ انور رحمتِ دو عالم ﷺ نے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو بقیع شریف میں دفن کرنے کا حکم دیا۔ ان پر خود نمازِ جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں پڑھیں۔ اور جب ان کو دفن کر دیا گیا تو پھر ایک مشک پانی کی اس پر چھڑکی۔ یہ پہلی قبر ہے جس پر پانی چھڑکا گیا۔

حضورِ انور ﷺ نے دیکھا کہ قبر کے ایک حصہ پر مٹی جمع ہے۔ حضور پُرنور ﷺ نے اپنی انگشت ہائے مبارک سے مٹی کے اس ڈھیر کو ہموار کر دیا اور فرمایا "تم میں سے جب کوئی آدمی کام کرے تو اسے چاہیے کہ وہ اس کام کو بڑی عمدگی سے کرے۔"

جس دن حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ نے وصال فرمایا اس دن سورج گرہن واقع ہوا۔ عربوں کا عقیدہ تھا کہ سورج گرہن کسی عظیم شخص کی موت پر ہوتا ہے۔ اس دن چونکہ سورج گرہن تھا اس لیے بعض مسلمانوں کا خیال اس جانب گیا۔ حضورِ اقدس ﷺ نے مسلمانوں کو جمع کر کے خطبہ فرمایا کہ چاند اور سورج اللہ کی قدرت کی بڑی

Marfat.com

بڑی نشانیاں ہیں کسی کے مرنے جینے سے انہیں گرہن نہیں لگتا۔ پس نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا:۔

''سورج اور چاند اللہ کی نشانیاں ہیں کسی کی موت اور حیات سے نہیں گہناتے جب تم گہن دیکھوتو اللہ سے دعا کرو نمازیں پڑھو یہاں تک کہ سورج کھل جائے۔''

(صحیح مسلم جلد 2 صفحہ 254۔ صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 145۔ محمد رسول اللہ از محمد رضا صفحہ 354)

علامہ محمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف ''محمد رسول اللہ'' میں درج ذیل لکھا ہے جو ایک حقیقت کو واضح کرتا ہے۔

''اگر حضور پُرنور ﷺ اللہ کے سچے رسول نہ ہوتے تو اس بات کی تصدیق کرتے اور لوگوں میں یہ بات مشہور ہو جاتی کہ سورج کو اس لیے گرہن لگا ہے۔ لیکن اللہ کے سچے نبی نے فریب و دغا سے کام نہیں لیا بلکہ حقیقت کو واشگاف الفاظ میں بیان کیا اور لوگوں کی غلط فہمی کا ازالہ کر دیا۔ ایک غیر مسلم مسٹر برنگھم اس سے متاثر ہو کے اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ ''حضور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کے اس ارشاد نے ان خرافات کا خاتمہ کر دیا اور کوئی مکار آدمی ایسی بات نہیں کر سکتا۔ حضور پُرنور ﷺ اللہ کے سچے نبی تھے رحضور ﷺ کو اللہ کی دی ہوئی عظمت اور بڑائی کافی تھی۔ حضور پُرنور ﷺ ایسی باتوں سے لوگوں کے دلوں پر اپنی عظمت کے نشان ثبت کرنا پسند نہیں فرمایا کرتے تھے۔''

سریہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بسوئے یمن

یمن کی حدود میں اور اس کے آس پاس قبیلہ مذحج آباد تھا۔ اس قبیلہ کی بھاری اکثریت مشرک تھی اور یہ قبیلہ کچھ اور لوگوں کے ساتھ مل کر سرکشی اور اسلام دشمن سرگرمیوں میں مصروف تھا اور شرارت پر آمادہ ہو رہا تھا۔

پیغمبرِ اول و آخر و اعظم' ہادیٔ انس و جاں' رہبرِ کائنات' رسولِ بحر و بر حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف ورحیم' رحمت للعالمین ﷺ نے ان کی گوشمالی کے لئے ماہِ رمضان سن 10 ہجری میں حضرت علی ابنِ ابی طالب رضی اللہ عنہ کو تین سو مجاہدین دے کر یمن کی طرف روانہ فرمایا۔

پیغمبرِ اول و آخر و اعظم' ہادیٔ انس و جاں' رہبرِ کائنات' رسولِ بحر و بر حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم' رحمت للعالمین ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے پرچم باندھا اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا۔ پھر اپنے دستِ مبارک سے ان کے سرِ اقدس پر دستار باندھی اور انہیں روانہ کرنے سے پہلے درج ذیل وصیت فرمائی۔

''اے علی رضی اللہ عنہ! اب آپ اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جائیں۔ دائیں بائیں کسی چیز کی طرف التفات نہ کرنا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اس سفر میں میرا طرزِ عمل کیسا ہو؟ حضورِ انور' نبی کریم' رؤف و

Marfat.com

رحیم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب آپ اس قوم کے علاقہ میں پہنچیں تو جب تک وہ آپ کے ساتھ جنگ شروع نہ کریں' آپ ان پر حملہ میں پہل نہ کریں۔ اگر وہ آپ پر حملہ کریں تو آپ اس وقت تک کوئی جوابی کارروائی نہ کریں جب تک آپ کے لشکر کا کوئی مجاہد شہید نہ ہو جائے۔ اگر وہ آپ کے کسی مجاہد کو شہید کر دیں تو پھر بھی صبر و تحمل سے کام لیں اور یہ اعلان کریں اے قوم! کیا تم لا الٰہ الا اللّٰہ کہنے کے لئے تیار ہو؟ اگر وہ اثبات میں جواب دیں تو پھر ان سے پوچھو' کیا تم اپنے اموال سے صدقہ و زکوٰۃ دینے کے لئے تیار ہو تاکہ تمہارے صدقات و خیرات کو تمہارے فقراء و مساکین میں تقسیم کر دیا جائے؟ اگر وہ یہ بھی تسلیم کر لیں تو پھر ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کریں اور نہ ان سے مزید کسی چیز کا مطالبہ کریں۔ خدا کی قسم! اگر اللہ تبارک تعالیٰ آپ کے ہاتھ پر ایک آدمی کو بھی ہدایت عطا فرما دے تو یہ سعادت تمام ان چیزوں سے بہتر اور افضل ہے جن پر سورج طلوع اور غروب ہوتا ہے۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ تین سو سواروں کو اپنے ہمراہ لے کر عازم بسوئے یمن ہوئے۔ جب یمن کی حدود میں پہنچے تو اپنے شہسواروں کو چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں منقسم کر دیا۔ ان ٹولیوں نے ان علاقوں میں جو لوگ آباد تھے ان پر ہلہ بول دیا اور ہر قسم کا مالِ غنیمت ان کے قبضہ میں آیا۔ مالِ غنیمت میں اونٹ اور بکریاں تھیں۔ پھر ان لوگوں سے آمنا سامنا ہوا' ملاقات ہوئی۔ ان کے سامنے اسلام کی تعلیمات کو پیش کیا اور اسے قبول کرنے کی انہیں دعوت دی لیکن انہوں نے اس دعوت کو مسترد کر دیا اور مسلمانوں پر تیروں اور پتھروں کی بارش کر دی۔

ان میں سے قبیلہ مذحج کا ایک آدمی میدان میں نکلا اور مسلمانوں کو دعوت مبارزت دی۔ اس کے مقابلہ کے لئے حضرت اسود بن خزاعی رضی اللہ عنہ نکلے اور اسے للکارا۔ حضرت اسود رضی اللہ عنہ نے اس مذحجی کو قتل کر دیا اور اس کا اسلحہ اور لباس اپنے قبضہ میں لے لیا۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے شہسواروں کو صف باندھنے کا حکم دیا اور لشکر کا پرچم حضرت مسعود بن سنان رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا۔ انہوں نے مذحج قبیلہ کے بیس جوانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے بعد انہیں مقابلہ کی ہمت نہ رہی' چنانچہ وہ چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں بٹ کر فرار ہو گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے تعاقب کو ترک کر دیا' تعاقب نہ کیا اور مجاہدین کو ایک جگہ پر رکھا تاکہ اس مار کے بعد دشمن پھر اکٹھا ہو سکے اور اسے دعوت اسلام دی جا سکے۔ ایسا ہی ہوا دشمن دو تین دنوں میں اکٹھا ہو کر پھر سامنے آیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر ان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی' انہوں نے بڑی سرعت کے ساتھ اس دعوت کو قبول کیا اور سب مسلمان ہو گئے۔ اس قبیلہ کے کئی رؤساء نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دستِ مبارک پر اسلام کی بیعت کی۔ ان بیعت کرنے والے سرداروں نے کہا کہ ہمارے جو لوگ پیچھے رہ گئے ہیں ان کی طرف سے بھی ہم اسلام کی بیعت کرتے ہیں۔ ہمارے سارے اموال آپ کے سامنے ہیں' ان میں سے اللہ

Marfat.com

تبارک تعالیٰ کا جو حصہ ہے وہ آپ لے لیجئے۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اموالِ غنیمت جمع کیے۔ان کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا۔ پانچواں حصہ حضور نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بھیجنے کے لئے اپنے قبضہ میں کرلیا۔ باقی چار حصے مجاہدین میں تقسیم کر دیئے۔اس خمس میں سے کسی مجاہد کو کوئی حصہ نہیں دیا گیا۔لوگوں نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اس خمس سے اپنے حصہ کا مطالبہ کیا لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ یہ خمس میں بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کروں گا اور حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی جیسے منشا مبارک ہو گی اس کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج ادا کرنے کے لئے مکہ میں تشریف لانے والے ہیں، ہم سب وہاں حاضر ہو کر شرفِ زیارت سے بھی بہرہ ور ہوں اور یہ خمس بھی حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کریں گے اور حضورِ انور رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مرضی کے مطابق اسے تقسیم فرمائیں گے۔

خمس اور دیگر اموالِ غنیمت آپ کے ہمراہ تھے۔اس خمس میں یمنی کپڑوں کی کئی گانٹھیں بھی تھیں۔ مالِ غنیمت کے اونٹ بھی تھے اور ان کے اموال سے بطورِ صدقہ اور زکوٰۃ کے جو اونٹ یا دیگر اموال وصول کیے گئے تھے وہ بھی ہمراہ تھے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بڑی تیزی سے اپنے ساتھیوں سے پہلے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کو اپنے لشکر اور اموالِ خمس کی نگرانی کی ذمہ داری تفویض کی۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ لشکر بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک دو دن بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج ادا کرنے کے لئے مکہ معظمہ پہنچ گیا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 361، 362۔صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 624۔السیرۃ النبویہ ابنِ کثیر جلد 4 صفحہ 203۔محمد رسول اللہ از محمد رضا صفحہ 347)

حضرت ابوموسیٰ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کی یمن روانگی

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ بن قیس تھا۔ یہ ان لوگوں میں سے تھے جو بہت پہلے ایمان لائے تھے۔حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو زبید اور عدن کا والی بنا کر بھیجا اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا۔لوگوں کو اسلامی تعلیمات سمجھانا بھی آپ کی ذمہ داری تھی۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ان ستر خوش بخت انصار میں سے تھے جنہوں نے عقبہ میں بیعت کا شرف حاصل کیا۔آپ بدر، احد اور دیگر تمام غزوات میں شریک رہے، آپ انصار کے قبیلہ خزرج کے ایک فرد تھے۔ جس وقت آپ ایمان لائے اس وقت ان کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ حضورِ انور سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''چار آدمیوں سے قرآن سیکھو۔ ابنِ مسعود، ابی بن کعب، معاذ بن جبل اور سالم مولیٰ ابی حذیفہ۔''

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ عہد رسالت میں بھی فتویٰ دیا کرتے تھے۔آپ صورت و سیرت کے لحاظ سے حسن و جمال کے پیکر تھے۔ان کی سخاوت و فیاضی کی یہ حالت تھی کہ ہمیشہ مقروض رہتے تھے۔

Marfat.com

سن 10 ہجری میں پیغمبرِ اول و آخر و اعظم' حضورِ انور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا نظم و نسق اسلامی تعلیمات کے مطابق چلانے کے لئے اور وہاں کے لوگوں کو اسلامی تعلیمات سمجھانے کے لئے بطورِ گورنر یمن بھیجا۔ حضورِ انور' نبی کریم' رؤف و رحیم' رحمت للعالمین ﷺ ان کو الوداع کرنے کے لئے دور تک سواری کے ساتھ ساتھ پیدل تشریف لے گئے اور شرائع اسلام سے متعلق بہت سی نصیحتیں کیں۔ صحیح بخاری میں ہے:۔

''حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو فرمایا جب انہیں یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تھا تو انہیں فرمایا کہ تم ایسی قوم کی طرف جا رہے ہو جو اہلِ کتاب میں سے ہے جب تم ان لوگوں کے پاس جاؤ تو انہیں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی جانب بلانا۔ اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو پھر انہیں بتانا کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے ان پر روزانہ پانچ وقت نماز پڑھنا فرض فرمایا ہے۔ اگر وہ تمہاری یہ بات مان لیں تو پھر انہیں بتانا کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض فرمائی ہے جو ان کے امیروں سے لے کر ان کے غریبوں میں تقسیم کی جائے گی۔ اگر وہ اس بات میں بھی تمہارا حکم مان لیں تو ان کے مال سے چھانٹ کر نہ لینا اور مظلوم کی دعا سے بچتے رہنا کیونکہ اس کے اور اللہ تبارک تعالیٰ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔''

اور صحیح بخاری میں یہ بھی ہے کہ جب پیغمبرِ اول و آخر و اعظم' ہادیٔ انس و جاں' رہبرِ کائنات' رسولِ بحر و بر حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم' رحمت للعالمین ﷺ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو یہ بھی تاکید فرمائی تھی:۔

''نرمی سے کام لینا اور لوگوں پر سختی نہ کرنا اور لوگوں کو خوش رکھنے کی کوشش کرنا اور انہیں ناراض نہ کرنا۔'' (صحیح البخاری' جلد 2 صفحہ 623)

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

''رسول اللہ ﷺ نے مجھے دس نصیحتیں فرمائیں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا خواہ تمہیں قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جائے اور اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرنا خواہ وہ تمہیں تمہارے مال اور گھر سے بے دخل کر دیں' اور فرض نماز کو جان بوجھ کر کبھی مت چھوڑنا' تحقیق جو جان بوجھ کر فرض نماز چھوڑتا ہے وہ اللہ کے ذمہ سے خارج ہے اور شراب نہ پینا تحقیق یہ تمام گناہوں کی جڑ ہے اور گناہوں سے بچنا' تحقیق معصیت اللہ کی ناراضی کو دعوت دیتی ہے' اور کبھی مت بھاگنا خواہ لوگ ہلاک ہو جائیں اور جب لوگوں پر موت آئے (جنگ یا وبا کی صورت میں) اور تو ان کے اندر ہو تو ثابت قدم رہ' اور اپنے اہل و عیال پر خرچ کر اور ان پر عصا مت اٹھا

Marfat.com

اور اللہ کی خاطر ان سے محبت کر۔ (البدایہ والنہایہ جلد 5 صفحہ 101)

علامہ ابنِ کثیر مسند امام احمد سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ ہادیٔ انس و جاں، رہبرِ کائنات رحمت للعالمین حضورِ انور، رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ کیا تو پوچھا' اگر تمہارے سامنے کوئی مقدمہ پیش ہو تو تم کس طرح فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے عرض کی' کتاب الٰہی کے مطابق۔ پھر پوچھا' اگر اللہ کی کتاب میں اس کے بارے میں کچھ نہ ملے تو پھر؟ عرض کی اللہ کے رسول کی سنت کے مطابق۔ پھر فرمایا' اگر سنت میں بھی اس کا جواب نہ ملے تو؟ عرض کی' میں اس کا جواب تلاش کرنے میں پوری کوشش کروں گا اور کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کروں گا۔ آپ کے ان جوابات کو سن کر حضور پُرنور رحمتِ دو عالم ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تبارک تعالیٰ کی تعریف کرتا ہوں جس نے اپنے رسول کے فرستادہ کو اس بات کی توفیق دی ہے جس سے اس کا رسول خوش ہوتا ہے۔''

جب یہ یمن روانہ ہوئے تو پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' ہادیٔ انس و جاں' تاجدارِ کائنات' سرکارِ دو عالم ﷺ ان کو الوداع کہنے کے لئے ان کے ساتھ ساتھ گئے۔ اس وقت حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سوار تھے اور حضورِ انور ﷺ پیدل چل رہے تھے اور انہیں اپنے پند و مواعظ سے مالا مال فرما رہے تھے۔ جب پند و نصائح کا سلسلہ اختتام پذیر ہوا تو حضور پُرنور ﷺ نے فرمایا' اے معاذ! شاید اس سال کے بعد تو مجھ سے ملاقات نہ کر سکے اور تمہارا گزر میری مسجد اور میری قبر کے پاس سے ہو۔ یہ المناک اطلاع پا کر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ پر گریہ طاری ہو گیا۔ تعمیل ارشاد ضروری تھی' وہ یمن روانہ ہوئے اور پھر اس وقت مدینہ طیبہ آئے جب مسند خلافت پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے۔ چند روز یہاں قیام کیا' پھر واپس شام چلے گئے اور وہاں ہی پیک اجل کو لبیک کہا۔ (صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 623۔ السیرۃ النبویہ ابنِ کثیر جلد 4 صفحہ 198۔ البدایہ والنہایہ جلد 5 صفحہ 101)

باذان کا انتقال

اسی سال (سن 10 ہجری میں) باذان بن ساسان کا انتقال ہوا۔ یہ بہرام کی اولاد میں سے تھے جو فارس کا ایک ساسانی بادشاہ ہو گزرا ہے۔ باذان کسریٰ کی جانب سے یمن کے گورنر تھے۔ جب کسریٰ پرویز کی موت واقع ہوئی تو یہ یمن ہی میں حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے اور اپنے اسلام لانے کی خبر پیغمبرِ اول و آخر و اعظم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو بھجوائی۔ حضورِ انور' نبی کریم ﷺ نے ان کو یمن کی امارت پر برقرار رکھا۔ یہ اسلام میں یمن کے پہلے گورنر تھے اور شاہانِ عجم میں سے پہلے شخص تھے جو اسلام لائے۔

حضرت ابوذر بارگاہِ رسالت ﷺ میں

یوں تو بارگاہِ رسالت مآب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرداً فرداً اور اجتماعی طور پر بارہا شرفِ دیدار' تعلیم' گفتگو و ملاقات نصیب ہوتا ہو گا۔ آخر تو وہ سفر' میں سکونت میں' غزوات میں اور ادائیگی فرائض نماز وغیرہ میں ہمیشہ

Marfat.com

پیغمبر اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور نبی کریم، رؤف و رحیم، رحمت للعالمین ﷺ کے زیرنگاہ اور ساتھ ساتھ ہی رہے ہیں اور ان کا تو مقصدِ حیات ہی دید، تعلیم، اطاعت و اتباع ہی تھا۔ اس لیے تو وہ ہر وقت آپ حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ کی خدمت میں رہے اور ہمہ تن گوش رہے۔

پیغمبر اول و آخر و اعظم، ہادیٔ انس و جاں، رہبرِ کائنات، رسولِ بحر و بر حاصل کائنات اصل الموجودات حبیبِ رب للعالمین، سید المرسلین، خاتم النبیین، رحمت للعالمین، تاجدارِ کائنات، سرکارِ دو عالم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ کی آسمانی، خدائی تعلیمات کو انہوں نے سنا اور ہم تک پہنچایا۔

ایک روز ہادیٔ برحق رحمتِ دو عالم ﷺ مسجد میں تنہا تشریف فرما تھے۔ اسی اثنا میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور پاس آ بیٹھے۔ ہادیٔ انس و جاں، رحمتِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوذر! مسجد میں حاضری کے آداب ہیں۔ انہوں نے عرض کی وہ کیا ہیں؟ حضور نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا ''جب مسجد میں داخل ہو تو دو رکعت نماز ادا کرو۔'' چنانچہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اٹھے اور دو رکعت نفل تحیۃ المسجد ادا کیے۔

ان تنہائی کے لمحوں کو غنیمت سمجھتے ہوئے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے چند سوالات کیے۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، رحمت للعالمین، سرکارِ دو عالم ﷺ نے ان کے جوابات دیے۔ درحقیقت یہ جوابات بحرِ حکمتِ نبوت کے نایاب، نادر، آب دار و چمکدار موتی ہیں جو بھی ان سے استفادہ کرے گا دونوں جہانوں کی فلاح و کامرانی کا تاج اس کے سر پر سجا دیا جائے گا۔

آپ نے عرض کی یارسول اللہ! ''اللہ کے نزدیک کون سے اعمال زیادہ پسندیدہ ہیں؟''

حضور رحمتِ دو عالم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تبارک تعالیٰ پر ایمان اور اس کے راستہ میں جہاد۔''

ابوذر: ''کس مومن کا ایمان زیادہ مکمل ہے؟''

فرمایا: ''جو اخلاق حسنہ سے مزین ہو وہ زیادہ کامل ہے۔''

ابوذر: ''مسلمانوں میں افضل کون ہے؟''

فرمایا: ''جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔

ابوذر: ''کون سی ہجرت افضل ہے؟''

فرمایا: ''جس نے بدی کو ترک کر دیا۔''

ابوذر: ''جو کتاب اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ پر نازل فرمائی، اس میں سب سے افضل آیت کون سی ہے؟''

فرمایا: ''آیۃ الکرسی۔''

ابوذر: ''یارسول اللہ انبیاء کی تعداد کتنی تھی؟''

فرمایا: ''ایک لاکھ چوبیس ہزار۔''

Marfat.com

ابوذر: ''ان میں سے رسولوں کی تعداد کتنی تھی؟''

فرمایا: ''تین سو تیرہ (313)۔''

آخر میں حضرت ابوذر نے عرض کی ''اے اللہ کے پیارے رسول! مجھے کچھ وصیت فرمائیں۔''

فرمایا: ''میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ یہ تقویٰ تمہارے حالات کو مزین و آراستہ کر دے گا۔''

عرض کی: ''یارسول اللہ! اور وصیت فرمائیں۔''

فرمایا: ''خاموشی اختیار کرو۔''

''زیادہ ہنسنے سے پرہیز کرو' یہ دلوں کو مردہ کر دیتا ہے اور چہرے کی نورانیت کو ختم کر دیتا ہے۔''

پھر عرض کی: ''یارسول اللہ! اور وصیت فرمائیں۔''

فرمایا: ''مسکینوں سے محبت اور ان کے پاس بیٹھنے کو محبوب جانو۔''

عرض کی: اور یارسول اللہ!

فرمایا: ''سچ کہا کرو خواہ وہ کڑوا ہو۔''

عرض کی: ''یارسول اللہ! اور وصیت فرمائیں۔''

فرمایا: ''اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کرو۔''

(السیرۃ النبویہ از ابوحاتم صفحہ 388 تا 390)

حدیث جبرئیل علیہ السلام

ایک روز پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' رہبرِ کائنات رحمتِ دو عالم' ہادیٔ برحق ﷺ اپنے صحابہ کی معیت میں تشریف فرما تھے' اچانک ایک آدمی داخل ہوا' اس کا لباس بہت ہی اجلا تھا۔ اس کے بال بہت سیاہ تھے اور اس پر سفر کے کوئی نشانات نہ تھے اور ہم میں سے کوئی بھی اسے نہیں پہچانتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کے پیارے نبی حضورِ انور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کے قریب بیٹھ گیا اور اپنا گھٹنا حضور پُرنور ﷺ کے گھٹنے کے ساتھ ملا دیا اور اپنے ہاتھ بطورِ ادب اپنی رانوں پر رکھ لیے۔ پھر وہ عرض پیرا ہوا: ''اے اللہ کے پیارے رسول! مجھے اسلام کے بارے میں بتائیے۔''

حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم' رحمت اللعالمین' ہادیٔ انس و جاں' رہبرِ کائنات' رسولِ بحر و بر ﷺ نے فرمایا:۔

''اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ تو گواہی دے اللہ تبارک تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد مصطفیٰ اللہ کے رسول ہیں' تو نماز ادا کرے' زکوٰۃ دے رمضان کے روزے رکھے اور اگر استطاعت ہو تو بیت

Marfat.com

اللہ کا حج کرے۔''

اس اجنبی نے کہا آپ ﷺ نے خوب سچ فرمایا۔ مسلمان اس کی یہ بات سن کر بڑے متعجب ہوئے کہ سوال بھی کرتا ہے اور پھر اس کی تصدیق بھی کرتا ہے۔

اس نے دوسرا سوال یہ کیا: ''اخبرنی عن الایمان'' مجھے ایمان کی حقیقت پر آگاہ فرمائیں۔'' سید المرسلین خاتم النبیین رحمتِ دو عالم ﷺ نے فرمایا:۔

''کہ تو اللہ تبارک تعالیٰ پر فرشتوں پر، اس کی نازل کی ہوئی کتابوں پر، اس کے بھیجے ہوئے رسولوں پر، یومِ قیامت پر اور اس کی تقدیر جیسی بھی ہو خیر ہو یا شر، اس پر ایمان لاؤ۔''

یہ سن کر اس اجنبی نے پھر کہا آپ نے خوب سچ فرمایا۔

تیسرا سوال اس نے یہ پوچھا کہ احسان کی حقیقت سے مجھے مطلع فرمائیں۔ پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم سید المرسلین خاتم النبیین اصل الموجودات ﷺ نے فرمایا:۔

''احسان اس کیفیت کا نام ہے کہ جب تم اللہ تبارک تعالیٰ کی عبادت کرو تو یوں سمجھو گویا تم اللہ تبارک تعالیٰ کا دیدار کر رہے ہو اور اگر اس کیفیت پر تم فائز نہ ہو تو کم از کم تمہارا یہ یقین پختہ ہو کہ اللہ تبارک تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے۔''

چوتھا سوال اس نے یہ کیا کہ قیامت کے بارے میں مجھے بتایئے کہ وہ کب قائم ہو گی؟

مرشد برحق حضور پُرنور پیغمبرِ اول و آخر و اعظم ﷺ نے فرمایا:

''اس کے بارے میں جس سے سوال کیا گیا ہے وہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔''

آخری استفسار اس نے یہ کیا کہ پھر قیامت کی نشانیوں کے بارے میں مجھے بتایئے۔

تو نبی برحق ﷺ نے فرمایا ''ایک نشانی یہ ہے کہ کنیز اپنی مالکہ کو جنے گی، اور تو ان لوگوں کو دیکھے گا جن کے پاؤں میں جوتا نہیں، جن کے جسم پر لباس نہیں، وہ جو عمارتیں تعمیر کریں گے، ایک دوسرے سے اونچی تعمیر کرنے کی کوشش کریں گے۔'' پھر سورۂ لقمان کی یہ آیت پڑھی:

''بے شک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم۔'' (سورۂ لقمان آیت 34)

ان استفسارات کے بعد وہ شخص چلا گیا سرکارِ دو عالم نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا کہ یہ جبرئیل تھا جو تمہارا دین تمہیں سکھانے کے لئے یہاں حاضر ہوا تھا۔

Marfat.com

حجۃ الوداع

اس حج کو مختلف ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے: حجۃ الوداع' حجۃ التمام' حجۃ البلاغ اور حجۃ الاسلام۔ ان ناموں کی وجہ تسمیہ مختصراً یوں ہے۔

ان ایام میں مختلف مقامات پر حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے جو خطابات فرمائے ان میں صراحۃً بتا دیا کہ اس مقام پر میری تم سے یہ آخری ملاقات ہے۔ اس کے بعد یہ موقع تمہیں نصیب نہیں ہوگا۔ ان خطبوں میں اپنی امت کو الوداع کہا ہے' اس لیے اس حج کو حجۃ الوداع کہا جاتا ہے۔

ان ہی ایام میں اللہ تبارک تعالیٰ نے سورۂ مائدہ کی آیت 3 نازل فرمائی جس میں خالق و مالکِ کائنات ربّ العزت کا ارشاد ہے:۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا

ترجمہ: ''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا' اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی' اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔'' (سورۂ مائدہ آیت 3)

کیونکہ اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے انعامات و احسانات کی حد کر دی۔ اس لیے اس حج کو حجۃ التمام کہا جاتا ہے۔

اپنے تاریخی خطاب میں سرکارِ دوعالم ﷺ نے تمام حاضرین سے یہ گواہی لی کہ میں نے احکامِ الٰہی کی تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے تو سب نے اس کی تصدیق کی۔ اس لیے اس کو حجۃ البلاغ سے موسوم کیا جاتا ہے۔

کیونکہ ان ایام میں مختلف مقامات پر اپنے خطبات میں رحمتِ دوعالم ﷺ نے دین کا خلاصہ اور نچوڑ اپنی امت کے سامنے پیش فرما دیا۔ اس لیے اس کو حجۃ الاسلام کہا جاتا ہے۔

حجۃ الوداع کے تذکرے سے پہلے مناسب ہے کہ قارئین کو یہ بتایا جائے کہ پیغمبرِ اول و آخر و اعظم' حضورِ انور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں کتنے حج کیے اور کتنے عمرے ادا کیے۔

اس کے بارے میں متعدد اقوال ہیں لیکن میں اس قول کے ذکر پر اکتفا کروں گا جو میرے نزدیک راجح اور قوی ہے۔ امام احمد' امام بخاری' مسلم' ابوداؤد' ترمذی اور ابنِ سعد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا

Marfat.com

ہے کہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں چار عمرے ادا کیے۔ ان میں سے تین ماہِ ذی قعدہ میں اور ایک حجۃ الوداع کے ساتھ ماہِ ذی الحجہ میں ادا فرمایا۔

پہلا عمرہ۔۔۔حدیبیہ میں حضور جب پہنچے تو کافروں نے رکاوٹ ڈال دی۔ اس لیے یہ عمرہ مکمل نہ ہو سکا۔ دوسرا عمرہ۔۔۔آئندہ سال عمرۃ القضاء یہ بھی ذی القعدہ میں اور تیسرا عمرہ......جعرانہ کے مقام پر اموالِ غنیمت تقسیم کرنے کے بعد جو عمرہ حضور انور ﷺ نے کیا وہ بھی ذی قعدہ میں تھا۔ چوتھا عمرہ......البتہ جو عمرہ حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے حجۃ الوداع کے ساتھ کیا وہ ماہِ ذی الحجہ میں تھا۔

حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے حجوں کے بارے میں بھی مختلف اقوال ہیں۔ امام ترمذی ابنِ ماجہ اور حاکم نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضورِ انور ﷺ نے دو حج ہجرت سے پہلے اور ایک حج ہجرت کے بعد ادا فرمایا۔

سفیان ثوری سے منقول ہے کہ حضورِ انور رحمتِ دو عالم ﷺ نے ہجرت سے پہلے بہت حج ادا کیے اور ہجرت کے بعد ایک حج فرمایا۔ ہجرت سے پہلے جو حج حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے فرمائے ان کی تعداد نہیں بتائی جا سکتی۔

ابنِ اثیر فرماتے ہیں کہ ہجرت سے پہلے حضور پُر نور سرکارِ دو عالم ﷺ ہر سال حج ادا کیا کرتے تھے۔ کیونکہ اہلِ عرب اسلام قبول کرنے سے پہلے بھی ہر سال فریضۂ حج ادا کرتے تھے تو یہ کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ کفار و مشرکین تو حج ادا کر رہے ہوں اور اللہ تبارک تعالیٰ کا محبوب سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ حج ادا نہ کر رہا ہو؟

ہجرت کے بعد پیغمبرِ اول و آخر و اعظم تاجدارِ کائنات رحمتِ دو عالم ﷺ نو سال تک مدینہ طیبہ میں سکونت پذیر رہے لیکن اس عرصہ میں حضورِ انور ﷺ نے کوئی حج ادا نہیں کیا۔ جب ہجرت کا دسواں سال آیا تو اسلام کی عظمت و سطوت کا پرچم جزیرۂ عرب کے گوشہ گوشہ میں لہرانے لگا۔ نعمتِ ایمان سے مالا مال ہونے کے بعد بتوں کے پجاریوں نے اپنے ہاتھوں سے اپنے ان جھوٹے معبودوں کو ریزہ ریزہ کر دیا۔

گزشتہ سال حجاج کرام (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے ایک قافلہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی معیت میں حج کیا۔ اس قافلہ میں کفر و شرک کے باقی ماندہ اور تمام لغو اور باطل شعائر کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا۔

اب وقت آ گیا تھا کہ اللہ تبارک تعالیٰ کا محبوب بندہ اور اس کی ساری مخلوق کائنات کا ہادی و مرشد فریضۂ حج کو سب کے سامنے صحیح طریقہ سے خود ادا کرے تا کہ سنتِ ابراہیمی کو زندہ کر کے اسے بقائے دوام سے بہرہ مند کرے تا کہ آئندہ قیامت تک حرم اللہ تبارک و تعالیٰ خالق و مالک کائنات میں فریضۂ حج ادا کرنے کے لئے

Marfat.com

جو آئے وہ ان روحانی سعادتوں اور برکتوں سے مالا مال ہو کر واپس جائے جو اس فریضہ کے ادا کرنے کا اہم ترین مقصد ہے۔

چنانچہ تمام مسلمان آبادیوں میں یہ اعلان کر دیا گیا کہ اس سال حجاج کرام کا جو قافلہ خداوند ذوالجلال کے مقدس گھر کی زیارت اور طواف کے لئے نیز فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے جائے گا اس قافلۂ رحمت کے سالار پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، ہادئ انس و جاں، تاجدارِ کائنات، سرکارِ دو عالم، رحمت للعالمین، محبوب ربّ العالمین ﷺ خود ہوں گے۔

یہ مژدۂ جانفزا جس نے بھی سنا اس پر بے خودی کا عالم طاری ہو گیا۔ مکہ مکرمہ کا سفر اور وہ بھی حبیب ربّ العالمین کی قیادت میں، کعبۂ مشرفہ کی زیارت اور وہ بھی آقائے کائنات ﷺ کی مبارک معیت میں، مناسکِ حج کی ادائیگی اور وہ بھی اللہ تبارک تعالیٰ کے برگزیدہ رسول کی براہ راست رہنمائی میں۔ زہے سعادت! زہے قسمت! ہر شخص اپنی خوش بختی پر ناز کرنے لگا اور اس سفر پُر سعادت میں شریک ہونے کی تیاری کرنے لگا۔

نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ کے سفر حج پر تشریف لے جانے کی خبر کی تشہیر کے بڑے اہم دینی مقاصد تھے۔

1- زیادہ سے زیادہ عوام الناس دید سے فیض یاب ہوں اور صحابیت کا درجہ پائیں۔

2- زیادہ سے زیادہ لوگ حج کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ سفر و قیام میں دیگر فرائض و سنن (سنتوں) نماز، روزہ، صدقہ، زکوٰۃ، خیرات و اخلاق حسنہ یعنی کہ اسوۂ حسنہ کو اچھی طرح دیکھ لیں اور سیکھ لیں۔

3- زیادہ سے زیادہ لوگ قرآنِ حکیم، احادیث و اخلاقِ کریم سن لیں دیکھ لیں اور جو حاضر نہیں ہیں انہیں ان تک پہنچائیں۔

4- ایک مقصد تو یہ تھا کہ مسلمانوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد اللہ کے حبیب رسولِ مکرم ﷺ کو حج کرتے ہوئے دیکھے تاکہ ان کو حج ادا کرنے کے صحیح طریقہ کا علم ہو جائے۔

5- یہ حج حجۃ الوداع تھا۔ حضور انور، تاجدارِ کائنات، سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنے ارشاداتِ طیبہ کے ذریعہ کئی بار اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا تھا کہ اس مقام پر یہ میری تم سے آخری ملاقات ہے۔ اس لیے تمام اہلِ اسلام کو اس ارادہ سفر سے مطلع کر دیا گیا کہ ہر شخص اپنے رؤف و رحیم نبی ﷺ کے ان پند و نصائح کو اپنے کانوں سے سنے اور تادم واپسیں ان پر عمل پیرا رہے۔

6- اللہ تبارک تعالیٰ کے حبیب ﷺ نے دعوتِ اسلام کو عرب کے گوشہ گوشہ میں پہنچانے کے لئے بیس سال تک جو مسلسل جان لیوا جدوجہد کی تھی، اس کے خوش کن نتائج کا اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے حبیب کو

Marfat.com

مشاہدہ کرانا تھا تاکہ حضور پُرنور ﷺ اللہ تبارک تعالیٰ کے اس بے مثال انعام کا شکریہ ادا کریں کہ جس اہم فریضہ کی ادائیگی اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ کے سپرد کی تھی وہ اس کی توفیق اور نصرت سے بحسن و خوبی انجام پذیر ہوا۔ نیز اس سفرِ حج کی تشہیر کے باعث جزیرۂ عرب کے اطراف و اکناف سے جو بے شمار لوگ میدان عرفات میں جمع ہوئے' ان سب نے بآوازِ بلند یک زبان ہو کر یہ شہادت دی کہ اے اللہ کے محبوب رسول! بیشک آپ نے اپنے فرائضِ نبوت کو انتہائی حسن و خوبی سے انجام دیا ہے۔

اس قافلہ میں جو لوگ مدینہ طیبہ سے شریک ہوئے تھے ان کو مناسکِ حج ادا کرنے کی پوری طرح تعلیم دی اور جو وفد آ کر راستہ میں اس قافلہ میں شریک ہوتے تھے' ہر وفد کے ہر رکن کو مناسکِ حج کی تعلیم دی جاتی تھی اور زمانۂ جاہلیت میں حج کی ادائیگی میں جو خرابیاں رونما ہو چکی تھیں' ان سے بچنے کی ان کو تاکید کی جاتی تھی۔

جوں جوں حج کا مہینہ قریب آتا جا رہا تھا' محبت و شوق کے جذبات میں بے قراریاں اور بے چینیاں بڑھتی جا رہی تھیں۔ قافلوں کے قافلے مدینہ طیبہ پہنچنے لگے۔ مدینہ طیبہ کے اردگرد جو کھلے میدان تھے وہ اللہ کے مہمانوں کے خیموں سے بھر گئے۔ گلیوں میں اتنی بھیڑ ہوگئی کہ کھوے سے کھوا چھلنے لگا۔

25 ذی قعدہ سن 10 ہجری

25 ذی قعدہ سن 10 ہجری بروز ہفتہ پیغمبرِ اول و آخر و اعظم' ہادیٔ انس و جان' رہبرِ کائنات' رسولِ بحر و بر حاصل کائنات اصل الموجودات فخر اولادِ آدم انسان کامل اصل الموجودات حبیب ربّ للعالمین سید المرسلین خاتم النبیین رحمت للعالمین حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کی اقتداء میں مسجدِ نبوی میں مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد نے نمازِ ظہر ادا کی۔

ہفتہ کے دن جب کہ سن 10 ہجری کے ماہِ ذی قعدہ کے ابھی چار دن باقی تھے حضورِ انور' نبی کریم' رؤف و رحیم' رحمت للعالمین ﷺ نے حج کے لئے کوچ کی تیاری فرمائی' غسل فرمایا' بالوں میں کنگھی کی' انہیں سنوارا' تیل لگایا' تہبند پہنا' چادر اوڑھی' قربانی کے جانوروں کو قلادہ پہنایا اور نمازِ ظہر کی مسجدِ نبوی میں ادائیگی کے بعد کوچ فرما دیا۔

حضور پُرنور سرورِ دو عالم ﷺ نے حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا' تمام ازواجِ مطہرات کو اس سفر میں ہمرکابی کا شرف بخشا اور ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ ہودج کا اہتمام فرمایا۔ اس مقدس سفر میں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھیں۔

چنانچہ ایک قول کے مطابق اطراف و اکناف سے جو لوگ حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کی معیت میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے ان کی تعداد ایک لاکھ 24 ہزار سے زائد تھی۔ یہ تعداد ان لوگوں کے علاوہ

Marfat.com

تھی جو مکہ میں رہائش پذیر تھے اور جو یمن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ہمراہ آئے تھے۔ (زرقانی شرح مواہب جلد 3 صفحہ 106)

اللہ تبارک تعالیٰ کے مہمانوں کا یہ مقدس کارواں عصر سے پہلے مقام ذوالحلیفہ پہنچ گیا۔ جب یہ قافلہ ذوالحلیفہ پہنچا تو سب کو رک جانے کا حکم ملا۔ سب وہاں ٹھہر گئے کیونکہ سفر کا آغاز ہو چکا تھا۔ اس لیے عصر کی نمازِ قصر ادا کی گئی۔ یہ رات یہاں بسر ہوئی۔ مغرب' عشاء اور دوسرے روز صبح کی نماز اسی مقام پر ادا کی گئی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت محمد بن ابی بکر کی یہاں ہی ولادت ہوئی۔

ذوالحلیفہ ایک چشمہ کا نام ہے جو مدینہ طیبہ سے 8 کلومیٹر کی مسافت پر واقع ہے اسے بئرِ علی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ چشمہ قبیلہ بنو جشم کی ملکیت تھا۔ اہلِ مدینہ کے لئے یہی مقام میقات ہے۔ یعنی جو شخص یہاں سے حج یا عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ کا قصد کرے اس پر لازم ہے جب اس مقام پر پہنچے تو احرام باندھ کر آگے بڑھے۔ ذوالحلیفہ یا بئرِ علی پر یہ کارواں دوسرے دن ظہر تک ٹھہرا رہا۔ ظہر کی نماز سے پہلے حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے احرام کے لئے غسل فرمایا' سر مبارک میں تیل لگایا اور موئے مبارک میں کنگھی کی' خوشبو لگائی' پھر سلے ہوئے کپڑے اتار کر ان سلی دو چادریں احرام کی باندھیں' پھر دو رکعت ظہر کی نماز پڑھی' اس کے بعد حج و عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھا' پھر تلبیہ کہا۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' ہادئ انس و جاں' حضور پُرنور ﷺ کے تلبیہ کے کلمات طیبات درج ذیل ہیں:

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ	حاضر ہوں میں اے اللہ میں حاضر ہوں حاضر ہوں میں' تیرا کوئی شریک نہیں میں تیرے دربار میں حاضر ہوں ساری تعریفیں تیرے لیے اور ساری نعمتیں تو نے عطا فرمائی ہیں سارے ملکوں کا تو بادشاہ ہے تیرا کوئی شریک نہیں۔

تلبیہ پڑھتے ہوئے بیدا نامی ایک ٹیلے پر تشریف لے گئے۔ پیغمبرِ اول و آخر و اعظم' رحمتِ دو عالم ﷺ اپنے لحنِ مبارک سے تلبیہ کے یہ روح پرور الفاظ بلند آواز سے ادا کرتے تھے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ سن لیں۔ حضورِ انور ﷺ کے چاروں طرف حدِ نگاہ تک پھیلا ہوا انسانوں کا یہ سمندر ان کلمات کو دہراتا تھا۔ ان کی گونج سے سارے دشت و جبل اور صحرا گونجنے لگتے تھے۔

احرام باندھنے کے بعد حضور پُرنور ﷺ اپنی ناقہ قصوئی پر سوار ہوئے اور پھر یہی تلبیہ کے ایمان پرور جملے دہرائے۔ جب حضورِ انور ﷺ کی ناقہ کھلے میدان میں پہنچی تو حضور پُرنور ﷺ نے بلند آواز سے پھر تلبیہ فرمایا۔ بار بار تلبیہ کے ان کلمات کو دہرانے کا مقصد یہ تھا کہ اس قافلہ میں جتنے لوگ ہیں وہ سب اپنے کانوں سے اپنے ہادئ برحق کا یہ تلبیہ سن لیں اور انہیں پاکیزہ کلمات سے وہ خود بھی تلبیہ کہیں۔

Marfat.com

یہاں سے اللہ کے مہمانوں کا یہ ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اپنے آقا تاجدارِ کائنات' سرکارِ دو عالم ﷺ کی قیادت میں مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا۔

اور وہ شہنشاہِ عرب وعجم سرورِ دو عالم' تاجدارِ کائنات ﷺ جس کے لئے ایک دنیا دیدہ و دل فرش راہ کیے ہوئی تھی' اس کے اپنے فقر کا یہ عالم تھا کہ اس وقت بھی ایک پرانے اور خستہ حال کجاوے میں بیٹھا تھا اور کجاوے کے اندر جو کپڑا بچھایا گیا تھا' وہ اس قدر معمولی تھا کہ اس کی قیمت چار روپے سے بھی کم تھی!!

تلبیہ پڑھنے کے بعد آپ ﷺ نے دعا فرمائی: ''اے اللہ! اس حج کو ایسا بنا کہ نہ اس میں ریا ہو نہ فخر۔''

نماز کے وقت سب اپنی سواریوں سے اتر کر اپنے معبودِ حقیقی کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو جاتے راستہ میں اگر کوئی ٹیلہ یا پہاڑی آتی تو جب اس پر چڑھتے یا کسی نشیب میں اترتے تو بلند آواز سے تین تین بار تکبیریں کہتے۔ حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معیت میں اپنا یہ سفر جاری رکھا۔

اللہ تبارک تعالیٰ کے مہمانوں کا یہ کاروانِ مقدس پیغمبرِ اول و آخر و اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم' رحمت للعالمین ﷺ کی رہنمائی میں ہر روز تقریباً اوسطاً 55 کلومیٹر کا فاصلہ طے کرتے ہوئے مکہ معظمہ کے لئے رواں دواں رہا۔ رات گزارنے کے لئے کسی کھلی جگہ میں پڑاؤ ڈالا جاتا اور یوں منزل در منزل مختلف مقامات سے گزرتے ہوئے یہ مقدس قافلہ ایک دن مقامِ عرج جا پہنچا اور وہاں پڑاؤ ڈالا۔

روانگی سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا اور حضورِ انور' نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ کا سامان خورد و نوش ایک اونٹ پر لاد کر اپنے ایک غلام کے حوالے کر دیا۔ جب عرج نامی جگہ پر پہنچ کر آپ ﷺ نے پڑاؤ کیا' تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ان کا غلام اونٹ کے بغیر چلا آ رہا ہے۔ انہوں نے اس سے پوچھا کہ اونٹ کدھر ہے؟ اس نے جواب دیا کہ وہ گزشتہ رات کو مجھ سے گم ہو گیا تھا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سخت غصہ آیا اور یہ کہہ کر غلام کو ڈانٹنا مارنا شروع کر دیا کہ تجھ سے ایک اونٹ کی حفاظت نہ ہو سکی اور اس کو گم کر بیٹھے!

پیغمبرِ اول و آخر و اعظم' حضور پُرنور ﷺ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے غصے اور جھلاہٹ سے محظوظ ہوئے اور مسکراتے ہوئے فرمایا: ''ذرا اس محرم کو تو دیکھو' حالت احرام میں کیا کر رہا ہے!''

حضرت فضالہ اسلمی رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ حضورِ انور ﷺ کے کھانے پینے کا سامان جس اونٹ پر لدا تھا' وہ گم ہو گیا ہے تو انہوں نے حلوے سے لبریز ایک بڑا پیالہ لا کر پیش کیا۔ حضورِ انور' نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا......

''ادھر آؤ ابوبکر! اللہ تبارک تعالیٰ نے بہت عمدہ کھانا ہمارے لیے بھیج دیا ہے' غلام کو چھوڑ دو اور نرمی اختیار کرو کیونکہ حالات نہ تمہارے بس میں ہیں نہ ہمارے۔''

Marfat.com

یعنی یہ سب کچھ اللہ کی مشیت سے ہے۔

چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانے میں شامل ہو گئے۔

تھوڑی دیر بعد ایک صحابی حضرت صفوان رضی اللہ عنہ اسی گمشدہ اونٹ کی مہار تھامے حاضرِ خدمت ہوئے اور بتایا کہ یہ اونٹ پیچھے رہ گیا تھا اور ادھر ادھر بھٹک رہا تھا کہ مجھے نظر آ گیا اور میں اسے پکڑ لایا۔

(حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کی یہی ڈیوٹی تھی کہ وہ کارواں کے پیچھے پیچھے سفر کریں اور اگر کسی کی کوئی چیز گر جائے یا کوچ کرتے وقت بھول جائے تو اس کو اٹھا لیں۔)

اسی دوران حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے حضرت قیس رضی اللہ عنہ سامان سے لدا ہوا ایک اونٹ لائے اور عرض کی کہ ہمیں پتہ چلا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا باربردار اونٹ گم گیا ہے۔ اس لیے ہم یہ اونٹ نذر کرنے کے لئے لائے ہیں۔ حضور پُرنور، نبی کریم، رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اس ایثار سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ ہمارا اونٹ واقعی گم ہو گیا تھا مگر اب مل گیا ہے۔ اس لیے تم اپنا اونٹ واپس لے جاؤ۔ اللہ تمہیں برکتیں عطا کرے۔

کیسے خوش اطوار اور خوش نصیب لوگ تھے......! اپنا سب کچھ آقائے دو جہاں تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دینے والے اور اس کے صلے میں دعاؤں کے خزینے سمیٹنے والے۔

جب یہ مقدس کارواں وادی عسفان پہنچا جو مکہ معظّمہ سے اندازاً 60 کلومیٹر دور ہے تو پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھا:۔

''ابوبکر! یہ کون سی وادی ہے؟''

''وادی عسفان ہے یا رسول اللہ!'' حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

''اس وادی سے اپنے اپنے وقت میں ہود اور صالح علیہما السلام بھی گزرے تھے۔'' حضور پُرنور پیغمبرِ اول و آخر و اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتانا شروع کیا۔ ''دونوں سرخ رنگ کے جوان اونٹوں پر سوار تھے۔ اونٹوں کی ناک کے گرد چھال کی بہت معمولی رسی لپٹی ہوئی تھی، اور احرام کی جو چادریں انہوں نے پہن رکھی تھیں۔ وہ بھی معمولی درجے کی اون سے بنی ہوئی تھیں۔ دونوں یہیں سے تلبیہ کہتے ہوئے حج کے لئے گئے تھے۔''

جب اللہ تبارک تعالیٰ کے مہمانوں کا یہ مقدس کارواں وادی ازرق میں پہنچا تو وادی ازرق سے گزرتے وقت حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''کانی انظر'' ''گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں'' کہ موسیٰ کانوں میں انگلیاں ڈالے بآوازِ بلند تلبیہ کہتے ہوئے اس وادی کی گھاٹی سے اتر رہے ہیں...... گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ یونس اونٹ کے بالوں، اون کے جبے میں ملبوس، گھنگریالے بالوں والے یونس علیہ السلام سرخ

Marfat.com

اونٹ پر سوار ہیں اور لبیک اللھم لبیک کہتے ہوئے یہاں سے گزر رہے ہیں۔"

اس کی صحیح توجیہہ یہی ہے کہ خالق و مالکِ کائنات نے اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کو اپنی قدرت کاملہ سے ماضی میں جو انبیاء کرام علیہ السلام اپنے اپنے وقت میں حج کرتے رہے ہیں ان کے مختلف مناظر کا مشاہدہ کرایا۔ اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا "گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں۔"

انبیاء کرام علیہم السلام کو ماضی و مستقبل کے مشاہدات ہوتے رہتے ہیں' جس طرح حضورِ انور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ میں نے جنت میں تمہارے جوتوں کی آہٹ اپنے سے آگے سنی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ حال کا واقعہ نہیں ہو سکتا تھا۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم اور مقدس کاروان نے مقام سرف میں تھوڑا قیام فرمایا اور آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا کہ جو افراد قربانی کے جانور ساتھ نہیں لائے' انہیں چاہیے کہ صرف عمرہ کر کے احرام کھول دیں۔ (یعنی حج تمتع کرلیں) اور جن کے پاس جانور موجود ہیں وہ احرام نہ کھولیں۔ (یعنی وہ حج قران کریں)

بعض صحابہ کو اس حکم میں تردد ہوا کہ ہم تو شروع سے حج کی نیت کر کے چلے ہیں' پھر حج سے پہلے ہی احرام کس طرح کھول دیں!

حضورِ انور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کو ان کا یہ تذبذب پسند نہ آیا اور قدرے غصے سے فرمایا:

"جیسے میں کہتا ہوں ویسے ہی کرو۔"

سرف میں ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نماز پڑھنا موقوف ہو گیا۔ اس سے وہ بہت پریشان ہوئیں اور جب حضورِ انور ﷺ ان کے پاس گئے تو رو پڑیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا:

"کیا بات ہے' کیوں روتی ہو؟"

عرض کی...... "یا رسول اللہ! میں نماز پڑھنے کے قابل نہیں رہی۔"

فرمایا...... "یہ کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔ یہ عارضہ تو آدم علیہ السلام کی تمام بیٹیوں کو ہر ماہ لاحق ہوتا ہی ہے' اور تم بھی انہی میں سے ایک ہو۔ اب عمرہ چھوڑ دو اور حج کا احرام باندھ کر حج کے جملہ مناسک ادا کرو اور صرف طواف کو طہارت تک مؤخر کر دو۔"

عرج' ابواء' وادی عسفان اور سرف وغیرہم مقامات سے گزرتے ہوئے سات آٹھ دن بعد یہ قافلہ اس وقت مکہ مکرمہ کے قرب و جوار میں پہنچا جب سورج غروب ہو رہا تھا۔ یہاں ایک چھوٹا سا گاؤں تھا جس کا نام ذوطویٰ تھا۔ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' ہادیٔ انس و جاں' حضورِ انور' نبی کریم سرکارِ دو عالم ﷺ نے یہاں رات بسر کرنے کا فیصلہ فرمایا تاکہ رات بھر آرام کرنے سے سفر کی تھکاوٹ دور ہو جائے اور جب اللہ تبارک تعالیٰ کے گھر کی زیارت کے لئے مکہ میں داخل ہوں تو وہ تازہ دم ہو کر آگے بڑھیں اور ذوق و شوق سے سرشار ہو کر اپنے

Marfat.com

ربّ کریم کے گھر کی زیارت سے مشرف ہوں اور اس کا طواف کریں۔

پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضور پُر نور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ رات بھر کے لئے وہیں ٹھہر گئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اختیار دے دیا کہ جس کا جی چاہے یہاں ٹھہرے، جس کا جی چاہے مکہ چلا جائے۔

اس تخییر (یا اختیار دے دیئے جانے) کی وجہ یہ تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ نہ سمجھ لیں کہ رات کو مکہ میں داخل ہونا ممنوع ہے۔ خود حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ اس لیے ٹھہر گئے کہ اندھیرے میں لوگ آپ کو دیکھنے سے محروم رہ جاتے اور صحیح طور پر پیروی نہ کر پاتے۔ اس لیے آپ ﷺ نے مناسب یہی سمجھا کہ رات یہاں گزاری جائے اور دن کی روشنی میں مکہ کی طرف جایا جائے۔

اس رات کا بیشتر حصہ آپ ﷺ نے ایک کھردری اور سخت چٹان پر عبادت کرتے ہوئے گزارا۔ فجر کی نماز ذوطویٰ میں ادا کی، پھر غسل فرمایا، پھر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔

یہ اتوار کا دن تھا، ذوالحجہ کی چار تاریخ تھی اور ہجرت کا دسواں سال تھا۔ اس سفر کو طے کرنے کے لئے مسلمانوں کو آٹھ راتیں راستہ میں گزارنا پڑیں۔ یعنی کہ اب تک، اس رات سمیت راستے میں آٹھ راتیں گزاری جا چکی تھیں۔

پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ ناقہ پر سوار ذی الحجہ کی چار تاریخ کو بروز اتوار دن کے اجالے میں صبح کے وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ اہلِ مکہ بے تابی سے آپ ﷺ کے منتظر تھے اور بنی ہاشم کے معصوم بچے گلیوں میں آپ ﷺ کے استقبال کے لئے کھڑے تھے۔ آپ ﷺ کی سواری پر نظر پڑی تو سب کے چہرے دمک اٹھے! خصوصاً بچوں کی خوشی اور مسرت تو دیدنی تھی، اور رحمتِ دو عالم ﷺ نے ان کی خوشیوں اور مسرتوں کو اس طرح دوبالا کر دیا کہ ناقہ پر بیٹھے ہی بیٹھے جھک کر کسی بچے کو اٹھا کر اپنے سامنے بٹھا لیتے اور کسی کو پیچھے بٹھا لیتے۔ تھوڑی دیر میں ان کو اتار دیتے اور دوسرے بچوں کو اٹھا کر آگے پیچھے بٹھا لیتے۔

نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ اپنے صحابہ سمیت سب سے پہلے مسجدِ حرام کے قریب تشریف لے آئے اور حرم شریف میں باب بنی شیبہ کی جانب سے داخل ہوئے۔

جب کعبۂ مقدسہ پر نظر پڑی تو بایں الفاظ بارگاہِ ربّ العزت میں التجاء کی:

''اے اللہ! اپنے گھر کے شرف کو، اس کی عظمت کو، اس کی ہیبت کو اور زیادہ بڑھا۔''

ایک روایت میں یوں مروی ہے کہ حضور پُر نور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ جب کعبہ شریف کی زیارت کرتے تو بایں الفاظ التجاء کرتے:

''اے اللہ! تو ہی اسلام ہے۔ تجھی میں سلامتی ہے۔ اے ہمارے رب! ہمیں سلامتی سے زندہ

Marfat.com

رکھ۔اے اللہ! اس گھر کے شرف اور عزت اور تکریم اور رعب میں اضافہ فرما۔"

(خاتم النبیین جلد 2 صفحہ 1206)

اس کے بعد حجر اسود کے پاس تشریف لے گئے اور بسم اللّٰہ واللّٰہ اکبر کہتے ہوئے اس پر ہاتھ پھیرا۔ پھر اسے بوسہ دیا' طویل بوسہ۔

اس کے بعد طواف کیا' جس کے تین پھیروں میں رمل کیا۔ ہر پھیرے کے اختتام پر بسم اللّٰہ واللّٰہ اکبر کہتے ہوئے' کبھی حجرِ اسود کو بوسہ دیا' کبھی دور ہی سے استلام کرنے پر اکتفا کیا۔

بوسہ دیتے وقت مذکورہ بالا کلمات کے سوا کچھ کہنا' صحیح روایات سے ثابت نہیں ہے۔

البتہ ایک ضعیف روایت میں ہے کہ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ ہم حجرِ اسود کو بوسہ دیتے ہوئے کیا کہا کریں' تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یوں کہا کرو:

"اللہ کے نام سے۔ اور اللہ بہت بڑا ہے۔ اے اللہ! تجھ پر ایمان لاتے ہوئے' تیری کتاب کی تصدیق کرتے ہوئے' تیرے عہد سے وفا کرتے ہوئے اور تیرے نبی کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے (میں حجرِ اسود کو بوسہ دے رہا ہوں)

جب طواف سے فراغت ہوئی تو پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' ہادئ انس و جاں' حضورِ انور ﷺ مقامِ ابراہیم علیہ السلام پر تشریف لائے' طواف کی دو رکعت نفل ادا کیں اور سورۂ بقرہ کی آیت 125 تلاوت فرمائی' جس میں اللہ تبارک کا ارشاد ہے:

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى ط (سورۂ بقرہ آیت 125)

ترجمہ: "اور مقامِ ابراہیم کو اپنا مصلیٰ بناؤ۔"

یعنی مقامِ ابراہیم کے پاس نماز ادا کرو۔

پھر ایسی جگہ کھڑے ہوئے کہ مقامِ ابراہیم آپ ﷺ کے اور بیت اللہ کے درمیان آ گیا۔ یہاں دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ پہلی رکعت میں سورت قل یایها الکفرون اور دوسری میں قل هو الله احد پڑھی۔ سلام پھیر کر ایک بار پھر حجرِ اسود کا استلام کیا اور کوہ صفا کی جانب چل پڑے۔ قریب پہنچ کر سورۂ بقرہ کی آیتِ مبارکہ 158 پڑھی' جس میں خالق و مالک کائنات نے یوں ارشاد فرمایا ہے۔

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ○

ترجمہ: "بیشک صفا و مروہ اللہ کی نشانیوں سے ہیں۔ پس جو حج کرے اس گھر کا یا عمرہ کرے تو کچھ حرج نہیں اسے کہ چکر لگائے ان دونوں کے درمیان اور جو کوئی خوشی سے نیکی کرے تو اللہ تبارک

Marfat.com

تعالیٰ بڑا قدر دان اور خوب جاننے والا ہے۔''

اور آیتِ مبارکہ کو پڑھنے کے بعد فرمایا:

''اللہ تبارک تعالیٰ نے صفا کا ذکر پہلے کیا ہے اس لیے میں بھی سعی کا آغاز صفا سے کر رہا ہوں۔''

پھر کوہ صفا پر چڑھ کر قبلہ رو کھڑے ہو گئے اور کعبہ کی طرف دیکھتے ہوئے یہ کلمات ادا فرمائے:...... ''اللہ اکبر' لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہٗ لہ الملک و لہ الحمد وھو علٰی کل شیءٍ قدیر'' (اللہ اکبر' لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللہ' اللہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لئے حمد ہے۔ اور وہ ہر شے پر قادر ہے)

اس کے بعد دعا فرمائی اور آخر میں پھر توحید کا اعلان کیا...... لا الٰہ الا اللہ وحدہ انجز وعدہ' ونصر عبدہ' وھزم الاحزاب وحدہ ۔ (کوئی معبود نہیں ہے سوائے اللہ کے' وہ اکیلا ہے' اس نے اپنا وعدہ پورا کیا' اپنے بندے کی مدد فرمائی اور کفار و مشرکین کی جماعتوں کو اکیلے ہی بھگا دیا)

صفا سے آپ ﷺ مروہ کی جانب روانہ ہوئے' جب وادی کی گہرائی میں اترے' تو دوڑنا شروع کر دیا' یہاں تک کہ گہرائی (اب وہ گہرائی ختم کر دی گئی ہے) کو عبور کر لیا۔ پھر حسبِ معمول چلنے لگے۔ مروہ پہنچ کر آپ ﷺ نے پھر کعبہ کی جانب رخ کیا۔ اور صفا ہی کی طرح یہاں بھی اپنے ربّ کی حمد و ثنا کہی اور دعا فرمائی۔ اسی طرح سات چکر مکمل کیے' جن میں ابتدائی چند چکر تو آپ ﷺ نے پیدل ہی لگائے۔ مگر بعد میں ناقہ پر سوار ہو گئے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے آگے آگے' ہٹو' بچو کی صدائیں نہیں لگائی جاتی تھیں۔ اس لیے مشتاقان دید کا ہجوم بہت بڑھ گیا۔ حتیٰ کہ کنواری لڑکیاں بھی آپ کے شوقِ زیارت میں گھروں سے نکل پڑیں' اور لوگ رسول اللہ ﷺ کی طرف اشارے کر کر کے ایک دوسرے کو پرمسرت لہجے میں بتانے لگے:

ھذا محمد' ھذا محمد...... (ﷺ) یہ ہیں محمد (ﷺ) یہ ہیں محمد (ﷺ)۔

والہانہ محبت کے یہ خوش کن جذبات اپنی جگہ' مگر اس طرح سعی میں رکاوٹ پڑنے لگی' اس لیے آپ ﷺ ناقہ پر سوار ہو گئے تا کہ دور و نزدیک سے لوگ آپ کو بآسانی دیکھ سکیں اور آپ کی پیروی کر سکیں۔

سعی کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ جو لوگ قربانی کے جانور ساتھ نہیں لائے ہیں وہ حلق یا قصر کر کے احرام کھول دیں اور فرمایا کہ اگر میں قربانی کا جانور ساتھ نہ لایا ہوتا تو میں بھی اسی طرح کرتا۔

حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا...... ''یا رسول اللہ! کیا حج کے ایام میں عمرے کی اجازت اسی سال کے

Marfat.com

ساتھ مخصوص ہے یا ہمیشہ کے لئے؟''

پیغمبرِ اول و آخر و اعظم' حضورِ انور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پیوست کیں اور فرمایا...... ''حج اور عمرہ ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے میں اس طرح پیوست ہو گئے' جس طرح میری یہ انگلیاں۔''

اسی دوران حضرت علی رضی اللہ عنہ جو یمن سے آئے تھے حرم شریف میں پہنچے اور وہ اپنے ساتھ سو اونٹ لائے۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قیام گاہ پر پہنچے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ انہوں نے خوشبو کا چھڑکاؤ کر رکھا ہے اور آنکھوں میں سرمہ ڈالے بنی سنوری بیٹھی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چونکہ ابھی تک علم نہیں تھا کہ حضور پرنور ﷺ نے احرام کھولنے کا حکم دے دیا ہے۔ اس لیے ان کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا احرام کی حالت میں بننا سنورنا ناگوار گزرا اور غصے سے پوچھا کہ تمہیں اس کی اجازت کس نے دی ہے؟

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بڑے دلار سے جواب دیا کہ میرے ابا جان (ﷺ) نے۔

ظاہر ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ابا جان ﷺ جس چیز کی اجازت دے دیں' اس پر اعتراض کرنے کی کسی مومن کو جرأت نہیں ہو سکتی۔ اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے' اور مزید تصدیق کے لئے بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو کر عرض کی کہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) نے احرام ختم کر دیا ہے اور کہتی ہے کہ آپ ﷺ نے اس کو اجازت دی ہے!

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' رحمت للعالمین حضورِ پرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا...... ''وہ سچ کہتی ہے' وہ سچ کہتی ہے' جن کے ساتھ قربانی کے جانور نہیں ہیں انہیں میں نے احرام کھولنے کا کہا ہے۔''

پھر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا...... ''تم جب حج کے لئے روانہ ہوئے تھے' تو کیا نیت کی تھی؟ (یعنی قران کی' تمتع کی یا افراد کی؟)

''میں نے کسی نوع کا تعین نہیں کیا تھا یا رسول اللہ!'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ میں نے تو بس اتنا ہی کہا تھا کہ اے اللہ تبارک تعالیٰ میں وہی نیت کرتا ہوں جو تیرے رسول (ﷺ) نے کی ہے۔

حضورِ انور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا۔ پھر تم بھی ابھی میری طرح احرام باندھے رکھو۔

سعی کے سات چکر پورے کرنے کے بعد حضور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے احرام نہیں کھولا۔ کیونکہ حضور پرنور ﷺ اپنے ہمراہ قربانی کے جانور لائے تھے۔ اس لیے جب تک حج ادا کر کے قربانی کے جانوروں کو ذبح نہ کر لیا جائے اس وقت تک احرام برقرار رہتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا ہے کہ حضورِ انور ﷺ نے حج قران کیا تھا اور حضور پرنور ﷺ قارن تھے لیکن جو صحابہ اپنے ہمراہ قربانی کے جانور نہیں لائے تھے حضور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کے حکم سے ان سب نے اپنے احرام کھول دیئے اور پھر آٹھویں ذی الحجہ کو ان حضرات

Marfat.com

نے از سر نو حج کا احرام باندھا۔ یوم نحر (قربانی کے دن) تک سب نے یہ احرام برقرار رکھا۔

آٹھ ذی الحجہ (یوم الترویہ) تک تاجدارِ کائنات، سرکارِ دو عالم ﷺ مکہ مکرمہ میں سکونت پذیر رہے۔ آٹھ تاریخ کو مکہ سے چل کر منیٰ تشریف لے آئے۔ حضور پُر نور ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی حضورِ انور ﷺ کے ہمرکاب تھے۔ اس اثناء میں بعض حضرات لبیک اللھم لبیک کا ورد کرتے اور بعض تکبیر کہتے تھے۔ حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے کسی پر اعتراض نہیں کیا۔

پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے نمازِ ظہر اور عصر، مغرب اور عشاء منیٰ میں پڑھیں۔ وہاں ہی رات کی اور صبح تک قیام فرمایا۔ اتنی دیر یہاں توقف فرمایا کہ سورج طلوع ہو گیا اور پھر وہاں سے 9 ذوالحجہ کو عرفات تشریف لے گئے۔

اس سے پہلے قریش کا معمول یہ تھا کہ وہ مزدلفہ کی حدود سے باہر نہیں نکلتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم حرم کے باسی اور بیت اللہ کے مجاور ہیں۔ اس لیے حدودِ حرم سے باہر نہیں جا سکتے۔ جب کہ عرفات حرم سے خارج ہے۔ چنانچہ قریش مشعرِ حرام کے پاس رک جاتے تھے اور باقی لوگ عرفات چلے جاتے تھے۔

حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ بھی چونکہ قریشی تھے، اس لیے عام خیال یہی تھا کہ آپ ﷺ بھی مشعرِ حرام تک ہی جائیں گے مگر آپ حضورِ انور ﷺ تو نسبی امتیازات مٹانے اور قرآنی تعلیمات سکھانے آئے تھے اور قرآنِ کریم کا حکم یہ ہے کہ ثم افیضوا من حیث افاض الناس ۔ (پھر تم وہیں سے چلو جہاں سے عام لوگ چلتے ہیں)

چنانچہ رحمتِ دو عالم حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ مشعرِ حرام کے پاس رکے بغیر آگے بڑھتے رہے یہاں تک کہ عرفات کے قریب، نمرہ کے مقام پر پہنچ گئے۔ وہاں پہلے سے آپ ﷺ کے ستانے کے لئے خیمہ نصب کر دیا گیا، اس لیے وہاں اتر پڑے، اور خیمے میں تھوڑی دیر آرام فرمایا۔ سورج ڈھلنے کے بعد ناقہ پر سوار ہو کر حدودِ عرفات میں واقع وادیٔ عُرَنہ کے وسیع و عریض میدان میں تشریف لائے اور تاحدِ نظر پھیلے ہوئے عشاق سے مخاطب ہو کر وہ عظیم الشان خطبہ دیا، جسے حقوقِ انسانی کے ''اولیں عالمی منشور'' کی حیثیت حاصل ہے۔

فصاحت و بلاغت کے اس شاہکار میں انتہائی اختصار و جامعیت کے ساتھ ہر وہ ہدایت موجود ہے جس کی نسل انسانی کو عموماً اور اہلِ ایمان کو خصوصاً زندگی کے مختلف مراحل میں ضرورت پڑ سکتی ہے۔

پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے وہ تاریخ ساز عظیم الشان خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اسلام کی ساری تعلیمات کو بڑے دل نشین انداز میں لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ زمانۂ جاہلیت کے تمام رسم و رواج کو نیست و نابود کر دیا اور ان عزت و حرمت والے امور کو برقرار رکھا جو تمام مذاہب میں اور

Marfat.com

تمام زمانوں میں عزت وحرمت کے حامل تھے۔ یعنی انسانی جان' انسانی آبرو' اس کے اموال' اور وہ قواعد و ضوابط جو انسانی زندگی کے معاشرتی یا معاشی پہلوؤں کو بری طرح متاثر کرتے تھے' ان کو کالعدم قرار دیدیا۔ ان دوررس اصلاحات کا آغاز اپنے خاندان سے کیا۔

پیغمبرِ اول و آخر و اعظم' ہادیٔ انس و جاں' رہبرِ کائنات' رسولِ بحر و بر خاتم النبیین رحمت للعالمین ﷺ نے فرمایا:

''تمہارے خون' تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر ہمیشہ کے لئے اتنی ہی حرام ہیں' جتنی کہ اس دن میں' اس مہینے میں اور اس شہر میں حرام ہیں۔

آگاہ رہو کہ نہ کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت ہے' نہ کسی گورے کو کسی کالے پر' تم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے۔

آگاہ رہو کہ جاہلیت کے تمام غلط کام میرے قدموں تلے روندے جا چکے ہیں' حتیٰ کہ اس دور میں بہائے گئے خون بھی رائیگاں قرار دیئے جا رہے ہیں' اور اس کا آغاز میں اپنے ہی خاندان سے کر رہا ہوں اور اپنے چچازاد بھائی ربیعہ کے بیٹے کا خون معاف کرتا ہوں۔

اسی طرح زمانۂ جاہلیت میں مروج سود کا کاروبار بھی ختم کیا جا رہا ہے' اور اس کی ابتدا بھی میں اپنے ہی خاندان سے کرتا ہوں اور اپنے چچا عباس کی جو سودی رقم لوگوں پر واجب الادا ہے' اس کو باطل قرار دیتا ہوں۔

اپنی بیویوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ اللہ تبارک تعالیٰ نے تمہیں ان کا امین بنایا ہے۔ اور اللہ ہی کے حکم اور اجازت سے تم ان کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم کرتے ہو۔

تمہاری بیویوں پر لازم ہے کہ جس آدمی کے ساتھ ان کا میل جول تمہیں پسند نہ ہو' اس کو گھر میں نہ آنے دیں۔ یہ تمہارا ان پر حق ہے۔ اگر وہ اس پر عمل نہ کریں تو تم تنبیہ و نصیحت کے لئے انہیں ہلکا سا مار بھی سکتے ہو۔

تم پر لازم ہے کہ اپنی بیویوں کے کھانے پینے اور لباس و پوشاک کا حسبِ ضرورت مناسب انتظام کرو۔ یہ ان کا حق ہے تم پر۔

میں تمہارے پاس ایک ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم نے اس کو مضبوطی سے تھامے رکھا تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے' وہ اللہ کی کتاب ہے

ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ تمام مسلمان باہم بھائی بھائی ہیں۔

تمہارے غلام! تمہارے غلام! (یعنی ان کے حقوق کا بہت خیال رکھو) ان کو وہی کھلاؤ' جو خود کھاتے ہو اور وہی پہناؤ جو خود پہنتے ہو۔

Marfat.com

اللہ تبارک تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا ہے۔ اب وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں ہے۔
کسی عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ اپنے خاوند کے مال سے خاوند کی اجازت کے بغیر کسی کو کچھ دے۔
اس خطبہ کی اہمیت کے پیشِ نظر اس کا مکمل متن یہاں پیش کیا جا رہا ہے تاکہ ہمارے نوجوان اپنے آقا ہادیٔ انس و جاں، رہبرِ کائنات، حضور پُرنور ﷺ کے ان ارشادات کا بغور مطالعہ کریں جس میں نوعِ انسانی کے جملہ حقوق کی نشاندہی کی گئی ہے اور نوعِ انسانی کے مختلف اصناف کے حقوق و فرائض کا جو جامع اور خوبصورت تذکرہ کیا گیا ہے۔

خطبہ حجۃ الوداع

''اے لوگو! تمہاری جانیں اور تمہارے اموال تم پر عزت و حرمت والے ہیں یہاں تک کہ تم اپنے ربّ سے ملاقات کرو۔ یہ اس طرح ہے جس طرح تمہارا آج کا دن حرمت والا ہے، جس طرح تمہارا یہ مہینہ حرمت والا ہے اور جس طرح تمہارا یہ شہر حرمت والا ہے۔ بیشک تم اپنے ربّ سے ملاقات کرو گے وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔

سنو! اللہ کا پیغام میں نے پہنچا دیا اور جس شخص کے پاس کسی نے امانت رکھی ہو اس پر لازم ہے کہ وہ اس امانت کو اس کے مالک تک پہنچا دے۔ سارا سود معاف ہے لیکن تمہارے لیے اصل زر ہے، نہ تم کسی پر ظلم کرو نہ تم پر کوئی ظلم کرے۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ کوئی سود نہیں۔ سب سے پہلے جس ربا کو میں کالعدم کرتا ہوں وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے۔ یہ سب کا سب معاف ہے۔ زمانۂ جاہلیت کی ہر چیز کو میں کالعدم قرار دیتا ہوں اور تمام خونوں میں سے جو خون میں معاف کر رہا ہوں وہ حضرت عبدالمطلب کے بیٹے حارث، کے بیٹے ربیعہ کا خون ہے جو اس وقت بنوسعد کے ہاں شیر خوار بچہ تھا اور ہذیل قبیلہ نے اس کو قتل کر دیا۔

اے لوگو! شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ اس زمین میں کبھی اس کی عبادت کی جائے گی۔ لیکن اسے یہ توقع ہے کہ وہ چھوٹے چھوٹے گناہ کرانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ اس لیے تم ان چھوٹے چھوٹے اعمال سے ہوشیار رہنا۔

پھر فرمایا کہ جس روز اللہ تبارک تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، سال کو بارہ مہینوں میں تقسیم کیا ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں (ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب) ان مہینوں میں جنگ و جدال جائز نہیں۔

اے لوگو! اللہ تبارک تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو، میں تمہیں عورتوں کے ساتھ بھلائی کی وصیت کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ تمہارے زیرِ دست ہیں، وہ اپنے بارے میں کسی اختیار کی مالک نہیں۔ اور یہ تمہارے پاس اللہ تبارک

Marfat.com

تعالیٰ کی طرف سے امانت ہیں۔

اور اللہ کے نام کے ساتھ وہ تم پر حلال ہوئی ہیں تمہارے ان کے ذمہ حقوق ہیں اور ان کے تم پر بھی حقوق ہیں۔

تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستر کی حرمت کو برقرار رکھیں۔

اور ان پر یہ لازم ہے کہ وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب نہ کریں۔

اور اگر ان سے بے حیائی کی کوئی حرکت سرزد ہو پھر اللہ تبارک تعالیٰ نے تمہیں اجازت دی ہے کہ تم ان کو اپنی خواب گاہوں سے دور کر دو۔

اور انہیں بطورِ سزا تم مار سکتے ہو۔لیکن جو ضرب شدید نہ ہو۔

اور اگر وہ باز آ جائیں تو پھر تم پر لازم ہے کہ تم ان کے خورد و نوش اور لباس کا عمدگی سے انتظام کرو۔

اے لوگو! میری بات کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کرو۔

بیشک میں نے اللہ کا پیغام تم کو پہنچا دیا ہے۔اور میں تم میں ایسی دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم ان کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہوں گے۔

اللہ تبارک تعالیٰ کی کتاب (قرآنِ کریم) اور اس کے نبی کی سنت ﷺ۔

لوگو! یاد رکھو میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔لہٰذا اپنے ربّ کی عبادت کرنا۔ پانچ وقت کی نماز پڑھنا۔رمضان کے روزے رکھنا۔خوشی خوشی اپنے مال کی زکوٰۃ دینا۔اپنے اللہ پروردگار کے گھر کا حج کرنا اور اپنے حکمرانوں کی اطاعت کرنا۔ایسا کرو گے تو اپنے پروردگار کی جنت میں داخل ہو گے۔

اے لوگو! میری بات غور سے سنو اور اس کو سمجھو تمہیں یہ چیز معلوم ہونی چاہیے کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔اور سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

کسی آدمی کے لئے جائز نہیں کہ اپنے بھائی کے مال سے اس کی رضا مندی کے بغیر کوئی چیز لے پس تم اپنے آپ پر ظلم نہ کرنا۔

جان لو! کہ دل ان تینوں باتوں پر حسد و عناد نہیں کرتے۔

کسی عمل کو صرف اللہ تبارک تعالیٰ کی رضا کے لئے کرنا۔

حاکم وقت کو از راہ خیر خواہی نصیحت کرنا۔مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ شامل رہنا۔

اور بیشک ان کی دعوت ان لوگوں کو بھی گھیرے ہوئے ہے جو ان کے علاوہ ہیں۔جس کی نیت طلب دنیا ہو۔اللہ تبارک تعالیٰ اس کے فقر و افلاس کو اس کی آنکھوں کے سامنے عیاں کر دیتا ہے اور اس کے پیشہ کی آمدن منتشر ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

اور نہیں حاصل ہوتا اس کو اس سے مگر اتنا جو اس کی تقدیر میں لکھ دیا گیا ہے اور جس کی نیت آخرت میں کامیابی حاصل کرنا ہے تو اللہ تبارک تعالیٰ اس کے دل کو غنی کر دیتا ہے' اور اس کا پیشہ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ اور دنیا اس کے پاس آتی ہے اس حال میں وہ اپنا ناک گھسیٹ کر آتی ہے۔

اللہ تبارک تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جس نے میری بات کو سنا اور دوسروں تک پہنچایا۔ بسا اوقات وہ آدمی جو فقہ کے کسی مسئلے کا جاننے والا ہے وہ خود فقیہ نہیں ہوتا اور بسا اوقات حامل فقہ کسی ایسے شخص کو بات پہنچاتا ہے جو اس سے زیادہ فقیہ ہوتا ہے۔ تمہارے غلام' تمہارے غلام' جو تم خود کھاتے ہو اس میں سے ان کو کھلاؤ۔

جو تم خود پہنتے ہو ان سے ان کو پہناؤ' اگر ان سے کوئی ایسی غلطی ہو جائے جس کو تم معاف کرنا پسند نہیں کرتے تو ان کو فروخت کر دو۔

اے اللہ کے بندو! ان کو سزا نہ دو۔ میں پڑوسی کے بارے میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں۔ (یہ جملہ سرکارِ دوعالم ﷺ نے اتنی بار دہرایا کہ ہمیں یہ اندیشہ لاحق ہو گیا کہ حضور پڑوسی کو وارث نہ بنا دیں)

اے لوگو! اللہ تبارک تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا ہے' اس لیے کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ اپنے کسی وارث کے لئے وصیت کرے۔ بیٹا' بستر والے کا ہوتا ہے یعنی خاوند کا اور بدکار کے لئے پتھر۔ جو شخص اپنے آپ کو اپنے باپ کے بغیر کسی طرف منسوب کرتا ہے اس پر اللہ تبارک تعالیٰ' فرشتوں اور سارے لوگوں کی لعنت ہو۔

نہ قبول کرے گا اللہ تبارک تعالیٰ اس سے کوئی بدلہ اور کوئی مال۔

جو چیز کسی سے مانگ کر لو اسے واپس کرو۔ عطیہ ضروری واپس ہونا چاہیے اور قرضہ لازمی طور پر اسے ادا کرنا چاہیے اور جو ضامن ہو اس پر اس کی ضمانت ضروری ہے۔

تم سے میرے بارے میں دریافت کیا جائے گا' تم کیا جواب دو گے؟ انہوں نے کہا' ہم گواہی دیں گے کہ آپ (ﷺ) نے بھرپور تبلیغ کی تھی' جو امانت آپ کے سپرد کی گئی تھی وہ پوری پوری ہم تک پہنچا دی تھی اور نہایت اخلاص سے ہماری تربیت کی تھی۔

حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے اپنی انگشت شہادت کو آسمان کی طرف اٹھایا' پھر لوگوں کی طرف موڑا اور فرمایا' اے اللہ! تو بھی گواہ رہنا۔ اے اللہ! تو بھی گواہ رہنا۔ اے اللہ! تو بھی گواہ رہنا۔ عرفات میں یہ جلیل الشان خطبہ ارشاد فرمانے کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم دیا' انہوں نے اذان کہی' پھر اقامت کہی۔ امام الانبیاء ﷺ نے ظہر کی دو رکعت پڑھیں۔ اس میں قرأت آہستہ دل میں پڑھی' اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے پھر اقامت کہی اور عصر کی دو رکعتیں پڑھیں اس روز یوم الجمعہ تھا۔

Marfat.com

جب نماز سے فارغ ہوئے تو اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر موقف پر تشریف لائے اور غروب آفتاب تک یہ سارا وقت بڑے عجز و نیاز سے بارگاہِ الٰہی میں مصروف دعا رہے۔ ان دعاؤں میں سے ایک دعا یہ تھی:

''اے اللہ! ساری تعریفیں تیرے لیے ہیں اس طرح جس طرح ہم تیری حمد کرتے ہیں بلکہ اس سے بھی بہتر۔

اے اللہ! میری نمازیں' میری قربانیاں' میری زندگیاں اور میری موت صرف تیرے لیے ہے۔ میرا لوٹنا بھی تیری جناب میں ہے اور میری میراث تیرے حوالے ہے۔

اے اللہ! میں عذاب قبر سے' سینہ میں پیدا ہونے والوں وسوسوں سے اور کسی مقصد کے منتشر ہونے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

اے اللہ! میں ہر اس چیز کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جس کا سبب ہوا ہو اور اس چیز کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جو رات میں داخل ہو اور ہر اس چیز کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جو دن میں داخل ہو۔ نیز زمانہ کی تباہ کاریوں کے شر سے بھی پناہ مانگتا ہوں۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 8 صفحہ 644 تا 646)

اسی مقام پر دوسری دعا جو حضور پُر نور ﷺ نے مانگی حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق اس کی یہ عبارت ہے:

''اے اللہ! تو میری گفتگو کو سنتا ہے۔ میری قیام گاہ کو دیکھ رہا ہے۔ میرے باطن اور ظاہر کو جانتا ہے' میرے حالات میں سے کوئی چیز تجھ پر مخفی نہیں' میں غمزدہ اور فقیر ہوں۔ میں تیری جناب میں فریاد کرنے والا ہوں' پناہ مانگنے والا ہوں' ڈرنے والا' خوفزدہ' اپنے گناہوں کا اقرار و اعتراف کرنے والا' میں تجھ سے ایک مسکین کی طرح سوال کرتا ہوں اور ایک گنہگار' ضعیف اور کمزور کی عاجزی کی طرح عاجزی کرتا ہوں اور تیری جناب میں اس طرح دعا کرتا ہوں جس طرح ایک ڈرنے والا نابینا دعا مانگتا ہے' جس کی گردن تیرے لیے جھک گئی ہے' جس کے آنسو تیرے ڈر سے بہہ رہے ہیں' جس کا جسم عاجزی کر رہا ہے' جس کی ناک تیری بارگاہ میں خاک آلود ہے۔

اے میرے اللہ! مجھے شقی (سخت دل) نہ بنانا اور میری دعا قبول کرنا اور میرے ساتھ مہربانی اور رحم کا سلوک کرنا۔ اے ان سب سے بہتر جن سے مانگا جاتا ہے اور ان سب سے بہتر جو عطا کرتے ہیں۔''

اس روز کی دعاؤں میں سے ایک دعا جو حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے' یہ ہے:

''کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے اللہ تبارک تعالیٰ کے' وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ سارے ملک' ساری تعریفیں اسی کے لئے ہیں۔ ساری بھلائیاں اس کے دستِ قدرت میں ہیں

Marfat.com

اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! میرے دل میں نور کر دے، میرے سینے میں نور کر دے میرے کانوں میں نور کر دے، میری آنکھوں میں نور کر دے، اے اللہ! میرے سینے کو اپنے لیے کھول دے، میرے ہر حصہ کو اپنے لیے آسان فرما۔ میں سینہ کے وسوسوں سے، حالات کے پراگندہ ہونے سے، قبر کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ! جو فتنہ رات میں داخل ہوتا ہے اور دن میں داخل ہوتا ہے، اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس کے شر سے جس کے ساتھ ہوائیں چلتی ہیں اور زمانہ کی ہلاکت انگیزیوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 8 صفحہ 647)

اسی مقام پر یہ آیت مبارکہ (سورۂ مائدہ آیت 3) نازل ہوئی جس میں دین کے مکمل ہونے اور نعمتوں کے اتمام پذیر ہونے کا مژدہ جانفزا سنایا گیا:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا

ترجمہ: ''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بحیثیت دین پسند کر لیا۔'' (سورۂ مائدہ آیت 3)

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ آیت سنی تو رونے لگے۔ دریافت کیا گیا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا ''اس لیے کہ کمال کے بعد زوال ہی تو ہے۔''

مقبولیت کے ان زریں لمحات میں حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو فراموش نہیں کیا بلکہ ان کی بخشش و مغفرت کے لئے بھی اپنے کریم و رحیم ربّ کی جناب میں کمالِ عجز و نیاز سے دعائیں مانگیں۔ امام ابو زہرہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''خاتم النبیین'' میں وہ حدیث نقل کی ہے جس میں سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے گنہ گاروں کے لئے بارگاہِ ربّ العزت میں بڑے عجز و نیاز سے دعائیں مانگیں۔ یہ روایت بغور پڑھیے اور اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے حبیب کے بارے میں جو فرمایا ہے: حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۔ اس آیت کی تشریح آپ کو اس روایت میں ملے گی۔

''حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عرفہ کی رات کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی مغفرت اور اس پر رحمت کے لئے دعا مانگی اور دیر تک بصد عجز و نیاز اپنے ربّ کے سامنے دامن پھیلائے ہوئے یہ التجا کرتے رہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے حبیب پر یہ وحی نازل کی کہ میں نے تیری دعا کو قبول کر لیا جن کے لئے آپ نے مغفرت کی دعا مانگی ان کو بخش دیا۔ سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے ایک دوسرے پر ظلم کیے۔ میں مظلوم کا حق ظالم سے ضرور لوں گا۔

وہ گناہ جو میرے درمیان اور میرے بندوں کے درمیان تھے، وہ میں نے معاف کر دیئے۔ حضورِ انور نبی

Marfat.com

کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے عرض کی، اے میرے پروردگار! تو اس بات پر قادر ہے کہ مظلوم کو اس کے حق کے بدلے میں جنت میں سے کوئی قطعہ دے دے اور اس ظالم کو بخش دے لیکن اس رات کو یہ دعا قبول نہ ہوئی۔"

جب صبح مزدلفہ پہنچے اور وہاں پھر اپنے گنہ گار امتیوں کے لئے مغفرت کی دعا مانگی تو اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے حبیب کی اس دعا کو شرفِ قبولیت سے نوازا۔

حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما نے جب اپنے محبوب کو ہنستے دیکھا تو عرض کی:

"ہمارے ماں باپ حضور پر قربان ہوں، ایسے اوقات میں تو حضور ﷺ ہنسا نہیں کرتے تھے، آج حضور ﷺ کیوں ہنس رہے ہیں۔ اللہ تبارک تعالیٰ حضور ﷺ کو ہمیشہ ہنستا رکھے۔"

ارشاد فرمایا:

"کہ اللہ کے دشمن ابلیس نے جب یہ جانا کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمالی ہے اور میری امت کو بخش دیا ہے تو وہ مٹی کی مٹھیاں بھر بھر کر اپنے سر پر ڈالنے لگا اور "میں تباہ ہو گیا، برباد ہو گیا" کا واویلا کرنے لگا۔ اس کی اس حالت زار کو دیکھ کر مجھے ہنسی آ گئی۔

(تاریخ النبیین جلد 2 صفحہ 151)

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، ہادئ انس و جاں، رحمتِ دو عالم ﷺ 9 ذی الحجہ کو زوالِ آفتاب سے لے کر غروبِ آفتاب تک اپنی امت کے لئے اور نوعِ انسانی کے لئے اپنے رحیم و کریم ربّ کی بارگاہ میں انتہائی عجز و نیاز سے مصروفِ دعا رہے یہاں تک کہ جب سورج غروب ہو گیا اور آسمان کی تھوڑی زردی ختم ہوئی اور تاریکی پھیلنے لگی تو حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ مزدلفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اپنی ناقہ پر اپنے پیچھے سوار کیا۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ لوگوں کو بار بار تنبیہ کر رہے تھے۔ "اے لوگو! دھکم پیل نہ کرو بلکہ سکون و اطمینان سے چلو" حضور نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ اس سفر میں جب کسی اونچے ٹیلے پر چڑھتے یا کسی نشیب میں اترتے تو حضور پُرنور ﷺ اس وقت بھی تلبیہ کے ایمان پرور کلمات دہراتے۔ حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے مزدلفہ پہنچ کر مغرب اور عشاء کی نماز کو اکٹھے پڑھا۔ دونوں نمازوں کے لئے مؤذن نے ایک بار اذان دی اور دو بار اقامت کہی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے وہاں آرام فرمایا۔ جب صبح صادق طلوع ہوئی تو پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، حضورِ انور ﷺ نے اول وقت میں نمازِ صبح ادا کی اور اعلان فرمایا کہ سورج طلوع ہونے کے بعد کنکریاں ماریں۔

نمازِ صبح کے بعد آپ ﷺ مشعرِ حرام پر تشریف لے گئے اور دیر تک حمد و ثنا اور تکبیر و تہلیل میں مصروف رہے۔ بعد میں امت کی سہولت کے لئے فرمایا کہ میں نے مشعرِ حرام پر وقوف کیا ہے لیکن مزدلفہ سارے کا سارا موقف ہے۔ اس لیے جہاں کسی کو جگہ میسر آئے وہیں حمد و ثنا اور مناجات و دعا کر سکتا ہے۔

Marfat.com

مزدلفہ کے ایریا مشعرِ حرام میں پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم حبیب ربّ العالمین تاجدارِ کائنات، سرکارِ دو عالم رحمت للعالمین ﷺ قبلہ رو ہو کر کھڑے ہو گئے، پھر اللہ کی تکبیر و تہلیل اور ذکر کرتے رہے اور بڑے عجز و نیاز سے دعائیں مانگتے رہے یہاں تک کہ کافی سفیدی پھیل گئی۔

پھر مزدلفہ سے روانہ ہوئے اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے اونٹنی پر سوار کیا۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما حضور سرکارِ دو عالم ﷺ کے لئے وہ وہاں سے کنکریاں چنتے رہے۔ جب حضور پُرنور ﷺ بطنِ محسر (وادی محسر، یہ وہ وادی ہے جہاں ابرہ کے ہاتھیوں کے لشکر پر اللہ تبارک تعالیٰ قادرِ مطلق نے ابابیل کا لشکر بھیج کر تباہ و برباد کیا تھا) پہنچے تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی کی رفتار تیز کر دی۔ حضور پُرنور ﷺ کا یہ معمول تھا جب کبھی ایسی جگہ سے گزر ہوتا جہاں کسی قوم پر عذابِ الٰہی نازل ہوا ہوتا تو حضور پُرنور ﷺ وہاں سے جلدی سے گزرتے۔ پھر حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ منیٰ پہنچے۔ سب سے پہلے جمرۂ عقبہ (جمرۂ کبریٰ، جمرۂ اولیٰ) تشریف لے گئے۔ حضورِ انور ﷺ نے اونٹنی پر سواری کی حالت میں سات کنکریاں ماریں۔ ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے جاتے تھے، کنکریاں چھوٹی چھوٹی تھیں جنہیں چٹکی میں لے کر پھینکا جا سکتا تھا۔ جمرہ عقبہ (جمرہ کبریٰ، جمرہ اولیٰ) کو سات کنکریاں مارنے کے بعد تلبیہ ختم کر دیا گیا۔

رمی کرتے وقت آپ ﷺ نے چھوٹی چھوٹی کنکریاں استعمال فرمائی تھیں اور لوگوں کو متوجہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ایسی ہی کنکریوں سے رمی کیا کرو۔ اور دین میں غلو سے بچو۔ کیونکہ پہلی امتیں اسی غلو کی وجہ سے ہلاک و تباہ ہوئی تھیں۔ اس کے بعد اللہ اکبر کہتے ہوئے تینوں جمرات پر یکے بعد دیگرے آپ نے رمی فرمائی۔

یہ ہدایت بار بار فرمائی کہ مجھ سے حج کے مسائل پوچھ لو، اور اچھی طرح سمجھ لو۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ میرا آخری حج ہو اور اس کے بعد میں حج نہ کر سکوں۔

رمی سے فراغت کے بعد میدانِ منیٰ میں تشریف لائے۔

وہاں تمام حاضرین کو اپنے دوسرے خطبہ سے مشرف فرمایا۔ امام احمد سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے منیٰ میں سب حاضرین کو خطاب فرمایا تو ہر طبقہ کو اپنی اپنی جگہ بیٹھنے کا حکم دیا۔ قبلہ کی دائیں جانب اشارہ کر کے فرمایا کہ سارے مہاجرین یہاں بیٹھیں۔ پھر قبلہ کی بائیں طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ سارے انصار اس طرف بیٹھیں۔ ان کے علاوہ جو حاضرین وہاں تھے انہیں حکم دیا کہ ان کے اردگرد بیٹھ جائیں۔ پھر حضور پُرنور ﷺ نے حج کے مناسک سے حاضرین کو آگاہ کیا۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے حبیب کی آواز میں وہ قوت و صلاحیت پیدا کر دی کہ لوگ منیٰ کے وسیع و عریض میدان میں جہاں کہیں بھی تھے حتیٰ کہ جو لوگ اپنے گھروں میں بیٹھے تھے، وہ بھی اللہ کے محبوب کی آواز سن رہے تھے۔

Marfat.com

حضرت عمرو بن خارجہ رضی اللہ عنہ حضور کی اونٹنی کی گردن کے نیچے کھڑے تھے جو لعاب اونٹنی کے منہ سے ٹپک رہا تھا وہ حضرت عمرو بن خارجہ کے دونوں کندھوں کے درمیان بہہ رہا تھا۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' ہادیٔ انس و جان' حضورِ انورؐ نبی کریم' رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اپنی اونٹنی جس کا نام عضباء تھا' پر سوار تھے۔ ہادیٔ انس و جاں سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اللہ تبارک تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور اس کے بعد یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

اس وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناقہ کی مہار تھامی ہوئی تھی اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے سایہ کے لئے آپ پر کپڑا تان رکھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''زمانہ پھر پھرا کر آج پھر اسی مقام پر آ گیا ہے جہاں اس وقت تھا۔ جب اللہ تبارک تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق فرمائی تھی۔''

''حاضرین میری بات توجہ سے سنو! زمانہ گردش کرتے ہوئے اس حالت پر پہنچ گیا جب اس کا آغاز ہوا' جس دن آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا گیا۔ سال کے بارہ مہینے ہیں ان میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں تین لگاتار ہیں ذوالقعدہ' ذوالحجہ اور محرم اور ماہِ رجب جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو آج کون سا دن ہے؟ ہم نے عرض کی' اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ حضور نبی کریم' رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر کے لئے خاموش ہو گئے۔ ہم نے گمان کیا کہ شاید اس مہینہ کا نام بدلنا چاہتے ہیں۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا یہ یوم النحر (قربانی کا دن' یوم نحر) نہیں؟ ہم نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ! پھر فرمایا یہ کون سا مہینہ ہے؟ ہم نے عرض' اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر کے لئے خاموش ہوئے؟ ہم نے خیال کیا کہ شاید حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا نام بدلنا چاہتے ہیں۔ فرمایا کیا یہ ذی الحجہ کا مہینہ نہیں؟ ہم نے عرض کی' ہاں یا رسول اللہ!

پھر دریافت فرمایا' یہ کون سا شہر ہے؟ ہم نے عرض کی' اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ حضور خاموش ہو گئے۔ ہم نے گمان کیا کہ شاید حضور نبی کریم' رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا نام بدلنا چاہتے ہیں۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' کیا یہ شہر مکہ نہیں؟ ہم نے عرض کی' بیشک یہ وہی شہر ہے۔ پھر فرمایا تمہارے خون' تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے کے لئے اتنی ہی محترم ہیں جس طرح یہ حرمت والا دن' اس حرمت والے شہر میں' اس حرمت والے مہینہ میں' عزت و شرف کا مالک ہے۔ عنقریب تم اپنے ربّ سے ملاقات کرو گے' وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔ کان کھول کر سن لو! میرے بعد بدل نہ جانا' احکامِ الٰہی کو پسِ پشت نہ ڈال دینا...... کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگ جاؤ!

آگاہ رہو کہ ہر شخص اپنے جرم کا خود ذمہ دار ہے۔ باپ کے جرم کا بیٹا ذمہ دار نہیں اور بیٹے کے جرم کا باپ ذمہ دار نہیں۔ اگر کوئی ناک کٹا حبشی غلام بھی تمہارا حکمران بن جائے' جو تمہیں اللہ کی کتاب کے مطابق

Marfat.com

چلائے تو اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا۔

آ گاہ رہو کہ شیطان اس بات سے تو مایوس ہو چکا ہے کہ قیامت تک اس شہر میں اس کی کبھی پرستش ہو سکے گی۔ تاہم چھوٹی چھوٹی باتوں میں تم اس کی اطاعت کرو گے' اور وہ اسی پر خوش ہو جائے گا۔

غور سے سنو! جو یہاں موجود ہیں میرا یہ پیغام ان لوگوں تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں۔ شاید جس کو تم میرا یہ پیغام پہنچاؤ وہ میرے اس پیغام کو تم سے زیادہ سمجھنے اور یاد رکھنے والا ہو۔ پھر فرمایا بتاؤ کیا میں نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا؟ ہم نے عرض کی' یا رسول اللہ! بیشک۔ پھر حضورِ انور ﷺ نے بارگاہِ ربّ العزت میں عرض کی' اے میرے اللہ گواہ رہنا۔'' (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 8 صفحہ 653)

خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد پیغمبرِ اول و آخر و اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ منیٰ کے اس مقام پر پہنچے جہاں جانور ذبح کیے جاتے ہیں۔ حضور پُرنور ﷺ قربانی کے لئے سو اونٹ اپنے ہمراہ لائے تھے۔ ان میں سے تریسٹھ (63) اونٹ سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے ذبح کیے۔ اس وقت حضور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کی عمر مبارک تریسٹھ (63) سال تھی۔ ہر سال کے بدلے ایک اونٹ ذبح کیا۔ بقیہ سینتیس (37) اونٹ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضورِ پُرنور ﷺ کے حکم کی تعمیل میں ذبح کیے۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ان اونٹوں کا گوشت' چمڑے اور سامانِ غرباء و مساکین میں تقسیم کر دیا جائے اور حکم دیا کہ قربانی کے جانور کے گوشت سے ذبح کرنے والے کو بطورِ اجرت کچھ نہ دیا جائے۔

جب حضورِ انور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ اونٹوں کو ذبح کرنے کے لئے آگے بڑھے تو ایک عجیب ایمان افروز نظارہ دیکھنے میں آیا! شانِ ربّ العالمین اور اس کے محبوب و پیغمبرِ اول و آخر و اعظم ﷺ کی شان کہ قادرِ مطلق کے حکم و اذن سے قربانی کے اونٹ اس خود رفتگی اور شائستگی کے انداز سے قربان ہونے کے لئے پیش ہوئے کہ جیسے وہ ذی شعور مخلوق ہوں۔ اونٹ جانور سہی' بے زبان اور بے شعور سہی' مگر اتنی سمجھ انہیں بہر حال تھی کہ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضورِ انور' نبی کریم' رؤف و رحیم' تاجدارِ کائنات' سرکارِ دو عالم ﷺ کو خنجر بدست دیکھ کر جان گئے کہ آج محبوب کے ہاتھوں قتل ہونے کی آرزو پوری ہونے والی ہے۔ بس پھر کیا تھا' اسی وقت اونٹوں کا ایک جتھا بے تابانہ آگے بڑھا اور باکمال خود سپردگی کے ساتھ اپنی گردنیں حضور پُرنور کے روبرو رکھ دیں۔ اس حیرت انگیز منظر کو دیکھنے والے بتاتے ہیں کہ ان میں سے ہر اونٹ اپنی گردن پیغمبرِ اول و آخر و اعظم ﷺ کے قریب تر کرنے کی کوشش کر رہا تھا' تاکہ محبوب کا پہلا وار میری گردن پر ہو' اور یہ سعادت سب سے پہلے مجھے حاصل ہو!

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' ہادئ انس و جاں' سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنی ازواجِ مطہرات کی طرف سے ایک گائے ذبح کی۔

Marfat.com

جب حضور پُرنور رحمتِ دوعالم ﷺ قربانی سے فارغ ہوئے تو حجام کو یاد فرمایا جس کا نام معمر بن عبداللہ بن نضلہ رضی اللہ عنہ تھا۔ سارے اہلِ ایمان جمگھٹا بنا کر اس امید میں کھڑے ہو گئے کہ حضورِ انور ﷺ کے موہائے مبارک سے ہمیں بھی کچھ تبرک میسر آ جائے گا۔ حضور ﷺ نے حجام کے چہرہ کی طرف دیکھا اور فرمایا: اے معمر! تجھے اللہ کے رسول نے اجازت دی ہے کہ تو استرا ہاتھ میں لے کر حضور (ﷺ) کے سر مبارک کے پاس کھڑا ہے۔ حضرت معمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی' یا رسول اللہ! یہ اللہ تبارک تعالیٰ کا مجھ پر بڑا انعام و اکرام ہے کہ اس نے مجھے یہ سعادت عطا فرمائی۔

پھر حجام کو اپنے سر کے دائیں طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا' یہاں سے حلق شروع کرو۔ جب وہ دائیں جانب حلق کر چکا تو حضور پُرنور ﷺ کے موہائے مبارک ان لوگوں میں تقسیم کر دیئے جو اس انتظار میں کھڑے تھے۔ پھر حضور پُرنور رحمتِ دوعالم ﷺ نے سر کے بائیں جانب اشارہ کیا اور فرمایا:

''اے ابوطلحہ (حجام کی کنیت)! اب ادھر سے اور ان موہائے مبارک کو بھی لوگوں میں تقسیم کر دے۔''

ایک روایت میں ہے کہ بائیں جانب سے موہائے مبارک اُمِ سلیم کو عطا کیے گئے لیکن ان روایتوں میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا ابوطلحہ (حضرت معمر بن عبداللہ) کی زوجہ تھیں۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے دائیں طرف سے جو موہائے مبارک لیے تھے وہ لوگوں میں تقسیم کر دیئے۔ کسی کو ایک اور کسی کو دو موہائے مبارک ملے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حجام کو کہا کہ مجھے پیشانی مبارک کے بالوں میں سے کچھ بال دے۔ حجام نے ان کی خواہش کے مطابق پیشانی مبارک کے موئے مبارک دیئے جنہیں وہ ہمیشہ اپنی ٹوپی میں رکھا کرتے تھے اور اس ٹوپی کو پہن کر جس میدانِ جنگ میں آپ تشریف لے جاتے اللہ تبارک تعالیٰ ان کو کامیابی عطا فرماتا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت نے حلق کرایا اور بعض نے اپنے بال ترشوائے۔

حضور پُرنور' سیدِ کونین' رحمتِ دوعالم ﷺ نے یہ دیکھ کر تین مرتبہ فرمایا:

''اے اللہ! حلق کرانے والوں کو بخش دے۔'' لوگوں نے عرض کی' یا رسول اللہ! بال ترشوانے والوں کے لئے بھی دعا فرمائیں تو حضور سرکارِ دوعالم ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا ''اے اللہ! بال ترشوانے والوں کو بھی بخش دے۔''

حلق کے بعد حضور پُرنور ﷺ نے خوشبو لگائی' قمیض پہنی اور سارے لوگ احرام کی پابندیوں سے آزاد ہو گئے۔ ہادئ انس و جاں' رحمتِ دوعالم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا اور فرمایا کہ منیٰ میں جا کر میری طرف سے اعلان کر دے کہ ''یہ کھانے پینے اور اللہ کا ذکر کرنے کے دن ہیں۔''

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 8 صفحہ 657)

Marfat.com

اس دن بے شمار لوگوں نے آپ ﷺ سے حج کے مسائل پوچھے۔ زیادہ تر سوالات تقدیم و تاخیر کے بارے میں تھے۔

کوئی کہتا...... ''یارسول! میں حلق سے پہلے قربانی کر چکا ہوں۔''

کوئی عرض کرتا...... ''یارسول اللہ! میں قربانی سے پہلے کنکریاں مار بیٹھا ہوں۔''

مگر اس دن مختارِ کونین پیغمبرِ اول و آخر و اعظم' سرکارِ دو عالم ﷺ کا دریائے کرم جوش پر تھا اس لیے نہ کسی کو فدیہ دینے کا حکم دیا' نہ دم دینے کا' بلکہ ہر ایک کو یہی فرماتے رہے کہ ''جو کام رہ گیا ہے' اسے اب کر لے' تجھ پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔''

پھر ظہر سے پہلے تاجدارِ کائنات' سرکارِ دو عالم ﷺ مکہ مکرمہ کی طرف اپنی ناقہ پر سوار ہوئے۔ حضورِ اقدس ﷺ نے اپنے پیچھے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو بٹھایا ہوا تھا اور جا کر طوافِ افاضہ کیا۔ طوافِ افاضہ کو طوافِ صدر اور طوافِ زیارت بھی کہتے ہیں۔

طوافِ افاضہ کرنے کے بعد چاہِ زمزم پر تشریف لے گئے۔ اس وقت خاندان عبدالمطلب کے افراد لوگوں کو پانی پلا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں دیکھ کر فرمایا' ''پلاتے رہو' پلاتے رہو' یہ بہت اچھا کام ہے۔ اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ لوگ تم کو اس خدمت کا موقع نہ دیں گے تو میں خود پانی نکال کر پیتا۔'' پھر زمزم کا پانی پیا۔

(یعنی اگر میں خود نکال کر پیتا' تو لوگ اس کو سنت سمجھ کر یہ کام خود کرنے لگتے' اور اس طرح خاندانِ عبدالمطلب اس سعادت سے محروم رہ جاتا)

طواف سے فارغ ہونے کے بعد حضور پُرنور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ منیٰ تشریف لے آئے اور وہاں پہنچ کر ظہر کی نماز ادا کی۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے ظہر کی نماز مکہ مکرمہ میں ادا کی اور اس کے بعد حضورِ انور ﷺ منیٰ تشریف لے گئے۔

ابنِ حزم نے دوسرے قول کو ترجیح دی کہ حضور پُرنور ﷺ نے ظہر کی نماز مکہ مکرمہ میں ادا کی لیکن ابنِ قیم نے پہلے قول کو ترجیح دی۔ واللہ اعلم و رسولہ۔ حضور پُرنور ﷺ زوالِ آفتاب کے بعد اور نمازِ ظہر سے پہلے رمی جمار فرمایا کرتے تھے۔ حضورِ انور ﷺ جمرہ اولیٰ کے پاس کافی دیر رکتے۔ پھر جمرہ ثانیہ کے پاس رکتے لیکن زیادہ دیر نہیں' پھر جمرہ ثالثہ کے پاس رمی کرتے اور تشریف لے جاتے۔

11 ذی الحجہ' اس تاریخ میں سورہ ''النصر'' نازل ہوئی۔ حضورِ انور ﷺ کو پتا چل گیا کہ عالمِ فانی سے میرے رحلت کرنے کا وقت قریب آ گیا ہے۔ اس لیے حکم دیا کہ اونٹنی پر کجاوہ کسا جائے۔ پھر حضور پُرنور ﷺ اس پر سوار ہو کر عقبہ کے مقام پر تشریف لے گئے اور سب لوگ وہاں جمع ہو گئے۔ اس وقت پیغمبرِ اول و آخر و

Marfat.com

اعظم رحمتِ دو عالم ﷺ نے ایک فصیح و بلیغ اور جلیل الشان خطبہ ارشاد فرمایا۔ پہلے اللہ تبارک تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور اس کے بعد یوں گویا ہوئے:

"اے لوگو! کان کھول کر سن لو۔ تمہارا پروردگار ایک ہے۔ کان کھول کر سن لو۔ تمہارا باپ ایک ہے۔ کان کھول کر سن لو۔ عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ عجمی کو فضیلت ہے عربی پر۔ نہ کالے رنگ والے کو سرخ رنگ والے پر اور نہ سرخ رنگت والے کو کالی رنگت والے پر، بجز تقویٰ کے۔"

اللہ تبارک تعالیٰ کی جناب میں تم میں سے وہی زیادہ معزز اور محترم ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے۔ کان کھول کر سن لو! کیا میں نے اللہ کے پیغامات تم تک پہنچا دیئے؟

سب نے کہا، اللہ کے رسول نے اپنے ربّ کے سارے پیغامات پہنچا دیئے ہیں۔ حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا جو یہاں موجود ہیں وہ یہ باتیں ان لوگوں تک پہنچائیں جو یہاں موجود نہیں۔ بسا اوقات جس کو بعد میں یہ پیغام پہنچایا جائے گا وہ آج سننے والوں سے زیادہ عقلمند (ذہین اور یادداشت والا) ہو گا۔ پھر فرمایا، یہ کون سا مہینہ ہے؟ صحابہ خاموش رہے۔ حضور نے فرمایا، یہ شہرِ حرام ہے۔ یہ کون سا شہر ہے؟ سب چپ رہے۔ فرمایا یہ حرمت والا شہر ہے۔ پھر فرمایا، یہ کون سا دن ہے؟ لوگ خاموش رہے۔ خود ہی فرمایا یہ حرمت والا دن ہے۔

ان ارشادات کے بعد پھر فرمایا:

"بیشک اللہ تبارک تعالیٰ نے تمہارے خونوں کو، تمہارے اموال کو، تمہاری آبروؤں کو، ایک دوسرے پر حرام کر دیا ہے جس طرح یہ مہینہ اس تمہارے شہر میں اور اس مبارک دن میں بڑی عزت و حرمت والا ہے، اور یہ حرمت اس روز تک برقرار رہے گی جب تک قیامت کے روز تم اپنے ربّ سے ملاقات کرو گے۔ لوگو! بتاؤ، کیا میں نے اللہ کے احکام تمہیں پہنچا دیئے ہیں؟"

سب نے کہا، بیشک۔

حضور پُرنور ﷺ نے فرمایا، اے اللہ گواہ رہنا۔

پھر فرمایا، اے لوگو! تم اپنے پروردگار سے ملاقات کرو گے۔ وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔ خبردار! کیا میں نے تم کو اللہ کے پیغام پہنچا دیئے ہیں۔ سب لوگوں نے کہا، بیشک۔ حضور پُرنور ﷺ نے فرمایا، اے اللہ! گواہ رہنا۔ خبردار! جس شخص کے پاس کسی کی کوئی امانت ہے وہ اس امانت کو امانت رکھنے والے کو پہنچا دے۔

کان کھول کر سن لو! تمام سود کالعدم کر رہا ہوں تمام قتل معاف کیے جا رہے ہیں۔

Marfat.com

سب سے پہلا قتل جو میں معاف کرتا ہوں وہ میرے چچا حارث کے بیٹے ربیعہ کا خون ہے' وہ بنی سعد میں شیر خوار بچہ تھا' ہذیل نے اس کو قتل کر دیا تھا۔

خبردار! کیا میں نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا ہے؟

سب نے کہا' بیشک۔

حضور پُرنور ﷺ نے فرمایا' اے اللہ تو گواہ رہنا۔

پس جو حاضر ہیں ان پر واجب ہے کہ جو یہاں موجود نہیں ان تک میرے یہ پیغامات پہنچا دیں کان کھول کر سن لو! ہر مسلمان دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ پھر فرمایا' میری یہ بات اچھی طرح سن لو۔ ایک دوسرے پر ظلم نہ کرنا۔ ایک دوسرے پر ظلم نہ کرنا۔ ایک دوسرے پر ظلم نہ کرنا۔ کسی مسلمان کا مال دوسرے مسلمان پر حلال نہیں جب تک وہ خوشی سے نہ دے۔

پھر فرمایا! اے لوگو! (حرمت والے مہینوں کو) ہٹا دینا اور اضافہ کرنا ہے کفر میں۔ گمراہ کیے جاتے ہیں اس سے وہ لوگ جو کافر ہیں۔ حلال کر دیتے ہیں اسی کو دوسرے سال تاکہ پوری کریں گنتی ان مہینوں کی جنہیں حرام کیا ہے اللہ نے۔ کان کھول کر سن لو! کہ زمانہ لوٹ کر اس دن پر آ گیا ہے جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تھا۔

پھر یہ آیت پڑھی۔

''کہ مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک اللہ کی کتاب میں بارہ ہے جس دن اللہ تبارک تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ ان میں سے یہ چار حرام ہیں۔ یہی درست دین ہے۔ پس نہ ظلم کرو تم ان میں اپنے نفسوں پر۔ یہ تین مہینے مسلسل ہیں' ذوالقعدہ' ذوالحجہ' محرم اور چوتھا ماہِ رجب ہے جس کو شہر مضر (ماہِ مضر) کہا جاتا ہے جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان ہے اور مہینے کے کبھی انتیس دن ہوتے ہیں اور کبھی تیس دن۔

خبردار! کیا میں نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا ہے؟

سب لوگوں نے کہا' بیشک۔

حضور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا' اے اللہ! تو بھی گواہ رہنا۔

پھر فرمایا' اے لوگو! عورتوں کے تم پر حقوق ہیں اور تمہارے حقوق ان پر۔

تمہارے حقوق ان پر یہ ہیں کہ وہ تمہارے بستر کو روندنے کی کسی کو اجازت نہ دیں اور جن کو تم ناپسند کرتے ہو انہیں تمہارے گھروں میں داخل نہ ہونے دیں' بجز تمہاری اجازت کے۔ اور اگر ایسا کریں تو پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہیں اس بات کا اذن دیا ہے کہ تم ان کے بستروں کو اپنے سے الگ کر دو اور یہ کہ انہیں زدوکوب کرو جو زیادہ شدید نہ ہو۔ پس اگر وہ باز آ جائیں اور تمہاری فرمانبردار بن جائیں تو ان کے خورونوش

Marfat.com

اور لباس معروف طریقہ سے پیش کرنا تم پر لازم ہے۔ بیشک عورتیں تمہارے زیردست ہیں' وہ اپنے لیے کسی چیز کی مالک نہیں۔ تم نے انہیں اللہ تبارک تعالیٰ سے بطورِ امانت لیا ہے اور اللہ کے کلام سے تم نے ان کو اپنے لیے حلال کیا ہے۔ پس عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہو اور ان کے بارے میں ایک دوسرے کو بھلائی کی وصیت کرو۔

خبردار! کیا میں نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا ہے؟

سب نے کہا' بیشک۔

حضورپُرنور ﷺ نے فرمایا' اے اللہ! تو بھی گواہ رہنا۔ اے لوگو! شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ تمہاری اس زمین میں اس کی پوجا کی جائے گی لیکن وہ اس بات پر راضی ہو گیا ہے کہ تم چھوٹے چھوٹے گناہوں کا ارتکاب کرو۔ بیشک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ بیشک سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ کسی مسلمان کے لئے اپنے بھائی کا خون اور مال حلال نہیں جب تک وہ خوشی سے نہ دے۔

مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ کہیں لا الٰہ الا اللہ۔ جب وہ یہ کہیں گے تو اپنے خون اور اموال کو ہم سے محفوظ کرلیں گے بجز ان کے حق کے۔ اور ان کے اعمال کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔

تم اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔ میرے بعد بدل نہ جانا' نافرمان نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹتے رہو۔

میں تم میں ایک ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم اس کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو راہ راست سے نہیں بھٹکو گے۔ وہ ہے اللہ کی کتاب۔

اے لوگو! میں نے اللہ کا پیغام تمہیں پہنچا دیا؟

سب نے کہا' بیشک۔ حضورِ انور ﷺ نے عرض کی' اے اللہ! تو بھی گواہ رہنا۔

یہ ایک ایسا جامع اور جلیل القدر خطبہ ہے کہ طالبانِ حق قیامت تک اس سے فیض یاب ہوتے رہیں گے۔ اس میں امت کے ہر طبقہ کے لئے رشد و ہدایت کے وہ قواعد و ضوابط بیان کر دیئے گئے ہیں کہ اگر امت ان پر کاربند رہے گی تو دونوں جہانوں میں کامیاب و کامرانی ہو گی۔

اس خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد پیغمبرِ اول و آخر و اعظم' رحمتِ دو عالم ﷺ اپنی قیام گاہ کی طرف تشریف لے گئے۔ ظہر اور عصر کی نماز ابطح میں ادا کی۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضورِ انور ﷺ نے وادی محصب میں نزول فرمایا۔ حضورِ انور' سرورِ دو عالم ﷺ نے ایام تشریق کے تینوں دنوں میں رمی جمار کی اور ایامِ تشریق کے خاتمے پر دوسرے یوم النفر یعنی 13 ذی الحجہ کو منگل کے دن ظہر کی نماز ادا

Marfat.com

کرنے کے بعد وہاں سے محصب روانہ ہوئے' محصب ہی کو ابطح اور خیف بنی کنانہ کہا جاتا ہے۔

حضورِانور ﷺ کی وہاں آمد سے پہلے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نے اپنے آقا کی استراحت کے لئے ایک خیمہ نصب کر رکھا تھا۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور ﷺ نے ظہر' عصر' مغرب اور عشاء کی نمازیں وہاں ادا فرمائیں۔ کچھ دیر آرام فرمانے کے بعد حضور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ بیدار ہوئے اور مکہ مکرمہ جا کر سحری کے وقت طواف الوداع کیا۔ اس طواف میں رمل نہیں تھا۔

حضور پُرنور ﷺ کے ہمراہ جتنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے ان سب نے نمازِ صبح (فجر) سے پہلے طوافِ وداع کیا۔

حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ واپسی کے وقت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے ان کے پاس تشریف لے گئے۔ حج سے فراغت کے بعد انہیں درد کی تکلیف ہو گئی تھی۔ حضور پُرنور ﷺ جب ان کے پاس پہنچے اور تشریف فرما ہوئے تو انہوں نے عرض کی' یارسول اللہ! میری درد کی تکلیف حضورِانور صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ میں کافی دولت مند ہوں۔ میری وارث صرف میری بچی ہے۔ کیا میں اپنے مال کے تینوں حصوں میں سے دو حصے صدقہ نہ کر دوں؟ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' ہادیٔ انس و جاں' رہبر کائنات' حضور پُرنور ﷺ نے فرمایا نہیں۔ عرض کی' کیا نصف مال صدقہ کرنے کی اجازت ہے؟ فرمایا نہیں۔ فرمایا تیسرا حصہ اور تیسرا حصہ بہت کافی ہے۔ اس کے بعد اپنے حکیمانہ کلمات سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو اور ان کے ذریعہ سے قیامت تک آنے والے اپنے امتیوں کو ایک حقیقت سے روشناس کرایا۔ فرمایا:

''اگر تم اپنے وارثوں کو غنی چھوڑ جاؤ' یہ اس سے بہتر ہے کہ ان کو تم اس حالت میں چھوڑ دو کہ وہ محتاج و تنگ دست ہوں' لوگوں کے سامنے ہتھیلیاں پھیلاتے رہیں۔ جو خرچ اللہ تبارک تعالیٰ کی رضا کے لئے دو گے اس کا تمہیں اجر دیا جائے گا۔ وہ لقمہ جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتے ہو اس کا بھی تمہیں ثواب ملے گا۔''

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے دریائے رحمت کو جوش پر دیکھا تو ایک آرزو پیشِ خدمت کر دی۔ عرض کی' یارسول اللہ! اپنے دوستوں کے بعد پیچھے چھوڑ دیا جاؤں گا؟ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا تمہیں ہرگز پیچھے نہیں چھوڑا جائے گا (تمہاری موت کا وقت ابھی نہیں آیا) تم زندہ رہو گے' کئی نیک کام کرو گے جس سے تمہارا درجہ اعلیٰ و ارفع ہوگا۔ تیری وجہ سے کئی قوموں کو نفع پہنچے گا اور کئی کو نقصان۔

پھر بارگاہِ ربّ العزت میں التجاء کی:

''اے اللہ! میرے صحابہ کی ہجرت کو جاری رکھ۔ وہ اپنی ایڑیوں کے بل نہ لوٹا دیئے جائیں۔''

Marfat.com

اپنے بیمار صحابی کی حوصلہ افزائی اور اس کو شاد کام کرنے کے بعد پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ مہاجرین و انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معیت میں مدینہ منورہ کی طرف واپس روانہ ہو گئے۔

مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ جاتے ہوئے کوئی 200 کلومیٹر کے فاصلے پر ایک بڑا قصبہ آتا ہے اس گاؤں یا قصبہ کا نام جحفہ ہے۔ راستے میں جحفہ کے قریب ایک جگہ تھی جس کو خم کہا جاتا ہے۔ وہاں ایک حوض یا تالاب بھی تھا۔ اور حوض کو عربی میں غدیر کہتے ہیں اس لیے یہ جگہ تاریخ و سیرت کی کتابوں میں غدیرِ خم (خم کا تالاب) کے نام سے معروف ہے۔

جحفہ کے قصبہ یا گاؤں سے غدیرِ خم کی مسافت صرف تین کلومیٹر ہے۔ اس مقام پر پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے سب کو ٹھہرنے کا حکم فرمایا۔

حجۃ الوداع میں اپنے محبوب رسول کریم ﷺ کی معیت میں حج ادا کرنے کی سعادت سے بہرہ اندوز ہونے کے لئے جزیرۂ عرب کے گوشہ گوشہ سے لوگ یہاں کھنچے چلے آئے تھے۔ حج سے فراغت کے بعد ہر ایک نے اپنے اپنے علاقہ کی طرف واپس جانا تھا۔ غدیرِ خم وہ مرکزی مقام تھا جہاں سے جزیرۂ عرب کے تمام اطراف و اکناف کی طرف راستے تھے۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، رحمتِ دو عالم ﷺ نے مناسب سمجھا کہ اس سے پیشتر کہ تمام قبائل یہاں سے منتشر ہو کر اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جائیں۔ انہیں پھر ایک بار اسلامی تعلیمات سے بہرہ ور فرمایا جائے۔

حضورِ انور سرورِ دو عالم ﷺ جب بھی کوئی اہم خطاب فرمانا چاہتے تھے تو مؤذن ''اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ'' اعلان کرتا تھا اور یہ آواز سن کر جہاں کہیں بھی کوئی کلمہ گو ہوتا تو وہ بھاگا چلا آتا تھا۔ چنانچہ اس روز بھی مؤذن نے ''اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ'' کے مانوس کلمات سے اعلان کیا۔ تمام قبائل جہاں تھے وہاں رک گئے تاکہ اپنے آقا سے رخصت ہونے سے پہلے اپنے ہادی و مرشد کے ان آخری کلمات کو سن بھی لیں اور انہیں حرزِ جان بھی بنا لیں۔ لوگ جمع ہو گئے تو پہلے نماز ادا کی گئی اور پھر پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور ﷺ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

> ''اے لوگو! میں بھی ایک انسان ہوں، ہوسکتا ہے کہ میرے ربّ کا فرستادہ کسی وقت آ جائے اور مجھے اس کے ساتھ جانا پڑے (یعنی میرا وصال ہو جائے) میں تمہارے پاس دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ایک اللہ کی کتاب، جس میں ہدایت اور نور ہے۔ اس کو مضبوطی سے تھامے رکھنا، دوسری اپنے اہلِ بیت۔''
>
> (پھر تین مرتبہ فرمایا) ''میں تمہیں اہلِ بیت کے بارے میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں۔''

Marfat.com

یعنی ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا' اور ان پر کسی قسم کا ظلم و تعدی روا نہ رکھنا۔
صحیح مسلم میں اسی حد تک ہے' اور اس کی صحت پر اتفاق ہے' لیکن حدیث کی کچھ اور کتابوں مثلاً ترمذی' نسائی اور طبرانی وغیرہ میں مزید الفاظ بھی مذکور ہیں' لیکن ان کی صحت متفقہ نہیں ہے' تاہم یہ جملے ان تمام روایات میں پائے جاتے ہیں:

''من کنت مو لاہ فعلی مو لاہ' اللھم! وال من والا ہ و عاد من عاداہ ۔'' (جس کا میں مولیٰ ہوں' اس کا علی بھی مولیٰ ہے' الٰہی! جو شخص اس کو محبوب جانے' اس کے ساتھ تو بھی محبت رکھ' اور جو اس کا دشمن ہو' اس کے ساتھ تو بھی عداوت رکھ!)

اللہ! اللہ!! کیا شان ہے حضرت علیٰ مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی۔

علامہ ابنِ کثیر رحمتہ اللہ علیہ اپنی تصنیف ''السیرۃ النبویۃ'' میں اس کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

''ذی الحجہ کا مہینہ تھا' اس ماہ کی اٹھارہ تاریخ تھی' اتوار کا دن تھا' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے اس موقع پر ایک عظیم الشان خطبہ ارشاد فرمایا جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضل و کمال' امانت و دیانت' عدل و انصاف کے بارے میں بھی اپنی زبان حقیقت بیان سے شہادت دی۔ اس شہادت کے بعد اگر کسی غلط فہمی کے باعث کسی کے دل میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی وسوسہ تھا تو وہ ہمیشہ کے لئے محو ہو گیا۔

حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں بھی ان لوگوں سے تھا جن کے دلوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات والا صفات کے بارے میں طرح طرح کی غلط فہمیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کے اس ارشاد پاک کو سن کر میرے دل میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اتنی محبت پیدا ہو گئی کہ آپ میرے سب سے زیادہ محبوب بن گئے۔

غدیرِ خم کے خطبہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اس کی کوئی تصریح کہیں حدیثوں میں نہیں ملتی۔ ہاں البتہ بخاری کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے اختیار سے اپنے آخری سریہ ''سریہ حضرت علی بسوئے یمن'' میں کوئی ایسا کام کر ڈالا جس کو کچھ ساتھی مجاہدین یا اہلِ سریہ نے پسند نہیں کیا۔ یہاں تک کہ ان میں سے ایک نے بارگاہِ رسالت مآب میں اس کی شکایت بھی کر دی' جس کا پیغمبرِ اول و آخر و اعظم' تاجدارِ کائنات' سرکارِ دو عالم ﷺ نے یہ جواب دیا کہ ''علی کو اس سے زیادہ کا حق ہے۔''

ممکن ہے اسی قسم کے شبہات و شکوک کو مسلمانوں کے دلوں سے دور کرنے کے لئے اس موقع پر حضور پُر نور ﷺ نے حضرت علی اور اہلِ بیت رضوان اللہ عنہم کے فضائل بھی بیان کر دیئے ہوں۔

(صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 223)

Marfat.com

علامہ مذکور کی تصنیف لطیف سے استفادہ کرتے ہوئے حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کے وہ ارشاداتِ طیبات قارئین کی خدمت میں پیش ہیں جن کی سند کی صحت کے بارے میں علامہ ابنِ کثیر نے تصدیق کی ہے:

''امام احمد فرماتے ہیں کہ فضل بن دکین نے مجھے یہ حدیث سنائی کہ ابنِ ابی غنیہ نے ''انہی حکم'' سے' انہوں نے ''سعد بن جبیر'' سے' انہوں نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی معیت میں جہاد کرنے کے لئے یمن گیا۔ میں نے آپ سے سختی اور درشتی کا مشاہدہ کیا۔ جب میں بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا تو میں نے حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے بارے میں شکایت کی جسے سن کر حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کے رُخِ انور کی رنگت متغیر ہوگئی اور حضور پُرنور ﷺ نے فرمایا' اے بریدہ! کیا میں تم اہلِ ایمان سے ان کے نفسوں سے بھی زیادہ قریب نہیں ہوں؟ میں نے عرض کی' بیشک یارسول اللہ! آپ تمام مسلمانوں سے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ یہ سن کر حضور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا: مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ'' میں جس کا دوست اور محبوب ہوں' علی بھی اس کا دوست اور محبوب ہے۔''

اس روایت کی سند کے بارے میں علامہ ابنِ کثیر کی بے لاگ رائے ملاحظہ ہو' وہ لکھتے ہیں: کہ یہ سند جید اور قوی ہے' اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور اصحابِ سنن نے جو شرائط کسی حدیث کی صحت کے لئے رقم کی ہیں' وہ ساری شرائط اس روایت میں پائی جاتی ہیں۔ امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ایک جگہ اترے۔ یہ وادی خم (غدیرِ خم) کے نام سے موسوم تھی۔ پس الصلوٰۃ جامعۃ کا اعلان کیا گیا۔ لوگ جمع ہو گئے حضور پُرنور ﷺ نے پہلے نماز ادا کرنے کا حکم دیا۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر حضور ﷺ نے ہمیں خطاب فرمایا۔ میں نے اپنی چادر سایہ کی خاطر اس جھاڑی پر ڈالی ہوئی تھی جس کے نیچے حضور پُرنور ﷺ تشریف فرما تھے تاکہ تاجدارِ کائنات' سرکارِ دوعالم ﷺ پر دھوپ نہ پڑے۔ حضور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے اپنے خطبہ یا فرمان میں یہ بھی فرمایا۔

''کیا تم اس بات کو نہیں جانتے؟ کیا تم اس بات کی شہادت نہیں دیتے؟ کہ میں ہر مومن سے اس کی جان سے بھی زیادہ قریب ہوں۔ سب نے عرض کی' حضور پُرنور ﷺ نے بجا فرمایا۔ اور جب سب نے ارشاد نبوی ﷺ کی تائید کردی تو رحمتِ دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ''

''جس کا میں مددگار اور دوست ہوں علی مرتضٰی بھی اس کے مددگار اور دوست ہیں۔ اے اللہ! جو ان کو دوست بناتا ہے اس کو تو بھی اپنا دوست بنا اور جو ان سے عداوت کرتا ہے ان سے تو بھی

Marfat.com

عداوت کرے۔‘‘

علامہ ابنِ کثیر اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

’’کہ یہ سند جید ہے اس کے سارے راوی ثقہ ہیں اور کتبِ سنن کے معیار پر پورے اترتے ہیں۔ امام ترمذی نے بھی اس کو صحیح قرار دیا ہے۔‘‘

پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، ہادیٔ انس و جاں، رہبرِ کائنات، رسولِ بحر و بر، حاصل کائنات، فخر اولادِ آدم، انسان کامل، اصل الموجودات، سید المرسلین، خاتم النبیین، رحمت للعالمین، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے اپنے کاروان مقدس کے ساتھ واپسی کا سفر جاری رکھا۔ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کا درمیانی فاصلہ اب بھی 450 کلومیٹر ہے۔ ان دنوں میں یہ فاصلہ اس سے کچھ زیادہ ہی بنتا ہوگا اور اتنا طویل سفر کے طے کرنے میں سات آٹھ دن تو لگ جاتے ہوں گے۔ اس لیے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس مقدس کاروان نے واپسی میں بھی سات آٹھ راتیں تو گزاری ہوں گی۔ سات آٹھ مختلف مقامات پر پڑاؤ ڈالا ہوگا، قیام فرمایا ہوگا، شب گزاری ہوگی اور مغرب عشاء اور فجر کی نمازیں بھی وہاں ادا فرمائی ہوں گی۔

بہرحال کاروانِ مقدس منزل بعد منزل مدینہ منورہ کی طرف رواں دواں رہا۔ جب حضور پُرنور، نبی کریم ﷺ روحاء کے مقام پر پہنچے تو ایک قافلہ آیا، حضورِ انور ﷺ نے انہیں سلام کہا اور پوچھا۔ تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے عرض کی، ہم مسلمان ہیں۔ پھر انہوں نے حضور ﷺ سے پوچھا، آپ کون ہیں؟ حضور پُرنور ﷺ نے فرمایا، میں اللہ کا رسول ہوں۔ ایک عورت نے ایک چھوٹے بچے کو بلند کیا، عرض کی، یارسول اللہ! کیا یہ بچہ حج کرسکتا ہے؟ فرمایا، ہاں، لیکن حج کا ثواب تمہیں ملے گا۔

پھر حضورِ انور، نبی کریم ﷺ ذوالحلیفہ پہنچے اور رات وہاں بسر کی جب صبح ہوئی تو وادی کے نشیب میں نمازِ صبح ادا کی۔ نماز کے بعد پھر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ (السیرۃ النبویۃ ابنِ کثیر جلد 4 صفحہ 333، 415 تا 423)

جب مدینہ طیبہ نظر آیا تو تاجدارِ کائنات، سرکارِ دو عالم ﷺ نے تین بار تکبیر کہی اور فرمایا:

’’کوئی عبادت کے لائق نہیں بجز اللہ کے جو یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، ساری بادشاہی اس کی ہے، سب تعریفیں اس کے لئے ہیں اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ ہم مڑ کر آنے والے ہیں، ہم لوٹ کر آنے والے ہیں، ہم عبادت کرنے والے ہیں، ہم سجدے کرنے والے ہیں، ہم اپنے ربّ کی حمد کرنے والے ہیں، اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے وعدہ کو سچا کر دکھایا، اپنے بندے کی مدد کی اور کفار کے لشکروں کو اکیلے شکست دی۔‘‘

حضورِ انور، رحمتِ دو عالم ﷺ جب حج، عمرہ یا کسی غزوہ کے سفر سے واپس تشریف لاتے اور ثنیۃ الوداع یا فدفد کے مقام پر پہنچتے تو ان کلمات طیبات سے تین بار تکبیر فرماتے:

Marfat.com

''کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے اللہ کے اس کا کوئی شریک نہیں، ساری بادشاہی اسی کی ہے، سب تعریفیں اس کے لئے ہیں، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے اور خود اسے موت نہیں آتی، ساری خیر اسی کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ہم پلٹ کر آنے والے ہیں، ہم لوٹ کر آنے والے ہیں، ہم عبادت کرنے والے ہیں، ہم سجدے کرنے والے ہیں، ہم اپنے ربّ کی حمد کرنے والے ہیں، اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے وعدہ کو سچا کر دکھایا، اپنے بندے کی مدد کی اور کفار کے لشکروں کو اکیلے شکست دی۔''

اور پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے اپنے مقدس کارواں کے ساتھ صبح کو مدینہ منورہ میں نزول اجلال فرمایا۔

''حجۃ الوداع'' کی تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو۔

(صحیح مسلم فتح الباری جلد 8 صفحہ 103 تا 110-صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 631 تا 633-السیرہ النبویہ ابنِ ہشام جلد 2 صفحہ 601 تا 605- زاد المعاد جلد 1 صفحہ 196 218 تا 240- خاتم النبیین جلد 2 صفحہ 1206 تا 1213- سبل الہدیٰ والرشاد جلد 8 صفحہ 641 تا 660)

Marfat.com

آخری فوجی مہم
وصال برب للعالمین

آخری فوجی فہم

حیاتِ طیبہ، سیرتِ نبوی، تاریخِ اسلام، تاریخِ دنیا و تاریخِ دو عالم کے یہ دونوں آخری موضوع ''آخری فوجی مہم اور وصال برب ذوالجلال'' تقریباً دونوں ہی ایک دو دن کے آگے پیچھے سے بہت حد تک بیک وقت وقوع پذیر ہوئے اور اگلے تقریباً دو ہفتوں میں یہ دونوں ہی ساتھ ساتھ، متوازی چلتے رہے۔ دونوں کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مصروفِ کار و متفکر رہے ہیں اور ان دونوں کے متوازی چلنے کے سبب وہ پوری توجہ موجودگی، حاضری و یکسوئی اپنے معیار و معمول کے مطابق نہیں دے سکے ہیں۔

پھر بھی انہوں نے اپنے مخصوص حالات میں اللہ تبارک تعالیٰ اور اس کے محبوب رسول، سید المرسلین خاتم النبیین رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے مطابق بہترین راستہ اپنایا، لائحہ عمل اپنایا ہے اور اسے افضل ترین طریقے سے پایۂ تکمیل کو پہنچایا ہے۔

ان دونوں واقعات کو اور ان کے مختلف مراحل میں تاریخ و یوم کو صحیح اور واضح طریقے سے بیان کرنے کے لئے میں نے درج ذیل ایک چارٹ بنایا ہے جس میں درمیان میں تاریخ اور دن واضح ہیں اور اس کے ایک طرف ''آخری فوجی مہم'' اور دوسری طرف ''وصال برب ذوالجلال'' کے اہم مراحل کو تاریخ و دن کے حساب سے لکھ دیا ہے

مجھے یقین ہے اس چارٹ کے پیشِ نظر اس طرح سے میں قدیم مؤرخین و سیرت نگاروں کی لکھی ہوئی تاریخوں اور دنوں میں جو تبدیلی کروں گا وہ قارئین کرام پر گراں نہیں گزرے گی بلکہ اس چارٹ کو دیکھ کر وہ حقائق کی صحت سے مطمئن ہو جائیں گے اور خوشی خوشی ان تبدیلیوں کو اپنا لیں گے اور دین و ملت کی خدمت کریں گے۔

اس چارٹ کی بنیاد یہ حدیث و روایت ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ پیغمبرِ اول و آخر و اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے مسلمانو! تمہارے

Marfat.com

نبی کریم ﷺ کی پیدائش بھی سوموار کے دن ہوئی' بعثت بھی سوموار کو ہوئی' مکہ مکرمہ سے ہجرت بھی سوموار کے دن ہوئی' مکہ مکرمہ کی فتح بھی سوموار کے دن ہوئی اور سورۂ مائدہ کی آیت 3 ''آج ہم نے تمہارے لیے دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بحیثیت دین پسند کر لیا۔'' بھی سوموار کو نازل ہوئی اور حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے سوموار کے مبارک دن ہی رفیقِ اعلیٰ کی طرف رحلت فرمائی۔

محمد ابنِ اسحاق سے مروی ہے کہ پیغمبرِ اوّل و آخر واعظم' حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے سن 11 ہجری کے ماہِ ربیع الاول کی بارہ (12) تاریخ کو اس عالمِ فانی سے عالمِ بقا کی طرف رحلت فرمائی۔

(السیرۃ النبویہ ابنِ کثیر جلد 4 صفحہ 505۔ دلائل النبوۃ جلد 7 صفحہ 235)

	صفر	
حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو اُبنی پامال کرنے کا حکم فرمایا۔	27 اتوار	
	28 سوموار	
	29 منگل	تکلیف' سر درد' بخار کا اظہار فرمایا۔
	30 بدھ	
	ربیع الاول	
حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا جھنڈا باندھا اور عطا فرمایا۔	1 جمعرات	
	2 جمعہ	مرض الموت روز بروز شدید سے شدید تر ہوتا جا رہا تھا۔
	3 ہفتہ	
حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی امارت پر نکتہ چینی ختم فرمائی۔	4 اتوار	
	5 سوموار	
	6 منگل	
	7 بدھ	7 مختلف کنوؤں سے 7 مشکیزے منگائے' غسل فرمایا' خطبہ دیا۔
	8 جمعرات	نمازِ مغرب تک آپ ﷺ نے پڑھائیں' اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پڑھائیں۔
	9 جمعہ	
لشکر میں شامل صحابہ کرام الوداعی سلام کے لئے حاضر ہوئے۔	10 ہفتہ	نمازِ ظہر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں ادا فرمائی۔
حضرت اسامہ اور صحابہ کبار و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شدید علالت کی خبر پا کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گئے	11 اتوار	
	12 سوموار	زوال کے بعد وصال فرمایا۔

پیغمبرِ اول و آخر واعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم' تاجدارِ کائنات' سرورِ دو عالم ﷺ حجۃ الوداع کے طویل اور کٹھن سفر سے ماہِ ذی الحجہ کے آخر میں مدینہ طیبہ پہنچے۔ اس ماہ کے بقیہ دن' ماہِ محرم اور ماہِ صفر مدینہ

Marfat.com

منورہ میں گزارا اور ماہِ صفر 11 ہجری کے آخری دنوں میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو ایک مہم پر روانہ کرنے کے لئے تیاری شروع کر دی۔ آپ کو علم ہے کہ غزوۂ موتہ میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ تیسرے قائد لشکرِ اسلام جو شہید ہوئے تھے، وہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے۔ اگرچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ لشکرِ اسلام کو رومیوں کے لشکرِ جرار کے نرغے سے بسلامت نکال لائے تھے لیکن ان کو شکست فاش دینے کی حسرت پوری نہیں ہوئی تھی۔ غزوۂ تبوک کے دوران اسلامی لشکر تبوک پہنچ کر رومی افواج کا انتظار کرتا رہا لیکن قیصر روم اپنی افواج کے ساتھ مقابلے کے لئے نہ آیا اور غزوۂ تبوک کے نتیجہ میں سرحدی علاقے کے تمام عرب قبائل اسلامی سلطنت کے ہمنوا ہو گئے اور کچھ لوگ مسلمان بھی ہو گئے۔

سلطنتِ روم آخر تو اس وقت دنیا کی سپر پاور تھی، رومن امپائر کی کبریائی کو گوارا نہ تھا کہ وہ اسلام اور اہلِ اسلام کے زندہ رہنے کا حق تسلیم کرے۔ اسی لیے اس کی قلمرو میں رہنے والا کوئی شخص اسلام کا حلقہ بگوش ہو جاتا (مسلمان ہو جاتا) تو اس کی جان کی خیر نہ رہتی، جیسا کہ معان کے رومی گورنر حضرت فروہ بن عمرو جذامی رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آ چکا تھا۔ اس جرأت بے محابا اور اس غرور بے جا کے پیشِ نظر پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضورِ انور، نبی کریم، رسول اللہ ﷺ نے ماہِ صفر سن 11 ہجری کے آخری دنوں میں ایک بڑے لشکر کی تیاری شروع فرمائی اور حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اس کا سپہ سالار مقرر فرماتے ہوئے حکم دیا کہ بلقاء کا علاقہ اور داروم کی فلسطینی سرزمین سواروں کے ذریعہ روند آؤ۔

اس کارروائی کا مقصد یہ تھا کہ رومیوں کو خوف زدہ کرتے ہوئے ان کی حدود پر واقع عرب قبائل کا اعتماد بحال کیا جائے اور کسی کو یہ تصور کرنے کی گنجائش نہ دی جائے کہ کلیسا کے تشدد پر کوئی باز پرس کرنے والا نہیں اور اسلام قبول کرنے کا مطلب صرف یہ ہے کہ اپنی موت کو دعوت دی جا رہی ہے

سلطنتِ روم کو متنبہ کرنے کے لئے ان کی اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے اور وہاں کے عرب باشندوں کے دلوں میں اسلامی لشکر کی قوت پر اعتماد بحال کرنے کے لئے حضورِ انور، نبی کریم، سرکارِ دو عالم ﷺ نے حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اس لشکر کا سردار بنا کر روانہ کیا۔

اس واقعہ کو علامہ شیخ حسین بن محمد بن حسن الدیار بکری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''تاریخ الخمیس'' میں بڑی وضاحت سے لکھا ہے۔ اس سے استفادہ کرتے ہوئے اس مہم کی تفصیلات پیشِ خدمت ہیں۔ علامہ موصوف رقمطراز ہیں:

''پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے 27 صفر سن 11 ہجری بروز اتوار ... اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ حاضرِ خدمتِ اقدس ہوئے تو آپ ﷺ

Marfat.com

نے اسے فرمایا کہ رومیوں کے خلاف کمربستہ ہو جاؤ۔ لشکر تیار کرو اور اسے اپنی قیادت میں اس جگہ لے جاؤ جہاں رومیوں نے تیرے باپ کو شہید کیا تھا۔ جہاں معرکہ موتہ بپا ہوا تھا۔ اس گاؤں یا جگہ کا نام ''اُبنی'' تھا یہ گاؤں یا مقام منطقہ (ضلع) بلقاء میں تھا اور قصبہ موتہ کے قریب تھا۔ اسی جگہ پر لشکرِ اسلام کے تین سپہ سالار یکے بعد دیگرے شہید ہوئے تھے اور ان میں پہلے شہادت پانے والے سپہ سالار حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے۔

حضورِ انور، نبی کریم ﷺ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس جگہ جاؤ جہاں رومیوں نے تیرے باپ کو شہید کیا تھا اور اپنے لشکر کے گھوڑوں سے اس جگہ کو روند ڈالو۔ مزید فرمایا کہ تم نہایت تیزی کے ساتھ سفر طے کر کے اپنی منزل کی طرف آگے بڑھو تا کہ ان کے مخبروں، جاسوسوں کی اطلاعات سے پہلے دشمن کے سر پر پہنچ جاؤ۔ صبح سویرے اہلِ اُبنی پر حملہ کرنا، اگر تمہیں اللہ تبارک تعالیٰ فتح وظفر عطا فرمائے تو وہاں زیادہ دیر نہ ٹھہرنا۔ اپنے جاسوس اپنے آگے آگے روانہ کرنا اور اپنے ساتھ ایسے لوگوں کو لے جانا جو راستوں کے پیچ و خم کو جانتے ہوں۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے حکم ملتے ہی لشکرِ اسلام تیار کرنا شروع کر دیا اور سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے لشکر میں شمولیت کی غرض سے تیاریاں شروع کر دیں۔ ایک روایت کے مطابق یہ لشکر تین ہزار مجاہدینِ اسلام پر مشتمل تھا اور سب اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس میں شامل تھے۔ کیونکہ اس لشکر نے بہت تیزی کے ساتھ اپنے ہدف کے لئے بڑھنا تھا اس لیے اس میں ایک ہزار گھوڑے اور باقی ڈیڑھ ہزار کے قریب توانا و تندرست اونٹ تھے۔

یہ لشکر، یہ سریہ، یہ فوجی مہم حیاتِ طیبہ کی آخری مہم تھی جو پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، ہادیٔ انس و جاں، رہبرِ کائنات، رسولِ بحر و بر حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے علاقہ اُبنی کو روند ڈالنے کے لئے بھیجا۔

ماہِ صفر کی انتیس (29) تاریخ کو بروز منگل ایک صحابی کا انتقال ہوا۔ پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم، رحمت للعالمین ﷺ ان کی نمازِ جنازہ پڑھنے کے لئے جنت البقیع میں تشریف لے گئے۔ اپنے جانثار کی تجہیز و تکفین کے بعد جب آپ ﷺ واپس تشریف لا رہے تھے تو راستے میں ہی سر درد شروع ہو گیا اور کچھ دیر بعد ہی تیز بخار چڑھ گیا۔ یہ آپ ﷺ کی بیماری کا پہلا دن تھا جو پھر مسلسل بڑھتی رہی اور وصال برب للعالمین کا سبب بن گئی۔

(تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 154، 155۔ السیرۃ النبویہ ابنِ ہشام جلد 2 صفحہ 650۔ دیگر کتب سیرت)

یکم ربیع الاول سن 11 ہجری بروز جمعرات جبکہ حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ مرضِ وفات کی تکلیف میں دو دن گزار چکے تھے اور اب بھی آپ ﷺ کو شدید بخار اور سخت درد تھا، حضور نبی کریم، رؤف و

Marfat.com

رحیم ﷺ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو دیا جانے والا جھنڈا اپنے دستِ مبارک سے باندھا اور فرمایا:

''اللہ کا نام لے کر اللہ کے راستہ میں جہاد کے لئے نکلو اور جو اللہ کے ساتھ کفر کرتے ہیں ان سے جنگ کرو۔''

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اپنا پرچم لے کر روانہ ہوئے۔ پھر انہوں نے وہ پرچم حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا اور لشکرِ اسلام کو لے کر مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر مع لشکر جرف کے مقام پر آ کر ٹھہرے جو مدینہ طیبہ سے اندازاً پانچ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ اکابر مہاجرین اور اکابر انصار میں سے کوئی ایسا نہ تھا جس کو اس لشکر میں شریک نہ کیا گیا ہو۔ حضرت صدیق اکبر، حضرت فاروق اعظم، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید، حضرت ابوعبیدہ، حضرت قتادہ بن نعمان وغیرہم رضی اللہ عنہم یہ سارے بزرگ صحابہ کرام اس لشکر میں شریک تھے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اس لشکر کا امیر پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم، عالم خفا و غیوب سرکارِ دو عالم، تاجدارِ کائنات ﷺ نے مقرر فرمایا تھا۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اس وقت نوعمر لڑکے تھے اور ان کی عمر تقریباً انیس بیس سال تھی۔ وہ سپہ سالارِ لشکر تھے اور اس لشکر میں بڑے بڑے ممتاز تجربہ کار اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ اس لیے کچھ مجاہدینِ اسلام کے دلوں میں شیطان نے وسوسہ ڈالا اور ان میں سے کچھ لوگوں نے اس مہم کے اندر شمولیت میں تاخیر کی اور یہ چہ میگوئیاں شروع کیں کہ اتنے اکابر صحابہ کرام اس لشکر میں شامل ہیں اور ان کا سالار ایک بیس سالہ نوجوان کو مقرر کیا گیا ہے۔ پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور سرکارِ دو عالم ﷺ نے یہ بات سنی تو حضور پُرنور ﷺ سخت ناراض ہوئے۔ حضورِ اقدس ﷺ نے اپنا سر ایک پٹکے سے باندھا ہوا تھا اور ایک چادر اوڑھ رکھی تھی لہٰذا آپ منبر پر تشریف لے گئے۔ پہلے اللہ تبارک تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور پھر فرمایا:

''اے لوگو! یہ کیا بات میرے کانوں تک پہنچی ہے کہ تم اسامہ کے امیر بنانے پر اعتراض کر رہے ہو؟ اگر تم اسامہ کو امیر بنانے پر معترض ہو تو تم نے اس کے باپ کی امارت پر بھی اعتراض کیا تھا جب میں نے اس کو لشکرِ اسلام کا سالار بنایا تھا۔ بخدا! زید بھی اس منصب کا مستحق تھا اور اس کا بیٹا اسامہ بھی اس منصب کا اہل ہے اور وہ میرے نزدیک محبوب ترین لوگوں میں سے تھے اور یہ بھی ان کے بعد میرے نزدیک محبوب ترین لوگوں میں سے ہیں۔'' پھر منبر سے نیچے تشریف لائے اور گھر تشریف لے گئے''۔

پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم، ہادیٔ انس و جاں، رہبرِ کائنات ﷺ کے خطبۂ مبارک یا فرمانِ مبارک کا واقعہ 3 یا 4 ربیع الاول کا ہو سکتا ہے اور آپ ﷺ کی شدید علالت اور

Marfat.com

اسلام کی آخری تیاریوں کے سبب ابھی تک لشکرِ اسلام اپنے ہدف کو تہس نہس کرنے کے لئے روانہ ہو نہ سکا تھا اور یقینی طور پر آپ ﷺ کی شدید علالت کے سبب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کچھ تعداد اس وقت بھی مدینہ منورہ بھی موجود تھی جنہیں آپ ﷺ نے خطاب فرمایا۔

اس خطاب کے بعد وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہوں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے لشکر کے ساتھ جانا تھا وہ حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم، رحمت للعالمین ﷺ سے رخصت ہونے کے لئے آنے لگے جس کے بعد وہ جرف کے مقام پر لشکرِ اسلام میں چلے گئے، جا شامل ہوئے۔

مرضِ وفات میں پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم حبیبِ ربّ العالمین ﷺ کی طبیعت زیادہ خراب ہوتی جا رہی تھی مگر پھر بھی آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ اسامہ کے لشکر کو روانہ کر دو مگر آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو روک لیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ ان دونوں روایات میں کوئی اختلاف نہیں ہے جن میں سے ایک کے مطابق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس لشکر میں شامل تھے اور دوسری کے مطابق وہ لشکر کے ساتھ نہیں گئے تھے کیونکہ درحقیقت ابتدا میں وہ لشکر میں شامل تھے لیکن جب حضورِ انور، نبی کریم ﷺ نے ان کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تو وہ حسبِ ارشاد رک گئے تھے۔

بہر حال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے اردگرد جمع ہو کر ان کے لشکر میں شامل ہو گئے اور لشکر تمام تیاریوں اور تعداد مکمل ہو جانے کے بعد مقامِ جرف میں خیمہ زن بھی ہو گیا لیکن رسول اللہ ﷺ کی بیماری کے متعلق تشویشناک خبروں کے سبب آگے نہ بڑھ سکا بلکہ اللہ کے فیصلے کے انتظار میں وہیں ٹھہرنے پر مجبور ہو گیا (اور اللہ کا فیصلہ یہ تھا کہ یہ لشکر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کی پہلی فوجی مہم قرار پائے)

10 ربیع الاول سن 11 ہجری بروز ہفتہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس مہم پر جا رہے تھے وہ الوداعی سلام عرض کرنے کے لئے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے۔ سلام عرض کرنے کے بعد لشکر میں واپس چلے گئے۔

11 ربیع الاول سن 11 ہجری اتوار کے روز حضورِ انور ﷺ کی بیماری میں مزید اضافہ ہو گیا۔ درد نے شدت اختیار کر لی۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سلام عرض کرنے کے لئے حاضر ہوئے تو اس وقت حضور پُرنور، نبی کریم ﷺ پر غشی طاری تھی۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے جھک کر سرکارِ دو عالم ﷺ کے سر مبارک کو بوسہ دیا۔ حضور پُرنور ﷺ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاتے پھر اسامہ کے اوپر رکھ دیتے گویا یہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعا فرما رہے تھے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اپنے آقا تاجدارِ کائنات ﷺ کی دعائیں لینے کے بعد اپنی چھاؤنی میں آ گئے اور لوگوں کو کوچ کرنے کا حکم دیا۔

Marfat.com

لشکر میں آتے ہی حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو کوچ کا حکم دیا مگر جب کہ وہ کوچ کی تیاری کر رہے تھے اچانک ان کے پاس ان کی ماں حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا کا قاصد آیا اور بولا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت آخر ہو رہا ہے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ پھر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ مدینہ سے چلے یہاں تک کہ جرف کے مقام پر پہنچ گئے اسی وقت ان کی بیوی حضرت فاطمہ بنتِ قیس رضی اللہ عنہا کا پیغام پہنچا جنہوں نے کہلایا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ جانے میں جلدی نہ کریں کیونکہ حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت زیادہ خراب ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ ہی حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہما فوراً مدینہ آئے۔ یہ حضرات سیدھے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے لیکن اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری وقت ہو رہا تھا اور غشی طاری تھی۔

12 ربیع الاول سن 11 ہجری سوموار کے دن جب سورج ڈھل گیا تو پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، ہادیٔ انس و جاں، رہبر کائنات، رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے رفیقِ اعلیٰ کی طرف سفر فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۔

جب حضور نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصالِ پُر ملال کی اطلاع لشکر کو ملی تو سارے مسلمان مدینہ طیبہ واپس آ گئے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا جھنڈا حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ نے اٹھایا ہوا تھا۔ انہوں نے یہ جھنڈا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے کے سامنے آ کر گاڑ دیا۔ جب مسلمانوں نے بالاتفاق حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تو آپ رضی اللہ عنہ (خلیفۃ الرسول) نے حکم دیا کہ یہ جھنڈا حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو دیا جائے تاکہ وہ اپنے لشکر سمیت اس مہم پر روانہ ہوں جس پر جانے کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا تھا۔

فتنۂ ارتداد

ادھر جوں ہی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی عرب کے قبائل مرتد ہونے لگے کیونکہ جیسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر مشہور ہوئی عرب میں نفاق اور پھوٹ پیدا ہو گئی اور عیسائیوں و یہودیوں کی طاقت پھر سے ابھر آئی۔ نتیجہ یہ کہ کچھ قبائل نے اپنے ایمان کے کمزور ہونے کا ثبوت دے دیا اور وہ قبائل مرتد ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہم نمازیں تو پڑھیں گے لیکن زکوٰۃ نہیں دیں گے۔

اس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ وہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو جانے سے روک دیں، انہوں نے کہا:

"یہ لشکر ایسے وقت میں رومیوں کے مقابلے کے لئے بھیجنا کیسے مناسب ہو گا جبکہ مدینہ کے گرد و پیش میں عرب قبائل مرتد ہو رہے ہیں۔!"

جس وقت فتنۂ ارتداد نے زور پکڑ لیا۔ اس وقت حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا لشکر مدینہ منورہ میں آ کر خندق کے مقام پر خیمہ زن تھا۔ لشکر سے صحابہ کرام اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تاکہ انہیں عرض کریں کہ ارتداد کا فتنہ روز بروز زور پکڑتا جا رہا ہے اس لیے بہتر

Marfat.com

ہے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کی روانگی کو کچھ عرصہ کے لئے ملتوی کیا جائے۔ جب حالات ٹھیک ہو جائیں گے تو پھر یہ لشکر روانہ ہو جائے گا۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہلا بھیجا کہ ہمیں خدشہ ہے کہ مرتدین اور مشرکین مدینہ طیبہ کو خالی سمجھ کر اس پر حملہ نہ کر دیں۔

کچھ انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہا اگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ (خلیفۃ الرسول) اس لشکر کو واپس کرنے سے انکار دیں تو پھر ہم سب کی طرف سے عرض کیجیے کہ اس کمسن ناتجربہ کار حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے بجائے کسی تجربہ کار شخص کو اس لشکر کا امیر مقرر کریں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو پہلے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا پیغام گوش گزار کیا تو اس عاشقِ صادق حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''بخدا! اگر مجھے بھیڑیئے اور کتے اچک کر لے جائیں تو بیشک لے جائیں مگر جو فیصلہ اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے' میں اس کو منسوخ نہیں کر سکتا۔''

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انصار کا پیغام پہنچایا کہ ان سب کی خواہش ہے کہ آپ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے بجائے کسی معمر اور تجربہ کار شخص کو لشکر کا سپہ سالار مقرر فرمائیں۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یارائے صبر نہ رہا اور اٹھ کھڑے ہوئے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی داڑھی پکڑ لی اور غصہ سے فرمایا:

''اے عمر! تیری ماں تجھے روئے اور تجھے گم کرے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ کو سالار مقرر فرمایا ہے تو مجھے یہ کہتا ہے کہ میں اس کو معزول کر دوں۔ یہ ناممکن ہے ایسا نہیں ہو سکتا۔''

اس جواب پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی وقت لشکر میں واپس آ کر کہنے لگے کہ تمہاری مائیں تم سے ہاتھ دھو بیٹھیں چلو بڑھو آج مجھے تمہاری وجہ سے خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے برا بننا پڑا۔

قارئین کرام یہاں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے۔ پیچھے بیان ہوا ہے کہ کچھ لوگوں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے امیر بننے پر گرانی کا اظہار کیا تھا اس پر حضورِ انور' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیماری کی حالت میں حجرہ سے تشریف لائے اور منبر پر کھڑے ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کی سرزنش فرمائی تھی۔ لہٰذا یہ بات قرین قیاس نہیں ہے کہ حضور پُرنور' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سرزنش کا حال انصار اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کانوں تک نہ پہنچا ہو۔ لہٰذا پھر انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس یہ پیغام کیسے بھیجا' کیوں بھیجا؟

اب اس بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ جن انصاریوں نے اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ یہ بات کہلوائی ممکن ہے ان تک حضورِ انور' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناگواری کا حال نہ پہنچا ہو یا ان انصاریوں نے یہ خیال کیا ہو کہ ممکن ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس میں مصلحت دیکھ کر ان کے ساتھ اتفاق کر لیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس لیے ان کا پیغام پہنچا دیا ہو کہ وہ خود ان کو انکاری جواب نہیں دے سکتے تھے کہ حضور پُرنور' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے ان لوگوں پر ناراضگی کا اظہار فرمایا تھا جو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی امارت پر چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔ بہرحال یہ بات قابل غور ہے۔ (واللہ اعلم ورسولہ)

سالار مجاہدین کا احترام

پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں بات کی کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ساتھ نہ لے جائیں۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اس پر تیار ہو گئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے یہ اجازت لینا غالباً حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی دلداری کے لئے تھا' ورنہ ظاہر ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسلمین تھے اور وسیع اختیارات رکھتے تھے چنانچہ اسی دلداری کی ایک مثال یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے ملتے تو کہتے ''اسلام علیکم اے امیر'' (اس کا آگے تفصیلی ذکر ہے)

لشکر اسامہ کی روانگی

اس لشکر کی روانگی میں غیر ضروری تاخیر نہیں کی گئی۔ خلیفۃ الرسول کے حکم و ہدایات کے مطابق یکم ربیع الثانی سن 11 ہجری کو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ تین ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لشکر لے کر مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے جس میں ایک ہزار گھڑ سوار تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفۃ الرسول نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو اس حال میں الوداع کیا کہ حضرت اسامہ سواری پر تھے اور خلیفۃ المسلمین ان کے ساتھ ساتھ کچھ دور تک پیدل چلے۔ پیچھے پیچھے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ خلیفۂ رسول کی سواری لیے چل رہے تھے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ خلیفۃ الرسول یا تو آپ بھی سواری پر سوار ہو جائیں ورنہ میں اپنی سواری سے اتر جاتا ہوں۔ مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں خدا کی قسم نہ میں سوار ہو کر چلوں گا اور نہ تم سواری سے اترو گے۔ اس کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں تمہیں' تمہارے دین کو' تمہاری امانت کو اور تمہارے نیک اعمال کو خدا کے سپرد کرتا ہوں!''

غرض اس کے بعد وہ اُبنی کی طرف بڑی برق رفتاری سے بڑھے اور اچانک دشمن کے سر پر پہنچ کر حملہ کر دیا۔ یعنی صحابہ ٹولیاں بنا کر ان پر ٹوٹ پڑے۔ اس موقع پر مسلمانوں کا جنگی نعرہ یا منصور امت تھا۔

اس لڑائی میں دشمن کے بہت لوگ مارے گئے اور بہت سے گرفتار ہوئے۔ پھر مسلمانوں نے اُبنی میں دشمن کے مکانات کو اکھاڑ کر اور اجاڑ کر اس سارے علاقے کو گھوڑوں کے سموں سے پامال کر دیا۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کا ایک آدمی بھی قتل نہیں ہوا۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر سوار تھے اور اس جنگ میں انہوں نے اپنے والد کے قاتل کو قتل کیا۔ مالِ غنیمت میں سے انہوں نے گھوڑے کے دو حصے نکالے اور گھوڑ سوار کا ایک حصہ رکھا۔ اسی کے مطابق انہوں نے اپنا حصہ بھی نکالا۔

Marfat.com

مدینہ واپسی اور استقبال

کامیاب حملے کے بعد اسی دن شام کو انہوں نے لشکر کو واپسی کے لئے کوچ کا حکم دیا اور نہایت تیزی کے ساتھ مدینہ کو روانہ ہوئے۔ آگے آگے انہوں نے مسلمانوں کی فتح و سلامتی کی خوشخبری دے کر ایک قاصد بھیج دیا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس فاتح لشکر کا استقبال کرنے کے لئے مدینہ سے باہر تشریف لائے ان کے ساتھ بہت سے مہاجر اور انصاری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے جو اس لشکر کے ساتھ نہیں بھیجے گئے تھے۔ ان حضرات نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا استقبال کیا اور مسلمانوں کی فتح و سلامتی پر سب نے خوشی کا اظہار کیا۔

یہ فتح و دبدبۂ اسلام

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اپنے سامنے اسلامی پرچم بلند کیے ہوئے مدینہ منورہ میں داخل ہوئے اور سیدھے مسجدِ نبوی کے دروازہ پر پہنچ کر اترے اس کے بعد وہ اپنے گھر گئے۔ یہ لشکر کشی اس موقع پر مسلمانوں کے لئے زبردست نعمت اور فالِ نیک ثابت ہوئی کیونکہ عرب کے بہت سے وہ قبائل جو مرتد ہونے کا ارادہ کر چکے تھے اس لشکر اور اس کی فتوحات سے مرعوب ہو گئے اور اس طرح وہ دشمنانِ اسلام کی سازشوں اور ارتداد سے بچ گئے اس کامیاب مہم کے پیشِ نظر عرب کے قبائل کہنے لگے کہ اگر اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قوت و طاقت نہ ہوتی تو وہ اتنا بڑا لشکر نہیں بھیج سکتے تھے۔ چنانچہ وہ لوگ اسلام پر ثابت قدم رہے۔

قصہ کوتاہ' مسلمانوں کی اس کامیابی کی اطلاع جب دشمنان اسلام اور مرتدین کو پہنچی تو ان کے حوصلے پست ہو گئے اور مسلمانوں کی عسکری قوت کا رعب ان پر اس طرح چھا گیا کہ ان میں سر اٹھانے کی ہمت نہ رہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس فوجی مہم کا مرض الموت کے شروع ہونے سے صرف دو دن پہلے ارادہ و اعلان فرمایا تھا وہ مہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے 17 دن بعد یکم ربیع الآخر کو اپنے ہدف کے لئے روانہ ہوئی اور حسبِ ہدایت اسے پامال کر کے' روند کے اپنے کسی جانی و مالی نقصان کے بغیر شاندار کامیابی کے ساتھ وسط ربیع الآخر تک واپس مدینہ منورہ پہنچ گئی۔ (وصال کے باوجود) ارادہ فرمانے اور اس کی تکمیل ہو جانے میں بمشکل 35 دن لگے۔ جو کہ خلیفۃ الرسول اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اطاعت و فرمانبرداری کا کتنا خوبصورت ثبوت ہے بلاشبہ ان کا اولین مقصدِ حیات پیغمبرِ اول و آخر و اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بجالانا تھا۔

اس سریہ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یہ کیفیت تھی کہ جب بھی وہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو دیکھتے یہاں تک کہ خلیفۃ الرسول ہو جانے کے بعد بھی تو کہتے السلام علیک یا امیر (اسلام علیکم اے امیر) حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کہتے اللہ تبارک تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے امیر المومنین آپ مجھے اس خطاب سے نوازتے ہیں۔ خلیفۃ الرسول حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جواب میں فرماتے جب تک میں زندہ ہوں تمہیں

Marfat.com

یہی کہہ کر پکارتا رہوں گا کیونکہ جب پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم، تاجدارِ کائنات، سرکارِ دو عالم ﷺ کا وصال ہوا تو تم مجھ پر امیر تھے۔

مندرجہ بالا کے حوالہ جات ان کتب سے لیے گئے ہیں۔

(تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 154، 155۔ السیرۃ النبویہ ابنِ کثیر جلد 2 صفحہ 331، 332۔ صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 612۔ السیرۃ النبویہ ابنِ ہشام جلد 2 صفحہ 606، 650۔ دیگر کتبِ سیرت)

Marfat.com

وصالِ ربِّ للعالمین

خالق و مالکِ کائنات' اللہ بزرگ و برتر کا سورۂ آلِ عمران کی آیتِ مبارکہ 185 میں ارشادِ پاک ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ

ترجمہ: ''ہر جاندار کو موت چکھنی (آنی) ہے۔'' (سورۂ آلِ عمران آیت 185)

اللہ تبارک تعالیٰ نے سورۂ عنکبوت کی آیتِ مبارکہ 57 میں مزید یہ ارشاد مبارک فرمایا ہے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ○

ترجمہ: ''ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے' پھر ہماری ہی طرف پھرو گے۔'' (سورۂ عنکبوت آیت 57)

مذکورہ بالا آیات کی روشنی میں یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ جس نے بھی اس دنیا و کائنات میں آنا ہے اس نے ایک مقررہ وقت گزار کر دوبارہ اپنے ربّ کے پاس چلے جانا ہے۔

ہر ذی روح نے ہر جاندار نے جلد یا بدیر موت سے ضرور بالضرور ہمکنار ہونا ہے۔ بلکہ ایک مقررہ وقت پر تو ہر جاندار' بے جان' جمادات' نباتات' حیوانات' زمین و آسمان یعنی کہ مکمل کائنات کی ہی بساط لپیٹ دی جائے گی۔ جیسا کہ خالق و مالکِ کائنات اللہ تبارک تعالیٰ قادرِ مطلق نے سورۂ انبیاء کی آیتِ مبارکہ 104 میں ارشاد فرمایا ہے۔

يَوْمَ نَطْوِى السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ○

ترجمہ: ''جس دن ہم آسمان کو لپیٹیں گے جیسے لکھنے والا فرشتہ نامہ اعمال کو لپیٹتا ہے' جیسے پہلے اسے بنایا تھا (اس کائنات کی بساط لپیٹ کر) ویسے ہی پھر کر دیں گے' یہ وعدہ ہے ہمارے ذمہ' ہم اس کو (پورا) ضرور کریں گے۔'' (سورۂ انبیاء آیت 104)

کسی بھی جاندار کو موت سے فرار ممکن نہیں ہے۔ عموماً موت سے فرار کا ذی شعور مخلوق ہی سوچ سکتی ہے اور ایسا سوچنا اس کی خام خیالی ہے۔ خالق و مالکِ کائنات حاکم الحاکمین نے سورۂ نساء کی آیتِ مبارکہ 78

Marfat.com

میں ارشاد فرمایا ہے۔

اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ

ترجمہ: ''تم جہاں کہیں ہو موت تمہیں آئے گی' اگرچہ کہ مضبوط قلعوں میں ہو۔''

(سورۂ نساء آیت 78)

ہر ذی روح نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ پھر تم سب نے ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اس قانون میں استثناء نہیں ہے۔ علماء' صلحاء' اولیاء' شہداء حتیٰ کہ انبیاء بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ سب پر موت نے بہر حال وارد ہونا ہے اور سب نے اس کا ذائقہ ہر صورت چکھنا ہے۔

البتہ انبیاء کی موت اور دوسروں کی موت میں یہ واضح اور نمایاں فرق ہے کہ انبیاء دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد بھی زندہ ہوتے ہیں۔ وہ صرف باقی دنیا سے پردہ فرماتے ہیں ورنہ اللہ تبارک تعالیٰ کے اس نظامِ کائنات میں اللہ تبارک تعالیٰ کے امر' حکم و اذن سے وہ اسی طرح تصرف کرتے ہیں' مصروفِ کارِ الٰہی ہوتے ہیں جس طرح وہ اپنی دنیاوی حیات میں کرتے تھے۔ اور ان کی یہ حیات (پردہ فرما جانے کے بعد) بھی ہر پہلو سے اتنی کامل و مکمل ہوتی ہے کہ نہ ان کا ترکہ تقسیم ہوتا ہے' نہ ان کی ازواجِ مطہرات سے نکاح جائز ہوتا ہے۔ اس حقیقت کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی ایک نظم میں خوبصورت انداز سے واضح کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے — مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اسی آن کے بعد ان کی حیات — مثلِ سابق وہی جسمانی ہے
روح تو سب کی ہے زندہ انکا — جسمِ پُرنور بھی روحانی ہے
اوروں کی روح ہو کتنی ہی لطیف — ان کے اجسام کی کب ثانی ہے
اس کی ازواج کو جائز نہیں نکاح — اس کا ترکہ بٹے جو فانی ہے
یہ تو ہیں حیّ ابدی' ان کو رضا — صدقِ وعدہ کی قضا آنی ہے

غرضیکہ موت کے بعد انبیاء کی حیات تو اہلِ حق کے ہاں قطعی طور پر مسلم ہے' لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ چند لمحات کے لئے ہی سہی' موت نے ان پر وارد ضرور ہونا ہے' اور صدقِ وعدہ کی قضا بہر حال آنی ہے۔

پیغمبرِ اول و آخر و اعظم' ہادیٔ انس و جاں' رہبرِ کائنات' رسولِ بحر و بر' حاصلِ کائنات' فخرِ اولادِ آدم' انسانِ کامل' اصل الموجودات' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم' رحمت للعالمین ﷺ چونکہ سید الانبیاء اور محبوبِ خدا ہیں۔ اس لیے آپ ﷺ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ یہ لمحاتی موت بھی اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ ﷺ کی منشاء و رضا کے بغیر آپ پر مسلط نہیں کی بلکہ آپ ﷺ کو اختیار دیا کہ چاہیں تو دنیا میں رہیں' چاہیں تو میرے پاس چلے آئیں' حتیٰ کہ عین وفات کے وقت جب ملک الموت روح قبض کرنے کے لئے حاضر ہوا تو پہلے اس

Marfat.com

نے بھی عرض کی کہ مجھے آپ ﷺ کی مکمل اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اگر اجازت ہو تو روحِ مبارک قبض کرلوں' ورنہ واپس چلا جاؤں۔

اگر آپ ﷺ چاہتے تو ملک الموت کو واپس بھیج دیتے' اور قیامت تک دنیا ہی میں رہتے مگر آپ ﷺ نے اپنے ربّ سے ملاقات و وصال کو ترجیح دی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سوگوار چھوڑ کر عازمِ خلد بریں ہو گئے

اسی طرح اگر آپ ﷺ چاہتے تو آخر تک صحت مند رہتے اور کسی قسم کی بیماری آپ کو لاحق نہ ہوتی کیونکہ اللہ تبارک تعالیٰ تو ایسا کرنے پر قادر ہے۔ مگر آپ نے اسی انداز میں دنیا سے جانا پسند کیا۔ جو آپ ﷺ کے لئے اللہ تبارک تعالیٰ کو پسند تھا یعنی آپ ﷺ نے اللہ کی رضا کے مطابق جانا پسند فرمایا تاکہ اُمت کے لئے آپ ﷺ کی زندگی کے یہ لمحات اسوہ اور نمونہ بن جائیں اور ہر امتی جان لے کہ بیماری کی تکالیف و شدائد کا کس طرح سامنا کرنا ہے اور کیونکر سرخرو ہو کر بارگاہِ ربّ العزت میں حاضر ہونا ہے۔

الوداعی آثار

جب دعوت دین مکمل ہوگئی اور جزیرۂ عرب کی نکیل اسلام کے ہاتھ میں آ گئی تو پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' ہادیٔ انس و جاں' حضورِ انور' رسول اللہ ﷺ کے جذبات و احساسات' احوال و ظروف اور گفتار و کردار سے ایسی علامات نمودار ہونا شروع ہوئیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ اب آپ ﷺ اس حیاتِ مستعار کو اور اس جہانِ فانی کے باشندگان کو الوداع کہنے والے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرطِ محبت و عقیدت کے سبب آپ ﷺ کی وفات یا پردہ فرما جانے کا وہم بھی دل میں لانا نہیں چاہتے تھے۔ یہ خیال ان سے بہت دور تھا کہ پیغمبرِ اول و آخر و اعظم' حضور پُرنور' سید المرسلین' خاتم النبیین حبیبِ ربّ للعالمین ﷺ بھی اور سب آدمیوں کی طرح (پردہ فرما جائیں گے) وفات پا جائیں گے۔

بیمار ہونے سے پہلے ہی آپ ﷺ کی یہ کوشش تھی کہ صحابہ کرام کے ذہن میں اپنی وفات کا خیال پیدا کر دیں تاکہ جب یہ واقعہ پیش آئے' تو خالی الذہن ہونے کی وجہ سے ان میں کوئی تشویش اور بے اعتدالی پیدا نہ ہو۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کا حال ہوا تھا اور جیسا کہ بعد میں خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پیش آتے آتے رہ گیا۔

وہ الوداعی آثار و علامات جو آپ ﷺ نے بلواسطہ یا بلاواسطہ ظاہر فرمائے ان کا مختصراً ذکر حسبِ ذیل ہے۔ مختصراً اس لئے کہ جو واقعات اب سے پہلے (آج کے دن سے پہلے) کے ہیں وہ اپنے زمانۂ وقوع پر تفصیل سے بیان کیے جا چکے ہیں اور جن واقعات نے ابھی بیان ہونا ہے انہیں ان چند صفحوں کے بعد تفصیل سے بیان کیا جائے گا۔ اس لئے یہاں ان کا مختصراً ذکر ہو گا۔

1- رمضان سن 10 ہجری میں آپ ﷺ نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا جبکہ ہمیشہ دس دن کا ہی اعتکاف فرمایا

Marfat.com

کرتے تھے۔

2- حضرت جبرئیل امین نے آپ ﷺ کو سن 10 ہجری میں دو مرتبہ قرآن کا دور کرایا جبکہ ہر سال ایک ہی مرتبہ دور کرایا کرتے تھے۔

3- جب معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجنے لگے تو انہیں بھی اشارۃً اپنی وفات کی خبر دے دی۔ حدیث میں ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی مشایعت کو آپ ﷺ نکلے۔ وہ گھوڑے پر سوار تھے اور آپ ﷺ سواری کے ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ انہیں رخصت کرتے وقت فرمایا۔

''میں تمہیں ایسے لوگوں کی طرف بھیج رہا ہوں' جن کے دل نرم ہیں' اور وہ حق پر سرفروشی کے لئے کمربستہ ہیں۔ لہٰذا ان میں سے جو تیری اطاعت کریں' انہیں لے کر نافرمانوں سے لڑنا۔ اسلام اس تیزی سے پھیلے گا کہ اس میں داخل ہونے کے لئے عورت اپنے شوہر پر پیش قدمی کرے گی۔ بیٹا باپ سے آگے نکلنا چاہے گا' اور بھائی بھائی پر سبقت لے جانے کی کوشش کرے گا۔''

اس کے بعد فرمایا ''معاذ! شاید اس سال کے بعد تو مجھے نہ پائے گا۔ لوٹ کر شاید میری اس مسجد اور قبر کو دیکھے گا۔''

اس پر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی جدائی کے غم میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ آپ ﷺ نے رونے سے منع کیا۔

''رو نہیں معاذ! رونا شیطان کی طرف سے ہے۔''

پھر مدینہ کی سمت مڑ کر دیکھا اور فرمایا ''مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ ہوں گے' جو پرہیزگار ہیں' کوئی بھی ہوں' کہیں بھی ہوں۔''

4- حجۃ الوداع میں فرمایا:

''مجھے معلوم نہیں' شاید اس سال کے بعد اپنے اس مقام پر تم لوگوں سے کبھی نہ مل سکوں۔

5 جمرہ عقبہ کے پاس فرمایا:

''مجھ سے اپنے حج کے اعمال سیکھ لو کیونکہ اس سال کے بعد میں غالباً حج نہ کرسکوں گا۔''

6- آپ ﷺ پر ایام تشریق کے وسط میں سورۂ نصر نازل ہوئی اور اس سے آپ ﷺ اور کئی صحابہ رضی اللہ عنہم نے سمجھ لیا کہ اب دنیا سے روانگی کا وقت آن پہنچا ہے اور یہ موت کی اطلاع ہے۔ جب یہ سورہ نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے تلاوت کی اور فرمایا ''لو اللہ کی فتح و نصرت آ گئی۔'' پھر فرمایا' ''مجھے میری موت کی خبر مل گئی ہے' شاید اسی سال رخصت ہو جاؤں گا۔''

7- اس کے بعد آپ ﷺ کا دستور ہو گیا کہ ہر نماز کے بعد بلکہ اٹھتے' بیٹھتے' آتے جاتے' تسبیح' حمد و ستائش و

Marfat.com

توبہ واستغفار والی دعائیں مانگتے۔

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک دن میں نے عرض کی:

''یارسول اللہ میں یہ کیا دیکھتی ہوں کہ اب آپ ایسی دعا مانگتے ہیں' جو پہلے کبھی نہیں مانگتے تھے؟''

فرمایا:''میرے ربّ نے مجھے خبر دی تھی کہ میں اپنی امت میں ایک علامت دیکھوں گا' اور حکم دیا تھا کہ جب وہ علامت دیکھوں تو اس کی حمد وستائش اور تسبیح کروں اور اس سے مغفرت چاہوں۔ اب میں نے وہ علامت (نزولِ سورۂ نصر) دیکھ لی ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس سورہ کے نزول کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام زمانوں سے زیادہ عبادت شروع کر دی تھی' ہر وقت امرِ آخرت پیشِ نظر رہتا تھا۔''

8- مرض سے پہلے جس طرح خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات کا علم ہو گیا تھا۔ اسی طرح بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی خوابوں کے ذریعے پتہ چل گیا تھا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''میں نے ایک رات خواب دیکھا کہ زمین مضبوط رسوں میں بندھی آسمان کی طرف کھچی چلی جا رہی ہے۔ میں نے یہ خواب حضور پُرنور' نبی کریم' عالم خفا وغیوب' مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا' تو فرمایا۔ یہ آپ کے بھتیجے کی موت ہے۔''

9- اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی ایک خواب دیکھا تھا' جس کی تعبیر گو اس وقت ان کی سمجھ میں نہیں آئی' مگر اس کا تعلق آپ کی وفات سے تھا' فرماتی ہیں:

''میں نے دیکھا کہ میرے حجرہ میں تین چاند آ کر گرے ہیں' میں فوراً اپنے والد ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئی اور خواب بیان کیا' کہنے لگے ''تم اس کی کیا تعبیر کرتی ہو؟'' میں نے کہا کہ میرے خیال میں رسول اللہ سے اولاد ہوگی۔ اس پر آپ چپ ہو گئے۔ یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا' تو فرمانے لگے' یہ تیرا سب سے اچھا چاند تھا۔''

پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دفن ہوئے اس طرح اسلام کے تین چاند حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں گر کر ہمیشہ کے لئے غائب ہو گئے اور ان کے خواب کی تعبیر پوری ہوئی۔

10- حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماری سے پہلے ایک نہایت ہی مؤثر خطبہ ارشاد فرمایا:''حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ اس وعظ پر آنکھوں نے آنسو بہائے اور دل خوف سے کانپ گئے' ہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ نصیحت تو ایسی ہے جیسی رخصت' رحلت کے وقت کی جاتی ہے' فرمایئے ہمیں کیا وصیت کرتے ہیں؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تردید نہیں کی بلکہ ارشاد فرمایا' ''میں تمہیں ایک ایسے صاف راستہ پر چھوڑے جا رہا ہوں' جس کی رات بھی ویسی ہی روشن ہے' جیسا اس کا دن میرے بعد اس راہ سے وہی بھٹکے گا' جو لامحالہ ہلاک

Marfat.com

ہونے والا ہے' تم میں سے جو جئیں گے' وہ عنقریب بہت اختلاف دیکھیں گے' ایسی حالت میں تم اپنی جانی بوجھی میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو مضبوطی سے پکڑے رہنا۔ تم پر سمع و طاعت واجب ہے اگرچہ حاکم ایک حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ اسے دانتوں سے مضبوطی کے ساتھ پکڑو۔ کیونکہ مومن نرم ناک والے اونٹ کی طرح ہے' جدھر چلایا جاتا ہے' چلا جاتا ہے۔''

11- عام طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرطِ محبت و عقیدت کی وجہ سے اس طرح کا وہم بھی دل میں لانا نہیں چاہتے تھے۔ یہ خیال ان سے بہت دور تھا کہ سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم بھی اور سب آدمیوں کی طرح وفات پا جائیں گے۔ عام طور پر یہ خیال تھا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوت بھی ہوں گے تو سب سے آخر میں' لیکن خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس غلط اور وہم زدہ خیال کی ہمیشہ تردید کرتے رہتے تھے' چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی مرتبہ لوگوں کے اس خیال کا حال معلوم ہوا' تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں خطبہ دیا:

''تم خیال کرتے ہو کہ میں تم سب کے بعد کوچ کروں گا' حالانکہ میں تم سے پہلے جانے والا ہوں۔ تم میرے بعد گروہ در گروہ ایک دوسرے کے پیچھے چلے آؤ گے۔''

12- اوائل ماہِ صفر سن 11 ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم دامنِ احد میں تشریف لے گئے اور شہداء کے لئے اس طرح دعا فرمائی گویا زندوں اور مردوں سے رخصت ہو رہے ہیں' پھر واپس آکر منبر پر فروکش ہوئے۔ اور فرمایا:

''میں تمہارا امیرِ کارواں ہوں (یعنی تم سے آگے جانے والا ہوں) اور تم پر گواہ ہوں۔ بخدا میں اس وقت اپنا حوض (حوضِ کوثر) دیکھ رہا ہوں۔ مجھے زمین اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں' اور بخدا مجھے یہ خوف نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرو گے بلکہ اندیشہ اس کا ہے کہ دنیا طلبی میں باہم مقابلہ کرو گے۔''

13- ان ہی دنوں میں ایک روز حضور پُرنور' رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے پاس جمع کیا' یا وہ آگئے یا موجود تھے۔ پہلے ان کو اپنی دعاؤں سے نوازا۔ پھر ان کو پند و موعظت فرمائی اور فرمایا:

''اے مسلمانو! مرحبا' اللہ تبارک تعالیٰ تم کو اپنی رحمت میں رکھے' تمہاری شکستہ دلی کو دور فرمائے' تم کو رزق دے' تمہاری مدد کرے' تم کو رفیع مراتب پر فائز کرے اور تم کو امن و امان میں رکھے۔ اے بندگانِ خدا! میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور اللہ ہی کو تمہارا خلیفہ بناتا ہوں اور تم کو اس سے ڈراتا ہوں کیونکہ میں نذیر مبین ہوں۔ دیکھنا اللہ کی بستیوں میں اور اس کے بندوں کے ساتھ غرور و نخوت کو اختیار نہ کرنا۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے مجھے اور تمہیں سورۂ قصص کی آیت 83 میں حکم دیا ہے کہ:

''یہ آخرت کا گھر ہم مخصوص کر دیں گے اس کی نعمتوں کو ان لوگوں کے لئے جو خواہش نہیں رکھتے زمین میں بڑا بننے کی اور نہ فساد برپا کرنے کی اور اچھا انجام پرہیزگاروں کے لئے ہے۔''

(سورۂ قصص آیت 83)

Marfat.com

پھر فرمایا: ''تم سے جدائی اور اللہ کی طرف' جنت الماویٰ کی طرف' سدرۃ المنتہیٰ کی طرف' رفیقِ اعلیٰ کی طرف' لبریز جام کی طرف' مبارک لذت اور زندگی کی طرف واپسی قریب آ پہنچی ہے۔''

14- بیماری سے کچھ پہلے ایک دن باہر تشریف لائے اور خطبہ دیا' گویا رخصت ہو رہے ہیں۔ فرمایا...... ''میں محمد' نبی اُمی ہوں' میں محمد نبی امی ہوں۔ میں محمد نبی امی ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ مجھے فواتح الکلم' جوامع الکلم اور خواتم الکلم عطا کر دیئے گئے۔ اور بتا دیا گیا کہ دوزخ کے کتنے نگہبان ہیں۔ اور عرش کے اٹھانے والے کتنے ہیں۔ مجھے خیریت دی گئی' میری امت کو خیریت دی گئی۔ جب تک میں تم میں ہوں میری سنو' اور اطاعت کرو۔ جب بلا لیا جاؤں تو کتاب اللہ کو مضبوطی سے پکڑو۔ جو اس نے حلال رکھا ہے اسے حلال سمجھو' اور جسے حرام بتایا ہے' اسے حرام جانو۔''

15- امام ابنِ اسحاق روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوموہبہ رضی اللہ عنہ جو رسولِ کریم ﷺ کے غلام تھے' ایک بار تاجدارِ کائنات حضورِ انور' سرکارِ دو عالم ﷺ نے انہیں آدھی رات کے وقت یاد فرمایا۔ وہ کہتے ہیں کہ جب میں حاضر ہوا تو حضور پُرنور' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اے ابوموہبہ! مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ جنت البقیع میں جو لوگ مدفون ہیں میں ان کے لئے طلبِ مغفرت کروں' تم میرے ساتھ چلو' حضور پُرنور ﷺ روانہ ہوئے۔ میں بھی حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا۔ جب جنت البقیع پہنچے تو قبروں کے درمیان کھڑے ہو گئے اور فرمایا:

''اے قبروں کے مکینو! تم پر سلامتی ہو۔ جس حالت میں تم ہو وہ تمہیں مبارک ہو۔ کیونکہ تمہاری حالت اس حالت سے بہتر ہے جس میں آج کل لوگ مبتلا ہیں۔ تاریک رات کی طرح فتنوں کی تاریکی چھا رہی ہے۔ اگلے فتنے کے پیچھے دوسرا فتنہ ہے اور دوسرے کے پیچھے تیسرا اور بعد والا فتنہ پہلے سے زیادہ سخت اور شدید ہے۔''

پھر حضورِ انور ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

''اے موہبہ! میرے سامنے دنیا کے خزانوں کی کنجیاں پیش کی گئی ہیں' پھر طویل زندگی اور پھر جنت۔ میں نے ان طویل آسائشوں اور اختیارات کو مسترد کر دیا ہے اور اللہ کی ملاقات اور جنت کی ابدی بہاروں کو اپنے لیے پسند کر لیا ہے۔''

میں نے عرض کی' ''یارسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان ہوں۔ حضورِ انور ﷺ! دنیا کے خزانوں کی کنجیاں اور طویل زندگی کے بعد جنت قبول فرماتے۔ پیغمبرِ اول و آخر و اعظم' حضورِ انور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا:

''اے ابوموہبہ! بخدا ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں نے اپنے لیے اپنے ربّ کی ملاقات اور جنت کو چن

Marfat.com

لیا ہے۔''

پھر اہلِ قبور کو یہ فرماتے ہوئے واپس ہوئے۔ تم پہلے چلے گئے ہو اور اب ہم بھی تمہارے ساتھ آ ملنے والے ہیں۔

16- پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے اپنی علالت کے آخری دنوں میں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا ''بیٹی میں سمجھتا ہوں کہ میرا وقت قریب آ پہنچا ہے۔'' آپ رضی اللہ عنہا یہ سن کر رونے لگیں تو فرمایا کیا تجھے پسند نہیں کہ میرے خاندان میں سب سے پہلے تو ہی مجھ سے آ ملے، تم جنت کی عورتوں کی سردار ہو اور میں تیرے لیے بہترین پیش خیمہ بنوں۔ یہ سن کر آپ ہنسنے لگیں۔

مرض کا آغاز

پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ کو 28 صفر سن 11 ہجری بروز سوموار تک کسی قسم کی کوئی شکایت نہ تھی۔

سن 11 ہجری ماہِ صفر کی 29 تاریخ کو بروز منگل ایک صحابی کا انتقال ہوا۔ ان کی نمازِ جنازہ پڑھنے کے لئے حضور انور، نبی کریم ﷺ بقیع الغرقد (قبرستان) میں تشریف لے گئے۔ اپنے جانثار کی تجہیز و تکفین کے بعد حضور پُرنور ﷺ جب واپس تشریف لا رہے تھے تو راستے میں ہی سر درد شروع ہو گیا۔ پھر درد کی شدت کے باعث بخار چڑھ گیا اور بخار اتنا تیز تھا کہ جس پٹکے سے حضور پُرنور رحمتِ دو عالم ﷺ نے اپنا سر مبارک باندھا ہوا تھا اس کے اوپر بھی اگر ہاتھ رکھا جاتا تو تیز بخار کی حرارت محسوس ہو جاتی۔ یہی بیماری آخر کار اللہ کے محبوب بندے کی اپنے ربّ کریم سے ملاقات کا ذریعہ بن گئی۔ اس بیماری کا عرصہ مختلف روایات میں تیرہ، چودہ اور پندرہ دن تک بتایا گیا ہے۔ اس علالت کے دوران گیارہ دن تک امام الانبیاء ﷺ مسجدِ نبوی میں تشریف لاتے اور ہر نماز کی امامت کراتے رہے۔ اور سب جانثار صحابہ کرام اپنے آقا و تاجدارِ کائنات ﷺ کی اقتداء میں فریضۂ نماز ادا کرتے رہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جنت البقیع سے واپس تشریف لائے تو میرے سر میں اس وقت شدید درد تھا میں کہہ رہی تھی وا رأساہ ''ہائے میرا سر، ہائے میرا سر۔'' حضور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا بل أنا واللہ یا عائشۃ وا رأساہ ''اے عائشہ میرے سر میں بھی بڑی شدت سے درد ہے۔''

یہ پہلا موقع تھا کہ آپ ﷺ نے تکلیف کا اظہار کیا۔ ورنہ عادت تھی کہ کبھی کسی بیماری کی شکایت نہیں کرتے تھے۔

نیز فرمایا ''میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ تیرے باپ (ابوبکر رضی اللہ عنہ) اور اس کے بیٹے (عبدالرحمٰن) کو بلاؤں

Marfat.com

اور اپنا حکم سنا دوں تاکہ طمع کرنے والوں کو طمع کا' کہنے والوں کو کہنے کا اور تمنا کرنے والوں کو تمنا کا موقع نہ ملے' مگر پھر میں نے سوچا' ہرگز نہیں جو اللہ تبارک تعالیٰ کو منظور ہوگا اور جیسے مشیت ایزدی ہوگی۔''

اتنی بات کہہ کر حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر لوٹ گئے اور بیماری نے اور زور پکڑا۔ بیماری' سخت سر درد سے شروع ہوئی چنانچہ دورانِ علالت' سر مبارک پر برابر پٹی باندھے رہتے تھے۔ پھر فوراً تیز بخار چڑھا۔ اس کی حدت کو کم کرنے کے لئے بار بار غسل فرماتے تھے اور پانی میں ہاتھ بھگو کر چہرۂ مبارک تر کرتے تھے۔ بخار اتنا سخت تھا کہ بقول اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی سانس اس قدر تیز چلتی تھی جیسے منقیٰ کھانے والا بیج پھونک پھونک کر منہ سے پھینکتا ہے۔

درد کی شدت میں اضافہ ہوتا گیا۔ یہ علالت کا پہلا دن تھا۔ اس روز نبی کریم ﷺ اُم المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں تشریف فرما تھے کیونکہ آج ان کی باری کا دن تھا۔ بیماری کی اس شدت کے باوجود حضور پُرنور' نبی کریم ﷺ نے اپنی ازواجِ مطہرات کی باریوں کا لحاظ رکھا۔

سوموار 5 ربیع الاول

حضورِ انور' نبی کریم رسول اللہ ﷺ کی طبیعت روز بروز بوجھل ہوتی جا رہی تھی۔ اس دوران آپ ﷺ ازواجِ مطہرات سے پوچھتے رہتے تھے کہ میں کل کہاں رہوں گا؟ میں کل کہاں رہوں گا؟ اس سوال سے آپ ﷺ کا جو مقصد تھا ازواجِ مطہرات اسے سمجھ گئیں۔ چنانچہ انہوں نے اجازت دے دی کہ آپ ﷺ جہاں چاہیں رہیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں منتقل ہو گئے۔ منتقل ہوتے ہوئے حضرت فضل بن عباس اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا سہارا لے کر درمیان میں چل رہے تھے۔ سر پر پٹی بندھی تھی اور پاؤں زمین پر گھسٹ رہے تھے۔ اس کیفیت کے ساتھ آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں تشریف لائے اور پھر حیاتِ مبارکہ کا آخری ہفتہ وہیں گزارا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا معوذات اور رسول اللہ ﷺ سے حفظ کی ہوئی دعائیں پڑھ کر آپ ﷺ پر دم کرتی رہتی تھیں اور برکت کی امید میں آپ ﷺ کا ہاتھ آپ ﷺ کے جسم مبارک پر پھیرتی رہتی تھیں۔

ایک اور روایت میں یوں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں...... ''آپ میری گود میں تھے اور ہم ازواجِ نبوی رضی اللہ عنہن کا دستور تھا کہ آپ ﷺ جب کبھی بیمار ہوتے تھے' تو وہی دعا پڑھ کر آپ ﷺ پر دم کیا کرتے تھے' جو آپ ﷺ دوسرے مریضوں پر دم کرتے تھے۔ دعا یہ تھی: اذھب البأس' ربّ الناس' اشف انت الشافی لاشفاء الا شفاءك' شفاء لا یغادر سقما ۔ ترجمہ:''بیماری دور کر دے اے لوگوں کے پالنے والے! شفا دے' صرف تو ہی شفا دینے والا ہے تیری شفا کے سوا کوئی شفا نہیں' ایسی شفا دے کہ ذرا بیماری باقی نہ رہے۔'' چنانچہ اس وقت میں بھی یہی دعا پڑھ رہی تھی۔ آپ ﷺ کی ہتھیلی میں پھونکتی تھی۔ اور زیادہ برکت

Marfat.com

کے خیال سے سینہ مبارک پر اسے پھیرتی تھی مگر آپ ﷺ نے ایسا کرنے سے منع کیا۔ فرمایا ''ہاتھ ہٹا لے اس سے مجھے اس وقت نفع ہوتا تھا جب زندگی میں درازی باقی تھی۔'' پھر سر آسمان کی طرف اٹھایا اور کہا

''الرفیق الاعلیٰ! الرفیق الاعلیٰ!''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بیماری کے ایام میں حضورِ انور ﷺ یہ فرمایا کرتے تھے:

''اے عائشہ! میں اس کھانے کا درد آج محسوس کر رہا ہوں جو میں نے خیبر میں کھایا تھا۔ اب مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ اس زہر کی وجہ سے میری رگِ دل کٹ رہی ہے۔''

بخار بہت تیز تھا

حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو جسم مبارک بے حد گرم تھا۔ میں نے آپ ﷺ پر ہاتھ رکھا اور کہا: ''بہت تیز بخار ہے۔'' فرمایا ''ہاں! مجھے اتنا بخار ہے جتنا تمہارے دو آدمیوں کو ہوتا ہے۔'' (یعنی کہ معمول سے زیادہ بخار ہے)

میں نے کہا ''یہ اس لیے کہ آپ ﷺ کو دو ثواب ملیں گے۔''

فرمایا..... ''بے شک' جس مسلمان کو بھی ایک کانٹے اور اس سے زیادہ کی تکلیف پہنچتی ہے' تو خدا اس کے گناہوں کو اسی طرح جھاڑ دیتا ہے' جس طرح درخت کی پت جھڑ ہوتی ہے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں' میں عیادت کو حاضر ہوا' تو آپ ﷺ کو شدید بخار تھا۔ میں نے کپڑے پر سے ہاتھ رکھا' تو تیز حرارت سے فوراً ہاتھ کھینچنے پر مجبور ہوا' میں نے کہا ''یارسول اللہ! آپ کو کتنا تیز بخار ہے؟''

فرمایا..... ''ہاں! باوجود اس کے میں نے بحمد اللہ گزشتہ شب ستر سورتیں تلاوت کی ہیں جن میں سبع الطّوال (سات لمبی سورتیں بھی شامل ہیں) بھی داخل ہیں۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی..... ''اے نبی اللہ! خدا نے آپ ﷺ کے تمام اگلوں پچھلوں کے بھی گناہ معاف کر دیئے ہیں' پھر کیوں اتنی مشقت اٹھاتے ہیں۔ کچھ تو اپنے حال پر ترس کھایئے۔''

فرمایا..... ''لیکن کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟''

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے راز کی باتیں

اسی کرب و بلا کی حالت میں آپ ﷺ نے حضرت عثمان سے دیر تک کان میں باتیں کیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ گفتگو ان کے زمانے میں ہونے والے فتنہ کے بارے میں تھی۔

ابو عبداللہ الجسری نے یہ واقعہ اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی اس طرح بیان کیا ہے کہ ایک دن میں اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان کے ہاں حضرت حفصہ بنتِ عمر رضی اللہ عنہا بھی موجود تھیں۔ وہ مجھ سے کہنے لگیں' یہ رسول اللہ کی بیوی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ پھر ان کی طرف متوجہ ہو

Marfat.com

بولیں۔ ''میں تمہیں خدا کی قسم دیتی ہوں کہ نہ میرے کسی جھوٹ کی تصدیق کرنا اور نہ سچ کی تکذیب۔'' پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ واقعہ بیان کیا ''میں اور تم رسول اللہ کے پاس بیٹھی تھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''دروازہ کھول دو۔'' ہم نے دروازہ کھولا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے تھے۔ حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان پر نظر پڑی، تو ان سے کہا ''قریب آؤ۔'' وہ آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھک پڑے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کان میں کچھ باتیں کیں، جن کی بابت نہ میں کچھ جانتی ہوں، نہ تم۔

پھر سر اٹھایا اور فرمایا ''جو کچھ میں نے کہا تو سمجھ گیا؟'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا ''جی ہاں'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پھر قریب بلایا اور پہلی مرتبہ کی طرح ان پر جھک پڑے اور کچھ کان میں کہتے رہے جسے ہم بالکل نہ جان سکے۔ پھر سر اٹھایا اور فرمایا ''جو کچھ میں نے کہا، تو نے سمجھ لیا؟'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا ''جی ہاں۔'' پھر کہا ''قریب آ'' وہ آئے تو بہت زیادہ جھک پڑے اور کان میں کچھ باتیں کیں۔ پھر سر اٹھایا اور فرمایا ''تو سمجھ گیا؟'' انہوں نے کہا ''جی ہاں! میرے کانوں نے خوب سن لیا، اور دل نے اچھی طرح سمجھ لیا۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اچھا! اب جا۔'' یہ قصہ سن کر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے تصدیق کی۔

بدھ، 7 ربیع الاول

پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرما جانے سے پانچ دن پہلے بخار میں بڑی شدت آ گئی جس کی وجہ سے غشی طاری ہو گئی۔ حضورِ انور، نبی کریم، رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مختلف کنوؤں سے پانی کے سات مشکیزے بھر کر لاؤ اور انہیں مجھ پر انڈیل دو تا کہ مجھے سکون ہو اور میں لوگوں کے پاس جا کر انہیں وصیت کر سکوں۔ چنانچہ سات مختلف کنوؤں سے پانی کے سات مشکیزے بھر کر لائے گئے۔ حضور پُرنور، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک لگن میں بٹھا دیا گیا اور حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ پانی انڈیلا جانے لگا یہاں تک کہ رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بس بس۔ اس طرح بخار کی حدت میں کمی ہو گئی اور حضورِ انور، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آرام محسوس ہونے لگا۔ پیغمبرِ اول و آخر و اعظم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے، سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اردگرد حلقہ بنا لیا اور سمٹ کر بیٹھ گئے تا کہ اپنے ہادی و مرشد کے ان ارشاداتِ طیبات کو پوری دلجمعی سے سن سکیں۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے اسے یوں روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم علالت کے دنوں میں بخار کی حالت میں تھے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سرِ مبارک باندھا ہوا تھا۔ بخار بہت شدید تھا۔ مجھے حکم دیا، اے فضل! میرا ہاتھ پکڑ لو۔ میں نے دستِ مبارک پکڑ لیا۔ حضور پُرنور، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جا کر تشریف فرما ہوئے اور مجھے فرمایا کہ لوگوں میں منادی کر دو کہ سب جمع ہو جائیں۔ میں نے بلند آواز سے کہا۔ ''الصلوٰۃ جامعۃ''۔ لوگ یہ سنتے ہی جوق در جوق مسجدِ نبوی میں پہنچنا شروع ہو گئے۔ جب سب آ گئے

Marfat.com

اور اطمینان سے بیٹھ گئے تو پیغمبرِ اول و آخر و اعظم' حضورِ انور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے شدید علالت کے باوجود اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یوں خطاب فرمایا:

''اللہ تبارک تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر اپنی لعنت بھیجے جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا۔''

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''شیخ فرماتے ہیں کہ قبروں کو مساجد بنانے سے مراد یہ ہے کہ قبروں کی طرف سجدہ کرتے ہیں اور اس کے دو طریقے ہیں۔ پہلا طریقہ یہ ہے کہ قبروں کو صاحب قبر کی عبادت کی نیت سے سجدہ کریں جس طرح بت پرست اپنے بتوں کو سجدہ کیا کرتے تھے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اس سجدہ سے مقصود تو اللہ تبارک تعالیٰ کی عبادت ہو لیکن سجدہ کرنے والے کا اعتقاد یہ ہو کہ نماز اور عبادت میں ان قبروں کی طرف متوجہ ہونا اللہ تبارک تعالیٰ کے قرب و رضا کا سبب ہے۔ یہ دونوں طریقے ناپسندیدہ اور ناجائز ہیں۔ پہلا طریقہ اس لیے کہ وہ شرک جلی اور کفرِ صریح ہے اور دوسرا طریقہ اس لیے کہ اس میں شرک خفی پایا جاتا ہے۔ اس لیے کسی نبی یا ولی کی قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا یا سجدہ کرنا حرام ہے اور تمام علماء اس بات پر متفق ہیں۔

علماء کبار کی تشریحات سے واضح ہو گیا کہ اس حدیث میں کسی نبی یا ولی کی قبر کو سجدہ کرنا یا اس کو اپنا قبلہ بنانا یا بتوں کی طرح ان کی پوجا کرنا ممنوع اور حرام ہے۔ لیکن انبیاء و اولیاء کے مزارات پر حاضری دینا اور ان کے ایصالِ ثواب کے لئے وہاں کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر قرآنِ کریم کی تلاوت کرنا ممنوع نہیں ہے۔

پھر پیغمبرِ اول و آخر و اعظم' حضورِ انور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے اپنے آپ کو قصاص کے لئے پیش کیا اور فرمایا:

''اے لوگو! اگر میں نے کسی کی پیٹھ پر کبھی کوئی درہ مارا ہے تو یہ میری پیٹھ حاضر ہے' وہ مجھ سے بدلہ لے سکتا ہے۔ اگر میں نے کسی کو برا بھلا کہا ہے تو میری آبرو حاضر ہے' وہ اس سے انتقام لے سکتا ہے۔ اگر میں نے کسی کا مال چھینا ہے تو میرا مال حاضر ہے' وہ اس سے اپنا حق لے سکتا ہے۔ تم میں سے کوئی یہ اندیشہ نہ کرے کہ اگر کسی نے مجھ سے انتقام لیا تو میں اس سے ناراض ہو جاؤں گا یہ میری شان نہیں۔''

مجھے یہ امر بہت پسند ہے کہ اگر کسی کا حق میرے ذمہ ہے تو وہ مجھ سے وصول کر لے یا مجھے معاف کر دے تاکہ میں اللہ تبارک تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملاقات کروں کہ کسی کا حق میرے ذمہ واجب الادا نہ ہو۔

ایک آدمی کھڑا ہوا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! میرے تین درہم حضور پُرنور ﷺ کے ذمہ ہیں۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' ہادیٔ انس و جاں' رہبر کائنات' رحمت للعالمین' نبی کریم ﷺ نے فرمایا' میں کسی دعویٰ کرنے والے کو نہیں جھٹلاؤں گا اور نہ اس سے حلف لوں گا' تم مجھے صرف اتنا بتا دو کہ تم سے میں نے یہ تین درہم کسی مقصد کے لئے لیے تھے۔ اس نے عرض کی' یا رسول اللہ! ایک سائل حضورِ انور ﷺ کے پاس سے گزرا تھا۔ حضور نبی کریم

Marfat.com

رؤف ورحیم ﷺ نے مجھے حکم دیا تھا کہ اس کو تین درہم دے دو۔ میں نے وہ تین درہم اسے دے دیئے تھے۔ حضورانور' نبی کریم ﷺ نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس کے تین درہم اس کو ادا کر دیں۔ حضور پُرنور ﷺ یہی جملہ بار بار دہراتے رہے۔"

پھر فرمایا: "اگر کسی نے مالِ غنیمت سے کچھ ناجائز لیا ہے تو وہ بیت المال میں لوٹا دے۔ ایک آدمی کھڑا ہوا اور عرض کی' یارسول اللہ! مالِ غنیمت کے تین درہم میرے ذمہ واجب الادا ہیں۔ حضورِانور ﷺ نے فرمایا تم نے یہ درہم کیوں لیے تھے؟ عرض کی' اس وقت میں مفلس اور تنگ دست تھا۔ حضورِاقدس ﷺ نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس سے تین درہم لے کر بیت المال میں جمع کرا دیں۔"

اس کے بعد آپ ﷺ منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔ ظہر کی نماز پڑھائی اور پھر منبر پر تشریف لے گئے اور انصار کے بارے میں یوں وصیت فرمائی۔

"میں تمہیں انصار کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ وہ میرے قلب وجگر ہیں۔ انہوں نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی ہے مگر ان کے حقوق باقی رہ گئے ہیں۔ لہٰذا ان کے نیکوکاروں سے ان کی نیکیاں قبول کرنا اور ان کے خطاکاروں سے درگزر کرنا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور پُرنور ﷺ نے فرمایا لوگ بڑھتے جائیں گے اور انصار گھٹتے جائیں گے یہاں تک کہ کھانے میں نمک کی طرح ہوں گے۔ لہٰذا تمہارا جو آدمی نفع یا نقصان پہنچانے کے کام کا والی ہو تو وہ ان کے نیکوکاروں سے ان کی نیکیاں قبول کرے اور ان کے خطاکاروں سے درگزر کرے۔

(صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 536)

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ایک بندے کو اللہ نے اختیار دیا کہ وہ یا تو دنیا کی چمک دمک اور زیب وزینت میں سے جو کچھ چاہے' اللہ اسے دے دے یا اللہ کے پاس جو کچھ ہے اسے اختیار کر لے تو اس بندے نے اللہ کے پاس والی چیز کو اختیار کر لیا۔" حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ یہ بات سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور فرمایا: "ہم اپنے ماں باپ سمیت آپ ﷺ پر قربان' اس پر ہمیں تعجب ہوا۔ لوگوں نے کہا' اس بڈھے کو دیکھو! حضور پُرنور رسول اللہ ﷺ تو ایک بندے کے بارے میں یہ بتا رہے ہیں کہ اللہ نے اسے اختیار دیا کہ دنیا کی چمک دمک اور زیب وزینت میں سے جو چاہے اللہ اسے دے دے یا وہ اللہ کے پاس جو کچھ ہے اسے اختیار کر لے اور یہ بڈھا کہہ رہا ہے کہ ہم اپنے ماں باپ کے ساتھ آپ ﷺ پر قربان' لیکن چند دن بعد واضح ہوا کہ جس بندے کو اختیار دیا گیا تھا وہ خود رسول اللہ ﷺ تھے اور حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہم میں سب سے زیادہ صاحبِ علم تھے۔"

پیغمبرِ اول وآخر واعظم' حضورِانور' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مجھ پر اپنی رفاقت اور مال میں سب سے

Marfat.com

زیادہ صاحبِ احسان ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور اگر میں اپنے ربّ کے علاوہ کسی اور کو خلیل بناتا تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو خلیل بناتا۔ لیکن (ان کے ساتھ) اسلام کی اخوت و محبت (کا تعلق) ہے۔ مسجد میں کوئی دروازہ باقی نہ چھوڑا جائے بلکہ اسے لازماً بند کر دیا جائے' سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کے۔''

(مشکوٰۃ جلد 2 صفحہ 546' 554۔ صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 516)

پیغمبرِ اول و آخر و اعظم' حضور پُرنور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پردہ فرمانے سے چار دن پہلے تک علالت و نقاہت کے باوجود تمام نمازیں خود ہی پڑھاتے رہے۔ اس روز بھی مغرب کی نماز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پڑھائی اور اس میں سورۂ والمرسلت عرفا تلاوت فرمائی۔ عشاء کے وقت تکلیف بڑھ گئی اور حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف نہ لے جا سکے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ حضورِ انور' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا' کیا لوگوں نے نمازِ عشاء پڑھ لی ہے؟ انہوں نے عرض کی' یارسول اللہ! وہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے ہیں۔ رحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا' میرے لیے لگن میں پانی رکھو۔ ہم نے حکم کی تعمیل کی۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل فرمایا' اس کے بعد ارادہ کیا کہ مسجد میں جا کر نماز ادا کریں لیکن حضور نبی کریم' رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم پر غشی طاری ہو گئی۔ جب افاقہ ہوا تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا' کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ عرض کی' نہیں یارسول اللہ! وہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے ہیں۔ تین مرتبہ ایسا ہی ہوتا رہا۔ غسل فرماتے مسجد جانے کا ارادہ کرتے پھر غشی طاری ہو جاتی۔ بالآخر پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم بھیجا مروا ابابکر فلیصل بالناس ''ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔''

ان ہی دنوں ایک روز حضرت بلال رضی اللہ عنہ درِ اقدس پر حاضر ہوئے اور حسبِ معمول اطلاع دی اور عرض کی السلام علیك یا رسول اللہ الصلوٰۃ یرحمك اللہ ''اے اللہ کے رسول اسلام علیکم آپ پر دائم سلامتی ہو' نماز کا وقت ہو گیا ہے' اللہ تبارک تعالیٰ حضور پر رحم فرمائے۔''

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نقاہت کے باعث خود تشریف نہ لے جا سکے۔ حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا مرا ابابکر یصل بالناس ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔'' جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنے آقا کی کمزوری اور نقاہت کی یہ حالت دیکھی تو ان پر غم و اندوہ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ انہوں نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھا اور بلند آواز سے کہنے لگے:

''ہائے میں کس کے سامنے فریاد کروں۔ ہائے میری امیدوں کا رشتہ ٹوٹ گیا ہائے میری پشت دوہری ہو گئی۔ اے کاش! میری ماں نے مجھے نہ جنا ہوتا۔ اور اگر جنا تھا تو آج سے پہلے مر جاتا۔ اور اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری اور نقاہت کا یہ دلخراش منظر نہ دیکھتا۔'' غم و اندوہ سے چور چور ہو کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ مسجد تک پہنچے

Marfat.com

سامنے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کھڑے تھے انہیں پیغام دیا۔

''اے ابوبکر! حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آگے کھڑے ہو کر جماعت کرائیں۔''

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب امامت کے مصلیٰ کو اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی پایا تو غش کھا کر گر پڑے۔ فرطِ غم سے مسلمانوں کی چیخیں نکل گئیں۔ حضورِ انور رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ آواز سنی تو اپنی لختِ جگر خاتونِ جنت سے پوچھا۔ اے فاطمہ! یہ کیسا شور ہے؟ انہوں نے عرض کی؟ یا رسول اللہ! مسلمانوں نے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا تو ان کی چیخیں نکل گئیں۔ تاجدارِ کائنات' سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کو یاد فرمایا۔ ان پر ٹیک لگائی اور مسجد کی طرف تشریف لے گئے اور نماز ادا کی' پھر فرمایا:

''اے گروہِ مسلمانان! میں تمہیں اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ اللہ تبارک تعالیٰ تم پر میرے قائم مقام ہو گا۔ اللہ تبارک تعالیٰ سے ہمیشہ ڈرتے رہنا۔ اس کی اطاعت کرنا۔ میں تو اب اس دنیا کو چھوڑنے والا ہوں۔''

(صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 99۔ تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 162' 163۔ صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 637۔ السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 348)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے آپ فرماتی ہیں:

جن دنوں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض نے شدت اختیار کر لی تو ایک روز حضرت بلال رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور نماز کے بارے میں اطلاع دی۔ فرمایا مروا أبابکر فلیصل بالناس ''ابوبکر کو حکم دو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔'' اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں' میں نے عرض کی' یارسول اللہ! ابوبکر بڑے رقیق القلب ہیں۔ جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کھڑے ہوں گے تو وہ اونچی آواز سے قرات نہیں کر سکیں گے۔ اگر آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جماعت کرانے کا حکم دیں تو بہتر ہو گا۔ حضور نبی کریم' رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مروا ابابکر فلیصل بالناس ''ابوبکر کو حکم دو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں' میں نے محسوس کیا کہ میری اس گزارش کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا تو میں نے اُم المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو اپنا ہمنوا بنایا۔ چنانچہ انہوں نے میری تائید کرتے ہوئے گزارش کی۔

حضورِ انور' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ کی حالت میں فرمایا انکن صواحب یوسف مروا ابابکر فلیصل بالناس ''تم تو زنانِ یوسف (کی طرح) ہو۔ ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔'' چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تعمیل ارشاد کرتے ہوئے نماز پڑھائی۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضورِ انور' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تین یا چار بار مراجعہ فرمایا کہ امامت کا کام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بجائے کسی اور کو سونپ دیں۔ ان کا منشاء یہ تھا کہ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے

Marfat.com

میں بدشگون (بدظن) نہ ہوں۔ لیکن نبی کریم رسول اللہ ﷺ نے ہر بار انکار فرما دیا اور فرمایا "تم سب یوسف والیاں ہو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔"

چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان ایام میں نماز پڑھائی۔ حضور نبی کریم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں ان کی پڑھائی ہوئی نمازوں کی تعداد سترہ (17) ہے۔

سید شریف جرجانی نے "شرح مواقف" میں لکھا ہے کہ پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا کسی امتی کی اقتداء میں نماز ادا نہیں کی سوائے ایک دفعہ کے سفر کی حالت میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں ایک رکعت ادا فرمائی تھی۔

وہ مزید لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے بیماری کے ایام میں نماز پڑھانے کے لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنایا، خود ان کی اقتداء میں نمازیں ادا کیں اور ان کو کسی وقت معزول نہیں کیا۔ اسی لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یوں فرمایا کرتے تھے:

> "اے صدیق! اللہ کے رسول نے ہمارے دین کے معاملہ میں آپ کو آگے کیا ہے ہم اپنی دنیا کے معاملات میں آپ کو آگے کیوں نہ کریں۔"

جمعرات، 8 ربیع الاول

جمعرات کے دن بیماری نے مزید شدت اختیار کر لی، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے چاہا کہ اپنی امت کی رہنمائی کے لئے کچھ ہدایات لکھ دیں۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو فرمایا، جاؤ اور میرے پاس ایک تختی لاؤ کہ اس پر میں ابوبکر کے بارے میں لکھ دوں تاکہ اس کے ساتھ کوئی نزاع اور اختلاف نہ کرے۔ تعمیل ارشاد کے لئے جب حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اٹھ کر جانے لگے تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

> "اے ابوبکر! اللہ تبارک تعالیٰ اور اس کے ایماندار بندے اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ تمہارے بارے میں کوئی اختلاف کریں۔"

پھر اسی روز آپ ﷺ نے تین باتوں کی وصیت فرمائی: ایک اس بات کی وصیت کو یہود و نصاریٰ اور مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دینا۔ دوسرے اس بات کی وصیت کی کہ وفود کی اسی طرح نوازش کرنا جس طرح آپ ﷺ کیا کرتے تھے۔ البتہ تیسری بات کو راوی بھول گیا غالباً یہ کتاب و سنت کو مضبوطی سے پکڑے رہنے کی وصیت تھی یا لشکرِ اسامہ کو روانہ کرنے کی وصیت تھی، یا آپ ﷺ کا یہ ارشاد تھا کہ "نماز اور تمہارے زیر دست" یعنی غلاموں اور لونڈیوں کا خیال رکھنا۔ رسول اللہ ﷺ مرض کی شدت کے باوجود اس دن تک (یعنی وفات سے چار دن پہلے جمعرات) تک تمام نمازیں خود ہی پڑھایا کرتے تھے۔ اس روز بھی مغرب

Marfat.com

کی نماز آپ ﷺ ہی نے پڑھائی اور اس میں سورہ والمرسلات عرفا پڑھی۔ لیکن عشاء کے وقت مرض کی شدت اتنی بڑھ گئی کہ مسجد میں جانے کی طاقت نہ رہی۔

ہفتہ 10 ربیع الاول

ہفتہ یا اتوار کے دن پیغمبرِ اول و آخر واعظم' ہادیٔ انس و جاں' رہبرِ کائنات' رسولِ بحر و بر حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے اپنی طبیعت میں قدرے بہتری محسوس کی چنانچہ دو آدمیوں کے سہارے سے' ان کے درمیان چل کر نمازِ ظہر کے لئے اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ سے مسجد میں تشریف لائے۔

اس وقت حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نمازِ ظہر پڑھا رہے تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کو دیکھ کر پیچھے ہٹنے لگے۔ آپ ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ پیچھے نہ ہٹیں اور سہارا دے کر لانے والوں سے فرمایا کہ مجھے ابوبکر کے بازو میں بٹھا دو۔ چنانچہ آپ ﷺ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بائیں جانب بٹھا دیا گیا۔

حضورِ انور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ بیٹھ کر نماز پڑھا رہے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اللہ تبارک تعالیٰ کے محبوب رسول ﷺ کی اقتداء کر رہے تھے اور دوسرے لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے تھے۔

(صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 98' 99۔ تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 163' 164۔ السیرۃ النبویہ زینی دحلان جلد 3 صفحہ 318)

اتوار' 11 ربیع الاول

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وصال سے ایک روز قبل اس بیماری کے دوران حضورِ انور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے مجھ سے دریافت کیا' اے عائشہ! وہ دینار کہاں ہیں؟ حضرت عائشہ فوراً اٹھیں اور آٹھ دینار جو رکھے ہوئے تھے لے آئیں اور اپنے آقا کی بارگاہ میں پیش کر دیئے۔ حضور پُرنور' نبی کریم ﷺ دیناروں کو اپنے مبارک ہاتھ میں کچھ دیر الٹ پلٹ کرتے رہے۔ پھر فرمایا' اے عائشہ! اگر میں یہ دینار اپنے گھر میں چھوڑ کر اپنے پروردگار سے ملاقات کروں تو میرا پروردگار کیا فرمائے گا کہ میرے بندے کو مجھ پر اعتماد نہیں تھا؟ پیغمبرِ اول و آخر واعظم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا: ان کو فوراً مساکین میں تقسیم کر دو۔ چنانچہ آپ نے اللہ تبارک تعالیٰ کے حبیب کے گھر میں جو آخری پونجی تھی' اسے نکال کر مساکین میں تقسیم کر دیا۔

وہ ذاتِ اقدس و اطہر جس کو اللہ تبارک تعالیٰ نے زمین کے سارے خزانوں کی کنجیاں مرحمت فرما دی تھیں' اس کے گھر کی یہ کیفیت تھی کہ زندگی کی آخری رات میں چراغ میں تیل نہیں تھا۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے اپنا چراغ اپنی ایک پڑوسن کی طرف بھیجا اور کہا کہ اپنی تیل والی کپی

Marfat.com

سے چند قطرے اس چراغ میں ڈال دو تا کہ آج کی رات گزر جائے۔

حیاتِ طیبہ کے آخری دنوں میں حضور پُرنور تاجدارِ کائنات' سرکارِ دوعالم' نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے پچھتر سیر جو' ایک یہودی سے بطورِ قرضہ لیے تھے اور اس کی قیمت کے عوض اپنی زرہ اس کے پاس بطورِ رہن رکھی ہوئی تھی۔ انہی دنوں حضور سرکارِ دوعالم ﷺ نے تمام غلام آزاد فرما دیئے۔

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سنا ہوا تھا کہ نبی اس وقت تک وفات نہیں پاتا جب تک اس کو دنیا و آخرت میں سے کوئی ایک چیز پسند کرنے کا اختیار نہ دیا گیا ہو۔ چنانچہ حضور سرکارِ دوعالم ﷺ کے آخری مرض میں' میں نے تاجدارِ کائنات' رحمتِ دوعالم ﷺ کو سورۂ نساء کی آیت 69 پڑھتے سنا:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝

ترجمہ: ''اور جو اطاعت کرتے ہیں اللہ کی اور اس کے رسول کی وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تبارک تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین اور کیا ہی اچھے ہیں یہ ساتھی۔'' (سورۂ نساء آیت 69)

میں سمجھ گئی کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اختیار دیا ہے اور حضورِ انور' سرکارِ دوعالم ﷺ نے ان گروہوں کو قبول کیا ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے' آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ مجھ پر اللہ تبارک تعالیٰ کے ان گنت احسانات ہیں۔ ان میں سے بڑا احسان یہ ہے کہ حضورِ انور' نبی کریم ﷺ نے میرے حجرے میں اور میری باری کے دن میرے سینے اور گردن کے درمیان وصال فرمایا۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے میرے لعابِ دہن اور حضور سرکارِ دوعالم ﷺ کے لعابِ دہن کو آپس میں ملا دیا۔ وہ اس طرح کہ اس دن میرے بھائی حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ میرے گھر آئے' ان کے ہاتھ میں مسواک تھی' میں حضورِ انور ﷺ کو اپنے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ میں نے دیکھا کہ حضور پُرنور ﷺ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف غور سے دیکھ رہے ہیں۔ میں سمجھ گئی کہ حضور انور' سرکارِ دوعالم ﷺ مسواک کرنا چاہتے ہیں۔

میں نے عرض کیا کہ ارشاد ہو تو میں حضور سرکارِ دوعالم ﷺ کے لئے حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مسواک لے لوں۔ آپ ﷺ نے سر مبارک سے اشارہ فرمایا کہ ہاں چنانچہ میں نے اپنے بھائی سے مسواک لی۔ میں نے دیکھا کہ وہ سخت تھی۔ میں نے عرض کیا' ارشاد ہو تو میں اس کو حضور سرکارِ دوعالم ﷺ کے لئے نرم کر دوں؟ حضورِ انور' نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے اپنے سر مبارک سے اشارہ کیا کہ ہاں۔ پس میں نے اس کو اپنے دانتوں میں چبا کر نرم کیا اور حضور انور' سرکارِ دوعالم ﷺ نے وہ لے لی۔ حضور پُرنور' سرکارِ دوعالم ﷺ

Marfat.com

کے سامنے پانی کا برتن پڑا تھا' حضور سرکارِ دو عالم ﷺ اس پانی میں ہاتھ مبارک ڈالتے تھے اور اپنے چہرے پر پھیر لیا کرتے اور فرماتے ''لا الٰہ الا اللہ''۔ پھر نبی کریم' رؤف و رحیم حبیبِ ربّ العالمین ﷺ نے دستِ مبارک کھڑا کیا اور یہ فرمانے لگے۔ في الرفيق الاعلي ۔

آخری رات

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس آخری رات کی حالت یوں بیان کی ہے کہ ''مجھ پر کبھی کوئی رات ایسی نہیں گزری' جیسی یہ وفات کے دن سے پہلے والی رات تھی۔ آپ ﷺ بار بار پوچھتے تھے ''عائشہ! کیا صبح ہوگئی ہے؟'' اور میں برابر کہے جاتی تھی ''نہیں' یہاں تک کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے صبح کی اذان دی۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ دروازہ پر حاضر ہوئے اور حسبِ دستور پکار کر کہنے لگے...... ''السلام عليك يا رسول الله و رحمة الله و بركاته! '' نماز کا وقت ہوگیا ہے' آپ پر خدا کی رحمت!''...... ان کی آواز سن کر آپ ﷺ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کی حضرت بلال رضی اللہ عنہ صبح کی نماز کی اطلاع دینے آئے ہیں۔ فرمایا! ''اپنے باپ سے کہہ' نماز پڑھا دیں۔''

سوموار (دوشنبہ) کی صبح کو مسجد میں نمازیوں کا بڑا ہجوم تھا۔ مدینہ میں کوئی مسلمان' مرد یا عورت' ایسا نہ تھا' جو شب کو آپ ﷺ کی نازک حالت کے سننے کے بعد بے تابانہ مسجد میں دوڑ نہ آیا ہو۔ بارہ دن شدید بیماری کے گزر چکے تھے۔ تیرہواں دن سوموار (دوشنبہ) دارِ فانی سے رحلت' عالمِ جاودانی میں داخلہ اور جوارِ خداوندی میں پہنچنے کا دن تھا۔ اس لیے قدرتی طور پر روح از حد مسرور اور پرنشاط تھی۔ آج صبح اٹھے تو باوجود حد درجہ نقاہت کے نہایت ہشاش بشاش تھے۔ (صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 638۔ تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 164)

سوموار' 12 ربیع الاول

یومِ وصال' ظاہری حیاتِ مبارکہ کا آخری دن' وہ دن جس روز پیغمبرِ اول و آخر و اعظم' ہادیٔ انس و جان' رہبرِ کائنات' رسول بحر و بر' تاجدارِ کائنات' سرکارِ دو عالم حاصل کائنات فخر اولادِ آدم' اصل الموجودات' شفیع المذنبین' سید المرسلین' خاتم النبیین' حبیبِ ربّ للعالمین' رحمت للعالمین حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم' عالم خفا و غیوب' مخبر صادق' انسانِ کامل ﷺ نے اس جہانِ فانی سے پردہ فرمایا۔

حسبِ ارشاد نبوی آپ ﷺ کی علالت کے آخری دنوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضرت ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نماز پڑھایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ سوموار کے دن صبح کی نماز کا وقت آگیا اور تمام مسلمان صفیں باندھ کر اپنے ربّ کریم کی عبادت کرنے کے لئے کھڑے ہوگئے۔ اس دن آپ صبح کی نماز پڑھا رہے تھے کہ رحمتِ دو عالم ﷺ اپنی چارپائی سے اتر کر دروازے کے قریب تشریف لے آئے۔ دروازے پر پردہ آویزاں تھا' اس کو ایک طرف سرکا دیا۔

Marfat.com

اس وقت یہ روح پرور منظر اللہ تبارک تعالیٰ کے حبیب ﷺ نے دیکھا کہ اسلام کا جو درخت حضور پُرنور ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے لگایا تھا وہ حضور پُرنور ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں ہی ایک تناور درخت بن گیا ہے۔ اس کی جڑیں پاتال تک اور اس کی شاخیں آسمان کی بلندیوں کو چھو رہی ہیں تو حضور پُرنور، نبی کریم ﷺ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ حضورِ انور سرکارِ دو عالم ﷺ نے تبسم فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب معلوم ہوا کہ ان کا آقا انہیں دیکھ رہا ہے تو دیدار کے لئے یوں بے چین ہوئے کہ قریب تھا کہ یارائے ضبط نہ رہے اور وہ نماز توڑ دیں لیکن حضورِ انور رحمتِ دو عالم ﷺ نے اشارہ کیا أتموا صلوٰتکم کہ اپنی نماز مکمل کرو۔ اتنا دیکھنے' کہنے کے بعد حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ پیچھے ہٹ آئے اور پھر اس پردہ کو دروازے پر پھیلا دیا۔

اس روز حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور حضرت علی ابنِ ابوطالب رضی اللہ عنہ دونوں ہی خدمتِ اقدس میں حجرۂ مبارک میں تھے۔ جب یہ دونوں باہر نکلے تو ایک مزاج پرسی کرنے والا آپ دونوں کے پاس آیا اور اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا' اے ابوالحسن رضی اللہ عنہ! حضورِ انور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کے مزاج مبارک کیسے ہیں؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے جواب دیا کہ اب حضور پُرنور ﷺ قدرے بہتر ہیں اور صحت یاب ہوتے لگتے ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہا کہ تین دن کے بعد تم ماتحت ہو جاؤ گے۔ پھر دونوں تنہائی میں چلے گئے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کہا کہ میں خاندان عبدالمطلب کے چہروں کو خوب پہچانتا ہوں۔ میرا خیال یہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اس بیماری سے صحت یاب نہیں ہوں گے۔ چلو حضورِ انور سرکارِ دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں اور دریافت کریں کہ اگر اس کام کی ذمہ داری حضورِ انور ﷺ ہمیں سونپنا چاہتے ہیں تو ہمیں اس بات کا علم ہو جائے اور اگر یہ ذمہ داری کسی اور کو تفویض فرمانے والے ہیں تو پھر اس شخص سے ہماری سفارش فرما دیں کہ وہ ہر طرح ہمارا خیال رکھے۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر حضورِ انور' رحمتِ دو عالم ﷺ نے نہ کر دی تو پھر ہم کبھی بھی اس منصب پر فائز نہیں ہو سکیں گے اس لیے میں تو اس کے بارے میں حضور پُرنور سرورِ دو عالم ﷺ سے کوئی استفسار نہیں کروں گا۔

اس بات سے یہ امر واضح ہو گیا کہ پیغمبرِ اول و آخر و اعظم' حضورِ انور' نبی کریم ﷺ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یا کسی دوسرے شخص کو اپنا وصی مقرر نہیں فرمایا تھا۔ ورنہ اس مکالمہ کی ضرورت ہی نہ تھی۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو یہ جواب نہ دیتے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ''مدارج النبوۃ'' میں رقمطراز ہیں:

Marfat.com

''کہ آخری دن سرکارِ دو عالم ﷺ نے تمام ازواجِ مطہرات کو یکے بعد دیگرے الوداع فرمایا اور سپردِ خدا کیا۔ نیز انہیں پند ونصائح سے مشرف کیا۔ پھر فرمایا میرے بھائی علی کو بلاؤ۔ آپ حاضر ہوئے تو آپ نے حضور سرکارِ دو عالم ﷺ کے سر مبارک کو اپنے زانو پر رکھا۔ پیغمبر اول و آخر و اعظم سرورِ دو عالم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ میں نے فلاں یہودی سے اتنے درہم قرضہ لیا تھا تا کہ اسامہ کے لشکر کی تیاری میں صرف کروں۔ تم وہ رقم اس یہودی کو ادا کر دینا خبردار! بھول نہ جانا۔ پھر انہیں خطاب فرمایا' حوضِ کوثر پر سب سے پہلے تو میرے پاس پہنچے گا۔ پھر فرمایا' کاغذ اور دوات لے آؤ تا کہ تمہارے لیے وصیت قلمبند کروں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اندیشہ لاحق ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں قلم دوات لینے جاؤں اور حضور پُرنور' سرکارِ دو عالم ﷺ رحلت فرما جائیں۔ میں نے عرض کی' یارسول اللہ! حضور انور' سرکارِ دو عالم ﷺ جو وصیت فرمانا چاہتے ہیں وہ ارشاد فرمائیں میں اسے یاد رکھوں گا اور ویسے ہی آگے بیان کروں گا۔ سرورِ کائنات ﷺ نے جو آخری وصیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمائی وہ یہ دو جملے تھے۔ الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم ''نماز کی پابندی کرنا اور اپنے غلاموں کے آرام و آسائش کو ملحوظ رکھنا۔'' علامہ ابنِ کثیر نے حضور سرکارِ دو عالم ﷺ کی آخری وصیت یوں درج کی ہے:

''میں تمہیں نماز اور زکوٰۃ کی پابندی کی وصیت کرتا ہوں اور ان غلاموں کے بارے میں جن کے تم مالک ہو۔''

(صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 637۔ تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 164' 165۔ السیرۃ النبویہ ابنِ کثیر جلد 4 صفحہ 448)

امام بخاری حضرت عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کو بتایا حضور پُرنور' رسول کریم ﷺ جب بیمار ہوتے تو معوذات کی سورتیں پڑھ کر اپنے دستِ مبارک پر پھونکتے پھر اپنا دستِ مبارک اپنے سارے جسم پر پھیرتے۔ اس آخری علالت میں' میں یہ معوذات پڑھ کر حضور سرکارِ دو عالم ﷺ کو دم کرتی اور حضور سرکارِ دو عالم ﷺ کا دستِ مبارک پکڑ کر حضور سرکارِ دو عالم ﷺ کے جسم پر بطورِ تبرک پھیرتی۔

نیز مروی ہے کہ جس مرض میں حضورِ انور' سرکارِ دو عالم ﷺ نے وصال فرمایا' اس مرض کے ایام میں حضورِ انور' نبی کریم ﷺ نے کبھی اپنی شفا کی دعا نہیں کی۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے' آپ نے فرمایا' ایک روز رحمتِ دو عالم ﷺ کی تمام ازواجِ مطہرات حضورِ انور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اسی اثنا میں حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا آتی ہوئی نظر آئیں۔ آپ کی چال میں اور آپ کے والد بزرگوار کی چال میں ذرا فرق نہ تھا۔ حضور سرکارِ دو عالم ﷺ نے جب اپنی لختِ جگر کو دیکھا تو فرمایا مرحبا یا بنتی ''اے میری بیٹی! میں تمہیں خوش

Marfat.com

آمدید کہتا ہوں۔'' پھر حضورِ سرکارِ دو عالم ﷺ نے انہیں اپنی ایک جانب بٹھایا' پھر ان سے سرگوشی کی۔ آپ زار وقطار رونے لگیں' پھر دوبارہ سرگوشی کی' حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا اب ہنسنے لگیں۔ حضرت اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی کہ اللہ کے رسول ﷺ نے آپ (حضرت فاطمہ) سے سب سے علیحدہ ہو کر راز کی بات کی ہے اور آپ رو رہی ہیں۔

تھوڑی دیر آپ حاضر خدمت رہیں۔ جب واپس جانے لگیں تو میں نے پوچھا کہ اے اپنے پدرِ بزرگوار کی نورِ نظر! حضورِ انور سرکارِ دو عالم ﷺ نے آپ سے کیا سرگوشی کی ہے؟ آپ نے فرمایا' میں اللہ کے رسول ﷺ کے راز کو افشاء نہیں کر سکتی۔ پھر حضورِ پُرنور سرکارِ دو عالم ﷺ کا وصال ہو گیا۔ میں نے ایک مرتبہ پھر درخواست کی کہ وہ حق جو میرا آپ پر ہے' اس کا واسطہ دے کر آپ سے پوچھتی ہوں کہ مجھے بتایئے اس روز رحمتِ دو عالم ﷺ نے آپ سے کیا سرگوشی کی تھی؟ آپ نے جواب دیا' ہاں اب میں اس راز سے پردہ اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ آپ نے بتایا کہ پہلی بار جب سرکارِ دو عالم ﷺ نے میرے ساتھ سرگوشی کی تو فرمایا اے فاطمہ! جبرئیل اس سے پہلے ہر سال میرے ساتھ ایک بار قرآنِ کریم کا دور کیا کرتے تھے۔ اس سال انہوں نے دو مرتبہ میرے ساتھ قرآنِ کریم کا دور کیا ہے اور میرا خیال ہے اب میرے وصال کی گھڑی قریب آ گئی ہے۔ اے میری نورِ نظر! اللہ تبارک تعالیٰ سے ڈرتی رہنا اور اس مصیبت پر صبر کرنا' میں تمہارے لیے بہترین پیشرو ہوں۔

یہ فراق کی خبر سن کر میں رونے لگی۔ دوبارہ میرے آقا میرے ابا حضورِ سرکارِ دو عالم ﷺ نے میرے کانوں میں راز سے ایک اور بات کہی فرمایا:

''اور اے فاطمہ! تم میرے تمام اہلِ بیت میں سب سے پہلے مجھ سے ملو گی اور میں تمہارے لیے بہترین پیشرو ہوں۔

اے فاطمہ! کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تو تمام اہلِ ایمان خواتین کی سردار بنا دی جائے یا فرمایا اس امت کی تمام خواتین کی سردار بنا دیا ہے۔'' یہ مژدۂ جانفزا سن کر میں ہنس پڑی۔

اس وقت حضورِ انور' رسولِ محتشم ﷺ جس شدید کرب سے دوچار تھے اسے دیکھ کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بے ساختہ پکار اٹھیں۔ وَاکَرْبَ اَبَاہُ! ''ہائے ابا جان کی تکلیف'' آپ ﷺ نے فرمایا! ''تمہارے ابا پر آج کے بعد کوئی تکلیف نہیں۔''

اثنائے مرض نبی رحمتِ دو عالم ﷺ نے صدیقۂ امت کو فرمایا:

''اے عائشہ! خیبر کے روز جو زہریلا کھانا مجھے کھلایا گیا تھا اس کا درد میں ہمیشہ محسوس کرتا رہا اور اس وقت اس زہر سے میری شہ رگ کٹ رہی ہے۔''

Marfat.com

اس لیے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ کہا ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے محبوب کے لئے دونوں سعادتیں جمع فرمادی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو منصبِ نبوت پر بھی سرفراز فرمایا اور سعادتِ شہادت سے بھی بہرہ ور کیا۔

حضرت سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا کو مژدۂ ملاقات سنانے کے بعد ان کے لئے بارگاہِ خداوند میں یہ دعا مانگی:

''اے خدا! میری جدائی میں میری نورِ نظر کو صبر کرنے کی توفیق عطا فرمانا۔''

پھر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو میرے پاس لے آؤ۔ جب وہ معصوم بچے حاضر ہوئے اور محبوب جدِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف میں دیکھا تو انہوں نے گریہ وزاری شروع کر دی۔ ان کا گریہ اتنا دردناک تھا کہ انہیں دیکھ کر سارے گھر والے گریہ کرنے لگے۔ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ان دونوں پھولوں کو بوسہ دیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تمام امت کو وصیت کی کہ وہ ان پیارے نواسوں کا ادب اور احترام ملحوظ رکھیں۔ اپنے پیارے نواسوں کو یوں روتا دیکھ کر حضورِ انور، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی گریہ طاری ہو گیا۔ اُم المومنین حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضورِ انور، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رونے کی وجہ پوچھی تو حضورِ انور، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں اپنی امت کے لئے گریہ کناں ہوں کہ میرے بعد ان کا کیا حال ہوگا؟

(صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 240۔ تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 162۔ صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 641، 637۔ مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 430، 432)

جبرئیل کی حاضری

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی علالت کے دنوں میں ایک رات جبرئیل امین حضور پُرنور، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا:

''اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تبارک تعالیٰ نے مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاز و اکرام کے لئے خاص طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا ہے کہ میں اس ذات کی طرف سے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر جانتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کروں کہ آپ اپنے آپ کو کیسا پاتے ہیں؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے جبرئیل علیہ السلام! میں اپنے آپ کو مغموم پاتا ہوں، اے جبرئیل میں اپنے آپ کو مصیبت زدہ پاتا ہوں۔'' (البدایہ والنہایہ جلد 5 صفحہ 276)

پھر دوسرے اور تیسرے دن بھی جبرئیل علیہ السلام نے آ کر اسی طرح پوچھا اور جواباً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی بات کہی جو پہلے دن کہی تھی۔ پھر تیسرے روز جبرئیل امین علیہ السلام ملک الموت کو ساتھ لے کر آئے اور کہنے لگے:

''یہ ملک الموت ہے جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اندر آنے کی اجازت طلب کرتا ہے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے قبل اس نے کسی آدمی سے اجازت طلب نہیں کی اور نہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد کسی آدمی سے اجازت طلب کرے گا۔

Marfat.com

حضور نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا اسے اندر آنے کی اجازت دے دو تو جبرئیل علیہ السلام نے اسے اجازت دے دی تو اس نے اندر آ کر آپ کو سلام کیا پھر کہنے لگا اے محمد (ﷺ)! مجھے اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ ﷺ کی طرف بھیجا ہے۔ اگر آپ ﷺ مجھے اپنی روح قبض کرنے کی اجازت دیں تو میں روح قبض کر لوں گا اور اگر آپ (ﷺ) مجھے اسے چھوڑ دینے کا حکم دیں تو میں اسے چھوڑ دوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ملک الموت کیا تو ایسا کرے گا؟ اس نے کہا ہاں مجھے یہی حکم دیا گیا ہے اور مجھے آپ (ﷺ) کی اطاعت کرنے کا حکم دیا گیا ہے (راوی بیان کرتے ہیں) رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف دیکھا تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا اے محمد (ﷺ)! اللہ تبارک تعالیٰ آپ (ﷺ) کی ملاقات کا مشتاق ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ملک الموت سے فرمایا آپ کو جو حکم دیا گیا ہے کر گزریئے تو اس نے آپ ﷺ کی روح قبض کر لی۔'' (تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 165، 166۔ البدایہ والنہایہ جلد 5 صفحہ 276، 277)

آخری پند و نصائح

قارئین کرام: اس آخری پند و نصائح وصیت و نصیحت کے بارے میں اکثر مؤرخین اور سیرت نگاروں نے لکھا ہے لیکن یہ واضح نہیں ہے کہ یہ کس دن فرمائے گئے۔ اللہ تبارک تعالیٰ تو قادرِ مطلق ہے اور وہ ہر کچھ ہر دم کر دینے پر قادر ہے جیسا کہ آج (12 ربیع الاوّل) نمازِ فجر پر کیا کہ حضور پُرنور ﷺ از خود دروازے تک آئے، پردہ سرکایا ہٹایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیدار کرایا اور تندرستی والا تبسم فرمایا۔ اس دن پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ کی طبیعت اتنی سنبھل گئی تھی کہ ایک مزاجِ اقدس پوچھنے والے کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اب بہت بہتر ہیں۔

میرے خیال میں یہ پند و نصائح 12 ربیع الاوّل وقتِ فجر کے بعد کے ہیں اور اس کے سننے والے بھی خاص خاص دس پندرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہوں گے جنہیں آپ ﷺ نے یاد فرمایا ہو گا کیونکہ حجرہ شریف میں اس تعداد سے زیادہ کی گنجائش نہ تھی اور وصیت و نصیحت تو ایک جیسی ہی ہوتی ہیں اور بار بار فرمائی جاتی ہیں۔ جیسا کہ حجۃ الوداع کے خطبات سے ظاہر ہے جو آپ پڑھ چکے ہیں۔ اپنے اس خیال کی وجہ سے میں اسے ظاہری حیاتِ طیبہ کے آخری دن کے آخری لمحات میں لکھ رہا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضور پُرنور رحمتِ دو عالم ﷺ کے مرض میں شدت ہو گئی تو حضورِ انور، سرورِ دو عالم ﷺ نے ہم سب کو اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر جمع فرمایا اور ہماری طرف الوداعی نظروں سے دیکھا یہاں تک کہ حضور سرکارِ دو عالم ﷺ کی چشمانِ مبارک اشک آلود ہو گئیں۔ پھر ہمیں ارشاد فرمایا کہ فراق کی گھڑی نزدیک آ گئی۔ پھر فرمایا:

''میں تمہیں مرحبا کہتا ہوں۔ اللہ تبارک تعالیٰ تمہیں تندرست و سلامت رکھے، تمہیں ہدایت عطا

Marfat.com

فرمائے، ہر قدم پر تمہاری مدد فرمائے، تمہیں نفع سے بہرہ ور کرے، تمہیں راہِ راست پر چلائے، اللہ تبارک و تعالیٰ تمہیں ہر شر اور ہر تکلیف سے بچائے، اللہ تبارک تعالیٰ ہمیشہ تمہاری مدد فرمائے، تمہارے نیک اعمال قبول فرمائے۔ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ تبارک تعالیٰ سے ڈرتے رہنا۔ میں اللہ تبارک تعالیٰ سے عرض کرتا ہوں کہ وہ تمہارا نگہبان ہو۔ میں تم پر اسے اپنا خلیفہ بناتا ہوں۔ میں تمہیں اللہ تبارک تعالیٰ سے کھلا ڈرانے والا ہوں۔ خبردار! اللہ تبارک تعالیٰ کے بندوں اور ان کے شہروں میں کبر وغرور نہ کرنا کیونکہ اللہ تبارک تعالیٰ نے مجھے بھی اور تمہیں بھی یہ فرمایا ہے کہ دارِ آخرت ہم ان لوگوں کو عطا کریں گے جو زمین میں تکبر نہیں کرتے اور فساد برپا نہیں کرتے اور نیک انجام پرہیز گاروں کے لئے ہے۔''

ہم نے عرض کی یارسول اللہ! حضور سرکارِ دو عالم ﷺ کا وصال کب ہوگا؟ فرمایا، مقررہ گھڑی بالکل قریب آرہی ہے۔ میں اللہ کی طرف لوٹ کر جانے والا ہوں اور سدرۃ المنتہیٰ میری منزل ہوگی۔

ہم نے عرض کی یارسول اللہ! حضور سرکارِ دو عالم ﷺ کو غسل کون دے گا، فرمایا، میرے اہلِ بیت میں سے جو مرد اور میرے قریبی رشتہ دار ہوں گے، ان کے ساتھ کثیر تعداد فرشتوں کی ہوگی جو تمہیں دیکھیں گے لیکن تم ان کو نہیں دیکھ سکو گے۔ پھر عرض کیا ہم حضور انور ﷺ کو کفن کن کپڑوں میں دیں گے؟

فرمایا، اگر تم چاہو جو لباس میں نے پہنا ہوا ہے، اس میں کفن دے دیں یا یمن کی چادروں میں یا مصر کے سفید کپڑوں میں۔

پھر عرض کی، یارسول اللہ! حضور سرکارِ دو عالم ﷺ کی نمازِ جنازہ کون پڑھائے گا؟

حضور نبی کریم ﷺ کی چشم مبارک میں آنسو چھلکنے لگے اور ہم پر بھی گریہ طاری ہو گیا۔ فرمایا، اللہ تبارک تعالیٰ تمہیں بخشے اور اپنے نبی کے ساتھ جو جانثارانہ اور مخلصانہ برتاؤ تم نے کیا ہے، اللہ تبارک تعالیٰ تمہیں اس کی جزائے خیر عطا فرمائے۔ جب تم مجھے غسل دے چکو اور خوشبو لگا کر کفن پہنا چکو تو میری قبر کے کنارے پر میری چارپائی رکھ دینا۔ پھر ایک ساعت کے لئے میرے پاس سے باہر چلے جانا۔ سب سے پہلے میرے دو دوست اور ہم نشین میری نمازِ جنازہ پڑھیں گے یعنی جبرئیل و میکائیل۔ اس کے بعد حضرت اسرافیل پھر ملک الموت ملائکہ کے لشکرِ جرار سمیت یہ سعادت حاصل کرے گا۔ ان کے بعد میرے اہلِ بیت کے مرد میری نمازِ جنازہ پڑھیں گے، پھر ان کی مستورات یہ سعادت حاصل کریں گی، پھر یکے بعد دیگرے فوج در فوج مجھ پر داخل ہونا اور نمازِ جنازہ پڑھنا۔ کوئی رونے والی، کوئی چلانے والی اور آہ و فغاں کرنے والی مجھے اذیت نہ پہنچائے۔ میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے جو آج یہاں موجود نہیں، انہیں میرا اسلام پہنچانا اور میں تمہیں اس بات کا گواہ بناتا ہوں کہ میں ہر اس شخص کو سلام دے رہا ہوں جو اسلام میں داخل ہوا، جس نے میرے دین میں میری

Marfat.com

پیروی کی' آج سے روزِ قیامت تک۔

پھر عرض کی گئی' یارسول اللہ! مرقد انور میں حضور کو کون داخل کرے گا؟

فرمایا' میرے اہلِ بیت کے مرد' جتنا کوئی میرے قریب ہو' ان کے ہمراہ ان گنت فرشتے ہوں گے جو تمہیں تو دیکھ رہے ہوں گے لیکن تم انہیں نہیں دیکھ سکو گے۔''

(السیرۃ النبویہ ابنِ کثیر جلد 4 صفحہ 503 تا 505۔ دلائل النبوۃ جلد 7 صفحہ 231' 232)

آخری لمحات میں اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے آقا کا دستِ مبارک پکڑا ہوا تھا اور حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر پھیر رہی تھیں اور یہ جملے دہرا رہی تھیں جو حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم بیماری کے اوقات میں اکثر دہرایا کرتے تھے:

''اے سب لوگوں کے پروردگار اس تکلیف کو دور فرما دے۔ اے شفا دینے والے مجھے شفا دیدے۔ تیری شفا کے بغیر کوئی شفا نہیں ایسی شفا جو بیماری کو نیست و نابود کر دیتی ہے۔''

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضورِ انور' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اچانک دستِ مبارک میرے ہاتھ سے کھینچ لیا پھر زبان اقدس سے کہا:

''اے میرے پروردگار مجھے بخش دے اور مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دے۔''

صاحبِ مواہب اللدنیہ یہاں رقمطراز ہیں:

''کہ جب انوارِ الٰہی اور تجلیاتِ ربانی کا ظہور ہوا تو عالمِ محسوسات کے ساتھ حضور پُرنور' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق ضعیف ہونے لگا اور حضورِ انور' سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال و درجات میں مزید ترقی رفعت اور علو ہونے لگا۔

جب حضور پُرنور' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نچلے درجے سے ارفع و اعلیٰ درجہ کی طرف عروج فرماتے تھے تو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلا مقام ناقص نظر آتا تھا۔ حضور پُرنور' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ''محبت کے مرکب'' پر سوار ہو کر قرب کی یہ منزلیں طے فرماتے رہے اور محبت سے بہتر اور کوئی مرکب نہیں ہے۔ یہ مرحلے' یہ مقامات اور یہ احوال صرف ''محبت کے مرکب'' پر سوار ہو کر ہی طے کیے جا سکتے ہیں اور اللہ تبارک تعالیٰ کی بارگاہِ عظمت کا یہ سفر صرف اسی سواری کے ذریعے طے ہوتا ہے۔

جب اللہ تبارک تعالیٰ کے انوار و تجلیات کا ظہور زیادہ ہونے لگا تو عالمِ محسوسات کے ساتھ تعلق میں ضعف پیدا ہوتا گیا۔ حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حال گزشتہ احوال سے اعلیٰ و ارفع ہوتا تھا اسی لیے تاجدارِ کائنات' سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشادِ گرامی مروی ہے۔

''ہر وہ دن جس میں اللہ تبارک تعالیٰ کے قرب میں اضافہ نصیب نہ ہو اس سورج کے طلوع

Marfat.com

ہونے میں میرے لیے کوئی برکت نہیں۔''

قارئین کرام! یہاں چند چھوٹی چھوٹی باتوں کو' واقعات کو دوہرایا جا رہا ہے یعنی کہ یہ اس سے پہلے بھی بیان کر دیئے گئے ہیں اور اب پھر انہیں بیان کیا جا رہا ہے۔ میرے ایسا کرنے سے' لکھنے سے آپ کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں' بدظن نہ ہوں اور خدارا اس کو وجہ اختلاف و تنازع نہ بنائیں۔

مثلاً

1- حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا آنا اور اپنے والدِ محترم سے چمٹ جانا۔

2- صحابہ کرامؓ کو وصیت و نصیحت کرنا۔

3- مسواک کرنا وغیرہم۔

ان مخصوص حالات میں حضرت فاطمہؓ نہ جانے چوبیس گھنٹوں میں آپ ﷺ کے پاس کتنی بار آتی جاتی ہوں گی؟ اس لیے دوبار کے تذکرہ سے خائف نہ ہوں' برا نہ منائیں۔

صفائی نصف ایمان ہے۔ (حدیث مبارک) مسواک کرنا بھی صحت و صفائی میں آتا ہے اور سمجھ دار لوگوں کا یہ روزمرہ کا معمول ہے۔

میں نے مسواک کرنے کے ذکر کو پہلے ذکر کی طرح بیان کرنا اس لیے ضروری سمجھا کہ آپ ﷺ تک مسواک کسی نہ کسی کی معرفت پہنچی ہوگی اور آپ ﷺ نے اسے اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی مدد سے استعمال کیا ہوگا۔

عزیز و اقارب' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا حاضرِ خدمتِ اقدس ہونا اور آپ ﷺ کا انہیں وصیت و نصیحت کرنا' اس کی تو تندرستی کے وقت بھی کوئی حد نہ تھی اور اب بوقتِ وصال تو اس میں اضافہ ہی ہوا ہوگا۔ اس لیے کچھ اہم واقعات کے دوبارہ ذکر کو غیر ضروری اور برا نہ سمجھیں بلکہ ان سے مزید علم' ہدایت و رہنمائی حاصل کریں۔

سوموار' 12 ربیع الاوّل کی نمازِ فجر کے متعلق صحاح کی روایتوں میں صرف اس قدر ہے کہ آپ ﷺ مسکرائے اور اشارہ سے ٹھہرنے کو (نماز جاری رکھنے) کہا پھر حجرہ کا پردہ گر گیا۔ اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ مسجد میں تشریف نہیں لائے لیکن مسند احمد وغیرہ میں آپ کا برآمد ہونا' نماز پڑھنا اور خطبہ دینا' بہ تصریح خود حضرت انسؓ سے مروی ہے۔ اسی لیے ہم نے یہ تمام روایتیں لے لی ہیں۔ دونوں میں کوئی مخالفت نہیں ہے۔ صحاح میں صرف ایک حصہ مروی ہے اور طبقات ابنِ سعد' مسند انس' مسند احمد وغیرہم میں پورا واقعہ درج ہے۔

طبقات ابنِ سعد' مسند انس' مسند احمد' طبرانی فی الاوسط' ابنِ ہشام کے مطابق نماز کے بعد آپ ﷺ نے

Marfat.com

مسلمانوں کو مخاطب کیا' اور اس قدر بلند آہنگی سے خطبہ دیا کہ آواز مسجد کے دروازہ سے باہر نکل گئی فرمایا:

''مبشراتِ نبوت میں سے بجز رؤیائے صادقہ (سچے خواب) کے کچھ باقی نہیں رہا جنہیں مسلمان سوتے میں دیکھے۔ سنو! مجھے رکوع و سجود میں قرآن پڑھنے سے منع کر دیا گیا ہے' رکوع میں ربّ کی عظمت ظاہر کرو اور سجود میں خوب گڑگڑا کر دعا مانگو' کیونکہ اس حال میں دعا قبول ہونے کی زیادہ امید ہے۔

لوگو! دوزخ بھڑکا دی گئی' فتنے تاریک رات کے ٹکڑوں کی طرح آ پہنچے' واللہ تم مجھے کوئی الزام نہیں دے سکتے' میں نے وہی چیز حلال کی ہے' جو قرآن نے حلال ٹھہرائی ہے' اور اسی کو حرام بتایا ہے جو قرآن میں حرام ہے۔

اے خاندانِ عبد مناف! میں خدا کے مقابلہ میں تمہارے کچھ کام نہ آؤں گا۔ اے عباس! عبدالمطلب کے بیٹے! میں خدا کے مقابلہ میں تیرے ذرا بھی کام نہ آؤں گا۔ اے صفیہ! عبدالمطلب کی بیٹی اور رسول اللہ کی پھوپھی! اے فاطمہ! محمد ﷺ کی بیٹی! ثواب خداوندی کے لئے عمل کرو' میں خدا کے مقابلے میں تمہارے کچھ بھی کام نہ آؤں گا' خود مجھ سے جو چاہو' مانگ لو۔''

پھر فرمایا ''اے لوگو! تم میں سے جس کسی کو میرے بعد کوئی مصیبت پیش آئے' اسے میری موت یاد کر کے دل کو تسکین دے لینا چاہیے' کیونکہ میری امت میں کسی کو بھی اتنی بڑی مصیبت لاحق نہیں ہو سکتی' جتنی میری وفات سے لاحق ہوگی۔''

آج حضور پُرنور' نبی کریم ﷺ کو روبہ صحت دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت خوش تھے اور یقین کرتے تھے کہ بفضلِ خدا خطرہ دور ہو گیا اور آپ تندرست ہو جائیں گے' حتیٰ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی یہی سمجھے اور عرض کرنے لگے ''اے نبی اللہ! میں دیکھتا ہوں کہ اللہ کے فضل و احسان سے آپ ایسی حالت میں ہو گئے ہیں جیسی ہم سب کو پسند ہے' آج بنتِ خارجہ (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی تھیں جو مدینہ سے قریب سخ نام مقام میں رہتی تھیں) کا دن ہے۔ کیا میں اس کے ہاں چلا جاؤں؟''

فرمایا ''ہاں جاؤ۔'' پھر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو آواز دی' پشت مبارک ان کے سینہ سے لگا دی اور فرمایا ''مجھے اٹھا دے۔''

مسجد سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں واپس آئے اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''اپنی فوج لے کر خدا کی برکت کے ساتھ روانہ ہو جا۔''

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ رخصت ہوئے تو آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سینہ سے ٹیک لگا کے بیٹھ گئے اور طبیعت پھر ناساز ہونے لگی۔ اس مرتبہ مرض کا حملہ بڑا ہی سخت تھا۔ حتیٰ کہ ایک پاؤں پھیلاتے تھے اور دوسرا سمیٹتے تھے۔

Marfat.com

اس دوران حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا آ گئیں۔ وہ پیغمبر اول و آخر و اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک سے چمٹ گئیں اور رونے لگیں اور کہا:

''آہ! میرے ابا جان کی تکلیف! آہ! میرے ابا جان کی تکلیف!''

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...... ''آج کے بعد تیرے باپ پر کوئی بھی تکلیف باقی نہ رہے گی۔ تیرے باپ کو اب وہ منزل درپیش ہے' جس سے خدا کسی کو بھی چھوڑنے والا نہیں' قیامت کے دن ملاقات ہو گی۔

بیٹی! رو نہیں' جب میں تم سے رخصت ہو جاؤں تو کہنا ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔'' کیونکہ اس میں آدمی کے لئے ہر مصیبت کی تسلی موجود ہے۔''

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا ''کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی' یارسول اللہ؟''

فرمایا...... ''ہاں! میری بھی۔''

جسمانی طہارت خصوصاً مسواک کا زندگی بھر جو اہتمام تھا' معلوم ہے۔ آخری لمحوں میں بھی مسواک سے غافل نہیں رہے تا کہ اپنے پروردگار کے حضور' حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم باوجود طاہر و مطہر ہونے کے پاک دہن پہنچیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اس اثنا (زندگی مبارکہ کے آخری لمحات) میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ حجرے میں داخل ہوئے' وہ ہاتھ میں تازہ سبز مسواک لیے ہوئے تھے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک پر ٹکٹکی باندھ دی' میں سمجھ گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے چاہتے ہیں میں نے کہا ''کیا آپ یہ مسواک لیں گے؟''

آپ نے اشارہ سے جواب دیا...... ''ہاں''

میں نے مسواک عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے لے لی' توڑی' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دے دی لیکن ضعف کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے چبا نہ سکے۔ میں نے عرض کی' کیا نرم کر دوں؟ آپ نے اشارہ سے فرمایا ''ہاں'' میں نے اپنے منہ میں لے کر چبائی' جب نرم ہو گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دے دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اتنے اہتمام سے استعمال کرنا شروع کیا' کہ میں نے اتنے اہتمام سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی مسواک کرتے نہیں دیکھا تھا۔ پاس ہی پانی سے لبریز پیالہ رکھا تھا' آپ بار بار اس میں ہاتھ ڈالتے تھے چہرۂ مبارک تر کرتے تھے' اور فرماتے تھے:...... ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَکَرَاتٍ ۔''

ذرا دیر بعد مسواک انگلیوں میں بھاری ہو گئی' مجھے دینے لگے تو چھوٹ کر گر گئی اور میں نے محسوس کیا کہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی میری گود میں بھاری ہو رہے ہیں' آپ کی انگلی چھت کی طرف اٹھی ہوئی ہے اور فرما رہے ہیں:

فی الرفیق الاعلیٰ' فی الرفیق الاعلیٰ' فی الرفیق الاعلیٰ' بل اللھم الحقنی بالرفیق الاعلیٰ من الجنۃ۔

Marfat.com

میں سینۂ مبارک پر ہاتھ پھیرنے اور تندرستی کے لئے دعا کرنے لگی' جب ذرا افاقہ ہوا تو فرمانے لگے:

اسل اللہ الرفیق الاعلیٰ الاسعد مع جبریل و میکائیل و اسرافیل۔ اللھم اغفرلی وارحمنی و الحقنی بالرفیق الاعلیٰ۔

پھر گردن جھک گئی اور میں سمجھی کہ فوت ہو گئے' اور لگی کہنے:

''آپ کو انتخاب کا اختیار دیا گیا اور قسم ہے اس کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا' آپ نے انتخاب کر لیا!''

یہ میں نے اس لیے کہا کہ خود آپ ﷺ تندرستی کی حالت میں فرمایا کرتے تھے' کوئی نبی نہیں مرتا جب تک کہ اسے جنت میں اس کا ٹھکانا دکھا کر دنیا میں رہنے یا آخرت قبول کرنے کا اختیار نہ دے دیا جاتا ہو۔ مجھے یہ بات یاد تھی' اسی لیے میں نے یہ لفظ کہے تھے۔ لیکن چند لمحوں بعد آپ ﷺ نے پھر جنبش کی' آنکھیں کھول دیں۔ اس کے کچھ ہی دیر بعد پھر سر مبارک جو میرے شانہ پر رکھا تھا' اچانک جھک گیا' میں سمجھی کہ آپ ﷺ میرا سر چھونا چاہتے ہیں۔ میں فوراً جھکی' نظریں نیچی کر کے چہرۂ مبارک دیکھا اور غور سے سنا کہ آپ ﷺ بہت ہی آہستہ آہستہ فرما رہے ہیں:

''اللھم اغفرلی وارحمنی و الحقنی بالرفیق الاعلیٰ۔''

عین اسی وقت دہنِ مبارک سے ایک نورانی مادہ اچھل کر نکلا' اور میرے گلے میں کوڑی کی جگہ پر جا کر ٹھہرا۔ یہ اس قدر سرد تھا کہ میرا تمام بدن لرز اٹھا اور ایک ایسی خوشبو پھیلی جیسی میں نے کبھی پہلے نہ سونگھی تھی۔ میں سمجھی کہ آپ ﷺ بے ہوش ہو گئے ہیں' چنانچہ منہ پر کپڑا ڈال دیا۔ حالانکہ اس مرتبہ آپ ﷺ وصال فرما چکے تھے مگر مجھے خبر تک نہ ہوئی۔''

آفاقی خوشبو کے بارے میں ایک روایت یوں ہے۔

''ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں' جس وقت حضور پُرنور رحمتِ دوعالم ﷺ کی روح مبارک جسم اطہر سے نکل کر سوئے رفیق اعلیٰ روانہ ہوئی تو میں نے ایسی خوشبو سونگھی جو میں نے آج تک کبھی نہیں سونگھی تھی۔''

ام المؤمنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضورِ انور ﷺ کے سینہ مبارک پر اس روز اپنا ہاتھ رکھا۔ کئی ہفتوں تک میرے ہاتھ سے ایک خاص خوشبو آتی رہی' کئی ہفتے مجھے نہ بھوک لگی نہ کھانا کھایا اور نہ وضو کی ضرورت محسوس ہوئی۔

اللہ! اللہ! کیا خوف خدا اور استقلال تھا۔ نہ مرض کی سختیوں اور موت کی ہولناکیوں سے خائف ہوئے' نہ

Marfat.com

کوئی حرف شکایت زبان پر آیا! کیا محبت الٰہی تھی کہ دوا کیا' دعا سے بھی منع فرما دیا' کہ اب جوار حبیب میں جلد پہنچ جانے دو۔ درمیان میں کوئی روک بھی پیدا نہ کرو! کیا عبدیت تھی کہ باوجود معصوم و پاک ہونے کے پروردگار کے حضور گرے پڑتے تھے اور گڑگڑاتے جاتے تھے کہ "اللھم اغفرلی!" (خدایا! مجھے بخش دے)

آہ! یہ حال اللہ کے رسول کا تھا کہ نزع کی حالت میں بھی مغفرت کے لئے بے قرار تھے اور ایک ہم ہیں کہ گناہوں پر جری اور استغفار سے قطعی غافل ہیں: "اے اللہ ہمیں بھی گناہوں سے بچنے اور توبہ و استغفار کی توفیق دے اور اپنے حبیب کے صدقے اپنے حبیب کی گنہگار امت پر رحم فرمانا۔ آمین"

یومِ وصال

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اے مسلمانو! تمہارے نبی کریم' رؤف و رحیم' رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش بھی سوموار کے دن ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت بھی سوموار کو ہوئی' مکہ مکرمہ سے ہجرت بھی سوموار کے دن ہوئی۔ مکہ مکرمہ کی فتح بھی سوموار کے دن ہوئی اور سورۂ مائدہ کی یہ آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ بھی سوموار کو نازل ہوئی اور حضور پُر نور' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی مبارک دن رفیق اعلیٰ کی طرف رحلت فرمائی۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس روز انتقال کیا۔ فرمایا' سوموار کے دن۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا' مجھے بھی امید ہے کہ میں اسی روز وفات پاؤں گا۔ چنانچہ آپ نے سوموار کے روز ہی داعی اجل کو لبیک کہی۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ کی آیت کے نزول میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا قول یہ ہے کہ یہ آیت جمعہ کے روز نازل ہوئی۔ محمد ابنِ اسحاق رحمتہ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہِ ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو اس عالم فانی سے عالم بقاء کی طرف رحلت فرمائی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضورِ انور' نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک وصال کے وقت تریسٹھ (63) سال تھی۔ (حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے بھی تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ پیغمبر اول و آخر و اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت کے بعد تیرہ (13) سال مکہ مکرمہ میں اور دس (10) سال مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا اور تریسٹھ (63) سال کی عمر میں وفات پائی۔ یہی زیادہ صحیح' اوثق اور اکثر راویوں کی روایت ہے۔

وفات کے وقت آپ کھردری اور موٹی اونی چادر اوڑھے اور موٹی تہہ بند باندھے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ دونوں کپڑے مجھے نکال کر دکھائے اور کہا کہ حضور پُر نور' نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم انہی میں فوت ہوئے تھے۔

Marfat.com

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا ''وفات کے وقت آپ کی جسمانی حالت کیسی تھی؟'' کہا ''نہایت تروتازہ، خوبصورت، وجیہہ، تندرست، سر اور ریش مبارک میں سفیدی تک نہیں دوڑی تھی۔ داڑھی کے آگے صرف تین بال سفید ہوئے تھے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال 63 سال کی عمر میں ہوا اور عمر اگرچہ پختہ تھی مگر دماغی و جسمانی صحت مجموعی طور پر قابل اطمینان ہی نہیں بلکہ قابل رشک تھی۔ پیری اور اس کی کمزوریاں ابھی تک نمودار نہ ہو سکی تھیں۔

توکل اور وراثت

وفات کے وقت پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضورِ انور، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت محض ایک دینی پیشوا کی نہ تھی، بلکہ دنیاوی بول چال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پورے عرب کے بالکل خود مختار اور مطلق العنان بادشاہ تھے۔ یمن، حجاز، حضر موت، نجد، عسیر و تہامہ، مسقط، عمان، قطیف وغیرہ تمام علاقوں پر سربلند علم محمدی بے روک ٹوک لہرا رہا تھا، لوگ خیال کرتے ہوں گے کہ اس شہنشاہ عرب نے مرتے وقت ضرور ایک بڑا خزانہ چھوڑا ہوگا، خدام و چشم ہوں گے، اونٹ گھوڑے ہوں گے، توشے خانے ہوں گے، جواہرات سے بھرے صندوق ہوں گے، سونے چاندی سے لبریز تہہ خانے ہوں گے۔

آہ! نہیں وہاں اس طرح کی کوئی چیز بھی نہ تھی۔ اس کے شاہی خزانہ میں نہ کوئی دینار تھا، نہ درہم۔ اس کے اصطبل میں نہ کوئی اونٹ تھا، نہ بکری، نہ گھوڑا۔ اس کے پیشِ خدمتوں میں نہ کوئی غلام تھا، نہ کنیز! اس اللہ والے سلطان سرکارِ دو عالم، تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی چیز بھی موجود نہ تھی۔ صرف سواری کا ایک خچر تھا اور روزمرہ استعمال کے چند آہنی ہتھیار، اور ان میں سے بھی زرہ، چند سیر جو پر ایک یہودی کے پاس گروی پڑی تھی۔ یہ قرض اس تاجدارِ کائنات، شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں کی شکم پری کے لئے لیا تھا۔

ہاں چند بیگھہ زمین بھی تھی، مگر نہ تو زندگی میں اس نے کبھی اسے اپنا سمجھا اور نہ مرتے وقت اپنے ورثاء میں تقسیم کرنے کے لئے چھوڑ گیا۔ زندگی میں بھی وہ مسلمانوں کے لیے وقف تھی اور مرتے وقت بھی اسے مسافروں پر صدقہ کر گیا۔ یہی نہیں، بلکہ اپنے وارثوں کو یہ اعلان کر کے صاف لفظوں میں محروم کر گیا کہ:

''جس گروہ سے ہم ہیں (یعنی انبیاء کے گروہ سے) اس کے ہاں وراثت نہیں ہوتی۔''

پچھلے صفحوں میں پڑھ چکے ہیں کہ چند دینار جو اتفاقیہ گھر میں رہ گئے تھے انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس نفرت کی نگاہ سے دیکھا اور ان کی موجودگی سے کس قدر پریشان ہو گئے تھے۔ یہی نہیں بلکہ فوری حکم فرمایا کہ سات، آٹھ دینار جو حجرہ، کٹیا میں موجود پا گئے ہیں ان کو فوری طور پر غرباء میں بانٹ دیں۔

(السیرۃ النبویہ ابنِ کثیر جلد 4 صفحہ 448، 449، 472، 505، 507۔ مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 409، 430 تا 432۔ زُرقانی جلد 3 صفحہ 107 تا 112۔ تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 165، 166۔ دلائل النبوۃ جلد 7 صفحہ 231)

Marfat.com

وصال کے بعد

پیغمبرِ اول و آخر و اعظم‘ حضورِ انور‘ نبی کریم‘ رؤف و رحیم ﷺ کا پردہ فرما جانا بالعموم ساری اُمتِ مسلمہ کے لئے ایک بہت بڑا صدمہ تھا اور بالخصوص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے تو یہ روح فرسا صدمہ تھا کہ جس نے بڑے بڑوں کے ہوش اڑا دیئے اور وقتی طور پر انہیں حواس باختہ کر دیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ ہوش اڑ جانا‘ حواس باختہ ہو جانا‘ ان کی پرخلوص گہری محبت عقیدت و احترام و عشق کے سبب تھا۔ انہوں نے اپنی جانوں سے زیادہ عزیز حضور پُرنور‘ نبی کریم ﷺ کو رکھا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ ادب و احترام عقیدت و محبت آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے ہر پہلو سے تھا جو ہمہ جہت تھا اور مکمل و کامل تھا ان کا یہ عشق خامی نہیں تھا بلکہ پختہ اور حقیقی تھا۔ ان کا جذبہ عشق‘ عقیدت و محبت پرخلوص تھا‘ بے لوث تھا اور سچا تھا اسی لیے اس روح فرسا صدمہ کا اثر اکثریت پر یہ ہوا کہ جیسے ان کے اپنے جسم سے روح پرواز کر گئی ہو۔ دراصل وہ تمام تو پیغمبرِ اول و آخر و اعظم ﷺ کو اپنی اپنی روحوں میں سما چکے تھے۔ جب یہ کامل و افضل ترین پاکیزہ روح وصالِ ربِ للعالمین کے لئے پرواز کر گئی تو وقتی طور پر وہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روحوں کو بھی ساتھ لے گئی‘ انہیں اسی انداز میں متاثر کر گئی۔

حضورِ انور‘ نبی کریم ﷺ کے پردہ فرما جانے پر‘ وصال پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہوش اڑ جانا‘ حواس باختہ ہو جانا۔ یہ تو ان کی بے لوث پرخلوص محبت‘ عقیدت و احترام و عشق کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ والہانہ محبت و عقیدت و عشق میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ ایسا ہونا تو محبوب کے طالبوں کی‘ عشاق کی خوبی ہے۔ اور ایسا ہونا ان کے لئے بہت بڑا اعزاز ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تو حیاتِ طیبہ میں بھی یہ حال تھا کہ اپنے محبوب اللہ تبارک تعالیٰ کے پیارے رسول ﷺ کے پردہ فرما جانے کے بارے میں عقیدت و محبت‘ عظمت و رفعت و احترام و برگزیدگی کے مارے سوچتے ہی نہیں تھے۔ گزشتہ صفحات میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ انہیں یہ خیال ہی نہ آتا تھا کہ ان کے محبوب رسول اللہ ﷺ بھی پردہ فرما جائیں گے۔ ان کی عقیدت و محبت اور سچے عشق کا تو یہ حال تھا کہ حضور پُرنور‘ نبی کریم‘ رؤف و رحیم ﷺ باحیات لیکن علالت کی وجہ سے نماز کے لئے مسجد میں تشریف نہ لا سکے جب امامت کرانے والے حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مصلّٰی آپ ﷺ کے بغیر دیکھا تو گریہ زاری شروع ہو گئی اور نماز کے دوران تو وہ بالکل ضبط نہ کر سکے اور سسکیوں سے رونا عیاں ہو گیا اور پھر تمام نمازی بھی رونے لگ گئے۔ اسے بھی آپ گزشتہ اوراق میں پڑھ آئے ہیں۔ رونا ان ہی کو آتا ہے جن کے دل پر چوٹ پڑتی جنہیں محبت عقیدت و عشق ہوتا ہے‘ سچا پیار اور لگاؤ ہوتا ہے۔ جن کے دل حُبِ رسول اور نورِ ایمان سے لبریز ہوں اور آپ کو تجربے سے پتہ ہے کہ چھلکتے وہی ہیں جو پُر ہوں جو لبریز ہوں۔ جو خالی ہوں انہیں الٹا بھی دیں تو ان سے کیا نکلے گا؟

Marfat.com

پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، ہادیٔ انس و جاں، رہبرِ کائنات، رسولِ بحر و بر، سید المرسلین، خاتم النبیین، رحمت للعالمین، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ کا انتقال کوئی معمولی واقعہ نہ تھا۔ یہ ایک ایسی ہستی کا فراق تھا جو اللہ تبارک تعالیٰ کا رہتی دنیا تک کے لئے آخری پیغمبر، اللہ تبارک تعالیٰ کے حبیب خاص، امام الانبیاء، اشرف الانبیاء، رحمت للعالمین، رؤف و رحیم اور انسان کامل تھا، جس نے ہر ایک پر شفقت فرمائی اور اللہ تبارک تعالیٰ کی وحدانیت و خدائی سے تمام مخلوقات کو خاص طور پر ذی شعور مخلوق انس و جاں کو آشنا کیا اور خود اللہ تبارک تعالیٰ کی پہچان بنے۔

پیروکاروں (مسلمانوں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کی یہ حالت تھی کہ اس کے نام پر قربان ہوتے تھے۔ اس کی خوشنودی کو سب سے بڑی سعادت سمجھتے تھے۔ اس کے کترے ہوئے بال تک احترام و شوق سے بانٹ لیتے تھے۔ اس کے وضو کا پانی بھی زمین پر گرنے نہ پاتا تھا اس کی ایک ایک بوند تبرک سمجھی جاتی اور آنکھوں سے لگائی جاتی تھی۔ اس کا پسینہ عطر سے زیادہ اچھا سمجھا جاتا تھا اور خوشبو کو مزید بہتر بنانے کے لئے خوشبو کی شیشی میں ڈالا جاتا تھا۔ دنیاوی اعتبار سے ہر بڑے آدمی کی موت پر تہلکہ مچ جاتا۔ پھر پیغمبرِ اول و آخر و اعظم سید المرسلین خاتم النبیین اصل الموجودات، فخر اولادِ آدم، حاصل کائنات ہادیٔ انس و جاں، رہبرِ کائنات، رسولِ بحر و بر، صادق و امین یتیموں، مسکینوں کے مولا، رحمت للعالمین حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ جو ہر لحاظ سے کائنات ربّ للعالمین میں افضل و برتر تھے اور ہیں۔ ان کی وفات پر یہ جو کچھ ہوا، کم تھا۔

اگرچہ پیغمبرِ اول و آخر و اعظم ﷺ نے مہینوں پہلے بار بار اس ہونے والے حادثہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آگاہ کیا مگر فرط جوشِ محبت و عقیدت میں ان کے دل اس حادثہ جانکاہ کا تصور بھی کرنا نہیں چاہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہ پیش آیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایک سخت دماغی، انتشار اور عدم توازن پیدا ہو گیا۔

صدمہ کی شدت

ظاہر ہے کہ یہ صدمہ آلِ رسول صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے زندگی بھر کا صدمہ تھا جس نے انہیں آخری دم تک نہیں چھوڑا ہو گا اور آلِ رسول میں سے تو کئی ایک اس صدمہ کے باعث بہت جلد آپ ﷺ سے خلد بریں میں جا ملے۔

یہاں اس صدمے کی شدت ظاہر کرنے سے میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ فلاں صحابی نے اپنے غم کا اظہار کیسے کیا، کن کن الفاظ میں کیا اور فلاں صحابی نے کیا کیا مرثیے کہے، بلکہ یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ

1- اس روح فرسا سانحہ کی اطلاع آناً فاناً دور و نزدیک ہر جگہ پہنچ گئی۔ ہر شخص غم و اندوہ کے باعث حیران و سراسیمہ تھا۔ صحابہ کرام بیان کیا کرتے تھے کہ یہ دن مدینہ کی تاریخ کا تاریک ترین دن تھا، جس طرح حضور ہجرت کر کے جب مدینہ طیبہ تشریف فرما ہوئے تھے وہ دن مدینہ کی تاریخ کا روشن ترین دن تھا۔

Marfat.com

ہر شخص اپنی اپنی قربت چاہت محبت وحیثیت کے مطابق رنج وغم سے نڈھال تھا۔

پیغمبرِ اول وآخر واعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف ورحیم ﷺ کی وفاتِ حسرت آیات کے صدمہ نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا، سارے حیران وششدر ہو کر رہ گئے تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ ان کی عقلیں سلب ہوگئی ہیں اور حواس ناکارہ ہو گئے ہیں۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے تھے کہ شدتِ غم سے ان کی قوت گویائی سلب ہوگئی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی انہی لوگوں میں سے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گزر وہاں سے ہوا جہاں یہ بیٹھے تھے۔ انہوں نے سلام کہا، آپ نے سنا بھی لیکن زبان میں یارائے تکلم نہ تھا۔ بعض کے اعصاب ناکارہ ہو کر رہ گئے، ان کے بدن میں جنبش کی طاقت نہ رہی، چنانچہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بھی یہی کیفیت تھی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی کیفیت تو سب سے جدا تھی۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تو یہ دعا مانگنا شروع کر دی، یا اللہ! ہماری آنکھوں کی بینائی سلب کر لے تاکہ جن آنکھوں نے تیرے حبیب کریم، رؤف ورحیم ﷺ کے روئے زیبا کو دیکھنے کا شرف حاصل کیا وہ کسی اور چہرہ کو نہ دیکھیں۔"

2- اس سے یہ بتانا بھی مقصود ہے کہ وصال کے بعد خاص طور پر مدینہ طیبہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجموعی و انفرادی ذہنی کیفیت کیا تھی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس غم کو لیے ہوئے کہاں کہاں بیٹھے تھے۔ اپنے گھروں کے علاوہ اگر کچھ صحابہ کرام اکٹھے تھے تو وہ کہاں کہاں تھے۔ اس کا ذکر اگلے صفحات میں ہو رہا ہے کیونکہ اس طرح سے اب آنے والے مسائل کو اچھی طرح اور صحیح طور سے سمجھا جا سکے گا اور اس کا بیان کرنا اس لیے بھی ضروری ہے۔

3- کہ اسی دن خلافت کا معاملہ چھڑ گیا۔ اگر خلافت کے معاملے کو یک طرفہ چلنے دیتے اور اسی دن باہمی افہام وتفہیم سے اسے حل نہ کرتے تو دوسرے دن تو اُمتِ مسلمہ کی وحدت وطاقت پارہ پارہ ہو جاتی۔

4- اور ہر صحابہ کبار رضی اللہ عنہم نے بحالتِ مجبوری ادھر کا رخ کیا جہاں کچھ لوگ خلافت کا معاملہ چھیڑے بیٹھے تھے۔ صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کو یہ پتہ تھا کہ اگر یہ معاملہ اس وقت حل نہ کیا گیا تو یہ دوسرے دن کے ہونے تک ایک بہت بڑا فتنہ بن جائے گا اور آپ ﷺ کی محنت پر پانی پھیر دے گا۔ مسلمان ایک دم پستی میں چلے جائیں گے اور محکوم ان کے حاکم بن جائیں گے۔

اس ہوش اڑا دینے والے دن بھی، حواس باختہ کر دینے والے ماحول میں بھی وہ اپنی ذمہ داریوں سے غافل نہ تھے۔ بحالت مجبوری انہوں نے اطلاع ملتے ہی مسجدِ نبوی، حجرۂ مبارک کو چھوڑا اور اُمتِ مسلمہ کی بھلائی کے لئے قدم بڑھائے اور اُمتِ مسلمہ کو ایک بہت بڑے فتنہ سے بچا لیا۔ ان کرم فرماؤں کا اُمتِ مسلمہ پر رہتی دنیا تک کے لئے احسان ہے کہ انہوں نے دین وملت میں خرابیاں پیدا ہونے ہی نہ دیں اور ہر طرح سے اُسوۂ حسنہ کا بہترین اتباع پیش کیا۔

Marfat.com

اس روح فرسا صدمہ کے بارے میں اس سے آگے میں کیا لکھوں کہ یہ صدمہ تو اُمتِ محمدیہ کا رہتی دنیا تک سب سے بڑا صدمہ ہے۔ اس دور میں بھی احترام وعزت کرنے والوں کی عقیدت ومحبت رکھنے والوں کی کبھی کبھی آنکھیں چھلک پڑتی ہیں اور کچھ دیر کے لئے وہ بھی اپنے ماحول سے گم ہوجاتے ہیں۔

جب اس دور کے مسلمان بھی اس جان لیوا صدمہ کو اس قدر محسوس کرتے ہیں تو آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ ان لوگوں پر اس روح فرسا صدمے کا کتنا زیادہ گہرا اور دیرپا اثر ہوا ہوگا جنہوں نے حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی دید کی ساتھ رہے اتباع اطاعت وفرمانبرداری کی اور تعلیم وتربیت حاصل کی۔

اب اس روح فرسا جان لیوا صدمہ کی شدت نوعیت اور اس کے گہرے دیرپا اثرات کو واضح کرنے کے لئے صرف چند مثالیں پیشِ خدمت ہیں۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

حضرت سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا جب اس حادثہ فاجعہ سے آگاہ ہوئیں تو بے ساختہ آپ کی زبانِ پاک سے یہ کلمات نکلے جو آپ کے رنج وغم کی شدت کی عکاسی کررہے تھے:

"اے میرے پیارے ابا جان! آپ نے اپنے ربّ کی دعوت کو قبول کرلیا۔

اے ابا جان! آپ جنت الفردوس میں تشریف فرما ہوگئے۔

اے ابا جان! آپ کی وفاتِ حسرت آیات کی خبر جبرئیل کو کون پہنچائے گا۔

حضور کے بعد کس پر وحی اترے گی۔ اب جبرئیل کس کے پاس آئے گا۔

اے پروردگار! فاطمہ کی روح کو اپنے حبیب کی روح کے پاس پہنچادے۔

اے خداوند عالم! مجھے اپنے پیارے رسول کا ہم نشین بنادے۔

اے میرے رب! مجھے اپنے حبیب کی جدائی کے غم کے ثواب سے محروم نہ فرمانا مجھے روزِ محشر اپنے محبوب کی شفاعت سے محروم نہ کرنا۔"

مروی ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے وصال پرملال کے بعد کسی نے حضرت سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا کو ہنستے نہیں دیکھا اور وہ بہت جلد عالم بقاء کو سدھار گئیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے محبوب کریم ﷺ کے اس اچانک فراق پر اپنے رنج والم اور اپنی عقیدت ومحبت کا یوں اظہار کررہی تھیں:

"صد حیف! وہ نبی جس نے فقر کو غناء پر درویشی کو تونگری پر اختیار کیا۔

صد حیف! وہ دین پرور رہبر جو اپنی گنہگار امت کے گناہوں کو بخشوانے کے لئے ساری ساری رات بے

Marfat.com

چینی میں گزار دیا کرتا تھا۔

صد حیف! وہ مرشد کریم جس نے بڑی جرأت و استقامت کے ساتھ مجاہدہ کیا۔

صد افسوس! وہ رسول جس نے ممنوع چیزوں کی طرف کبھی نگاہ التفات نہ کی۔ کفار کی ایذا رسانیوں کے باعث جس کا قلبِ منیر کبھی متاثر نہ ہوا' اور ان کو دعوتِ حق دینے میں کبھی بیزاری اور تھکاوٹ کا اظہار نہ کیا۔

جس نے مفلسوں اور محتاجوں کے لئے اپنے انعام و احسان اور فضل و سخاوت کا دروازہ کبھی بند نہ کیا۔

وہ نبیؐ جس کے موتیوں جیسے دانت پتھر مار کر توڑے گئے۔

وہ نبیؐ جس کی نورانی پیشانی کو زخمی کیا گیا۔

وہ رہبر' جس نے دو روز پے در پے جو کی روٹی بھی سیر ہو کر نہ کھائی۔

صد حیف' کہ آج وہ کریم آقا دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۔

اس وقت کاشانۂ اقدس کے ایک کونہ سے آواز سنائی دی۔ آواز سنائی دے رہی تھی لیکن جس کی آواز تھی وہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس سروش (آوازِ غیب: نہ نظر آنے والا پیغام رساں) غیب نے کہا:

''اے اہلِ بیت! تم پر اللہ کی طرف سے سلام ہو۔ اور تم پر اس کی طرف سے رحمتوں و برکتوں کا نزول ہو۔ ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ اور قیامت کے روز تمہیں تمہارے اعمال کا پورا پورا اجر دیا جائے گا۔

اور جان لو کہ ہر مصیبت کے لئے اللہ تبارک تعالیٰ کی طرف سے تسلی ہوتی ہے اور ہر فوت ہونے والی چیز کا کوئی قائم مقام ہوتا ہے۔ پس اللہ تبارک تعالیٰ پر پختہ یقین رکھو اور اس کی طرف توجہ کرو۔ جزع فزع سے باز رہو' بے صبری نہ کرو۔ درحقیقت مصیبت زدہ وہ شخص ہے جس کو ثواب سے محروم کر دیا گیا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما نے یہ آواز سنی تو حاضرین کو بتایا کہ یہ خضر علیہ السلام تھے جو تمہاری تعزیت کے لئے آئے تھے۔ (مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 432)

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

پیغمبرِ اول و آخر و اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم' رحمت للعالمین ﷺ اللہ کے برگزیدہ رسول تھے اور ہیں' ان کے سرِ اقدس پر ختمِ نبوت کا تاج سجایا گیا اور انہیں محبوبیت کی خلعت فاخرہ عطا ہوئی' کائناتِ ارض و سما کے اس محبوب ترین انسان کے سفرِ آخرت پر جانثاروں کا ردِعمل ایک فطری امر تھا' حضور پُرنور ﷺ کے وصال کی المناک خبر سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کیا گزری ہوگی۔ قیامت کس طرح ان پر ٹوٹ ٹوٹ کر گری ہوگی' لمحاتِ غم میں غلاموں نے کس طرح اپنے آپ کو سنبھالا ہوگا۔ یہ تو صرف وہی جانتے ہیں۔ وہ تو ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے آقا کی جدائی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شدتِ جذبات سے

Marfat.com

جذباتی ردعمل کا اظہار کر بیٹھے' اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مومنانہ فراست کا مظاہرہ بھی دیکھنے میں آیا۔ اصحابِ رسول ایثار و قربانی کی ایک زندہ و تابندہ مثال تھے' وہ اپنے آقا کی جنبشِ ابرو پر اپنی جان قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے' وہ معیار ایمان حضورِ انور' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو گردانتے' کیونکہ ارشادِ گرامی ہے کہ ''کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اپنے ماں باپ' اپنی اولاد حتیٰ کہ دنیا بھر کے لوگوں سے محبوب تر نہ ہو جاؤں''۔

حضورِ انور' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفاتِ حسرت آیات (افسوسناک) ان کے لئے سب سے عظیم سانحہ تھا۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے جذباتی اور عشقی تعلق کی کیفیت یہ تھی کہ جب حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم ظاہری حیات مبارکہ سے پردہ فرما گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جری اور بہادر صحابی اس صدمے کو برداشت نہ کر سکے اور تلوار لے کر کھڑے ہو گئے کہ خبردار! اگر کسی کی زبان سے میں یہ سنوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں تو اس کا سر قلم کر دوں گا۔ دراصل یہ چیزیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال درجہ کی محبت اور عشق کی وجہ سے تھیں کیونکہ وہ جانتے تھے کہ محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اصل ایمان ہے۔ انہوں نے خود اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد مبارکہ سنا تھا۔

''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کے والدین' اولاد اور دنیا بھر کے لوگوں سے محبوب نہ ہو جاؤں۔'' (صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 7)

انہوں نے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنا وطن' عزیز و اقارب' مال و دولت' بیوی بچے' غرض یہ کہ سب کچھ چھوڑ دیا تھا۔ آج جب وہ اپنے آقا کو اپنے اندر ظاہری طور پر نہ ہونے کا سنتے یا خیال آ جاتا تو ان کی کیفیت دگرگوں ہو جاتی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایسا بھی ہو جائے گا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مرادِ رسول کہا جاتا ہے۔ ان کا قبول اسلام دعائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نتیجہ تھا۔ یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ وہ مردِ آہن ہیں جس کے اسلام لانے والے دن ہی دینِ اسلام پردے سے باہر مشرکین کے سامنے آ گیا اور اس دن مسلمانوں نے مسجد حرام میں بیت اللہ میں نماز باجماعت ادا فرمائی۔ یہی نہیں اسی دن آپ نے اپنے اسلام لانے کا برملا اعلان ہر اس محفل میں جا کر کیا جہاں اس دن سے پہلے اسلام کے خلاف باتیں کرتے تھے۔ جب یہ مسلمان ہوئے تو اسلام کو ایک نئی قوت ملی۔ باطل کے سامنے سر اٹھا کر چلنے کی جو روایت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قائم کی وہ آج بھی ایک زندہ و تابندہ روایت ہے۔ سفر آزادی میں محکوم قوموں کا زادِ راہ جس سے وہ ایک نیا حوصلہ اور نیا ولولہ لیتی ہیں' اسی کا نقشِ قدم ہے۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سن کر غم و اندوہ کے سمندر میں ڈوب گئے۔ منافقین نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہوتے تو وفات نہ پاتے۔ اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کا صدمہ اور اس پر شماتت اعداء' حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرط اندوہ و غم سے بے قابو ہو گئے' اپنی تلوار بے نیام کر لی اور اعلان کرنا شروع کیا

Marfat.com

اگر کسی نے یہ کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی ہے تو میں اس تلوار سے اس کے دو ٹکڑے کر دوں گا۔ شدت غم کا یہ عالم کہ وقتی طور پر حقیقت پسندانہ ردعمل کا اظہار کرنے پر قادر نہ رہے۔ جذبات سے مغلوب ہو جانا ایک فطری سی بات ہے۔ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس حالت کو پہنچ جانے کا کتنا پر حقیقت و خوبصورت موازنہ کیا ہے۔ ہجر و فراق کے ان لمحات میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یوں گویا ہوئے۔

''یارسول اللہ ﷺ آپ پر میرے باپ قربان، آپ ﷺ ہمیں کھجور کے تنے کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے، کثرت صحابہ رضی اللہ عنہم کے پیشِ نظر منبر بنوایا گیا۔ جب آپ اس تنے کو چھوڑ کر منبر پر جلوہ افروز ہوئے تو اس نے آپ ﷺ کے فراق میں رونا شروع کر دیا۔ آپ ﷺ نے اس پر دست شفقت رکھا تو وہ خاموش ہو گیا۔ جب اس بے جان کھجور کے تنے کا یہ حال ہے تو اس امت کو آپ کے فراق پر رونے کا حق زیادہ ہے یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ کو کتنی فضیلت عطا فرمائی کہ آپ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا: ''جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ

ان ہی لمحات میں ایک اور صحابی حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے غم کی شدت اور اپنے محبوب پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ سے عقیدت محبت و عشق کی انتہا کو دیکھیے۔ اس کا جذبہ کتنا سچا تھا کہ اللہ تبارک تعالیٰ بھی اس کے دل سے نکلی ہوئی دعا، خواہش کو رد نہ کر سکے اور اس کی دعا فوری قبول فرمالی۔

اس پر شکستہ ساعتوں اور غم و رنج کے لمحات میں عشاقِ مصطفیٰ اشک بار آنکھوں اور دھڑکتے دل سے آسمان کی طرف رحم طلب نظروں سے دیکھ رہے تھے اور زبانِ حال سے کہہ رہے تھے اے ربّ العالمین! اے ہمارے پروردگار! کیا تو نے اپنے محبوب رسول کو اپنی طرف بلا لیا ہے؟ کیا ہماری پیاسی آنکھیں حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے نقوش پا کی تلاش میں بھٹکتی رہیں گی؟ کیا اب وہ چہرۂ انور اس دنیا میں ہم کبھی نہ دیکھ سکیں گے؟ باری تعالیٰ! اب ہمارے برہنہ سروں پر شفقت کون رکھے گا۔

حضرت عبداللہ بن زید ﷺ ایک جلیل القدر صحابی تھے آپ کھیتی باڑی کر کے گزر اوقات کیا کرتے تھے آپ اپنے کھیتوں میں کام کر رہے تھے کہ حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ کے وصال کی خبر ان تک پہنچی تو بارگاہِ خداوندی میں ہاتھ اٹھا کر گویا ہوئے۔

> ''اے میرے ربّ میری آنکھوں کی بینائی ختم کر دے تاکہ میں اپنے حبیب محمد ﷺ کے بعد کسی دوسرے کو دیکھ ہی نہ سکوں اللہ تبارک تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔''

Marfat.com

روایات میں ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اور یہ عاشق رسول ظاہری بینائی سے محروم ہو گیا لیکن ساتھ ہی من کی دنیا اجالوں سے بھر گئی۔

ام المؤمنین حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا

ام المؤمنین حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم سب اکٹھے تھے اور حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم رحمتِ دو عالم ﷺ کے فراق میں ہم رو رہے تھے اور ہم میں سے کسی نے اس رات کو آنکھ تک نہ جھپکی۔ ہم سب سرورِ دو عالم ﷺ کے رُخِ انور کی زیارت میں محو تھے کہ سحری کے وقت ہم نے کدالوں کی آوازیں سنیں تو ہماری چیخیں نکل گئیں۔ جتنے لوگ مسجد میں جمع تھے ان کی آہ و فغاں کی آوازیں بھی بلند ہونے لگیں۔ سارا مدینہ طیبہ اس گریہ وزاری سے لرز گیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے صبح کی اذان دی۔ جب انہوں نے اشھد ان محمدًا رسول اللہ کہا تو آپ پر گریہ طاری ہو گیا اور سسکیاں لے لے کر رونے لگے۔ اس چیز نے ہمارے حزن و ملال میں مزید اضافہ کر دیا۔ لوگوں نے حجرے شریف میں داخل ہونے کی کوشش کی لیکن دروازہ بند کر دیا گیا اور حضور کا یہ فراق ہم سب کے لئے اس قدر الم انگیز اور روح فرسا تھا کہ دنیا کی کوئی مصیبت اس سے زیادہ المناک نہ تھی۔ ہم پر جب بھی کوئی افتاد پڑتی تو ہم سرکارِ دو عالم ﷺ کی جدائی کے روح فرسا صدمہ کو یاد کر کے اپنے دلوں کو تسلی دیتے۔

حضرت ابو ذویب ہذلی رضی اللہ عنہ

حضرت ابو ذویب ہذلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

"ہمارے قبیلہ کو حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ کی علالت کی خبر پہنچی تو لوگوں کو بڑی تشویش ہوئی۔ میں نے بھی وہ پوری رات آنکھوں میں کاٹی صبح ہوتے ذرا آنکھ جھپکی تو ایسا معلوم ہوا کہ کوئی یہ شعر پڑھ رہا ہے۔

ترجمہ:۔

1- نخلستان اور قلعوں کے مابین (مدینہ منورہ میں) سخت ہولناک مصیبت ٹوٹ پڑی۔

2- نبی محمد (ﷺ) اٹھا لیے گئے، اسی لیے ہماری آنکھیں اشکبار ہیں۔

میں گھبرا کر اٹھ بیٹھا اور سمجھ گیا کہ حضورِ انور، نبی کریم ﷺ فوت ہو چکے ہیں یا عنقریب وصال فرما جانے والے ہیں۔ میں بغیر کسی تاخیر کے مدینہ منورہ کو روانہ ہوا۔

شہر کے قریب پہنچا، شہر میں داخل ہوا تو رونے کا ایسا شور سنا جیسا حاجیوں میں تکبیر کا ہوتا ہے۔

میں نے پوچھا کیا ہوا؟

جواب ملا، حضور پُرنور، نبی کریم ﷺ کا وصال ہو گیا۔

Marfat.com

حضرت بلال بن رباخ رضی اللہ عنہ

ہر شخص اپنے مزاج اور فطرت کے مطابق اپنے ردعمل کا اظہار کرتا ہے' بعض لوگ شدت غم میں بھی اپنے حواس بحال رکھتے ہیں اور بعض مضبوط اعصاب کے مالک ہونے کے باوجود اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھ سکتے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے راہ حق میں ایثار وقربانی کی جو مثالیں قائم کیں وہ اپنی مثال آپ ہیں' آپ کو تپتی ریت پر گھسیٹا گیا' طرح طرح سے آپ رضی اللہ عنہ کو دینِ حق اور پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے دور کرنے کی کوششیں کی گئیں لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کفار ومشرکین کے ہر وار کو مردانہ وار اپنے سینے پر سہا اور وادیٔ ایمان سے انحراف کا سفر اختیار نہیں کیا بلکہ قدم قدم پر استقامت کے چراغ جلا کر ایمان کی راہوں کو منور وتاباں کیا۔

حضورِ انور' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد آپ رضی اللہ عنہ اتنے دل برداشت ہوئے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے شہر مصطفیٰ کو خیرباد کہنے کا فیصلہ کرلیا۔ خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علم میں یہ بات آئی کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر کو چھوڑ کر جارہے ہیں تو آپ نے بلال رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حسبِ سابق مسجدِ نبوی میں اذان دیتے رہیں۔

انہوں نے جواب دیا:

''میں (اپنے محبوب پیغمبر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر مدینہ میں رہنا نہیں چاہتا اور نہ ہی مجھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر ان خالی مقامات کو دیکھنے کی قوت ہے (جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے تھے۔ (الکرمانی شرح بخاری جلد 15 صفحہ 24)

بخاری شریف میں یہ الفاظ منقول ہیں۔

''اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اگر آپ نے مجھے اپنے لیے خریدا تھا تو مجھے روک لیں اور اگر اللہ کی رضا کی خاطر خریدا تھا تو مجھے (میرے حال پر) چھوڑ دیں۔''

چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے شہر جاناں کو خدا حافظ کہا اور شام کے شہر حلب میں آباد ہوگئے کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر انہیں شہر رسول میں قیام پذیر ہونا بھی گوارا نہ ہوا' یہ عشق مصطفیٰ کی ایک مثال ہے' اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اصحابِ رسول عشقِ رسول کی کس منزل پر رونق افزوہ تھے' وہ اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں کس طرح تڑپتے' کس طرح مچلتے اور اپنے سینے کس طرح یادِ رسول میں معمور رکھتے۔

زندگی بھر کا غم

پیغمبرِ اول وآخر واعظم' حضورِ انور' نبی کریم' رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال تو آلِ رسول' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زندگی بھر کا غم تھا۔ یہ غم اپنی تمام تر شدت کے ساتھ ان کی روحوں میں بیٹھ گیا تھا۔ اس غم سے تو انہوں نے اسی دن نجات پائی جس دن وہ خود بھی اس جہان فانی کو چھوڑ گئے۔

Marfat.com

روایات میں ہے کہ حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کو مدینے کو الوداع کیے چھ ماہ کا عرصہ گزر گیا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خواب میں اپنے آقا کی زیارت کا اعزاز حاصل ہوا۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے بلال! یہ کیا جفا ہے (تو نے ہمیں ملنا چھوڑ دیا) کیا ہماری ملاقات کو تمہارا جی نہیں چاہتا؟''

بیدار ہوئے تو من کی دنیا میں یادِ مصطفیٰ کے چراغ جل رہے تھے' عشقِ رسول کا سمندر سینے میں موجزن تھا۔ لبوں پر لبیک یارسول اللہ لبیک کے الفاظ جاری تھے اونٹنی پر سوار ہو کر شہر نبی کی جانب چل پڑے۔ شاہراہِ عشق پر آگے بڑھتے گئے' شہرِ حضور میں پہنچ کر مسجدِ نبوی میں داخل ہوئے۔ روایات میں ہے کہ یہاں وہ دیوانہ وار اپنے آقا کو تلاش کرتے رہے' کبھی مسجد میں جاتے' کبھی حجروں میں دیکھتے' عشق دیوانہ وار رقص کر رہا تھا' تلاش محبوب میں آنکھیں روزنِ دیوار بن گئیں' زبانِ حال سے کہہ رہے تھے حضور رُخِ انور سے پردہ اٹھایئے' لذتِ دیدار سے نوازیئے۔

لیکن جب حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم ظاہراً کہیں نظر نہ آئے تو حضور نبی کریم' رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ انور پر سر رکھ دیا۔ آنکھوں سے موتی گر گر کر خاکِ انور میں جذب ہونے لگے۔ عرض کیا آقا! غلام حاضر ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ آ کر مل جاؤ' آقا! دیکھیے میں حلب سے چل کر قدم بوسی کے لئے حاضر ہو گیا ہوں' اتنا کہا اور بے ہوش ہو گئے' سارے شہر میں خبر پھیل گئی کہ عاشقِ رسول حضرت بلال رضی اللہ عنہ حلب سے تشریف لائے ہیں اور قبرِ انور کے قریب بے ہوش پڑے ہیں' مؤذنِ رسول کی زیارت کے لئے سارا شہر امڈ پڑا۔

لوگوں کا مطالبہ تھا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ! آج پھر وہ اذان دیں جو حضورِ انور' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارکہ میں دیا کرتے تھے' لیکن آپ نے یہ کہہ کر معذرت کر دی کہ جب میں اذان دیا کرتا تھا اور اشھد ان محمدًا رسول اللہ کے کلمات ادا کرتا تھا تو مجھے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سامنے نظر آتے تھے' حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے اپنی آنکھوں کی پیاس بجھا لیا کرتا تھا۔ میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں اب میں کس کی زیارت کروں گا۔

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ اگر حسنین کریمین رضی اللہ عنہما حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے اذان دینے کے لئے کہیں گے تو وہ انکار نہیں کر سکیں گے کیونکہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے نواسوں کی بات ٹالنا ان کے لئے آسان نہ ہو گا۔ چنانچہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسوں سے التجا کی گئی کہ تشریف لائیں کہ مؤذنِ رسول تشریف لائے ہیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا:

''اے بلال! ہماری خواہش ہے کہ آپ کی وہ اذان سنیں جو آپ مسجدِ نبوی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سنا دیا کرتے تھے۔''

عاشقِ مصطفیٰ حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بات ٹال نہ سکے۔ اس مقام پر کھڑے ہوئے جہاں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں کھڑے ہو کر اذان دیا کرتے تھے' روایات میں

Marfat.com

ہے۔

”جب آپ (حضرت بلال) نے اللہ اکبرُ اللہ اکبر کے ابتدائی کلمات کہے تو اہلِ مدینہ سسکیاں لے کر رونے لگے جب اشھد ان لا الٰہ الا اللہ کہا تو جذبات میں مزید اضافہ ہوتا گیا اور جب اشھدا ان محمدا رسول اللہ کے کلمات کہے تو تمام لوگ حتیٰ کہ پردہ نشیں خواتین بھی گھروں سے باہر نکل آئیں۔ سبھی یوں تصور کرنے لگے جیسے رسولِ خدا ﷺ دوبارہ تشریف لے آئے ہیں۔ رقت وگریہ زاری کا عجب عالم تھا آپ ﷺ کے وصال مبارک کے بعد مدینہ کے مردوں اور عورتوں کو اس دن سے بڑھ کر روتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔“

اس سانحہ عظیم کے وقت تو ظاہر ہے کہ اہلِ مدینہ منورہ میں سے ہر ایک کی کوشش ہوگی کہ وہ مسجدِ نبوی میں جائے اور آخری دیدار کرے اور سب کے ساتھ مل کر غم بانٹے اور جب تک ہو سکے جوارِ رحمت للعالمین ﷺ میں رہے۔

لیکن اس دور کی مسجدِ نبوی میں دو سو تین سو آدمیوں کے بیٹھنے سے زیادہ کی گنجائش نہ تھی اس لیے غم زدہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت مسجد، مسجد اور حجرات کے قرب و جوار میں قریب قریب ہی بیٹھ گئے اور ایک دوسرے کے غم کا مداوا کرنے لگے

حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے اجازت لے کر ”سخ“ جو کہ مدینہ منورہ سے باہر لیکن قریب ہی ایک بستی ہے وہاں گئے ہوئے تھے۔ جب آپ کو اطلاع پہنچی تو فوراً مسجدِ نبوی وحجراتِ مبارکہ میں پہنچے اور پھر بعد میں مہاجر وانصار کے غمزدہ گروپ میں بیٹھ گئے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا لشکر جسے آپ ﷺ کی ہدایات کے مطابق ”اُبنیٰ“ پر حملہ آور ہونے کے لئے تیار کیا گیا تھا وہ لشکر آپ ﷺ کی علالت کے باعث آگے نہ بڑھ سکا اور واپس مدینہ میں آکر علاقہ خندق میں خیمہ زن ہو گیا کہ حالات جیسے ہی اجازت دیں یہ لشکر فوراً بلا تاخیر اپنے ہدف کے لئے روانہ ہو سکے۔ یہاں اس کا ذکر کرنے سے میرا مقصد یہ بتانا ہے کہ صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کی ہر اطراف بہت ساری ذمہ داریاں تھیں جنہیں انہوں نے دین وملت کی بہتری کی خاطر ہر حال میں نبھانا تھا۔ لشکر کو قائم وتیار رکھنا بھی انہی کی ذمہ داری تھی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سمیت تمام کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس میں شامل تھے۔

عصر کے وقت تک تمام لوگوں کو آپ ﷺ کی وفات کا یقین ہو گیا۔ اس دوران صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت ایک دوسرے کا غم بانٹتی رہی اور جوارِ رحمت للعالمین میں رہی جو کہ اب دنیائے فانی سے پردہ فرما چکے تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ احساس تھا کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اپنے محبوب کا دیدار نصیب ہو جائے اور اہلِ

Marfat.com

بیت و قرابت داروں کے لئے جو بھیڑ کے سبب دشواریاں پیش آ رہی ہیں وہ بھی دور ہو جائیں اس لیے وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اپنے غم کو لیے ہوئے اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

مہاجرین کی ایک کثیر تعداد مسجد نبوی میں یا اس کے قریب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس غمگین بیٹھی تھی۔

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ اقدس میں غم واندوہ سے نڈھال بیٹھی تھیں۔

حضرت علی، حضرت عباس، حضرت زبیر رضی اللہ عنہم اور حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی دوسرے قرابت دار حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر میں مغموم بیٹھے تھے۔ اور انصارِ مدینہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو رہے تھے اور ایک وقت تک سب ہی حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجر و فراق میں گم سم بیٹھے تھے اور کوئی سیاسی گفتگو نہیں ہوئی۔ اور پھر کسی نے وہاں خلافت کی بات چھیڑ دی۔

تجہیز و تکفین سے قبل مسئلہ خلافت

اس سادہ سے مسئلہ، واقعہ کو (جس کو لوگوں نے من گھڑت روایات کے ذریعے بہت ہی پیچیدہ، تکلیف دہ اور دل آزار بنا دیا ہے) سمجھانے کی خاطر میں اس سے پہلے اس روح فرسا صدمہ کے اہلِ مدینہ، اُمتِ مسلمہ پر اجتماعی اور انفرادی اثرات بیان کر چکا ہوں۔ اور یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ اس دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غم واندوہ کے مارے کہاں کہاں چھوٹے، بڑے گروپس کی شکل میں بیٹھے تھے۔

اور یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ ایسے گروپ میں بھی آج کے دن سیاسی گفتگو نہیں ہوئی ماسوائے ایک گروپ کے جو زیادہ تر انصارِ مدینہ پر مشتمل تھا اور وہ سقیفہ بنو ساعدہ میں جمع ہو گیا تھا۔

اس بحث کو شروع کرنے سے پہلے ایک حقیقت کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ ہر زمانہ کا تالیف و تصنیف کا انداز جدا جدا ہوتا ہے۔ اگر ان خصوصیات کو پیشِ نظر نہ رکھا جائے تو ان کتب سے صحیح استفادہ نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ طرح طرح کی غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ دیگر علومِ کتب کی طرح تاریخ کی کتب جو مختلف زبانوں اور زمانوں میں مرتب کی گئی ہیں، ان کا اسلوبِ نگارش بھی جدا جدا ہے۔

آج کل تاریخ کی کتب لکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر ایک واقعہ کے بارے میں مختلف اقوال مروی ہیں تو مصنف ان میں سے اپنا پسندیدہ قول نقل کر دیتا ہے اور دیگر اقوال نقل کرنا اپنی ذمہ داری نہیں سمجھتا۔

لیکن قدیم، پرانے، شروع کے مؤرخین کا یہ اسلوب نہ تھا۔ انہیں ایک واقعہ کے بارے میں جتنے اقوال ملتے، وہ ان سب کو ضبطِ تحریر میں لاتے اور اس کو وہ اپنی علمی دیانت سمجھتے۔ لیکن اس کے ساتھ وہ ہر روایت کی سند بھی مکمل نقل کر دیتے اور قاری سے یہ توقع کرتے کہ وہ خود فیصلہ کرے کہ ان میں سے کون سا قول صحیح اور کون سا غلط ہے۔

Marfat.com

ہمارے طلبہ جو آج کل کے مؤرخین کی تصنیفات کے عادی ہیں وہ اس صورتحال سے واقف نہیں۔ ہر وہ قول جو وہ کسی کتاب میں دیکھتے ہیں' اسے مصنف کے سرتھوپ دیتے ہیں کہ طبری نے اپنی تاریخ میں یا ابنِ اثیر نے ''الکامل'' میں یا ابنِ کثیر نے ''البدایہ والنہایہ'' میں یوں لکھا ہے۔ بے شک لکھا ہے لیکن اس کے ساتھ اس نے اور بھی روایات لکھی ہیں اور ہر روایت کے ساتھ سند بیان کر کے اس نے اپنی علمی اخلاقی ذمہ داری پوری کر دی۔ اب یہ فرض ہم پر عائد ہوتا ہے ہم سوچیں اور صحیح و غیر صحیح میں امتیاز کریں۔

ہماری مآخذ و مصادر کتابیں' وہ تصانیف یا کتابیں جن سے ہم لکھنے کا مواد لیتے ہیں یا جن کے حوالہ جات ہم اپنے لکھے پر دیتے ہیں وہ تاریخ اسلام' سیرت نبوی کی شروع کی' ابتدائی کتابیں یا تصانیف ہیں۔ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے ان لوگوں نے ہمارے لیئے' اُمتِ مسلمہ کے لئے بہت پرخلوص محنت کی ہے۔ ان لوگوں نے ایک ہی واقعہ سے متعلق مختلف روایات کو ہمارے لیے بیان کیا ہے۔ جس زمانے میں یہ تصانیف مرتب کی گئیں اس زمانہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خال خال ہی بقیدِ حیات تھے اس لیے ان کے زیادہ تر راوی تابعین اور پھر تبع تابعین تھے۔ جنہوں نے جو بشوق اپنے آباؤ اجداد سے سنا اسے مصنف' مصنفین کے آگے بیان کر دیا۔

مصنفین نے موضوع کی اہمیت جانتے ہوئے ایک ہی واقعہ کے بارے میں کئی کئی روایات مختلف حوالوں سے لکھ لیں اور اُمتِ مسلمہ کو پیش کر دیں کہ ہمارے بعد کی نسلیں' علماء انہیں پڑھیں گے اور جو انہیں عقلِ سلیم کے مطابق زیادہ صحیح اور حقیقت کے قریب تر لگے گی وہ اسی کو آگے لکھیں گے اور اسی کا پرچار کریں گے۔ انہوں نے ہمارے علم و رہنمائی کے لئے لکھ دیا کہ اب آپ خود ''حق'' تلاش کریں۔ ہماری بدقسمتی کہ کچھ لوگ اچھی روایات کو چھوڑ کر ایسی روایات کو آگے لاتے ہیں کہ وہ مسلم امہ میں بگاڑ و تفرقہ کا سبب بنتی ہیں۔

جب اچھی یا معیاری اور بری یا غیر معیاری دونوں طرح کی روایات موجود ہیں تو ہمیں اچھی اور معیاری روایات کو اپنانا چاہیے۔ ویسے بھی وہ دور تو نورانی دور تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ مبارک سے منور تھے' پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس دور کو بیان کرنے کے لئے' حیاتِ طیبہ کو بیان کرنے کے لئے نورانی خیالات' الفاظ و روایات کا استعمال نہ ہو۔

ویسے بھی اللہ تبارک تعالیٰ نے ہمیں عقل سے نوازا ہے ہم ذی شعور مخلوق ہیں۔ ہم نے اپنے کہنے کا' اپنے اعمال کا اکیلے اکیلے جواب دینا ہے۔ لکھنے والا اگر بھلی باتیں لکھے گا' نورانی باتیں لکھے گا اچھے الفاظ استعمال کرے گا تو اس سے جہاں اُمتِ مسلمہ کا بھلا ہو گا وہاں لکھنے والے کو بھی بہت ثواب و نیک اجر ملے گا اور یہ ایک اچھا نفع بخش صدقہ جاریہ ہو گا اور جو لوگ اس کے برعکس لکھ رہے ہیں ان کے لئے یہ پر عذاب صدقہ جاریہ ہو گا۔

اسی طرح ہر قاری (پڑھنے والے) کا بھی فرض بنتا ہے کہ وہ حیاتِ طیبہ کے بارے میں آلِ رسول صحابہ

Marfat.com

کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں‘ اچھی باتوں کو ہی قبول کرے اور اچھے خیالات و روایات کا ہی پرچار کرے۔ آخر تو اس نے بھی اکیلے ہی حاضر ہو کر جواب دہ ہونا ہے۔ اس سے یہ پوچھا جانا ہے کہ میں (اللہ) نے تمہیں عقل سلیم دی تھی تم نے اسے کیوں نہ استعمال کیا کہ اچھی بری بات روایات میں تمیز کرا دیتی۔ تم نے عقل سقیم کو عقل سلیم پر کیوں حاوی ہونے دیا۔

اور پھر قرآنِ حکیم‘ حدیث مبارکہ بھی ہمیں بتاتی ہے بلکہ اختیار دیتی ہے کہ تم اس روایت بات چیت‘ عبارت و مضمون کو قبول نہ کرو جو قرآن وسنت کے معیار پر پورا نہ اترتا ہو‘ جو قرآن وسنت اُسوۂ حسنہ سے متصادم ہو۔ جس کے الفاظ و انداز و خیال غیر معیاری ہوں۔ جو کسی بھی طرح سے شان حبیب ربّ العالمین‘ آپ کی آل اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان وعظمت میں کمی و کجی کرتے ہوں۔ وہ قرآن وسنت‘ اُسوۂ حسنہ سے متصادم ہیں آپ انہیں کسی صورت قبول نہ کریں اور ان کا پرچار نہ کریں کیونکہ ایسے اعمال کے لئے اللہ تبارک تعالیٰ کے حضور ہم جواب نہ دے پائیں گے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آمد و خطبہ

سخ‘ مدینہ طیبہ کے نواح میں ایک چھوٹی سی بستی ہے جو مدینہ منورہ سے مشرق کی سمت میں واقع ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے اہلِ خانہ کے ہمراہ وہاں رہائش پذیر تھے۔ آپ نے بارہ ربیع الاول سنہ 11 ہجری بروز سوموار صبح کی نماز مسجدِ نبوی میں ادا کی‘ اس روز حضورِ انور‘ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج گرامی سنبھلا ہوا تھا اور دیکھنے والے سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایسا لگا کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم صحت یاب ہو رہے ہیں اور بہت جلد پہلے کی طرح تندرست و توانا ہو جائیں گے۔ اسی خوش خیالی کے پیشِ نظر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نمازِ فجر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بستی سخ میں اپنے گھر جانے کی اجازت لے لی اور اجازت مل جانے کے بعد آپ واپس اپنے گھر چلے گئے۔

حضورِ انور‘ نبی کریم‘ رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنبھلی ہوئی طبیعت اچانک پھر خراب ہونا شروع ہو گئی اور سورج جیسے ڈھلنے لگا یعنی کہ زوال کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیائے فانی سے پردہ فرما گئے۔

ایک صحابی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اطلاع دینے کے لئے دوڑتے ہوئے گئے اور جا کر آپ کو اس روح فرسا حادثہ کی اطلاع دی۔ جب آپ کو یہ المناک خبر پہنچی تو فوراً سوار ہو کر اس حجرۂ مقدسہ کی طرف روانہ ہوئے جہاں حضور استراحت فرما تھے۔ آپ تیزی سے آ رہے تھے اور زار و قطار رو رہے تھے۔ ان کی زبان سے یہ فریاد نکل رہی تھی وَا مُحَمَّدَاہ ”اے میرے محبوب آقا! میرے محبوب آقا!“ جب مسجد شریف میں پہنچے تو لوگوں کو پریشان حال دیکھا‘ کسی کی طرف متوجہ نہ ہوئے‘ بات تک نہ کی‘ سیدھے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کے حجرہ میں پہنچے اجازت لی اور حجرہ میں داخل ہوئے۔ جسدِ اقدس حجرہ کے اندر یمنی چادر میں رکھا ہوا

Marfat.com

تھا۔ روئے مبارک پر جو چادر ڈالی گئی تھی اس کو روئے مبارک سے ہٹایا اور اپنے ہاتھ حضورِ سرکارِ دو عالم ﷺ کی نورانی پیشانی پر اور اپنا منہ حضور نبی کریم ﷺ کے روئے اقدس پر رکھا' پھر سر اٹھا کر فرمایا وَاَنْبِیَّـاہ ''اے ہمارے جلیل القدر نبی۔''

پھر دوبارہ چادر ہٹا کر روئے اقدس کو بوسہ دیا اور آنکھوں سے آنسوؤں کے دریا رواں ہو گئے۔ پھر فرمایا واصفیاہ ''اے میری جان سے پیارے محبوب!'' کئی بار چادر کو سرکایا' بوسہ دیا اور اشکوں کا نذرانہ پیش کیا۔ پھر بوسہ دیا اور کہا: وَاخَلِیْلَاہ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ طِبْتَ حَیًّا وَّ مَیِّتًا ''میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں' اے میرے خلیل! آپ زندگی میں بھی پاکیزہ تھے اور اب بھی پاکیزہ ہیں۔'' آپ ﷺ کی شان اس سے بڑی بلند ہے کہ آپ پر آہ و فغاں کی جائے۔ اگر زمامِ اختیار ہمارے ہاتھ میں ہوتی تو ہم حضورِ سرکارِ دو عالم ﷺ پر اپنی جانیں نچھاور کر دیتے۔ حضورِ انور ﷺ اگر ہمیں مرنے والوں پر آہ و بکا سے منع نہ کیا ہوتا تو میں اتنا روتا کہ میری آنکھوں سے اشکوں کے چشمے جاری ہو جاتے۔

حضور پُرنور' نبی کریم ﷺ کا جسدِ اقدس گھر کے اندر یمنی چادر میں رکھا ہوا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پھر چہرہ اقدس سے چادر ہٹائی' بوسہ دیا اور عرض کیا۔

''یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں خدا کی قسم اللہ تبارک تعالیٰ آپ پر دو موتیں کبھی اکٹھی نہیں کرے گا' جو موت لکھی تھی وہ آ گئی (یعنی آپ اس کے بعد حیاتِ ابدی کی طرف چلے گئے ہیں)'' (البدایہ والنہایہ جلد 5 صفحہ 242)

پھر عرض کی ''اے اللہ! ہمارا سلام اپنے محبوب کی بارگاہ میں پہنچانا اور یارسول اللہ! ہم غلاموں کو اپنے خداوندِ اقدس کی بارگاہ میں یاد کرنا۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خاموش رہنے کا کہا۔ وہ بیٹھ گئے تو آپ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''تم میں سے جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت محمد ﷺ کا وصال ہو چکا ہے اور جو شخص اللہ تبارک تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تبارک تعالیٰ زندہ ہے اس پر کبھی بھی موت طاری نہیں ہو گی۔'' (البدایہ والنہایہ جلد 5 صفحہ 242)

پھر فرمایا: ''کیا تمہیں یقین نہیں ہے کہ پیغمبرِ اول و آخر و اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ وفات پا چکے ہیں۔''

آپ نے مزید فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے خود اپنی کتاب قرآنِ حکیم کی سورۂ زمر کی آیت 30 میں فرمایا ہے۔

Marfat.com

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ○

ترجمہ: ''بے شک آپ نے بھی (دنیا سے) انتقال فرمانا ہے اور انہوں نے بھی مرنا ہے۔''

(سورۂ زمر آیت 30)

پھر فرمایا یہ بھی ارشادِ الٰہی ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے سورۂ انبیاء کی آیت 34 میں فرمایا ہے:

وَ مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَائِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ○

ترجمہ: ''اور نہیں مقدر کیا ہم نے کسی انسان کے لئے جو آپ سے پہلے گزرا (اس دنیا سے) ہمیشہ رہنا' تو اگر آپ انتقال فرما جائیں تو کیا یہ لوگ (یہاں) ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''

(سورۂ انبیاء آیت 34)

پھر آپ نے سورۂ آلِ عمران کی آیت 144 تلاوت فرمائی جس میں قادرِ مطلق ربّ العالمین کا ارشاد پاک یوں ہے:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ○

ترجمہ: ''اور محمد (ﷺ بھی تو) رسول ہی ہیں (نہ کہ خدا) آپ سے پہلے بھی کئی پیغمبر (مصائب' اور تکلیف جھیلتے ہوئے اسے دنیا سے) گزر چکے ہیں' پھر اگر وہ وفات پا جائیں یا شہید کر دیئے جائیں تو کیا تم اپنے (پچھلے مذہب کی طرف) پھر جاؤ گے (یعنی کیا ان کی وفات یا شہادت کو معاذ اللہ دینِ اسلام کے حق نہ ہونے پر یا ان کے سچے رسول نہ ہونے پر محمول کرو گے) اور جو کوئی اپنے الٹے پاؤں پھرے گا تو وہ اللہ کا ہرگز کچھ نہ بگاڑے گا اور اللہ عنقریب (مصائب پر ثابت قدم رہ کر) شکر کرنے والوں کو جزا عطا فرمائے گا۔'' (سورۂ آلِ عمران آیت 144)

تمام لوگوں (حاضرین) نے ان آیات کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سنا تو انہیں یوں محسوس ہوا گویا یہ آیاتِ مبارکہ آج ہی نازل ہوئی ہیں۔ پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی اس غلط فہمی کا ازالہ کیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تصدیق فرمائی۔ (مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 432)

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ آیت سنی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو سب سے زیادہ جذبات کا اظہار کر رہے تھے' بالکل خاموش ہو گئے اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔

رنج وغم کی اس کیفیت میں دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حوصلہ دینا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہی کمال ثابت قدمی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ جب ہم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے یہ آیتیں سنیں تو ایسے لگ رہا تھا جیسے ہم نے اس سے قبل یہ آیات نہ سنی ہوں اور گویا یہ ابھی نازل ہو رہی ہیں۔ اس موقع پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں جو مزید کلمات کہے وہ ان کی ایمانی فراست' کمال درجے کی استقامت اور

Marfat.com

دانائی و جرأت پر دلالت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

''اے لوگو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اپنے دین سے اعتصام (لگاؤ محبت) کرو اور اپنے ربّ پر توکل کرو یقیناً اللہ کا دین قائم ہے اور خدا کا کلام مکمل ہے اور جو اللہ کے دین کی مدد کرے گا وہ اس کی مدد کرے گا اور وہ اپنے دین کو عزت دینے والا ہے اور اس کی کتاب ہمارے درمیان ہے جو نور اور شفاء ہے اور اسی کے ذریعے اللہ تبارک تعالیٰ نے محمد ﷺ کو ہدایت دی ہے اور اس میں اللہ تبارک تعالیٰ کے حلال و حرام کا بیان ہے اور خدا کی قسم مخلوقِ الٰہی میں سے ہم پر جو چڑھائی کرے گا ہم اس کی پرواہ نہیں کریں گے اور خدا کی شمشیریں سونتی ہوئی ہیں اور ہم نے ابھی انہیں میانوں میں نہیں کیا اور ہم اپنے مخالفین کے ساتھ اسی طرح جہاد کریں گے جیسے ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کیا تھا پس جو شخص بغاوت کرے گا اپنے خلاف ہی کرے گا۔''

(البدایہ والنہایہ جلد 5 صفحہ 243)

اس خطبے کا ایک ایک لفظ استقامتِ ایمان کا آئینہ دار ہے۔ آپ نے لوگوں کو اللہ پر تقویٰ دین پر استقامت اور کتاب اللہ پر تمسک کی تلقین کے ساتھ ساتھ دین دشمن قوتوں کو بھی واشگاف الفاظ میں للکارا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہم کمزور پڑ گئے اور ہماری تلواریں نیام میں چلی گئیں۔ ہرگز نہیں ہماری تلواریں ان لوگوں کے لئے ننگی ہیں جو ہمارے خلاف ہیں۔ ہم اسی طرح جہاد کرتے رہیں گے جیسا کہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے ساتھ مل کر کرتے رہے اور باغی خود ذمہ دار ہوگا۔

اس نازک ترین موقع پر اگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی ہمت نہ بندھاتے تو یقیناً دین دشمن قوتیں خصوصاً منافقین موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر دین کو کمزور کرنے کی سازش کرتے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خطاب سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کچھ صبر و قرار نصیب ہوا۔ دین کے غیر محفوظ مستقبل کے بارے میں جو اندیشے انہیں پریشان کر رہے تھے' ان میں تخفیف ہوگئی۔ اسی اثناء میں ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا جس نے آ کر یہ خبر سنائی کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار جمع ہیں اور سعد بن عبادہ کو (جو قبیلہ خزرج کے رئیس ہیں) اپنا امیر بنانے کا فیصلہ کر چکے ہیں اور اب سب ان کی بیعت کرنے والے ہیں۔

آپ ہی بتایئے کہ کیا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما یہ سن کر وہاں بیٹھے رہتے اور سقیفہ میں نہ جاتے اور انصار کو اپنی من مانی کرنے دیتے؟ اگر اس فیصلہ کو عملی جامہ پہنا دیا جاتا اور انصار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لیتے تو اس کے نتائج کتنے تباہ کن ہوتے؟؟؟

شاید آپ میں یہ ہمت ہو کہ آپ بادِ سموم و بادِ صرصر (گرم و تند و تیز ہوا) کے تند جھونکوں کو گلشنِ اسلام کی بیخ

Marfat.com

کنی کی اجازت دے دیں۔ اور اس منظر کا بخوشی مشاہدہ کرتے رہیں لیکن حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما یقیناً ایسا نہیں کر سکتے تھے۔ یہ باغ، جوان کے محبوب آقا ﷺ نے لگایا تھا، اپنے خونِ ناب سے، اپنے پاک آنسوؤں سے اس کی آبیاری کی تھی اور اسے جواں کیا تھا اور اپنے ہادی و مرشد کی معیت میں انہوں نے بھی اپنی زندگیاں، اپنی توانائیاں اور جملہ صلاحیتیں اس دینِ حق کو پروان چڑھانے میں صرف کی تھیں۔ ان کا ایمان مجبور کر رہا تھا کہ یہاں مت بیٹھو بلکہ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اس خطرے کے مقام پر پہنچو جہاں اس وقت نوزائیدہ اسلامی ریاست کو فوری خطرہ درپیش ہے۔

اسلام سے قلبی تعلق اور اپنے آقا سے جو عہد وفا انہوں نے باندھا تھا وہ ان دونوں کو کشاں کشاں وہاں لے گیا، آپ کا قطعاً ارادہ نہ تھا کہ آپ اپنی خلافت کی بیعت لوگوں سے لیں۔ آپ نے تو فتنہ کی آگ بھڑک اٹھنے کی وحشت ناک خبر سنی تھی، اس کو بجھانے کے لئے وہاں تشریف لے گئے تھے۔ حالات نے اچانک ایسا رخ اختیار کیا کہ اس کے بغیر اور کوئی چارہ کار نہ رہا کہ آپ لوگوں کی بیعت کو قبول کریں۔ کیونکہ ایک لمحہ کی تاخیر کئی محشر بپا کر سکتی تھی۔

اس نئی افتاد کے لئے کوئی بھی دماغی طور پر تیار نہ تھا کیونکہ کسی کو بھی ایسی توقع نہ تھی اور خاص طور پر ان لمحات میں جب کہ حضورِ انور، نبی کریم ﷺ کی تجہیز و تکفین کے لئے اہلِ بیت، قرابت دار اور کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صلاح مشورے کر رہے تھے۔ پیغمبرِ اول و آخر و اعظم ﷺ کی تعلیم و تربیت و ہدایت کے سبب اور آلِ رسول کے لئے اپنے اندر پیدا شدہ احترام و عقیدت کے سبب یقینی طور پر ان لمحات میں بھی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے یہ ضرور سوچا ہوگا کہ اہلِ بیت سے کسی بڑے کو ساتھ لے لیں لیکن یہ سوچ کر ارادہ ترک کر دیا ہوگا کہ وہ تو اس وقت ہم سب سے زیادہ غم زدہ ہیں ان کے غم میں اور اضافہ نہ کریں۔

پندرہ صدیاں گزرنے کے بعد آج یہ الزام لگانا کہ آپ حضور کو یوں ہی چھوڑ کر چلے گئے، انہیں خلافت کا لالچ تھا، حضور سے محبت نہ تھی۔ یہ الزام انتہائی غیر ذمہ دارانہ اور لغو ہے۔ جس شخص نے اپنا تن من دھن سب کچھ اپنے ہادیٔ برحق کے قدموں پر نثار کر دیا ہو، جس نے ہر پر خطر موقع پر اپنے آقا کا ساتھ دیا ہو، دنیا میں کوئی بھی جس کے صدق و وفا کا مقابلہ نہ کر سکتا ہو، ایسی ہستی کے بارے میں اس قسم کا تصور بھی دل میں پیدا ہو تو اسے شیطان کی وسوسہ اندازی پر محمول کرنا چاہیے اور وہ حقیقت میں شیطان کی وسوسہ اندازی ہی ہے۔

انصار سے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا خطاب

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو جو اس وقت بیمار تھے لوگ ان کو ان کے گھر سے سقیفہ بنی ساعدہ لے آئے اور بحث شروع کی۔ پہلے تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ان کی باتیں سنتے رہے پھر انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا

Marfat.com

کہ میں اپنی بیماری کے سبب تمام لوگوں تک اپنی آواز نہیں پہنچا سکتا' تم میری بات سن کر انہیں بتا دو۔ چنانچہ انہوں نے تقریر شروع کی اور ان کا لڑکا ان کی باتیں لوگوں تک پہنچاتا گیا۔ انہوں نے حمد وثنا کے بعد کہا:۔

''اے انصار! تمہیں دینِ برحق کی امداد کرنے کا جو شرف اور اسلام کی اعانت کرنے کی جو فضیلت حاصل ہے وہ عرب کے اور کسی قبیلے کو حاصل نہیں۔ رسول اللہ ﷺ اپنی قوم کے درمیان تیرہ سال تک مقیم رہے اور اسے اللہ تبارک تعالیٰ کی عبادت کرنے اور بتوں کی پرستش چھوڑ دینے کی تلقین کرتے رہے لیکن سوائے چند لوگوں کے کسی نے آپ کی باتیں قبول نہ کیں۔ اور وہ لوگ بھی جو آپ ﷺ پر ایمان لائے رسول اللہ کی مدافعت کرنے' دین کو عزت بخشنے اور خود اپنے آپ کو کفار کے مظالم سے بچانے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔

اس وقت اللہ تبارک تعالیٰ نے تمہیں اپنے انعامات کا وارث بنانے' فضیلت عطا کرنے اور بزرگی سے سرفراز کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اس نے تمہیں ایمان کی نعمت سے بہرہ ور کرنے' رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حفاظت کرنے' دین کی عظمت قائم کرنے' اپنی جانیں اسلام پر قربان کرنے اور دشمنوں سے جہاد کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ تم رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں پر سب سے زیادہ سخت تھے۔ تمہاری تلواروں نے اسلام کی فتح کے دن کو قریب سے قریب تر کر دیا اور عربوں کو بامرِ مجبوری دین اللہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا پڑا۔ اب رسول اللہ ﷺ وفات پا چکے ہیں۔ وہ عمر بھر تم سے راضی رہے اور تم ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھے۔ اب تم خلافت اپنے ہاتھ میں لے لو کیونکہ تمہارے سوا خلافت کا کوئی مستحق نہیں۔''

حاضرین نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی باتوں کو غور سے سنا اور بالاتفاق جواب دیا کہ آپ نے جو کچھ کہا بالکل صحیح کہا۔ ہم آپ کی رائے سے اختلاف نہ کریں گے۔ خلافت کا کام ہم آپ ہی کے سپرد کرتے ہیں کیونکہ آپ ہی اس کے مستحق' صالح اور عبادت گزار بندے ہیں۔

اس کے بعد یہ بحث وگفتگو ہونے لگی کہ اگر مہاجرین نے یہ دعویٰ کیا کہ ہم کو سبقت فی الاسلام اور راہِ حق میں گھر بار چھوڑنے کا شرف حاصل ہے اس لیے خلافت کے حقدار ہم ہیں تو ہم کیا جواب دیں گے۔ حضرت حباب بن منذر انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم یہ جواب دیں گے کہ ''اس صورت میں ایک امیر تم میں سے ہو اور ایک ہم میں سے۔''

جب انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کے متعلق مشغولِ بحث تھے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ' ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور دوسرے بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجدِ نبوی میں رسول اللہ ﷺ کی وفات کے سانحۂ عظیم کا ذکر کر رہے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے اہلِ بیت رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی تجہیز وتکفین کے انتظامات میں مصروف تھے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آپ کی وفات کا کامل یقین ہو گیا تو

Marfat.com

انہوں نے بھی خلافت کے متعلق غور کرنا شروع کیا۔ ان کے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہ آسکتی تھی کہ انصار پہلے ہی اس معاملے پر بحث وتمحیص میں مشغول ہیں اور اپنے میں سے کسی شخص کو امیر بنانا چاہتے ہیں۔

ابنِ سعد طبقات میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا ''اپنا ہاتھ بڑھایئے تاکہ میں آپ کی بیعت کروں کیونکہ رسول اللہ کی زبانِ مبارک سے آپ کو ''امین الامت'' کا لقب مل چکا ہے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا عمر! تمہارے اسلام لانے کے بعد پہلی مرتبہ میں نے تمہارے منہ سے ایسی جہالت کی بات سنی ہے۔ شاید تم بہت زیادہ صدمے میں ہو؟ کیا تم میری بیعت کرو گے جبکہ ہم میں وہ شخص موجود ہے جسے بارگاہِ خداوندی سے ثانی اثنین اور صاحب رسول کا خطاب اور رسول اللہ سے صدیق کا لقب مل چکا ہے۔

یہ دونوں اصحاب انہی باتوں میں مشغول تھے کہ انہیں سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کے اجتماع کی خبر ملی۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جو اس وقت اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تھے کہلا بھیجا کہ ذرا باہر تشریف لایئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواباً کہا میں مشغول ہوں' اس وقت باہر نہیں آ سکتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ پیغام بھیجا کہ فوری طور پر ایک ایسا واقعہ پیش آ گیا ہے جس میں آپ کی موجودگی بے حد ضروری ہے۔

اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین سے زیادہ اس وقت اور کون سا کام ضروری ہے جس کے لئے تم نے مجھے بلایا ہے۔؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کو پتہ بھی ہے ہمیں ابھی ابھی یہ اطلاع ملی ہے کہ انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہیں اور ارادہ کر رہے ہیں کہ سعد بن عبادہ کو خلیفہ بنا دیں؟ ان میں سے ایک شخص نے یہ بھی کہا ہے کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر قریش میں سے۔

یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فوراً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ سقیفہ کی جانب چل پڑے۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے۔ چنانچہ یہ تینوں حضرات سقیفہ میں پہنچے۔ انصار کی گفتگو اور بحث ابھی جاری تھی' ابھی تک انہوں نے نہ تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی اور نہ کسی متفقہ فیصلے پر پہنچے تھے۔ انصار نے جب ان تینوں کو دیکھا تو بڑے پریشان ہوئے اور بالکل خاموش ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا ''یہ شخص کون ہے جو درمیان میں کمبل اوڑھے بیٹھا ہے؟'' لوگوں نے کہا یہ سعد بن عبادہ ہیں اور اس وقت بیمار ہیں۔''

(تاریخ الخمیس' جلد 2 صفحہ 167)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے دونوں ساتھی بھی انصار کے درمیان بیٹھ گئے۔ اب ہر شخص یہ سوچ رہا تھا

Marfat.com

کہ خدا جانے یہ اجتماع کس حد پر جا کر ختم ہو گا۔ جب یہ تینوں مہاجرین اطمینان سے بیٹھ گئے تو انصار کی پریشانی کچھ کم ہوئی اور انہوں نے مہر سکوت توڑ کر اسی قسم کی باتیں شروع کیں کہ خلافت صرف ان کا حق ہے اور یہ حق انہی کو ملنا چاہیے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس دوران میں نے بعض باتیں سوچ رکھی تھیں جنہیں میں اس مجلس میں بیان کرنے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن جب میں تقریر کرنے کے لئے کھڑا ہونے لگا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا ذرا ٹھہرو مجھے بات کر لینے دو۔ اس کے بعد تم بھی اپنی باتیں بیان کر دینا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بزرگی اور ان کی سبقت فی الاسلام کا لحاظ کرتے ہوئے بیٹھ گئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہوئے۔

پہلے اللہ تبارک تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور پھر فرمایا:

''حق وحقیقت یہ ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی مخلوق میں رسول بنا کر اور امت کے لئے گواہ بنا کر بھیجا اس غرض سے کہ بندے اللہ کی عبادت اور اس کی وحدانیت کا اقرار کریں۔ حالت یہ تھی کہ لوگ مختلف معبودوں کی اس خیالِ خام سے پرستش کرتے تھے کہ وہ اللہ کے سامنے شفاعت کر کے ان کو نفع پہنچائیں گے۔ ان معبودوں کی حقیقت یہ تھی کہ پتھر اور لکڑی سے تراش لیے گئے تھے۔ اس بات کا ذکر اللہ تبارک تعالیٰ نے سورۃ زمر کی آیتِ مبارکہ 3 میں اس طرح کیا ہے:۔

وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَآءَ مَا نَعْبُدُھُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَی اللّٰہِ زُلْفٰی

ترجمہ: اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو معبود بنا رکھا ہے (وہ کہتے ہیں کہ) ہم تو ان کی پرستش محض اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کا مقرب بنا دیں۔ (سورۂ زمر آیت 3)

نتیجہ یہ ہوا کہ عربوں کو اپنے آباؤ اجداد کا دین ترک کرنا گراں گزرا۔ اس وقت اللہ تبارک تعالیٰ نے (اپنے رسول کو) قوم میں سے مہاجرین اولین کو یہ خصوصیت بخشی کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لئے کمر باندھی۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سخت مصیبتیں جھیلیں، ایسے حالت میں کہ تمام آدمی ان کی مخالفت کرتے تھے اور ان کے جانی دشمن بن گئے تھے لیکن وہ اپنی قلت اور دشمنوں کی سختی کے باوجود ہراساں نہ ہوئے۔ پس یہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے روئے زمین پر سب سے پہلے اللہ تبارک تعالیٰ کی عبادت کی اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ اسی کے ساتھ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء اور کنبے والے ہیں اور خلافت کے سب سے بڑھ کر مستحق ہیں۔ سوائے ظالم کے کوئی شخص اس معاملہ میں ان سے جھگڑا نہیں کر سکتا۔

Marfat.com

اے گروہ انصار تمہاری دینی فضیلت اور سبقت فی الاسلام کے عظیم شرف سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ تم کو اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے دین اور اپنے رسول کی مدد کے لئے انتخاب کیا۔ اپنے رسول کو ہجرت کے بعد تمہارے پاس بھیجا۔ رسول اللہ ﷺ کے اکثر اصحاب تم میں سے ہیں۔ لہٰذا مہاجرین اولین کے بعد تمہارا مرتبہ سب سے بلند ہے پس ہم امراء ہیں اور تم وزراء۔ تم اپنے مشورے پر ضد نہ کرنا ہم تمہارے مشورہ کے بغیر معاملات طے نہیں کریں گے۔''

(تاریخ الامم والملوک جلد 3 صفحہ 208)

آپ نے اس خطاب میں انصار کے حق میں جو آیات نازل ہوئی تھیں اور جو ارشادات حضور پُرنور ﷺ کی زبان فیض ترجمان سے نکلے ہوئے تھے' انہیں ذکر کیا اور فرمایا کہ تمہیں علم ہے کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر سارے لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار دوسری وادی میں چلیں تو میں انصار کی وادی کو اختیار کروں گا۔ پھر فرمایا:

''اے سعد! تم خوب جانتے ہو۔ تم اس وقت وہاں بیٹھے ہوئے تھے جب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خلافت کے حق دار قریش ہیں۔ نیک لوگ قریش کے نیک لوگوں کے فرمانبردار ہوں گے اور بدکار لوگ قریش کے بدکاروں کے تابعدار ہوں گے۔''

یہ سنتے ہی جیسے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو ہوش آ گیا ہو اور ان کی آنکھیں کھل گئی ہوں اور اس نے کہا:

''اے ابوبکر! تو نے سچ کہا (جو فرمانِ رسالت مآب تو نے سنایا ہے' یہ سچ ہے) میں اپنے دعویٰ سے دستکش ہوتا ہوں چنانچہ تم امراء ہو اور ہم تمہارے وزیر ہیں۔''

(میزان الاعتدال فی نقد الرجال' از ابوعبداللہ جلد 4 صفحہ 199۔ البدایہ والنہایہ جلد 5 صفحہ 247)

علامہ ابنِ خلدون نے بھی اس رائے کی بایں الفاظ تائید کی ہے:

''اللہ تبارک تعالیٰ کے رسول ﷺ نے جب رحلت فرمائی اور سقیفہ کا واقعہ ہوا جیسے ہم نے پہلے بیان کیا ہے' تو تمام مہاجرین اور تمام انصار نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت پر اتفاق کیا اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی نے مخالفت نہیں کی بشرطیکہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا اختلاف صحیح سند سے ثابت ہو جائے۔'' (تاریخ ابن خلدون جلد 3 صفحہ 856)

امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں یہی روایت مخصوص سند کے ذریعہ سے نقل کی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انصار کی تعریف کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''اے سعد! تم خوب جانتے ہو' تم اس وقت وہاں موجود تھے' بیٹھے ہوئے تھے جب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خلافت کے حق دار قریش ہیں۔ نیک لوگ قریش کے نیک لوگوں کے

Marfat.com

طبقات ابنِ سعد میں جو روایت ہے اس میں بھی ان امور کا تذکرہ تک نہیں جو ہشام اور ابو مخنف کی مہربانی سے اس روایت کا حصہ بن گئے ہیں (وہ امور یا بات چیت یا واقعات کا بیان قرآن و سنت' اُسوۂ حسنہ سے واضح طور پر متصادم ہیں اس لیے میں نے ان کا ذکر نہیں کیا ہے)

سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کے دونوں قبیلوں (اوس وخزرج) نے نیز جو مہاجرین وہاں جمع ہو گئے تھے' ان سب نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دستِ مبارک پر خلافت کی بیعت کی۔ پھر آپ مسجدِ نبوی میں واپس آئے' جن لوگوں نے سقیفہ میں بیعت نہیں کی تھی انہوں نے یہاں حاضر خدمت ہو کر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ اس طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم' سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین اور اُمتِ مسلمہ کے سربراہ چن لیے گئے۔ اس طرح سیاست کے میدان میں جن انقلاب آفرین تعلیمات کا ذکر حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرمایا تھا' آج وہ حقیقت بن کر دعوت نظارہ دے رہی تھیں۔

مسجدِ نبوی میں بیعتِ عام

سقیفہ کی بیعت میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور بعض کبار صحابہ رضی اللہ عنہم شریک نہ ہو سکے کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین میں مشغول تھے۔ مسجدِ نبوی میں مہاجرین بھی کافی تعداد میں موجود تھے چونکہ انہیں واقعہ سقیفہ کی خبر نہ تھی اس لیے وہ بھی اس بیعت میں شریک نہ تھے۔ بیعتِ سقیفہ کے متعلق بعض راوی حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی جانب یہ قول منسوب کرتے ہیں کہ یہ بیعت بغیر کسی ارادے کے محض اتفاقاً ہو گئی اور ہمارے نزدیک یہی قول صحیح ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ سقیفہ بنو ساعدہ میں جو کچھ ہوا اور پھر بیعت ہوئی اس نے اسلام کو ایک ایسے ہولناک فتنے سے بچا لیا جس کا انجام اللہ جانے کیا الم ناک اور کتنی خطرناک صورت اختیار کرتا۔

حافظ ابنِ کثیر البدایہ والنہایہ میں بیعتِ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں رقم طراز ہیں:-

"اسلام اور اہلِ اسلام پر جو سب سے عظیم و جلیل برکت نازل ہوئی وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت ہے" (البدایہ والنہایہ جلد 5 صفحہ 244)

الحمد للہ! راتوں رات (12 اور 13 ربیع الاول کی درمیانی شب) یہ مسئلہ بڑی خوش اسلوبی سے طے ہو گیا لیکن اس موقع پر جو بیعت ہوئی وہ بیعتِ خاصہ (خاص حالات کے سبب کی گئی بیعت) تھی ابھی بیعتِ عامہ کا انعقاد باقی تھا۔ دوسرے دن علی الصبح (منگل 13 ربیع الاول 11 ہجری کو) عامۃ المسلمین مسجدِ نبوی میں جمع ہوئے تو سب سے پہلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے منبر پر چڑھ کر یہ خطبہ دیا:

"میں نے تم سے کل ایسی بات کہی تھی نہ کتاب اللہ میں پائی جاتی ہے اور نہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی سنی تھی لیکن میں (اپنی محبت کے جوش میں) یہ سمجھتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ زندہ

Marfat.com

رہیں گے اور ہمارے تمام کاموں کی نگرانی بنفسِ نفیس فرماتے رہیں گے۔ لیکن اللہ نے تمہارے لیے وہ کتاب باقی رکھی ہے جس سے خود رسول اللہ ﷺ نے ہدایت حاصل کی۔ پس اگر تم اسے مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو اسی طرح ہدایت پاؤ گے جس طرح آپ ﷺ نے پائی۔ تمہارا خلیفہ اللہ تبارک تعالیٰ نے اس شخص کو بنایا ہے جو تم میں سب سے بہتر ہے' یہ رسول اللہ کا مقرب ہے اور یہی ہے وہ جسے غار میں آپ ﷺ کی رفاقت کا شرف حاصل ہوا۔ اس لیے اٹھو اور اس کی بیعت کرو۔'' (البدایہ والنہایہ جلد 5 صفحہ 248)

خطبہ ختم کر کے انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ منبر پر رونق افروز ہوں لیکن وہ خاموش اپنی جگہ پر بیٹھے رہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہت اصرار کیا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ منبر پر اس مقام سے ایک درجہ نیچے بیٹھ گئے جہاں حضور پُرنور' نبی کریم رؤف و رحیم رسول اللہ ﷺ قیام فرمایا کرتے تھے۔ ان کے منبر پر بیٹھتے ہی تمام خلقت بیعت کے لئے ٹوٹ پڑی۔ یوں بیعتِ عامہ بھی منعقد ہوگئی۔

بیعتِ عامہ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر پہلے اللہ تبارک تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور پھر یہ خطبہ دیا:۔

''اے لوگو! خدا کی قسم نہ میں کبھی دن میں اور نہ کبھی رات میں امارت کا خواہاں تھا' نہ اس کی طرف مجھے رغبت تھی اور نہ میں نے کبھی پنہاں یا آشکارا' اللہ تبارک تعالیٰ سے اس کے لئے دعا کی' البتہ مجھے خوف ہوا کہ کوئی فتنہ نہ برپا ہو جائے۔ (اس لیے اس بارِ گراں کو اٹھانے کے لئے تیار ہو گیا) ورنہ امارت میں مجھے کوئی راحت نہیں بلکہ یہ ایک ایسا بوجھ مجھ پر ڈالا گیا ہے جس کی برداشت کرنے کی طاقت میں اپنے اندر نہیں پاتا اور اللہ عزوجل کی امداد کے بغیر اس سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔'' (الصواعق المحرقہ: 11-12' المستدرک للحاکم' جلد 3 صفحہ 66)

کاش آج میری بجائے کوئی ایسا شخص امیر ہوتا جو اس بوجھ کو اٹھانے کی مجھ سے زیادہ طاقت رکھتا۔ مجھے تم نے اپنا امیر بنایا حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر سیدھے راستے پر چلوں (اچھا کام کروں) تو میری مدد کرو اور اگر غلطی کروں تو میری اصلاح کرو۔ صدق امانت ہے اور کذب خیانت ہے۔ تم میں سے جو کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے یہاں تک کہ اس کا حق دلوا دوں' انشاء اللہ' اور تم میں سے جو قوی ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے یہاں تک کہ اس سے حق لے لوں' انشاء اللہ' جو قوم جہاد فی سبیل اللہ ترک کر دیتی ہے وہ ذلیل کر دی جاتی ہے اور جس قوم میں بے حیائی کا رواج ہو جاتا ہے اس پر عام طور پر عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے۔ جب تک میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کروں تم میری اطاعت کرو اور جب میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت فرض نہیں ہے۔ اب نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ

Marfat.com

اللہ تم پر رحم فرمائے۔ (البدایہ والنہایہ جلد 5 صفحہ 248)

علامہ ابنِ سعد کا بیان ہے کہ پھر کبھی کسی کی زبان سے ایسا خطبہ سننے میں نہیں آیا۔ بیعت کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا لقب ''خلیفۃ الرسول'' یا ''خلیفۃ رسول اللہ'' ہوا۔ ایک دفعہ کسی نے خلیفۃ اللہ کہہ کر مخاطب کیا تو فرمایا کہ ''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہوں اور اسی سے خوش ہوں۔''

بیعتِ عامہ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دوسرے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہو گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت

یہاں یہ امر تصفیہ طلب ہے کہ کیا حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے بیعت کی یا نہیں؟ اگر بیعت کی تو برضا و رغبت کی یا جبر و اکراہ سے، اسی وقت کی یا کچھ عرصہ گزرنے کے بعد۔ ان استفسارات کا جواب سننے کے لئے ہر شخص بے چین ہے۔ اگر ایک لمحہ کے لئے ہم ہر قسم کی روایات سے صرفِ نظر کر لیں، محض سیرتِ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روشنی میں ان سوالات کا جواب تلاش کریں تو ہم بڑی آسانی سے اس فیصلہ پر پہنچ جائیں گے کہ آپ نے بیعت کی، اپنی خوشی سے کی اور اسی وقت کی۔

بچپن سے ہی آپ کا پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوشِ رحمت میں تعلیم و تربیت پانا، دینِ اسلام کو اختیار کرنا اور قریش کے مجمع میں کھڑے ہو کر اللہ تبارک تعالیٰ کے رسول کی مدد کرنے کا اقرار کرنا اور پھر اس جذبہ کو بڑھاتے ہوئے صحابہ کبار کی طرح قدم قدم پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رہنا۔ آپ کی خدا پرستی اور خدا خوفی، قرآن و سنت کے لئے دانش و فہم، دین، تبلیغ دین کے لئے آپ کا خلوص، اُمتِ مسلمہ کے لئے آپ کا جذبہ خیر اندیشی، آپ کی بے عدیل شجاعت، مزید برآں آپ کی ہمہ صفت موصوف شخصیت، ان تمام خرافات کے ابطال کے لئے کافی ہے۔ ان تمام لغویات کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔

یہاں مجھے اس بات سے اتفاق ہے کہ ہم ان روایات سے کلیتہً صرفِ نظر بھی نہیں کر سکتے۔ روایات کے اس ڈھیر سے نجات حاصل کرنے کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ ہر قول کو روایت و درایت کی کسوٹی پر پرکھا جائے، جو بات کھری ہو اسے قبول کر لیا جائے اور جو پایۂ اعتبار سے ساقط ہو اس کو نظر انداز کر دیا جائے۔

لیکن میں (اس کتاب کا مصنف) یہ محسوس کرتا ہوں کہ ایسا کرنا تو صرف زیادہ پڑھے لکھے طبقہ سے ہی ممکن ہوگا جبکہ ہماری اکثریت کم تعلیم یافتہ بلکہ ان پڑھ ہے۔ نہ ان کی پہنچ میں ایسی تحقیق آتی ہے اور نہ ہی ان کے پاس اسے سمجھنے کے لئے عقل و وقت ہوتا ہے۔ اس لیے میرے نزدیک اس کا عوام الناس کے لئے یہ حل ہے کہ حدیثِ پاک کی روشنی میں ہر اس بات، روایت، حدیث، انداز، الفاظ و مفہوم کو یکسر رد کر دیا جائے جو قرآن

Marfat.com

وسنت اُسوۂ حسنہ سے متصادم ہو اور انہی روایات' خیالات' بات چیت احادیث کو آگے بڑھایا جائے جو قرآن و سنت اُسوۂ حسنہ پر پورے اترتے ہوں۔

سورۂ نساء کی آیتِ مبارکہ 59 میں خالق و مالکِ کائنات' اللہ ربّ العالمین نے یہی ارشاد فرمایا ہے:

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝

ترجمہ: ''پھر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اُسے اللہ (قرآنِ حکیم) اور رسول (سنت' اُسوۂ حسنہ) پر پیش کرو' اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو' یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا۔''

سادہ الفاظ میں اس آیتِ مبارکہ کے ان مقدسہ الفاظ کا مطلب یہی ہے کہ جب تم میں کسی بھی بات' معاملہ' چیز میں اختلاف ہو تو اس کا بہترین حل' فیصلہ قرآن وسنت کی روشنی میں تلاش کرو اور جو قرآن وسنت سے متصادم نہ ہو یعنی کہ قرآن وسنت کے مطابق ہو تو اُسے قبول کر لو اور جو متصادم ہو اُسے ردّ کر دو۔ اور انجامِ کار' بالآخر یہی بہتر ہے۔ اسی حل میں اُمت مسلمہ کی' پوری انسانیت کی بھلائی ہے۔

اصحابِ رسولِ اخوت اسلامی کے عظیم رشتے سے منسلک تھے یہ اخوتِ اسلامی ان کے لہو میں اس طرح رچ بس گئی تھی کہ ایک دوسرے کے لئے احترام اور محبت کے سوا ان کے دلوں میں کچھ بھی نہ تھا۔ اگر کبھی کوئی غلط فہمی پیدا ہوتی تو اسے دور کر لیا جاتا اور اعتماد کے آبگینوں کو ذرا بھی ٹھیس نہ لگتی۔ اپنی غلطی کا اعتراف کر کے اپنی اصلاح کر لی جاتی' کسی مسئلہ کو اپنی انا کا مسئلہ نہ بنایا جاتا اس لیے کہ ان میں اللہ کے ہاں جوابدہی کا احساس زندہ ومتحرک تھا۔ حضورِ انور ﷺ کی سنت کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھایا جاتا۔ یہی وجہ تھی کہ فکری اور نظری رشتے خون کے رشتوں سے زیادہ مستحکم اور پائیدار ثابت ہوئے۔

کتب میں جو روایات ثقہ اسناد سے مروی ہیں' میں اس جگہ پر پہلے ان کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں اور ان کو پڑھ کر دل بے ساختہ تسلیم کرتا ہے کہ یہی حق ہے اور یہی بات حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شانِ رفیع کے شایان ہے:

''حبیب بن ثابت سے مروی ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں تشریف فرما تھے' ایک آدمی آیا اس نے عرض کی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیعت لینے کے لئے مسجد میں تشریف فرما ہیں۔ اس وقت آپ نے صرف ایک لمبی قمیص زیب تن فرمائی ہوئی تھی۔ جلدی اٹھ کھڑے ہوئے' مبادا بیعت کرنے میں تاخیر ہو جائے' آ کر بیعت کی' اور وہیں بیٹھ گئے۔ کسی آدمی کو کپڑے لانے کے لئے بھیجا' وہ گھر سے کپڑے لے آیا' آپ نے انہیں پہن لیا اور اسی مجلس میں تشریف فرما ہو

Marfat.com

گئے۔" (تاریخ الامم والملوک جلد 3 صفحہ 201)

اس سے بھی واضح وہ روایت ہے جو حافظ ابوبکر البیہقی نے اپنے جلیل القدر اساتذہ حدیث کے واسطہ سے حضرت ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ سے روایت کی:

"حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما ہوئے' حاضرین میں اکابر قوم کا جائزہ لیا' حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نظر نہ آئے' انہیں بلانے کے لئے آدمی بھیجا۔ جب وہ آئے تو فرمایا' اے اللہ کے رسول کی پھوپھی کے فرزند! اور اے اللہ کے رسول کے حواری! کیا تم مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا چاہتے ہو؟ آپ نے عرض کی' اے خلیفہ رسول اللہ! ناراض نہ ہوں۔ یہ کہہ کر آپ اٹھے اور بیعت کرلی۔ آپ نے حاضرین پر دوبارہ نظر ڈالی' حضرت علی رضی اللہ عنہ دکھائی نہ دیئے' آپ کی خدمت میں بلانے کے لئے آدمی بھیجا' آپ فوراً تشریف لائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول کے چچا کے فرزند! اور اے حضور کے پیارے داماد! کیا آپ مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا چاہتے ہیں؟ آپ نے بھی جواب میں کہا کہ اے اللہ تبارک تعالیٰ کے رسول کے خلیفہ! اس تاخیر پر آپ ناراض نہ ہوں۔ یہ کہہ کر اٹھے اور آپ نے بھی بیعت کرلی۔"

(السنن الکبریٰ جلد 8 صفحہ 143۔ البدایہ والنہایہ جلد 5 صفحہ 249)

علامہ ابن کثیر نے اس مفہوم کی کئی روایات بھی نقل کی ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

"یہی حق ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک لحہ کے لئے بھی حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کسی وقت بھی جدا نہیں ہوئے۔ ساری نمازیں آپ کی اقتداء میں ادا کرتے رہے اور جب مرتدین کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تلوار لہراتے ہوئے نکلے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ ساتھ تھے اور مقام واپسی "ذی القصہ" تک ساتھ رہے اور ساتھ ہی واپس تشریف لائے۔" (السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد 4 صفحہ 495۔ البدایہ والنہایہ جلد 6 صفحہ 315)

بیہقی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب انصار ومہاجرین نے اتفاق رائے سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ چن لیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی تو آپ منبر پر رونق افروز ہوئے۔

"آپ نے قوم کے سرداروں کو دیکھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہ پایا۔ آپ نے ان کے بارے میں لوگوں سے پوچھا تو انصار کے کچھ آدمی اٹھ کر انہیں لے آئے۔ آپ نے کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے اور داماد! کیا آپ مسلمانوں کی لاٹھی توڑنا چاہتے ہیں؟ (یعنی ان کی وحدت کو پارہ پارہ کرنا چاہتے ہیں) انہوں نے جواب دیا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کوئی خرابی نہیں ہوگی اور آپ کی بیعت کرلی۔ پھر آپ نے نظر دوڑائی تو حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو نہ پایا تو ان

Marfat.com

اور آپ کی بیعت کر لی۔ پھر آپ نے نظر دوڑائی تو حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو نہ پایا تو ان کے متعلق لوگوں سے پوچھا۔ لوگ انہیں بلا کر لائے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کے بیٹے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری! کیا آپ مسلمانوں کی لاٹھی توڑنا (یعنی ان کی وحدت کو پارہ پارہ کرنا چاہتے ہیں؟) انہوں نے جواب دیا اے رسول اللہ کے خلیفہ کوئی خرابی نہیں ہوگی اور کھڑے ہو کر آپ کی بیعت کر لی۔''

(البدایہ والنہایہ جلد 5 صفحہ 249۔ السنن الکبریٰ جلد 8 صفحہ 143)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر کبار صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی انصار و مہاجرین کے اس متفقہ انتخاب کی اپنے قول و فعل سے توثیق فرما دی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نہ صرف خلیفہ تسلیم کیا بلکہ باقاعدہ ان کی بیعت کر کے مسلمانوں کی جماعت کو افتراق و انتشار سے بچا لیا۔

علامہ ابنِ اثیر الجزری نے اپنی معروف کتاب ''اسد الغابہ'' میں حضرت حسن بصری کے واسطہ سے سیدنا حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

''حضرت حسن بصری سے مروی ہے کہ سیدنا علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو آگے کھڑا کیا اور سب لوگوں نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ اس وقت میں وہاں حاضر تھا' غائب نہیں تھا' میں صحت مند تھا بیمار نہیں تھا' اگر مجھے حضور آگے کھڑا کرنا چاہتے تو حضور مجھے آگے کھڑا کر دیتے' لیکن ایسا نہیں کیا۔ اس لیے جس ہستی کو اللہ اور اس کے رسول نے ہمارے دین کے لئے پسند فرمایا ہم اس کو اپنی دنیا کے لئے بھی پسند کرتے ہیں۔''

(تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 164)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ برحق ہونے کے لئے ان روشن دلائل کے بعد کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار نہیں بار بار حکم دیا کہ مروا ابابکر فلیصل بالناس ''ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔'' ازواجِ مطہرات نے جب اس حکم میں آڑے آنے کی کوشش کی تو حضور نے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ خود حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ دیا کہ جب اللہ اور اس کے رسول نے ہمارے دین کے لئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پسند کیا ہے تو ہم اپنی دنیا کے لئے بھی انہیں ہی پسند کرتے ہیں۔

سید امیر علی جو مشہور قانون دان' نامور مؤرخ اور بنگال ہائی کورٹ کے سب سے پہلے مسلمان جج تھے' وہ اپنی شہرہ آفاق کتاب ''سپرٹ آف اسلام'' میں رقمطراز ہیں:

''حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی اولوالعزمی اور دین سے بے پناہ وابستگی اور اپنے آقا کے ماننے والوں کو ہر قسم کے انتشار سے بچانے کے لئے فوراً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ آپ

Marfat.com

کو تین بار نظر انداز کیا گیا اور آپ نے ہر بار کسی اعراض کے بغیر رائے دہندگان کے انتخاب کو صدق دل سے قبول کر لیا۔ آپ نے اپنے کو کبھی بھی خلافت کے لئے امیدوار کی حیثیت سے پیش نہیں کیا۔ آپ کے احباب کے جذبات کچھ بھی ہوں' آپ نے اسلامی مملکت کے کاروبار حکمرانی کو چلانے میں پہلے دو خلیفوں کی ہر طرح امداد کی اور انہیں بہترین مشوروں سے بھی نوازا۔ خلفاء کرام نے بھی ہمیشہ آپ کے مشورے کو عزت اور قدر کی نگاہ سے دیکھا اور احادیثِ نبوی کی جو تشریح آپ نے کی' اس کو تسلیم کیا۔'' (سپرٹ آف اسلام از سید امیر علی صفحہ 240)

قارئین کرام کو یہ علم تو ہوگا کہ سید محترم وموصوف شیعہ فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی اس وضاحت کے بعد ہر قسم کے شکوک وشبہات کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ نیز ان روایات کی لغویت آشکارا ہو جاتی ہے جن میں حضور پُرنور رحمتِ دوعالم ﷺ کے صحابہ کرام کی عظمت کو داغدار کرنے کے لئے دانستہ یا نادانستہ ناپاک کوششیں کی گئی ہیں۔

باہمی محبت واحترام

خلیفۃ الرسول کے ساتھ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا آپس میں شیر وشکر ہونے کا وہ عالم تھا جس کو ہم اپنے تصور میں بھی نہیں لا سکتے اور پھر اللہ تبارک تعالیٰ نے آلِ رسول کو مزید پاکیزگی بخش دی (سورۂ احزاب آیت 33) بھلا ہم بدفطرت ان پاکیزہ' منزہ فطرت والوں کے جذبات وخیالات کو کیا سمجھ پائیں گے۔

سورۂ انفال آیت 63 میں خالق ومالکِ کائنات کا ارشاد ہے:

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○

ترجمہ: ''اور لیکن اللہ نے ان کے دل ملا دیئے' بے شک وہی غالب حکمت والا ہے۔''

اس آیتِ کریمہ کے مطابق وہ تو سب ہی یک جان دو قالب تھے۔ شیطان وسوسہ اندازی تو کر سکتا ہے لیکن قادرِ مطلق رحمٰن نے انہیں اپنے حبیب کے صدقے ایک خصوصی پیار محبت باہمی عزت واحترام سے نوازا ہوا تھا۔ جس کے باعث وہ نفوس مقدسہ گرے ہوئے خیالات وبات چیت سے محفوظ تھے۔

درج ذیل میں آپ خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیار محبت خلوص وباہمی عزت واحترام کو دیکھئے اور خوش ہو جایئے اور ان تمام لغویات کو ہمیشہ کے لئے رد کر دیجیے جو لوگ اپنے بغض اور محبت کی آڑ میں مبالغہ آرائی' غلو سے کام لیتے ہوئے سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں بے ادبی کر جاتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ذوالقصہ کی طرف جانے لگے اور اپنی ناقہ پر سوار ہو گئے تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس کی مہار کو پکڑ لیا اور پوچھا اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ میں آپ سے وہ بات کرتا ہوں جو رسول اللہ ﷺ نے

Marfat.com

احد کے روز فرمائی' آپ نے تلوار کیوں سونتی ہے؟ ہمیں اپنی جان کی وجہ سے مصیبت میں نہ ڈالیے اور مدینہ کی طرف واپس چلے جایئے خدا کی قسم اگر ہمیں آپ کی مصیبت پہنچی تو ہمیشہ کے لئے اسلام کا نظام قائم نہیں ہو سکے گا' پس آپ واپس آ گئے۔ (البدایہ والنہایہ جلد 6 صفحہ 315۔ السیرۃ النبویہ ابنِ کثیر جلد 4 صفحہ 495)

حضرت علی رضی اللہ عنہ شیر خدا' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفۂ رسول کہہ کر مخاطب کرتے ہیں آپ کی ذات کو مسلمانوں کی یکجہتی کے لئے ضروری اور آپ کی عدم موجودگی کو مسلمانوں کے لئے مصیبت خیال کرتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس طرزِ عمل کے باوجود مفروضوں پر مبنی مؤقف قائم کراتے رہنا قرینِ انصاف نہیں ہے اور ایسے مؤقف پر قائم رہنے والے کے بارے میں' میں (راقم الحروف' اس کتاب کا مصنف) وثوق سے کہتا ہوں کہ وہ لوگ ازلی بدنصیب ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں دانستہ نادانستہ گستاخی کر جاتے ہیں اور پھر تائب نہیں ہوتے۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ' آلِ رسول صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو پیغمبرِ اول و آخر و اعظم' حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ پاک کے عظیم منور مینار ہیں۔ ان کے نور سے آپ بھی دل کی روشنی حاصل کریں' اپنے دل کو روشن کریں اور ان سے حاصل کردہ نور سے اپنے اپنے دور میں اپنے اپنے ماحول سے ضلالت و ظلمت کو اپنی بساط کے مطابق دور کریں۔

متفقہ انتخاب

ایسی روایتوں کی بھی کمی نہیں ہے جن میں اس امر سے صراحتاً انکار کیا گیا ہے کہ بنو ہاشم اور بعض مہاجرین بیعت سے علیحدہ رہے۔ ان روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ کی خاص بیعت کے بعد عام بیعت کا وقت آیا تو مہاجرین و انصار بالاجتماع آپ کی بیعت میں شریک تھے۔ چنانچہ طبری میں مذکور ہے کہ کسی شخص نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا:۔

''کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت مدینہ میں موجود تھے؟''

انہوں نے جواب دیا: ''ہاں''

اس شخص نے پوچھا:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کب کی گئی؟

انہوں نے جواب دیا' اسی روز جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ بات سخت ناپسند تھی کہ وہ ایک بھی روز بغیر خلیفہ کے زندگی گزاریں۔

کیا کسی شخص نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مخالفت بھی کی؟

انہوں نے جواب دیا:

Marfat.com

''نہیں' سوائے مرتدین کے' یا ان لوگوں کے جو حالتِ ارتداد کے قریب پہنچ چکے تھے۔''
پوچھا گیا:- کیا مہاجرین میں سے بھی کسی نے بیعت کرنے سے انکار کیا؟
جواب دیا: نہیں۔
مہاجرین نے تو اس بات کا انتظار بھی نہ کیا کہ کوئی شخص انہیں آ کر بیعت کے لئے بلائے بلکہ انہوں نے از خود ہی آ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ (تاریخ الامم والملوک' جلد 3 صفحہ 201)
ایک روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر میں یہ خبر ملی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیعت لینے کے لئے مسجدِ نبوی میں تشریف فرما ہیں تو اس وقت ان کے بدن پر ایک قمیض کے سوا کوئی کپڑا نہ تھا' لیکن وہ اسی حالت میں گھر سے باہر نکل آئے اور جلد جلد قدم اٹھاتے ہوئے مسجد میں پہنچ گئے' مبادا بیعت کرنے میں دیر ہو جائے۔ جب بیعت کر لی تو اس کے بعد گھر سے اور کپڑے منگوا کر پہنے۔

ایک دانستہ پیدا کردہ غلط فہمی کا ازالہ

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پیغمبرِ اول و آخر و اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم' عالم خفا و غیوب' مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلا کر فرمایا کہ تجھ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال پائی جاتی ہے کہ یہود نے ان سے بغض کیا یہاں تک کہ انہوں نے آپ کی ماں پر بہتان لگایا اور نصاریٰ نے ان سے محبت کی یہاں تک کہ انہوں نے آپ کو وہ مقام دیا جو آپ کا نہیں ہے۔
سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا! لوگو آگاہ رہو کہ میرے بارے میں دو شخص ہلاک ہو جائیں (دوزخی ہوں گے اور جہنم میں جائیں گے) گے۔ ایک حد سے تجاوز کرنے والا محب' جو مجھے کمال میں اتنا بڑھائے گا کہ وہ مجھ میں موجود نہیں ہے۔ دوسرا بغض رکھنے والا جسے میری دشمنی اس قدر بھڑکائے گی کہ وہ مجھ پر بہتان لگائے گا۔ آگاہ رہو میں نہ نبی ہوں اور نہ میری طرف وحی ہوئی بلکہ میں حتی المقدور اللہ تبارک تعالیٰ کی کتاب قرآن اور اس کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتا ہوں۔ پس اطاعتِ الٰہی کا جو حکم میں تمہیں دوں (اور میرے احکام تمام امور میں خالصتاً قرآن و سنت کے مطابق ہوں گے اس لیے) تم پر میری اطاعت واجب ہے۔ (الصواق المحرقہ صفحہ 177)
سیرتِ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ میں غلط فہمیاں ان ہی دو طرح کے لوگوں نے پیدا کی ہیں ورنہ آپ نے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تو زندگی بھر پرخلوص اتباع اُسوۂ حسنہ کیا ہے اور قرآن و سنت کی حدود میں رہے ہیں۔ انہیں دنیا کی نسبت دین و آخرت زیادہ پسند تھی اور اس حقیقت کے باوجود کہ اللہ ان سے راضی تھا وہ زندگی بھر اسی کے لئے محنت کرتے رہے۔
پیغمبرِ اول و آخر و اعظم' حضور پُرنور تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال سے پہلے کسی قسم کی کوئی وصیت

Marfat.com

نہیں فرمائی اور نہ اپنے بعد باقاعدہ طور پر کسی کو بھی اپنا جانشین مقرر فرمایا البتہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بزرگی اور فضیلت کی طرف چند اشارے ضرور ملتے ہیں۔ مثلاً حضور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں حضور نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر مسجدِ نبوی میں نمازوں کی امامت کرانا۔

مسئلہ خلافت کو بھی خواہ مخواہ الجھا دیا گیا اور یہ تاثر دیا گیا کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق فائق تھا اور (معاذ اللہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس فرضی ''حق تلفی'' کا ملال تھا اسی لیے انہوں نے ایک عرصے تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی۔ اپنے مؤقف کی تائید میں کہا گیا کہ حضور پُرنور، نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا وصی مقرر کر دیا تھا اس لیے خلافت پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق فائق تھا۔ ان باتوں کی کوئی اصل نہیں بلکہ یہ صریحاً بے بنیاد پروپیگنڈہ ہے۔

حضرت اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بعض لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے ذکر کیا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصی مقرر کیا ہے۔ آپ نے فرمایا انہیں کب وصیت کی گئی حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں اپنے سینے سے سہارا دیئے ہوئے تھی۔ پس آپ نے (پانی کا) طشت طلب فرمایا لیکن اس وقت آپ میری گود میں ڈھلک گئے حالانکہ مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ آپ وفات پا چکے ہیں دریں حالات و حالت ان سے وصیت کب فرمائی۔ (صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 382)

اسی حوالے سے ایک دوسری روایت درج کی جا رہی ہے کہ حضرت طلحہ بن مصرف رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا۔

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ میں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں وصیت کے متعلق کیا حکم دیا ہے؟ انہوں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی کتاب پر عمل کرنے کی وصیت فرمائی تھی۔
(صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 382)

ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمایئے۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو کوئی درہم و دینار اور نہ کوئی بھیڑ بکری اور اونٹ چھوڑا اور نہ کسی چیز کی وصیت فرمائی۔ (سنن النسائی جلد 2 صفحہ 129)

عقل سلیم یہ تسلیم کرنے سے قاصر ہے کہ اگر حضور پُرنور رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنا وصی بنانے کا اعلان فرما دیا ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وہ عظیم جماعت جو ہر وقت آقا کی جنبشِ ابرو پر اپنی جانیں نثار کرنے کے لئے تیار رہتی اس عظیم جماعت کا ایک فرد بھی اپنے رسول کے حکم کی تعمیل سے انکار کی جسارت نہ کرتا، اگر ایسا ہوا ہوتا تو حضورِ انور، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خلافت کا جو مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا تھا صحابہ رضی اللہ عنہم میں (وقتی طور پر ہی سہی) اختلاف پیدا ہو گیا تھا، یہ مسئلہ سرے سے کھڑا ہی نہ

Marfat.com

ہوتا' اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے آقا و مولا ﷺ کے حکم کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر متفق ہو جاتے اور کھلے دل کے ساتھ ان کی اطاعت کرتے' اگر تاجدارِ کائنات ﷺ نے ایسی کوئی وصیت کی ہوتی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس سوال کو ضرور اٹھاتے۔

لہٰذا اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم سے غلط باتیں منسوب کرنا اور پھر خود ساختہ اختلافات کے انبار تخلیق کر لینا یقیناً حقائق کا چہرہ مسخ کرنے کے مترادف ہے۔ ایسے لوگ اپنے اوپر ظلم کر رہے ہیں اور ان کا یہ عمل اپنے آپ کو ہلاکت (جہنم) میں ڈالنا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نمازیں ادا کیں اور ان کے عہدِ خلافت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ مرتدین کے خلاف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دست و بازو بنے رہے۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی بیعت

علامہ ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے بیعت کرنے کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:۔

"قوم نے بیعت میں ایک دوسرے کی پیروی کی اور سعد بن عبادہ نے بھی بیعت کی۔"

(تاریخ الامم والملوک جلد 3 صفحہ 210)

طبری ہی کی ایک اور روایت میں خود حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی زبانی ان کی بیعت کا اعتراف موجود ہے اور یہ بیان بھی کہ اگر انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت نہ کی ہوتی تو لوگ انہیں شام جانے کے لئے زندہ نہ چھوڑتے۔ (یعنی کہ انہوں نے ملکِ شام جانے سے بہت پہلے بیعت (بلکہ ابتدا میں ہی) کر لی تھی)

مسند احمد کی ایک مرسل روایت سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے خوش دلی سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تھی اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:۔

"حمید بن عبدالرحمٰن حمیری کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مدینہ کے کسی حصہ میں تھے۔ اس سانحہ کی خبر سن کر وہ تو حضور پُرنور ﷺ کے جسد اطہر کے پاس آئے اور آپ کے چہرۂ اقدس سے چادر ہٹا کر کہا' میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ زندگی میں بھی اور وفات کے بعد بھی کس قدر حسین و جمیل ہیں۔ اس کے بعد کہا ربّ کعبہ کی قسم محمد ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تیزی کے ساتھ انصار کے پاس گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور اس میں انصار کی ہر اس فضیلت کا ذکر کیا جو قرآن میں بیان ہوئی ہے یا جو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہے۔ اس کے بعد فرمایا

Marfat.com

کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر تمام لوگ کسی وادی کی طرف جائیں اور انصار کسی اور وادی کی طرف تو میں انصار کی وادی اختیار کرلوں گا اور اے سعد (بن عبادہ) تم بھی اس وقت وہاں موجود تھے جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ قریش خلافت کی ذمہ داری سنبھالیں گے۔ لوگوں کے بھلے قریش کے بھلے کے تابع ہیں اور لوگوں کے برے قریش کے برے کے تابع ہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ (بن عبادہ) نے کہا' بے شک آپ سچ فرماتے ہیں ہم انصار وزیر ہیں اور آپ حضرات امیر۔'' (البدایہ والنہایہ 5:247)

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا حدیث پاک سن کر یہ کہہ دینا کہ بے شک آپ سچ فرماتے ہیں ہم انصار وزیر ہیں اور آپ (مہاجرین) حضرات امیر ہیں۔ میرے (اس کتاب کے مصنف کے) نزدیک حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا بیعت کرنے سے کم نہیں ہے۔ انہوں نے سب کے سامنے اپنے آپ کو وزیر کہا ہے اور حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ (مہاجرین) کو امیر جانا ہے۔

وہ اس دوران علیل تھے اور انہیں سقیفہ بنو ساعد میں اٹھا کر لایا گیا تھا۔ بہت ممکن ہے کہ کچھ عرصہ وہ اپنی اس علالت کے سبب مسجد میں نماز ادا کرنے کے لئے نہ جا سکے ہوں اور پھر بدفطرت لوگوں نے اسی کی آڑ میں قصے کہانیاں بنالیں۔

مشہور شافعی فقیہ ابنِ حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الصواعق المحرقہ میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے بیعت نہ کرنے کے تخیل کو غلط قرار دیا ہے' فرماتے ہیں:-

''اور جو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا بیعتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اختلاف بیان کیا جاتا ہے وہ مردود ہے۔'' (الصواق المحرقہ صفحہ 13)

صاحبِ کنز العمال نے بھی حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے بیعت کرنے کی روایت کو قبول کیا ہے اور اسے اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔ کسی اختلافی مسئلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں نیک گمان کرنا ہی بہتر ہے۔ اس لیے ہم انہی روایات کو ترجیح دیتے ہیں جن کے مطابق حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی تھی۔ بعض لوگ خدا کے خوف سے بے نیاز ہو کر کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ خلافت کے مسئلے میں مشغول رہے اور سرورِ دوعالم ﷺ کے کفن دفن میں شریک نہ ہوئے۔ یہ بے سروپا روایت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض کی بنیاد پر وضع کی گئی ہے ورنہ اصل واقعات وہی ہیں جو مستند ترین ذرائع سے اخذ کر کے پہلے بیان کردیئے گئے ہیں۔

یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا امت پر احسان ہے کہ انہوں نے اس ہوشربا موقع پر بے مثال صبر و استقامت اور تدبیر و حکمت سے کام لیا اور ملتِ اسلامیہ کو

Marfat.com

اختلاف و انتشار سے بچا لیا۔ درحقیقت اس وقت مدینہ منورہ کے انصار اور مہاجرین ہی پورے عرب میں عملاً نمائندہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ انہوں نے کسی دباؤ یا لالچ کے بغیر خود اپنی رضا و رغبت سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتخاب کر کے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔

یہ درست ہے کہ پہلے انصار کے دل میں اپنی قربانیوں کی بنا پر خلافت کا خیال پیدا ہوا لیکن جب ان کے سامنے صحیح صورت حال رکھی گئی تو ان نیک نفس اور نیک نیت اصحاب نے فوراً اپنا دعویٰ ترک کر دیا اور بلا تامل امت کی بہترین شخصیت کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

تجہیز و تکفین

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دانش مندانہ طرزِ عمل نے مسلمانوں کو ایک بہت بڑے فتنے سے بچا لیا۔ انصار کی مصالحانہ پیشکش نے ایثار و قربانی کی ایک اور مثال قائم کی' مسلمانوں نے تحمل اور بردباری کا مظاہرہ کر کے اسلامی اخوت کا ثبوت دیا اور ملت کی ناؤ کو بھنور سے نکال کر کنارے پر لگا دیا۔ جب مسلمان خلافت کے معاملے سے فارغ ہو گئے تو حضورِ انور' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب ہم تجہیز و تکفین پر مستعد ہوئے تو لوگوں کا ہجوم روکنے کے لئے دروازہ بند کر لیا تھا' اس پر انصاری آ کر پکارے:

''ہمارا بھی حق ہے' ہم اس کے ماموں زادے ہیں' اسلام میں ہمارا درجہ معلوم ہے۔''

قریش آ کر پکارے..... ''ہم اس کے خاندان والے ہیں!''

اس پر بھی جب دروازہ نہ کھلا' تو لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے شکایت کرنے لگے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پکار کر کہا: ''مسلمانو! میں تمہیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں ہر قوم اپنے جنازے کی زیادہ حقدار ہے' اگر تم سب اندر آ جاؤ گے تو نبی کے خاندان والوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور کر دو گے' جسے یہ لوگ اجازت دیں وہی اندر جائے۔'' لیکن انصار برابر اصرار کرتے رہے ان میں سے ایک شخص حضرت اوس بن خولی رضی اللہ عنہ کو اندر بلا لیا گیا۔ حضرت اوس بن خولی رضی اللہ عنہ بدری صحابی تھے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا' جب حضور پُرنور رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے کا وقت آیا تو صحابہ کرام کہنے لگے ہمیں علم نہیں کہ ہے کہ ہم اللہ کے حبیب کو کس طرح غسل دیں؟ کیا جس طرح ہم دوسری میتوں کو کپڑے اتار کر غسل دیتے ہیں' اس طرح کریں یا حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑوں سمیت غسل دیں؟ یہ مسئلہ زیرِ بحث تھا کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے ان سب لوگوں پر نیند مسلط کر دی' سب اونگھنے لگے' ان کی ٹھوڑیاں ان کے سینوں کو ٹکرانے

Marfat.com

لگیں۔ اس وقت انہوں نے حجرۂ مبارکہ کے ایک کونے سے یہ کہتے ہوئے سنا' وہ نہیں جانتے تھے کہ یہ کون آدمی بول رہا ہے؟ کوئی یہ کہہ رہا تھا:

''حضور پُرنور ﷺ کو کپڑوں سمیت غسل دو۔''

چنانچہ حضورِ انور' نبی کریم ﷺ کو کپڑوں سمیت غسل دیا گیا۔

گزشتہ صفحات میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو غسل دینے کی وصیت کی تھی' چنانچہ انہوں نے ادب کے خیال سے اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ لیا' پھر کرتے کے اندر ہاتھ ڈال کر ملنے لگے۔

غسل دینے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت اسامہ بن زید' حضرت فضل بن عباس اور حضرت اوس بن خولی رضی اللہ عنہم شریک تھے' حضرت فضل رضی اللہ عنہ پردہ پکڑے ہوئے تھے' حضرت اوس انصاری پانی انڈیلتا تھا' حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے آقا کو غسل بھی دے رہے تھے اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہہ رہے تھے بِاَبِیْ وَاُمِّیْ طَیِّبًا حَیًّا وَّمَیِّتًا ''میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ زندگی میں بھی طیب و پاکیزہ تھے اور وصال کے بعد بھی طیب و پاکیزہ ہیں۔''

حضور پُرنور' نبی کریم ﷺ کے غسل کے لئے پانی غرس نامی کنویں سے لایا گیا جو قبا کے قریب تھا اور یہ حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ کی ملکیت تھا۔ حضورِ انور' نبی کریم ﷺ اکثر اس کنویں کا پانی نوش فرمایا کرتے تھے۔ پیغمبرِ اوّل و آخر واعظم' حبیب ربّ للعالمین حضور نبی کریم ﷺ نے اس کنویں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

''غرس کا کنواں بہترین کنواں ہے یہ جنت کے چشموں میں سے بہترین چشمہ ہے۔ اس کا پانی نہایت پاکیزہ ہے۔''

اس پانی میں بیری کے پتے ملائے گئے تھے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ غسل میں شریک نہیں ہوئے' دروازے پر کھڑے رہے' ان کا اپنا بیان ہے کہ ''میں اس لیے شریک نہیں ہوا کہ آپ ﷺ زندگی میں شرمایا کرتے تھے کہ میں آپ ﷺ کا جسمِ اقدس برہنہ دیکھوں۔

غسل کے بعد آپ ﷺ کا پردہ کر کے کرتہ اتار ڈالا گیا اور سجدے میں زمین سے مس ہونے والے اعضاء ہاتھوں' ہتھیلیوں' چہرہ' پیروں اور جوڑوں میں خوشبو لگائی گئی اور عود و بخور کی دھونی دی گئی' پھر کفن پہنایا گیا' کفن میں صرف تین سفید یمنی کپڑے تھے۔ یہ تینوں کپڑے یمن کے ایک موضع سحول کے بنے ہوئے تھے۔ اسی نسبت سے انہیں سحولیہ کہا جاتا تھا۔ ان پارچات میں نہ قمیص تھی نہ عمامہ۔ کفن ان چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پہنایا تھا۔ حضرت علی بن ابوطالب' حضرت فضل بن عباس' حضرت اسامہ بن زید اور حضرت اوس بن خولی رضی اللہ عنہم۔

Marfat.com

نمازِ جنازہ

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، تاجدارِ کائنات، سرکارِ دو عالم ﷺ نے وصیت فرمائی تھی کہ مجھے غسل دینے اور کفن پہنانے کے بعد میری مرقد کے کنارے مجھے رکھ دیا جائے اور پھر کچھ وقت کے لئے تمام لوگ میرے حجرے سے باہر نکل جائیں۔

محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور پُر نور ﷺ کے جسد اطہر کو حجرہ شریف میں اسی تخت پر رکھ دیا گیا جس پر وصال ہوا تھا اور تمام لوگ حجرہ شریف سے باہر نکل آئے۔ پھر اہلِ بیت اطہار کے مرد اور خواتین داخل ہوئے اور درود و سلام عرض کیا۔

سب سے پہلے حضرت علی، حضرت عباس رضی اللہ عنہما اور بنی ہاشم نے نمازِ جنازہ پڑھی۔ کوئی امام نہیں ہوتا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ آپ ﷺ کی نماز میں کوئی امامت نہ کرے کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ حیاتِ طیبہ میں سب کے امام تھے اور وصال کے بعد سب کے امام ہیں۔

ان کے بعد حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما چند (حجرہ کی وسعت کے مطابق) مہاجرین و انصار کے ساتھ حجرہ شریف میں داخل ہوئے، انہوں نے اس طرح سلامِ عقیدت و نیاز پیش کیا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ

ان مہاجرین و انصار نے بھی شیخین کی اقتداء کی۔ پھر سب نے صفیں بنائیں اور بغیر کسی امام کے نمازِ جنازہ ادا کرتے رہے۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما پہلی صف میں حضور کے روبرو کھڑے ہوئے۔ انہوں نے بارگاہِ الٰہی میں یوں عرض کی:

"اے اللہ! ہم گواہی دیتے ہیں کہ تیرے محبوب نے وہ پیغام پہنچا دیا جو آپ پر نازل کیا گیا تھا اور اپنی امت کو نصیحت کر دی۔ اللہ کے راستہ میں جہاد کیا یہاں تک کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے اس دین کو عزت عطا فرمائی اور آپ کی دعوت درجہ کمال تک پہنچی اور تیری ذات کے ساتھ ایمان لائے جو وعدہ لاشریک ہے۔ اے ہمارے معبودِ برحق! ہمیں توفیق عطا فرما کہ ہم اس قول کی پیروی کریں جو تو نے ان پر نازل فرمایا اور روز قیامت ہمیں حضور سرکارِ دو عالم ﷺ کے ساتھ اکٹھا کر اور حضور ﷺ کو ہماری پہچان کرا اور ہمیں حضور نبی کریم ﷺ سے روشناس کرا (ساتھ عطا فرما) بیشک تیرا محبوب مؤمنین کے ساتھ رؤف و رحیم تھا۔"

ہم آپ پر جو ایمان لائے ہیں اسے کسی قیمت پر تبدیل کرنے کے لئے تیار نہیں اور اس کے بدلے میں کوئی گراں بہا چیز لینے کے لئے تیار نہیں۔"

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یہ دعا مانگ رہے تھے، دوسرے لوگ یہ دعائیہ کلمات سن کر آمین آمین کہہ رہے

Marfat.com

تھے یعنی الٰہی اس دعا کو قبول فرما۔ اس التجاء کو منظور فرما۔ پھر یہ لوگ باہر چلے گئے۔ نئی جماعت اندر داخل ہوئی یہاں تک کہ تمام مرد نمازِ جنازہ پڑھنے سے فارغ ہو گئے تو مستورات کو اندر جانے کی اجازت ملی تو وہ باری باری نمازِ جنازہ ادا کرتی رہیں پھر بچوں کی باری آئی' وہ حاضر ہو کر نمازِ جنازہ کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ بچوں کے بعد غلاموں کو حجرہ شریف میں جا کر نمازِ جنازہ پڑھنے کا اذن ملا۔ الغرض تمام لوگوں نے باری باری گروہ در گروہ یہ شرف حاصل کیا' کوئی آدمی بھی اس نمازِ جنازہ کی امامت نہیں کرا رہا تھا۔

اس بات پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ تمام لوگوں نے امام کے بغیر نمازِ جنازہ ادا کی اور بغیر امام کے نمازِ جنازہ پڑھنے کی متعدد حکمتیں لکھی ہیں:

سرکارِ دو عالم خود امام الاولین والآخرین ہیں حضور پُرنور' نبی کریم ﷺ پردہ فرما جانے کے بعد بھی اسی طرح زندہ ہیں' تصرف فرماتے ہیں اور امام الاوّلین والآخرین کی موجودگی میں اور کون امام بن سکتا ہے؟

نیز اس کا مقصد یہ بھی تھا کہ ہر مسلمان علیحدہ علیحدہ اپنے تاجدارِ کائنات' سرکارِ دو عالم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں درود و سلام عرض کرے اور اس شرف سے اسے سرفراز کیا جائے۔ سیرتِ ابنِ ہشام کی روایت میں ہے کہ پیغمبرِ اول و آخر و اعظم' حضورِ انور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کا جنازہ معروف طریقے سے نہیں پڑھا گیا بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور صحابیات رضی اللہ عنہم اجمعین حاضر ہو کر آپ پر درود شریف پڑھتے رہے۔

پھر گروہ در گروہ لوگوں نے اندر آ کر نمازِ جنازہ پڑھی۔ سب سے پہلے مردوں نے پڑھی' جب مرد فارغ ہوئے تو عورتیں داخل ہوئیں (اور انہوں نے اسی طرح نمازِ جنازہ ادا کی) اور جب یہ فارغ ہوئیں تو بچے داخل کیے گئے لیکن رسول اللہ ﷺ کی نمازِ جنازہ میں امامت کسی نے نہیں کی۔

(السیرۃ النبویہ ابنِ ہشام جلد 2 صفحہ 663)

سیرتِ حلبیہ میں بھی اسی طرح کی روایت ہے کہ کسی نے امامت نہیں کی البتہ اس میں یہ اضافہ ہے کہ گھر کی وسعت کے مطابق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مہاجرین اور انصار میں سے لوگ داخل ہوئے' سلام کیا پھر صفیں باندھیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ صفِ اوّل میں تھے اور دونوں نے کہا۔

> ''اے اللہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور سرکارِ دو عالم ﷺ نے جو کچھ ان پر نازل کیا تھا ہم تک پہنچایا اور امت کو نصیحت کی اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا' یہاں تک کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے دین کو غالب اور مکمل کر دیا۔ اے اللہ ہم کو ان لوگوں میں سے بنا جنہوں نے آپ ﷺ پر نازل شدہ دین کی اتباع کی اور ہمیں ان کے ساتھ جمع فرما تاکہ ہم انہیں اور وہ ہمیں پہچان لیں۔ بے شک آپ ﷺ مومنوں پر شفیق اور مہربان ہیں ہم نہ تو ایمان کا متبادل تلاش کریں گے اور نہ اسے کم

Marfat.com

قیمت پر پہنچیں گے۔ بس لوگ آمین آمین کہتے رہے۔"

پس یہ بات واضح ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انفرادی طور پر درود پڑھتے رہے۔ ابنِ کثیر لکھتے ہیں:-

یہ معلوم ہوا کہ وہ نماز الگ الگ تھی کسی نے امامت نہیں کی۔ یہ ایک ایسا متفقہ امر ہے کہ اس پر کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ (البدایہ والنہایہ جلد 5 صفحہ 554)

تدفین

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا سب کو یقین ہو گیا۔ یعنی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جو اکثریت یہ سوچتی تھی کہ اگر پیغمبرِ اول و آخر و اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال بھی فرمایا تو وہ ہم سب کے بعد ہوگا وہ بھی مان گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پردہ فرما گئے ہیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دفن کرنے پر زور دیا مگر اختلاف پیدا ہوا کہ کس مقام میں دفن کیے جائیں؟ بعضوں نے کہا' منبر کے پاس' بعضوں نے کہا' اس مقام پر جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر امامت کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا...... "معاذ اللہ! ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بت نہیں بنا سکتے کہ اس کی پرستش کی جائے۔"

اس پر بعضوں نے کہا "تو آپ کو بقیع میں دفن کریں جہاں آپ کے بھائی مہاجرین دفن ہیں۔"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس سے بھی اختلاف کیا' اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا...... "پھر آپ کی رائے کہاں دفن کرنے کی ہے؟"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا...... "میں نے حضورِ انور' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بات فرماتے سنا ہے اور اب تک اسے بھولا نہیں ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا "نبی کی روح جس جگہ قبض ہوتی ہے' وہیں اسے دفن کیا جاتا ہے۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا...... "بخدا آپ کا قول ہر طرح پسندیدہ ہے۔"

چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اتفاق کر لیا کہ آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے ہی میں دفن کیے جائیں۔

پیغمبرِ اول و آخر و اعظم' ہادیٔ انس و جاں' رہبرِ کائنات' رسولِ بحر و بر' امام الانبیاء' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے بچھونے کے ارد گرد زمین پر لائن لگائی گئی تاکہ وہاں قبر کھودی جائے۔ جب قبر کھودنے کا وقت آیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دو آدمیوں کو بلایا اور کہا کہ تم میں سے ایک حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بلا کر لائے اور دوسرا حضرت ابوطلحہ بن سہل انصاری رضی اللہ عنہ کو بلا لائے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ لحد والی قبر کھودنے کے ماہر تھے اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بغیر لحد کے قبر کھودا کرتے تھے۔ وہ دو آدمی انہیں بلانے کے لئے گئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی: اَللّٰهُمَّ خِرْ لِرَسُوْلِكَ "اے اللہ! تو ان دونوں میں سے جس کو اپنے رسول

Marfat.com

کے لئے پسند کرتا ہے اس کو بھیج دے۔''

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لئے جو آدمی گیا تھا وہ اسے نہ مل سکے اور وہ واپس آ گیا۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو دوسرا آدمی اپنے ہمراہ لے آیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے لئے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے لحد والی قبر تیار کی۔ لوگوں نے بستر مبارک کو لپیٹا اور جہاں بستر مبارک تھا وہاں قبر کھودی گئی جب قبر تیار ہو گئی تو پہلے زمین پر ایک سرخ رنگ کا کمبل بچھایا گیا۔ پھر قبر شریف میں سیدنا حضرت علی بن ابی طالب' فضل اور قثم فرزندان سیدنا عباس رضی اللہ عنہ اور شقران جو حضور کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے (رضی اللہ عنہم)' چاروں اترے۔ حضرت اوس بن خولی رضی اللہ عنہ نے عرض کی' اللہ کے واسطے ہمیں بھی تاجدارِ کائنات رحمتِ دوعالم ﷺ کی تدفین میں حصہ لینے کی سعادت مرحمت فرمایئے۔ آپ نے انہیں بھی قبر شریف میں اترنے کی اجازت دی۔

پیغمبرِ اول و آخر واعظم' حضورِ انور' نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ کو 14 ربیع الاول سن 11ھ ہجری بروز بدھ رات کو دفن کیا گیا۔ تخت پائنتی کی طرف سے ہٹایا گیا' اور اسی طرف سے آپ کو قبر میں اتارا گیا۔ حضرت علی' حضرت عباس' حضرت فضل' حضرت اسامہ اور حضرت اوس رضی اللہ عنہم نے قبر میں اتارا اور باہر نکل آئے' اس کے بعد مٹی دی گئی۔

حضور نبی کریم ﷺ کی تدفین کے بعد حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ نے پانی کا مشکیزہ لیا اور اس سے حضورِ انور سرورِ دوعالم ﷺ کے مزارِ پُر انوار پر چھڑکاؤ کیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے چھڑکاؤ کا آغاز سر مبارک کے دائیں طرف سے کیا یہاں تک کہ قدمین شریفین تک سارے مرقد انور پر چھڑکاؤ کر دیا۔

امام بیہقی حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد بزرگوار سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اپنا ایک خواب عرض کیا کہ تین چاند میری گود میں آ کر گرے۔ آپ نے فرمایا' اگر تیرا یہ خواب سچا ہوا تو تیرے گھر میں ساری دنیا سے تین بہترین آدمی دفن ہوں گے۔ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' اے عائشہ! یہ ان تین چاندوں سے افضل ترین چاند ہے۔

ام المؤمنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم سب اکٹھے تھے اور حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف ورحیم' رحمتِ دوعالم ﷺ کے فراق میں ہم رو رہے تھے اور ہم میں سے کسی نے اس رات کو آنکھ تک نہ جھپکی۔ ہم سب تاجدارِ کائنات' سرکارِ دوعالم ﷺ کے رُخِ انور کی زیارت میں محو تھے کہ سحری کے وقت ہم نے کدالوں کی آوازیں سنیں تو ہماری چیخیں نکل گئیں۔ جتنے لوگ مسجد میں جمع تھے ان کی آہ وفغاں کی آوازیں بھی بلند ہونے لگیں۔ سارا مدینہ طیبہ اس گریہ زاری سے لرز گیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے صبح کی اذان دی۔ جب انہوں نے اشھد ان محمدا رسول اللہ کہا تو آپ پر گریہ طاری ہو گیا اور سسکیاں لے لے کر رونے لگے۔ اس چیز نے ہمارے حزن و

Marfat.com

ملال میں مزید اضافہ کر دیا۔ لوگوں نے حجرے شریف میں داخل ہونے کی کوشش کی لیکن دروازہ بند کر دیا گیا اور حضور کا یہ فراق ہم سب کے لئے بہت الم انگیز اور روح فرسا تھا کہ دنیا کی کوئی مصیبت اس سے زیادہ المناک نہ تھی۔ ہم پر جب بھی کوئی افتاد پڑتی تو ہم تاجدارِ کائنات' سرکارِ دو عالم ﷺ کی جدائی کے روح فرسا صدمہ کو یاد کر کے اپنے دلوں کو تسلی دیتے۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات سوموار کے دن ہوئی اور تدفین بدھ کی رات ہوئی۔ متقدمین اور متاخرین علماء امت نے اسی قول کی تائید کی ہے۔ ان میں سے حضرت امام جعفر صادق' ابنِ اسحاق' موسیٰ بن عقبہ اور سلیمان بن طرخان تیمی کے اسماء گرامی زیادہ مشہور و معروف ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ نبی رحمت ﷺ نے زوالِ آفتاب سے پہلے سوموار کے دن رحلت فرمائی اور منگل کے دن حضور ﷺ کی تدفین عمل میں لائی گئی۔ لیکن علامہ ابنِ کثیر ان اقوال کو لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

''یہ دوسرا قول غریب ہے۔ مشہور قول وہی ہے جو ہم نے جمہور علماء سے پہلے نقل کیا ہے کہ حضور پُرنور ﷺ کا وصالِ پُرملال سوموار کے دن ہوا اور تدفین بدھ کی رات کو عمل میں لائی گئی۔''

Marfat.com

اہلِ بیتِ نبوت

ان کے مولیٰ کے ان پر کروڑوں درود
ان کے اصحاب و عترت پہ لاکھوں سلام
پارہائے صحف، غنچہ ہائے قدس
اہلِ بیتِ نبوت پہ لاکھوں سلام
اہلِ اسلام کی مادرانِ شفیق!
بانوانِ طہارت پہ لاکھوں سلام

اہلِ بیتِ نبوت کے لفظی معنی ہیں پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ کے گھر والے، خاندانِ نبوت، خانۂ نبوت، آپ ﷺ کی آل اولاد مبارک، آپ ﷺ کے اہلِ خانہ۔

بیت یعنی مکان تین قسم کے ہوتے ہیں۔

بیتِ نسب

بیتِ ولادت

بیتِ سکنیٰ

اس کے مطابق اولاد عبدالمطلب اہلِ بیت نسبی ہیں۔

ازواجِ مطہرات اہلِ بیت سکونت ہیں۔

اور آپ ﷺ کی اولاد شریف اہلِ بیت ولادت ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اگرچہ کہ آپ ﷺ کی اولاد پاک میں نہیں لیکن حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے شوہر نامدار ہونے کے سبب آپ اہلِ بیت میں شامل ہیں۔

(مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 76، 316)

پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، ہادیٔ انس و جاں، رہبرِ کائنات، رسولِ بحر و بر، حبیب ربّ للعالمین، حاصل کائنات، اصل الموجودات، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا ''ہر ماں کی اولاد اپنے پدری رشتہ داروں کی طرف منسوب ہوئی ہے ماسوائے اولادِ فاطمہ کے کہ میں ان کا ولی ہوں اور ان کا عصبہ ہوں۔'' (طبرانی)

Marfat.com

آلِ رسول کے بارے میں مزید یہ ہے کہ وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد ہونے کے باوجود حضورِ انور نبی کریم ﷺ کی اولاد کہلاتے ہیں اور آپ ﷺ ہی کی طرف صحیح نسبت کے ساتھ منسوب ہیں۔

اس بارے میں امام طبرانی نے یہ حدیث بیان کی ہے۔

''اللہ تبارک تعالیٰ نے ہر نبی کی اولاد اس کی پشت میں رکھی اور میری اولاد علی بن ابی طالب کی پشت میں رکھی۔'' (طبرانی و دیگر)

اہلِ بیت کے بارے میں مختلف قول ہیں۔ بہتر قول یہ ہے کہ اہلِ بیت پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ کی اولاد اور ازواج ہیں۔ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما انہی میں سے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ان ہی میں سے ہیں کیونکہ حضورِ انور نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی کے ساتھ یکجا رہنے اور پیغمبرِ اول و آخر و اعظم ﷺ کے گہرے تعلق کے سبب وہ اہلِ بیت میں سے ہیں۔

جب نجران سے نصاریٰ کا ایک وفد مدینہ منورہ آیا تو اس وفد نے حضورِ انور نبی کریم ﷺ سے دینِ اسلام کے بارے میں بات چیت کی۔ اس وفد میں نصاریٰ کے علماء شامل تھے وہ اپنے دین کو ہی سچا اور آخری دین بتاتے رہے اور یہ بھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (معاذ اللہ) خدا کے بیٹے ہیں۔ اس پر بہت بحث مباحثہ ہوا۔ آپ ﷺ نے قرآنی آیات کے حوالے سے سمجھایا لیکن وہ نہ سمجھے اور کہنے لگے کہ اگر عیسیٰ خدا کا بیٹا نہیں تو ان کا باپ کون تھا؟

ان کے اس سوال کے جواب میں سورۂ آلِ عمران کی آیاتِ مبارکہ 59 تا 61 نازل فرمائی گئیں جن میں خالق و مالکِ کائنات اللہ تبارک تعالیٰ کا ارشاد مبارک یوں ہے۔

اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَہٗ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ۝ اَلۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکَ فَلَا تَکُنۡ مِّنَ الۡمُمۡتَرِیۡنَ ۝ فَمَنۡ حَآجَّکَ فِیۡہِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الۡعِلۡمِ فَقُلۡ تَعَالَوۡا نَدۡعُ اَبۡنَآءَنَا وَ اَبۡنَآءَکُمۡ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَکُمۡ وَ اَنۡفُسَنَا وَ اَنۡفُسَکُمۡ ۟ ثُمَّ نَبۡتَہِلۡ فَنَجۡعَلۡ لَّعۡنَتَ اللّٰہِ عَلَی الۡکٰذِبِیۡنَ ۝

ترجمہ: ''بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی طرح کی ہے۔ اسے مٹی سے بنایا اور پھر فرمایا ہو جا، وہ فوراً ہو جاتا ہے۔ یہ تیرے ربّ کی طرف سے حق بات ہے۔ پس تو شک میں مت رہ۔ پھر جو تم سے عیسیٰ کے بارے میں حجت کریں بعد اس کے کہ پہنچ چکا تجھ کو علم، تو ان سے فرما دو کہ آؤ بلائیں ہم اپنے بیٹوں اور تمہارے بیٹوں کو، اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنی جانوں کو اور تمہاری جانوں کو، پھر مباہلہ (دعا) کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔''

(سورۂ آلِ عمران آیات 59 تا 61)

Marfat.com

ان آیاتِ مبارکہ کا خلاصہ و مطلب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا باپ تھا نہ ماں' اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ نہ ہو تو کیا عجب ہے۔ اگر نصاریٰ اس قدر سمجھانے پر بھی قائل نہ ہوں تو ان کے ساتھ قسم کرو کہ یہ بھی ایک صورت فیصلہ کی ہے کہ دونوں فریق بذاتِ خود (اپنی جان سے) اور اولاد سے حاضر ہوں اور ربّ اللعالمین کے حضور دعا کریں کہ جو فریق بھی ہم میں سے جھوٹا ہے اس پر اللہ تبارک تعالیٰ کی لعنت بشکلِ عذاب پڑے۔

اسلام میں اس طرح کے فیصلے کو مباہلہ کہتے ہیں اور یہ کیا خوب فیصلے کا طریقہ ہے کہ صرف عادل حقیقی جو بے رو و رعایت اور بغیر بھول چوک کے فیصلہ کرنے والا ہے' وہ فیصلہ کر دے۔

جب پیغمبرِ اول و آخر و اعظم' ہادیٔ انس و جاں' رہبرِ کائنات' رسولِ بحر و بر' حبیب ربّ للعالمین' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ اللہ تبارک تعالیٰ کے حکم و ہدایت کے مطابق نجران کے نصاریٰ سے مباہلہ کے لئے تشریف لے جا رہے تھے تو اس وقت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی گود مبارک میں تھے اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا ہاتھ آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک میں تھا اور آپ چھوٹے چھوٹے قدموں سے ساتھ چل رہے تھے آپ ﷺ کے پیچھے حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا آ رہی تھیں اور ان کے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ مباہلہ کے لئے چلے آ رہے تھے۔ پیغمبرِ اول و آخر و اعظم' حضورِ انور' نبی کریم ﷺ ان سب سے فرما رہے تھے کہ جب میں دعا کروں تو تم سب آمین کہنا۔

اس آیتِ مبارکہ کو اور مباہلہ کو بیان کرنے سے میرا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ قارئین کرام پر واضح ہو کہ حضورِ انور' نبی کریم ﷺ کے ساتھ آنے والے کون ہیں؟

آیاتِ مبارکہ میں اپنے بیٹوں' اپنی عورتوں اور اپنی جانوں (بذاتِ خود) مباہلہ کے لئے حاضر ہونے کا ذکر ہے۔ یہ سب آلِ رسول ہی تو ہیں۔ قرآنِ حکیم کی ان آیاتِ مبارکہ کی عملی تفسیر میں شامل یہ سب آلِ رسول ہی تو ہیں۔ حضورِ انور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ بذاتِ خود' بیٹے اور بیٹی ہی تو مباہلہ کے لئے آپ ﷺ کی گود میں' انگلی مبارک پکڑ کر یا پیچھے پیچھے چلے ہیں جن کے نورانی معصوم چہروں پر صداقت کو دیکھ کر وفد نجران مباہلہ سے باز رہا۔ یہی افراد تو مرکزی اہمیت کے اہلِ بیت ہیں۔

سورۂ احزاب آیتِ مبارکہ 33 میں اللہ تبارک تعالیٰ نے آلِ رسول کو ایک اور فضیلت عطا فرمائی ہے اللہ تبارک تعالیٰ قادرِ مطلق نے ان پاکیزہ منزہ مقدس ہستیوں کو کائنات کی دیگر مقدس ہستیوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے مقابلے میں ایک اور ہی اضافی مخصوص پاکی اور ستھرائی عطا فرمائی ہے یعنی کہ اللہ تبارک تعالیٰ آلِ رسول کو گناہوں کی نجاست سے آلودہ نہ ہونے دے گا۔

سورۂ احزاب کی آیتِ مبارکہ 33 میں قادرِ مطلق ربّ للعالمین کا ارشاد مبارک یوں ہے۔

Marfat.com

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ○

ترجمہ: ''اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔'' (سورۂ احزاب آیت 33)

اور اللہ تبارک کا چاہنا ہی کرنا ہوتا ہے۔ وہ تو جب کچھ کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے کہتا ہے ''ہو جا'' اور وہ ہو جاتا ہے اس لیے اللہ تبارک تعالیٰ نے اہلِ بیت کو خوب پاک اور ستھرا فرما دیا اور وہ سب کے سب اللہ تبارک تعالیٰ کی چاہت کے مطابق پاک اور ستھرے ہیں۔

سورۂ احزاب کی آیتِ مبارکہ 33 اور دیگر احادیث مبارکہ سے یہ تو عیاں ہے کہ اہلِ بیت میں مرکزی حیثیت تو امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن، حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا، حضرت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے۔ اور ان کے بعد عرفِ عام میں اہلِ بیت حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ، حضرت عقیل رضی اللہ عنہ اور ان کی آل اولاد۔

پھر حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کی باقی آل اولاد، پھر حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی آل اولاد اور پھر بنی ہاشم وغیرہم جو اللہ تبارک تعالیٰ اور پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم، رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلوب و مقصود ہو۔

• اہلِ بیت کی محبت پر اجرِ عظیم ہے اور ان کے ساتھ بغض پر بھاری سزا ہے۔ سورۂ شوریٰ کی آیتِ مبارکہ 23 میں اللہ تبارک تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ لَّآ اَسْاَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى

ترجمہ: ''تم فرما دو میں تم سے (اُمتِ محمدیہ سے) تبلیغ کا کوئی معاوضہ نہیں مانگتا، ہاں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ میرے رشتہ داروں سے محبت رکھو۔'' (سورۂ شوریٰ آیت 23)

امام سیوطی نے درمنثور میں اور بہت سے دوسرے مفسرین نے اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ:

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ کون سے رشتہ دار ہیں جن کی محبت ہم پر واجب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی، فاطمہ اور ان کی اولاد۔'' (درمنثور، امام سیوطی)

بعض علامہ حضرت نے کہا کہ ''قربیٰ'' سے مراد حضرت عبدالمطلب کی اولاد ہے۔ علامہ قسطلانی نے ''مواہب اللدنیہ'' میں یہی قول اختیار کیا ہے اور فرمایا کہ ''قربیٰ'' سے مراد وہ حضرات ہیں جو پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے جداقرب حضرت عبدالمطلب کی طرف منسوب ہیں۔

اکثر علماء و مفسرین کی رائے یہی ہے کہ یہ آیتِ مبارکہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، ہادیٔ انس و جاں، حضورِ

Marfat.com

النور' نبی کریم ﷺ کے رشتہ داروں کے بارے میں وارد ہے۔ حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم اور قیامت تک پیدا ہونے والی ان کی اولاد بہر حال اس آیتِ مبارکہ میں داخل ہے۔ خواہ ہم یہ کہیں کہ یہ آیت خاص ان کے حق میں وارد ہے یا بنی عبدالمطلب کے ایمانداروں یا بنی ہاشم کے مومنوں کے بارے میں وارد ہے۔

ازواجِ مطہرات واولادِ کرام

اب ازواجِ مطہرات اور اولادِ کرام رضی اللہ عنہم کے اسمائے مبارکہ ایک ترتیب سے لکھے جائیں گے اور اس کے بعد ان مقدس و متبرک ہستیوں کا فرداً فرداً ذکرِ مبارک ہوگا۔ کیونکہ ان مقدس و متبرک آلِ رسول کے بارے میں ان کے زمانۂ وقوع پر تفصیل سے لکھا جا چکا ہے یعنی کہ اُم المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بارے میں زمانۂ قبل از نبوت میں ملے گا اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے بارے میں 9 اور 10 ہجری میں ملے گا۔ اس لیے اب ان کا ذکرِ مبارک بہت مختصر لیکن حسبِ سابق مستند ہوگا۔ مزید تفصیل جاننے کے لئے قارئین کرام سے گزارش ہے کہ وہ اسے اسی کتاب نورِ اُم النور' نور رحمت اللعالمین میں تاریخ کے لحاظ سے اس کے زمانۂ وقوع میں دیکھیں۔

امہات المؤمنین

1۔ اُم المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

2۔ اُم المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا

3۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

4۔ اُم المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

5۔ اُم المؤمنین حضرت زینب بنتِ خزیمہ رضی اللہ عنہا

6۔ اُم المؤمنین حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا

7۔ اُم المؤمنین حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا

8۔ اُم المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا

9۔ اُم المؤمنین حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا

10۔ ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا

11۔ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا

Marfat.com

اولادِ کرام

حضرت قاسم

حضرت عبداللہ

حضرت زینب

حضرت رقیہ

حضرت اُمِ کلثوم

حضرت فاطمہ الزہرا

حضرت ابراہیم (رضی اللہ عنہم اجمعین)

ازواجِ مطہرات

پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، ہادیٔ انس و جاں، رہبرِ کائنات، رسولِ بحر و بر، حاصل کائنات اصل الموجودات انسان کامل فخر اولاد آدم حضور پُرنور نبی کریم، رؤف و رحیم، رحمت للعالمین ﷺ کی نسبت مبارک کی وجہ سے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا بھی مرتبہ بہت بلند ہے۔

ان کی شان میں قرآنِ حکیم کی کئی آیاتِ مبارکہ نازل ہوئیں جن میں ان کی عظمتوں کا تذکرہ اوران کی نرالی اونچی شان کا بیان ہے۔

رب العزت اللہ تبارک تعالیٰ نے سورۂ احزاب کی آیتِ مبارکہ 32 میں ان کی عظیم و نرالی شان کا ذکر یوں فرمایا۔

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ

ترجمہ: ''اے نبی کی بی بیو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔'' (سورۂ احزاب آیت 32)

اللہ تبارک تعالیٰ نے اہلِ بیت کو ایک خاص پاکیزگی اور ستھرے پن سے نوازا ہے انہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہونے کے سبب ایک پاکیزگی اور ستھرا پن پہلے ہی حاصل تھا۔ پھر اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے حبیب خاص سے ان کی ایک خاص اور بہت قریبی نسبت ہو جانے کے سبب انہیں اور پاکیزگی اور ستھرا پن نصیب فرمایا۔ اور پھر اللہ تبارک تعالیٰ نے اس میں مزید اضافہ فرما دیا۔ اس سے متعلق اللہ تبارک تعالیٰ کا ارشادِ پاک سورۂ احزاب کی آیتِ مبارکہ 33 میں یوں ہے۔

قارئین اس سلسلہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ○

ترجمہ: ''اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک

Marfat.com

کر کے خوب ستھرا کر دے۔'' (سورۂ احزاب آیت 33)

اللہ تبارک کا چاہنا ہی کر دینا ہوتا ہے وہ تو جب کچھ کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو بس یہی فرماتا ہے کہ ''ہوجا'' اور وہ خود بخود ہو جاتا ہے۔ یہ اہلِ بیت کی امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کی فضیلت ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ قادرِ مطلق انہیں معمولی سے معمولی گناہ (مثال کے طور پر کسی سے تلخی سے بات کرنا) کی نجاست سے آلودہ نہ ہونے دے گا۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے امہات المؤمنین کی شان میں سورۂ احزاب کی آیتِ مبارکہ 6 میں یوں ارشاد فرمایا ہے۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ

ترجمہ: ''یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیویاں ان کی (مسلمانوں کی) مائیں ہیں۔'' (سورۂ احزاب آیت 6)

یہ تمام امت کا متفق علیہ مسئلہ ہے کہ حضور پُرنور نبی کریم، رؤف صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس بیویاں دو باتوں میں حقیقی ماں کے مثل ہیں۔ ایک یہ کہ ان کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کسی کا نکاح جائز نہیں۔ دوم یہ کہ ان کی تعظیم و تکریم ہر امتی پر اس طرح لازم ہے جس طرح حقیقی ماں کی بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ لیکن نظر اور خلوت کے معاملہ میں ازواجِ مطہرات کا حکم حقیقی ماں کی طرح نہیں ہے کیونکہ قرآنِ حکیم کی سورۂ احزاب کی آیتِ مبارکہ 53 میں خالق و مالکِ کائنات کا حکم ہے کہ:

ترجمہ: ''اور جب تم ان سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔''

(سورۂ احزاب آیت 53)

مسلمان اپنی حقیقی ماں کو تو دیکھ بھی سکتا ہے اور تنہائی میں بیٹھ کر اس سے بات چیت بھی کر سکتا ہے مگر حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس بیویوں سے ہر مسلمان کے لئے پردہ فرض ہے اور تنہائی میں ان کے پاس اٹھنا بیٹھنا حرام ہے۔

اسی طرح حقیقی ماں کے ماں باپ، بچوں کے نانی نانا اور حقیقی ماں کے بھائی، بہن، بچوں کے ماموں اور خالہ ہوا کرتے ہیں مگر ازواجِ مطہرات کے ماں باپ امت کے نانی نانا اور ازواجِ مطہرات کے بھائی بہن امت کے ماموں خالہ نہیں ہوا کرتے۔

یہ حکم حضورِ انور نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تمام ازواجِ مطہرات کے لئے ہے جن سے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا۔ چاہے حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ان کا انتقال ہوا ہو یا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انہوں نے وفات پائی ہو یہ سب کی سب امت کی مائیں ہیں اور ہر امتی کے لئے اس کی حقیقی ماں سے

Marfat.com

بڑھ کر لائق تعظیم و واجب الاحترام ہیں۔ (زُرقانی جلد 3 صفحہ 216)

ان گیارہ امت کی ماؤں میں سے چھ خاندانِ قریش کے اونچے گھرانوں کی چشم و چراغ تھیں جن کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں۔

1- حضرت خدیجہ بنتِ خویلد

2- حضرت عائشہ بنتِ ابوبکر صدیق

3- حضرت حفصہ بنتِ عمر فاروق

4- حضرت اُمِ حبیبہ بنتِ ابوسفیان

5- حضرت اُمِ سلمہ بنتِ ابوامیہ

6- حضرت سودہ بنتِ زمعہ (رضی اللہ عنہن)

اور چار ازواجِ مطہرات خاندانِ قریش سے نہیں تھیں بلکہ عرب کے دوسرے قبائل سے تعلق رکھتی تھیں وہ یہ ہیں۔

1- حضرت زینب بنتِ جحش

2- حضرت میمونہ بنتِ حارث

3- حضرت زینب بنتِ خزیمہ

4- حضرت اُم المساکین جویریہ بنتِ حارث

5- اور ایک بیوی یعنی حضرت صفیہ بنتِ حیی رضی اللہ عنہن

یہ عربی النسل نہیں تھیں بلکہ خاندانِ بنی اسرائیل کی ایک شریف النسب رئیس زادی تھیں۔

اس بات میں بھی کسی مؤرخ کا اختلاف نہیں ہے کہ سب سے پہلے پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم، رحمت للعالمین ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

(زُرقانی جلد 3 صفحہ 218 تا 219)

واضح رہے، معلوم ہو کہ پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضورِ انور، نبی کریم ﷺ کو امت کے بالمقابل یہ امتیازی خصوصیت حاصل تھی کہ آپ مختلف اغراض کے پیشِ نظر چار سے زیادہ شادیاں کر سکتے تھے چنانچہ جن عورتوں سے آپ ﷺ نے عقد فرمایا ان کی تعداد گیارہ تھی، جن میں سے نو عورتیں آپ ﷺ کی رحلت کے وقت حیات تھیں اور دو عورتیں آپ ﷺ کی زندگی ہی میں وفات پا چکی تھیں (یعنی حضرت خدیجہ اور اُم المساکین حضرت زینب بنتِ خزیمہ رضی اللہ عنہما) ان کے علاوہ مزید دو عورتیں ہیں جن کے بارے میں اختلاف ہے کہ آپ ﷺ کا ان سے عقد ہوا تھا یا نہیں! لیکن اس پر اتفاق ہے کہ انہیں آپ ﷺ کے پاس رخصت نہیں کیا گیا۔ ذیل میں

Marfat.com

ہم ان ازواجِ مطہرات کے نام اور ان کے مختصر حالات ترتیب وار پیش کر رہے ہیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

آپ' حضورِ اقدس ﷺ کی سب سے پہلی رفیقۂ حیات ہیں۔ آپ کے والد کا نام خویلد بن اسد اور آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنتِ زائدہ ہے۔ آپ خاندانِ قریش کی بہت ہی معزز اور نہایت ہی دولت مند خاتون تھیں۔ اہلِ مکہ آپ کی پاک دامنی اور پارسائی کی بنا پر ان کو ''طاہرہ'' کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ انہوں نے حضور پُر نور ﷺ کے اخلاق و عادات اور جمالِ صورت و کمالِ سیرت کو دیکھ کر خود ہی حضورِ اقدس ﷺ سے نکاح کی رغبت ظاہر کی اور پھر باقاعدہ نکاح ہو گیا۔

نبوت و ہجرت سے قبل مکہ میں حضورِ انور' نبی کریم ﷺ کا گھرانہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر مشتمل تھا۔ شادی کے وقت آپ ﷺ کی عمر پچیس سال تھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس سال۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی پہلی بیوی تھیں اور ان کے جیتے جی آپ ﷺ نے کوئی اور شادی نہیں کی۔ آپ حضورِ انور ﷺ کی اولاد میں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے ماسوا تمام صاحبزادے اور صاحبزادیاں ان ہی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھیں۔ صاحبزادگان میں سے تو کوئی زندہ نہ بچا' البتہ صاحبزادیاں حیات رہیں' ان کے نام یہ ہیں: حضرت زینب' حضرت رقیہ' حضرت اُمِ کلثوم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن۔

علامہ ابنِ اثیر اور امام ذہبی کا بیان ہے کہ اس بات پر تمام امت کا اجماع ہے (اتفاق) ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر سب سے پہلے یہی ایمان لائیں اور ابتدا اسلام میں جب کہ ہر طرف سے آپ کی مخالفت کا طوفان اٹھ رہا تھا ایسے کٹھن وقت میں صرف انہیں کی ایک ذات تھی جو پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' ہادیٔ انس و جاں' رسول اللہ ﷺ کی مونس حیات بن کر تسکینِ خاطر کا باعث تھی۔ انہوں نے اتنے خوفناک اور خطرناک حالات و اوقات میں جس استقلال اور استقامت کے ساتھ خطرات و مصائب کا مقابلہ کیا اور جس طرح تن' من' دھن سے بارگاہِ نبوت مآب میں اپنی قربانی پیش کی' اس خصوصیت میں تمام ازواجِ مطہرات پر ان کو ایک خصوصی فضیلت حاصل ہے۔ چنانچہ ولی الدین عراقی کا بیان ہے کہ قولِ صحیح اور مذہبِ مختار یہی ہے کہ امہات المومنین میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سب سے زیادہ افضل ہیں۔

آپ کے فضائل میں چند حدیثیں وارد بھی ہوئی ہیں۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام پیغمبر اوّل و آخر و اعظم رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور عرض کیا کہ اے محمد (ﷺ) یہ خدیجہ ہیں جو آپ کے پاس ایک برتن لے کر آ رہی ہیں جس میں کھانا ہے۔ جب یہ آپ کے پاس آ جائیں تو آپ (ﷺ) ان سے ان کے ربّ کا اور میرا سلام کہہ دیں۔ اور ان کو یہ خوشخبری سنا دیں کہ جنت میں ان

Marfat.com

کے لئے موتی کا بنا ایک گھر بنا ہے جس میں نہ کوئی شور ہو گا نہ کوئی تکلیف ہو گی۔

(بخاری جلد 1 ص 539 باب تزویج النبی ﷺ)

امام احمد و ابو داؤد و نسائی' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ اہلِ جنت کی عورتوں میں سب سے افضل حضرت خدیجہ' حضرت فاطمہ' حضرت مریم و حضرت آسیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہن)

(زُرقانی جلد 3 ص 223 تا 224)

اسی طرح روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کی زبانِ مبارک سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہت زیادہ تعریف سنی تو انہیں غیرت آ گئی اور انہوں نے یہ کہہ دیا کہ اب تو اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ کو ان سے بہتر بیوی عطا فرما دی ہے۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں خدا کی قسم خدیجہ سے بہتر مجھے کوئی بیوی نہیں ملی' جب سب لوگوں نے میرے ساتھ کفر کیا اس وقت وہ مجھ پر ایمان لائیں اور جب سب لوگ مجھے جھٹلا رہے تھے اس وقت انہوں نے میری تصدیق کی اور جس وقت کوئی شخص مجھے کوئی چیز دینے کے لئے تیار نہ تھا اس وقت خدیجہ نے مجھے اپنا سارا مال دے دیا اور انہیں کے شکم سے اللہ تبارک تعالیٰ نے مجھے اولاد عطا فرمائی۔ (زُرقانی جلد 3 صفحہ 224)

امام طبرانی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث نقل کی ہے کہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو دنیا میں جنت کا انگور کھلایا۔ اس حدیث کو امام سہیلی نے بھی نقل فرمایا ہے۔ (زُرقانی جلد 3 صفحہ 226)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پچیس (25) سال تک پیغمبرِ اول و آخر و اعظم' حضورِ انور' نبی کریم ﷺ کی خدمت گزاری سے سرفراز رہیں۔ ہجرت سے تین برس قبل پینسٹھ برس کی عمر پا کر ماہِ رمضان میں مکہ معظمہ میں وفات پائی۔ حضورِ اقدس ﷺ نے مکہ مکرمہ کے مشہور قبرستان حجون (جنت المعلیٰ) میں خود بنفس نفیس ان کی قبر میں اتر کر اپنے مقدس ہاتھوں سے ان کو سپردِ خاک فرمایا' چونکہ اس وقت تک نمازِ جنازہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اس لیے آپ نے ان کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھائی۔ (زُرقانی جلد 3 صفحہ 227' اکمال فی اسماء الرجال صفحہ 593)

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا

آپ کے والد کا نام "زمعہ" اور آپ کی والدہ کا نام شموس بنتِ عمرو ہے۔ آپ پہلے اپنے چچا زاد بھائی سکران بن عمرو سے بیاہی گئی تھیں۔ یہ میاں بیوی دونوں ابتدائے اسلام میں ہی مسلمان ہو گئے تھے اور ان دونوں نے حبشہ کی ہجرتِ ثانیہ میں حبشہ کی طرف ہجرت بھی کی تھی لیکن جب حبشہ سے یہ دونوں میاں بیوی مکہ مکرمہ واپس آئے تو ان کے شوہر سکران بن عمرو رضی اللہ عنہ وفات پا گئے اور یہ بیوہ ہو گئیں ان کے ایک لڑکا بھی تھا جن کا نام "عبدالرحمٰن" تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے ایک خواب دیکھا کہ حضور سرکارِ دو عالم

Marfat.com

ﷺ پیدل چلتے ہوئے ان کی طرف تشریف لائے اور ان کی گردن پر اپنا مقدس پاؤں رکھ دیا۔ جب حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اس خواب کو اپنے شوہر سے بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ اگر تیرا خواب سچا ہے تو میں یقیناً عنقریب ہی مر جاؤں گا اور حضور نبی کریم ﷺ تجھ سے نکاح فرمائیں گے۔ اس کے بعد دوسری رات میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے یہ خواب دیکھا کہ ایک چاند ٹوٹ کر ان کے سینے پر گرا ہے۔ صبح کو انہوں نے اس خواب کا بھی اپنے شوہر سے ذکر کیا تو ان کے شوہر حضرت سکران رضی اللہ عنہ نے چونک کر کہا کہ اگر تیرا یہ خواب سچا ہے تو میں اب بہت جلد انتقال کر جاؤں گا اور تم میرے بعد حضور سرکارِ دو عالم ﷺ سے نکاح کرو گی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اسی دن حضرت سکران رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے اور چند دنوں کے بعد وفات پا گئے۔ (زُرقانی جلد 3 صفحہ 227)

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور نبی کریم ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات سے اولاد مبارک کے پیشِ نظر ہر وقت متفکر اور اداس رہا کرتے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت خولہ بنتِ حکیم رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں یہ درخواست پیش کی کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمالیں تاکہ بچیوں کو حفاظت مل جائے اور آپ کا خانہ معیشت آباد ہو جائے اور ایک وفادار اور خدمت گزار بیوی کی صحبت و رفاقت سے آپ کا فکر مٹ جائے۔ آپ نے ان کے اس مخلصانہ مشورہ کو قبول فرما لیا۔ چنانچہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے باپ سے بات چیت کر کے نسبت طے کرا دی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے چند دن بعد نبوت کے دسویں سال ماہِ شوال میں نکاح ہو گیا اور یہ امہات المؤمنین کے زمرے میں داخل ہو گئیں اور اپنی زندگی بھر حضور سرکارِ دو عالم ﷺ کی زوجیت کے شرف سے سرفراز رہیں اور انتہائی والہانہ عقیدت و محبت کے ساتھ آپ کی وفادار اور خدمت گزار رہیں۔

آپ بہت ہی فیاض اور سخی تھیں ایک مرتبہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے درہموں سے بھرا ہوا ایک تھیلا ان کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ لانے والے نے بتایا کہ درہم ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بھلا درہم کھجوروں کے تھیلے میں بھیجے جاتے ہیں یہ کہا اور اٹھ کر اسی وقت ان تمام درہموں کو مدینہ کے فقراء و مساکین پر تقسیم کر دیا۔

حدیث کی مشہور کتابوں میں ان کی روایت کی ہوئی پانچ حدیثیں مذکور ہیں جن میں سے ایک حدیث بخاری شریف میں بھی ہے حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت یحییٰ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما ان کے شاگردوں میں بہت ہی ممتاز ہیں۔

آپ کی وفات کے سال میں مختلف اور متضاد اقوال ہیں، امام ذہبی اور امام بخاری نے اس روایت کو صحیح بتایا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے آخری سن 23ھ میں مدینہ منورہ کے اندر ان کی وفات ہوئی لیکن واقدی نے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ ان کی وفات کا سال سن 54ھ ہے اور صاحب اکمال نے بھی ان کا سن

Marfat.com

وفات شوال 54 ھ ہی تحریر کیا ہے مگر حضرت علامہ ابنِ حجر عسقلانی نے اپنی کتاب تقریب التہذیب میں یہ لکھا ہے کہ آپ کی وفات شوال سن 55 ھ میں ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (زُرقانی جلد 3 صفحہ 229 واکمال صفحہ 599)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

آپ امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نورِ نظر اور دخترِ نیک اختر ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام "اُمِ رُومان" ہے آپ چھ برس کی تھیں جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت کے دسویں سال ماہِ شوال میں ہجرت سے تین سال قبل نکاح فرمایا یعنی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے ایک سال بعد اور ہجرت سے دو سال پانچ ماہ پہلے۔ پھر ہجرت کے سات ماہ بعد شوال 1 ہجری میں مدینہ منورہ میں یہ کاشانۂ نبوت میں داخل ہوگئیں اور نو برس تک حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے سرفراز رہیں۔ ازواجِ مطہرات میں آپ ہی کنواری تھیں اور سب سے زیادہ بارگاہِ نبوت میں محبوب ترین بیوی تھیں۔ حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے بارے میں ارشاد ہے کہ کسی بیوی کے لحاف میں میرے اوپر وحی نازل نہیں ہوئی مگر عائشہ جب میرے ساتھ بسترِ نبوت پر سوتی رہتی ہیں تو اس حالت میں بھی مجھ پر وحی الٰہی اترتی رہتی ہے۔ (زُرقانی جلد 3 صفحہ 227۔ بخاری جلد 1 صفحہ 532)

فقہ و حدیث کے علوم میں ازواجِ مطہرات کے اندر آپ کا درجہ بہت ہی بلند ہے اور امت کی عورتوں میں علی الاطلاق سب سے زیادہ فقیہ اور صاحبِ علم تھیں۔ دو ہزار دو سو دس (2210) حدیثیں آپ نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں۔ ان کی روایت کی ہوئی حدیثوں میں سے ایک سو چوہتر (174) حدیثیں ایسی ہیں جو بخاری و مسلم دونوں کتابوں میں ہیں اور چون (54) حدیثیں ایسی ہیں جو صرف بخاری شریف میں ہیں اور اڑسٹھ (68) حدیثیں وہ ہیں جن کو صرف امام مسلم نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں تحریر کیا ہے۔ ان کے علاوہ باقی حدیثیں احادیث کی دوسری کتابوں میں مذکور ہیں۔

ابنِ سعد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ خود اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ مجھے تمام ازواجِ مطہرات پر ایسی دس فضیلتیں حاصل ہیں جو دوسری ازواجِ مطہرات کو حاصل نہیں ہوئیں۔

1- حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سوا کسی دوسری کنواری عورت سے نکاح نہیں فرمایا۔
2- میرے سوا ازواجِ مطہرات میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جس کے ماں باپ دونوں مہاجر ہوں۔
3- اللہ تبارک تعالیٰ نے میری برأت اور پاک دامنی کا بیان آسمان سے قرآن میں نازل فرمایا۔
4- نکاح سے قبل حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایک ریشمی کپڑے میں میری صورت لاکر حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلا دی تھی اور آپ تین راتیں خواب میں مجھے دیکھتے رہے۔
5- میں اور حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن میں سے پانی لے لے کر غسل کیا کرتے تھے یہ شرف میرے سوا

Marfat.com

ازواجِ مطہرات میں سے کسی کو بھی نصیب نہیں ہوا۔

6- حضورِ انور نبی کریم ﷺ نمازِ تہجد پڑھتے تھے اور میں آپ کے آگے سوئی رہتی تھی امہات المؤمنین میں سے کوئی بھی حضور نبی کریم ﷺ کی اس کریمانہ محبت سے سرفراز نہیں ہوئی۔

7- میں حضور سرکارِ دو عالم ﷺ کے ساتھ ایک لحاف میں سوتی رہتی تھی اور آپ پر خدا کی وحی نازل ہوا کرتی تھی یہ وہ اعزازِ خداوندی ہے جو میرے سوا حضورِ انور ﷺ کی کسی زوجہ مطہرہ کو حاصل نہیں ہوا۔

8- وفات اقدس کے وقت میں حضور نبی کریم، رؤف ورحیم ﷺ کو اپنی گود میں لیے ہوئے بیٹھی تھی اور آپ کا سرِ انور میرے سینے اور حلق کے درمیان تھا اور اسی حالت میں حضور پُرنور ﷺ کا وصال ہوا۔

9- حضور نبی کریم ﷺ نے میری باری کے دن وفات پائی۔

10- حضورِ اقدس ﷺ کی قبرِ انور خاص میرے گھر میں بنی۔ (زُرقانی جلد 3 صفحہ 323)

عبادت میں بھی آپ کا مرتبہ بہت ہی بلند ہے آپ کے بھتیجے حضرت امام قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم کا بیان ہے کہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روزانہ بلاناغہ نمازِ تہجد پڑھنے کی پابند تھیں اور اکثر روزہ دار بھی رہا کرتی تھیں۔

سخاوت اور صدقات وخیرات کے معاملہ میں بھی تمام امہات المؤمنین میں خاص طور پر بہت ممتاز تھیں اُم درہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی۔ اس وقت ایک لاکھ درہم کہیں سے آپ کے پاس آیا۔ آپ نے اسی وقت ان سب درہموں کو لوگوں میں تقسیم کر دیا اور ایک درہم بھی گھر میں باقی نہیں چھوڑا۔ اس دن میں وہ روزہ دار تھیں۔ میں نے عرض کیا کہ آپ نے سب درہموں کو بانٹ دیا اور ایک درہم بھی باقی نہیں رکھا تا کہ آپ گوشت خرید کو روزہ وافطار کرتیں، تو آپ نے فرمایا کہ تم نے اگر مجھ سے پہلے کہا ہوتا تو میں ایک درہم کا گوشت منگا لیتی۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جو آپ کے بھانجے تھے ان کا بیان ہے کہ فقہ وحدیث کے ساتھ ساتھ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو اشعارِ عرب کا جاننے والا نہیں پایا۔ وہ دورانِ گفتگو ہر موقع پر کوئی نہ کوئی شعر پڑھ دیا کرتی تھیں جو بہت ہی برمحل ہوا کرتا تھا۔

علمِ طب اور مریضوں کے علاج ومعالجہ میں بھی انہیں کافی مہارت تھی۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن حیران ہو کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ اے اماں جان! مجھے آپ کے علمِ حدیث وفقہ پر کوئی تعجب نہیں کیونکہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کی زوجیت اور صحبت کا شرف پایا ہے اور آپ رسول اللہ ﷺ کی سب سے زیادہ محبوب ترین زوجہ مقدسہ ہیں اسی طرح مجھے اس پر بھی کوئی تعجب اور حیرانی نہیں ہے کہ آپ کو اس قدر زیادہ عرب کے اشعار کیوں اور کس طرح یاد ہو گئے؟ اس لیے کہ میں جانتا ہوں کہ

Marfat.com

آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نورِ نظر ہیں اور وہ اشعارِ عرب کے بہت بڑے حافظ و ماہر تھے۔

مگر میں اس بات پر بہت ہی حیران ہوں کہ آخر یہ طبی معلومات اور علاج و معالجہ کی مہارت آپ کو کہاں سے اور کیسے حاصل ہوگئی؟ یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، ہادیٔ انس و جاں حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آخری عمر شریف میں اکثر علیل ہو جایا کرتے تھے اور عرب و عجم کے اطباء آپ کے لئے دوائیں تجویز کرتے تھے اور میں ان دواؤں سے آپ کا علاج کیا کرتی تھی اس لیے مجھے طبی معلومات بھی حاصل ہوگئیں۔

آپ کے شاگردوں میں صحابہ اور تابعین کی ایک بہت بڑی جماعت ہے اور آپ کے فضائل و مناقب میں بہت سی حدیثیں بھی وارد ہوئی ہیں۔

17 رمضان شب سہ شنبہ (بروز منگل) 57ھ یا 58ھ میں مدینہ منورہ میں آپ کا وصال ہوا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور آپ کی وصیت کے مطابق رات میں لوگوں نے آپ کو جنت البقیع کے قبرستان میں دوسری ازواجِ مطہرات کی قبروں کے پہلو میں دفن کیا۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے والدِ ماجد امیر المؤمنین حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں اور آپ کی والدہ ماجدہ حضرت زینب بنتِ مظعون رضی اللہ عنہا ہیں جو ایک مشہور صحابیہ ہیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی پہلی شادی حضرت خنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور آپ نے اپنے شوہر کے ساتھ مکہ سے مدینہ طیبہ ہجرت بھی کی تھی لیکن آپ کے شوہر جنگِ بدر میں زخمی ہو گئے تھے اور وہ پھر بدر اور غزوۂ احد کے درمیانی عرصہ میں وفات پا گئے اور آپ بیوہ ہو گئیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن 3ھ میں آپ سے نکاح فرمایا اور آپ اُم المؤمنین کی حیثیت سے کاشانۂ نبوی کی سکونت سے مشرف ہو گئیں۔

آپ بہت ہی شاندار بلند ہمت اور سخاوت شعار خاتون ہیں۔ حق گوئی حاضر جوابی اور فہم و فراست میں اپنے والد بزرگوار کا مزاج پایا تھا۔ اکثر روزہ دار رہا کرتی تھیں اور تلاوتِ قرآنِ مجید اور دیگر عبادتوں میں مصروف رہا کرتی تھیں۔

مزاج میں کچھ سختی تھی اسی لیے حضرتِ امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہر وقت اس فکر میں رہتے تھے کہ کہیں ان کی کسی سخت کلامی سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دل آزاری نہ ہو جائے۔ چنانچہ آپ بار باران سے فرمایا کرتے تھے کہ اے حفصہ! تم کو جس چیز کی ضرورت ہو مجھ سے طلب کر لیا کرو، خبردار کبھی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کا تقاضا نہ کرنا حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کبھی ہرگز ہرگز دل آزادی نہ کرنا ورنہ یاد رکھو کہ اگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تم سے ناراض ہو گئے تو تم خدا کے غضب میں گرفتار ہو جاؤ گی۔

Marfat.com

آپ بہت بڑی عبادت گزار ہونے کے ساتھ ساتھ فقہ وحدیث میں بھی ایک ممتاز درجہ رکھتی ہیں۔آپ نے رسول اللہ ﷺ سے ساٹھ (60) حدیثیں روایت کی ہیں جن میں سے پانچ حدیثیں بخاری شریف میں مذکور ہیں باقی احادیث دوسری کتبِ حدیث میں درج ہیں۔

علمِ حدیث میں بہت سے صحابہ اور تابعین ان کے شاگردوں کی فہرست میں نظر آتے ہیں جن میں خود آپ کے بھائی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بہت مشہور ہیں۔

شعبان سن 45 ھ میں مدینہ منورہ کے اندر آپ کی وفات ہوئی اس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کا زمانہ تھا اور مروان بن حکم مدینہ کا حاکم تھا۔اسی نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور کچھ دور تک ان کے جنازہ کو بھی اٹھایا پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ قبر تک جنازہ کو کاندھا دیئے چلتے رہے۔آپ کے دو بھائی حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ عنہما اور ان کے تین بھتیجے حضرت سالم بن عبداللہ و حضرت عبداللہ بن عبداللہ و حضرت حمزہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہم نے ان کو قبر میں اتارا اور یہ جنت البقیع میں دوسری ازواجِ مطہرات کے پہلو میں مدفون ہوئیں۔ بوقتِ وفات آپ کی عمر ساٹھ یا تریسٹھ برس کی تھی۔

(زُرقانی جلد 3 صفحہ 237236)

حضرت زینب بنتِ خزیمہ رضی اللہ عنہا

حضرت زینب بنتِ خزیمہ رضی اللہ عنہا قبیلہ بنو ہلال بن عامر بن صعصعہ سے تعلق رکھتی تھیں۔زمانہ جاہلیت میں چونکہ یہ غرباء اور مساکین کو بکثرت سے کھانا کھلایا کرتی تھیں، مسکینوں پر رحم ومروت اور رقت و رأفت کے سبب ان کا لقب اُم المساکین پڑ گیا تھا۔اُم المساکین یعنی کہ مسکینوں کی ماں، مسکینوں کی بہت زیادہ خبر گیری کرنے والی کہ جیسے ایک ماں اپنے بچوں کا خیال رکھتی ہے۔آپ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں۔وہ جنگِ احد میں شہید ہوگئے تو حضورِ انور، نبی کریم رسول اللہ ﷺ نے سن 4 ہجری میں آپ سے شادی کر لی مگر صرف آٹھ ماہ رسول اللہ ﷺ کی زوجیت میں رہ کر وفات پاگئیں۔ایک قول کے مطابق آپ ربیع الآخر سن 4 ہجری میں تیس برس کی عمر پا کر وفات پاگئیں اور جنت البقیع کے قبرستان میں دوسری ازواجِ مطہرات کے ساتھ دفن ہوئیں۔آپ ماں کی جانب سے اُم المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں۔

(زُرقانی جلد 3 صفحہ 249)

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا

آپ کا نام ہند ہے اور کنیت ''ام سلمہ'' ہے مگر آپ اپنی کنیت کے ساتھ ہی زیادہ مشہور ہیں ان کے باپ کا نام ''حذیفہ'' اور بعض مؤرخین کے نزدیک ''سہیل'' ہے مگر اس پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ آپ کی والدہ ''عاتکہ بنتِ عامر'' ہیں۔آپ کا نکاح پہلے حضرت ابوسلمہ عبداللہ بن اسد رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا جو حضور سرکارِ

Marfat.com

دو عالم ﷺ کے رضاعی بھائی تھے۔ یہ دونوں میاں بیوی اعلانِ نبوت کے بعد جلد ہی دامنِ اسلام میں آ گئے تھے اور سب سے پہلے ان دونوں نے حبشہ کی جانب ہجرت کی۔

پھر یہ دونوں حبشہ سے مکہ مکرمہ آ گئے اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا۔ چنانچہ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے اونٹ پر کجاوہ باندھا اور حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا اور اپنے فرزند سلمہ کو کجاوہ میں سوار کر دیا مگر جب اونٹ کی نکیل پکڑ کر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے تو حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے میکے والے بنومغیرہ دوڑ پڑے اور ان لوگوں نے یہ کہا کہ ہم اپنے خاندان کی اس لڑکی کو ہرگز ہرگز مدینہ نہیں جانے دیں گے اور زبردستی ان کو اونٹ سے اتار لیا یہ دیکھ کر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے خاندانی لوگوں کو بھی طیش آ گیا اور ان لوگوں نے غضب ناک ہو کر کہا کہ تم لوگ اُمِ سلمہ کو محض اس بنا پر روکتے ہو کہ یہ تمہارے خاندان کی لڑکی ہے تو ہم اس کے بچہ ''سلمہ'' کو ہرگز ہرگز تمہارے پاس نہیں رہنے دیں گے اس لیے کہ یہ بچہ ہمارے خاندان کا ایک فرد ہے۔ یہ کہہ کر ان لوگوں نے بچہ کو اس کی ماں کی گود سے چھین لیا مگر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے ہجرت کا ارادہ ترک نہیں کیا بلکہ بیوی اور بچہ دونوں کو چھوڑ کر تنہا مدینہ منورہ چلے گئے۔

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہجرت کے اس واقعہ کو دو دفعہ پہلے بھی بیان کر چکا ہوں۔ پہلی بار آپ کی ہجرت کے وقت پر اور دوسری بار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے انتہائی ایمان افروز واقعات میں اس واقعہ میں حبِ دین، حبِ رسول (ﷺ) کی تڑپ اس قدر زیادہ ہے کہ میں اسے تیسری بار بیان کرنے پر مجبور ہوں۔ اس میں قادرِ مطلق اللہ تبارک تعالیٰ کی شان کی ایک علامت عثمان بن ابی طلحہ کا پُرخلوص انسانیت پرور شاندار رویہ ہے جو ابھی تک کفر پر تھے لیکن اُس نے صحابہ کرام والے ایک عظیم کردار کا مظاہرہ کیا۔

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے چلے جانے کے بعد اور بیٹے سلمہ کے چھن جانے کے بعد حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کا یہ حال تھا کہ وہ صبح صبح ابطح (وہ مقام جہاں یہ جدائی کا ماجرا پیش آیا) پہنچ جاتیں اور شام تک روتی رہتیں۔ اسی حالت میں ایک سال گزر گیا۔ بالآخر ان کا یہ حال دیکھ کر ان کے ایک چچازاد بھائی کو ان پر رحم آ گیا۔ اور اس نے بنومغیرہ کو سمجھا بجھا کر یہ کہا کہ آخر اس مسکینہ کو تم لوگوں نے اس کے شوہر اور بچے سے کیوں جدا کر رکھا ہے؟ تم لوگ کیوں نہیں اس کو اجازت دے دیتے کہ وہ اپنے بچہ کو ساتھ لے کر اپنے شوہر کے پاس چلی جائے۔ بالآخر بنومغیرہ اس پر رضامند ہو گئے کہ یہ مدینہ چلی جائے۔ پھر حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا کے خاندان والے بنو عبدالاسد نے بھی بچے کو حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کر دیا اور حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا بچہ کو گود میں لے کر اونٹ پر سوار ہو گئیں اور اکیلی مدینہ کو چل پڑیں۔

جب مقام ''تنعیم'' میں پہنچیں تو عثمان بن طلحہ سے ملاقات ہوئی جو ابھی مشرک تھا اور مکہ کا مانا ہوا ایک نہایت ہی شریف انسان تھا اور کعبۃ اللہ کے متولی خاندان سے تھا۔ اس نے پوچھا کہ اے اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کہاں کا

Marfat.com

ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں اپنے شوہر کے پاس مدینہ جا رہی ہوں۔ اس نے کہا کہ کیا تمہارے ساتھ کوئی دوسرا نہیں ہے؟ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ نہیں میرے ساتھ اللہ اور میرے اس بچہ کے سوا کوئی نہیں ہے! یہ سن کر عثمان بن طلحہ کی رگِ شرافت پھڑک اٹھی اور اس نے کہا کہ خدا کی قسم میرے لیے یہ زیب نہیں دیتا کہ تمہاری جیسی ایک شریف زادی اور ایک شریف انسان کی بیوی کو تنہا چھوڑ دوں۔ یہ کہہ کر اس نے اونٹ کی مہار اپنے ہاتھ میں لے لی اور پیدل چلنے لگا۔ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ خدا کی قسم میں نے عثمان بن طلحہ سے زیادہ شریف کسی عرب کو نہیں پایا جب ہم کسی منزل پر اترتے تو وہ الگ کسی درخت کے نیچے لیٹ جاتا اور میں اپنے اونٹ کے پاس سو رہتی۔ پھر روانگی کے وقت جب میں اپنے بچہ کو گود میں لے کر اونٹ پر سوار ہو جاتی تو وہ اونٹ کی مہار پکڑ کر چلنے لگتا۔ اسی طرح اس نے مجھے قبا تک پہنچا دیا اور وہاں سے وہ یہ کہہ کر مکہ چلا گیا کہ اب تم چلی جاؤ تمہارا شوہر اسی گاؤں میں ہے۔ چنانچہ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا اس طرح بخیریت مدینہ منورہ پہنچ گئیں۔ (زُرقانی جلد 3 صفحہ 239)

یہ دونوں میاں بیوی عافیت کے ساتھ مدینہ منورہ میں رہنے لگے مگر ماہِ جمادی الآخر 4 ہجری میں جب آپ کے شوہر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو باوجودیکہ ان کے چند بچے تھے مگر حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ماہِ شوال سن 4 ہجری میں نکاح فرما لیا اور آپ اپنے بچوں کے ساتھ کاشانۂ نبوت میں رہنے لگیں اور اُم المومنین کے معزز لقب سے سرفراز ہو گئیں۔

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا حسن و جمال کے ساتھ ساتھ عقل و فہم کے کمال کا بھی ایک بے مثال نمونہ تھیں۔ امام الحرمین صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہے کہ میں حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی اور عورت کو نہیں جانتا کہ اس کی رائے ہمیشہ درست ثابت ہوئی ہو۔ صلحِ حدیبیہ کے دن جب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ اپنی اپنی قربانیاں کر کے سب لوگ احرام کھول دیں اور بغیر عمرہ ادا کیے سب لوگ مدینہ واپس چلے جائیں کیونکہ اسی شرط پر صلح حدیبیہ ہوئی ہے تو لوگ اس قدر رنج و غم میں تھے کہ ایک شخص بھی قربانی کے لئے تیار نہیں تھا۔ حضورِ پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس طرزِ عمل سے روحانی کوفت ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ کا حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے تذکرہ کیا تو انہوں نے یہ رائے دی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کسی سے کچھ بھی نہ فرمائیں اور خود اپنی قربانی ذبح کر کے اپنا احرام اتار دیں۔ چنانچہ حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا یہ دیکھ کر کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کھول دیا ہے سب صحابہ کرام مایوس ہو گئے کہ اب حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم صلح حدیبیہ کے معاہدہ کو ہرگز ہرگز نہ بدلیں گے۔ اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اپنی اپنی قربانیاں کے احرام اتار دیا اور سب لوگ مدینہ منورہ واپس چلے گئے

حسن و جمال اور عقل و رائے کے ساتھ ساتھ فقہ و حدیث میں بھی ان کی مہارت خصوصی طور پر ممتاز تھی

Marfat.com

تین سو اٹھہتر (378) حدیثیں آپ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہیں۔ اور بہت سے صحابہ و تابعین حدیث میں آپ کے شاگرد ہیں اور آپ کے شاگردوں میں حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی شامل ہیں۔

چوراسی برس کی عمر پا کر مدینہ منورہ میں وفات پائی اور آپ کی وفات کا سال 53ھ ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور آپ جنت البقیع میں ازواجِ مطہرات کے قبرستان میں مدفون ہوئیں۔ بعض مؤرخین کا قول ہے کہ آپ کے وصال کا سال سن 59ھ ہے اور ابراہیم حربی نے فرمایا کہ 62ھ میں آپ کا انتقال ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ سن 63ھ کے بعد آپ کی وفات ہوئی ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ)

(زرقانی جلد 3 صفحہ 238 تا 242 و اکمال و حاشیہ کمال صفحہ 599)

حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا

حضرت بنتِ جحش بن رباب رضی اللہ عنہا قبیلہ بنو اسد بن خزیمہ سے تعلق رکھتی تھیں اور رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی حضرت امیمہ بنتِ عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی ہیں۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح کرا دیا تھا مگر چونکہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا خاندان قریش کی ایک بہت ہی باوقار خاتون تھیں اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کو گو کہ رسول اللہ ﷺ نے آزاد کر کے اپنا متبنّٰی (منہ بولا بیٹا) بنا لیا تھا مگر پھر بھی چونکہ وہ پہلے غلام تھے اس لیے حضرت زینب رضی اللہ عنہا ان سے خوش نہیں تھیں اور اکثر میاں بیوی میں ان بن رہا کرتی تھی یہاں تک کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے ان کو طلاق دے دی۔

جب عدت گزر گئی تو آپ کے پاس حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ حضورِ انور نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ کا پیام لے کر گئے اور انہوں نے سر جھکا کر کمال شرم و ادب سے انہیں یہ پیام پہنچایا۔

آپ نے کہا کہ میں اس معاملہ میں اپنی رائے کو کچھ بھی دخل نہیں دیتی۔ جو میرے ربّ کو منظور ہوا اس پر راضی ہوں۔ یہ کہہ کر وہ بارگاہِ ربّ للعالمین میں متوجہ ہوئیں اور انہوں نے نماز شروع کر دی۔

اور اللہ تبارک تعالیٰ نے پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور نبی کریم، رؤف و رحیم ہادیٔ انس و جاں، رہبرِ کائنات ﷺ پر سورۂ احزاب کی آیتِ مبارکہ 37 نازل فرمائی۔ جس میں خالق و مالکِ کائنات کا ارشاد یوں ہے۔

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا

ترجمہ "جب زید نے ان سے اپنی ضرورت پوری کر لی تو ہم نے انہیں آپ ﷺ کی زوجیت میں دے دیا، کہ مسلمانوں پر کچھ حرج نہ رہے ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں میں، جب ان سے

Marfat.com

ان کا کام ختم ہو جائے۔'' (سورۂ احزاب آیت 37)

ان ہی کے تعلق سے سورۂ احزاب کی مزید کئی آیاتِ مبارکہ نازل ہوئیں جن میں متبنّیٰ (منہ بولے بیٹوں، لے پالک) کے قضیے کا دوٹوک فیصلہ کر دیا۔

اس آیت کے نزول کے بعد حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ کون ہے جو زینب کے پاس جائے اور اس کو یہ خوشخبری سنائے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے میرا نکاح اس کے ساتھ فرما دیا ہے۔ یہ سن کر آپ حضورِ انور ﷺ کی ایک خادمہ دوڑتی ہوئی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچیں اور یہ آیت سنا کر خوشخبری دی حضرت زینب رضی اللہ عنہا اس بشارت سے اس قدر خوش ہوئیں کہ اپنا زیور اتار کر اس خادمہ کو انعام میں دے دیا اور خود سجدہ میں گر پڑیں اور اس نعمت کے شکریہ میں دو ماہ لگاتار روزہ دار رہیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اس نکاح سے بہت خوشی اور فخر ہوا۔

روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس کے بعد جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے مکان میں تشریف لے گئے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بغیر خطبہ اور بغیر گواہ کے آپ ﷺ نے میرے ساتھ نکاح فرما لیا؟ ارشاد فرمایا کہ تیرے ساتھ میرا نکاح اللہ تبارک تعالیٰ نے کر دیا ہے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام اور دوسرے فرشتے اس نکاح کے گواہ ہیں۔

یہ شادی ماہِ ذی قعدہ سن 5 ہجری میں یا اس سے کچھ عرصہ پہلے ہوئی۔ پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضورِ انور نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے اس شادی کا ولیمہ بہت وسعت کے ساتھ کیا تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ لے پالک کی بیوی سے نکاح جائز ہے۔

آپ کے فضائل و مناقب میں چند احادیث بھی مروی ہیں۔ چنانچہ روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری وفات کے بعد تم ازواجِ مطہرات میں سے میری وہ بیوی ہو جو سب سے پہلے وفات پا کر مجھ سے آن ملے گی جس کا ہاتھ سب سے زیادہ لمبا ہے۔ یہ سن کر تمام ازواجِ مطہرات نے ایک لکڑی سے اپنا ہاتھ ناپا تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ سب سے زیادہ لمبا نکلا۔ لیکن حضورِ انور نبی کریم ﷺ کے بعد ازواجِ مطہرات میں سب سے پہلے حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے وفات پائی تو اس وقت لوگوں کو پتہ چلا کہ ہاتھ لمبا ہونے سے مراد کثرت سے صدقہ دینا تھا کیونکہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے ہاتھ سے کچھ دستکاری کا کام کرتی تھیں اور اس کی آمدنی فقراء و مساکین پر صدقہ کر دیا کرتی تھیں۔

آپ کی وفات کی خبر جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچی تو انہوں نے کہا کہ ہائے ایک قابلِ تعریف عورت جو سب کے لئے نفع بخش تھی اور یتیموں اور بوڑھی عورتوں کا دل خوش کرنے والی تھی آج دنیا سے چلی گئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے بھلائی اور سچائی میں اور رشتہ داروں کے ساتھ مہربانی کے

Marfat.com

معاملہ میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی عورت کو نہیں دیکھا۔

منقول ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا ازواجِ مطہرات سے اکثر یہ کہا کرتی تھیں کہ مجھ کو اللہ تبارک تعالیٰ نے ایک ایسی فضیلت عطا فرمائی ہے جو ازواجِ مطہرات میں سے کسی کو بھی نہیں ہوئی اور وہ یہ کہ تمام ازواجِ مطہرات کا نکاح تو ان کے باپ داداؤں نے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میرا نکاح اللہ تبارک تعالیٰ نے کر دیا۔

آپ نے گیارہ حدیثیں حضورِ انور، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں جن میں سے دو حدیثیں بخاری و مسلم دونوں کتابوں میں مذکور ہیں باقی نو حدیثیں دوسری کتبِ احادیث میں لکھی ہوئی ہیں۔

منقول ہے کہ جب حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کی وفات کا حال امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو آپ نے حکم دے دیا کہ مدینہ کے ہر کوچہ و بازار میں یہ اعلان کر دیا جائے کہ تمام اہلِ مدینہ اپنی مقدس ماں کی نمازِ جنازہ کے لئے حاضر ہو جائیں۔ امیر المؤمنین نے خود ہی آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور آپ جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔ سن 20 ہجری یا 21 ھ میں 53 برس کی عمر پا کر مدینہ منورہ میں دنیا سے رخصت ہوئیں۔ (مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 476 تا 478 و کتبِ دیگر)

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا

آپ قبیلہ بنی مصطلق کے سردار حارث بن ضرار کی بیٹی ہیں۔ ''غزوۂ مریسیع'' میں جو کفار مسلمانوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو کر قیدی بنائے گئے تھے ان ہی قیدیوں میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ جب قیدیوں کو لونڈی غلام بنا کر مجاہدین پر تقسیم کر دیا گیا تو حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں۔ انہوں نے آپ سے مکاتب کر لی یعنی یہ لکھ کر دے دیا کہ تم اتنی اتنی رقم مجھے دے دو تو میں تم کو آزاد کر دوں گا۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنے قبیلے کے سردارِ اعظم حارث بن ضرار کی بیٹی ہوں اور مسلمان ہو چکی ہوں۔ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے مجھے مکاتب بنا دیا ہے۔ مگر میرے پاس اتنی رقم نہیں ہے کہ میں بدلِ کتابت ادا کر کے آزاد ہو جاؤں اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت میں میری مالی امداد فرمائیں کیونکہ میرا تمام خاندان اس جنگ میں گرفتار ہو چکا ہے اور ہمارے تمام مال و سامان مسلمانوں کے ہاتھوں مالِ غنیمت بن چکے ہیں اور میں اس وقت بالکل ہی مفلسی و بے کسی کے عالم میں ہوں۔

حضورِ انور، نبی کریم، رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی فریاد سن کر ان پر رحم آ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں اس سے بہتر سلوک تمہارے ساتھ کروں تو کیا تم اس کو منظور کر لوگی؟ انہوں نے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

Marfat.com

آپ ﷺ میرے ساتھ اس سے بہتر سلوک کیا فرمائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تمہارے بدلِ کتابت کی تمام رقم میں خود تمہاری طرف سے ادا کر دوں اور پھر تم کو آزاد کر کے میں خود تم سے نکاح کر لوں تا کہ تمہارا خاندانی اعزاز و وقار برقرار رہ جائے۔ یہ سن کر حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی شادمانی و مسرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ انہوں نے اس اعزاز کو خوشی خوشی منظور کر لیا۔ چنانچہ حضور پُرنور سرکارِ دو عالم ﷺ نے بدلِ کتابت کی ساری رقم ادا فرما کر اور ان کو آزاد کر کے اپنی ازواجِ مطہرات میں شامل فرمایا اور یہ اُم المومنین کے اعزاز سے سرفراز ہو گئیں۔

جب اسلامی لشکر میں یہ خبر پھیلی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرما لیا تو تمام مجاہدین ایک زبان ہو کر کہنے لگے جس خاندان میں رسول اللہ ﷺ نے نکاح فرما لیا اس خاندان کا کوئی فرد لونڈی غلام نہیں رہ سکتا' چنانچہ اس خاندان کے جتنے لونڈی غلام مجاہدینِ اسلام کے قبضہ میں تھے فوراً ہی سب کے سب آزاد کر دیئے گئے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ فرمایا کرتی تھیں کہ دنیا میں کسی عورت کا نکاح حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے نکاح سے بڑھ کر مبارک ثابت نہیں ہوا کیونکہ اس نکاح کی وجہ سے تمام خاندانِ بنی مصطلق کو غلامی سے نجات حاصل ہو گئی۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور انور نبی کریم ﷺ کے میرے قبیلے میں تشریف لانے سے تین رات پہلے میں نے یہ خواب دیکھا تھا کہ مدینہ کی جانب سے ایک چاند چلتا ہوا آیا اور میری گود میں گر پڑا۔ میں نے کسی سے اس خواب کا تذکرہ نہیں کیا لیکن رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے نکاح فرما لیا تو میں نے سمجھ لیا کہ یہی اس خواب کی تعبیر ہے۔ (زُرقانی جلد 3 صفحہ 254)

آپ کا اصلی نام "برہ" (نیکوکار) تھا لیکن چونکہ اس نام سے بزرگی اور بڑائی کا اظہار ہوتا تھا اس لیے آپ ﷺ نے آپ کا نام بدل کر "جویریہ" (چھوٹی لڑکی) رکھ دیا۔ آپ بہت ہی عبادت گزار عورت تھیں نمازِ فجر سے نمازِ چاشت تک ہمیشہ اپنے اوراد و وظائف میں مشغول رہا کرتی تھیں۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے سات حدیثیں بھی رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہیں جن میں سے دو حدیثیں بخاری شریف میں اور دو حدیثیں مسلم شریف میں ہیں باقی تین حدیثیں دوسری کتابوں میں مذکور ہیں اور حضرت عبداللہ بن عمر و حضرت عبید بن صباع اور ان کے بھتیجے حضرت طفیل رضی اللہ عنہ وغیرہ نے ان سے روایت کی ہے

سن 50 ہجری میں پینسٹھ برس کی عمر پا کر آپ نے مدینہ طیبہ میں وفات پائی اور حاکم مدینہ مروان نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور آپ جنت البقیع کے قبرستان میں مدفون ہوئیں۔

(زُرقانی جلد 3 صفحہ 255 و مدارج جلد 2 صفحہ 279 تا 481)

Marfat.com

حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا

آپ کا اصلی نام ''رملہ'' ہے آپ سردار مکہ حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں اور آپ کی والدہ کا نام صفیہ بنت العاص ہے جو امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پھوپھی ہیں۔

آپ پہلے عبیداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں اور میاں بیوی دونوں نے اسلام قبول کیا اور دونوں ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تھے۔ لیکن حبشہ پہنچ کر ان کے شوہر عبیداللہ بن جحش پر ایسی بدنصیبی سوار ہوگئی کہ وہ اسلام سے مرتد ہو کر نصرانی ہوگیا۔ اور وہ شراب پیتے پیتے نصرانیت ہی پر مرگیا۔

ابنِ سعد نے حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کی ہے کہ آپ نے حبشہ میں ایک رات خواب دیکھا کہ ان کے شوہر عبیداللہ بن جحش کی صورت اچانک بہت ہی بدنما اور بدشکل ہوگئی وہ اس خواب سے بہت زیادہ گھبرا گئیں۔ جب صبح ہوئی تو انہیں معلوم ہوا کہ ان کے شوہر عبیداللہ بن جحش نے اسلام سے مرتد ہو کر نصرانی دین قبول کرلیا۔ حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر کو اپنا خواب سنا کر ڈرایا اور اسلام کی طرف بلایا مگر اس بدنصیب نے اس پر کان نہیں دھرا اور مرتد ہونے ہی کی حالت میں مرگیا۔ مگر حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا اپنے اسلام پر استقامت کے ساتھ ثابت قدم رہیں۔

جب پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضورِ انور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی حالت معلوم ہوئی تو قلبِ نازک پر بے حد صدمہ گزرا اور آپ نے ان کی دلجوئی کے لئے حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو ماہِ محرم سن 7 ہجری میں نجاشی بادشاہ کے پاس بھیجا اور خط لکھا کہ تم میرے وکیل بن کر حضرت اُمِ حبیبہ کے ساتھ میرا نکاح کردو۔ نجاشی کو جب یہ فرمانِ نبوت پہنچا تو اس نے اپنی ایک خاص لونڈی جس کا نام ''ابرہہ'' تھا کو حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کی خبر دی۔

حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا اس خوشخبری کو سن کر اس قدر خوش ہوئیں کہ اپنے کچھ زیورات اس بشارت کے انعام میں ابرہہ لونڈی کو انعام کے طور پر دے دیئے اور حضرت خالد بن سعید بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو جو ان کے ماموں کے لڑکے تھے اپنے نکاح کا وکیل بنا کر نجاشی کے پاس بھیج دیا۔ نجاشی نے اپنے شاہی محل میں نکاح کی مجلس منعقد کی اور حضرت جعفر بن ابنِ طالب اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جو اس وقت حبشہ میں موجود تھے اس مجلس میں بلایا اور خود ہی خطبہ پڑھ کر سب کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کردیا اور چار سو دینار اپنے پاس سے مہر ادا کیا جو رقم اسی وقت حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی گئی۔

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس نکاح کی مجلس سے اٹھنے لگے تو نجاشی بادشاہ نے کہا کہ آپ لوگ بیٹھے رہیے انبیاء علیہم السلام کا یہ طریقہ ہے کہ نکاح کے وقت کھانا کھلایا جاتا ہے یہ کہہ کر نجاشی نے کھانا منگایا اور تمام صحابہ

Marfat.com

کرام رضی اللہ عنہم شکم سیر کھانا کھا کر اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔ پھر نجاشی نے حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا اور حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے حرم نبوی میں داخل ہو کر اُم المؤمنین کا معزز لقب پالیا۔

حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا بہت پاکیزہ ذات وحمیدہ صفات کی جامع اور نہایت ہی بلند ہمت اور سخی طبیعت کی مالک تھیں اور بہت ہی قوی الایمان تھیں۔ ان کے والد ابوسفیان جب کفر کی حالت میں تھے اور صلح حدیبیہ کی تجدید کے لئے مدینہ آئے تو بے تکلف ان کے مکان میں جا کر بسترِ نبوت پر بیٹھنے لگے۔ حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے باپ کی ذرا بھی پروانہیں کی اور یہ کہہ کر فوراً بستر سمیٹ دیا کہ یہ بسترِ نبوت ہے۔ میں کبھی یہ گوارا نہیں کر سکتی کہ ایک ناپاک مشرک اس پاک بستر پر بیٹھے۔

حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے پینسٹھ (65) حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں جن میں سے دو حدیثیں بخاری ومسلم دونوں کتابوں میں موجود ہیں اور ایک حدیث وہ ہے جس کو تنہا مسلم نے روایت کیا ہے۔ باقی حدیثیں حدیث کی دوسری کتابوں میں موجود ہیں ان کے شاگردوں میں ان کے بھائی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی صاحبزادی حضرت حبیبہ رضی اللہ عنہا اور ان کے بھانجے ابوسفیان بن سعید رضی اللہ عنہم بہت مشہور ہیں۔

سن 44ھ میں مدینہ منورہ کے اندر آپ کی وفات ہوئی اور جنت البقیع میں ازواجِ مطہرات کے پہلو میں مدفون ہیں۔ (زُرقانی جلد 3 صفحہ 242 تا 245۔ مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 481 تا 482)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا

آپ کا اصلی نام زینب تھا، حضور پُرنور، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام "صفیہ" رکھ دیا۔ آپ یہودیوں کے قبیلہ بنونضیر کے سردار اعظم حیی بن اخطب کی بیٹی ہیں اور آپ کی ماں کا نام "ضرہ" بنتِ سموئل ہے آپ خاندان بنی اسرائیل میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور ان کا شوہر کنانہ بن ابی الحقیق بھی بنونضیر کا رئیسِ اعظم تھا جو جنگِ خیبر میں قتل ہو گیا۔

محرم سن 7ھ میں جب خیبر کو مسلمانوں نے فتح کر لیا اور تمام اسیرانِ جنگ گرفتار کر کے اکٹھا جمع کیے گئے تو اس وقت حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور ایک لونڈی طلب کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی پسند سے ان قیدیوں میں سے کوئی لونڈی لے لو۔ انہوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو لے لیا۔ مگر ایک صحابی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! صفیہ بنوقریظہ اور بنونضیر کی شہزادی ہیں۔ ان کے خاندانی اعزاز کا تقاضا ہے کہ آپ ان کو اپنی ازواجِ مطہرات میں شامل فرمالیں۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ سے لے لیا اور ان کے بدلے میں انہیں ایک دوسری لونڈی عطا فرما دی۔ پھر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد فرما کر ان سے نکاح فرمالیا اور جنگِ خیبر سے واپسی

Marfat.com

میں تین دنوں تک منزل صہبا میں ان کو اپنے خیمے کے اندر اپنی قربت سے سرفراز فرمایا۔ اور دعوت ولیمہ میں کھجور، گھی، پنیر کا مالیدہ صحابہ کرام کو کھلایا۔

حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا پر بہت ہی خصوصی توجہ اور انتہائی کریمانہ عنایت فرماتے تھے۔ اور اس قدر ان کا خیال رکھتے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر کبھی کبھی غیرت سوار ہو جایا کرتی تھی۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ کہہ دیا کہ "وہ تو پستہ قد ہے" تو حضورِ پُرنور، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ! تو نے ایسی بات کہہ دی کہ اگر تیرے اس کلام کو دریا میں ڈال دیا جائے تو دریا متغیر ہو جائے گا۔ (یعنی یہ غیبت ہے جو بہت ہی گندی بات ہے)

اسی طرح ایک مرتبہ ایک سفر میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ زخمی ہو گیا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس ایک فاضل اونٹ تھا حضورِ انور، نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا کہ اے زینب! تم اپنا اونٹ صفیہ کو دے دو، حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے جواب میں کہہ دیا کہ میں اس یہودیہ کو اپنی کوئی چیز نہیں دوں گی۔ یہ سن کر حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ حضرت زینب پر خفا ہوئے۔ (مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 483)

ترمذی شریف کی روایت ہے کہ ایک روز پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضورِ انور، نبی کریم ﷺ نے دیکھا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا رو رہی ہیں۔ آپ ﷺ نے رونے کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ! حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما نے یہ کہا ہے کہ ہم دونوں دربارِ رسالت مآب میں تم سے بہت زیادہ عزت دار ہیں کیونکہ ہمارا خاندان حضور سرکارِ دو عالم ﷺ سے ملتا ہے۔ یہ سن کر حضورِ انور ﷺ نے فرمایا کہ اے صفیہ! تم نے ان دونوں سے یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ تم دونوں مجھ سے بہتر کیونکر ہو سکتی ہو۔ حضرت ہارون علیہ السلام میرے باپ ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام میرے چچا ہیں اور حضرت محمد ﷺ میرے شوہر ہیں۔

(زُرقانی جلد 3 صفحہ 259)

آپ نے دس حدیثیں بھی حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہیں جن میں سے ایک حدیث بخاری و مسلم دونوں کتابوں میں ہے اور باقی نو حدیثیں دوسری کتابوں میں درج ہیں۔

آپ کی وفات کے سال میں اختلاف ہے واقدی کا قول ہے کہ سن 50ھ میں آپ کی وفات ہوئی اور ابن سعد نے لکھا ہے کہ سن 52ھ میں آپ کا انتقال ہوا بوقتِ رحلت آپ کی عمر ساٹھ برس کی تھی آپ بھی مدینہ کے مشہور قبرستان جنت البقیع میں سپردِ خاک کی گئیں۔ (مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 483۔ زُرقانی جلد 3 صفحہ 259)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے والد کا نام حارث بن حزن ہے اور آپ کی والدہ ہند بنتِ عوف ہیں۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نام "برہ" تھا لیکن پیغمبرِ اول و آخر و اعظم رہبرِ کائنات، حضورِ پُرنور ﷺ نے بدل کر میمونہ یعنی

Marfat.com

برکت پہنچانے والی رکھ دیا۔

آپ پہلے حویطب بن عبدالعزیٰ کے نکاح میں تھیں اور اس کے بعد ابی رہم عبدالعزیٰ کے نکاح میں آئیں۔ ابی رہم عبدالعزیٰ ملکِ عدم کے راہی ہوئے تو آپ بیوہ ہوگئیں۔

جب پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ سن 7 ہجری میں عمرۃ القضاء کے لئے مکہ معظّمہ تشریف لے گئے تو آپ بیوگی کے دن گزار رہی تھیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ (آپ ﷺ کے چچا) نے ان کے بارے میں حضورِ انور، نبی کریم ﷺ سے بات چیت کی اور آپ ﷺ نے ان سے نکاح فرمالیا۔ اور عمرۃ القضاء سے واپسی پر مقام ''سرف'' میں ان کو اپنی صحبت سے سرفراز فرمایا۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی سگی بہنیں چار ہیں جن کے نام یہ ہیں۔

1- ام الفضل لبابۃ الکبریٰ یہ حضور سرکارِ دو عالم ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان ہی کے شکم سے پیدا ہوئے۔

2- لبابۃ الصغریٰ: یہ حضرت خالد بن الولید سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔

3- عصماء: یہ ابی بن خلف سے بیاہی گئی تھیں انہوں نے اسلام قبول کیا اور صحابیات میں ان کا شمار ہے۔

4- غرہ: یہ بھی صحابیہ ہیں جو زیاد بن مالک کے گھر میں تھیں۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی ان سگی بہنوں کے علاوہ وہ بہنیں جو صرف ماں کی جانب سے ہیں وہ بھی چار ہیں جن کے نام یہ ہیں۔

1- اسماء بنتِ عمیس: یہ پہلے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھیں ان سے عبداللہ و عون و محمد رضی اللہ عنہم تین فرزند پیدا ہوئے۔ پھر جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ ''جنگِ موتہ'' میں شہید ہو گئے تو ان سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا اور ان سے محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے عقد فرمالیا اور ان سے بھی ایک فرزند پیدا ہوئے جن کا نام ''یحییٰ'' تھا

2- سلمٰی بنتِ عمیس: یہ پہلے سیدالشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں اور ان سے ایک صاحبزادی پیدا ہوئیں جن کا نام ''امۃ اللہ'' تھا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان سے شداد بن الہاد رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا اور ان سے عبداللہ و عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما دو فرزند پیدا ہوئے۔

3- سلامہ بنتِ عمیس: ان کا نکاح عبداللہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا

4- اُم المومنین حضرت زینب بنتِ خزیمہ رضی اللہ عنہا جو اُم المساکین کے لقب سے مشہور تھیں جن کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔

Marfat.com

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ''ہند بنتِ عوف'' کے بارے میں عام طور پر یہ کہا جاتا تھا کہ دامادوں کے اعتبار سے روئے زمین پر کوئی بڑھیا ان سے زیادہ خوش نصیب نہیں ہوئی۔ کیونکہ ان کے دامادوں کی فہرست میں مندرجہ ذیل ہستیاں ہیں۔

1۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ 2۔ حضرت ابوبکر۔3۔ حضرت علی۔4۔ حضرت حمزہ۔ 5۔ حضرت عباس۔ 6۔ حضرت شداد بن الہاد رضی اللہ عنہم یہ سب کے سب بزرگوار ''ہند بنتِ عوف'' رضی اللہ عنہا کے داماد ہیں۔(زرقانی جلد 3 صفحہ 251-مدارج جلد 2 صفحہ 484)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے کل چھہتر (76) احادیث مروی ہیں جن میں سے سات حدیثیں ایسی ہیں جو بخاری و مسلم دونوں کتابوں میں مذکور ہیں اور ایک حدیث صرف بخاری میں ہے اور ایک ایسی حدیث ہے جو صرف مسلم میں ہے اور باقی حدیثیں احادیث کی دوسری کتابوں میں مذکور ہیں۔

آپ حضورِ انور، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زوجہ مبارکہ ہیں۔ان کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی دوسری عورت سے نکاح نہیں فرمایا۔

آپ کے انتقال کے سال میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔مگر مشہور قول یہ ہے کہ آپ نے سن 51 ہجری میں مقام ''سرف'' پر وفات پائی۔ جہاں حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے زفاف فرمایا تھا۔

آپ کی وفات کے وقت آپ کے بھانجے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما موجود تھے اور انہوں نے ہی آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور اسی چھپر کی جگہ میں دفن کیا جس میں پیغمبرِ اول و آخر و اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو پہلی بار اپنی قربت سے سرفراز فرمایا تھا۔(زرقانی جلد 3 صفحہ 253)

یہ پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ گیارہ ازواجِ مطہرات ہیں جن پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے۔ یہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقدِ نکاح میں آئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و رفاقت میں رہیں۔ ان میں سے دو بیویاں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب بنتِ خزیمہ اُم المساکین رضی اللہ عنہا کی وفات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں ہوئی اور نو بیویاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حیات رہیں۔

ان نو مقدس ازواج النبی میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد سب سے پہلے حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا نے وفات پائی اور سب کے بعد، آخر میں سن ہجری 62 یا 63 میں اُم المومنین حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے وفات فرمائی۔اور ان کی وفات کے بعد دنیا امہات المومنین سے خالی ہوگئی۔

مقدس باندیاں

مذکورہ بالا ازواجِ مطہرات کے علاوہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی چار باندیاں بھی تھیں جو آپ کے زیرِ تصرف تھیں جن کے نام حسبِ ذیل ہیں:

Marfat.com

1-حضرت ماریہ قبطیہ

2-حضرت ریحانہ

3-حضرت نفیسہ

4-نام معلوم نہیں رضی اللہ عنہم اجمعین

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا

ان کو مصر و سکندریہ کے بادشاہ مقوقس قبطی نے بارگاہِ اقدس میں چند ہدایات اور تحائف کے ساتھ بطورِ ہبہ کے نذر کیا تھا۔ ان کی ماں رومی تھیں اور باپ مصری اس لیے یہ بہت ہی حسین و خوبصورت تھیں۔ یہ حضور نبی کریم ﷺ کی اُمِ ولد ہیں کیونکہ آپ کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ ان ہی کے شکمِ مبارک سے پیدا ہوئے تھے۔

کنیز ہونے کے باوجود حضور پُرنور نبی کریم ﷺ ان کو پردہ میں رکھتے تھے اور ان کے لئے مدینہ طیبہ کے قریب مقامِ عالیہ میں آپ نے ایک الگ گھر بنوا دیا تھا جس میں یہ رہا کرتی تھیں اور حضور سرکارِ دو عالم ﷺ ان کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے۔ واقدی کا بیان ہے کہ حضورِ انور نبی کریم ﷺ کے بعد امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی زندگی بھر ان کے نان و نفقہ کا انتظام کرتے رہے۔ اور ان کے بعد امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ یہاں تک کہ 15ھ یا 16ھ میں ان کی وفات ہوگئی۔ اور امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کی نمازِ جنازہ میں شرکت کے لئے خاص طور پر لوگوں کو جمع فرمایا اور خود ہی ان کی نمازِ جنازہ پڑھا کر ان کو جنت البقیع میں دفن کیا۔ (زرقانی جلد 3 صفحہ 271 تا 272)

حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا

یہ یہود کے خاندان بنو قریظہ سے تھیں، گرفتار ہو کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں مگر انہوں نے کچھ دنوں تک اسلام قبول نہیں کیا، جس وجہ سے حضورِ اقدس ﷺ ان سے ناخوش رہا کرتے تھے۔ مگر ایک دن ایک صحابی نے آکر یہ خوشخبری سنائی کہ یارسول اللہ ﷺ ریحانہ نے اسلام قبول کر لیا۔ اس خبر سے آپ بے حد خوش ہوئے اور آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اے ریحانہ! اگر تم چاہو تو میں تم کو آزاد کر کے تم سے نکاح کر لوں مگر انہوں نے یہ گزارش کی کہ یارسول اللہ! ﷺ آپ مجھے اپنی لونڈی ہی بنا کر رکھیں۔ یہی میرے اور آپ دونوں کے حق میں اچھا اور آسان رہے گا۔

یہ حضورِ انور نبی کریم ﷺ کے سامنے ہی جب آپ حجۃ الوداع سے واپس تشریف لائے سن 10 ہجری میں وفات پا کر جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ (زرقانی جلد 3 صفحہ 273)

Marfat.com

حضرت نفیسہ

یہ پہلے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی مملوکہ لونڈی تھیں۔ انہوں نے ان کو حضور پُرنور ﷺ کی خدمت میں بطورِ ہبہ کے نذر کر دیا اور یہ حضورِ انور ﷺ کے کاشانۂ نبوت میں باندی کی حیثیت سے رہنے لگیں۔ (زُرقانی جلد 3 صفحہ 274۔ زاد المعاد جلد 1 صفحہ 29)

چوتھی باندی صاحبہ

مذکورہ بالا باندیوں کے علاوہ حضور نبی کریم ﷺ کی ایک چوتھی باندی صاحبہ بھی تھیں۔ جن کے بارے میں عام طور پر مؤرخین نے لکھا ہے کہ ان کا نام معلوم نہیں۔ یہ بھی کسی جہاد میں گرفتار ہو کر بارگاہِ اقدس میں آئی تھیں اور حضورِ انور ﷺ کی باندی بن کر آپ ﷺ کی صحبت سے سرفراز ہوتی رہیں۔

(زُرقانی جلد 3 صفحہ 274)

اغراض و مقاصد

پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، ہادیٔ انس و جاں، رہبرِ کائنات، رسولِ بحر و بر حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم، رحمت للعالمین ﷺ کا یہ شادیاں کرنا محض برائے شادی نہ تھا۔ بلکہ ڈھلتی عمر میں اتنی شادیاں فرمانے کے اور ہی مقدس متبرک و متحرک و نیک اغراض و مقاصد تھے اور حضورِ انور ﷺ نے ان شادیوں کے ذریعے اپنے تمام تر اغراض و مقاصد خوش اسلوبی سے حاصل کیے اور ایسا کرنا صرف اور صرف پیغمبرانہ فہم و فراست سے ہی ممکن تھا۔

سیرتِ نبوی کے اس مقام پر ٹھہر کر حضور پُرنور رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے ایک پہلو پر ذرا غور کرنے کی ضرورت ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی جوانی کے نہایت پرقوت اور عمدہ ایام یعنی تقریباً تیس برس صرف ایک بیوی پر اکتفا کرتے ہوئے گزار دیئے اور وہ بھی ایسی بیوی پر جو کافی عمر رسیدہ تھی تقریباً بڑھیا تھی یعنی پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر اور پھر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا پر۔ تو کیا ایسا سوچنا کسی بھی درجے میں معقول ہو سکتا ہے کہ اس طرح اتنا عرصہ گزار دینے کے بعد جب آپ ﷺ بڑھاپے کی دہلیز پر پہنچ گئے تو آپ ﷺ کے اندر یکا یک جنسی قوت اس قدر بڑھ گئی کہ آپ ﷺ کو پے در پے نو شادیاں کرنی پڑیں۔ جی نہیں! ایسی سوچ عقلِ سلیم کی نہیں ہے، آپ ﷺ کی زندگی کے ان دونوں حصوں پر نظر ڈالنے کے بعد کوئی بھی ہوشمند آدمی اس سوچ، خیال، تصور کو معقول تسلیم نہیں کر سکتا۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور ﷺ نے اتنی بہت ساری شادیاں کچھ دوسرے ہی اغراض و مقاصد کے تحت کی تھیں جو عام شادیوں کے مقررہ مقصد سے بہت ہی زیادہ عظیم القدر

Marfat.com

اور جلیل المرتبہ تھے۔

اس کی مختصر اور موٹی موٹی وضاحت و توضیح یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما سے شادی کر کے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ رشتۂ مصاہرت قائم کیا۔ اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پے در پے اپنی دو صاحبزادیوں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا پھر حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی کر کے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اپنی لختِ جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کر کے جو رشتہائے مصاہرت قائم کیے ان کا مقصود یہ تھا کہ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور، عالمِ خفا و غیوب ﷺ ان چاروں بزرگوں سے اپنے تعلقات نہایت پختہ کر لیں کیونکہ یہ چاروں بزرگ پیچیدہ ترین مراحل میں اسلام کے لئے فداکاری و جاں سپاری کا جو امتیازی وصف رکھتے تھے وہ معروف ہے۔

عرب کا دستور تھا کہ وہ رشتہ مصاہرت کا بڑا احترام کرتے تھے۔ ان کے نزدیک دامادی کا رشتہ مختلف قبائل کے درمیان قربت کا ایک اہم باب تھا۔ اور داماد سے جنگ لڑنا اور محاذ آرائی کرنا ان کے لئے بڑے شرم اور عار کی بات تھی۔ اس دستور کو سامنے رکھ کر پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے چند شادیاں اس مقصد سے کیں کہ مختلف افراد اور قبائل کی اسلام دشمنی کا زور توڑ دیں اور ان کے بغض و نفرت کی چنگاڑی بجھا دیں۔ چنانچہ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا قبیلہ بنی مخزوم سے تعلق رکھتی تھیں جو ابوجہل اور خالد بن ولید کا قبیلہ تھا۔ جب حضورِ انور، نبی کریم ﷺ نے ان سے شادی کر لی تو خالد بن ولید میں وہ سختی نہ رہی جس کا مظاہرہ وہ احد میں کر چکے تھے، بلکہ تھوڑے ہی عرصہ بعد انہوں نے اپنی مرضی خوشی اور خواہش سے اسلام قبول کر لیا۔

اسی طرح جب آپ ﷺ نے ابوسفیان کی صاحبزادی حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے شادی کر لی تو پھر ابوسفیان آپ ﷺ کے مدمقابل نہ آیا۔ اور جب حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی زوجیت میں آ گئیں تو قبیلہ بنی المصطلق اور قبیلہ بنی نضیر نے محاذ آرائی چھوڑ دی۔ حضور پُرنور، نبی کریم ﷺ کے عقد میں ان دونوں بیویوں کے آنے کے بعد تاریخ میں ان کے قبیلوں کی کسی شورش اور جنگی تگ و دو یا اسلام کے خلاف محاذ آرائی کا سراغ نہیں ملتا بلکہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا تو اپنی قوم کے لئے ساری عورتوں سے زیادہ بابرکت ثابت ہوئیں، کیونکہ جب حضورِ انور، رسول اللہ ﷺ نے ان سے شادی کر لی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کے ایک سو گھرانوں کو جو قید میں تھے آزاد کر دیا اور کہا کہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے سسرالی ہیں۔ ان کے دلوں پر اس احسان کا جو زبردست اثر ہوا ہو گا وہ ظاہر ہے۔

پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، ہادیٔ انس و جاں، رہبرِ کائنات، رسولِ بحر و بر حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم، رحمت للعالمین ﷺ اس دوران اُمتِ مسلمہ کو زندگی کے ہر پہلو میں تعلیم و تربیت سے بھی آراستہ فرما رہے تھے۔ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے شادی کر کے آپ ﷺ نے مسلمانوں کو یہ خوشگوار

Marfat.com

احساس دلایا کہ آپ ﷺ اپنے پیروکاروں، مسلمانوں، صحابہ کرام ﷺ کی مشکلات و مصائب اور دینی جذبہ سے ہر وقت آگاہ ہیں اور آپ پیغمبرِ اول و آخر واعظم، حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم، رحمت للعالمین ﷺ ان کی مشکلات و مصائب کے حل کرنے میں گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔

جہاد زور و شور سے شروع تھا اور صحابہ کرام ﷺ میں جذبۂ جہاد و شوقِ شہادت عروج پر تھا پیغمبرِ اول و آخر واعظم ﷺ کے ان اقدام سے ان کا جذبۂ جہاد اور شوقِ شہادت اور بڑھ گیا۔ انہیں معلوم تھا کہ شہادت کے بعد ان کے اہل و عیال بے آسرا نہیں ہوں گے۔ صحابہ کرام ﷺ رضا کارانہ طور پر یہ ذمہ داری شوق سے اٹھاتے تھے اور اسے نہایت خوش اسلوبی سے نبھاتے تھے۔

ان سب سے بڑی اور عظیم بات یہ ہے کہ پیغمبرِ اول و آخر واعظم، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ایک غیر مہذب قوم کو تربیت دینے، اس کا تزکیۂ نفس کرنے اور تہذیب و تمدن سکھانے پر مامور تھے، ایسی قوم کو جو تہذیب و ثقافت سے، تمدن کے لوازمات کی پابندی سے اور معاشرے کی تشکیل و تعمیر میں حصہ لینے کی ذمہ داریوں سے بالکل نا آشنا تھی، اور اسلامی معاشرے کی تشکیل جن اصولوں کی بنیاد پر کرنی تھی ان میں مردوں اور عورتوں کے اختلاط کی گنجائش نہ تھی، لہٰذا عدم اختلاط کے اس اصول کی پابندی کرتے ہوئے عورتوں کی براہ راست تربیت نہیں کی جاسکتی تھی حالانکہ ان کی تعلیم و تربیت کی ضرورت مردوں سے کچھ کم اہم اور ضروری نہ تھی بلکہ کچھ زیادہ ہی ضروری تھی۔

اس لیے پیغمبرِ اوّل و آخر واعظم، ہادیٔ انس و جاں، حضورِ انور، نبی کریم، رحمت للعالمین ﷺ کے پاس صرف یہی ایک سبیل رہ گئی تھی کہ آپ ﷺ مختلف عمر اور لیاقت کی اتنی عورتوں کو منتخب فرمالیں جو اس مقصد کے لئے کافی ہوں۔ پھر آپ ﷺ انہیں تعلیم و تربیت دیدیں، ان کا تزکیۂ نفس فرمادیں، انہیں احکام شریعت سکھلا دیں اور اسلامی تہذیب و ثقافت سے اس طرح آراستہ کر دیں کہ وہ دیہاتی اور شہری، بوڑھے اور جوان اور ہر طرح کی عورتوں کی تربیت کر سکیں اور انہیں مسائل شریعت سکھا سکیں اور اس طرح عورتوں میں تبلیغ کی مہم کے لئے کافی مؤثر ہو سکیں۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ پیغمبرِ اول و آخر واعظم، حضور پُر نور، نبی کریم ﷺ کے خانگی حالات کو امت تک پہنچانے کا سہرا زیادہ تر ان امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن ہی کے سر ہے، ان میں بھی بالخصوص وہ امہات المؤمنین ﷺ جنہوں نے طویل عمر پائی۔ مثال کے طور پر اُم المؤمنین حضرت عائشہ ﷺ کہ انہوں نے حضورِ انور، نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے افعال و اقوال خوب خوب روایت کیے ہیں۔

• پیغمبرِ اول و آخر واعظم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ایک نکاح ایک ایسی جاہلی رسم توڑنے کے لئے بھی عمل میں آیا تھا جو عرب معاشرہ میں پشت در پشت سے چلی آرہی تھی اور بڑی پختہ ہو چکی تھی۔ یہ رسم تھی کسی کو

Marfat.com

متبنّٰی بنانے کی۔ متبنّٰی کو جاہلی دور میں وراثت و عام زندگی میں وہی حقوق اور حرمتیں حاصل تھیں جو حقیقی بیٹے کو ہوا کرتی ہیں۔ پھر یہ دستور اور اصول' عرب معاشرے میں اس قدر جڑ پکڑ چکا تھا کہ اس کا مٹانا آسان نہ تھا اور متبنّٰی' لے پالک' منہ بولے بیٹے' یہ رسم' دستور' رواج ان بنیادوں اور اصولوں سے نہایت سختی کے ساتھ ٹکراتا تھا جنہیں اسلام نے نکاح' طلاق' میراث اور دوسرے معاملات میں مقرر فرمایا تھا۔ اس کے علاوہ جاہلیت کا یہ اصول اپنے دامن میں بہت سے ایسے مفاسد اور فواحش بھی لیے ہوئے تھا جن سے معاشرے کو پاک کرنا اسلام کے اولین مقاصد میں سے تھا۔

لہٰذا اس جاہلی اصول کو توڑنے کے لئے اللہ تبارک تعالیٰ نے پیغمبرِ اول و آخر و اعظم رسول اللہ ﷺ کی شادی حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا سے فرما دی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں جو رسول اللہ ﷺ کے متبنّٰی (منہ بولے بیٹے) تھے مگر دونوں میں نباہ مشکل ہو گیا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے طلاق دینے کا ارادہ کر لیا۔ یہ وہ وقت تھا جب تمام کفار رسول اللہ ﷺ کے خلاف محاذ آراء تھا اور جنگِ خندق کے لئے جمع ہونے کی تیاری کر رہے تھے۔

ادھر اللہ تبارک تعالیٰ کی بارگاہ سے متبنّٰی بنانے کی رسم کے خاتمے کے ارشادات مل چکے تھے۔ اس لیے پیغمبرِ اسلام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو بجا طور پر یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ اگر ان ہی حالات میں حضرت زید رضی اللہ عنہ نے طلاق دیدی اور پھر آپ ﷺ کو حضرت زینب سے شادی کرنی پڑی تو منافقین' مشرکین اور یہود بات کا بتنگڑ بنا کر آپ ﷺ کے خلاف سخت پروپیگنڈہ کریں گے۔ اور سادہ لوح مسلمانوں کو طرح طرح کے وسوسوں میں مبتلا کر کے ان پر برے اثرات ڈالیں گے اس لیے آپ ﷺ کی کوشش تھی کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ طلاق نہ دیں تا کہ اس کی سرے سے نوبت ہی نہ آئے۔

لیکن اللہ تبارک تعالیٰ کو یہ بات پسند نہ آئی اور اس نے آپ ﷺ کو (محبت آمیز) تنبیہ کی چنانچہ سورۂ احزاب کی آیت 37 ارشاد ہوا:

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ

ترجمہ: ''اور جب آپ (ﷺ) اس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے انعام کیا ہے' اور آپ (ﷺ) نے انعام کیا ہے (یعنی حضرت زید رضی اللہ عنہ سے) کہ تم اپنے اوپر اپنی بیوی کو روک رکھو اور اللہ سے ڈرو' اور آپ (ﷺ) اپنے نفس میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا' اور آپ (ﷺ) لوگوں سے ڈر رہے تھے حالانکہ اللہ زیادہ مستحق تھا کہ آپ (ﷺ) اس سے ڈرتے۔'' (سورۂ احزاب آیت 37)

Marfat.com

بالآخر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے ہی دی۔ پھر ان کی عدت گزر گئی تو ان سے رسول اللہ ﷺ کی شادی کا فیصلہ نازل ہوا۔ اللہ تبارک تعالیٰ خالق و مالک کائنات نے آپ ﷺ پر یہ نکاح لازم کر دیا تھا۔ اور کوئی اختیار اور گنجائش نہیں چھوڑی تھی۔ اس سلسلے میں نازل ہونے والی آیتِ کریمہ (سورۂ احزاب آیت 37) یہ ہے۔

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا

ترجمہ: ''جب زید (رضی اللہ عنہ) نے اس سے اپنی ضرورت پوری کر لی تو ہم نے اس کی شادی آپ (ﷺ) سے کر دی تا کہ مؤمنین پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں پر کوئی حرج نہ رہ جائے جبکہ وہ منہ بولے بیٹے ان سے اپنی حاجت پوری کر لیں۔'' (سورۂ احزاب آیت 37)

اس کا مقصد یہ تھا کہ منہ بولے بیٹوں سے متعلق جاہلی اصول عملاً بھی توڑ دیا جائے' جس طرح اس سے پہلے اس ارشاد (سورۂ احزاب کی آیات 4 اور 5) کے ذریعہ قولاً توڑا جا چکا تھا:

''انہیں ان کے باپ کی نسبت سے پکارو' یہی اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے۔''

(سورۂ احزاب آیت 5)

''محمد' تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ بلکہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔''

(سورۂ احزاب آیت 4)

اس موقع پر یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ جب معاشرے میں کوئی رواج اچھی طرح جڑ پکڑ لیتا ہے تو محض بات کے ذریعے اسے مٹانا یا اس میں تبدیلی لانا بیشتر اوقات ممکن نہیں ہوا کرتا! بلکہ جو شخص اس کے خاتمے یا تبدیلی کا داعی ہو اس کا عملی نمونہ موجود رہنا بھی ضروری ہو جاتا ہے۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمانوں کی طرف سے جس حرکت کا ظہور ہوا اس سے اس حقیقت کی بخوبی وضاحت ہوتی ہے۔ اس موقع پر کہاں تو مسلمانوں کی فداکاری یہ عالم تھا کہ جب عروہ بن مسعود ثقفی نے انہیں بارگاہِ رسالت مآب میں دیکھا تو اس نے نوٹ کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا تھوک اور کھنکار بھی ان میں سے کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ ہی میں پڑ رہا ہے' اور جب آپ ﷺ وضو فرماتے ہیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے وضو سے گرنے والا پانی لینے کے لئے اس طرح ٹوٹے پڑ رہے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے آپس میں الجھ پڑیں گے۔

جی ہاں! یہ وہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے جو درخت کے نیچے موت یا عدم فرار پر بیعت کرنے کے لئے ایک دوسرے سے سبقت لے جا رہے تھے اور یہ وہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ جیسے جانثارانِ رسول بھی تھے لیکن انہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو' جو آپ ﷺ پر مر مٹنا اپنی انتہائی سعادت و کامیابی سمجھتے

Marfat.com

تھے۔ جب آپ ﷺ نے صلح کا معاہدہ طے کر لینے کے بعد حکم دیا کہ اٹھ کر اپنی ہدی (قربانی کے جانور) ذبح کر دیں تو آپ ﷺ کے حکم کی بجا آوری کے لئے کوئی ٹس سے مس نہ ہوا۔ یہاں تک کہ آپ قلق و اضطراب سے دو چار ہو گئے۔

لیکن جب حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو مشورہ دیا کہ آپ حضورِ انور ﷺ اٹھ کر چپ ۔۔ پ اپنا جانور ذبح کر دیں اور آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا تو ہر شخص آپ ﷺ کے طرزِ عمل کی پیروی کے لئے دوڑ پڑا اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے لپک لپک کر اپنے جانور ذبح کر دیئے۔ اس واقعہ سے سمجھا جا سکتا ہے کہ کسی پختہ رواج کو مٹانے کے لئے قول اور عمل کے اثرات میں کتنا زیادہ فرق ہے۔ اس لیے متبنیٰ کا جاہلی اصول عملی طور پر توڑنے کے لئے آپ ﷺ کا نکاح آپ ﷺ کے منہ بولے بیٹے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی مطلقہ سے کرایا گیا۔

اس نکاح کا عمل میں آنا تھا کہ منافقین نے آپ ﷺ کے خلاف نہایت وسیع پیمانے پر جھوٹا پروپیگنڈہ شروع کر دیا۔ اور طرح طرح کے وسوسے اور افواہیں پھیلائیں جس کے کچھ نہ کچھ اثرات سادہ لوح مسلمانوں پر بھی پڑے۔ اس پروپیگنڈے کو تقویت پہنچانے کے لئے ایک شرعی پہلو بھی منافقین کے ہاتھ آ گیا تھا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ کی پانچویں بیوی تھیں جبکہ مسلمان بیک وقت چار بیویوں سے زیادہ کی حلت (حلال ہونا، جائز ہونا) جانتے ہی نہ تھے۔ ان سب کے علاوہ پروپیگنڈہ کی اصل جان یہ تھی کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے بیٹے سمجھے جاتے تھے اور بیٹے کی بیوی سے شادی بڑی فحش کاری خیال کی جاتی تھی۔

بالآخر اللہ تبارک تعالیٰ خالق و مالکِ کائنات نے سورۂ احزاب میں اس اہم موضوع سے متعلق کافی و شافی آیات نازل کیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معلوم ہو گیا کہ اسلام میں منہ بولے بیٹے کی کوئی حیثیت نہیں اور یہ کہ قادرِ مطلق، خالق و مالکِ کائنات اللہ تبارک تعالیٰ نے کچھ نہایت بلند پایہ اور مخصوص مقاصد کے تحت اپنے رسول ﷺ کو خصوصیت کے ساتھ شادی کی تعداد کے سلسلے میں اتنی وسعت دی ہے جو کسی اور کو نہیں دی گئی ہے اور اللہ تبارک تعالیٰ تو قادرِ مطلق ہے وہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔

امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے ساتھ پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی رہائش نہایت شریفانہ، باعزت، بلند پایہ اور عمدہ انداز کی تھی۔ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن بھی شرافت، قناعت، صبر، تواضع، خدمت اور ازدواجی حقوق کی نگہداشت کا مرقع تھیں۔ حالانکہ آپ ﷺ بڑی روکھی پھیکی اور سخت زندگی گزار رہے تھے جسے برداشت کر لینا دوسروں کے بس کی بات نہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھے علم نہیں کہ تاجدارِ کائنات، سرکارِ دو عالم، رسول اللہ ﷺ نے کبھی میدے کی نرم روٹی کھائی ہو یہاں تک کہ اللہ سے جا ملے اور نہ آپ ﷺ نے اپنی آنکھ سے کبھی بھنی ہوئی بکری دیکھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ دو دو ماہ گزر جاتے، تیسرے مہینے کا چاند نظر آ جاتا اور تاجدارِ کائنات، سرکارِ دو عالم، رسول اللہ ﷺ کے گھر میں

Marfat.com

آگ نہ جلتی۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ تب آپ لوگ کیا کھاتی تھیں۔ فرمایا کہ بس دو کالی چیزیں' یعنی کھجور اور پانی۔

اس تنگی وترشی کے باوجود ازواجِ مطہرات سے کوئی لائق عتاب حرکت صادر نہ ہوئی۔ صرف ایک دفعہ ایسا ہوا اور وہ بھی اس لیے کہ ایک تو انسانی فطرت کا تقاضا ہی کچھ ایسا ہے۔ دوسرے اسی بنیاد پر کچھ احکامات مشروع کرنے تھے۔ ان کو کھول کر بیان کرنا تھا...... چنانچہ اللہ تبارک تعالیٰ نے اس موقع پر آیاتِ تخییر نازل (جس میں چن لینے کا اختیار دیا گیا ہو) سورۂ احزاب کی آیات 28`29 نازل فرمائی جو یہ تھی:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِىُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝

ترجمہ: ''اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں ساز وسامان دے کر بھلائی کے ساتھ رخصت کر دوں۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور دارِ آخرت کو چاہتی ہو تو بے شک اللہ نے تم میں نیکوکاروں کے لئے زبردست اجر تیار کر رکھا ہے۔'' (سورۂ احزاب آیات 28'29)

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے شرف اور عظمت کا اندازہ کیجیے کہ ان سب نے اللہ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ترجیح دی اور ان میں سے کوئی ایک بھی دنیا کی طرف مائل نہ ہوئی۔

اسی طرح سوتنوں کے درمیان جو واقعاتِ روزمرہ کا معمول ہوا کرتا تھا' ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے درمیان کثرتِ تعداد کے باوجود اس طرح کے واقعات شاذونادر ہی پیش آئے اور وہ بھی بتقاضائے بشریت' اور اس پر بھی جب اللہ تبارک تعالیٰ نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا تو دوبارہ اس طرح کی کسی حرکت کا ظہور نہیں ہوا۔ سورۂ تحریم کی ابتدائی پانچ آیات میں اسی اظہارِ پاک کا ذکر ہے۔

آخر میں یہ عرض کر دینا بھی بے جا نہ ہوگا کہ ہم اس موقع پر تعدادِ ازواج کے موضوع پر بحث کی ضرورت نہیں سمجھتے' کیونکہ جو لوگ اس موضوع پر سب سے زیادہ لے دے کرتے ہیں یعنی باشندگانِ یورپ وہ خود جس طرح کی زندگی گزار رہے ہیں' جس تلخی وبدبختی کا جام نوش کر رہے ہیں۔ جس طرح کی رسوائیوں اور جرائم میں لت پت ہیں اور تعدادِ ازواج کے اصول سے منحرف ہو کر جس قسم کے رنج والم اور مصائب کا سامنا کر رہے ہیں وہ ہر طرح کی بحث ومباحثہ سے مستغنی کر دینے کے لئے کافی ہے۔ اہلِ یورپ کی بدبختانہ زندگی تعدادِ ازواج کے اصول کے مبنی برحق ہونے کی سب سے سچی گواہ ہے اور اہلِ نظر کے لئے' دیدہ بینا کے لئے' صاحبِ عقل کے لئے اس میں بڑی عبرت ہے۔

Marfat.com

اولادِ کرام

اس بات پر مؤرخین کا اتفاق ہے کہ پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ کی اولادِ کرام کی تعداد چھ ہے۔ لیکن بعض مؤرخین نے یہ تعداد سات بتائی ہے اور بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ کے ایک صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں جن کا لقب طیب و طاہر ہے۔ حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی قول کو زیادہ صحیح بتایا ہے۔

''حضور پُرنور، نبی کریم ﷺ کی ان ساتوں مقدس اولاد میں سے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے شکم سے تولد ہوئے تھے۔ باقی تمام اولادِ کرام حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطنِ مبارک سے پیدا ہوئی۔'' (زرقانی جلد 2 صفحہ 193 و مدارج النبوۃ جلد 3 صفحہ 451)

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ

آپ سب سے پہلے فرزند ہیں جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی آغوش مبارک میں اعلانِ نبوت سے قبل پیدا ہوئے۔ حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ کی کنیت ابوالقاسم آپ ہی کے نام پر ہے۔ جمہور علماء کا یہ قول ہے کہ آپ پاؤں پر چلنا سیکھ گئے تھے کہ ان کی وفات ہوگئی۔ اور ابن سعد کا بیان ہے کہ آپ کی عمر شریف دو برس کی ہوئی مگر علامہ غلابی کہتے ہیں کہ آپ فقط سترہ ماہ زندہ رہے۔ واللہ اعلم۔ (زرقانی جلد 3 صفحہ 194)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ

آپ ہی کا لقب طیب و طاہر ہے۔ اعلانِ نبوت سے قبل مکہ معظّمہ میں پیدا ہوئے اور بچپن ہی میں وفات پا گئے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا

آپ، پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ کی صاحبزادیوں میں سب سے بڑی تھیں۔ اعلانِ نبوت سے دس سال قبل جب کہ حضور پُرنور، سرکارِ دو عالم ﷺ کی عمر شریف تیس سال کی تھی، مکہ مکرمہ میں آپ کی ولادت ہوئی، یہ ابتدائے اسلام ہی میں مسلمان ہوگئی تھیں اور جنگِ بدر کے بعد حضور پُرنور ﷺ نے آپ کو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ بلا لیا تھا اور آپ ہجرت کر کے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تشریف لے گئیں۔

اعلانِ نبوت سے قبل ہی آپ کی شادی ان کے خالہ زاد بھائی ابوالعاص بن ربیع سے ہوگئی تھی۔ ابوالعاص حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت ہالہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے تھے۔ حضورِ اکرم ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سفارش سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ابوالعاص کے ساتھ نکاح فرما دیا تھا۔ حضرت زینب تو مسلمان ہوگئی تھیں مگر

Marfat.com

ابوالعاص شرک و کفر پر اڑا رہا۔

رمضان سن 2ھ میں جب ابوالعاص جنگِ بدر سے گرفتار ہو کر مدینہ آئے۔ اس وقت تک حضرت زینب رضی اللہ عنہا مسلمان ہوتے ہوئے مکہ مکرمہ ہی میں مقیم تھیں۔ چنانچہ ابوالعاص کو قید سے چھڑانے کے لئے انہوں نے مدینہ میں اپنا وہ ہار بھیجا جو ان کی ماں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کو جہیز میں دیا تھا۔ یہ ہار حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ پا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس واپس بھیج دیا اور حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص سے یہ وعدہ لے کر ان کو رہا کر دیا کہ وہ مکہ پہنچ کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ بھیج دیں گے چنانچہ ابوالعاص نے اپنے وعدے کے مطابق حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے بھائی کنانہ کی حفاظت میں بطن یا ''جج'' تک بھیج دیا۔

ادھر حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ایک انصاری کے ساتھ پہلے ہی مقام بطن یا ''جج'' میں بھیج دیا تھا چنانچہ یہ دونوں حضرات بطن یا ''جج'' سے اپنی حفاظت میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ لائے۔

منقول ہے کہ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئیں تو کفارِ قریش نے ان کا راستہ روکا یہاں تک کہ ایک بدنصیب ظالم ''ہبار بن الاسود'' نے ان کو نیزہ سے ڈرا کر اونٹ سے گرا دیا جس کے صدمہ سے ان کا حمل ساقط ہو گیا۔ مگر ان کے دیور کنانہ نے اپنے ترکش سے تیروں کو باہر نکال کر یہ دھمکی دی کہ جو شخص بھی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے اونٹ کا پیچھا کرے گا۔ وہ میرے ان تیروں سے بچ کر نہ جائے گا۔ یہ سن کر کفارِ قریش سہم گئے۔ پھر سردارِ مکہ ابوسفیان نے درمیان میں پڑ کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی مدینہ منورہ روانگی کے لئے راستہ صاف کرا دیا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ہجرت کرنے میں یہ دردناک مصیبت پیش آئی اس لیے حضور پُر نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے فضائل میں یہ ارشاد فرمایا کہ ''یہ میری بیٹیوں میں اس اعتبار سے بہت ہی زیادہ فضیلت والی ہیں کہ میری جانب ہجرت کرنے میں اتنی بڑی مصیبت اٹھائی۔'' اس کے بعد ابوالعاص محرم 7ھ میں مسلمان ہو کر مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کر کے چلے آئے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ رہنے لگے۔

(زرقانی جلد 3 صفحہ 196195)

سن 8ھ میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات ہو گئی اور حضرت اُمِ ایمن و حضرت سودہ بنتِ زمعہ و حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے ان کو غسل دیا اور حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کفن کے لئے اپنا تہبند شریف عطا فرمایا اور اپنے دستِ مبارک سے ان کو قبر میں اتارا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی اولاد میں ایک لڑکا جس کا نام ''علی'' اور ایک لڑکی حضرت ''امامہ'' تھیں۔ علی کے

Marfat.com

بارے میں ایک روایت ہے کہ اپنی والدہ ماجدہ کی حیات ہی میں بلوغ کے قریب پہنچ کر وفات پا گئے۔ لیکن ابنِ عساکر کا بیان ہے کہ نسب ناموں کے بیان کرنے والے بعض علماء نے یہ ذکر کیا ہے کہ یہ جنگِ یرموک میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔ (زُرقانی جلد 3 صفحہ 197)

حضرت امامہ رضی اللہ عنہا سے حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی محبت تھی۔ آپ ان کو اپنے دوشِ مبارک پر بٹھا کر مسجدِ نبوی میں تشریف لے جاتے تھے۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت میں بطورِ ہدیہ کے ایک حلہ بھیجا جس کے ساتھ سونے کی ایک انگوٹھی بھی تھی جس کا نگینہ حبشی تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ انگوٹھی حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کو عطا فرمائی۔

اسی طرح ایک مرتبہ ایک بہت ہی خوبصورت سونے کا ہار کسی نے حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نذر کیا جس کی خوبصورتی کو دیکھ کر تمام ازواجِ مطہرات حیران رہ گئیں۔ آپ نے اپنی مقدس بیویوں سے فرمایا کہ میں یہ ہار اس کو دوں گا جو میرے گھر والوں میں مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے۔ تمام ازواجِ مطہرات نے یہ خیال کر لیا کہ یقیناً یہ ہار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو عطا فرمائیں گے۔ مگر حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کو قریب بلایا اور اپنی پیاری نواسی کے گلے میں اپنے دستِ مبارک سے یہ ہار ڈال دیا۔

(زُرقانی جلد 3 صفحہ 197)

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا

آپ اعلانِ نبوت سے سات برس پہلے جب کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کا تینتیسواں سال تھا، پیدا ہوئیں اور ابتدائے اسلام ہی میں مشرف بہ اسلام ہوگئیں۔ پہلے آپ کا نکاح ابولہب کے بیٹے ''عتبہ'' سے ہوا تھا لیکن ابھی ان کی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ ''سورۃ تبت یدا'' نازل ہوگئی۔ ابولہب قرآن میں اپنی اس دائمی رسوائی کا بیان سن کر غصہ میں آگ بگولا ہو گیا اور اپنے بیٹے عتبہ کو مجبور کر دیا کہ وہ حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دے۔ چنانچہ عتبہ نے طلاق دے دی۔

اس کے بعد حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ نکاح کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر حبشہ سے مکہ واپس آ کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اور یہ میاں بیوی دونوں ''صاحب الہجرتین'' یعنی ''دو ہجرتوں والے'' کے معزز لقب سے سرفراز ہو گئے۔

جنگِ بدر کے دنوں میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بہت سخت بیمار تھیں۔ چنانچہ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جنگِ بدر میں شریک ہونے سے روک دیا اور یہ حکم دیا کہ وہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری

Marfat.com

کریں۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جس دن جنگِ بدر میں مسلمانوں کی فتح مبین کی خوشخبری لے کر مدینہ پہنچے اسی دن حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے بیس سال کی عمر پا کر وفات پائی۔ حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنگِ بدر کے سبب آپ کے جنازہ میں شریک نہ ہو سکے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اگرچہ جنگِ بدر میں شریک نہ ہوئے لیکن پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جنگِ بدر کے مجاہدین میں شمار فرمایا اور جنگِ بدر کے مالِ غنیمت میں سے ان کو مجاہدین کے برابر حصہ بھی عطا فرمایا اور شرکائے جنگِ بدر کے برابر اجرِ عظیم کی بشارت بھی دی۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے شکم مبارک سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایک فرزند بھی پیدا ہوئے تھے جن کا نام ''عبداللہ'' تھا یہ اپنی ماں کے بعد سن 4 ہجری میں چھ برس کی عمر پا کر انتقال کر گئے۔

(زُرقانی جلد 3 صفحہ 198 تا 199)

حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا

آپ پہلے ابولہب کے بیٹے ''عتیبہ'' کے نکاح میں تھیں لیکن ابولہب کے مجبور کر دینے سے بدنصیب عتیبہ نے ان کو رخصتی سے قبل ہی طلاق دے دی اور اس ظالم نے بارگاہِ نبوت میں انتہائی گستاخی بھی کی۔ یہاں تک کہ بدزبانی کرتے ہوئے حضور رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم پر جھپٹ پڑا اور آپ کے مقدس پیراہن کو پھاڑ ڈالا۔ اس گستاخ کی بے ادبی سے آپ کے قلبِ نازک پر انتہائی رنج وصدمہ گزرا اور جوشِ غم میں آپ کی زبانِ مبارک سے یہ الفاظ نکل پڑے کہ:

''یا اللہ! اپنے کتوں میں سے کسی کتے کو اس پر مسلط فرما دے۔''

اس دعائے نبوی کا یہ اثر ہوا کہ ابولہب اور عتیبہ دونوں تجارت کے لئے ایک قافلہ کے ساتھ ملکِ شام گئے اور مقام ''زرقا'' میں ایک راہب کے پاس رات میں ٹھہرے۔ راہب نے قافلہ والوں کو بتایا کہ یہاں درندے بہت ہیں۔ آپ لوگ ذرا ہوشیار ہو کر سوئیں۔ یہ سن کر ابولہب نے قافلہ والوں سے کہا کہ ''اے لوگو! محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بیٹے عتیبہ کے لئے ہلاکت کی دعا کر دی ہے' لہٰذا تم لوگ تمام تجارتی سامانوں کو اکٹھا کر کے اس کے اوپر عتیبہ کا بستر لگا دو اور سب لوگ اس کے اردگرد چاروں طرف سو رہو تا کہ میرا بیٹا درندوں کے حملہ سے محفوظ رہے۔ چنانچہ قافلہ والوں نے عتیبہ کی حفاظت کا پورا پورا بندوبست کیا لیکن رات میں بالکل ناگہاں ایک شیر آیا اور سب کو سونگھتے ہوئے کود کر عتیبہ کے بستر پر پہنچا اور اس کے سر کو چبا ڈالا۔ لوگوں نے ہر چند شیر کو تلاش کیا مگر کچھ بھی پتا نہیں چل سکا کہ یہ شیر کہاں سے آیا تھا؟ اور کدھر چلا گیا؟

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ربیع الاول سن 3 ھ میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے نکاح کر دیا مگر ان کے شکم مبارک سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ شعبان 9 ھ میں حضرت

Marfat.com

اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا نے وفات پائی اور حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور آپ جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ (زُرقانی جلد 3 ص 200)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

یہ پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، ہادیٔ انس و جاں، رہبرِ کائنات، رسولِ بحر و بر، سرکارِ دو عالم حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم، رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی مگر سب سے زیادہ پیاری اور لاڈلی بیٹی ہیں۔ ان کا نام ''فاطمہ'' اور لقب ''زہرا'' اور ''بتول'' ہے۔ ان کی پیدائش کے سال میں علمائے مؤرخین کا اختلاف ہے۔ ابوعمر کا قول ہے کہ اعلانِ نبوت کے پہلے سال جب کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف اکتالیس برس کی تھی، یہ پیدا ہوئیں اور بعض نے لکھا ہے کہ اعلانِ نبوت سے ایک سال قبل ان کی ولادت ہوئی اور علامہ ابن الجوزی نے یہ تحریر فرمایا کہ اعلانِ نبوت سے پانچ سال قبل ان کی پیدائش ہوئی (اور یہی صحیح لگتا ہے) واللہ تعالیٰ اعلم۔ (زُرقانی جلد 3 ص 202 تا 203)

سن 2 ھ میں حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح ہوا اور ان کے شکم مبارک سے تین صاحبزادگان حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت محسن رضی اللہ عنہم اور تین صاحبزادیوں زینب و ام کلثوم و رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی ولادت ہوئی۔ حضرت محسن و رقیہ تو بچپن ہی میں وفات پا گئے۔ اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ جن کے شکم مبارک سے آپ کے ایک فرزند حضرت زید اور ایک صاحبزادی حضرت رقیہ کی پیدائش ہوئی اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔

(مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 460)

اللہ اکبر! ان کے فضائل و مناقب کا کیا کہنا؟ ان کے مراتب و درجات کے حالات سے کتب احادیث کے صفحات مالا مال ہیں۔ جن کا تذکرہ میں نے اپنی کتاب ''نور قرآن کی روشنی میں اور پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پیار'' میں کافی تفصیل سے تحریر کر دیا ہے۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضورِ انور، نبی کریم، حبیب ربّ للعالمین، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آپ سیدۃ نساء العالمین (تمام جہان کی عورتوں کی سردار) اور سیدۃ نساء اھل الجنۃ (اہلِ جنت کی تمام عورتوں کی سردار) ہیں۔ ان کے حق میں ارشادِ نبوی ہے کہ فاطمہ میری بیٹی میرے بدن کی ایک بوٹی ہے (میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے) جس نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔ (مشکوٰۃ 568 مناقب اہلِ بیت و زُرقانی جلد 3 صفحہ 204)

حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے قلبِ مبارک پر بہت ہی جانکاہ صدمہ گزرا۔ چنانچہ وصالِ اقدس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کبھی ہنستی ہوئی نہیں دیکھی گئیں۔ یہاں تک کہ وصالِ نبوی کے چھ ماہ بعد 3 رمضان سن 11 ہجری منگل کی رات میں آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

Marfat.com

حضرت علی یا حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور سب سے زیادہ صحیح اور مختار قول یہی ہے کہ آپ جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ (مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 461)

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ

آپ حضور پرنور نبی کریم رؤف ورحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد مبارکہ میں سب سے آخری فرزند ہیں۔ آپ ذوالحجہ 8ھ میں مدینہ منورہ کے مقام ''عالیہ'' کے اندر حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے شکمِ مبارک سے پیدا ہوئے۔ اس لیے مقام عالیہ کا دوسرا نام ''مشربہ ابراہیم'' بھی ہے۔ ان کی ولادت کی خبر حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نے مقامِ عالیہ سے مدینہ آ کر بارگاہِ اقدس میں سنائی۔ خوشخبری سن کر حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے انعام کے طور پر حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کو ایک غلام عطا فرمایا۔

اس کے بعد فوراً ہی حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ''یا ابا ابراہیم'' (اے ابراہیم کے باپ) کہہ کر پکارا' حضور انور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بے حد خوش ہوئے اور ان کے عقیقہ میں دو مینڈھے آپ نے ذبح فرمائے۔ اور ان کے سر کے بال کے وزن کے برابر چاندی خیرات فرمائی اور ان کے بالوں کو دفن کرا دیا۔ اور ''ابراہیم'' نام رکھا' پھر ان کو دودھ پلانے کے لئے حضرت ''ام سیف'' رضی اللہ عنہا کے سپرد فرمایا ان کے شوہر حضرت ابوسیف رضی اللہ عنہ لوہار کا پیشہ کرتے تھے۔ آپ کو حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ محبت تھی اور کبھی کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھنے کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب ان کی علالت کی خبر پا کر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوسیف رضی اللہ عنہ کے مکان پر گئے تو یہ وہ وقت تھا کہ حضرت ابراہیم جان کنی کے عالم میں تھے۔ یہ منظر دیکھ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس وقت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی روتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے عوف کے بیٹے! یہ میرا رونا ایک شفقت کا رونا ہے۔ اس کے بعد پھر دوبارہ جب چشمانِ مقدسہ سے آنسو بہے تو آپ کی زبانِ مبارک پر یہ کلمات جاری ہو گئے کہ:

''ان العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا ما یرضی ربنا وانا بفراقك یا ابراهیم لمحزونون۔''

''آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غمزدہ ہے مگر ہم وہی بات زبان سے نکالتے ہیں جس سے ہمارا ربّ خوش ہو جائے اور بلاشبہ اے ابراہیم ہم تمہاری جدائی سے بہت زیادہ غمگین ہیں۔''

جس دن حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اتفاق سے اسی دن سورج کو گرہن لگا۔ عربوں کے دلوں میں زمانۂ جاہلیت کا یہ عقیدہ جما ہوا تھا کہ کسی بڑے آدمی کی موت سے چاند اور سورج میں گرہن لگتا ہے۔ چنانچہ

Marfat.com

بعض لوگوں نے یہ خیال کیا کہ غالباً یہ سورج گرہن حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کی وجہ سے ہوا ہے۔ حضور پُرنور، ہادیٔ انس و جاں، رہبرِ کائنات، رسولِ بحر و بر، رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر ایک خطبہ دیا جس میں جاہلیت کے اس عقیدہ کا رد فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

"ان الشمس والقمر ایتان من ایات اللہ لاینکسفان لموت احد ولا لحیاته فاذا رایتموھا فادعوا اللہ وصلوا حتی ینجلی۔"

''یقیناً چاند اور سورج اللہ تبارک تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ کسی کے مرنے یا جینے سے ان دونوں میں گرہن نہیں لگتا۔ جب تم لوگ گرہن دیکھو تو دعائیں مانگو اور نمازِ کسوف پڑھو۔ یہاں تک کہ گرہن ختم ہو جائے۔'' (بخاری جلد 1 صفحہ 145 باب الدعا فی الکسوف)

حضور پُرنور، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ میرے فرزند ابراہیم نے دودھ پینے کی مدت پوری نہیں کی اور دنیا سے چلا گیا۔ اس لیے اللہ تبارک تعالیٰ نے اس کے لئے بہشت میں ایک دودھ پلانے والی کو مقرر فرما دیا جو مدتِ رضاعت بھر اس کو دودھ پلاتی رہے گی۔ (مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 254)

پیغمبرِ اول و آخر، واعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرتِ ابراہیم رضی اللہ عنہ کو جنت البقیع میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس دفن فرمایا اور اپنے دستِ مبارک سے ان کی قبر پر پانی کا چھڑکاؤ کیا۔ بوقتِ وفات حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی عمر شریف 17 یا 18 ماہ کی تھی۔ (واللہ اعلم ورسولہ)

(مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 453)

الحمد للہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسّلامُ علیٰ نبی الکریم

وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین

Marfat.com

سیرتِ نبوی پر ایک جامع، مدلّل اور مستند و تحقیقی
سیرت النبی پر دنیا بھر میں سب سے بڑی کتاب

نورِ اُمّ النور
نورِ رحمۃ للعالمین

ڈاکٹر محمد عمر خان لیفٹننٹ کرنل (ر)

Marfat.com